http://ataunnabi.blogspot.in

ذخیرہ کتب عظم عطاری المدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاوٰی رضویہ

جلد چہارم

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب

https://t.me/tehqiqat

دارالعلوم امجدیہ
مکتبہ رضویہ
آرام باغ روڈ، کراچی
پاکستان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں فری
حاصل کرنے کے لیئے
ٹیلیگرام چینل لنک
https://t.me/tehqiqat
آرکاریو لنک
https://archive.org/details
/@zohaibhasanattari
بلوگسپوٹ لنک
https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

ذخیرہ کتب عظم عطاری المدنی

فتاویٰ رضویہ

جلد چہارم (۴)

مصنفہ

حضور پرنور عظیم البرکۃ امام اہل سنت قامع بدعت مجدد دین وملت
اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طابع وناشر
المجدد احمد رضا اکیڈمی
ملنے کا پتہ:
دار العلوم امجدیہ کراچی
فیروز شاہ اسٹریٹ، آرام باغ
باھتمام: قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی
خطیب نیو میمن مسجد، بولٹن مارکیٹ، کراچی
فون: ۲۱۶۴۶۴-۲۱۷۸۸۹

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذخیرہ کتب عظم عطاری المدنی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــ فتاوٰی رضویہ جلد چہارم

مصنّف ــــــــ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

موضوعات ــــــــ باب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج

سال طباعت بار دوم ــــــــ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ جون ۱۹۹۷ء

تعداد طباعت ــــــــ ایک ہزار

تعداد مسائل ــــــــ (۴۴۲) چار سو بیالیس۔

تعداد رسائل ــــــــ (۲۷) ستائیس

تعداد صفحات ــــــــ ۷۴۸

باہتمام: حضرت مولانا قاری رضاء المصطفٰے اعظمی خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی ۲ (صدر ورلڈ اسلامک مشن پاکستان)

مطبع ــــــــ فرید آرٹ پریس کراچی

طابع و ناشر ــــــــ دار العلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ، کراچی ۱

نگران طباعت ــــــــ حافظ مصطفٰے سرور اعظمی، محمود اختر از مکتبہ رضویہ، کراچی

قیمت ــــــــ

کراچی میں ملنے کے پتے

۱۔ المکتبۃ المدینہ ــــــــ نزد شہید مسجد کھارادر کراچی ۲

۲۔ حنفیہ پاک پبلی کیشنز ــــــــ 〃 〃 〃 〃

۳۔ ضیاء الدین پبلی کیشنز ــــــــ 〃 〃 〃 〃

۴۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی ــــــــ ایم۔ اے جناح روڈ کراچی ۱

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
فہرست مضامین	ل
عرض ناشر	ف
جو رسائل نہ مل سکے ان کی تعداد اور نام	ث
ناتمام جواب	〃
بیاض کے صفحات	〃
باب الجنازہ ص ۱ تا ۳۷۷	
تلقین کرنے کا بیان۔ کلمہ طیبہ کے دونوں جز سے تلقین کی جائے۔	۱
بیوی کو غسل دینا شوہر کے لیے جائز نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے غسل دینے کا ذکر ایک روایت میں آیا ہے، اس کا جواب۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رشتہ دائمی ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔	۴
جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کا حکم۔ ذکر جہر کو بعض کتابوں میں مکروہ لکھنے کی وجہ	۴
مقتدیوں کے لیے مصلے نہ ہو اور امام مصلی پر نماز پڑھائے تو حرج نہیں۔	۸
مزار کے طواف کرنے چوکھٹ کے بوسہ دینے آنکھوں سے لگانے اور الٹے پاؤں واپس ہونے کا بیان۔	۸
نماز جنازہ کے لیے طہارت شرط ہے۔	۸
مردے سے بال وغیرہ کاٹنا جائز نہیں۔	۹
شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ شوہر عورت کا ولی نہیں۔	〃
چارپائی وغیرہ پر بیٹھنے کا حکم جبکہ مردہ گھر میں ہو	۹
اہل میت کے لیے کھانا بھیجنا جائز ہے۔ یہ کھانا صرف اہل میت کے لیے ہو دوسروں کے لیے نہ ہو۔	〃
مرد عورت بالغ نابالغ مراہق مردہ بچہ یا سقط کے کفن کی تفصیل اور کفن پہنانے کا طریقہ۔ کفن مسنون، کفایت، اور ضرورت۔	۱۰
کعبہ معظمہ کا غلاف اور پھولوں کی چادر کفن پر رکھنا جائز ہے۔	۱۲
جو نصرانی وغیرہ کا جوٹھا کھائے اس کے جنازہ کا حکم	〃
کسی بے نمازی کی بیوی مرے اور شوہر سے جرمانہ لے کر لوگ نماز جنازہ پڑھیں۔	۱۳
شوہر عورت کو غسل کس طرح دے جبکہ غسل دینے والا کوئی نہ ہو۔	〃
دفن کے بعد قبر پر کتنی دیر تک رکنا چاہئے۔ شب جمعہ قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔ شب جمعہ سے متعلق حدیث مرفوعہ میں احتمال کافی ہوتا ہے۔	۱۴
قبر بالشت بھر اونچی ہونی چاہئے۔ دفن کے بعد اہل میت کے گھر جانا ضروری نہیں	〃
مردہ بچہ پیدا ہو تو اسے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے	

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
الگ نہیں	〃
سوال نکیرین بعد دفن ہوتا ہے	۱۵
بلا اجازت مالک دوسرے کی آراضی میں دفن کرنا حرام ہے۔	۱۵
دفن کرنے میں بارش ہونا نیک فال ہے	〃
غسل دینے کے لیے کوئی جہت متعین نہیں جیسے آسان ہو میت کو غسل دیں۔	۱۶
عورت شوہر کو غسل دے سکتی ہے	〃
غسل دینے میں ناک منہ میں پانی نہ ڈالا جائے اگرچہ حالت جنابت میں انتقال ہوا ہو۔	۱۷
نصاری کے ساتھ رہنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اس کے مرنے پر کفن دفن واجب ہے۔	〃
فائدہ۔ اوہام پر بنائے احکام نہیں ہوتے۔	〃
مغرب کے وقت جنازہ آئے تو پہلے مغرب کی نماز پڑھی جائے۔	۱۸
نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے۔ دعا سے متعلق احادیث اور منکرین کا رد۔	〃
جنازہ کی دعائیں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں مقتدی کو خاموش رہنا جائز نہیں۔	۲۳
چارپائی پر نعش ہو تو بے کھٹکے نماز پڑھنا جائز ہے	〃
رسالہ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز از ۲۳ تا ۳۰ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا ثبوت اور منکرین کا رد۔	
بے نمازی اور اس کی نابالغ اولاد کی نماز پڑھی جائے گی	۳۰

مضمون	صفحہ
امام باطہارت ہو اور مقتدی بے طہارت تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔	۳۰
فائدہ۔ جاہل کا مفتی بننا حرام ہے۔	〃
نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا جائے تو قبر پر نماز پڑھی جائے	۳۱
مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں کتب فقہ سے اس امر کا ثبوت۔	〃
نماز میں ولی شریک نہ ہو تو نماز ہو جائے گی۔	۳۳
میت کو اذیت دینا حرام ہے اگرچہ وہ فاسق ہو۔	〃
میت کے سر میں کنگھی نہ کی جائے۔	
رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز از ۳۴ تا ۵۲ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہے	
اوقات مکروہ میں جنازہ تیار ہو تو ان اوقات میں نماز جنازہ مکروہ نہیں اور نماز عصر سے پہلے بھی جائز ہے	۵۲
بے نمازی کی نماز پڑھی جائے گی۔ قبر پر اذان جائز ہے	〃
رافضی کی جنازہ کی نماز پڑھنی حرام ہے اور اس کے لیے استغفار کرنا کفر ہے۔	۵۳
بے نمازی کی نماز پڑھنے کی وجہ۔ کس کی نماز نہیں پڑھی جائے گی؟	〃
حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کس نے پڑھائی؟	۵۴
فائدہ۔ حضور نبی محترم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ صلعم، ع، ص وغیرہ لکھنا حرام ہے۔	〃
شوہر کو اپنی بیوی کی نماز پڑھانے کا حق نہیں جبکہ ولی موجود نہ ہو۔ امام الحی کو اس کا حق ہے یا نہیں۔	۵۵

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالٰی عنہا کی نماز جنازہ نہیں ہوئی۔	۵۶
رافضی کے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں اور پڑھانے والا قابل امامت نہیں	″
مسجد میں نماز جنازہ ممنوع ہے اگرچہ بیرون مسجد جگہ کم ہو یا سخت دھوپ ہو اور ماہ رمضان ہو۔ اور اگر مسجد میں پڑھی گئی تو فرض ساقط ہوجائے گا۔ جو نماز میں ملنا چاہتا ہو اور کسی وجہ سے نہ مل سکا تو ثواب پائے گا۔ نماز جمعہ کے بعد جنازہ پڑھا جائے۔	۵۷
مسجد کے حوض پر جنازہ رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم	۵۸
رسالہ **الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب** (از صفحہ ۵۸ تا صفحہ ۷۷ غائبانہ نماز پڑھنا جائز نہیں)	
جنازہ میں کم آدمی ہوں تو صفوں کی ترتیب کیسے ہو۔ ایک آدمی کی صف بھی صف ہے۔ پچھلی صف جنازہ میں افضل ہے۔	۷۷
صحیح یہ ہے کہ مسجد میں جنازہ یا امام یا صف ہو تو مکروہ ہے۔	۸۱
چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرا جائے۔	۸۲
مسجد کے اندر نماز جنازہ جائز نہیں۔ مسجد کے مسقف حصہ کو شتوی اور صحن کو صیفی کہتے ہیں۔ میت تابوت میں ہو تو نماز و دفن پہلے سے کفن، قبر تیار رکھنے، قبر پختہ کرنے، قبر میں شجرہ رکھنے اور میت کو دوسرے شہر لیجانے کے احکام	″
قدیم قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا جبکہ قبریں منہدم ہوچکی ہوں۔	″

مضمون	صفحہ
تیسری تکبیر کے بعد امام سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے	۸۳
جنازہ میں تکبیریں چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے۔	″
میت جس چارپائی پر ہو اس کی بلندی کی کوئی حد نہیں میت امام کے سامنے ہو۔	″
ظہر کے وقت جنازہ آئے تو پہلے ظہر پڑھی جائے یا جنازہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام کیا جائے۔ بہار شریعت کے بارے میں سوال۔	۸۴
جو اراضی شامل مسجد ہوچکی ہو اس پر نماز جنازہ پڑھنا مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز جنازہ ہونے کی وجہ	″
جنازے کا امام کون ہو، اذن ولی کی حاجت اور امام الحی کو ترجیح ہے۔ نکاح خوان قاضی شرعی قاضی نہیں۔ ولی سے افضل موجود ہو تو کیا حکم ہے۔	۸۵
بے نمازی کی نماز پڑھی جائے گی۔ علماء جنازہ پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔	۸۶
بے نمازی کو بغیر نماز پڑھے دفن کر دینا حرام ہے۔	۸۷
جوتا پہن کر نماز پڑھنا۔	۸۷
ہیجڑے کے جنازہ میں مرد کی نیت ہو یا عورت کی	۸۸
رسالہ **المنۃ الممتازہ فی دعوات الجنازہ** (از صفحہ ۸۸ تا صفحہ ۹۶ جو دعائیں احادیث کریمہ میں وارد ہیں وہ مع ترجمہ اس رسالہ میں جمع کر دی گئی ہیں اور قبر پر تلقین کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے)	
عورت و شوہر مر جائے تو ایک دوسرے کو غسل و کفن اور قبر میں اتارنا۔	۹۶

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
جنازے چلنے کا طریقہ اور قبر پر اذان دینا	۹۶
جنازے کے ساتھ نعت یا جہر سے ذکر کرنا	۹۷
مزاروں پر چڑھائی ہوئی چادروں کی بیع	″
مصلے پر نماز پڑھنے کی حکمت اور اس کے استعمال کرنے کا حکم۔	۹۸
مزاروں پر چادر اور پھول ڈالنے کا حکم۔	″
جنازے چلنے میں ہاتھ لگانا۔ وصیت کی تاکید	″
شق والی قبر بنانے کا طریقہ۔	۹۹
دوامی پٹہ والی زمین پر قبر و مسجد بنانا۔	۱۰۰
قبر کھل جائے تو مٹی ڈال کر بند کر دینا ضروری ہے۔	″
قبر اوپر سے پختہ ہو سکتی ہے اندر سے نہیں۔	″
مغصوب زمین میں دفن کرنا۔	۱۰۲
قبر کی گہرائی کی مقدار۔ قبرستانوں کو تبدیل کرنے کی صورتیں۔ قبرستان کے قریب غلیظ ہونا یا ایسی جگہ دفن کرنا۔ دفن کے لیے کیسی جگہ ہو۔	″
پرانی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا حرام ہے جبکہ جگہ موجود ہو۔	۱۰۳
قبروں سے ہڈیاں نکلیں تو انھیں دفن کرنا واجب۔	۱۰۷
قبرستان میں جوتے پہنے چلنا۔ چارپائی پر سونا گھوڑے باندھنا۔	″
قبرستان کی بیع اور رہن۔ ملکیت۔ قبروں کو منہدم کرنا۔ قبرستان میں بول و براز ڈالنا۔	″
وقفی اور غیر وقفی قبرستانوں میں مکان وغیرہ تعمیر کرنا۔ بلا اجازت مالک دفن کرنا یا گندے پانی بہانا۔	۱۰۸-۱۰۹
قبرستان کے لیے چار دیواری بنانا۔ درخت لگانا۔	۱۱۰
قبرستانوں کے درختوں کی لکڑیاں یا قبروں کی اینٹیں مسجدوں میں لگانا	″
مزاروں کے قریب زائروں کے لیے عمارتیں بنانا	۱۱۰-۱۱۳
کافر یا مرتد مرے تو اس کے مسلمان رشتہ دار کیسے کفن دفن کریں۔	۱۱۳
مسجد کے صحن میں دفن کرنا حرام ہے اور دفن ہو گئے ہوں تو اسے ختم کرنا چاہیے۔	۱۱۴
فرضی قبریں بنانا اور ان پر عرس کرنا۔ خواب میں کوئی اپنی قبر ہونا۔ کہیں بتلائے تو معتبر نہیں۔	۱۱۵-۱۱۶
قبر میں بچہ پیدا ہونے کا خواب نظر آئے۔	۱۱۶
دفن کے بعد دوسری جگہ منتقل کرنا۔	″
قبرستان میں مکان وغیرہ بنانا۔	″
قبلہ کی جانب سے قبر میں میت داخل کریں۔	۱۱۷
قبرستان کی بیع و ہبہ۔ قبرستان کے درختوں کا حکم۔	″
قبر میں میت لٹانے کی صورت۔	″
جنازہ تیار ہو اور کھانا کھانے کی حاجت ہو تو پہلے کیا کرے۔	۱۱۸
زائروں کے لیے جو مکان وغیرہ ہوتے ہیں ان کا مالک کون؟	″
دفن کے بعد دوسری جگہ منتقل کرنا منع ہے اگرچہ اس کے لیے وصیت ہو۔	۱۱۹
کسی کو جنازہ کی شرکت سے روکنا منع ہے۔	۱۲۰

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
جنازہ پر شال یا پھول کی چادر ڈالنا	۱۲۰
حالت نزع میں بھی عورت بدستور اس کی زوجہ ہے۔ مردہ عورت کو شوہر دیکھ سکتا ہے ہاتھ نہیں لگا سکتا	۱۲۱
قبر کھودنے کے آلات کے بارے میں سوال۔	〃
ولد الزنا زانی، زانیہ کا فرط ہوگا یا نہیں نسب کا تعلق باپ سے ہے	۱۲۳
روح قبض کرنے میں فرشتہ سے غلطی نہیں ہوتی اگرچہ ایک نام کے چند ہوں۔	۱۲۴
جمعہ، شب جمعہ اور رمضان شریف میں مرنے والے سوال نکیرین اور عذاب قبر سے محفوظ رہتے ہیں۔	〃
قبرستان کا حصہ مسجد میں شامل کرنا حرام ہے۔	〃
ارواح مومنین کے مقام	〃
موت کے بعد اقارب سے تعلقات باقی رہنا۔	۱۲۴
موت سے عزیزوں پر جو صدمہ ہوتا ہے اس کا اثر میت پر پڑنا۔ قبروں میں ثواب وعذاب کی صورتیں جبکہ مردہ خاک ہو جاتا ہے۔ روحیں کہاں رہتی ہیں۔ خواب میں عزیز نظر آئے تو مرحوم پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ روح کیا چیز ہے۔ قبر پر جانے کا علم میت کو ہوتا ہے۔	۱۲۵
مزاروں پر ڈالی ہوئی چادروں کا مالک کون؟	۱۲۶
رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (از ص ۱۲۷ تا ص ۱۳۷ قبروں میں شجرہ رکھنے اور کفنوں پر کلمہ طیبہ اور عہد نامہ وغیرہ لکھنے کا بیان)	
اہل میت کے گھر کے کھانے، سوم وغیرہ کے چنے باتاشے وغیرہ۔	۱۳۸
رسالہ جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام الموت (از ص ۱۳۹ تا ص ۱۴۰ میت کے گھر کے کھانے کا بیان)	
مزارات پر مالیدہ شیرینی وغیرہ نیاز کرنا۔ صاحب قبر کا مسلمان ہونا معلوم نہ ہو تو فاتحہ پڑھنا منع ہے۔	۱۴۰
مزارات پر لوبان وغیرہ سلگانا۔	۱۴۱
رسالہ بریق المنار بشموع المزار (از ص ۱۴۲ تا ص ۱۶۱ مزارات پر روشنی کرنے کا ثبوت)	
ایصال ثواب یا کفارہ میں قرآن شریف دینا۔ دم کرکے ڈھیلوں پر قبر میں رکھنا۔	۱۶۱
مردے کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے۔ مزارات پر عورتوں کا جانا۔ بعض مزاروں پر غیبی روشنیاں ہونا۔ زائروں کے لئے درخت لگانا عمارت بنانا۔ حفاظت کے لیے قبرستان کی چار دیواری بنانا۔ زندہ مردہ ولیوں کا ہمکلام ہونا۔ زندگی میں قل کرانا۔	〃
میت کے ساتھ کھانا لے جانا۔ قبر پر گلاب چھڑکنا اور قبر سے چالیس قدم ہٹ کر دعا کرنا۔	۱۶۲
تابوت لے جانے میں ہر جانب دس دس قدم لے کر چلنا۔ چالیس قدم سے کم قبرستان ہو تو کیا کرے۔ نماز جنازہ پڑھانے یا زیارت قبور کی اجرت لینا قرآن شریف یا میلاد شریف پڑھ کر ایصال ثواب کرنا۔	۱۶۳
قبر پر جانے والوں یا ایصال ثواب کا علم میت کو ہونا۔ قبر پر جانے سے میت کو تکلیف ہوتی ہے یا آرام۔	〃
قبروں کو بوسہ دینا۔ زیارت کا طریقہ	〃

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
زائروں کے لیے چھت وغیرہ بنانا۔	۱۶۴
زیارت کے لیے افضل دن جمعہ ہے۔ شب میں اکیلے قبرستان نہیں جانا چاہیے۔	"
عورتوں کو مزار پر جانا منع ہے۔	۱۶۵
رسالہ جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور (از ص۱۶۵ تا ص۱۷۶ عورتوں کو قبروں پر جانا جائز نہیں)	
غسل میت کے بعد گھڑے بدھنے توڑ دینا منع ہے۔	۱۷۶
حالت جنابت میں کوئی مرے اس کے لیے ایک ہی غسل ہے۔ بدن سے نجاست نکلے تو اسے دھو دیا جائے غسل دینے میں میت کا سر کس جانب ہو۔ غسل میں غرارہ وغیرہ نہیں ہے۔	"
غسل کے بعد گھڑے وغیرہ قبر یا مسجد میں رکھنا	۱۷۶
تعزیت کب کی جائے۔	۱۷۷
میت کے کھانے صرف فقراء کے لیے ہیں	"
دفن کے بعد جمع ہو کر ایصال ثواب کرنا۔ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ان کی تحقیق۔	"
اہل میت کو قبل دفن کھانا کھانا	۱۸۰
قبر کی بلندی۔ قبر کو بوسہ دینا۔ طواف کرنا	"
جنازے کے ساتھ کلمہ طیبہ جہر سے پڑھنا یا فارسی وغیرہ اشعار پڑھنا مدلل جواب۔	۱۸۱
قبر کے پاس قرآن شریف یا پنج سورہ پڑھنا۔ قبر پر سبزی۔ پھول اگربتی	۱۸۴
قبروں پر پانی چھڑکنا۔	۱۸۵
رسالہ الحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحہ (از ص۱۸۵ تا ص۱۹۵ مروجہ فاتحہ سوم چہلم برسی عرس وغیرہ کا ثبوت)	
ہر تاریخ میں ایصال ثواب جائز ہے معین تاریخیں ہوں یا غیر معین۔ پختہ قبریں بنانا۔	۱۹۵
کفار اور مرتد کو ایصال ثواب حرام ہے۔	۱۹۶
کھانوں کے علاوہ کپڑے جوتے گھی کا چراغ فاتحہ میں رکھنا	۱۹۷
آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایصال ثواب کرنا۔	"
اہل ہنود کو یا ان کے مال سے ایصال ثواب کرنا۔ گھی کا چراغ منع ہے۔	"
آٹے کے چراغ میں گھی جلانے کی صورت۔	
خواب میں مردہ کوئی چیز طلب کرے اس پر فاتحہ دلانا فاتحہ میں پانی رکھنا۔	۱۹۸
ایصال ثواب چند نام سے کیا جائے ہر ایک کو پورا ثواب ملے گا یا نہیں۔	"
نابالغ اپنے اعمال حسنہ کا ثواب ایصال کرسکتا ہے محقق جواب	۲۰۰
فقیر کو قرآن مجید دے کر ایصال ثواب کرنا۔ کفارے میں قرآن دینے کا ایک غلط رواج۔	۲۰۴
قبل دفن تلاوت وغیرہ کا ایصال ثواب کرنا۔ صالحین کے نام ایصال ثواب کرنے پر ایک شبہہ کا جواب۔	"
مرشد کا نام لے کر ایصال ثواب کرنا۔	۲۰۵
آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایصال ثواب کرنے میں دوسروں کو شامل کرنا۔ چند نام سے فاتحہ کیا جائے تو ہر ایک کو پورا پورا ثواب ملے گا۔ ایصال ثواب کا طریقہ اور فاتحہ کرنے کا فائدہ۔	۲۰۶
نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا ثبوت اور منکرین کا رد	۲۰۷
مزارات پر مالیدہ وغیرہ فاتحہ کرنا۔ صاحب قبر کا مسلمان ہونا معلوم نہ ہو تو فاتحہ پڑھنا حرام ہے۔	۲۰۸

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
تبارک کا فاتحہ۔ اس میں کیا ہوتا ہے اور اسے کون کھائے	۲۰۸
علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت سے انقسام ثواب پر استدلال کا جواب۔	۲۰۹
قبرستان میں فاتحہ پڑھنے کی ایک صورت۔ ایصال ثواب کر دینے کے بعد ایصال کرنے والے کے پاس کچھ نہیں رہ جاتا اس شبہہ کا جواب۔	۲۱۰
مزاروں پر فاتحہ پڑھنے کا طریقہ اور اس کی دعائیں	۲۱۲
کفن میں رومال۔ سرمہ کنگھی رکھنا۔ روزانہ فاتحہ دینا۔	۲۱۳
جمعرات یا چالیس یوم تک فقیر کو کھانا دینا۔ عرفہ کو فاتحہ دینا۔	
فاتحہ کے کھانے اغنیا کے کھانے کے بارے میں مفصل بیان	〃
فاتحہ میں کھانے کے ساتھ پانی ہونا۔	۲۱۴
تلاوت۔ درود شریف۔ سورہ اخلاص پڑھ کر فقیر کو کھانے کپڑے دے کر ایصال ثواب کرنا۔ مردے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں نے ایصال کیا ہے ایصال کے ذریعہ مغفرت مشیت الٰہی میں ہے۔	〃
ہندو اپنے مردے کو ایصال ثواب کے لیے میلاد وغیرہ کے واسطے روپیہ دے تو لینا جائز نہیں۔	۲۱۵
قبرستان میں جا کر فاتحہ پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے۔	〃
روٹی وغیرہ مسجدوں میں لوگ بھیجتے ہیں اسے اغنیا لے سکتے ہیں یا نہیں۔ قبروں پر پانی ڈالنا کھانا پانی وغیرہ سامنے رکھ کر اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ فاتحہ کا کھانا اغنیا کو لینا جائز ہے یا نہیں۔	۲۱۶
مزارات پر ہر سال جمع ہو کر تلاوت اور ذکر خیر کرنا۔ عورتوں کو مزار پر جانا۔	〃
مزارات پر شامیانہ لگانا۔ چراغ جلانا شیرنی وغیرہ پر فاتحہ دینا۔ عشرہ محرم میں شربت پلانا تیجہ دسواں چہلم وغیرہ میں فاتحہ دینا۔ فاتحہ دینا۔ فاتحہ میں نذر اللہ یا نذر رسول کہنا۔ نذر و نیاز کو ناجائز کہنا۔	〃
تلاوت پر اجرت لینا۔ تیجہ دسواں وغیرہ کے کھانے اہل میت اور برادری میں تقسیم کرنا۔ بھاتی اہل میت کے لیے مخصوص ہے۔	۲۱۸
تیجہ دسواں وغیرہ متعین کرنا۔	۲۱۹
ششماہی سالانہ عرس کرنا۔ عرس وغیرہ کی شیرنی کھانے والے کے لیے جنت مقام دوزخ حرام کہنا۔	〃
مردے کے نام پر فقیر کو دونوں وقت کھانا کھلانا کتے پرندوں کو پانی پلانا۔ قرآن پاک ہدیہ کرنا۔ میلاد شریف کرنا۔ قبر پر اگر بتی جلانا	۲۲۰
قرآن خوانی کرنے والوں کو کھانا کھلانا۔	۲۲۱
قرآن خوانی قبر پر کرنا۔	〃
قرآن خوانی کی اجرت حرام ہے اس کے جواز کی صورت۔	〃
قران خوانی پر اجرت۔ المعروف کالمشروط کے معنی۔ معصیت میں قطعی غیر قطعی کا لحاظ نہیں۔	۲۲۲
تیجے وغیرہ کے کھانے برادری کے لیے جائز نہیں۔ اہل میت کے گھر تین دن تک کھانا پینا۔ طعام المیت یمیت القلب کے معنی۔	〃
چٹکی کے طور پر نکلے ہوئے آٹے سے گیارہویں شریف کرنا	۲۲۳

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
گیارہویں شریف، امر تبرک فردیت میں مستحب اور مرتبہ اطلاق میں سنت۔ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا۔	۲۲۳
فاتحہ میں کھانا سامنے ہونا ضروری نہیں۔ فاتحہ میں چیزیں کھلی رہیں۔ ایک وقت میں چند نام کا فاتحہ دینا ہو تو الگ الگ دے سکتے ہیں ایک ساتھ بھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کے فاتحہ کا کھانا مرد عورت سب کھا سکتے ہیں۔	۲۲۴
سوم وغیرہ کے چنے فقرا میں تقسیم کرے جائیں اغنیا یا کفار کو نہ دیں	۲۲۵
فاتحہ کس چیز پر افضل ہے اور کسے دیں	۲۲۶
فاتحہ کا ثبوت	؍؍
فاتحہ دینے کے طریقے۔	۲۲۷
سوم کے چنے کے مستحق۔	؍؍
ایصال ثواب کس کے نام ہو	؍؍
مسلمان وارث اپنے کافر مردہ کی طرف سے مسلمانوں کو کھانا کھلائے۔	۲۲۸
چہلم وغیرہ کے کھانوں کے بارے میں تحقیق۔	؍؍
فاتحہ جائز اور منکر خاطی۔	۲۳۰
رسالہ اتیان الارواح لدیارہم بعد الرواح (از ص۲۳۱ تا ص۲۳۵ گھر پر روحیں آتی ہیں)	
رسالہ حیات الموات فی بیان سماع الاموات (از ص۲۳۵ تا ص۳۲۴ اموات کے زائروں کو دیکھنا، کلام سننا وغیرہ کا مدلل بیان)	
رسالہ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین	

مضمون	صفحہ
(از ص۳۲۴ تا ص۳۷۶ مسئلہ یمین سے سماع موتی کے خلاف پر استدلال کا جواب)	
کتاب الزکوٰۃ ص۳۷۷ تا ۵۱۲	
زکوٰۃ نماز روزہ اور عشر کے ثبوت۔	۳۷۷
زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے نیت شرط ہے۔ عیدی یا انعام کے طور پر دینا۔ سحری جگانے والے۔ ڈالی لانے والے خوشخبری سنانے والے کو زکوٰۃ دینا۔	۳۷۸
فائدہ۔ شروط فاسدہ سے زکوٰۃ فاسد نہیں ہوتی۔	؍؍
مال زکوٰۃ سے غلہ وغیرہ خرید کر فقرا میں تقسیم کرنا۔	۳۷۹
مال زکوٰۃ سے کھانا کھلانا کپڑا پہنانا۔	۳۸۰
محتاجوں کو بٹھا کر کھانے کھلانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔	؍؍
قحط کے زمانے میں چھ روپیہ من غلہ خرید کر چار روپیہ من محتاجوں کے ہاتھ بیچے اور دو روپیہ زکوٰۃ میں محسوب کرے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں۔	۳۸۱
مسروقہ مال کی قیمت چور سے معاف کرکے مالک زکوٰۃ میں محسوب کرے۔	؍؍
بلا اجازت مقروض اس کا قرض کوئی مال زکوٰۃ سے ادا کردے۔ قرض میں دیئے ہوئے روپیوں کی زکوٰۃ	؍؍
رسالہ تجلی المشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ (از ص۳۸۲ تا ص۴۰۵ ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ کے حساب لگانے ادا کرنے کے اوقات اور مصارف کے بیان)	
چند سال کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو۔ تو ادائیگی کا طریقہ۔	۴۰۶
زکوٰۃ کے نصاب۔	۴۰۷
چند سال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔	۴۰۸

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
صاحب نصاب عورت کی زکوۃ عورت کے ذمہ ہے۔ جو زیورات عورت کو پہننے کے لیے دیے گئے ان کی زکوۃ شوہر پر ہے۔	۴۰۹
مال تجارت، نقد۔ مال۔ قرض کی صورت میں ہو تو زکوۃ کیسے ادا ہو۔	۴۱۰
بازار کا نرخ کہاں معتبر ہے۔	″
مرہون زیوروں کی زکوۃ نہ راہن پر نہ مرتہن پر۔	″
سونے، چاندی اور روپے کے نصاب	۴۱۱
مختلف قسم کی زکوۃ سے متعلق سوال	۴۱۲
سونے چاندی میں سال تمام پر جو بھاؤ ہو اس کا اعتبار ہے۔ فی سیکڑہ ڈھائی روپیہ زکوۃ ہے۔ زکوۃ کن چیزوں پر ہے۔ بغیر اجازت دوسرے کی زکوۃ ادا نہ ہوگی چاہے باپ بیٹے کی یا بیٹا باپ کی ادا کرے۔	۴۱۳
زکوۃ میں سال تمام کا نرخ معتبر ہے	″
حج کے لیے پس انداز مال پر زکوۃ قربانی اور صدقہ فطر واجب ہوں گے۔	۴۱۴
چند سال کی زکوۃ باقی ہو تو ان کی زکوۃ معلوم کرنے کا قاعدہ۔	۴۱۴
بینک، ڈاکخانہ یا امانت میں روپیہ ہوں تو ان پر زکوۃ واجب ہے۔ ڈاک خانہ کے پالیسی نوٹوں کا حکم۔	۴۱۶
عورت کا مہر مانع زکوۃ نہیں۔ عورت کو دیے ہوئے زیوروں کی زکوۃ شوہر پر ہے۔	″
کمال نصاب کے بعد اضافہ شدہ مال پر بھی زکوۃ ہے۔	۴۱۷
شادیوں میں خرچ کرنے کے لیے رکھے ہوئے روپیوں پر زکوۃ	″

مضمون	صفحہ
نابالغ پر زکوۃ نہیں۔	
نوٹ اور روپیوں کا حکم۔ نصاب جنس نصاب پر زکوۃ فی سیکڑہ ڈھائی روپیہ زکوۃ۔ مال نصاب سے کم نہ ہو جائے زکوۃ ہر سال واجب ہوگی۔	۴۱۸
نابالغ لڑکیوں کو ہبہ شدہ زیوروں کی زکوۃ نہ باپ پر نہ لڑکیوں پر۔	″
نابالغ لڑکیوں کے مملوکہ زیوروں پر زکوۃ نہیں نہ مرہون زیوروں پر۔	″
کتنے روپیہ پر آدمی صاحب نصاب ہوگا۔ سال تمام تک اضافہ شدہ مال زکوۃ میں شامل ہوگا۔ امانت اور قرض کے روپے نصاب میں شمار ہوں گے۔	۴۱۹
تین سال تک عورت کے پاس زیورات تھے اور زکوۃ ادا نہ کی	۴۲۳
نصاب سے کم مال نہ ہو جائے ہر سال زکوۃ واجب ہوگی۔ سونے چاندی، روپیہ کا نصاب	″
مال تجارت پر ہر سال زکوۃ واجب ہوگی۔	۴۲۴
منافع کے جز حصہ کی خیرات کرنے کی کسی نے منت مانی اور منافع خرچ کر دیا تو نذر زکوۃ میں شمار نہ ہوگا مال تجارت کے اصل اور منافع دونوں پر زکوۃ ہے۔	″
زکوۃ میں قمری مہینوں کا اعتبار ہے انگریزی مہینوں کا نہیں۔	۴۲۵
پیروز وفنڈ میں زکوۃ کا حکم۔	″
ظاہر اور پوشیدہ طور پر زکوۃ دینا۔	۴۲۶
پورے مال تجارت پر زکوۃ ہوگی صرف منافع پر نہیں۔	۴۲۷
زکوۃ ادا کرنے کا وکیل اپنے مصرف میں روپیہ خرچ	″

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
کرسکتا ہے یا نہیں۔	
زکوٰۃ کے روپے تجارت میں نہیں لگ سکتے ہیں جس کو دو مکان ہزاروں روپیہ کا ہو یا کرایہ کے ہزاروں روپے آتے ہوں مگر ضرورت سے زائد نہ ہوں وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔	۴۲۷
مکان اور اسباب خانہ داری پر زکوٰۃ نہیں۔ زکوٰۃ دینے مال کا بیان۔ بہ نیت زکوٰۃ مقدار زکوٰۃ الگ کر دی جائے تو فقیر کو دیتے وقت نیت کی ضرورت نہیں۔ فقیر کے پاس دی ہوئی رقم موجود ہو تو اس وقت بھی نیت کر لینا کافی ہوگا۔	۴۲۸
دین کے اقسام اور احکام۔	۴۲۹
روپیہ قرض میں ہوں یا کسی نے غصب کر لیا ہو ان کی زکوٰۃ۔	۴۳۱
قرض کے روپیہ پر زکوٰۃ۔	۴۳۲
شوہر مقروض ہو تو اس کی عورت کو مقروض قرار نہیں دیا جائے گا۔ عورت صاحب نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ عورت قرض ادا کرنے کے لیے شوہر کو روپیہ دے تو شوہر پر قرض ہوگا یا نہیں۔	؍؍
عورت پر مہر کی زکوٰۃ کب ہے۔	۴۳۳
رسالہ اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ (از ص ۴۳۳ تا ۴۳۹ صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کرے اور دیگر صدقات وخیرات کرے یا ذمہ میں فرائض ہوں اور نوافل ادا کرے تو یہ مقبول نہیں)	
سال تمام پر فوراً زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے پیشگی ادائیگی	۴۳۹

مضمون	صفحہ
کے لیے ماہ رمضان بہتر۔	۴۳۹
زکوٰۃ میں قیمت کا اعتبار ہے ثمن کا نہیں۔ مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ کوئی چیز بیع کرکے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت	۴۴۰
قرض کی ایک صورت۔ مال تجارت وغیرہ پر سال تمام پر زکوٰۃ واجب ہوگی	؍؍
اعزہ کون لوگ ہیں۔	۴۴۱
رسالہ رادع التعسف عن الامام ابی یوسف (از ص ۴۴۲ تا ۴۴۹ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ایک مسئلہ کو غلط منسوب کر دیا گیا ہے اس رسالہ میں اس کا جواب دیا گیا ہے)	
حولان حول کے معنی۔ دوسرے شہروں میں مال زکوٰۃ بھیجنے کی صورت۔ منی آرڈر وغیرہ کی فیس زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہوگی۔ سائل کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں عشر کاشتکار پر ہوگا اور بٹائی میں زمیندار پر۔ دسویں بیسویں کی صورتیں غلے میں زکوٰۃ نہیں اس میں عشر ہے۔	۴۵۰
ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی۔ مالگزاری عشر میں داخل نہیں۔	۴۵۰
رسالہ افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان (از ص ۴۵۲ تا ۴۶۲ ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام)	۴۵۱
آم کی بہار کا عشر کس پر ہے۔ بہار کب بیچی جائے۔	۴۶۲
جانوروں کی زکوٰۃ۔	۴۶۲
مصارف زکوٰۃ کون لوگ ہیں۔	۴۶۳
مقروض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔	۴۶۴
چند اقارب کا بیان جنھیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ طالب کو	؍؍

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
زکوۃ دے سکتے ہیں۔ جو بظاہر مصرف زکوۃ ہوا سے بھی دے سکتے ہیں۔ لحاف بنوائے جائیں تو دھنائی سلائی کے مصارف زکوۃ میں شمار نہ ہوں گے۔	۴۶۶
نیاز یا میلاد مال زکوۃ سے کیا جائے تو زکوۃ ادا نہ ہو گی۔	
صدقہ فطر کی مقدار اور اس کے مصارف۔ کس پر اور کب ادا کرنا واجب ہے۔	۴۶۷
اپنے عزیز مقروض کو زکوٰۃ دینے میں دونا ثواب ہے	"
علم دین پڑھنے والے طلبہ کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔	۴۶۸
گداگروں کو زکوۃ دینا۔	"
زکوۃ کے روپے طلبہ میں صرف کرنے کی صورتیں۔	"
تنخواہ یا تعمیر مدرسہ میں زکوۃ کے روپے صرف نہیں ہو سکتے۔	"
ان کاموں میں صرف کرنے کی صورتیں۔	
مال زکوۃ سے کتاب وغیرہ خرید کر وقف نہیں کر سکتے ان میں صرف کرنے کی صورت۔	۴۶۹
مسجد کے لیے دریاں خریدنے یا دینی کتاب طبع کرانے میں زکوۃ خرچ کرنے کی صورت۔	"
چندہ کے روپے مخلوط کرنے میں کب ضمان ہے۔	
دفاعی فنڈ میں زکوۃ دینا۔	۴۷۰
جنگ یا فسادزدہ مقامات کو زکوۃ بھیجنے کا طریقہ۔	۴۷۱
چندہ کی رقوم باذن مالک مخلوط کی جا سکتی ہیں۔	
غنی صدقہ لے تو اس کا حکم۔	"
طلبہ زکوۃ لے سکتے ہیں۔ تنخواہ میں صرف نہیں ہو سکتی۔	۴۷۲

مضمون	صفحہ
یتیم کو زکوۃ دینا جائز ہے۔	۴۷۲
یتیم وغیرہ کو کھانے کھلانے کپڑے پہنانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔ کھانے کپڑے کی قیمت زکوٰۃ میں محسوب ہو گی بچوائی وغیرہ کے مصارف محسوب نہ ہوں گے۔	"
یتیم خانہ کے لیے مکان خریدنا یا اس کے مقدمہ میں زکوۃ خرچ کرنا۔	"
ضرورت پر حیلہ شرعی کرنا چاہیے۔ اپنے صرف میں لانے کے لیے نہیں۔ بچوں کے اخراجات کے روپوں سے عورت زکوۃ ادا نہیں کر سکتی۔ عیدی وغیرہ کے نام سے زکوۃ دی جا سکتی ہے۔	۴۷۳
بہن نصرانی زکوۃ سے بیٹی نہیں۔	۴۷۴
باپ کو زکوۃ دینے کی صورت۔	"
زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے مصارف واحد ہیں	۴۷۵
ماں کی کفالت لڑکے پر اور بہن کی کفالت بھائی پر	"
مسجد میں زکوۃ خرچ کرنے کی صورت۔ حیلہ شرعی کے طریقے اور شرط۔	"
سادات کرام پر مال زکوۃ حرام ہے۔ زکوۃ سے ان کی مدد کرنے کی صورت۔	۴۷۶
مدارس دینیہ میں زکوۃ خرچ کرنے کی صورت	"
زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔	"
رسالہ الزهر الباسم فی حرمۃ الزکوۃ علی بنی ہاشم (از ص ۴۷۷ تا ص [illegible] بنی ہاشم پر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ حرام ہیں)	

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مضمون	صفحہ
بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ کی حرمت کا ثبوت احادیث کریمہ سے	۴۸۵
کافر مشرک وہابی رافضی قادیانی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا حرام ہے	۴۹۱
صدقات واجبہ غنی کے لیے حرام اور صدقات نافلہ جائز	″
سمرنا فنڈ میں زکوٰۃ یا قربانی کی قیمت دینا۔	۴۹۲
امام کو زکاۃ و چرم قربانی یا تیل کے پیسے لینا۔	″
صدقہ فطر میں چار چیزوں میں صاع کا اعتبار ہے باقی میں قیمت کا۔	۴۹۳
نابالغ بچوں کا فطرہ باپ کے ذمہ۔ عورت کا فطرہ شوہر کے ذمہ نہیں۔ بالغ کی جانب سے باپ یا شوہر کا فطرہ عورت ادا کرے تو اذن کی ضرورت ہے۔	″
صدقہ فطر اور زر زکوٰۃ کے نصاب میں فرق صدقہ فطر کی مقدار۔	۴۹۴
انگریزی روپیوں سے صاع کا تعین۔ شرعی گز کی مقدار	۴۹۵
نابالغ بچوں کا فطرہ باپ کے ذمہ ہے۔ عورت کا نہ باپ پر نہ شوہر پر۔ مہمان کا فطرہ میزبان پر نہیں۔	″
فطرہ میں چاول دیا جائے تو قیمت کا اعتبار ہوگا وزن کا نہیں۔	۴۹۶
انگریزی روپے سے صاع کا تعین۔ فطرہ کی احتیاطی مقدار۔	″
صاع کے وزن کی تحقیق۔	۴۹۷
صاع میں سیر کا اعتبار نہیں۔ انگریزی روپے سے صاع کا تعین۔	۴۹۸
مسجدوں میں چندہ کرنا۔	″
ضرورۃ شرعیہ کے بغیر سوال کرنا حرام ہے۔ عام گداگروں کو دینا کیسا ہے۔ بے سوال کوئی دے تو لینے میں حرج نہیں۔	۴۹۹
سوال کرنے کی ایک صورت۔	۵۰۰
حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام ہونے والے سالانہ فاتحہ کے پیسے محتاج کو دینا۔	″
گداگروں کو دینا۔ بھیک مانگنے کی مذمت۔	۵۰۱
میلاد شریف کی شیرنی کا حکم۔	۵۰۲
کوئی کل آمدنی بچوں پر خرچ کرے اور دوسرا بچوں پر اور خیرات بھی کرے ان میں کون افضل ہے۔	۵۰۳
فاتحہ کے روپے جنگی فنڈ میں دینے کی ایک صورت۔	۵۰۹
زکوٰۃ سے زمین خرید کر وقف کرنا۔	″
حدیث تصدقوا علی الادیان کلہا سے کفار حربی کو صدقہ دینے پر استدلال کا جواب۔	
کتاب الصوم ۵۱۱ تا ۶۶۱	
حرام چیزوں سے سحری اور افطار کرنا۔	۵۱۱
تراویح پڑھانے کے سبب حافظ سے روزہ ساقط نہیں ہوگا	″
نابالغ حافظ نوافل میں قرآن پاک پڑھنے کے سبب روزہ نہ رکھ سکے۔	۵۱۲
۳۰ رمضان کو رؤیت کی خبر ملنے پر روزہ توڑ دیا گیا اور پھر خبر کی تکذیب ہوگئی۔	۵۱۷
سفر میں روزہ رکھنا۔	″
مختلف موسموں میں رمضان شریف آنے کا سبب	۵۱۸
یوم الشک سے متعلق دو مسائل۔	۵۱۹-۲۰

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
ایام منہیہ میں روزہ کیوں ممنوع ہے	۵۲۰
رمضان شریف میں قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلت	؍؍
رویت ہلال میں تار کی خبر معتبر نہیں اور نہ اسکی خبر پر افطار جائز۔	؍؍
رسالہ ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال	
(از ۵۲۳ تا ۵۲۶ رویت ہلال میں تار کی خبر معتبر نہیں)	
تار ٹیلیفون خط جنتری وغیرہ کے غیر معتبر ہونے اور قضا و کفارہ اور عید کی نماز سے متعلق بارہ مسائل۔	۵۲۷ تا ۵۳۷
رویت ہلال میں پیشین گوئی معتبر نہیں	۵۳۷
عید کا چاند ۳۰ رمضان کو دن میں نظر آئے۔	۵۳۸
رویت ہلال میں اخبار کی خبریں اور خطوط معتبر نہیں	۵۳۹
اختلاف مطالع سے متعلق دو مسائل	۵۴۱ تا ۵۴۲
رویت ثابت ہونے پر روزہ رکھنا فرض ہوگا جہاں بھی رویت ہو۔	۵۴۴ تا ۵۴۵
رسالہ طرق اثبات ہلال	
از ۵۴۶ تا ۵۵۹	
رویت ہلال سے متعلق دو مسائل۔	۵۵۹ تا ۵۶۰
استفاضہ کی تعریف۔	۵۶۰
ابر و غبار میں ایک شخص چاند دیکھے۔	۵۶۲
شعبان کے چاند میں اختلاف ہو اور رمضان اور عید میں ۲۹ کو ابر ہو تو کیا حکم ہے۔	
فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا" ایسی گواہی معتبر نہیں یوم صومکم یوم نحرکم کے معنی۔ قاضی کے حکم میں علما ہیں یا نہیں۔ عید الضحٰی کی رویت سے متعلق سوال۔	۵۶۵
چاند بڑے ہونے کا اعتبار نہیں۔ یونہی جنتری اور موقتین کا۔	۵۶۶
فاسق کی شہادت معتبر نہیں۔	۵۶۷
اختلاف مطالع معتبر نہیں۔	؍؍
رسالہ البدور الاجلہ فی امور الاھلہ	
(از ۵۶۷ تا ۵۸۴ رویت ہلال کے تفصیلی احکام)	
مفسدات صوم	
عورت شرمگاہ میں دوا یا بتی ڈالے یا تلاعب سے مرد کو منی نکلے۔	۵۸۴
صبح تک پان کا بیڑا منھ میں پڑا رہے۔ پانی سے استنجا کرنے میں ریاح خارج ہو۔	۵۸۶
روزہ کی حالت میں پان کھانا تمباکو پینا نسوار لینا	؍؍
کشتی ڈکار سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ روزے کے نواقض۔	۵۸۷
فصد اور پچکاری کا حکم۔	؍؍
رسالہ الاعلام بحال البخور فی الصیام	
(از ۵۸۸ تا ۵۹۶ اگربتی لوبان وغیرہ کا دھواں منھ یا ناک میں کس طرح جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے)	
باب القضاء والکفارہ والفدیہ	

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
پانی میں غوطہ لگانا، سرمہ لگانا، خوشبو سونگھنا، سر یا بدن میں تیل لگانا، مسواک کرنا، منجن لگانا۔	۵۹۶
روزہ یا نماز کے کفارے میں قرآن دینا۔	۵۹۷
سحری کھانے میں صبح ہونے کا علم نہ ہو۔	۵۹۹
مرض کی وجہ سے روزہ توڑنے میں قضا ہے۔	〃
۲۹ کے چاند ثابت ہونے پر ایک روزہ کی قضا واجب ہوگی۔	۶۰۰
صبح ہونے کے بعد سحری کھائی۔ شبہہ ہو جائے کہ جماع صبح صادق سے قبل ہوا یا بعد۔ بلا عذر شرعی روزہ توڑنا۔	۶۰۱/۶۰۰
مریض روزہ رکھے یا نہیں۔ مرد کے عوض عورت روزہ نہیں رکھ سکتی۔	۶۰۱
شیخ فانی کے لیے فدیہ ہے۔	۶۰۲
رسالہ تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلاۃ والصیام	
(از ص۶۰۲ تا ص۶۱۱ نماز اور روزے کے فدیہ کی مقدار کا بیان)	
۵۰ سالہ آدمی کے لیے فدیہ۔	۶۱۱
فدیہ کے مصارف۔	۶۱۲
تولوں سے فدیہ اور صاع کی مقدار۔	〃
شیخ فانی کی تعریف۔	۶۱۳
مکروہات	
مسواک کرنا منجن لگانا۔	۶۱۳
عورت سے مس کرنا یا شرمگاہ دیکھنا۔	۶۱۴
جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا۔	〃
دن بھر جنابت کی حالت میں رہنے کی مذمت اور روزے کا حکم) صرف جمعہ کو روزہ رکھنا۔	۶۱۵
	۶۱۷
سحر و افطار کا بیان	
آیہ کریمہ الآن باشروھن الآیہ سے متعلق سوال۔	۶۱۸
سحری میں تاخیر اور افطار میں تعجیل مستحب ہے۔ تعجیل و تاخیر کے معنی یہ غلط مشہور ہے کہ جب رات کا ساتواں حصہ باقی ہے تو سحری نہ کھائی جائے اس کا مدلل رد۔	۶۱۹
رسالہ ہدایۃ الجنان باحکام رمضان	
(از ص۶۲۱ تا ص۶۴۳ صبح صادق اور کاذب کی معرفت کرائی گئی ہے اور نقشوں سے صبح صادق سمجھایا گیا ہے۔ افطار و سحر کے مسائل بیان کیے گئے ہیں)	
رسالہ دررالقبح عن درک وقت الصبح	
(از ص۶۴۳ تا ص۶۴۸ صبح صادق معلوم کرنے کا قاعدہ بیان کیا گیا ہے)	
سحری کے لیے نقارہ بجانا جائز ہے۔	۶۴۸
الموڑہ اور بریلی کے سحر و افطار کے وقت میں تفاوت	〃
سہاور کے افطار و سحر کے اوقات۔	
غروب پر یقین ہونے پر فوراً افطار سنت ہے	۶۴۹
الموڑہ میں پہاڑی اور میدانی طلوع و غروب میں فرق	〃
خرما۔ پانی سے افطار کرنا۔ حقہ اس طور پر پینا جس سے تغیر ہو حرام ہے۔	۶۵۱
افطار کی دعا پڑھنے کا وقت۔	〃
رسالہ العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار	
(از ص۶۵۲ تا ص۶۵۶۔ دعائے افطار بعد افطار پڑھنا)	

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ
صوم النفل	
۲۰ رجب کا روزہ	۶۵۷
رجب اور دوسرے نفلی روزے۔	۶۵۸
حضرت علی مشکل کشا کا روزہ	۶۶۰
رمضان شریف کے اخیر عشرہ میں اعتکاف	״
کتاب الحج ص ۶۶۱ تا ۷۴۴	
عورت پر حج فرض ہو تو اسے حج کے لیے جانا فرض ہے	۶۶۱
حج فرض میں والدین کی اجازت کی حاجت نہیں	۶۶۲
والدین پر قرض ہونا لڑکے پر حج فرض ہونے میں مانع نہیں	
جس پر حج فرض ہو وہ حج کو نہ جائے اور دوسرے حاجیوں کی مدد کرے وہ گنہگار ہے۔	״
حج بدل	
حاجی راستہ میں مر جائے تو اس کا حج ادا ہو جاتا ہے۔	۶۶۳
جس پر حج فرض ہو اس سے حج بدل کرانا مکروہ ہے۔	
حج بدل کے شرائط۔	۶۶۳
جس عجز کی وجہ سے بدل کرایا گیا ہے، وہ مرتے دم تک باقی رہے۔	۶۶۴
بدل کے لیے آدمی کیسا ہو۔ کہاں سے جائے اور کہاں سے حساب لگے مکہ مکرمہ سے حج بدل کافی ہوگا یا نہیں۔	״
بدل کے روپے اپنی ضرورتوں میں خرچ کرنے سے تاوان دینا ہوگا۔	۶۶۵
بغیر سلا لنگوٹ باندھنا جائز ہے۔ معتاد طور پر سلے کپڑے پہننا۔ سر یا مونھ چھپانا احرام میں منع ہے سر کھلے	۶۶۶

مضمون	صفحہ
رہنے پر ضرر ہو تو اس کی تدبیر۔ غسل ضرر کرے تو احرام کے لیے وضو کرے تیمم نہ کرے۔	
منٰی سے عرفات اور مزدلفہ جانے کے اوقات ان اوقات میں کوئی مجبوری ہو تو کیا کرے۔ بارہویں کو قبل زوال رمی کرنا۔ عورت کی جانب سے دوسرا رمی کر سکتا ہے یا نہیں۔	۶۶۷
احرام کی قربانیاں۔ ایک اونٹ میں آٹھ آدمی شریک ہونا۔	۶۶۹
قربانی کے لیے حرم شرط ہے۔ قربانی کے بجائے قیمت خیرات کرنا۔	״
حج کے بعد مدینہ طیبہ نہ جائے تو کیا حکم ہے۔	״
حج سے قبل یا بعد مدینہ طیبہ جانا۔ رمضان غیر رمضان میں مکہ مکرمہ میں نماز، روزہ، عمرہ کے حکم۔	۶۷۰
حجاز ریلوے کی امداد سے متعلق سوال۔	۶۷۱
رسالہ صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین (از ص ۶۷۳ تا ص ۶۷۹) حرمین طیبین میں سکونت کرنے کا بیان	
شرائط حج	
حج کے لیے صحت شرط ہے۔ مال حاجات سے فاضل ہونا۔ عورت کے ساتھ محرم ہونا۔ محرم نہ ہو تو نکاح کرنا۔ عورت کے ساتھ ثقہ عورت ہونا کافی نہیں۔	۶۸۰
فاسق کے ساتھ عورت نہ جائے۔	
محرم نہ ہو تو عورت نکاح کرے۔	۶۸۲
عورت کے ساتھ محرم ہونا ضروری ہے اگرچہ عورت بوڑھی ہو۔	۶۸۳

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بغیر محرم کے عورت حج کرے تو گنہگار ہوگی	۶۸۴	احرام کے سلے ہوئے کپڑے	۶۸۸
حرام مال سے حج واجب نہیں ہوگا۔ معذور حج بدل کرائے۔	۶۸۵	احرام کی حالت میں عورتوں کا پنکھے وغیرہ سے منہ چھپانا۔ خوشبودار تمباکو پان میں کھانا۔	۶۹۰
کسی پر حج فرض تھا اور حج نہیں کیا اب اس کے پاس مال نہیں تو وہ کیسے حج کرے۔	۶۸۶	عورت پر حج فرض ہوا اور محرم دستیاب ہو تو حج کو جائے اگرچہ شوہر اجازت نہ دے۔	
راستہ کا مامون ہونا حج کے لیے شرط ہے۔	۰	رسالہ انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارہ	
قبر انور، کعبہ معظمہ اور عرش سے افضل ہے	۶۸۷	(از ص ۶۹۰ تا ص ۷۲۴) آداب سفر، مقدمات	
مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں کون افضل ہے	۰	احکام حج (احرام، طواف اور طریقہ حج وغیرہ کا بیان)	
جنایات			
سر چھپانے سے تاوان آئے گا۔ تاوان کی تفصیل۔	۶۸۷		

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ الجَنَائِز

مسئلہ: از پٹنہ ڈاکخانہ گلزاری باغ محلہ ترپولیہ متصل اسپتال زنانہ۔ مرسلہ باقر علی حکاک۔ ۹ رجب ۱۳۲۹ھ

سَن تو لائے عبدالحکیم پٹنوی کہ وقتِ مرگ صرف لا الٰہ الا اللہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو محمد رّسول اللہ ملانے کو نہیں فرمایا اور فرمایا جس کا پچھلا کلام لا الٰہ الا اللہ ہو تو وہ جنت میں گیا۔ یہاں بھی محمد رّسول اللہ نہیں فرمایا تو اگر لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رّسول اللہ کا لفظ بڑھایا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہونے کے سبب برا اور منع ہو۔ المجیب عبدالحکیم صادق پوری۔ اس کے رد میں مولٰنا عبدالواحد صاحب مجددی رامپوری کا رسالہ وثیقۂ بہشت اوسکے ساتھ تھا۔

تحریر فقیر بر وثیقۂ بہشت

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط اللّٰھم لک الحمد۔ اللہ عزوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے۔ وقتِ مرگ بھی پورا کلمہ طیبہ پڑھنا چاہیے جو اسے منع کرتا ہے مسلمان اوسکے اغوا و اضلال پر کان نہ رکھیں کہ وہ شیطان کی اعانت چاہتا ہے۔ امام ابن الحاج کی قدس سرہ العلی مدخل میں فرماتے ہیں کہ دمِ نزع دو شیطان آدمی کے دونوں پہلو پر آکر بیٹھتے ہیں ایک اوسکے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی۔ ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا کہ نصارٰی وہاں بڑے آرام سے ہیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان کے اغوا کے بچانے کے لئے محتضر کو تلقینِ کلمہ کا حکم ہوا۔ ظاہر ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ اوسکے اغوا کا جواب نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ تو یہود و نصارٰی بھی مانتے ہیں۔ ہاں وہ کہ جس سے اوس ملعون کے نتھنے پھٹتے ہیں محمد رسول اللہ کا ذکر کریم ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یہی اوسکے ذریات کے بھی دل میں چبھتا جگر میں زخم ڈالتا ہے۔ مسلمان ہرگز ہرگز اسے نہ چھوڑیں اور جو منع کرے اوس سے اتنا کہدیں کہ گر تو حرام است حرام باد۔ مجمع بحار الانوار میں ہے سبب التلقین انہ یحضر الشیطان یفسد عقدہ والمراد بلا الٰہ الا اللہ الشہادتان۔ تلقین کا سبب یہ ہے کہ اوسوقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ سے پورا کلمہ طیبہ مراد ہے۔ فتح القدیر میں ہے المقصود منہ التذکیر فی وقت تعرض الشیطان۔ تلقین سے مقصود تعرضِ شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے۔ اسی طرح تبیین الحقائق اور فتح اللہ المبین وغیرہا میں ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ میرک سے ہے من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ المراد مع قرینہ فانہ بمنزلۃ علم لکلمۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الایمان حدیث میں جو فرمایا کہ جسکا پچھلا کلام لا الٰہ الا اللہ ہو اوس سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ گویا اس کلمہ ایمان کا نام ہے۔ دُرر غرر میں ہے یلقن بذکر الشھادتین عندہ لان الاولٰی لاتقبل بدون الثانیۃ کلمہ طیبہ کے دونوں جزئیت کو تلقین کئے جائیں اسلئے کہ لا الٰہ الا اللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں۔ غنیہ ذوی الاحکام میں اس پر تقریر فرمائی۔ تنویر الابصار میں ہے یلقن بذکر الشھادتین دونوں شہادتیں تلقین کیجائیں۔ دُرمختار میں ہے لان الاولٰی لاتقبل بدون الثانیۃ کہ پہلی بے دوسری کے مقبول نہیں۔ مختصر القدوری میں ہے لقن الشھادتین پورا کلمہ سکھایا جائے۔ جوہرہ نیرہ میں ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وصورۃ التلقین ان یقال عندہ فی حالۃ النزع جھرًا وھو یسمع اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا رسول اللہ اسلئے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموات کو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت یاد دلاؤ اور اس یاد دلانے کی صورت یہ ہے کہ اوس کی نزع میں اوسکے پاس ایسی آواز سے کہ وہ سُنے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا رسول اللہ پڑھیں۔ مجمع الانہر میں ہے (ویلقن الشھادۃ فیجب علی اخوانہ واصدقائہ ان یقولوا عندہ کلمتی الشھادۃ قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ میت کو شہادت سکھائیں اس حکم سے اوس کے عزیزوں دوستوں پر واجب (نہایت موکد) ہے کہ دونوں شہادتیں اوسکے پاس پڑھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں جسکا اخیر کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے۔ بحرالرائق میں ہے (لقن الشھادۃ) بان یقال عندہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میت کو شہادت کی تلقین کریں یوں کہ اوسکے پاس لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں۔ شرح الکنز للملا مسکین میں ہے (لقن) المحتضر (الشھادۃ) وھی ان یقول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ دم نزع شہادت کی تلقین کریں اور وہ یہ ہے کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ کہیں۔ کافی شرح وافی میں ہے لقن الشھادۃ ای قول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ لقولہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ اسلیے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے میت کو تلقین شہادت کا حکم فرمایا ہے۔ جامع الرموز میں ہے اشار فی الکافی والمضمرات الی ان المراد من الشھادۃ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ کافی و مضمرات میں اشارہ فرمایا کہ شہادت سے مراد پورا کلمہ شہادت ہے۔ حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے ولقن شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ بان یقال عندہ وھو یسمع ولا یقال لہ قل واذا قالھا لا یلح علیہ بتکریرھا اذا المجیض فی کلام اٰخر لمخافۃ تبرمہ میت کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کریں۔ یوں کہ خود اوسکے پاس پڑھیں کہ وہ سُن کر پڑھے اور یوں نہ کہیں کہ کہہ اور جب وہ دونوں جز کلمہ طیبہ کے کہہ لے تو اوس سے دوبارہ کہنے کا اصرار نہ کریں کہ کہیں اوکتا نہ جائے۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اوس نے کی تو پھر تلقین کریں کہ آخر کلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔ مستصفی میں ہے لقن الشھادتین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ تلقین کنید مردہائے خود را یعنی آنہا کہ نزدیک بمردن رسیدہ اند کلمہ طیبہ۔ غرض نقل مستفیض ہے اور مسئلہ واضح اور اسلامی نگاہ میں شیطانی قول خود اپنے قائل کا فاضح ہاں بعض متاخرین شافعیہ نے یہ کہا کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے پر ثواب موعود

http://ataunnabi.blogspot.in

مل جائے گا، معاذ اللہ وہ بھی نہیں کہتے کہ مرتے وقت محمد رسول اللہ کہنا منع ہے۔ یہ ممانعت محض مردود و مطرود و خلاف اجماع ہے۔
فالعلامۃ الشرنبلالی من متاخری علمائنا مع تقریرہ الدرر علی ماقدمناہ اجاب عن تعلیلہا ان الاولٰی لاتقبل بدون الثانیۃ تبعا لابن الحجر المکی من متاخری الشافعیۃ ان الکلام فی المسلم اقول مسلم انہ مسلم ولاتطلب منہ انشاء ایمان لم یکن بل تذکیر ماکان وحفظ عن افساد الشیطان وتلک الشہادتان یجب ان تصانا لان الاولٰی لاتقبل بدون الثانیۃ قال الشافعی قلت وقد یشیر الیہ ای الی الافراد تعبیر البدایۃ والوقایۃ والنقایۃ والکنز بتلقین الشہادۃ اھ اقول الشہادۃ اسم جنس فیشمل الشہادتین الاتری الی الامام النسفی صاحب الکنز عبر فی اصلہ الوافی بما عبر فیہ ثم فسرہ فی شرحہ الکافی بالشہادتین وکذالک فی البحر الرائق والمضمرات وجامع الرموز ومجمع الانہر والملا مسکین کما سمعت ومن الدلیل علیہ ان نقل فی البدایۃ نظم القدوری وقد ثنی فدل ان المفرد فیہ کالمثنی یہاں علامہ محقق محمد سنوسی پھر علامہ ابراہیم بیجوری رحمہما اللہ تعالٰی کا ایک نفیس وجلیل کلام قابل حفظ ہے، علامہ باجوری شرح رسالہ فضالیہ میں فرماتے ہیں۔ اعلم انہ لابد بعد قول الذاکر لا الٰہ الا اللہ ان یقول محمد رسول اللہ لاجل ان یحفظ بذالک مایحصل لہ من نور التوحید وعبارۃ السنوسی من شرح الصغرٰی مصرحۃ بذالک حیث قال ولما ابتہج قلبہ بنور الحقیقۃ وکان الانتفاع بہا موقوفا علی القیام برسوم الشریعۃ وذالک لایکون الا بالادمان علی ذکر صاحبہا المبلغ لہا عن اللہ تعالٰی سیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احتاج الذاکر بعد کلمۃ التوحید الدالۃ علی الحقیقۃ باثبات رسالۃ سیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیحفظ نور توحیدہ بادخالہ فی منیع حرز الشریعۃ فلہذا یقول الذاکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وھکذا ینبغی فی کل ذکر من اذکار اللہ تعالٰی ان لایغفل المؤمن فیہ عن ذکر سیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما ان یصلی علیہ اثرہ او یقر برسالتہ مع الصلاۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لتعظیمہ والتمسک باذیال المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باب اللہ الاعظم الذی لاینال کل خیر دنیا واخری الا بالتعلق بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن غفل عن ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والتمسک بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یزل مقصودا وکان سعیہ فی حجب القطیعۃ محروما بہ من خیر الدنیا والاخرۃ وسیدنا محمد ھو دلیل الخلق الی اللہ تعالٰی فکیف یصل الی اللہ تعالٰی من غفل عن دلیلہ وقد قال بعض من طبع اللہ علی قلبہ ممن یتعاطی التصوف ولیس ھو من اھلہ مقالۃ قریبۃ من الکفر او ھی الکفر بعینہ ان الاکثار من ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حجاب عن اللہ تعالٰی وسبک بعض الضالین مثل ھذہ العبارۃ فقال اذا افرد التہلیل عن اثبات الرسالۃ کان ابلغ واسرع فی تاثیر معنی التوحید واحتج لضلالہ وتسویل شیطانہ بان قال للتہلیل معنی ولاثبات الرسالۃ معنی واذا اختلف المعانی علی الباطن ضعف التاثیر وبعدت الثمرۃ قال وانما یحتاج الی وصل الذکرین عند الدخول فی الاسلام قال بعض الائمۃ الراسخین فی العلم رضی اللہ تعالٰی عنہم وھذہ المقالۃ والعیاذ باللہ من الفتن التی لامورد لہا الا النار ولاعقبی لہا سوی دار البوار وما ذلک الا مکر واستدراج الی رفض الشریعۃ والانحلال من ربقتہا وتعطیل رسومہا ولو علم ھذا الضال ما تحت قول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الاسرار التوحیدیۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

والحکم الالوھیۃ لانفشع عن ذلک العمی فاصاب المرمی اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مرجائے تو شوہر کو اوسے غسل دینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز فی تنویر الابصار یمنع زوجھا من غسلھا ۱ھ اور وہ جو منقول ہوا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو غسل دیا **اولاً** اوسکی ایسی صحت ولیاقت حجیت محل نظر ہے۔ **ثانیاً** دوسری روایت یوں ہے کہ اوس جناب کو حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالٰی عنہا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دائی نے غسل دیا **ثالثاً** فعل بمعنی امر شائع یقال قتل الامیر فلانا وقاتل الملک القوم الفلانی و فی الحدیث اذن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای امر بالتاذین **رابعاً** اضافت فعل بسوئے مسبب غیر مستنکر اور حدیث علی ان وجوہ پر محمول کرنے سے تعارض مرتفع یعنی حضرت ام ایمن نے اپنے ہاتھوں سے نہلایا اور سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے حکم دیا یا اسباب غسل کو مہیا فرمایا **خامساً** مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کیلئے خصوصیت تھی اوروں کا قیاس اُن پر روا نہیں۔ ہمارے علما جو شوہر کو غسل زوجہ سے منع فرماتے ہیں اوسکی وجہ یہی ہے کہ بعد موت بسبب انعدام محل ملک نکاح ختم ہوجاتی ہے تو شوہر اجنبی ہوگیا کما افادہ ملک العلماء فی البدائع والمحقق حیث اطلق فی الفتح وغیرھما فی غیرھما مگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رشتہ ابدالآباد تک باقی ہے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا فقد اخرج الحاکم وصححہ والبیھقی عن ابن عمرو الطبرانی فی الکبیر عنہ وعن ابن عباس وعن المسور رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال کل سبب و نسب منقطع یوم القیمۃ الا سببی ونسبی واخرج البیھقی والدارقطنی بسند قال ابن حجر المکی رجالہ من اکابر اھل البیت فی حدیث طویل فیہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول کل صھر او سبب او نسب ینقطع یوم القیمۃ الا صھری وسببی ونسبی وقد روی نحوہ من حدیث عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ابن حجر قال الذھبی واسنادہ صالح اھ ونقل المناوی عن الذھبی انہ قال غیر منقطع قلت ان ثبت عندنا الصحۃ فقد قال ابن حجر انہ صح عن عمر اقول کیف وقد تعدد طرقہ وجاء عن جماعۃ من الاصحاب رضی اللہ تعالٰی عنھم اسی لئے منقول ہوا کہ جب سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس امر پر اعتراض کیا حضرت مرتضٰی نے جواب میں ارشاد فرمایا اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان فاطمۃ زوجتک فی الدنیا والاخرۃ کیا تمہیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ تیری بی بی ہے دنیا وآخرت میں تو دیکھو اوس خصوصیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ رشتہ منقطع نہیں، یہ جواب نہ فرمایا کہ شوہر کو اپنی عورت کا نہلانا روا ہے اسسے اور بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک صورت مذکورہ میں مذہب عدم جواز تھا جب تو حضرت ابن مسعود نے انکار فرمایا اور حضرت مرتضٰی نے اوسے تسلیم فرماکر اپنی خصوصیت سے جواب دیا۔ وھذا خلاصۃ ما فی الدر المختار ورد المحتار عن شرح المجمع مع زیادات النفائس واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳: از پنجاب ضلع جہلم ڈاکخانہ وریلوے اسٹیشن ترقی موضع غازی نارہ مرسلہ سید محمد مجید الحسن صاحب ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

مشہود خدمت جناب صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ مولٰنا مولوی احمد رضا خانصاحب دام ظلکم علی راس المسترشدین بعد سلام سنۃ الاسلام عرض ہے کہ اس ملک میں جنازہ کے آگے مولود خوانی میں اختلاف اور جھگڑا ہے۔ ایک طائفہ بحر الرائق ومراقی الفلاح وقاضی خاں وعالمگیری وغیرہا کی عبارات

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور دوسری جماعت جائز و مستحب کہتی ہے۔ آپ کی تحریر جملہ مسلمانوں کا فیصلہ ہے۔ کئی ماہ کے تنازع کا فیصلہ ہوگا۔ عبارات فریق قائل کراہت۔ رد المحتار (قیل تحریما وقیل تنزیھا) کما فی البحر عن الغایۃ وفیہ عنہا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت و فیہ عن الظہیریۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکر فی نفسہ لقولہ تعالٰی انہ لا یحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء قلت اذا کان ھذا فی الدعاء والذکر فما ظنک بالغناء الحادث فی ھذا الزمان بحر الرائق ینبغی لمن تبع الجنازۃ۔ ان یطیل الصمت ویکرہ رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن الخ عبارت فریق قائل تحلیل عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما لم یکن یسمع من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یمشی خلف الجنازۃ الا قول لا الٰہ الا اللہ اخرجہ ابن عدی فی ترجمۃ ابراھیم بن ابی حمید وضعفہ تخریج احادیث الہدایۃ لابن حجر یعنی اس سے ادنی جہر ثابت ہوتا ہے وغیرہ بینوا توجروا۔

الجواب

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہاں کتب حنفیہ میں جنازے کے ساتھ ذکر جہر کو مکروہ لکھا ہے جس طرح خود نفس ذکر جہر کو بکثرت کتب حنفیہ میں مکروہ بتایا۔ حالانکہ وہ اطلاقات قرآن عظیم و احادیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور عند التحقیق کراہت کا عروض نظر بعوارض خارجہ غیر لازمہ ہے جیسا کہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب در مختار وغیرہ محققین نے تحقیق فرمایا اور ہم نے اپنے فتوی میں اوسے منقح کیا یہاں بھی اوس کا منشاء عوارض ہی ہیں۔ قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا یا موت سے دوسری طرف توجہ کرنا انصاف کیجئے تو یہ حکم اوس زمان خیر کیلئے تھا جبکہ ہمراہیان جنازہ تصور موت میں ایسے غرق ہوتے تھے کہ گویا میت اون میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں۔ ہمیں کو جنازہ پر لیے جاتے ہیں اور اب قبر میں رکھیں گے۔ ولہذا علماء نے سکوت محض کو پسند کیا تھا کہ کلام اگرچہ ذکر ہی ہو اگرچہ آہستہ ہو۔ اس تصور سے کہ (بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھو دینے والا ہے) روکے گا۔ یا کم از کم دل بٹ تو جائیگا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے۔ ورنہ حاش للہ ذکر خدا اور رسول نہ کسی وقت منع ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ تعالٰی علی کل احیانہ رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ وعلقہ البخاری نہ کوئی چیز اوس سے بہتر قال اللہ عزوجل ولذکر اللہ اکبر۔ اب کہ زمانہ منقلب ہوا۔ لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات و فضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ و لہو میں مشغول ہوتے ہیں تو اونہیں ذکر خدا اور رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب و کار ثواب ہے۔ مع ہذا جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کی کراہت میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے اور ترجیح بھی مختلف آئی۔ قنیہ میں کراہت تنزیہ کو ترجیح دی اور اسی پر فتاوی تتمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید و مجتبی و حاوی و بحر الرائق وغیرہا کے لفظ ینبغی کا مفاد ہے اور ترک اولی اصلا گناہ نہیں کما نصوا علیہ وحققناہ فی جمل مجلیۃ۔ اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اور اسکا مرتکب نہ ہوگا مگر متقشف کہ مقاصد شرع سے جاہل و ناواقف ہو۔ یا متصلف کہ مسلمانوں میں اختلاف ڈالکر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو۔ بلکہ ائمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ منع کرنا اس منکر سے ضرور ہے جو بالاجماع حرام ہو بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یاد خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کیے جائیں۔ اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو۔ مثلاً سورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو نہ روکے جائیں کہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں اوسے سجدہ تو کریں۔ اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اوسکی صحت ہو سکے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام علامہ عارف باللہ ناصح الامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کتاب مستطاب الحدیقۃ الندیہ فی شرح الطریقۃ المحمدیہ میں فرماتے ہیں قال فی شرح الطحاوی وعلی متبع الجنازۃ الصمت وعبر فی المجتبی والتجرید والحاوی ینبغی ان یطیل الصمت وسنن المرسلین الصوت معہا کذا فی منیۃ المفتی ویکرہ لہم رفع الصوت کراہۃ تحریم وقیل تنزیہ مبنی کراہۃ تنزیہ وقیل تحریم قیدہ وھو یکرہ علی معنی انہ تارک الاولی کما عزاہ فی التتمۃ الی والدہ وفی شرح شرعۃ الاسلام المسمی بجامع الشروح یستکثر من التسبیح والتہلیل علی سبیل الاخفاء خلف الجنازۃ ولا یتکلم بشیئ من امر الدنیا لکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجہری ورفع الصوت بالتعظیم بغیر التغییر بادخال حرف فی خلالہ قدام الجنازۃ وخلفہا لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیہ الغفلۃ والظلمۃ وازالۃ صداء القلوب وقساوتہا بحب الدنیا ورياستہا وفی کتاب العہود المحمدیۃ للشیخ الشعراوی قدس اللہ تعالٰی سرہ ینبغی لعالم الحارۃ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ عدم اللغو فیہا وذکر من تولی وعزل من الولاۃ او سافر ورجع من التجار ونحو ذلک وقد کان السلف الصالح لا یتکلمون فی الجنازۃ الا نادرا وکان الغریب لا یعرف من ھو القریب من المیت حتی یعزی لغلبۃ الحزن علی الحاضرین کلہم وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول اذا علم من الماشین مع الجنازۃ انہم لا یترکون اللغو فی الجنازۃ ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرہم بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان ذلک افضل من ترکہ ولا ینبغی لفقیہ ان ینکر ذلک الا بنص واجماع فان مع المسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فی کل وقت شاؤا وباللہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل ھذا وربما عزر عند الحکام الفلوس حتی یبطل قول المؤمنین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی طریق الجنازۃ وھو یری الحشیش یباع فلا یکلف خاطرہ ان یقول للحشاش حرام علیک بل رأیت فقیہا منہم یاخذ معلوم امامتہ من فلوس بائع الحشیش فنسأل اللہ العافیۃ وذکر الشعراوی ایضا رحمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ عہود المشائخ قال لا نمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جہۃ القربۃ الی اللہ تعالٰی وراٰہ حسنا لاسیما ماکان متعلقا باللہ تعالٰی ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کقول الناس امام الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقراءۃ القراٰن امامہا ونحو ذلک فمن حرم ذلک فہو قاصر عن فہم الشریعۃ لانہ ما کل ما لم یکن علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون مذموما ولو فتح ھذا الباب لردت اقوال المجتہدین فی جمیع ما استحبوا من المحاسن ولا قائل بہ وقد فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لہم ان یسنوا کل شیئ استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہ واجر من عمل بہا وکلمۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکبر الحسنات فکیف یمنع منہا وتأمل احوال غالب الخلق الاٰن فی الجنازۃ تجدہم مشتغلین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبہم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منہم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذلک وکون ذلک لم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل فلو صاح کل من فی الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ فلا اعتراض ولم یأتنا فی ذلک شیئ عن رسول اللہ صلی اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تعالٰی علیہ وسلم فلو کان ذکر اللہ تعالٰی فی الجنازۃ منہیا عنہ لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا قراءۃ القراٰن فی الرکوع وشیئ سکت عنہ الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوائل الاسلام ثم یمنع منہ اواخر الزمان اھ باختصار قلیل۔ اس کلام جمیل امام جلیل رحمہ اللہ تعالٰی کا خلاصہ ارشادات چند افادات (۱) سلف صالح کی حالت جنازہ میں یہ ہوتی کہ ناواقف کو نہ معلوم ہوتا کہ ان میں اہل میت کون ہے اور باقی ہمراہ کون۔ سب ایک سے مغموم ومحزون نظر آتے۔ اور اب حال یہ ہے کہ جنازے میں دنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں موت سے اونہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی۔ اون کے دل اس سے غافل ہیں کہ میت پر کیا گزری۔ فرماتے ہیں بلکہ میں نے جنازے میں لوگوں کو ہنستے دیکھا تو ایسی حالت میں ذکر جہر کرنا اور تعظیم خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلند آواز سے پڑھنا عین نصیحت ہے کہ اون کے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں (۲) نیز اوس میں میت کو تلقین ذکر کا فائدہ ہے کہ وہ سن سن کر سوالات نکیرین کے جواب کیلئے طیار ہو (۳) سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف سے مسلمانوں کو ذکر خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اذن عام ہے تو جبتک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو انکار کیا مناسب ہے! (۴) نیز اونہیں امام عارف نے فرمایا۔ الٰہی جو اس سے منع کرے اوسکا دل کس قدر سخت اندھا ہے جنازے کے ساتھ ذکر خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بند کرنے کی تو یہ کوشش۔ اور بھنگ بکتی دیکھیں تو اوس سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام ہے۔ فرماتے ہیں بلکہ میں نے انہیں میں ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا اور خود اپنی پیش نمازی کی تنخواہ بھنگ فروش کے حرام مال سے لیتا (۵) امام عارف باللہ سیدی شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں۔ اکابر کرام کے یہاں عہد ہے جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو اوس سے منع نہ کریں گے خصوصاً جب وہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو جیسے جنازے کیساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا اور ذکر خدا ورسول کرنا جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۶) نیز امام ممدوح فرماتے ہیں جو اوسے ناجائز کہے اوسے شریعت کی کچھ بو نہیں (۷) نیز فرماتے ہیں ہر وہ بات کہ زمان برکت توامان حضور پر نور سید عالم عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھی، مذموم نہیں ہوتی ورنہ اس کا دروازہ کھلے تو ائمہ مجتہدین نے جتنی نیک باتیں نکالیں ون کے وہ سب اقوال مردود ہوجائیں (۸) فرماتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے کہ "جو شخص دین اسلام میں نیک بات نکالے اوسے اوسکا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اوس نیک بات کو بجا لائیں سب کا ثواب اوس ایجاد کنندہ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے" علمائے اُمت کیلئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے کہ نیک طریقے ایجاد کرکے جاری کریں اور اونہیں شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملحق کریں۔ یعنی جب حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ عام اجازت فرمائی ہے تو جو نیک بات نئی پیدا ہوگی وہ نئی نہیں بلکہ حضور کے اس اذن عام سے حضور ہی کی شریعت ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۹) فرماتے ہیں کہ شرع مطہر کا اوس سے ممانعت نہ فرمانا ہی اوسکے جواز کی دلیل ہے۔ اگر جنازے کیساتھ ذکر الٰہی منع ہوتا تو کم از کم ایک حدیث تو اوسکی ممانعت میں آتی۔ جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے تو اوسکی ممانعت کی حدیث موجود ہے۔ تو جس چیز سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا وہ کبھی ہمارے زمانہ میں منع نہیں ہوسکتی (۱۰) نتیجہ یہ نکالا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آواز سے کلمہ طیبہ وغیرہا ذکر خدا ورسول عزوعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے چلیں تو کچھ اعتراض نہیں بلکہ اوس کا کرنا نہ کرنے سے افضل ہے۔ نیز امام نابلسی ممدوح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں۔ لا ینبغی ان ینہی الواعظ عما قال بہ امام من ائمۃ المسلمین بل ینبغی ان یقع النہی عما اجمع الائمۃ کلہم علی تحریمہ درمختار میں ہے۔ کرہ تحریما صلاۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولٰی من الترک کما فی القنیۃ وغیرہا اھ قلت ونقلہ سیدی عبدالغنی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فی الحدیقۃ عن شرح الدرر لابیہ عن المصفی شرح النسفیۃ عن شیخ الامام الاستاذ حمید الدین عن شیخہ الامام الاجل الزاہد جمال الدین المحبوبی وایضا عن شمس الائمۃ الحلوانی وعن القنیۃ عن النسفی والحلوانی وایضا فی الدرر المختار عن البحر عن المجتبی عن الامام الفقیہ ابی جعفر فی مسئلۃ التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر الذی عندی انہ لا ینبغی ان تمنع العامۃ عنہ لقلۃ رغبتھم فی الخیر وبہ ناخذ اھ فی الحدیقۃ ومن ھذا القبیل نھی الناس عن صلاۃ الرغائب بالجماعۃ وصلاۃ لیلۃ القدر ونحو ذلک وان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیھا فلا یفتی بذلک العوام لئلا تقل رغبتھم فی الخیرات واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴: نماز جنازہ میں امام کے نیچے جانماز ہوتی ہے اور مقتدی سب زمین پر یہ جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں جواز تو یقینی ہے۔ رہی کراہت اوس کے لیے بھی کوئی وجہ نہیں۔ نہ فقیر کو یاد کہ کسی کتاب میں اوسے منع لکھا ہو۔ درمختار میں جو اس مقدار کو جس سے امام ومقتدی میں امتیاز پایا جائے مکروہ لکھا وہاں بلندی موضع میں کلام ہے یعنی امام کو مقتدیوں سے اتنا اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے جس سے امتیاز واقع ہو اور وجہ اسکی حدیث میں نہی آنا اور اہل کتاب سے مشابہت پایا جانا ہے کہ یہود وعنود اپنے امام کیلئے جائے بلند مقرر کرتے ہیں۔ یہاں کہ نہ نہی وارد نہ مشابہت ثابت نہیں تو کراہت پر بھی حکم نہیں دے سکتے۔ فی الدر المختار وانفراد الامام علی الدکان للنھی وقدر الارتفاع بذراع ولا باس بمادونہ وقیل ما یقع بہ الامتیاز وھو الاوجہ فی رد المحتار قولہ للنھی وھو ما اخرجہ الحاکم انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یقوم الامام فوق ویبقی الناس خلفہ وعللوہ بانہ تشبہ باھل الکتاب فانھم یتخذون لامامھم دکانا ملخصاً واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد وعلٰی الہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم آمین

مسئلہ ۵: از قادری گنج ضلع بیربھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرنالی۔ ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

پیر ومرشد کے مزار کا طواف کرنا۔ اور مزار اور مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا۔ اور آنکھوں سے لگانا۔ اور مزار سے اولٹے پاؤں پیچھے ہٹ کے ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہئے۔ علماء اسمیں مختلف ہیں۔ اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔ آستانہ بوسی میں حرج نہیں۔ اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع میں ممانعت نہ آئی اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہو سکتی قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ۔ ہاتھ باندھے اولٹے پاؤں واپس آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اوس میں حرج نہیں۔ ہاں اگر اسمیں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اوس سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶: از ماہ اسٹیشن دیوریا مرسلہ شیخ نیاز احمد صاحب۔ ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جنازہ کی نماز میں کچھ لوگ بلا وضو وبلا تیمم شریک ہوگئے اونکی نماز ہوئی یا نہیں۔ اور ان کی نسبت کیا حکم ہے۔ اور ایک شخص نے کہا کہ انہوں نے کچھ برا نہ کیا کہ نماز جنازہ میں صرف امام کی طہارت ضروری ہے مقتدیوں کی طہارت کی حاجت نہیں اوسکا یہ قول کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

جنازہ کی نماز مثل اور سب نمازوں کے بغیر طہارت کے ہرگز صحیح نہیں، وہ پڑھنے والے گنہگار ہوئے اور انہوں نے بہت سخت برا کیا اور اوس کی نماز ہرگز ادا نہ ہوئی۔ نماز جنازہ میں صرف طہارت امام شرط ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایسا ہو جب بھی اوس میت کی نماز جنازہ ادا ہو جائیگی اور وہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا کہ جب امام طاہر تھا تو اوس کی نماز صحیح ہوگئی اس فرض کے ادا کو اتنا کافی ہے کہ اوس میں جماعت شرط نہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ فقط طہارت امام صحت نماز مقتدیان کیلئے بھی کفایت کرتی ہے مقتدیوں کو بے طہارت پڑھ لینی جائز ہے۔ یہ محض جہالت فاحشہ ہے جس نے یہ فتوی بیہودہ دیا وہ شرعاً تعزیر دی جانے کے قابل ہے کہ جاہل کو مفتی بننا حرام ہے۔ فی رد المحتار اما الشروط التی ترجع الی المصلی فھی شروط بقیۃ الصلاۃ من الطہارۃ الحقیقیۃ بدنا وثوبا ومکانا والحکمیۃ وستر العورات والاستقبال والنیۃ سوی الوقت۔ اوسی میں ہے لاصحۃ لہا بدون الطہارۃ درمختار میں ہے لو ام بلاطہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لاکما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد رد المحتار میں ہے ای لا تعاد لصحۃ صلاۃ الامام وان لم تصح صلاۃ من خلفہ واللہ سبحانہ تعالٰی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ: کاٹنا مردے کے بال بعد مرنے کے جائز ہے یا نہیں۔ ۱۹ صفر ۱۳۲۰ھ

الجواب

ناجائز ہے۔ فی الدر لایسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن وفی رد المحتار عن النہر عن القنیۃ التزیین بعد موتہا والامتشاط وقطع الشعر لایجوز واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از شہر کہنہ بریلی۔ ۲۲ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت زندگی میں خاوند اپنی بی بی کا ولی ہوتا ہے مانند ماں باپ کے یا نہیں۔ جو ہوتا ہے تو بعد موت کے ولایت قائم رہتی ہے یا نہیں۔ اگر رہتی ہے تو ہاتھ لگانا۔ موںھ دیکھنا۔ اجازت نماز کی دینا جائز ہے یا نہیں۔ اور نکاح رہتا ہے یا نہیں۔ اور ایک صاحب فرماتے ہیں کہ بعد وفات فاطمہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ اگر یہ بات حق ہے تو ہم لوگ بھی اپنی عورتوں کو غسل دیں تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

شوہر ولی نہیں۔ نہ حیات میں نہ بعد موت۔ نہ موت زوجہ سے نکاح قائم رہے۔ اور یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور بالفرض ہو بھی تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاقے موت سے قطع نہیں ہوتے اور سب کے علاقے قطع ہو جاتے ہیں یہ مضمون خود حدیث میں وارد ہے تو اوروں کو اون پر قیاس جائز نہیں۔ مرد اپنی عورت مردہ کو غسل نہیں دے سکتا کما فی الدر وعامۃ الاسفار واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: میت کے پاس زمین پر بیٹھنا افضل ہے چارپائی پر کیا منع ہے۔ میت والے کے یہاں کیا روٹی پکانا منع ہے۔

الجواب

کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ موت کی پریشانی کے سبب وہ لوگ پکاتے نہیں ہیں پکانا کوئی شرعاً منع نہیں۔ یہ سنت ہے کہ پہلے دن صرف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اوس نے وہ فرض چھوڑا جو خالص حق اللہ کریم غنی عزوجل کا تھا، یہ وہ فرض چھوڑ دیں جس میں اللہ عزوجل کا بھی حق اور اس محتاج باشد الاحتیاج کا بھی حق العبد یہ محض نادانی اور خود اپنی بھی بدخواہی ہے ۔ علمائے کرام نے فرضیت نماز جنازہ سے صرف چند شخصوں کو استثنا فرمایا، باغی اور آپس کی لڑائی کر فریقین بطور جاہلیت لڑیں، اور اون کے تماشائی اور ڈاکو ۔ اور وہ کہ لوگوں کو گلا دبا کر، پھانسی دے کر مار ڈالا کرتا ہو۔ اور وہ جس نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا۔ ظاہر ہے کہ بے نمازی ان سے خارج ہے ۔ تو اوسکی نماز جنازہ مثل عام مسلمانوں کے فرض ہے فی الدر المختار ھی فرض علی کل مسلم مات خلا بغات وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب واھل عصبۃ ومکابر فی مصر لیلا وخناق وقاتل احد ابویہ اھ ملخصا وفی رد المحتار فی شرح درر البحار فی النوازل جعل مشائخنا المقتولین فی العصبیۃ فی حکم اھل البغی وکذا الواقفون الناظرون ان اصابھم حجر او غیرہ وماتوا فی تلک الحالۃ ولو ماتوا بعد تفرقھم یصلی علیھم اھ مختصرا واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۳۴: از شہر چاٹگام موضع چرباکلیہ مکان روشن علی ستری۔ مرسلہ منشی محمد اسمٰعیل ۱۲ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کے مرتبہ پڑھی گئی اور اوّل کس شخص نے پڑھائی تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ وبارک وسلم ۔ سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام وجہال صلعم یا ع یا م یا ص یا صلسلم لکھا کرتے ہیں محض مہمل وجہالت ہے، القلم احدی اللسانین جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا۔ یونہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے ۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم میں نہ داخل ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔ جنازۂ اقدس پر نماز کے باب میں علماء مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ درگروہ حاضر آتے اور صلاۃ وسلام عرض کرتے ۔ بعض احادیث بھی اسکی موید ہیں کما بیناھا فی رسالتنا النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز اور بہت علما یہی نماز معروف مانتے ہیں، امام قاضی عیاض نے اسی کی تصحیح فرمائی کما فی شرح الموطا للزرقانی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تسکین فتن وانتظام امت میں مشغول، جبتک اون کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی، لوگ فوج فوج آتے اور جنازۂ انور پر نماز پڑھتے جاتے ۔ جب بیعت ہولی۔ ولی شرعی صدیق ہوئے اونھوں نے جنازۂ مقدس پر نماز پڑھی۔ پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلاۃ ولی پھر اعادۂ نماز جنازہ کا اختیار نہیں۔ ان تمام مطالب کی تفصیل جلیل فقیر کے رسالۂ مذکورہ میں ہے ۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے ان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ھو الخلیفۃ فلما فرغ صلے علیہ ثم لم یصل علیہ بعدہ علیہ ۔ بزار وحاکم وابن منیع وبیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا غسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اوّل من یصلی علیّ جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملئکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علیّ فوجا بعد فوج فصلوا علیّ وسلموا تسلیما ۔ جب میرے غسل وکفن سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ ۔ سب سے پہلے جبریل مجھ پر صلاۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ ۔ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۲۱: از ملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاکخانہ آدم پور گھوڑمرا مرسلہ حافظ عبدالحمید صاحب امام مسجد ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ خدیجہ بی بی زوجہ مولوی عبدالحکیم صاحب رحلت نمود، درحق صلاۃ جنازہ ولی زن شوہرش باشد یا پدرش وبرادران وعمام او مگر پدر وغیرہ اقارب مذکورین جاہلان بے علم اند بخلاف شوہر، نیز از جانب شوہر حرم او حافظ عبدالحمید امام محلی موجود است۔ پس ولایت نماز در صورت مذکورہ از ینہاں کراست مخفی مباد کہ از دو سال علمائے سلہٹ دریں مسئلہ باہم اختلاف دارند، امید کہ رفع شک فرمایند بینوا توجروا۔

الجواب

در ولایت نماز جنازہ شوہر از ہمہ اقارب مؤخر است ایں ولایت ہمچو ولایت نکاح بترتیب عصوبت وقرابت اقرب فالاقرب را رسد اگر ازینہاں ہیچکس نباشد آنگاہ شوہر مقدم بود۔ وجہل آناں مانع حق آناں نیست۔ ایشاں را رواست کہ ہر کرا خواہند باجازت امر کنند۔ مامور ایشاں ہمچو ایشاں مقدم بر زوج بود کہ متاخر را اگرچہ خود عصبہ باشد با مامور متقدم حق منازعت نیست گو اجنبی باشد وآں کہ امام الحی را استحبابا تقدیم دادہ اند بحکم تعلیل ونظر زبان خاص در جنازہ مردان ست۔ زناں را با مسجد وامام چہ کار کہ ایشاں نہ حاضر جماعت می شوند نہ شرعا اجازتش دادہ۔ پس درصورت مستفسرہ ولایت نماز پدر خدیجہ را بود آرے اگر خدیجہ از مولوی عبدالحکیم پسرے عاقل بالغ داشتے حق تقدم مراورا بودے کہ پسر بر پدر در عصوبت مرجح است وآں پسر را شرعا فرمودی کہ پدر خود مولوی عبدالحکیم را تقدیم دہ وبپاس ادب پیش او پامنہ بایں صورت مولوی عبدالحکیم را تقدم بودے۔ فی الدرالمختار (یقدم فی الصلٰوۃ علیہ السلطان ان حضر (او نائبہ وھو امیر المصر (ثم القاضی) ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی (ثم امام الحی) فیہ ایھام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی (ثم الولی) بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاھلا فالابن اولی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران (ولہ) ای للولی ومثلہ کل من یقدم علیہ (الاذن لغیرہ فیھا) لانہ حقہ فیملک ابطالہ (الا) انہ (ان کان ھناک من یساویہ فلہ) ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا (المنع) لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اھ باختصار۔ وفی ردالمحتار قولہ (ثم امام الحی) وانما کان اولی لان المیت رضی بالصلٰوۃ خلفہ فی حال حیاتہ فینبغی ان یصلی علیہ بعد وفاتہ قال فی شرح المنیۃ فعلی ھذا لو علم انہ کان غیر راض بہ حال حیاتہ ینبغی ان لایستحب تقدیمہ اھ قلت ھذا مسلم ان کان عدم رضاہ بہ لوجہ صحیح والا فلا تامل اھ ما فی ردالمحتار ورأیتنی کتبت علی ھامشہ ما نصہ **اقول** سیاتی بعد اسطر ان الحق انما ھو للولی وانما یستحب تقدیم امام الحی لاجل التعلیل المذکور فاذا فاتت العلۃ فلیفت المعلول ولا دخل فی ذلک لکون عدم رضاہ بوجہ صحیح فلیتامل ثم قال فی ردالمحتار واما امام مصلی الجنازۃ الذی شرطہ الواقف وجعل لہ معلوما من وقفہ فھل یقدم علی الولی کامام الحی ام لا للقطع بان علۃ الرضا بالصلٰوۃ خلفہ فی حیاتہ خاصۃ بامام المحلۃ واستظھر المقدسی انہ کالاجنبی مطلقا لانہ انما یجعل للغرباء ومن لا ولی لہ **اقول** وھذا اولی لما یاتی من ان الاصل ان الحق للولی وانما قدم علیہ الولاۃ وامام الحی لما مر من التعلیل وھو غیر موجود ھنا والفرق بینہ وبین الامام الراتب ظاھر لانہ لم یردہ للصلٰوۃ خلفہ فی حیاتہ بخلاف الراتب قال فی شرح المنیۃ الاصل ان الحق فی الصلٰوۃ للولی ولذا قدم علی الجمیع فی قول ابی یوسف وروایۃ عن ابی حنیفۃ لان ھذا حکم یتعلق بالولایۃ کالانکاح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لان الاختصاص وھو ظاھر الروایۃ تقدیم السلطان ونحوہ لما مر من الوجہ قولہ (بترتیب عصوبۃ الانکاح) فلا ولایۃ للنساء ولا للزوج الا انہ احق من الاجنبی قلت والظاھر ان ذوی الارحام داخلون فی الولایۃ والتقیید بالعصبۃ لاخراج النساء فقط فھم اولی من الاجنبی وھو ظاھر ویؤیدہ تعبیر الھدایۃ بولایۃ النکاح قولہ (فیقدم علی الابن اتفاقا) ھو الاصح وقیل ھذا قول محمد وعندھما الابن اولی قال فی الفتح انما قدمنا الاسن بحدیث القسامۃ لیتکلم اکبرھما وھذا یفید ان الحق للابن عندھما الا ان السنۃ ان یقدم اباہ ویدل علیہ قولھم سائر القرابات اولی من الزوج ان لم یکن لہ منھا ابن فان کان فالزوج اولی منھم لان الحق للابن وھو یقدم اباہ ولا یبعد ان یقال ان تقدیمہ علی نفسہ واجب بالسنۃ اھ وفی البدائع وللابن فی حکم الولایۃ ان یقدم غیرہ لان الولایۃ لہ وانما منع عن التقدم لئلا یستخف بابیہ فلم تسقط ولایتہ بالتقدیم قولہ (الا ان یکون الخ) قال فی البحر ولو کان الاب جاھلا والابن عالما ینبغی ان یقدم الابن الا ان یقال ان صفۃ العلم لا توجب التقدیم فی صلاۃ الجنازۃ لعدم احتیاجھا لہ واعترضہ فی النھر بما مر من ان امام الحی انما یقدم علی الولی اذا کان افضل قال نعم علل القدوری کراھۃ تقدم الابن علی ابیہ بان فیہ استخفافا بہ وھذا یقتضی وجوب تقدیمہ مطلقا اھ قلت وھذا مؤید لما مر عن الفتح اھ ما فی رد المحتار ملخصا ملتقطا وفی الخانیۃ ثم الھندیۃ من الصلاۃ رجل بنی مسجدا وجعلہ للہ تعالٰی فھو احق الناس بمرمتہ وعمارتہ والاذان والاقامۃ والامامۃ ان کان اھلا لذلک فان لم یکن فالرای فی ذلک الیہ اھ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: مرسلہ عبدالغفار بن عثمان سرش والہ مقام احمد آباد گجرات محلہ کالوپور خشکلا کی پول۔

جامع علوم مولٰنا مولوی احمد رضاخانصاحب۔ بعد از سلام نیاز آنکہ یہاں میرے اور ایک شخص

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ میت کو چت کرکے لٹایا جائے اور فقط مونھ ہی قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قبر کھودتے وقت قبر کی داہنی طرف تھوڑا نیچا اور بائیں طرف تھوڑا اونچا کرکے کھودی جائے لاش رکھنے کے بعد داہنے پہلو پر ہوکر قبلہ رخ ہوجاتی ہے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ میت کا پاؤں قبلہ کی طرف اور مونھ پورب کی طرف کیا جائے جیسا کہ حالت نزع میں حکم ہے۔ کتب فقہ میں ان صورتوں میں کون صورت مراد ہے اور اگر سب جائز ہیں تو اعلیٰ و افضل کون ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پانچویں صورت تو محض ناجائز ہے کہ سنت متواترہ مسلمین کے محض خلاف ہے۔ اور افضل طریقہ یہ ہے کہ میت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں اوس کے پیچھے نرم مٹی یا ریتے کا تکیہ سا بنادیں۔ اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں۔ بدن کو بوجھ ہاتھ پر نہ ہو اس سے میت کو ایذا ہوگی حدیث میں ہے۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان المیت یتاذی مما یتاذی بہ الحی۔ اور اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہیئے کہ بدن میں چبھیں گے اور ایذا ہوگی اور ناک وغیرہ اعضا دیوار قبر سے ملادینے کی حاجت نہیں نہ اس کی کوئی وجہ۔ اور جہاں اسمیں دقت ہو تو چت لٹا کر مونھ قبلہ کو کردینا اب اکثر یہی معمول ہے۔ اور اگر معاذ اللہ معاذ اللہ مونھ غیر قبلہ کی طرف رہا اور ایسا سخت ہوگیا کہ پھر نہیں سکتا تو چھوڑ دیں۔ اور زیادہ تکلیف نہ دیں۔ چوتھی صورت بھی بالکل خلاف سنت ہے۔ اور اسمیں بھی میت کیلئے اذیت ہے کہ بیٹھنے میں دقت ہوگی۔ ملائکہ کہ سوال کے لیے آتے ہیں میت کو بٹھاتے ہیں۔ ایسی ڈھلوان جگہ پر بیٹھنا بہت دشوار ہوگا۔ اور دوسری صورت بھی ناقص ہے۔ بہتر پہلی صورت ہے۔ مگر اون اصلاحوں کے بعد جو ہم نے لکھیں درمختار میں ہے ویوجہ الیہا وجوبا وینبغی کونہ علی شقہ الایمن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا تیار ہے۔ جنازہ بھی تیار ہے۔ تو پہلے کھانا کھائے یا مردے کو دفن کرے۔

الجواب

جنازہ آگیا۔ تو پہلے اوس کی نماز پڑھ لے۔ کہ اس نماز میں ایسی دیر نہیں ہوتی۔ پھر اگر بھوک وغیرہ وہ ضرورتیں[1] لاحق ہیں تو دفن کیلیے بعد کھانا کھانے کے جائے۔ یا فقط نماز پر قناعت کرے۔ جبکہ لیجانے والے موجود ہوں۔ اور اوس کے نہ جانے سے کوئی حرج شرعی لازم نہ آتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲۔ مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب۔ بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس مرید خاص نے مزار کے قریب کچھ زمین و مکانات اپنے خرچ اور آفس و مال گودام کے لیے نیز

---

[1] کھانا سامنے آیا اور کھانے کے بعد جنازہ مل جائے گا۔ یا پہلے جنازے میں شرکت کرے تو بھوک کی وجہ سے دل کھانے کی طرف رہیگا۔ یا کھانا ٹھنڈا ہوکر بے مزہ ہوجائے گا۔ یا اوس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہوجائے گی اور چبائی نہ جائے گی۔ ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسلیے کہ زائرین قیام کریں اور مجالس اوس میں قائم ہوں طیار رکھے تھے۔ نہ وہ زمین و مکانات وقف کیے نہ کبھی حالت حیات شیخ میں شیخ نے نامزد کیے۔ نہ بعد وفات شیخ بنام مقبرہ اوس نے بضرورت تجارت اوس اراضی و مکانات کو مبلغ کثیر پر رہن رکھا ہے۔ اب فرزند شیخ کہتے ہیں کہ یہ سب مکانات وغیرہ ہمارے نام کردو۔ تو کیا فرزند شیخ کا یہ دعوی صحیح ہوسکتا ہے۔ اور کیا مرید کو اختیار ہے کہ قبل فک رہن اوس جائداد کو فرزند شیخ کے نام کردے۔ اور کیا وہ فرزند شیخ اس مرید کی جائداد بجبر و اکراہ اپنے نام کرواسکتا ہے۔ آیا شریعت میں مرید پر کچھ استحقاق مالی شیخ یا وارثان شیخ کا ہے۔

جواب از لکھنؤ: ھو المصوب صورت مذکورہ میں زمین و مکانات و انتظام مقبرہ پر دعوی فرزند شیخ کا باطل ہے۔ مرید پر مالی استحقاق شیخ کا یا وارثان شیخ کا شرعًا نہیں ہے۔ اور مرید جائداد مرہون بغیر فک رہن کسی شخص کو دے نہیں سکتا۔ نہ فرزند شیخ مرید پر کوئی جبر کرسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ محمد عبد المجید۔

الجواب

فرزند شیخ کا دعوی باطل اور اوسے جبر کا کوئی اختیار نہیں قال تعالٰی لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ زمین و مکانات و مقبرہ سب ملک مرید ہیں۔ اوسکے یا اوسکے ورثا کے قبضہ میں رہیں گے۔ مرید پر شیخ کا مالی استحقاق بمعنی وجوب شرعی بحیثیت شیخیت نہیں۔ اگرچہ طریقۃً وہ اور اوسکا مال سب گویا اوسکے شیخ کا ہے۔ یا شریعۃً بوجوہ دیگر وجوب ہوسکتا ہے فرزند شیخ کا یہ مطالبہ کرنا سوال ہے اور سوال بلاضرورت حرام ہے۔ ہاں اگر مرید برضائے خود چاہے تو اپنا مال اوسکے نام کرسکتا ہے۔ اگرچہ قبل ادائے دین مرتہن باذن مرتہن۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی نجم الدین و مولوی کریم صاحبان بمعرفت حاجی لعل خانصاحب۔ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ۔

کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر نے اپنے مرض الموت میں اپنے وطن سے دور ایک مرید سعید و رشید کے شہر میں اپنے دفن کی خواہش کی۔ بعد وصیت اور اوسی مرض الموت میں وہاں پہونچ گئے۔ اور بعد انتقال وہیں دفن ہوئے۔ اب چار برس چند ماہ کے بعد اوس پیر کا فرزند جس کے سامنے اوس کے باپ نے اپنے مرید کو وصیت کی تھی کہ ہم تمھارے شہر میں دفن ہوں۔ بسبب نزاع کے اوس مرید سے چاہتا ہے کہ نعش کو اوس حجرے سے اوکھیڑکر وطن شیخ یا اوسی شہر میں جہاں اب مزار ہے دوسری جگہ لیجا کر دفن کرے۔ آیا یہ امر ممکن ہے کہ نبش مسلم کیا جائے جس سے سراسر توہین میت متصور ہے اور وصیت متوفی کو جو اس اہتمام کے ساتھ کی۔ توڑ دیا جائے۔

جواب از لکھنؤ۔ ھو المصوب۔ مالک زمین و حجرہ نے اپنی خوشی و اجازت سے نعش شیخ کو دفن کیا۔ پس اب نبش قبر کا جائز نہیں۔ بلکہ حرام ہے۔ جیسا کہ شامی میں مصرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبد المجید

الجواب

صورت مذکورہ میں نبش حرام حرام حرام سخت حرام اور میت کی اشد توہین و ہتک ستر رب العلمین ہے اور جو بیٹا باپ کے ساتھ ایسا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

چاہیے، عاق وناخلف ہے۔ اگرچہ وصیت دربارۂ دفن واجب العمل نہیں۔ نہ یہاں دفن بے رضائے مالک کے مسئلہ کو کچھ دخل تھا، کہ رضا پر تفریع حکم ہو۔ بالفرض اگر وقت دفن رضائے مالک نہ ہوتی تو اختیار نبش اسے ہوتا نہ کہ اجنبی کو جس کا زمین میں کوئی حق نہیں۔ الجبیں والمزید میں ہے اذا دفن فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۶: از شہر محلہ کٹرہ چاند خاں۔ مسئولہ جمال احمد۔ ۱۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

سائل کے بڑے لڑکے کی اہلیہ نے جو عرصے سے بعارضہ دق علیل تھی۔ اور اوسکے والدین اسے اپنے گھر لے گئے تھے وہیں انتقال کیا سائل مع پسر خبر انتقال سن کر مع چند دیگر اشخاص وجملہ سامان تجہیز وتکفین لیکر کے خسر ال پہونچے۔ اونہوں نے ہمیں نہایت ترش روئی سے شریک میت نہ ہونے دیا۔ اور مٹی تک نہ دینے دی، یہ فعل کیسا ہے۔

الجواب

بہت براکیا اگر بلاوجہ شرعی صحیح معتبر تھا کہ مسلمان کو ناحق ایذا دی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اوس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اوس نے اللہ کو ایذا دی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷: از سورت اسٹیشن سائن، موضع کٹھور۔ مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب۔ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہاں رواج ہے کہ شخص میت کو بعد تغسیل وتکفین کے جنازہ میں رکھتے ہیں۔ اور جنازہ کی چھتری پر غلاف ڈال کے اوس پر مرد کے واسطے شال اور عورت کے واسطے دامنی ڈالا کرتے ہیں۔ اور پھر اوس شال یا دامنی پر پھولوں کی ایک چادر بنا کر ڈالتے ہیں تو آیا یہ امر واسطے مردہ کے کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جنازہ زناں پر چھتری یا گہوارہ بنا کر غلاف وپردہ ڈالنا مستحب وماثور ہے۔ ایسا ہی چاہیئے۔ اور جنازہ مرداں میں نہ اسکی حاجت، نہ سلف سے عادت۔ ہاں بارش یا دھوپ وغیرہ کی شدت سے بچانے کو بنائیں تو کچھ حرج نہیں۔ فی کشف الغطاء اولی آنست کہ پوشیدہ شود جنازہ زناں را ومستحسن داشتہ اند گرفتن صندوق را۔ برائے وے نہ برائے مرد۔ مگر آن کہ ضرورتے داعی باشد چون خوف باراں وبرف و شدت گرما ونحو آں۔ اور دوشالہ وغیرہ بیش بہا کپڑے ڈالنے سے اگر ریا وتفاخر مقصود ہو تو وہ حرام ہے نہ کہ خاص معاملہ میت واولین منازل آخرت میں اور اگر زینت مراد ہو تو وہ بھی مکروہ۔ فی الشامیۃ عن الطحاوی وینبغی کرۃ فیہ کل ماکان للزینۃ۔ ہاں تصدق منظور ہو، تو وہ بیشک محمود مگر تصدق کچھ اس پر موقوف نہیں کہ جنازہ پر ڈال ہی کردیں۔ یونہی پھولوں کی چادر بہ نیت زینت مکروہ اور اگر اس قصد سے ہو کہ وہ بحکم احادیث تخفیف اکمل وطیب الرائحہ وتسبیح خدا ومونس میت ہے تو حرج نہیں کما فی القبور فقی الھندیۃ وغیرھا وضع الورد والریاحین علی القبور حسن الخ واللہ تعالٰی اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۱۰۸: ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ۔

ہندوستان کے لوگوں کا دستور ہے کہ جب عورت کی حالت نزع ہوتی ہے تب اوس کے شوہر کو اوسکے پاس نہیں جانے دیتے اور اوسکا شوہر حالت نزع میں اوس کے پاس نہیں جاتا۔ اور اوس عورت کی تکفین وتدفین میں بھی شوہر کو نہیں شریک کرتے اور کہتے ہیں اب اوس کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ آیا یہ فعل اون کا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبتک جسم زن میں روح باقی ہے اگرچہ حالت نزع ہو، بلاشبہہ اوسکی زوجہ ہے۔ اور اوس وقت شوہر کو پاس نہ آنے دینا ظلم ہے اور اوسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہل ہے۔ اور بعد موت زن بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے۔ البتہ ہاتھ لگانا منع ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹: از موضع شمس آباد ضلع کیمبل پور پنجاب۔ مسئولہ مولوی غلام ربانی صاحب۔ ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین، خصوصًا حضرت عالم اہلسنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم اس مسئلہ میں کہ ضلع کیمبل پور کے پچاس ساٹھ موضع میں اور ایسا پیشاور کے ضلع بیس دس بیس موضع میں گاہے ماہے امام مسجد بعد دفن میت کے آلات کندیدنی گور قبر کے سر سے لیکر قبر کی پاؤں کی طرف کو ڈلواتا ہے۔ اور اس کو موجب امن گور جانتا ہے اور یہ حدیث پیش کرتا ہے من دس الملو علی القبر والقی آلتہ التی حفر بہا القبر امن من عذاب القبر اھ کسی کتاب کے اندر سے یہ مسئلہ نہیں دکھا سکتے۔ فقط کسی کتاب کے وقایہ پر لکھا یا دکھاتے ہیں۔ جو کہ خود اونہوں نے یا اون کے باپ دادا نے لکھا ہوگا۔ منیۃ المریدین اور خزانۃ الروایات کا حوالہ دیتے ہیں مگر وہ بھی غلط ہے کیونکہ عرصہ تین سال سے چند کتب خانے تلاش کرچکے نہ وہ کتابیں اون کو ملیں، نہ اور کسی کتاب سے اوسکا اشارہ پایا۔ کسی اپنے باپ دادا اور کسی مولوی اخوندزادہ کا قول وفعل ثابت کرتے ہیں اور یہ رواج بھی ابھی پچاس ساٹھ سال کا ہے۔ اور علمائے کرام پنجاب وافغانستان کہ جو اس فعل کے مانع ہیں وہ کہتے ہیں کہ اول جملہ اس عبارت کا تو بیشک مضوص ہے۔ مگر جملہ القائے آلات کا مخترعہ ہے: ابتداء یوں ہوئی ہوگی کہ بعد دفن میت کے آلات قبر کو بطور شمار کہ بیلچے سرہانے والے نے پاؤں والے کی طرف کو جو کہ عادۃً بعد دفن کھڑے ہوکر جانا چاہتے ہیں تو اوس وقت بیلچہ گردوں معول شمار کرکے اپنا اپنا لیجاتے ہیں) دینے یا شمار کرنے کے لئے پھینک دیا ہوگا۔ کسی نے نادانی سے اوسکا اس صورت سے ڈالنا ہی سمجھ لیا ہوگا۔ بعد کو جب نزاع ہوا ہوگا تو مروجہ نے عزت بچانے کے لیے یہ عبارت بناکر حدیث کی عبارت سے مناسبت دیکھ کر ملائی ہوگی۔ اور واقعی ایسا بہت جگہ ہوا ہے کہ پہلے زمانہ کے بعض بعض کم علموں نے اپنی کسی بات کی تحقیق وتاکید کے لیے قلمی کتابوں میں جو جو مضمون بڑھایا یا کم کیا۔ اب وہ چھاپے ہوجانے کے بعد اون کا پتہ چل رہا ہے۔ مانعین کہتے ہیں کہ اس کام کو ثواب سے کیا علاقہ ہے۔ ایک مولوی اس فعل بے اصل کے فاعل نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ جیسا کہ ان آلات کو میت کی قبر کھودنے میں تکلیف ہوئی ہے۔ اب مناسب ہے کہ یہ آلات بھی میت کے اوپر سے گزر جائیں تاکہ بدلہ ہوجائے۔ اس کا جواب بھی ترکی بہ ترکی دیا گیا کہ چاہیے کہ گورکن لوگ بھی میت یا اوس کی قبر سے کود کر پاؤں کی طرف کو چلے جایا کریں۔ عجیب جہالت ہے۔ بعدہ علمائے مانعین نے اشتہار دے دیا کہ یہ فعل بدعت سیئہ معلوم ہوتا ہے۔ ہزاروں کتابیں تلاش کی گئیں پتا نہ ملا۔ اور مجوزین بھی نہیں دکھا سکتے۔ لہٰذا ترک کرنا چاہیے؟

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زید امام مسجد کہتا ہے کہ عدم ذکر فی الکتب کے ساتھ دلیل عدم جواز اس فعل پر لانا درست نہیں۔ عبارت اوس کے مکتوب کی یہ ہے عدم وجدان الشیء فی کتب الفقہ واصول الفقہ والتفسیر والحدیث وغیرھا نفی الذکر والذکر فی الکتب من الدلیل فالتمسک بنفی الذکر بلا دلیل والتمسک بلا دلیل من الوجوہ الفاسدۃ التی لاعبرۃ بہا عند الحنفیۃ کما ذکرہ صاحب غایۃ التحقیق شرح الحسامی وصاحب نور الانوار شرح المنار وایضا ان الحرمۃ والکراھۃ حکمان شرعیان لابد لہما من الدلیل کما ھو مصرح رد المحتار فی قولہ والنتن الذی الخ والاصل فی الاشیاء الاباحۃ الاصلیۃ کما ھو مسطور فی الاشباہ وھھنا لادلیل علیہا فبقی امر الالقاء المذکور فی الافتاء علی الاباحۃ الاصلیۃ مع انضمام تعامل العلماء من المواضع المتعددۃ الذی ھو قسم من الاجماع کما ھو مذکور فی فصول الحواشی لاصول الشاشی وایضا ان البدعۃ السیئۃ ما تکون رافعۃ لسنۃ مثلہا کما صرح فی المشکوۃ المصابیح واذا لم یثبت سنیۃ عدم الالقاء بالدلیل المعتبر فکیف ینفیہ بدعۃ الالقاء وایضا الذکر المنفی فی الکتب المعتبرۃ اعم من الایجاب والسلب فکیف رجح المانع السلب علی الایجاب وایضا ان الکتب ساکتۃ من منع الالقاء وعدمہ ولاحکم فی الساکت کما ذکرہ فی عدۃ من کتب اصول الفقہ فی تعلیق قولہ تعالٰی ومن لم یستطع منکم طولا الخ تمام ہوئی عبارت مولوی مجوز کی جس رسم خط سے کہ اوس نے لکھی تھی۔ عریضہ نیاز فقیر خادم دربار محمد غلام ربانی۔

الجواب

بیشک فعل مذکور بروجہ مذکور بدعت سیئہ شنیعہ واجب الترک ہے۔ فی نفسہ وہ ایک فعل عبث تھا جسمیں عقلاً ونقلاً کوئی فائدہ نہیں اور اوسکی وجہ کہ مجوز نے بیان کی محض مضحکہ ہے۔ آلات کو تکلیف ہونا کیا معنی اور ہو بھی تو اس گزار دینے میں اون کو کیا آرام یہ بھی حرکت ہے کہ باعث کلفت ہے۔ اور میت پر کیا تکلیف کہ بدلہ ہو۔ اور ہو بھی تو میت کا کیا قصور تکلیف حفاروں نے دی۔ یا حفر کرانے والوں نے تو اون پر سے آلات گزارے جائیں۔ اور بالفرض میت مجرم ہے کہ اوس کے سبب تکلیف ہوئی تو احیا بدرجۂ اولٰی۔ تو عمارت بنوانے والا اگرچہ بادشاہ کہ قلعہ بنوائے روز شام کو تمام آلات معماران ومزدوران اوس پر سے گزارے جائیں۔ نہیں نہیں یہ خود اوس پر سے اوتریں کہ حقیقۃً تکلیف تو اونہیں کو ہوئی۔ اور میت پر سے چارپائی کیوں نہیں اوتاری جاتی جو اوس نے راستے بھر توڑی۔ آلات اسکا شکر نہیں کرتے کہ اون سے اعانت فرض کی اولٹے تکلیف کے شاکی ہوتے ہیں۔ اور فرض میں جب یہ بدلہ ہے تو خطیب کہ محض ادائے سنت کے لیے منبر پر بوجھ ڈالتا ہے وہاں تو سرے منبر اوتار دینا کافی بھی نہ ہوگا۔ بلکہ بعد خطبہ خطیب کے سر پر منبر لاد دینا چاہیئے۔ غرض جہل عجیب چیز ہے اس کے رد میں اطالت سے زیادہ وقت عزیز ہے۔ ہاں اس سے اوسکا عبث ہونا زیادہ واضح ہوگیا۔ کہ اوسکے حامی بھی کوئی فائدہ نہ بتا سکے۔ ناچار مضحکہ تراشا۔ اور عبث۔ بجائے خود بیہودہ ہے نہ کہ قبر میت کے ساتھ کہ محل تذکر واعتبار ہیں۔ نہ کہ جائے لغویات بیکار۔ ایسی ہی جگہ کے لیے ارشاد ہدایہ ودرر وغنیہ وتقریر کفایہ وعنایہ وفتح القدیر ہے۔ العبث خارج الصلوۃ حرام فما ظنک فی الصلوۃ۔ پھر اس عبث مبغوض کو دین میں نافع اور میت سے عذاب کا دافع سمجھ کر کرتے ہیں یہ قطعاً شرع میں زیادت واختراع وتشنیع ابتداع ہے۔ اور حدیث کے نام سے جو عبارت پیش کی ساختہ کذاب وضاع ہے۔ جاہل کو عبارت بنانی بھی نہ آئی۔ یا اجہلوں نے اپنی جہالت بڑھائی۔ القی اللہ التی حفر بہا القبر سے یہ مضمون کیونکر ادا ہوا کہ قبر پر سے اوتارین خصوصًا

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یوں کہ سرہانے سے پائنتی پھینکیں اور جن کی جزامیں امن من عذاب القبر تو اس کا مفید کہ ایسا کرنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ نہ کومیت بالجملہ اس بدعت عبث عند القبر بلکہ عبث مع القبر نے سنت تذکر و اعتبار کا رفع کیا اور اس ادعائے امن من عذاب القبر نے سنت ولاتقف مالیس لک بہ علم رفع کرکے اوس کی جگہ کبیرۂ تقولون علی اللہ مالاتعلمون رکھ دیا۔ اوس کے بدعت شنیعہ قبیحہ ہونے میں کیا شک رہا۔ دلائل منع یہ ہیں، نہ یہ کہ سکوت کتب ولادلیل سے استدلال کیا ہو۔ وہ مدعی نفع نہ دفع عذاب پر رد کو تھا کہ تلک کلمۃ ھو قائلھا ما انزل اللہ بھا من سلطان اور یہ رد قطعاً صحیح ہے۔ بلاشبہ دعوٰی بے دلیل قطعاً باطل و ذلیل فواتح الرحموت میں جس صفحہ میں لادلیل سے فساد استدلال کا ذکر ہے اوس میں چند سطر کے بعد ذکر استصحاب میں ہے الحکم بلادلیل باطل خصوصاً یہاں کہ ایسا تو ضرور امر تعبدی غیر معقول المعنی ہوتا جس کے لیے خاص نص شارع درکار۔ اور وہ قطعاً مفقود، تو ادعائے مخالف یقیناً مردود۔ اور محدود مواضع کے محدود اشخاص کا پچاس ساٹھ برس سے کوئی فعل تراش لینا اسے تعامل وقسم اجماع قرار دینا کس درجہ علم سے بعید وسطر ووقد فرغنا عن ابانتہ فی کتابنا شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر ھذا وقد اندفعت بما ذکرنا تعاقیع المجوزین بامرھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰: از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میانسرائے قدیم مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب ۔ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو طفل زنا سے متولد ہوکر چار یا پانچ سال کی عمر میں فوت ہوجائے۔ اور اوسکی مادر بجوت پابندی حکم شریعت اس سانحہ پر صبر اختیار کرے تو طفل متوفی مادر صابرہ کا فرط ہوگا یا نہیں اور اوس کے دلائل کیا کیا ہیں اور اگر پدر زانی کے قلب پر بھی اس سانحہ کا زیادہ صدمہ ہوا ہو اور وہ بھی لحاظاً امر شریعت صبر کو ملحوظ رکھے تو وہ بھی مستحق ہوگا کہ طفل متوفی اوس کے لیے فرط ہو یا مستحق نہ ہوگا۔ امید کہ مفصل جواب بحوالۂ عبارات کتب تحریر فرمایا جاوے تاکسی کو سن کر بمقابلۂ دلائل نقلیہ انکار کا موقع نہ ملے اور شخص متقر کو اطمینان کامل حاصل ہوجاوے۔ فقط۔

الجواب

ولد الزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ نہیں، شرع مطہر نے زانی سے اوس کا نسب قطع فرمادیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ بچہ بچھونے والے کا اور زانی کے لیے پتھر تو وہ اوسکا فرط کیونکر ہوسکتا ہے۔ رہا ماں کے لیے اوس کا فرط ہونا یہ اس پر موقوف ہے کہ ولد الزنا کو منصب شفاعت دیا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔ احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مطبوع علی الشر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ولد الزنا شر الثلثۃ۔ دوسری حدیث میں ہے لایدخل الجنۃ ولد زنیۃ اھ ای مع السابقین کما فی نظائرہ۔ تیسری حدیث میں ہے لاینبغی علی الناس الا ولد بغی او من فیہ عرق منہ چوتھی حدیث میں ہے من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث امامنافق واما ولد زانیۃ واما امرء حملت بہ امہ فی غیر طھر رواہ الدیلمی ورواہ البیھقی من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن الحسین عن ابی رافع عن ابیہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولفظہ امامنافق واما زنیۃ واما لغیر طھور۔ با این ہمہ اللہ عزوجل پر حکم نہیں کرسکتے یفعل اللہ ما یشاء ان اللہ یحکم ما یرید ہاں صبر بجائے خود ایک حسنہ جمیلہ ہے۔ واللہ لایضیع اجر المحسنین۔ واللہ تعالٰی اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۱۱۱: از عبد اللہ صاحب، محلہ بہاری پور، شہر بریلی، ۱۹ صفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے آج یہ بیان کیا کہ ایک نام کے دو آدمی ہوں تو ایسا ہوجاتا ہے کہ بجائے اوس کے کہ جس کی قضا آئی ہو، دوسرے آدمی کی روح قبض کرلیتے ہیں، فرشتے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ وقوعہ میرے روبرو کا ہے کہ ایک کا جان قبض کرلی گئی۔ اور چند منٹوں کے بعد وہ زندہ ہوگیا اور اوسی نام کا اوس محلہ کے قریب ایک شخص تھا وہ مرگیا۔ جو شخص اول مرگیا تھا جب اوس سے حال دریافت کیا تو اوس نے بہت کچھ قصہ بیان کیا۔ اس کے بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔ زیادہ حد ادب۔

الجواب

یہ محض غلط ہے۔ اللہ کے فرشتے اوس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے۔ قال اللہ تعالٰی ویفعلون ما یؤمرون فرشتے وہ کرتے ہیں جو اونھیں حکم ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲: ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو جمعرات کو انتقال کرے اوس پر عذاب قبر ہر جمعرات کو یا دائمی معاف ہے یا نہیں۔

الجواب

جمعرات کے لیے کوئی حکم نہیں آیا۔ شب جمعہ اور روز جمعہ اور رمضان مبارک میں ہر روز کے واسطے یہ حکم ہے کہ جو مسلمان اون میں مرے گا سوال نکیرین و عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ واللہ اکرم ان یعفو من شیئ ثم یعود فیہ۔ اللہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ ایک شے کو معاف فرماکر پھر اوس پر مواخذہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳: مسجد کے محاذی مسجد کے دروازہ سے ملحق اگر پرانا قبرستان ہو جس میں قبروں کے نشان نمایاں ہوں۔ اوس کی اراضی کو مسجد کے صحن کو وسعت دینے کی غرض سے ہموار کرکے شامل صحن مسجد کرلیا جائے اور اوس پر نماز پڑھی جائے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

حرام، حرام، حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴: از لاہور مسجد بیگم شاہی اندرون دروازہ مستی۔ مرسلہ صوفی احمد الدین۔ طالبعلم۔ ۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ارواح مومنین کی جگہ کون ہے۔ کیا جسد کے ساتھ رہتے ہیں یا علیحدہ۔

الجواب

ارواح مومنین برزخ میں اجسام مثالی ہیں۔ جیسے شہدا کیلئے فی حواصل طیور خضر فرمایا۔ سبز پرندوں کے بھیس میں اور اون کے مقام حسب مراتب مختلف ہیں۔ قبور پر یا چاہ زمزم میں یا فضائے آسمان میں یا کسی آسمان پر یا عرش کے نیچے۔ نور کی قندیلوں میں کما فصلہ الامام السیوطی فی شرح الصدور واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵: از کانپور محلہ مول گنج۔ مرسلہ امام الدین صاحب۔ ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مرنے کے بعد میت کو اپنے عزیزوں سے کس طرح تعلقات رہتے ہیں۔

الجواب

موت فنائے روح نہیں۔ بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے۔ روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے حدیث میں ہے انما خلقتم للابد تم ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بنائے گئے۔ تو جیسے تعلقات حیات دنیوی میں تھے۔ اب بھی رہتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں۔ برائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ تو اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶: از کانپور۔ محلہ مول گنج۔ مرسلہ امام الدین صاحب۔ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

۱۔ عزیزوں پر جو اثر ہوتا ہے کیا اوس کا اثر میت پر بھی ہوتا ہے یا نہیں (۲)، عذاب و ثواب کی کیا شکل ہے جبکہ انسان خاک میں مل جاتا ہے۔ اور روح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے (۳)، روح کا مقام مرنے کے بعد کہاں ہے (۴) خواب میں اپنے کسی مرحوم عزیز کو دیکھتے ہیں۔ کیا اس کا اثر مرحوم پر بھی پڑتا ہے یا نہیں (۵)، روح کیا چیز ہے۔ اکثر سنا گیا ہے کہ روح تمام دنیاوی کیفیات کا ادراک ہر وقت بعد موت کرتی ہے (۶) قبر پر کوئی شخص جائے۔ اس کا علم میت کو ہوتا ہے۔

الجواب

۱۔ عزیزوں کو اگر کوئی تکلیف پہونچتی ہے اوسکا ملال میت کو بھی ہوتا ہے۔ اموات پر رونے کی ممانعت میں فرمایا کہ جب تم روتے ہو مردہ بھی رونے لگتا ہے۔ تو اوسے غمگین نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) انسان کبھی خاک نہیں ہوتا۔ بدن خاک ہوجاتا ہے۔ اور وہ بھی کل نہیں۔ کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عجب الذنب کہتے ہیں۔ وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ اونہیں پر روز قیامت ترکیب جسم ہوگی۔ عذاب و ثواب روح وجسم دونوں کیلیے ہے۔ جو فقط روح کیلیے مانتے ہیں گمراہ ہیں۔ روح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلی بھی باقی۔ اور جو خاک ہوگئے وہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے۔ بلکہ تفرق اتصال ہوا۔ اور تغیر ہیئات۔ پھر استحالہ کیا ہے۔ حدیث میں روح وجسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اوس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے۔ ایک لنجھا کہ پاؤں نہیں رکھتا۔ اور آنکھیں ہیں۔ وہ اوس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے۔ پھلوں کو دیکھتا ہے مگر اون تک جا نہیں سکتا۔ اتنے میں ایک اندھا آیا اوس لنجھے نے اوس سے کہا، تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لیچل۔ میں تجھے رستہ بتاؤنگا اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے۔ یوں وہ اندھا اوس لنجھے کو لیگیا۔ اور میوے کھائے۔ دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے۔ دونوں ہی مستحق ہیں۔ اندھا اوسے نہ لیجاتا تو وہ نہ جا سکتا۔ اور لنجھا اوسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا۔ وہ لنجھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعال جوارح نہیں کرسکتی اور وہ اندھا بدن ہے کہ افعال کرسکتا ہے۔ اور ادراک نہیں رکھتا۔ دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی۔ دونوں ہی مستحق سزا ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (۳) روح کا مقام بعد موت حسب مراتب مختلف ہے۔ مسلمانوں میں بعض کی روحیں قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہ زمزم میں۔ اور بعض کی آسمان۔ زمین کے درمیان اور بعض آسمان اول دوم ہفتم تک اور بعض اعلٰی علیین میں اور بعض سبز پرندوں کی شکل میں زیر عرش نور کی قندیلوں میں۔ کفار میں بعض کی روحیں چاہ وادی برہوت میں بعض کی زمین دوم سوم ہفتم تک بعض سجین میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۴) کبھی پڑھتا ہے کبھی نہیں۔ دونوں قسم کے خواب شرح الصدور میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۵) روح میرے رب کے حکم سے ایک شے ہے اور تمہیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا۔ روح کے ادراکات علم وسمع وبصر باقی رہتے، بلکہ پہلے سے بھی زائد ہوجاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۶) قبر پر آنے والے کو میت دیکھتا ہے۔ اوسکی بات سنتا ہے۔ اگر زندگی میں پہچانتا تھا۔ اب بھی پہچانتا ہے۔ اگر اوس کا عزیز یا دوست ہے تو اس کے آنے سے اُنس حاصل کرتا ہے۔ یہ سب باتیں احادیث اقوال ائمہ میں مصرح اور اہلسنت کا اعتقاد ہیں۔ ان کی تفصیل کو ہماری کتاب حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۷: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب۔ بمعرفت حاجی لعل خاں ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نے مرید کو وصیت کی تھی کہ میری قبر کا کل سامان روشنی و قرآن خوانی ولنگر خانہ وعرس وغیرہ کا تم انتظام کرنا۔ چنانچہ مرید نے بموجب وصیت تمام سامان کیا۔ کل اخراجات کا متکفل ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ چادر و شیرینی و نقد وجنس مزار پر چڑھاتے ہیں وہ کس کا حق ہے اوس مرید کا جس نے یہ سب سامان اور اخراجات کیے اور جو خادم ہے۔ یا وہ فرزند شیخ کا۔

الجواب

چادر جو مزار پر ڈالی جائے وہ کسی کا حق نہیں۔ نہ اوس مرید خادم مزار کا۔ نہ فرزند صاحب مزار کا۔ نہ وہ وقف ہو۔ بلکہ وہ ڈالنے والے کی ملک پر رہتی ہے۔ جیسے کفن کہ تبرکاً کسی نے میت کو دیا۔ در مختار میں ہے لایخرج الکفن عن ملك المتبرع ردالمحتار میں ہے حتی لو افترس المیت سبع کان للمتبرع لا للورثۃ ملخص۔ باقی اور چڑھاوے اگرچہ وہ چادریں ہی ہوں جو مزار پر نہ ڈالیں نہ اوس پر ڈالنے کو دیں۔ بلکہ دیگر نذور کی طرح سمجھیں۔ ان میں عرف عام یہ ہے کہ خادم مزار ہی اون کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اسی قصد سے لوگ لاتے اور اوس کا انتفاع وتصرف دیکھتے، جانتے۔ روا رکھتے ہیں۔ والمعروف کالمشروط۔ تو وہ خدمت والا ہی اون کا مالک ہے۔ ترکہ نہیں کہ فرزند کو جائے اور اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقاً منع نہیں۔ نہ یہ نذر شرعی۔ بلکہ عرف ہے کہ اکابر کے حضور جو کچھ لیجاتے اوسے نذر کہتے ہیں۔ جیسے بادشاہ کی نذریں گزریں۔ بعض متاخرین نے کہ منع کیا میت کے لیے منت ماننے کو منع کیا ہے۔ وہ صورت یہاں عام مواقع میں نہیں۔ اکثر چڑھاوے منت ہی نہیں ہوتے۔ نہ یہ نذر شرعی نذر۔ اور یہاں مباحث نفیسہ ہیں کہ ہم نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کیں۔ معہذا امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی ابن سیدی اسمٰعیل بن عبدالغنی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شریف میں فرماتے ہیں ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرك بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلك علی حصول شفاء او قدوم غائب فانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین لقبورھم کما قال الفقھاء فیمن دفع الزکوۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ وکذلك الصدقۃ علی الغنی ھبۃ والھبۃ للفقیر صدقۃ۔ نذر اولیاء کا تفصیلی بیان ہمارے فتاوٰے افریقہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن

مسئلہ ۱۱۸: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید محمد ابراہیم صاحب ۹ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پارچہ کفن جو اماکن متبرکہ سے آئے اور اوس پر آیات کلام اللہ و احادیث وغیرہ لکھی ہوں وہ میت کو پہنانا کیسا ہے۔ اور شجرہ قبر میں رکھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی سترنا بذیل کرمہ فی حیاتنا وبعد الممات وفتح علینا فی التوسل بایاتہ وشعائرہ ابواب البرکات والصلوۃ والسلام علی من تبرک باثارہ الکریمۃ الاحیاء والاموات وحی ویحیی بامطار فیوضہ العظیمۃ کل موات وعلی الہ وصحبہ واھلہ وحزبہ عدد کل ماض واٰت، یہاں چار مقام ہیں اوّلاً فقہ حنفی سے کفن پر لکھنے کا جزئیہ کہ بدرجہ اولٰی قبر میں شجرہ رکھنے کا جزئیہ ہوگا۔ اور اوسکے مؤید احادیث و روایات۔ دوم احادیث سے اس کا ثبوت کہ معظمات دینیہ میں کفن دیا گیا یا بدن میت پر رکھی گئیں اور اسے محل تعظیم نہ جانا۔ سوم بعض متاخرین شافعیہ نے جو کفن پر لکھنے میں بے تعظیمی خیال کی اُوسکا جواب۔ چہارم قبر میں شجرہ رکھنے کا بیان۔ وباللہ التوفیق۔

مقام اول ۔ ہمارے علمائے کرام نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہدنامہ لکھنے سے اوس کے لیے اُمید مغفرت ہے (۱) امام ابوالقاسم صفار شاگرد امام نصیر بن یحیٰی تلمیذ شیخ المذہب سیدنا امام ابویوسف و محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی نے اسکی تصریح و روایت کی (۲) امام نصیر نے فعل امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسکی تائید و تقویت کی۔ (۳) امام محمد بزازی نے وجیز کردری (۴) علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اُس پر اعتماد فرمایا (۵) امام فقیہ ابن عجیل وغیرہ کا بھی یہی معمول رہا۔ (۶) بلکہ امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی کہ اُنہوں نے اپنے کفن میں عہدنامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسب وصیت اُن کے کفن میں لکھا گیا (۷) بلکہ حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمۂ شہادت لکھا۔ (۸) بلکہ امام ترمذی حکیم الٰہی سیدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پرنور سید عالم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من کتب ھذا الدعاء وجعلہ بین صدر المیت وکفنہ فی رقعۃ لم ینلہ عذاب القبر ولایری منکرا ونکیرا وھو ھذا جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھدے، اُسے عذاب قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم نیز ترمذی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالی وسلم نے فرمایا جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنَ الرَّحِیْمَ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَ تُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَاِنِّیْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ لِیْ عَھْدًا عِنْدَکَ تُؤَدِّیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ فرشتہ اسے لکھ کر مہر لگا کر قیامت کیلیے اٹھا رکھے۔ جب اللہ تعالیٰ اُس بندے کو قبر سے اٹھائے۔ فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے اور ندا کی جائے عہد والے کہاں ہیں۔ انھیں وہ عہدنامہ دیدیا جائے۔ امام نے اسے روایت کرکے فرمایا وعن طاؤس انہ امر بھذہ الکلمات فکتبت فی کفنہ۔ امام طاؤس کی وصیت سے یہ عہدنامہ اُن کے کفن میں لکھا گیا۔ امام فقیہ ابن عجیل نے اسی دعائے عہدنامہ کی نسبت فرمایا اذا کتب ھذ الدعاء وجعل مع المیت فی قبرہ وقاہ اللہ فتنۃ القبر وعذابہ۔ جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ اسے سوال نکیرین وعذاب قبر سے امان دے (۹) یہی امام فرماتے ہیں من کتب ھذا الدعاء فی کفن المیت رفع اللہ عنہ العذاب الی یوم ینفخ فی الصور وھو ھذا۔ جو یہ دعا میت کے کفن میں لکھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک اوس سے عذاب اوٹھائے اور وہ دعا یہ ہے۔ اللھم انی اسألک یا عالم السر یا عظیم الخطر یا خالق البشر یا موقع الظفر یا معروف الاثر یا ذا الطول والمن یا کاشف الضر والمحن یا الہ الاولین والاخرین فرج عنی ھمومی واکشف عنی غمومی وصل اللھم علی سیدنا محمد وسلم (۱۰) امام ابن حجر مکی نے اپنے فتاوے میں ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اُس کا فضل اور اسکی برکت مشہور ومعروف ہے۔ بعض علمائے دین سے نقل کیا کہ من کتبہ وجعلہ بین صدر المیت وکفنہ لاینالہ عذاب القبر ولا ینالہ منکر ونکیر ولہ شرح عظیم وھو دعاء الانس۔ جو اسے لکھ کر میت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اُسے عذاب قبر نہ ہو۔ نہ منکر نکیر اوس تک پہونچیں اور اس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے اور وہ چین اور راحت کی دعا ہے سبحٰن من ھو بالجلال موحد وبالتوحید معروف وبالمعارف موصوف وبالصفۃ علی لسان کل قائل رب وبالربوبیۃ للعالم قاہر وبالقہر للعالم جبار وبالجبروت علیم حلیم وبالحلم والعلم رؤف رحیم سبحنہ کما یقولون وسبحنہ کما ھم یقولون تسبیحا تخشع لہ السموات والارض ومن علیہا ویحمدنی من حول عرشی اسمی اللہ وانا اسرع الحاسبین مصنف عبدالرزاق اور اون کے طریق سے معجم طبرانی اور اون کے طریق سے حلیہ ابو نعیم میں ہے اخبرنا معمر عن عبداللہ بن محمد بن عقیل ان فاطمۃ رضی اللہ تعالی عنہا لما حضرتہا الوفاۃ امرت علیا فوضع لہا غسلا فاغتسلت وتطہرت ودعت بثیاب اکفانہا فلبستہا ومست من الحنوط ثم امرت علیا ان لاتکشف اذا ھی قبضت وان تدرج کما ھی فی اکفانہا فقلت لہ ھل علمت احدا فعل نحو ذلک قال نعم کثیر بن عباس وکتب فی اطراف اکفانہ یشھد کثیر بن عباس ان لا الہ الا اللہ۔ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اپنے غسل کے لیے پانی رکھوایا۔ پھر نہائیں۔ اور کفن منگا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی۔ پھر مولیٰ علی کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے۔ اور اسی کفن میں دفن فرمادی جائیں۔ میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا۔ کہا ہاں۔ کثیر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے۔ اور انہوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا۔ کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے ذکر الامام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الصفار لوکتب علی جبھۃ المیت او علی عمامتہ او کفنہ عہد نامہ یرجی ان یغفر اللہ تعالٰی للمیت ویجعلہ اٰمنا من عذاب القبر امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالٰی اُسے بخشدے اور عذاب قبر سے امون کرے۔ پھر فرمایا قال نصیر ھذہ روایۃ فی تجویز وضع عہد نامہ مع المیت وقد روی انہ کان مکتوبا علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ حبیس فی سبیل اللہ تعالٰی امام نصیر نے فرمایا یہ میت کے ساتھ عہد نامہ رکھنے کے جواز کی روایت ہے اور بیشک مروی ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اصطبل میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا ہوا تھا کہ وقف فی سبیل اللہ (۱۱) درمختار میں ہے کتب علی جبھۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہد نامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیت اوصی بعضہم ان یکتب فی جبھتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رؤی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملئکۃ العذاب فلما رأوا مکتوبا علی جبھتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا اٰمنت من عذاب اللہ مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اوس کیلئے بخشش کی اُمید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ اون کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدیں۔ لکھ دی گئی۔ پھر خواب میں نظر آئے۔ حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا۔ عذاب کے فرشتے آئے۔ جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی دیکھی۔ کہا تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے (۱۲) فتاوٰی کبرٰی مکی میں ہے۔ نقل بعضہم عن نوادر الاصول للترمذی ما یقتضی ان ھذا الدعاء لہ اصل وان الفقیہ ابن عجیل کان یأمر بہ ثم افتی بجواز کتابتہ قیاسا علی کتابۃ للہ فی نعم الزکٰوۃ بعض علماء نے نوادر الاصول امام ترمذی سے وہ حدیث نقل کی جس کا مقتضٰی یہ ہے کہ یہ دعا اصل رکھتی ہے۔ نیز ان بعض نے نقل کیا کہ امام فقیہ ابن عجیل اسکے لکھنے کا حکم فرمایا کرتے۔ پھر خود اُنہوں نے اوس کے جواز کتابت پر فتوٰی دیا اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے چوپاؤں پر لکھا جاتا ہے (للہ) یہ اللہ کے لیے ہیں۔ (۱۳) اُسی میں ہے واقرّ بعضہم بانہ قیل یطلب فعلہ لغرض صحیح مقصود فابیح وان علم انہ یصیبہ نجاستہ اس فتوے کو بعض دیگر علماء نے برقرار رکھا (۱۴) اور اوسکی تائید میں بعض اور علماء نے نقل کیا کہ غرض صحیح کیلئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا۔ اگرچہ معلوم ہو کہ اوسے نجاست پہنچے گی ھذا ما اثر ثم نظر وفیہ نظر کما سیأتی وباللہ التوفیق

مقام دوم: احادیث مؤیدہ **اقول** (۱۵) حدیث صحیح میں ہے بعض اجلّہ صحابہ نے کہ غالبا سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف یا سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تہبند اقدس (جو کہ ایک بی بی نے بہت محنت سے خوبصورت بُن کر نذر کیا۔ اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اوس کی ضرورت تھی) مانگا۔ حضور اجود الاجودین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عطا فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُنہیں ملامت کی کہ اُس وقت اس ازار شریف کے سوا حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے پاس اور تہبند نہ تھا اور آپ جانتے ہیں کہ حضور اکرم الکرما صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ پھر آپ نے کیوں مانگ لیا۔ اُنہوں نے کہا واللہ میں نے استعمال کو نہ لیا۔ بلکہ اسلئے کہ اوسمیں کفن دیا جاؤں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ نے اُن کی اس نیت پر انکار نہ فرمایا اُخر اسی میں کفن دیے گئے۔ صحیح بخاری میں ہے باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم ینکر علیہ حدثنا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عبداللہ بن مسلمۃ فذکر باسنادہ عن سہل رضی اللہ تعالٰی ان امرأۃ جاءت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببردۃ منسوجۃ فیہا حاشیتہا اتدرون ما البردۃ قالوا الشملۃ قال نعم قالت نسجتہا فجئت لاکسوکہا فاخذہا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محتاجا الیہا فخرج الینا وانہا ازارہ فحسنہا فلان ۔۔۔ اکسنیہا ما احسنہا قال القوم ما احسنت لبسہا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محتاجا الیہا ثم سألتہ وعلمت انہ لایرد قال انی واللہ ما سألتہ لالبسہا انما سألتہ لتکون کفنی قال سہل فکانت کفنہ۔ (۱۶) بلکہ خود حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا۔ اور غسل دینے والی بیبیوں کو حکم دیا کہ اُسے اُن کے بدن کے متصل رکھیں صحیحین میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے قالت دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونحن نغسل ابنتہ فقال اغسلنہا ثلثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماء وسدر واجعلن فی الاخرۃ کافورا او شیئا من کافور فاذا فرغتن فاذنّنی فلما فرغنا اذناہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ (۱۷) علماء فرماتے ہیں یہ حدیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔ لمعات میں ہے ھذا الحدیث اصل فی التبرک باثار الصالحین ولباسہم کما یفعلہ بعض مرید المشائخ من لبس اقمصتہم فی القبر (۱۸) یونہی حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہا کو اپنی قمیص اطہر میں کفن دیا رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححہ وابونعیم فی الحلیۃ عن انس (۱۹) وابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن جابر (۲۰) وابن عساکر عن علی (۲۱) والشیرازی فی الالقاب وابن عبدالبر وغیرہم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم (۲۲) اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اونہیں اپنا قمیص مبارک اسلئے پہنایا کہ یہ جنت کے لباس پہنیں۔ ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ قال لما ماتت فاطمۃ ام علی رضی اللہ تعالٰی عنہما خلع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیصہ والبسہا ایاہ واضطجع فی قبرہا فلما سوی علیہا التراب قال بعضہم یا رسول اللہ رأیناک صنعت شیئا لم تصنعہ باحد قال انی البستہا قمیصی لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معہا فی قبرہا لاخفف عنہا من ضغطۃ القبر انہا کانت احسن خلق اللہ صنیعا الی بعد ابی طالب (۲۳) بلکہ صحاح ستہ سے ثابت کہ جب عبداللہ بن اُبی منافق کہ سخت دشمن حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھا۔ جس نے وہ کلمہ ملعونہ لئن رجعنا الی المدینۃ کہا۔ جہنم واصل ہوا حضور پرنور حلیم غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اوس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن عبداللہ ابن اُبی کی درخواست سے کہ صحابی جلیل ومومن کامل تھے۔ اوس کے کفن کے واسطے اپنا قمیص مقدس عطا فرمایا۔ پھر اوس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے۔ لوگ اوسے رکھ چکے تھے۔ حضور طیب وطاہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اوس خبیث کو نکلوا کر لعاب دہن اقدس اوسکے بدن پر ڈالا۔ اور قمیص مبارک میں کفن دیا اور یہ بدلہ اس کا تھا۔ کہ روز بدر جب سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما گرفتار آئے برہنہ تھے۔ بوجہ طول قامت کسی کا کرتا ٹھیک نہ آتا اس مردک نے انہیں اپنا قمیص دیا تھا۔ حضور عزیز غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ منافق کا کوئی احسان حضور کے اہلبیت کرام پر بے معاوضہ رہ جائے۔ لہذا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لہٰذا اپنے دو قمیص مبارک اوس کے کفن میں عطا فرمائے۔ و نیز مرتے وہ ریاکار نفاق شعار خود عرض کر گیا تھا کہ حضور مجھے اپنے قمیص مبارک میں کفن دیں۔ پھر اوس کے بیٹے رضی اللہ تعالٰی عنہ نے درخواست کی اور ہمارے کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کا داب قدیم ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے یارسول اللہ یاکریم یارؤف یارحیم اسألك الشفاعۃ عند المولی العظیم والوقایۃ من نار الجحیم والامان من کل بلاء الیم لی ولکل من اٰمن بك وبکنا بك الحکیم علیك ومن لالك افضل صلاۃ واکمل تسلیم۔ پھر حکمت الٰہی اس عطائے بے مثال پر یہ ہوئی کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ شان رحمت دیکھ کر کہ اپنے کتنے بڑے دشمن کو کیسا نوازا ہے۔ ہزار آدمی قوم ابن ابی سے مشرف باسلام ہوئے کہ واقعی یہ حلم و رحمت و عفو و مغفرت نبی برحق کے سوا دوسرے سے متصور نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ صحیحین وغیرہما صحاح وسنن میں ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ان عبداللہ بن ابی لما توفی جاء ابنہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یارسول اللہ اعطنی قمیصك اکفنہ فیہ وصل علیہ واستغفر لہ فاعطاہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیصہ الحدیث (۲۴) نیز صحیح بخاری وغیرہ میں ہے عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبداللہ بن ابی بعدما دفن فنفث فیہ من ریقہ والبسہ قمیصہ (۲۵) امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فخرج لحاجتہ فتبعتہ باداوۃ فکسانی احد ثوبیہ الذی یلی جسدہ فخبأتہ لھذا الیوم واخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اظفارہ وشعرہ ذات یوم فاخذتہ فخبأتہ لھذا الیوم فاذا انا مت فاجعل ذالك القمیص دون کفنی مما یلی جسدی وخذ ذلك الشعر والاظفار فاجعلہ فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی۔ یعنی میں صحبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرف یاب ہوا۔ ایک دن حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ حاجت کیلئے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہوا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جوڑے سے کرتا کہ بدن اقدس کے متصل تھا مجھے انعام فرمایا۔ وہ کرتا میں نے آج کے لیے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک روز حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناخن و موئے مبارک تراشے وہ میں نے لیکر اس دن کیلئے اٹھا رکھے۔ جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا۔ و موئے مبارک و ناخن ہائے مقدسہ کو میرے مونھ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا (۲۶) حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبدالرحمٰن رواسی روایت کی قال حدثنا الحسن بن صالح عن ھارون بن سعید عن ابی وائل قال کان عند علی رضی اللہ تعالٰی عنہ مسك فاوصی ان یحنط بہ وقال ھو الفضل حنوط رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سکت علیہ الحاکم ورواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال حدثنا حمید بن عبدالرحمٰن بہ ورواہ البیھقی فی سننہ قال النووی اسنادہ حسن ذکرہ فی نصب الرایۃ من الجنائز یعنی مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے پاس مشک تھا۔ وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حنوط کا بچا ہوا ہے (۲۷) ابن السکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ عن ابیہ روایت کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قال قال ثابت البنانی قال لی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذہ شعرۃ من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضعھا تحت لسانی قال فوضعتھا تحت لسانہ فدفن وھی تحت لسانہ ذکرہ فی الاصابۃ یعنی ثابت بنانی فرماتے ہیں، مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہ موئے مبارک سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے۔ اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو۔ میں نے رکھ دیا۔ وہ یونہی دفن کیے گئے کہ موئے مبارک اُن کی زبان کے نیچے تھا۔ (۲۰) بیہقی و ابن عساکر امام محمد بن سیرین سے راوی عن انس بن مالک انہ کان عندہ عصیۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمات فدفنت معہ بین جنبیہ وبین قمیصہ یعنی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایک چھڑی تھی۔ وہ اُن کے سینہ پر قمیص کے نیچے ان کے ساتھ دفن کی گئی۔ اُن کے سوا ہنگام تتبع اور نظائر ان وقائع کے کتب حدیث میں ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ جیسے نقوش کتابت آیات واحادیث کی تعظیم فرض ہے۔ یونہی حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ردا وقمیص خصوصاً ناخن و موئے مبارک کی کہ اجزائے جسم اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی کل جزء جزء وشعرۃ شعرۃ منہ وبارک وسلم۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا ان طریقوں سے تبرک کرنا اور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُسے جائز ومقرر رکھنا بلکہ بنفس نفیس یہ فعل فرمانا جواز مانحن فیہ کیلئے دلیل واضح ہے۔ اور کتابت قرآن عظیم کی تعظیم زیادہ ماننا بھی ہرگز مفید تفرقہ نہیں ہوسکتا۔ کہ جب علت منع خوف تنجیس ہے تو وہ جس طرح کتابت فرقان کے لیے ممنوع ومحظور یونہی لباس واجزائے جسم اقدس کے لئے قطعاً ناجائز ومحذور۔ پھر صحاح احادیث سے اس کا جواز بلکہ ندب ثابت ہونا بحکم دلالۃ النص اس کے جواز کی دلیل کافی وللہ الحمد۔

مقام سوم: کفن پر آیات اسماء ادعیہ لکھنے میں، جو شبہہ کیا جاسکتا تھا۔ وہ یہی تھا کہ میت کا بدن شق ہوتا۔ اُس سے ریم وغیرہ نکلتا ہے۔ تو نجاست سے تلوث لازم آئے گا۔ اسکا نفیس ازالہ امام نفیس نے فرمادیا۔ کہ اصطبل فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا حبیس فی سبیل اللہ تعالٰی۔ جو احتمال نجاست یہاں ہے وہاں بھی تھا تو معلوم ہوا کہ ایک امر غیر موجود کا احتمال نیت صالحہ وغرض صحیح موجود فی الحال سے مانع نہیں آتا۔ مگر ایک متاخر عالم شافعی المذہب امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس جواب میں کلام کیا کہ رانِ اسپ پر لکھنا صرف پہچان کیلئے تھا۔ اور کفن پر لکھنے سے تبرک مقصود ہوتا ہے۔ تو یہاں کلمات معظمہ اپنے حال پر باقی ہیں۔ انھیں معرض نجاست پر پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ذکرہ فی فتاواہ الکبرٰی واثرہ العلامۃ الشامی فتبعہ علی عادتہ فانی رأیتہ کثیرا ما یتبع ھذا الفاضل الشافعی کما فعل ھٰھنا مع نص ائمۃ مذھبہ الامام نصیر والامام الصفار وتصریح البزازیۃ والدرالمختار وکذا فی مسئلۃ نزول الخطیب درجۃ عند ذکر السلاطین وفی مسئلۃ اذان القبر وفی نجاسۃ رطوبۃ الرحم بالاتفاق مع ان الصواب ان طھارۃ رطوبۃ الفرج عند الامام یشمل الفرج الخارج والرحم والفرج الداخل جمیعا کما بینتہ فی جدالممتار **اقول** قطع نظر اس سے کہ یہ فارق یہاں اصلا نافع نہیں کما بینتہ فیما علقت علی ردالمحتار۔ مقام ثانی میں جو احادیث جلیلہ ہم نے ذکر کیں وہ تو خاص تبرک ہی کے واسطے تھیں تو فرق ضائع اور امام نصیر کا استدلال صحیح وقاطع ہے۔ ثم **اقول** بلکہ خود قرآن عظیم مثل سورۂ فاتحہ وآیات شفا وغیرہا بغرض شفا لکھ کر دھو کر پینا سلفاً خلفاً

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بلا نکیر رائج ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے دردِ زہ کیلئے فرمایا تکتب لھا شیئ من القرآن وتسقی قرآن مجید میں سے کچھ لکھ کر عورت کو پلائیں۔ امام احمد بن حنبل اس کے لیے حدیث ابن عباس دعائے کرب اور دو آیتیں تحریر فرمایا کرتے لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحٰن اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العٰلمین کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار۔ اون کے صاحبزادہ جلیل امام عبداللہ بن احمد اسے زعفران سے لکھتے۔ امام حافظ ثقہ احمد بن علی ابوبکر مروزی نے کہا، میں نے اون کو بارہا اسے لکھتے دیکھا۔ رواہ الامام الثقۃ الحافظ ابو علی الحسن بن علی الخلال المکی حالانکہ معلوم ہے کہ پانی جزو بدن نہیں ہوتا۔ اور اس کا مثانہ سے گزر کر آلات بول سے نکلنا ضرور ہے۔ بلکہ خود زمزم شریف کیا متبرک نہیں ولہذا اوس سے استنجا کرنا منع ہے۔ درمختار میں ہے یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال ردالمحتار میں ہے وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک اور اوس کا پینا اعلٰی درجہ کی سنت بلکہ کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی علامت۔ تاریخ بخاری وسنن ابن ماجہ وصحیح مستدرک میں بسند حسن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اٰیۃ ما بیننا وبین المنافقین انھم لا یتضلعون من زمزم ہم میں اور منافقوں میں فرق کی نشانی یہ ہے کہ وہ کوکھ بھر کر آب زمزم نہیں پیتے۔ بلکہ بحمد اللہ تعالٰی ہماری تقریر سے امام ابن حجر شافعی اور اون کے تبع کا خلاف ہی اُٹھ گیا۔ اول نے اوسے حدیث کے ثبوت پر موقوف رکھا تھا قال والقول بانہ قیل یطلب فعلہ الخ مردود لان مثل ذلک لا یحتج بہ وانما کانت تظھر الحجۃ لو صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طلب ذلک ولیس کذالک دوم نے حدیث یا قول مجتہد پر قال فالمنع ھنا بالاولٰی مالم یثبت عن المجتھد او ینقل فیہ حدیث ثابت۔ ہم نے متعدد احادیث صحیحہ سے اوسے ثابت کردیا اور امام نصیر وامام قاسم صفار نے خود ہمارے مذہب کے ائمہ مجتہدین سے ہیں۔ بالجملہ حکم جواز ہے اور اگر کوئی بلحاظ زیادت احتیاط کفن پر لکھنے یا لکھا ہوا کفن دینے سے اجتناب کرے تو جا دارد۔ اس بحث کی تکمیل وتفصیل فقیر نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی۔ اوس کا یہاں ذکر خالی از نفع نہیں امام ابن حجر مکی نے بعد عبارت مذکورہ نمبر ۱۲ فرمایا تھا قیاسہ علی مافی نعم الصدقۃ ممنوع لان القصد ثم التمییز لا التبرک وھذا القصد التبرک فالاسماء المعظمۃ باقیۃ علی حالھا فلا یجوز تعریضھا للنجاسۃ اھ واقرہ ش فقیر نے اوس پر تعلیق کی **اقول** ھذا الفرق لا یجدی نفعا وکیف یسلم ان قصد التمییز یسقط تعظیم ما وجب تعظیمہ شرعا افتبدل بہ اعیان الاسماء المعظمۃ فھو باطل عیانا ام لا یراد بھا معانیھا بل تکون الفاظا مستعملۃ فی معان اخرٰی او من دون معنی وھذا ایضا باطل قطعا فان قولنا للہ او حبیس فی سبیل اللہ

۱؎ بلکہ دیلمی نے مسند الفردوس میں اون سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا عسر علی المرأۃ ولادتھا اخذ اناء نظیفا وکتب علیہ قولہ تعالٰی کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار بلٰغ فھل یھلک الا القوم الفٰسقون کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ثم یغسل وتسقی منہ المرأۃ وینضح علی بطنھا وفرجھا جس عورت کو جننے میں دشواری ہو پاکیزہ برتن پر آیتیں لکھ کر دھو کر اوسے پلائیں۔ اور اوس کے پیٹ اور فرج پر چھڑکیں ذکرہ فی ترجمۃ الاصمعی او معزیا بالتفسیر بحر العلوم ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

انما یفید التمییز ویفهم الصدقة بالنظر الی معانیها الموضوعة لها لاغیر اما اذا استعملت الکلمات المعظمة فی معانیها لکن
الغرض هنالك افهام امر ما سوی نحو التبرك ویخرجها ذلك عن کونها معظمة وای دلیل من الشرع علی ذلك بل
الدلائل بل البداهة ناطقة بخلافه ولو ان مجرد قصد غرض اٰخر غیر نحو التبرك کان یسقط التعظیم فلیجز توسد القراٰن
العظیم بل اولی لان الغرض ثمه لایتم الا باسم الجلالة من حیث هو اسم الجلالة اما ههنا فقط المتوسد لیس الی
قراٰنیته من حیث هی هی بل الی حجمه وضخامة جلده واذا جاز ذلك لذلك جاز ایضا والعیاذ بالله تعالٰی
ان یضع المصحف الکریم علی الارض ویجلس علیه توقیا الثیاب من التراب فانه لیس باعظم من التعریض للابوال وال[illegible]
الی غیر ذلك مما لایجیزه احد ولعل متعللا یعتل بجواز قراءة امثال الفاتحة للجنب والحائض اذا قصدوا الثناء
والدعاء دون التلاوة اقول نازعه المحقق الحلبی فی الحلیة وخص الجواز بما لایقع به التحدی ای ما دون
ثلث اٰیات ولی فی هذا ایضا کلام والحق عندی ان الجواز بنیة الدعاء او الثناء ورد علی خلاف القیاس توسعة
من الله تعالٰی بعبیده رحمة منه وفضلا فلا یجوز القیاس علیه علا ان منع الجنب لم یکن لنفس الالفاظ بل لکونها
قراٰنا ای کلام الله عزوجل النازل علی نبیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم المثبت بین الدفتین من حیث هو کذلك
حتی لو فرض ان تلك الالفاظ کانت حدیثا لم یحرم علیه قراءته فاذا قرأت علی جهة انشاء کلام من عند نفسه
لم تبق النسبة المانعة ملحوظة اما ههنا فالتعظیم لنفس تلك الالفاظ الموضوعة لتلك المعانی المعظمة وهی باقیة
فی الکتابة علی حالها فافهم مع ان العلامة سیدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی نص علی ان النیة تعمل
فی تغییر المنطوق لا المکتوب کما نقله العلامة ش قبیل المیاہ واقرہ ثم اقول علی التسلیم لامحیص عن کونها اعنی ما
کتب علی اتخاذ الابل حروفا وحروف الهجاء المعظمة بانفسها لایجوز تعریضها للنجاسة کیف وانها علی ما ذکر
الزرقانی فی شرح المواهب قراٰن انزل علی سیدنا هود علی نبینا الکریم وعلیه الصلاة والتسلیم وکذا نقله فی ردالمحتار
عن بعض القراء وقدمه عن سیدی عبدالغنی عن کتاب الاشارات فی علم القراءات للامام القسطلانی وقال اعنی
الشامی فیه ان الحروف فی ذاتها لها احترام اھ وقال ایضا نقلوا عندنا ان للحروف حرمة ولو مقطعة اھ وفی
الهندیة لو قطع الحرف من الحرف او خیط علی بعض الحروف فی البساط او المصلی حتی لم تبق الکلمة متصلة لم تسقط
الکراهة وکذلك لو کان علیها الملك لاغیر وکذلك الالف وحدها واللام وحدها کذا فی الکبری اذا کتب اسم
فرعون او کتب ابوجهل علی غرض یکرہ ان یرموا الیه لان لتلك الحروف حرمة کذا فی السراجیة اھ بل صرح فی
الدرالمختار وغیرہ انه یجوز رمی برایة القلم الجدید ولا ترمی برایة القلم المستعمل لاحترامه کحشیش المسجد وکناسته
لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم اھ وفی ردالمحتار ورق الکتابة له احترام ایضا لکونه اٰلة لکتابة العلم ولذا علله
فی التاترخانیة بان تعظیمه من ادب الدین اھ فاذا کان هذا فی برایة القلم وبیاض الورق الغیر المکتوب فما

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ظنك بالحروف فاذن لاشك فی صحۃ الاستناد ولابد من اخراج کتابات الابل عن الاخلال بالتعظیم واقول یظهر لی فی النظر الحاضر ان لیس الامتهان من لازم تلك الکتابۃ ولا هو موجود حین فعلت ولا هو مقصود لمن فعل وانما اراد الیقین وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی قال فی جواهر الاخلاطی ثم الفتاوی الهندیۃ لاباس بکتابۃ اسم الله تعالی علی الدراهم لان قصد صاحبه العلامۃ لا التهاون اھ هذا لاشك انه جار فیما نحن فیه فلیس التنجیس من لازم الکتابۃ ولا هو موجود ولا مقصود وانما المراد التبرك الی اخر ما مر فان قنع بهذا فذاك والا فایلما ابدیتم من الوجه فی ذالك فانه یجری فیما هنالك ولا یظهر فرق بتغیر المسالك فان قلت التنجیس فی الابل غیر مقطوع به حتی فی الجانب الانسی من افخاذها لانها تتفاج حین تبول فکیف بالوحشی المکتوب علیه قلت لاقطع فی التکفین ایضا فلیس کل جسد یبلی فان الاولیاء والعلماء العاملین والشهداء والموذن المحتسب وحامل القراٰن العامل به والمرابط والمیت بالطاعون صابرا محتسبا والمکثر من ذکر الله تعالی لاتتغیر ابدانهم نقله العلامۃ الزرقانی فی شرح الموطا من جامع الجنائز وجعلهم عشرۃ کاملۃ بذکر الانبیاء علیهم الصلاۃ والسلام ثم الصدیقین والمحبین لله تعالی وجمعت هذین فی قولی الاولیاء ثم تقیید الموذن بالمحتسب هو نص حدیث اخرجه الطبرانی عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالی عنهما عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال الموذن المحتسب کالشهید المتشحط فی دمه واذا مات لم یدود فی قبره ومن محل اثر مجاهد الموذنون اطول الناس اعناقا یوم القیمۃ ولا یدودون فی قبورهم رواه عبد الرزاق وذلك بدلیل الجزء الاول اطول الناس الخ اما حامل القراٰن فحدیث ابن مندۃ عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالی عنهما انه قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم اذا مات حامل القراٰن اوحی الله الی الارض ان لاتاکلی لحمه فتقول الارض ای رب کیف اٰکل لحمه وکلامك فی جوفه قال ابن مندۃ وفی الباب ابوهریرۃ وابن مسعود وزاد فیه الشیخ قید العامل به اقول ولکن العامل به مرجوله ذلك وان لم یکن حاملہ فقد اخرج المروزی عن قتادۃ قال بلغنی ان الارض لاتسلط علی جسد الذی لم یعمل خطیئۃ الا ان یقال ان وصف العامل به حاصل للحفاظ الثواب ایضا ثم الذی لم یعمل خطیئۃ هو الصالح المحفوظ ولا یشمل الصبی فیما اظن والله تعالی اعلم وبضم هذا تم العشرۃ ولله الحمد نبی. ولی عالم. شهید. مرابط. میت طاعون. موذن محتسب ذکار. عامل القراٰن من لم یعمل خطیئۃ فان کان من نکفنه احد هؤلاء فذاك والا فما یدریك ان هذا المسلم لیس من اولیاء الله تعالی او لم ینل منازل الشهداء او بل من الاشیاء من لایتغیر جسده تشدیدا للتعذیب والعیاذ بالله القریب المجیب هذا واما ما ایده به المحشی مما قدم علی الفتح انه تکره کتابۃ القراٰن واسماء الله تعالی علی الدراهم والمحاریب والجدران ومایفرش اھ مافی الفتح قال المحشی فما ذاك الا لاحترامه وخشیۃ وطئه ونحوه مما فیه اهانۃ فالمنع هنا بالاولی مالم یثبت عن المجتهد او ینقل فیه حدیث ثابت اھ وهذا الذی حمله علی العدول عن قول امام مذهبه الصفار الحنفی الی قول الامام ابن الصلاح من متاخری الشافعیۃ فاقول اما

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الکتابۃ علی الفرش فانہ یہان حاضرا وقصدہا لاینفک عن التہاون فلیس مما نحن فیہ ولا کلام فی کراہتہ واما علی البواقی فالمسئلۃ تختلف فیہا وقد اسمعناک انفا ما فی جواہر الاخلاطی فی حق الدراہم وقال الامام الاجل قاضی خان فی فتاواہ وکتب القراٰن علی الحیطان والجدران بعضہم قالوا یرجی ان یجوز وبعضہم کرہوا ذلک مخافۃ السقوط تحت اقدام الناس اھ فقد قدم رجاء الجواز وہو کما صرح بہ فی دیباجۃ فتاواہ لایقدم الا الاظہر الاشہر ویکون کما نص علیہ العلامۃ السید الطحطاوی ثم السید المحشی ہو المعتمد فاذن فلتکن الکتابۃ المعہودۃ علی افخاذ الابل من لدن سیدنا الفاروق الاعظم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ حجۃ لقول الجواز ان فرضنا المساواۃ والا فلا نسلمہا من الاصل فان الکتابۃ علی المحاریب والجدران انما یکون المقصود بہا غالبا الزینۃ ولیست من الحاجۃ فی شیئ فالمنع ثمہ لایستلزم المنع حیث الحاجۃ ملحۃ کالتمیین والتبرک والتوسل للنجاۃ باذن اللّٰہ تعالٰی فافہم واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مقام چہارم جب خود کفن پر ادعیہ وغیرہا تبرکاً لکھنے کا جواز فقہاً وحدیثاً ثابت ہے تو شجرۂ شریف رکھنا بھی بداہۃً اسی باب سے ہے بلکہ بالاولٰی اولاً تو اسمائے محبوبان خدا علیہم التحیۃ والثناء سے توسل وتبرک بلاشبہ محمود ومندوب ہے۔ **تفسیر طبری** پھر **شرح مواہب لدنیہ** للعلامۃ الزرقانی میں ہے۔ اذا کتب اسماء اہل الکہف فی شیئ والقی فی النار اطفئت جب اصحاب کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈال دیے جائیں آگ بجھ جاتی ہے۔ **تفسیر نیشاپوری** علامہ حسن بن محمد بن حسین نظام الدین میں ہے عن ابن عباس ان اسماء اصحاب الکہف تصلح للطلب والہرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقۃ ویرمی بہا فی وسط النار ولبکاء الطفل تکتب وتوضع تحت راسہ فی المہد وللحرث تکتب علی القرطاس وترفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع وللضربان وللحمی المثلثۃ والصداع والغنی والجاہ والدخول علی السلاطین تشد علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادۃ تشد علی فخذہا الیسری ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاۃ من القتل یعنی **عبداللّٰہ بن عباس** رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ اصحاب کہف کے نام تحصیل نفع ودفع ضرر اور آگ بجھانے کے واسطے ہیں۔ ایک پارچہ میں لکھ کر بیچ آگ میں ڈال دیں۔ اور بچہ روتا ہو تو لکھ کر گہوارے میں اوس کے سر کے نیچے رکھ دیں۔ اور کھیتی کی حفاظت کے لیے کاغذ پر لکھ کر بیچ کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اوس پر باندھ دیں۔ اور رگیں تپکنے اور تپ باری اور درد سر اور حصول تونگری و وجاہت اور سلاطین کے پاس جانے کے لیے دہنی ران پر باندھیں۔ اور دشواری ولادت کیلئے عورت کی بائیں ران پر۔ نیز حفاظت مال اور دریا کی سواری اور قتل سے نجات کیلئے۔ **امام ابن حجر مکی** صواعق محرقہ میں نقل فرماتے ہیں۔ جب امام علی رضا رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ نیشاپور میں تشریف لائے۔ چہرۂ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا۔ حافظان حدیث امام ابوزرعہ رازی وامام محمد بن اسلم طوسی اور اون کے ساتھ بیشمار طالبان علم وحدیث حاضر خدمت انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کی کہ اپنا جمال مبارک ہمیں دکھائیے۔ اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمائیے۔ امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹالیں۔ خلق کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ **دو گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے۔** پردہ ہٹتے ہی خلق کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاتا ہے۔ کوئی روتا ہے۔ کوئی خاک پر لوٹتا ہے کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علماء نے آواز دی خاموش۔ سب لوگ خاموش ہو رہے۔ دونوں امام مذکور نے حضور سے کوئی حدیث روایت کرنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کو عرض کی، حضور نے فرمایا حدثنی ابی موسی الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہم قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال حدثنی جبریل قال سمعت رب العزۃ یقول لا الٰہ الا اللہ حصنی فمن قال دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی یعنی امام علی رضا امام موسٰی کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ اُن سے جبریل نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ تو جس نے اسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے امان میں رہا۔ یہ حدیث روایت فرما کر حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا۔ دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کیے گئے بیس ہزار سے زائد تھے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا لو قرأت ھذا الاسناد علی مجنون لبریٔ من جنتہ۔ یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اُسے جنون سے شفا ہو۔ اقول فی الواقع جب اسمائے اصحاب کہف قدست اسرارہم میں وہ برکات ہیں، حالانکہ وہ اولیائے عیسویین میں سے ہیں۔ تو اولیائے محمدیین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کا کیا کہنا۔ اُن کے اسمائے کرام کی برکت کیا شمار میں آسکے۔ اے شخص تو نہیں جانتا کہ نام کیا ہے ـــــ مسمّٰی کے انحائے وجود سے ایک نحو ہے امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء نے فرمایا ہے کہ وجود شے کی چار صورتیں ہیں۔ وجود اعیان میں، علم میں، تلفظ میں، کتابت میں۔ تو ان دو شق اخیر میں وجود اسم ہی کو وجود مسمّٰی قرار دیا ہے۔ بلکہ کتب عقائد میں لکھتے ہیں الاسم عین المسمّٰی نام عین مسمّٰی ہے۔ امام رازی نے فرمایا المشہور عن اصحابنا ان الاسم ھو المسمّٰی۔ مقصود اتنا ہے کہ نام کا مسمّٰی سے اختصاص کپڑوں کے اختصاص سے نوائد ہے اور نام کی مسمّٰی پر دلالت تراشۂ ناخن کی دلالت سے افزوں ہے۔ تو خالی اسماء ہی ایک اعلٰی ذریعۂ تبرک و توسل ہوتے نہ کہ اسامی سلاسل علیہ کہ اسناد و اتصال بمحبوب ذو الجلال و بحضرت عزت و جلال ہیں، جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اللہ و محبوب و اولیا کے سلسلۂ کرام و کرامت میں انسلاک کی سند تو شجرۂ طیبہ سے پڑھ کر اور کیا ذریعۂ توسل چاہئے۔ پھر کفن پر لکھنا کہ ہمارے ائمہ نے جسے جائز فرمایا اور امید گاہ مغفرت بنایا۔ اور بعض شافعیہ کو اس میں خیال نجیس آیا۔ شجرۂ طیبہ میں اُس کا خیال بھی لزوم نہیں۔ کیا ضرور کہ کفن ہی میں رکھیں۔ بلکہ قبر میں طاق بنا کر خواہ سرہانے کہ نکیرین پائنتی کی طرف سے آتے ہیں۔ اُن کے پیش نظر ہو۔ خواہ جانب قبلہ کہ میت کے پیش رو رہے اور اس کے سکون و اطمینان و اعانت جواب کا باعث ہو۔ باذنہ تعالٰی ولہ الحمد۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی رسالہ فیض عام میں شجرہ قبر میں رکھنے کو معمول بزرگان دین بتا کر سرہانے طاق میں رکھنا پسند کیا۔ یہ امر واسع ہے بلکہ ہماری تحقیق سے واضح ہوا کہ کفن ہی میں رکھنے میں جو کلام فقہاء بتایا گیا وہ متاخرین شافعیہ ہیں، ہمارے ائمہ کے طور پر یہ بھی روا ہے۔ ہاں خروج عن الخلاف کے لیے طاق میں رکھنا زیادہ مناسب دیکھا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۱۱۹: ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے گھر کا کھانا، جو اہل میت سوم تک بطور مہمانی کے پکاتے ہیں۔ اور سوم کے چنے بتاشوں کا لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

میت کے گھر کا کھانا تو البتہ بلاشبہہ ناجائز ہے جیسا کہ فقیر نے اپنے فتوے میں مفصلاً بیان کیا۔ اور سوم کے چنے بتاشے کہ بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کے قصد سے ہوتے ہیں، یہ اوس حکم میں داخل نہیں۔ نہ میرے اس فتوے میں انکی نسبت کچھ ذکر ہے۔ اگر مالک نے صرف محتاجوں کے دینے کے لئے منگائے اور یہی اوسکی نیت ہے تو غنی کو ان کا بھی لینا ناجائز۔ اور اگر اوس نے عام حاضرین پر تقسیم کیلئے منگائے ہیں تو اگر غنی بھی لے لیگا۔ تو گنہگار نہ ہوگا۔ اور یہاں بحکم عرف ورواج عام حکم یہی ہے۔ کہ وہ خاص مساکین کیلئے نہیں ہوتے تو غنی کو بھی لینا ناجائز نہیں اگرچہ احتراز زیادہ پسندیدہ اور اسی پر ہمیشہ سے اس فقیر کا عمل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ جَلیُّ الصَّوتِ لِنَهیِ الدَّعوۃِ اَمامَ المَوت

مسئلہ ۱۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلاد ہندیہ میں رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اوس کے اعزہ اقارب واحباب کی عورات اوس کے یہاں جمع ہوتی ہیں۔ اوس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے۔ پان چھالیا کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اوس وقت اون کا ہاتھ خالی ہو تو اس ضرورت سے قرض لیتے ہیں۔ یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون وبدنام ہوتے ہیں۔ یہ شرعاً جائز ہے یا کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل نبینا الرحیم الغفور بالرفق والتیسیر واعدل الامور فنی الدعوۃ عند الشرور ردون الفرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ الکرام وصحبہ الصدور۔ سبحٰن اللہ اے مسلمان یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا۔ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔ اولاً یہ دعوت خود ناجائز وبدعت شنیعہ قبیحہ ہے۔ امام احمد نے اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بسند صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔ ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور اون کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ اہلبیت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔ اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا ولفظہ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانھا شرعت فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ فتاوٰی خلاصہ وفتاوٰی سراجیہ وفتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین وکتاب الکراھیۃ اور تاتارخانیہ سے فتاوٰی ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے واللفظ للسراجیۃ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام فی المصیبۃ اھ زادفی الخلاصۃ لان الضیافۃ تتخذ عند السرور۔ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تأسف فلایلیق بھا مایکون للسرور۔ غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں، تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔ تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے لاباس بالجلوس للمصیبۃ الٰی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل المیت۔ مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے کھانے۔ امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں اطال ذٰلک فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا۔ یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔ جامع الرموز آخر الکراھیۃ میں ہے یکرہ الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام او اقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذہ الایام وکذا اکلھا کما فی خیرۃ الفتاوٰی یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اوس کا کھانا بھی منع، جیسا کہ خیرۃ الفتاوٰی میں تصریح کی۔ اور فتاوٰی القروی اور واقعات المفتین میں ہے یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام واکلھا لانھا مشروعۃ للسرور تین دن ضیافت اور اوس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوئی ہے۔ کشف الغطاء میں ہے ضیافت نمودن اہل بیت اہل تعزیت را وپختن طعام برائے آنہا مکروہ ست۔ باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیہ آن دشوار است۔ اسی میں ہے پس آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را درسوم وقسمت نمودن آن میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور است نہ نزد شرور وھو المشھور عند الجمھور۔ ثانیًا غالبًا ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے۔ یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے نہ اون سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا۔ بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں۔ اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔ مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ قال تعالٰی لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ خصوصًا نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اوسے ہے نہ اوس کے باپ اوس کے وصی کو لان الولایۃ للنظر لا للضرر علی الخصوص اور اگر اون میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں، بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں، تو سب وارث موجود و بالغ وراضی ہوں۔ خانیہ و بزازیہ و تتارخانیہ و ہندیہ میں ہے ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ نیز فتاوی قاضی خاں میں ہے ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیرۃ فلا یتخذ ذلک من الترکۃ۔ ثالثاً یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں۔ افعال منکرہ کرتی ہیں۔ مثلاً چلّا کر رونا پیٹنا بناوٹ سے منہ ڈھانکنا۔ الی غیر ذلک۔ اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کیلئے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس ناجائز مجمع کیلئے ناجائز تر ہوگا۔ کشف الغطا میں ہے۔ ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ است زیرا کہ اعانت است ایشاں را بر گناہ۔ رابعاً اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنی غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کیلئے بھی زنہار پسند نہیں۔ نہ کہ ایک رسم ممنوع کیلئے پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔ پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا۔ اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے باعث لعنت ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں۔ اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ واللہ الہادی۔ تنبیہ۔ اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں وہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انہیں کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور بار ان کے لیے بھی فقط روز اول کا حکم ہے۔ آگے نہیں۔ کشف الغطا میں ہے مستحب است خویشاں وہمسایہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است اھ ملخصاً عالمگیری میں ہے حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل معہم فی الیوم الاول جائز لشغلہم بالجہاز وبعدہ یکرہ کذا فی التتارخانیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۱

مسئلہ: قبور شہدا یا اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم پر جا کر اور قبر شریف ہی پر مالیدہ یا شیرینی مع پھول وغیرہ نیاز کرنا کیسا ہے، چاہیے یا نہیں۔ جس شہید یا اولیاء اللہ کے مزار کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس کی ہے۔ مرد اہل اسلام، یہودی یا نصاری یا عورت یہود، یا نصاری یا مسلمان کی تو اوس مزار پر فاتحہ پڑھنا یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے چاہیئے یا نہیں۔ بینوا۔ توجروا

الجواب

قبور مسلمین کی زیارت سنت اور مزارات اولیائے کرام وشہداء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت اور انہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ایصال ثواب مندوب و ثواب، اور مالیدہ و شیرینی خصوصیات عرفیہ ہیں اگر وجوب نہ جانے ہرج نہیں۔ اور قبر پر لیجانے کی نہ ضرورت نہ اوس میں معصیت. ہاں اوسے شرعًا لازم جانے یا بغیر اوسکے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے تو یہ اعتقاد فاسد ہے اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے۔ قبور مسلمین خصوصًا قبور اولیاء پر پھول چڑھانا حسن ہے۔ عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح فرمائی۔ مگر شیرینی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں لیجائے۔ اوسکو قبر پر نہ رکھے یہ ممنوع ہے۔ جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی اوسکی زیارت کرنی فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اوسے ایصال ثواب کا قصد کفر قال اللہ تعالیٰ ولا تقم علی قبرہ وقال تعالیٰ وما لھم فی الاٰخرۃ من خلاق وقال تعالیٰ ان اللہ حرمھما علی الکافرین۔

تو جو امر سنت و حرام یا مستحب و کفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔

مسئلہ ۱۲۲: از جوناگڑھ کاٹھیاوار سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب۔ ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے۔ اور جو شخص جلانے والے کو فاسق اور بدعتی کہے اوسکا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہیئے۔ اگرچہ کسی برتن میں ہو لما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان من علی القبر والعیاذ باللہ صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی انہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار الحدیث شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے لانہا من التفاؤل القبیح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے انہا سبب للتفاؤل القبیح اور قریب قبر سلگانا اگر وہاں نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعت مال ہے۔ میت صالح اوس غرفے کے سبب جو اوس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے۔ اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں دنیا کے اگر لوبان سے غنی ہے اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اوسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جبتک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیل احتراز ہے۔ ولا یقاس علی الورد والریاحین المصرح باستحبابہ فی غیر ما کتاب کما اوردنا علیہ نصوصًا جمّۃ کثیرۃ فی کتابنا حیات الموات فی بیان سماع الاموات فان العلۃ فیہ کما نصوا علیہ انہا مادامت رطبۃ تسبح اللہ تعالیٰ فتؤنس المیت لا طیبہا۔ اور اگر بغرض حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکر الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے وقد عہد تعظیم التلاوۃ والذکر ولتطییب مجالس المسلمین بہ قدیما وحدیثا جو اسے فسق و بدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصول مردودہ وہابیت پر مرتا ہے۔ بہرحال یہ شرع مطہر پر افترا ہے اس کا جواب انھیں دو آیتوں کا پڑھنا ہے۔ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ۵ قل آللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ۵ واللہ تعالیٰ اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رسالہ بریق المنار بشموع المزار ۱۳۳۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۲۴: از لکھنؤ محلہ راجہ ڈاک خانہ چوک مرسلہ مولوی محمد احمد صاحب علوی خلف مولوی حبیب علی صاحب مرحوم ۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزارات اولیاء اللہ پر روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ روشنی مزارات اولیاء اللہ پر ناجائز ہے کیوں کہ اسمیں تعبد منظور ہوتا ہے۔ چنانچہ زید کی تحریر بجنسہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ آیا یہ مسئلہ زید کا نزدیک علمائے دین ومفتیان شرع قابل قبول وعمل ہے یا نہیں۔

نقل تحریر زید یہ ہے

میں قسم شرعی اس کو باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغان قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہوجائے تو میں رسم قدیم کی مخالفت نہ کروں چنانچہ فتاوی عالمگیری کو دیکھا اُس میں نکلا کہ اخراج الشموع الی المقابر بدعۃ لااصل لہ اسی طرح فتاوی بزازیہ میں ہے۔ درمختار میں بھی یہی نکلا۔ پھر میں نے حدیث شریف کو دیکھا۔ مشکوٰۃ میرے پاس تھی اوس میں یہ حدیث تھی۔ لعن رسول اللہ زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج رواہ الترمذی والنسائی۔ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زائرات قبور اور جو بنائیں قبروں پر مسجدیں (یعنی قبروں کی طرف سجدہ کریں) اور قبروں پر چراغ کو روشن کریں۔ اس کے بعد میں نے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی برادر شاہ عبدالعزیز صاحب ختم المحدثین کے فتوے مطبوعہ مطبع مجتبائی ص ۱۲ کو دیکھا اوس میں لکھا ہے "پس امداد بدعاء وختم والحمد بحثے مباح است (یعنی در عرس سالانہ بزرگان دین اگر صلحائے وقت جمع شدہ قرآن شریف خوانند وخیرات کردہ ثواب رسانند مضائقہ ندارد۔ ایں را بدعت مباحہ باید گفت) وجہ قبح ندارد۔ اما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغ ہا۔ وملبوس ساختن قبور وسرود ہا وآلات معازف بدعات شنیعہ اند حضور چنیں مجالس ممنوع۔ اگر مقدور باشد محل حدیث من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان عمل باید کرد از مقام زجر پراگندہ کردن اسباب بدعت کافی"۔ اس کے علاوہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مالابدمنہ میں اور ارشاد الطالبین میں لکھا ہے کہ "چراغان کردن بدعت است۔ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر شمع افروزان نزد قبر وسجدہ کنندگان لعنت گفتہ"۔ ارشاد الطالبین کا خلاصہ یہ کہ چراغاں جو بغرض خاص تقرب کیا جاتا ہے یا بغرض زینت۔ یہاں تک کہ بعض لوگ منت مانتے ہیں اور اس کا ایفار کرتے ہیں اور اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں۔ معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے ہیں۔ اس طرح پر جب کتب حدیث وفقہ وتحریرات علماء میں نکلا تو میں نے بلاخوف وخطر اس کو ترک کردیا اور جس قدر قم کا تیل آتا تھا۔ وہ میں نے شربت وبرت میں صرف کردیا۔ بنظر انصاف سے دیکھا جائے کہ یہ کیا سنگین جرم ہے کہ نماز نہ پڑھیں، جمعہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جماعت کا پابند نہ ہو۔ داڑھی منڈائے وہ سب قابل عفو ہے۔ لیکن چراغاں نہ کرنا جس کے لیے اس قدر شدید وعید ہے وہ ایسا جرم ہے کہ فوراً وہابیت کا فتویٰ دیدیا جاوے۔ چونکہ اس کے کہنے والے اکثر جاہل ناخواندہ لوگ تھے۔ میں نے انکی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ میں نے یہ سمجھا تھا کہ اگر صاحب فتاویٰ بزازیہ و عالمگیریہ و صاحب مشکوٰۃ و شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہ سب وہابی ہیں۔ تو میں الحمدللہ وہابی ہوں۔ یہ امور بھی قابل گزارش ہے کہ میں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو ایک عریضہ بھیجا اور اوس میں استفسار چراغاں کیا اور جواب کے لیے ٹکٹ بھی رکھ دیے۔ لیکن خاں صاحب موصوف نے اس کا جواب نہیں دیا۔ مشکل یہ ہے اگر حق جواب لکھا جاوے تو پیر زادے ناخوش ہوتے ہیں اگر ناحق لکھا جاوے تو قرآن و حدیث و فقہ کے خلاف ہوتا ہے۔ بہت تلاش سے بعض لوگوں کی تحریرات سے ایک آدھ چراغ کا جواز اس طرح سے نکلتا ہے کہ کسی دوسری مصلحت سے چراغ جلایا جاوے۔ لیکن چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی مستند عالم کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو اس معاملہ میں کد نہ ہوگی۔ صرف دو امور ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو خلجان ہوتا ہے۔ اول یہ کہ پیر زادے اسکو کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر پیر زادوں کا فعل ناسخ قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں ہے۔ پیر زادگان کچھ معصوم نہیں ہیں۔ صالح ہوں۔ اہل اللہ ہوں۔ لیکن معصوم نہیں جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں وہاں ایک امر ناجائز بھی کسی مصلحت سے اونہوں نے کر لیا۔ خدا تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ غور سے دیکھا جائے کہ غیر محارم کے سامنے آنا شرعاً جائز ہوجائے گا۔ دوسرا امر باعث خلجان یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں قبر مبارک پر روشنی ہوتی ہے اس خطرے کے جواب حسب ذیل ہیں۔ (۱) تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر کے سند نہیں ہے (۲) قبر شریف حجرۂ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں واقع ہے۔ جس کے چاروں طرف مسجد نبوی ہے اور مسجد میں روشنی کرنے کا ثواب احادیث میں موجود ہے۔ (۳) قبر شریف درحقیقت روپوش ہے۔ آج ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی اوس کو نہیں دیکھ سکتا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے سیڑھی لگا کر دیکھنا چاہا۔ ناکامیاب رہا (۴) مدینہ منورہ میں روشنی منجانب سلطان ٹرکی ہوتی ہے۔ گورنمنٹ ٹرکی نے عثمانیہ بینک قائم کرکے سود کا لین دین شروع کر دیا ہے کیا گورنمنٹ کے بھی فعل سے سود جائز ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ (۵) نزدیک اہلسنت والجماعت کے حجت شرعی صرف چار ہیں۔ قرآن و حدیث و اجماع مجتہدین و قیاس مجتہدین۔ تعامل حرمین کوئی سند نہیں (۶) بڑا حصہ حرمین شریفین کا داڑھی کترواتا ہے۔ کیا داڑھی کتروانے کے جواز میں کوئی شخص یہ سند پیش کر سکتا ہے کہ وہاں کے لوگ داڑھی کترواتے ہیں۔ لہٰذا یہ فعل جائز ہے وہاں کے علماء سے خود فتوےٰ لیا جاوے وہ داڑھی کترانے چراغاں کرنے کو یقیناً ناجائز کہیں گے۔ (۷) اب ایک تاویل ضعیف اور ایجاد ہوئی ہے کہ متقدمین و متاخرین کسی کو بھی نہیں سوجھی۔ یعنی قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے لیکن قبر کے گرد جلانے میں ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں لفظ علیٰ بمعنی پر واقع ہے۔ اردو میں کیا قبر پر چڑھاوا صرف اسی کو کہتے ہیں۔ جو خاص اوس جگہ پر کیا جائے جتنے حصہ کو قبر کہتے ہیں۔ بعض قبر کی صورت کوہان شتر کے مانند ہوتی ہے اس پر چڑھاوا غالباً ممکن بھی نہ ہوگا۔ لیکن قبر پر چڑھاوا تو اتنا وسیع ہے کہ گرد قبر سے بلکہ دروازے کے آس پاس بھی کوئی رکھ دے تو وہ قبر کا چڑھاوا سمجھا جاوے گا۔ اور رسول خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کے فرمانے کی یہ تاویل ضعیف ہے۔ قرآن شریف سورہ کہف میں لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اصحاب کہف کے سینہ پر سنگ بنیاد مسجد کا رکھیں گے۔ استغفر اللہ۔ ایک صاحب نے یہ کمال کیا کہ ملا علی قاری کی نسبت کہہ دیا کہ انہوں نے گرد قبر کے چراغ جلانیکو جائز کہا ہے۔ حالانکہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۷۲ میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حدیث مندرجہ مشکوٰۃ شریف مذکورہ بالا کی شرح میں انہوں نے صرف مسجد کو اطراف قبر میں بنانے کی اجازت اس بنیاد پر دی ہے کہ عادت یہود و نصاریٰ یہ تھی کہ وہ قبر پر مسجد بناتے تھے، اور چونکہ مشابہت یہود و نصاریٰ کی وجہ سے ممانعت ہوئی تھی۔ لہٰذا جب مشابہت نہ رہی تو نماز جائز ہوگیا۔ لیکن چراغ کی ممانعت کے وجوہ ملا علی قاری نے تین لکھے اوّلاً تضییع مال۔ دوم چراغ کا آثار جہنم سے ہونا۔ سوم تعظیم قبور۔ ہرگز ہرگز ملا علی قاری نے گرد قبر کے چراغ جلانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ یہ ان پر اتہام ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ جو انہوں نے وجوہ ممانعت لکھے ہیں کیا وہ گرد قبر کے چراغ جلانے سے جاتے رہیں گے۔ جو وہ اجازت دیتے ہیں۔ بقسم شرعی باور کراتا ہوں کہ اگر کسی عالم مستند نے چراغاں قبر کے لئے جلانے کو جائز کردیا ہو تو میں پہلا شخص اس تاویل پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں گا۔ سچ یہ ہے کہ مجاوروں نے جن کے لئے قبور ذریعہ معاش ہیں۔ انہوں نے ان باتوں کی ایجاد کی ہے۔ یہ سب بحث چراغ جلانے میں ہے نہ کہ چراغاں میں۔ جو محض تعبداً یعنی ازراہ تقرب کیا جاتا ہے۔ لوگ تیل بتی کی منت مانتے ہیں۔ سال کے سال شب عرس کو کرتے اور اس کو مذہبی فعل سمجھتے ہیں، اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں ہوتا تو لوگ چراغاں بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں۔ کسی فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ منشا چراغاں محض تقرب یعنی تعبد ہے اگر ایسی تاویل جائز سمجھی جائے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہوجائے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ استغفراللہ۔ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔ اگر اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص پھر اس میں خلاف کرے یا کٹ حجتی کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے۔ موسیٰ بدین خود۔ عیسیٰ بدین خود۔ انتہی تحریر زید۔

اب جو کچھ ازراہ انصاف و تتبع کتب حضرات اہلسنت والجماعت محقق ہووے اوس سے معزز فرمائیے۔ اور کیا یہ اقوال زید کے صحیح اور موافق سلف کے ہیں۔ بہ تشریح و تفصیل تام ارشاد ہو۔ اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم لک الحمد سرمدًا. صلّ علی حبیبک المنیر وآلہ ابدًا، یا نور یا نور النور یا نورًا قبل کل نور یا نورًا بعد کل نور. لک النور وبک النور ومنک النور والیک النور وانت النور ونور النور صل علی نورک الانور وآلہ السرج الغرر وصحبہ المصابیح الزھر صلٰوۃ تنور بھا وجوھنا وصدورنا وقلوبنا وقبورنا آمین۔

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ تعالٰی بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم ص۴۲۹ میں فرماتے ہیں۔ قال الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی شرح الدرر من مسائل متفرقۃ اخراج الشموع الی القبور بدعۃ واتلاف مال کذا فی البزازیۃ اھ وھذا کلہ اذا خلا عن فائدۃ واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان ھناک احد جالسا او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیما

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلامًا للناس انہ ولی لیتبرکوا بہ ویدعوا اللہ تعالٰی عندہ فیستجاب لہم فہو امر جائز لامنع منہ والاعمال بالنیات (یعنی) الدجمہ اللہ تعالٰی نے حاشیہ درروغرر میں فتاوٰی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لیجانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو۔ اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرراہ ہیں۔ یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے۔ وہاں شمعیں روشن کریں۔ اُن کی روح مبارک کی تعظیم کیلئے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر تاکہ اُس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اوس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ اون کی دعا مقبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلا ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

پھر فرماتے ہیں روی ابو داؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثًا من غیر فائدۃ کما ذکرنا یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث کہ روایت کی گئی ہے۔ اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں۔ ورنہ ممانعت نہیں۔ ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہ ہی عبارت فتاوٰی بزازیہ ہے۔ ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالٰی نے اُن کے معنی روشن فرما دیے۔ اور تصریحًا ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کیلئے ہو ہرگز منع نہیں۔ فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں (۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی (۲) مقابر برسرراہ ہوں۔ روشنی کرنے سے راہگیروں کو نفع پہنچیگا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین کو دیکھ کر۔ سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے۔ دعا کریں گے ثواب پہنچائینگے گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔ (۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استفادہ کیلئے آیا ہے تو اوسے روشنی سے آرام ملے گا۔ قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔ (۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کو بھی بروجہ اولٰی شامل تھے۔ کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالبًا مساجد ہوتے ہیں۔ گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادرًا خالی ہوتے ہیں۔ مگر امام ممدوح ان پر اکتفا نہ فرماکر خود مزارات کریمہ کیلئے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں۔ کہ اون کی ارواح طیبہ کی تعظیم کیلئے روشنی کیجائے۔

اقول: ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتنا ہے اور اعتنا دلیل تعظیم۔ اور تعظیم اہل اللہ دلیل ایمان و موجب رضائے رحمٰن عزجلالہ۔ قال اللہ عزوجل وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔ جو الٰہی نشانوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاروں سے ہے۔ وقال اللہ تبارک وتعالٰی وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَہُوَ خَیْرٌ لَّہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اوس کے لیے اوس کے رب کے یہاں بہتری ہے (۱) اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلّا و مذہب کرنا ہے۔ کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا، جائز و مستحب ہے کہ دلیل تعظیم و ادب ہے۔ درمختار میں ہے جاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد۔ یوں ہی مساجد کی آرائش اون کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش و نگار کہ صدر اول میں نہ تھے۔ بلکہ حدیث میں تھا لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصارٰی رواہ ابوداؤد عن ابن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ مگر اب ظاہری تزک و احتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا۔ تبیین الحقائق میں ہے لایکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذھب۔ ردالمحتار میں ہے قولہ کما فی نقش المسجد ای ماخلا محرابہ ای بالجص وماء الذھب (۳) یونہی مسجدوں کیلئے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے اون پر اطلاع کا سبب ہیں۔ اگرچہ صدر اول میں نہ تھے بلکہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا ابنوا المساجد واتخذوھا جما رواہ ابن ابی شیبۃ والبیہقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ دوسری حدیث شریف میں ہے ابنوا مساجدکم جما وابنوا مدائنکم مشرفۃ۔ رواہ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما یعنی مسجدیں منڈی بناؤ۔ اون میں کنگرے نہ رکھو۔ مگر اب بالجبر مسلمانوں میں رائج ہے وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔ امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں استنبط منہ کراھیۃ زخرفۃ المسجد لاشتغال قلب المصلی بذلک اولصرف المال فی غیر وجھہ نعم اذا وقع ذلک علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیہ من بیت المال فلا باس بہ ولو اوصی بتشیید مسجد وتحمیرہ وتصفیرہ نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس فتاوٰی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مومنہم وکافرہم تشیید بیوتہم وتزیینہا ولو بنینا مساجدنا باللبن وجعلناھا متطامنۃ بین الدور الشاھقۃ وربما کانت لاھل الذمۃ لکانت مستہانۃ۔ یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے۔ کہ نمازی کا خیال بٹے گا اسلیے کہ مال بیجا خرچ ہوگا۔ ہاں اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر کوئی شخص وصیت کرجائے کہ اوس کے مال سے مسجد کی گچ کاری اور اوس میں سرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی کہ لوگوں میں جیسی نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں۔ ویسے ہی اون کے لیے فتوے نئے ہوئے۔ کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کردی۔ اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں کی بھی ہونگی۔ کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجد بنائیں۔ تو نگاہوں میں اون کی بے وقعتی ہوگی (۴) اسی قبیل سے ہے مزارات اولیائے کرام وعلماء قدست اسرارہم پر عمارات کی بنا کہ باوصف حدیث صحیح مسلم وابوداؤد ونسائی ومسند احمد عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم ان یقعد علی القبر وان یجصص وان یبنی علیہ۔ جس میں صراحۃً اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے۔ سلفاً وخلفاً ائمہ کرام علمائے اعلام نے جائز رکھی۔ مجمع بحار الانوار جلد ثالث صفحہ ۱۴۰ میں ہے۔ قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ۔ بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہل فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارات بنانا مباح فرمایا کہ لوگ اون کی زیارت کریں اور اون میں راحت پائیں۔

جواہر اخلاطی میں ہے ھو وان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیئ کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیئ یختلف باختلاف الزمان والمکان۔ یعنی اگرچہ نوپیدا ہے۔ پھر بھی بدعت حسنہ ہے۔ اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں۔ اور ہیں اچھی بدعت۔ اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔ یعنی ایسی جگہ احکام سابقہ سے سند لانا حماقت ہے۔ جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانہ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی یہی حکم کرتے۔ جو اس وقت کرتے ہیں۔ جیسے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا لو رای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۔ یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب نکالی ہیں۔ تو انہیں مسجدوں سے منع فرمادیتے۔ اور آخر ائمہ دین نے عورات کو مسجدوں سے منع فرماہی دیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ اللہ تعالٰی کی باندیوں کو اللہ تعالٰی کی مسجدوں سے منع نہ کرو۔ رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ کیا ائمہ دین نے نظر بحال زمانہ جو حکم فرمایا اُسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا۔ حاش للہ۔ ایسا نہ کہے گا مگر احمق۔ بدفہم یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف صالح کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے۔ ظاہری تزک واحتشام کے محتاج نہ تھے۔ تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث وبے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اُس میں مال صرف کرنا ممنوع۔ اب کہ بے ترک احتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی۔ مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی۔ مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش ونگار کی اجازت ہوئی۔ مزارات پر قبہ بنانے چادر ڈالنے۔ روشنی کرنے کی اجازت ہوئی۔ ان تمام افعال پر بھی احادیث واحکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ ونافہم۔ یہ مختصر شرح ہے اُس ارشاد امام ممدوح قدس سرہ کی۔ اور اسکی تفصیل بازغ التحقیق بالغ ہمارے رسالہ "طوالع النور فی حکم السراج علی القبور" میں ہے وباللہ التوفیق۔

یہی امام جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی ردالمحتار فصل اللبس اور عقود الدریہ مسائل شتّی میں مزارات اولیائے کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں۔ کما بیّناہ فی فتاوٰنا۔ اس کے علاوہ خاص روشنی مزار کریم کی نسبت اُن سے بھی بہت اقدم امام اجل واعظم کا ارشاد بعونہ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔ زید نے تو ایک ہی عالم مستند کا قول ملنے پر قبول وسر نہادن کا وعدہ کیا تھا۔ ان تحقیقات ائمہ مستندین واجلہ معتمدین ووعدہ زید کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں۔ مگر اجمالاً بعض جملے اور گزارش ہوں کہ عوام بھائی شبہہ میں نہ پڑیں۔ واللہ الموفق

(۱) امام ممدوح قدس سرہ نے جس طرح اصل مسئلہ کا فیصلہ فرمایا۔ زید کے اس بے معنی اعتراض کی بھی کہ "اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں، معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے۔ غلطی ظاہر فرمادی۔ کہ ان پہلے تین فوائد عامہ کے بعد چوتھے فائدہ میں خاص مزارات اولیاء کرام کی تخصیص فرمائی۔ نیز اس کا جواب ائمہ سلف دے چکے جن کا ارشاد مجمع بحار الانوار سے گزرا۔ کہ مزارات اولیاء کرام وعلمائے عظام پر بنائے عمارت جائز ہے۔ عوام وفساق کی قبور پر کیوں نہ اجازت دی۔ اقول آدمی اگر آیہ کریمہ ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین کی حکمت جلیلہ سے آگاہ ہو۔ جس سے وجہ استنباط طوالع النور میں مذکور، تو ایسا مہمل اعتراض ہرگز خیال میں بھی نہ آئے۔

(۲) امام ممدوح قدس سرہ نے زید کے اس سوال کا کہ بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق وفاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے؟ جواب ارشاد فرمادیا کہ تعظیماً للروح المشرقۃ علی تراب جسدہ الخ۔ یعنی اون کی روح کی تعظیم کیجاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک وتوسل کرو کہ تمہاری دعا مستجاب ہو۔ (۳) امام ممدوح قدس سرہ نے زید کے اس توہم دفینہ کا بھی علاج فرمادیا کہ تعظیماً للروح معاذ اللہ یہ اُن کی عبادت نہیں اون کی روح پاک کی تعظیم ہے۔ ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیم انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام تو نصوص قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ ہم نے اپنے رسول کو اسلئے بھیجا ہے کہ اے لوگو! تم اللہ و

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ وقال اللہ تبارک وتعالٰی الذین یتبعون الرسول النبی الامی الی قولہ عزوجل والذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون۔ وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی اُمی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی۔ تو جو اس نبی پر ایمان لائیں۔ اور اوس کی تعظیم کریں اور اوس کے ساتھ جو نور اترا اوس کے پیرو ہوں۔ وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔ وقال اللہ تبارک وتعالٰی لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنٰت تجری من تحتھا الانھر بیشک اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اور اللہ کے لئے قرض حسن دو۔ تو ضرور میں تمہارے گناہ تم پر سے اتار دوں گا اور ضرور تمہیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔ بلکہ قرآن عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ۔ اور جھکا دو تم اُن (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے) کیا معاذ اللہ قرآن عظیم نے انبیاء و والدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے۔

(۴) امام ممدوح قدس سرہ نے شبہہ تعظیم قبر کا بھی جواب فرمادیا کہ تعظیما لروحہ الی قولہ قدس سرہ والاعمال بالنیات۔ یعنی تعظیم خشت و گل نہیں۔ بلکہ روح محبوب کی تعظیم مقصود ہو۔ جو بلاشبہہ محمود ہے۔ اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اللہ اللہ! کیسے نفیس وجامع کلمات ارشاد فرمائے۔ گویا اپنے نور باطن سے ادراک فرمایا تھا۔ کہ زید و امثالہ کو یہ یہ شبہات عارض ہوں گے۔ سب کا جواب ان دو لفظوں میں فرمادیا کہ تعظیما لروحہ۔ (۵) زید نے کبھی تعبد کو تقرب سے تعبیر کیا کہ "محض تعبد یعنی از راہ تقرب کیا جاتا ہے" اور کبھی تقرب کو تعبد سے تفسیر کیا کہ "اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں۔ تقرب یعنی تعبد ہے" گویا اوس کے خیال میں تقرب و تعبد شے واحد یعنی ایک ہی چیز ہے۔ یہ محض باطل ہے۔ بلکہ تقرب تعبد کے اعم سے اعم ہے۔ تعبد سے تعظیم اعم ہے کما علمت۔ اور تعظیم سے تقرب اعم ہے۔ کہ بنائے رباط و ارسال ہدایا۔ تقرب ہے تعظیم نہیں و تفصیل المقام فی تعلیقاتنا علی ردالمحتار۔ (۶) اسے تقرب بروجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر کیسی سخت بدگمانی اور اُس پر جزم کرنا مسلمانوں پر کیسا صریح ظلم وافترا ہے۔ درمختار میں منیۃ المفتی و ذخیرہ و شرح وہبانیہ سے ہے انا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بھذا النحر۔ ردالمحتار میں ہے۔ ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم (۷) طرفہ یہ کہ زید نے کہا "پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں۔ گو پیرزادگان صالح ہوں۔ اہل اللہ ہوں۔ معصوم نہیں۔ جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں۔ ایک یہ ناجائز بھی کسی مصلحت سے کرلیا۔ خدا معاف کرنے والا ہے" سبحن اللہ! صالح بھی ہیں۔ اہل اللہ بھی ہیں۔ اور غیر خدا کے عابد بھی ہیں۔ اس سے بڑھ کر محال کیا ہوگا۔ (۸) جب زید کے نزدیک وہ تعبد ہے تو قطعًا شرک ہوا۔ اور شرک ہرگز معاف نہ ہوگا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ پھر اس جملہ کا کیا محل رہا۔ کہ "خدا معاف کرنے والا ہے" (۹) جب ہزار ہا بندگان صالحین و اہل اللہ پر یہاں تک بدگمانی ہے کہ تعبد غیر کا الزام اون کے سر تھوپا جاتا ہے۔ اور نہ صرف ظن بلکہ اوس پر جزم کیا جاتا ہے۔ تو اس کی کیا شکایت کہ فقیر کے پاس سے جواب مسئلہ نہ پہنچنے کو پیرزادوں کی رعایت کے سبب سکوت عن الحق پر محمول کیا۔ فتاوائے فقیر میں اس سوال کے جواب میں متعدد مقامات پر مذکور۔ سالہا سال سے اس پر مستقل فتوائے مرقوم۔ خاص اس باب میں چھبیس برس سے رسالہ طوالع النور مکتوب۔ پھر رعایت و خوف سے سکوت کیا معنی۔ فقیر کے یہاں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

علاوہ رد وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی و دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار فتوٰی اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار جملہ اقطار ہندوستان و بنگال و پنجاب و ملیبار و برہما و ارکان و چین و غزنی و امریکا و افریقہ حتی کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے ہیں۔ اس میں اگر جواب میں تاخیر ہو یا بعض استفتاء تحریر جواب سے رہ جائیں تو کیا جائے شکایت ہے لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ ان صاحب کا استفتاء باوصف تلاش کاغذات میں نہ نکلا۔ ممکن ہے کہ ہجوم انبار میں نہ ملا ہو یا آیا ہی نہ ہو۔ یا بھیجا ہی نہ ہو اور جس طرح اہل اللہ پر تعبد غیر کا خیال بندھ گیا اس کا بھیجنا تخیل ہوا ہو۔ بہر حال رعایت کی صورت یہ نہیں ہوتی۔ ہاں ہاں! کھلی کھلی رعایت و اغماز اور اپنے ساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض وہ ہے جو حضرات دیوبند کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اپنی ناقص کتاب مسمّٰی بہ "ایضاح الحق" میں زمان و مکان و جہت سے اللہ عزوجل کو منزہ ماننا اور اُسکا دیدار بلاکیف وجہت و محاذات حق جاننا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے بتایا جبکہ اس عقیدہ کو کوئی دینی عقیدہ تصور کرے۔ جس سے صاف روشن کہ مذہبی طور پر اللہ عزوجل کو زمان و مکان و جہت سے پاک جاننا اور اسکا دیدار بلاکیف ماننا ضلالت و گمراہی و فی النار ہے۔ اور اہل سنت کے تمام ائمہ سلف و خلف معاذ اللہ سب بدعتی و گمراہ تھے۔ ایک مسلمان نے دہلوی صاحب کے اس قول کا دیوبندی صاحبوں سے استفتاء کیا۔ اور حسب دستور مسائل کو زید، عمرو، بکر لکھ کر دریافت کرتے ہیں دہلوی صاحب کا نام نہ لکھا۔ اس پر عالیجناب شیخ الکل گنگوہی جناب مولوی گنگوہی صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا الجواب: یہ شخص اہلسنت والجماعت سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ حضرات سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیث صحیحہ وکلام اللہ شریف کی آیات سے ثابت ہے کہ حق تعالٰی جل شانہ زمان و مکان و جہت سے پاک ہے۔ اور دیدار اوس کا جنت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا۔ چنانچہ کتب عقائد اس سے مشحون ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی اور اوس پر حضرات دیوبند مولوی محمود حسن صاحب و عزیز الرحمٰن صاحب وغیرہما نے مہریں کیں۔ اور جناب اسمٰعیل صاحب دہلوی پر بددین، ملحد، زندیق کی چوٹیں جڑیں۔ علی الخصوص ہمارے ذکر کے قابل عالیجناب مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب ہیں جنہوں نے اس حکم کفر دہلوی صاحب پر یوں تصدیق فرمائی الجواب صحیح اشرفعلی عنہ۔ جب حضرات یہ فتوٰی دے چکے۔ اب مسلمانوں نے پندرہ سوال کا استفتاء ان حضرات سے کیا۔ اور اسمٰعیل دہلوی صاحب اور اون کی ناقص کتاب "ایضاح الحق" کا نام و کلام کھول کر دکھایا کہ مفتی صاحبو وہ شریعت کا حکم اب بھی مانوگے۔ یا طائفہ کے پیر جی کو خدا کی حکومت سے باہر جانوگے۔ ۲۰ صفر ۱۳۲۹ھ کو یہ استفتاء طبع ہوکر شائع ہوا۔ تین برس ہونے آئے ہیں سب صاحب ساکت و خاموش در خواب خرگوش۔ مشکل تو یہ ہے کہ بولیں تو کیا بولیں، قسمت کا لکھا کیونکر دھولیں۔ اپنے منہ تو امام الطائفہ پر حکم کفر کریں۔ تو کیونکر: اب وہ فتوٰی سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہوگیا۔ کہ اوگلے تو اندھا۔ نگلے تو کوڑھی۔ چار و ناچار سکوت کی اوڑھی۔ اسے حق پوشی کہتے ہیں۔ اسے ناحق کوشی کہتے ہیں۔ اسے پیر جی پرستی کہتے ہیں۔ اسے بادۂ خیانت کی بدمستی کہتے ہیں۔ بلا سے ہو۔ جواب نہ دیتے۔ دل میں پشیمان تو ہوتے کہ جسے خود اپنے فتوؤں میں کافر بکنے والا۔ بددین۔ ملحد۔ زندیق۔ لکھ چکے۔ اب تو اوسکی غلامی چھوڑیں۔ اوسے پیشوا ماننے سے منہ موڑیں۔ مگر حاشا ؎ چھٹتی کہاں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔ اب تک وہ ویسا ہی چنیں و چناں۔ ویسا ہی امام، یہ اوس کے ویسے ہی چناں چنیں، ویسے ہی غلام۔

مسلمانو! انصاف۔ یہ کونسا دین ہے۔ کون سی دیانت ہے اور اوس پر ادعائے ایمان و امانت ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

العلی العظیم۔ مسلمانو! اس کا تعجب نہیں کہ اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ سید الابرار جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کی سخت سخت توہینیں کرنے والے کیوں اپنے باطل پر ایسے اڑے ہیں۔ کیوں چاہ ضلالت میں اوپر تلے یوں اوندھے پڑے ہیں۔ عجب تو یہ ہے کہ دیکھنے والے یہ کچھ اون کے کرتک دیکھیں۔ اور پھر اون کے جبہ و دستار کے دام میں پھنسیں۔ گویا یہ حرکات ایک سہل سی بات: ناقابل التفات۔ کوئی کسی کا دس پانچ روپے کا مال چرالے یا دغا سے دبالے ہمیشہ کو نظروں سے گر جائے۔ چور دغا باز نام قرار پائے۔ اور معاذ اللہ اگر کسی شہور بنام علم پر ایسا الزام عائد ہو تو اس کی تشہیر حد سے زائد ہو۔ دس پانچ روپے کا جرم یوں ناقابل تلافی اور خاص دین و مذہب و عقائد میں ایسی بڑی خیانت، سب قابل معافی، معافی کیسی خطا ہی نہیں۔ وضو ئے تمیز تجھی ٹوٹا ہی نہیں۔ یہ کیا ظلم ہے۔ کیا بے پروائی ہے۔ کیسی آنکھوں پر جہل چھائی ہے۔ مسلمانو! آج آنکھ کھولو۔ ورنہ پیشی فردا کے لیے مستعد ہو لو ؎

بروز حشر شود ہمچو صبح معلومت ۔۔۔ کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

اس تمام شرمناک واقعہ کی تفصیل اور وہ پندرہ سوال ایک مختصر رسالے "دیوبندی مولویوں کا ایمان" میں ہے۔ اوسے ملاحظہ کیجیے کہ حق واضح ہو اور خیانت و حق پوشی دونوں کی پوری پہچان ہے۔ جن صاحب کو انکار ہو۔ گنتے گنتے بھول گئے۔ پھر گن لو۔ جناب مولوی تھانوی صاحب سے اب ان سوالوں کے جواب دلوالو۔ بہادری تو جب ہے کہ ان کے منہ کی مہر کھلوالو۔ کچھ ایسا بہت سا قضیہ نہیں۔ کچھ علمی مباحث دقیقہ نہیں۔ حق گوئی و حق پوشی کا سیدھا سا امتحان ہے۔ کہ دہلوی صاحب کا جب تک نام معلوم نہ تھا کفر و الحاد کا حکم مرقوم تھا۔ اب کہ قائل معلوم ہوا وہ حکم کس لئے معدوم ہوا۔ کیا کوئی نئی شریعت آگئی۔ تحذیر الناس نئی نبوت کا سکہ جا گئی جس نے شریعت مصطفویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ منسوخ کردی۔ امام حجۃ کی قبراء لکم براءۃ فی الزبر سے بھردی۔ اور اگر یہ نہیں تو کیوں نہیں اپنے ہونٹ کھولتے۔ کیوں نہیں وہ حکم کفر و الحاد بولے بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔ اور نہیں تو زید صاحب ہی اتنا ثواب لیں۔ اس فتوے کے ساتھ وہ سوال بھی حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت تھانوی صاحب سے اب جواب لیں۔ زید صاحب کی تحریر پکار رہی ہے کہ اون کو انصاف و حق جوئی سے دلچسپی ہے۔ وہ ضرور تھانوی صاحب کی خبر لیں گے اور اب جواب نہ ملنے پر انصاف کرلیں گے۔ اے رب توفیق دے۔ ہدایت طریق دے۔ آمین آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۰) اب زید صاحب کے حوالوں پر نظر ڈالیے۔ درمختار کا حوالہ محض غلط ہے (۱۱) عالمگیری کی عبارت میں لا اصل لہ اپنی طرف سے بڑھالیا (۱۲) بزازیہ کی عبارت سے "اتلاف مال" کم کردیا۔ جس سے علت منع ظاہر ہوتی۔ کہ جہاں بے فائدہ محض ہے وہاں ممانعت ہے (۱۳) پھر اس کی کیا شکایت کہ عالمگیری میں الی رأس القبور تھا اوسے الی المقابر بنالیا تاکہ عموم بڑھ جائے (۱۴) ہاں پوری چالاکی یہ ہے کہ عبارت عالمگیری سے فی اللیالی الاول کا لفظ اڑادیا۔ عالمگیری کی اصل عبارت یہ ہے اخراج الشموع الی رأس القبور فی اللیالی الاول بدعۃ کذا فی السراجیۃ یعنی موت کی پہلی چند راتوں میں شمعیں گھروں سے قبروں کے سرہانے لیجانا بدعت ہے۔ ایسا ہی فتاوی سراجیہ میں ہے۔ فتاوی سراجیہ دیکھیے۔ اوس میں بھی یہ عبارت بعینہ اسی طرح ہے۔ اوس کے بعد اتنا زائد ہے ذکرہ الشیخ الامام الزاہد الصفار البخاری رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاعتقاد یہ مسئلہ شیخ امام زاہد صفار بخاری رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ ظاہر ہے کہ یہاں قبور عوام ہی کا ذکر ہے۔ کہ مزارات طیبہ یا مزارات اولیاء کی روشنی فقط پہلی چند راتوں میں نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہے کہ وہ ایک عادت خاصہ کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہو ورنہ یا ایں ہاول کی تخصیص بے وجہ تھی اب جس طرح یہاں جہال میں رواج ہے کہ مردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر ہٹالاتے ہیں جسے عوام لحد کہتے ہیں، چالیس رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ چالیس شب روح لحد پر آتی ہے۔ اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے۔ یوں ہی اگر وہاں جہال میں رواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھر سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں۔ اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا۔ تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہہ ہے۔ اور اس کا پتہ یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے۔ اور بیشک اس خیال سے جلانا نقط اسراف و تضییع مال ہی نہیں کہ محض بدعت عمل ہو بلکہ بدعت عقیدہ ہوئی۔ کہ قبر کے اندر ان چراغوں سے روشنی و اموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا۔ ولہٰذا امام صفار نے اس مسئلہ کو کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ اب ملاحظہ ہو کہ اس روایت کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق رہا۔ والاحتمال یقطع الاستدلال۔

(۱۵) اس روایت میں اخراج کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے۔ قبور عوام ہی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہاں نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ حاضر رہنے والے۔ نہ کوئی سامان روشنی۔ گھر ہی سے چراغ لیجانا پڑتا ہے۔ بخلاف مزارات طیبہ کے کہ وہاں گھر سے لیجانے کی حاجت نہیں ہوتی۔ تو ذکر قبور عوام ہی کا ہے اور اگر زید نہ مانے اور اسے چراغان مزارات طیبہ کی نسبت جانے تو آٹھ سو برس سے تو اس روشنی کا ثبوت ہو گیا۔ جسے زید نے مشائخ زمانہ کا فعل کہا کہ امام زاہد صفار رحمہ اللہ تعالٰی کی وفات ۵۳۴ھ میں ہے کما فی الطبقات الکبرٰی و کشف الظنون (۱۶) سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے یتخذون علیہم مساجد کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا۔ حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں۔ یہ تینوں لفظ متفرق طور پر ضرور قرآن عظیم میں آئے ہیں۔ مثلاً تتخذون مصانع انعمت علیھم ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہیں نہیں۔ سورہ کہف میں یوں ہے قال الذین غلبوا علٰی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا۔ پھر بھی دیوبندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو انوکھی کتابیں دل سے گھڑ لیتے ہیں۔ اون کے صفحے بنا لیتے ہیں۔ اون کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں اور اکابر اولیائے کرام و علمائے عظام کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ دیکھو دیوبندیوں کی لال کتاب "سیف النقی" اور اوس کے رد میں العذاب البئیس وغیرہ تحریرات کثیرہ و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۱۷) زید کو اقرار ہے کہ یہ فعل مشائخ قدیم سے چلا آتا ہے۔ اگرچہ کہیں تو اونہیں مشائخ زمانہ لکھا۔ کہیں پیرزادے اور کہیں مجاور۔ جن کے لئے قبور ذریعۂ معاش ہیں۔ مگر شروع میں تحریر فرما چکے ہیں کہ "میں بقسم شرعی باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغان قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہو جائے تو میں رسم قدیم کی مخالفت نہ کروں" اور اس کا جواب وہ دیا کہ "پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں معصوم نہیں" زید صاحب معصوم کے سوا کسی کی نہیں مانتے۔ مگر افسوس جب وہ صالحین ہیں۔ اہل اللہ ہیں تو یہی عالمگیری جس کی سند سے آپ انہیں حجت بنانا چاہتے ہیں، اُن کے افعال کو دین میں سند و حجت بتاتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں مشائخ کرام ہی کے ذکر میں ہے یتمسک بافعال اھل الدین کذا فی جواھر الفتاوٰی (تمسک کیا جائے اہل دین کے افعال سے۔ ایسا ہی جواہر الفتاوٰی میں ہے۔ (۱۸) سرکار اعظم حضور پرنور مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علٰی من طیبہا وآلہ وبارک وسلم میں وہ جلیل و جمیل روشنی۔ وہ جانفزا، دلکشا روشنی۔ وہ دل افروز وہابی سوز روشنی کہ نہایت تزک و احتشام سے ہوتی ہے اس کے جواب میں زید نے یہ تاویل گھڑی کہ وہ روشنی مسجد کریم کے لیے ہے نہ کہ مزار اقدس کے واسطے صلی اللہ تعالٰی علٰی صاحبہ وآلہ وبارک وسلم۔ شاید زید کو زیارت سراپا طہارت نصیب نہ ہوئی۔ اپنے قصبہ کی کسی مسجد پر قیاس کیا۔ جہاں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دمڑی کے چراغ میں دھیلے کا تیل۔ وہاں کے فرشی جھاڑوں اور کثیر التعداد فانوسوں اور ہزارہا روپے کے شیشہ آلات اور اُن کی دلنواز جگمگاہٹ دیکھو تو آپ کی خشک بے ذوق طبیعت کے طور پر یہ مسجد کے لئے کب جائز ہو۔ وہی بزازیہ جس سے یہ سند لائے۔ اُسی کی دربارہ سرج بھی سنئے۔ اُس کی کتاب الوصایا فصل اول میں ہے۔ قال ثلث مالی فی سبیل اللہ ففی النوازل لو صرف الی سراج المسجد یجوز لکن الی سراج واحد فی رمضان وغیرہ اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلا سکتے ہیں مگر صرف ایک چراغ رمضان ہو یا غیر رمضان (۱۹) زید صاحب کو چاہیئے۔ ذرا حج و زیارت سے مشرف ہوں۔ وہاں اُن کو مسجد الحرام شریف میں کچھ ہانڈیاں گردمطاف نظر آئیں گی کہ ساری مسجد کریم کو پوری روشنی نہیں دیتیں۔ اور سرکار اعظم میں وہ نظر آئے گا۔ جس سے آنکھیں چندھیا جائیں۔ اگر یہ روشنی مسجد کے لیے ہوتی تو مسجد الحرام شریف زیادہ مستحق تھی۔ کہ وہ مسجد مدینہ طیبہ سے افضل بھی ہے اور وسعت میں بھی کئی حصے زیادہ۔ نہیں نہیں۔ بالیقین وہ تجمل روضہ پر انوار حضور سید الابرار صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لیے ہیں۔ جسے ہر مجود الاجلہ اولیں ادراک کرلیتا ہے۔ میرے دل سے اُن لفظوں کا ذوق نہیں جاتا جو ایک مسلمان زائر نے حج کے بعد شان وتجمل روضۂ انور دیکھ کر کہے تھے کہ یہاں شان محبوبیت کھلتی ہے۔ اوس نے کہ گھر سے پاک ہے اپنا گھر یوں سادہ رکھا ہے۔ اور کاشانہ محبوب کے یہ ساز وسامان ہیں۔ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ دیکھیے نگاہ ظاہر پر اوس شان وشکوہ کا کیسا اثر پڑا۔ کہ اوس ناظر کے دل میں ایمان جگمگا اٹھا۔ اسی حکمت کے لیے تو علمائے کرام نے تجمل ظاہر پسند فرمایا ہے ورنہ حاشا للہ ع حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را۔ اللّٰھم ارزقنا الایمان الکامل وامتنا علیہ بجاہ حبیبک وعروس مملکتک صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وبارک وسلم آمین

۲۰۔ مسجد میں روشنی خشت وگل کی ذات کے لیے نہیں ہوتی۔ بلکہ نمازیوں کے واسطے۔ بلکہ نمازیوں میں بھی اصل نظر صرف فرائض پر مقصود ہے کہ اصل بنائے مسجد انہیں کے لیے ہے۔ ولہٰذا جہاں تہجد وغیرہ نوافل خواں وذاکرین شب بھر مسجد میں رہتے۔ یا رات کے سب حصوں میں اونکی آمدورفت مسجد میں رہتی ہو۔ اور اس وجہ سے وہاں شب بھر روشنی رکھنے کی عادت ہو۔ یا واقف نے خود اس کی تصریح کردی ہو۔ ایسی جگہ کے علاوہ باقی تمام مساجد میں تہائی رات کے بعد روشنی گل کردینے کا حکم ہے۔ کہ اب اسراف وتضییع مال ہے۔ فتاوٰی خانیہ وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے لاباس بان یترک سراج المسجد فی المسجد الی ثلث اللیل ولا یترک اکثر من ذلک الا اذا شرط الواقف ذلک او کان ذلک معتادا فی ذلک الموضع سراج وہاج پھر ہندیہ میں ہے۔ لو وقف علی دھن السراج للمسجد لا یجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین ویجوز الی ثلث اللیل او نصفہ اذا احتیج الیہ للصلوٰۃ فیہ اور مسجد اکرم سرکار اعظم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میں نماز عشاء کے بعد کوئی رہنے نہیں پاتا۔ لوگوں کو باہر کرکے سحر تک دروازے بند رکھتے ہیں، اور یہ عادت آج سے نہیں صدہا سال سے ہے۔ امام جلیل ابوالحسن سمہودی کتاب وفاء الوفا میں جس کی تصنیف ۸۸۶ھ ہجری میں فرمائی۔ پھر اوس کے خلاصہ خلاصۃ الوفا میں فرماتے ہیں۔ یطاف لاخراج الناس من المسجد بعد العشاء الآخرۃ بفوانیس ستۃ رتبہا شیخ الخدام شبل الدولۃ کافور المظفری الحریری وکان الطواف قبلہ بشعل من السعف نماز عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد کریم سے باہر کرنے کے لیے اب چھ فانوس لے کر دورہ کرتے ہیں اور پہلے کھجور کی شاخیں روشن کرکے اون کے ساتھ دورہ ہوتا تھا۔ نیز اس پر اس سے بہت پہلے کی وہ جلیل القدر معجزہ خسف بد خواہان ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی عظیم حکایت دال ہے۔ جو اسی کتاب وفاء الوفا تصنیف سنہ ۹۱۱ ہجری۔ اور اوس سے پہلے کتاب ریاض النضرۃ امام محب الدین طبری متوفی سنہ ۶۹۴ ہجری۔ و کتاب تاریخ المدینۃ للامام الجلیل ابی محمد عبد اللہ المرجانی میں مذکور و ماثور ہے۔ اور ان سب سے پہلے خادم روضہ مطہرہ نے امام ابوعبداللہ قرطبی کے سامنے اوسے روایت کیا۔ اوسکی اصل خود امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت۔ بلاذری نے ابوسعید مولٰی ابی اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی قال کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یعس فی المسجد بعد العشاء فلا یری احدا الا اخرجہ الا رجلا قائما یصلی۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز عشاء کے بعد مسجد کریم میں دیکھ بھال کے لئے دورہ فرماتے جسے دیکھتے مسجد سے باہر فرمادیتے مگر جو شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔ باآنیہمہ مسجد کریم میں صبح تک روشنی رہتی ہے۔ اور فقہائے کرام نے اوس کے جواز کی تصریح فرمائی۔ وجیز بزازیہ کتاب الوقف فصل رابع ملاحظہ کیجئے یجوز ترک سراج المسجد فیہ من المغرب الی العشاء لا کل اللیل الا اذا جرت العادۃ بذالک کمسجد سیدنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جائز ہے مسجد کے چراغ کا مسجد میں چھوڑنا مغرب سے عشا تک نہ کہ تمام شب۔ مگر جب کہ اسکی عادت ہو جیسے کہ مسجد نبوی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس سے بھی روشن کہ یہ روشنی نمازیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ روضۂ اقدس کیلیے ہے۔ اور ہم عنقریب کلام ائمہ سے اسکی تصریح نقل کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

۲۱۔ زید صاحب نے یہ روشنی مزار اطہر کیلیے نہ ہونے کی وہ بھاری دلیل گھڑی جس کے بوجھ میں خود ہی دب کر رہے۔ ذرا یہ نئی منطق۔ جہان بھر سے بھی جدا منطق الطیر سے بھی سوا ملاحظہ ہو کہ قبر شریف درحقیقت روپوش ہے بھلا پھر روشنی اوس کے لیے کیسے ہوسکتی ہے۔ گویا جو تتے نظر آئے اوس سے اعتنا اوسکی تکریم ہو ہی نہیں سکتی۔ اہل اللہ پر عبادت قبور کا الزام رکھا تھا جس کی تکذیب کو اون کا اہل اللہ ہونا ہی بس تھا۔ مگر کہیں یہ مسئلہ عبّاد صنم کی تائید نہ کرے۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ بے دیکھے تعظیم کیسی؟ (۲۲) حجرۂ مطہرہ کی آرائشیں اور اوس پر وہ ہزار ہا روپے کی طیاری کا غلاف شریف یہ بھی شاید مسجد ہی کیلیے ہو کہ مزار کریم تو مستور ہے (۲۳) غنیمت ہے کہ اس مسئلہ میں تعظیم قبور کا الزام تو قطع ہوا۔ مزارات اولیائے کرام عموماً جہاں جہاں روشنی ہوتی ہے خصوصاً ایام اعراس میں غلافوں سے روپوش ہوتے ہیں۔ تو بطور زید بھی یہ روشنی تعظیم قبور کے لیے نہیں ہوسکتی۔ (۲۴) دوسری بات یہ کہ یہ روشنی منجانب سلطان ہوتی ہے جس نے بنک قائم کیا۔ اس کہنے کا محل جب تھا کہ فعل سلطان سے کسی نے استناد کیا ہوتا کہ یہ روشنی اسلیے جائز ہے کہ سلطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جب ایسا نہیں تو بے محل محض سلطان ترکی کو باتباع لہجہ نصارٰی کہ وہ لفظ ٹرکی سے تعبیر کرکے بلاوجہ سلطان اسلام کی عیب چینی کیا مصلحت ہوتی۔ حدیث میں ہے السلطان ظل اللہ فی الارض فمن اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اھانہ اھانہ اللہ سلطان زمین میں اللہ تعالٰی کا سایہ ہے جو اوسکی عزت کرے اللہ تعالٰی اوسکو عزت دے اور جو اوسکی توہین کرے اللہ تعالٰی اوسے ذلت دے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم لاجرم یہ اپنی طرف سے عدم جواز روشنی پر اقامت دلیل ہے۔ یہ ضرورت اوس کے ذکر کی طرف داعی ہوئی۔ اگرچہ اب بھی شرع مطہر کی روش سے دور ہے۔ کہ اوس کی سند کتابت بعض اخبارات ہی ہوگی اور اخباری بیانات جیسے ہوتے ہیں معلوم ہیں۔ امام حجۃ الاسلام نے احیاء العلوم میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف نسبت کبیرہ حرام ہے جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو۔ نہ کہ محض اخباری گپیں۔ اگر صحیح بھی ہو تو ممکن بلکہ مظنون کہ وہ اس نئی جماعت حریت کی طرف سے ہوگا تو سلطان کے سر اس کبیرہ کا باندھنا محض جزاف ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ بینک سود دینے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیلیے ہے یا معاذ اللہ سود لینے کے لیے۔ سلطنت میں اس وقت وہ وسعت کہاں۔ کہ لوگوں کو کثیر المقدار قرض دے۔ وہ خود اپنی ضروریات شرعیہ کے لیے روپے کی حاجتمند ہے اور حاجت شرعیہ کے وقت سود دینے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ بہرحال بہ حاصل دلیل یہ ہے کہ یہ سلطان کی طرف سے ہے اور سلطان فاسق ہیں۔ اور جو فاسق کی طرف سے ہو سب ناجائز ہے۔ اس دلیل کی خوبی اس کے کبرائے کی کلیت سے ظاہر قرآن کریم پر اعراب لگانا تو شاید سخت ہی بدتر کام ہوگا کہ حجاج جیسے ظالم اظلم کی طرف سے ہے۔ (۲۵) سلطان اسلام سے فارغ ہو کر حرمین طیبین کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کا بڑا حصہ ڈاڑھی کترواتا ہے۔ الحمد للہ کہ کلیہ نہ کہا۔ ہر جگہ ہمیشہ بڑا حصہ عوام کا ہوتا ہے۔ اگر عام طور پر عوام صدہا سال سے ایک فعل کریں اور وہ بھی مسجد میں۔ اور وہ بھی مسجد اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں۔ اور وہ بھی کار خیر موجب اجر و تعظیم شعائر اللہ و اجلال حرمات اللہ جان کر۔ باایں ہمہ جماہیر علماء روزانہ دیکھیں اور منع نہ فرمائیں تو استناد تقریر علماء سے ہوگا نہ کہ فعل عوام سے (۲۶) خود ہی سمجھ کر کہ تعامل ہے نہ مجرد عمل عوام اس کا یہ علاج کیا کہ تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلثہ کے سند نہیں۔ قرون ثلثہ کی تخصیص کا تصفیہ بار بار رسائل رد وہابیہ میں جابجا ہو چکا اور مسئلہ تعامل حرمین شریفین بھی کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" قاعدہ یازدہم میں واضح فرمادیا گیا۔ یہاں اسی قدر کافی کہ شیخ محقق جذب القلوب شریف میں حدیث صحیح بخاری انہا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی الکیر خبث الفضۃ وغیرہ بیان کرکے فرماتے ہیں: مراد نفی والعیاذ اہل شر و فساد است از ساحت عزت این بلدہ طیبہ وبقول اکثر علمائے دین خاصیت مذکورہ در درجمیع ازمان و دہور پیداست۔ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا۔ بیشک ایمان مدینہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔ امام قرطبی اسکی شرح میں فرماتے ہیں فیہ تنبیہ علی صحۃ مذہبھم وسلامتھم من البدع وان عملھم حجۃ فی زماننا۔ اس حدیث شریف میں تنبیہ ہے اس پر کہ اُن کا مذہب صحیح ہے اور وہ بدعتوں سے پاک ہیں اُن کا عمل ہمارے زمانہ میں حجت ہے (۲۷) آگے ترقی کرکے تعامل حرمین شریفین کو بالکل ساقط و نامعتبر کردیا۔ قرون ثلثہ کا استثنا بھی اُڑ گیا۔ اور دلیل یہ کہ حجت صرف قرآن و حدیث و اجماع و قیاس مجتہدین ہیں۔ ابھی کہا تھا کہ چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی عالم مستند کی کتاب سے نکل آئے۔ تو مجھ کو کد نہ ہوگی۔ اور ممانعت کے لیے شاہ رفیع الدین صاحب کے فتوے اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ما لابد منہ و ارشاد الطالبین سے استناد کیا۔ یہ لوگ اور ان کا کلام بھی نہ قرآن ہے، نہ حدیث، نہ اجماع۔ نہ قیاس مجتہدین۔ پھر یہ پانچویں حجت کہاں سے نکل آئی (۲۸) ابھی جواہر الفتاوٰے و فتاوٰی عالمگیریہ سے گزرا کہ دینداروں کے افعال سند ہوتے ہیں۔ یہ چھٹی حجت ہوئی۔

(۲۹) اب بفضل اللہ عزوجل ہم وہ عبارات جانفزا ذکر کریں جن سے ثابت ہو کہ روضۂ انور میں کیسی روشنی ہوتی ہے اور کے سو برس سے رائج ہے۔ جب سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی۔ اور یہ کہ وہ خاص روضۂ اطہر ہی کے واسطے ہے نہ کہ بہ نیت مسجد۔ اور یہ کہ وہ بمنظوری علماء کرام ہے نہ کہ صرف فعل سلاطین۔ اور یہ کہ کیسے امام جلیل نے اوس کے جواز کا روشن فتوٰی دیا۔ نہ فقط فتوٰی بلکہ خاص اس باب میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا۔ وللہ الحمد۔ عالم مدینہ طیبہ امام اجل سید ابوالحسن علی نور الدین بن عبداللہ سمہودی مدنی قدس سرہ، معاصر امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالٰی نے (کہ دونوں حضرات کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہوئی۔) کتاب مستطاب خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم تصنیف ۸۹۳ھ ہجری کے باب رابع کی شانزدہ گانہ فصلوں میں فصل ۱۲ روضہ اقدس کے تزک و احتشام وشیشہ آلات و سامان روشنی کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بیان میں وضع فرمائی۔ اور فصل ۲۱ مسجد مقدس کے ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں جدا لکھی۔ اس فصل مسجد میں فرمایا بجعن مسجد اربع مشاعل تشعل فی لیالی الزیارات المشهورة وما علمت اول من احدثها وبالمسجد سلاسل کثیرة للقنادیل عملت بعد الحریق والمرتب للوقود منها یزید وینقص لما لایخفی۔ مسجد کریم کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کیجاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ اوّل اوّل یہ مشعلیں کسنے رکھیں۔ اور مسجد میں قندیلوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتش زدگی کے بعد بنیں اور اُن کی روشنی کا راتب گھٹتا بڑھتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے اور اوس فصل روضۂ انور میں فرمایا اما معالیق الحجرة الشریفة التی تعلق حولها من قنادیل الذهب والفضة ونحوهما ولم اقف علی ابتداء حدوثها الا ان ابن النجار قال فی سقف المسجد الذی بین القبلة والحجرة علی رأس الزوار اذ وقفوا معلق نیف واربعون قندیلا کبارا وصغارا من الفضة المنقوشة والساذجة وفیها اثنان من بلور وواحد من ذهب وقمر من فضة مغموس فی الذهب وهذه تنفذ من البلدان من الملوك وارباب الحشمة انتهی۔ وعمل من ذکر مستمر بذلك لم تزل هذه القنادیل فی زیادة ومن احسن ما رأیت من معالیق الحجرة قندیل من فولاذ کبیر احسن التکوین مخرما ملفتا بذهب یضئ اذا اسرج فیه وعلیه مکتوب ان الناصر محمد بن قلاوون علقه بیده هناك حاصل یہ کہ روضۂ انور کا سامان روشنی۔ سونے کی قندیلیں اور چاندی کی اور اون کے مثل اور قیمتی چیزوں کی کہ روضۂ مطہرہ کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتدا کب سے ہے ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی ۶۴۲ھ نے اپنی کتاب الدرة الثمینیہ فی اخبار المدینہ میں فرمایا کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے میں کہ دیوار قبلہ سے حجرۂ مقدسہ تک ہے جب زائرین مواجہ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہوں۔ اون کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں۔ بڑی بڑی اور چھوٹی چاندی کی نقشی اور سادی اور اُن میں دو بلور کی ہیں۔ ایک سونے کی اور ایک چاندی کا چاند ہے۔ سونے میں مغرق۔ اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین وامرا حاضر کیا کرتے ہیں انتہٰی۔ اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی۔ اور روضۂ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اوس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ کہ اوس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے۔ اوس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصر محمد بن قلاوون نے اوسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا۔ انتہی۔ ملتقطاً۔

یہاں تو آپ کو یہ معلوم ہوا کہ روشنی خاص روضۂ منورہ کی لیے ہی ہے اور یہ کہ کتنی کثیر وشاندار ہے اور یہ کہ صدہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی بہت پہلے سے ہے۔ اب مجمع علمائے کرام کا ذکر سنیے۔ علامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام صفحہ ۳۱ میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ جب سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان بن سلیمان خان رحمہم الرحمٰن نے ۹۸۴ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصع محمد چاویش خان کے ہاتھ حاضر کی ہیں کہ دو کعبۂ معظمہ کے اندر آویزاں کیجائیں۔ اور ایک حجرہ مزار اطہر میں چہرۂ انور کے مقابل صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔ جب مکہ معظمہ میں آئے حضرت شریف مکہ سیدی حسن بن ابی نمی حسنی اور ناظر حرم محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظمہ مولانا مصلح الدین لطفی بگ زادہ مع جملہ اعیان اکابر حرم محترم میں جلوہ گر ہوئے۔ فرماتے ہیں وکافة العلماء والفقهاء والموالی یعنی مکہ معظمہ کے تمام علماء وفقہاء وسردار

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گرد کعبہ معظمہ جمع ہوئے۔ پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف و دیگر عظمار کو خلعت پہنائے گئے۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولا گیا۔ سیدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طواف کعبہ معظمہ کیا۔ ادھر وہ طواف میں ہیں اُدھر رئیس مؤذنان قبہ زمزم پر سلطنت و شریف کے لیے آواز بلند دعا کررہا ہے۔ اور تمام حاضرین دعا و آمین میں مشغول ہیں۔ بعد فراغ طواف ورکعتین طواف حضرت شریف کعبہ معظمہ کے اندر حاضر ہوئے۔ اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں۔ سب حاضرین جملہ علمار و فقہار و اُمرار و فضلار نے فاتحہ پڑھی اور دعائیں کیں اور جلسہ ختم ہوا۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں وکان یوما شریفا مشہودا و وقتا مبارکا متیمنا مسعودا وہ دن بزرگ اور تمام اعیان مکہ کی حاضری کا تھا۔ اور وہ وقت مبارک اور فرخندہ باسعادت تھا۔ پھر محمد چاویش باقی قندیل لے کر سرکار اعظم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ علامہ فرماتے ہیں۔ واجتمعت لہ اکابر المدینۃ الشریفۃ واعیانہا وعلماؤھا وصلحاؤھا۔ اون کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر و عمائد و علمار و صلحار سب جمع ہوئے وعمل موکب عظیم فی الحرم الشریف النبوی حرم کریم میں محفل عظیم منعقد کیگئی۔ وفتحت الحجرۃ الشریفۃ النبویۃ علی ساکنہا افضل الصلوٰۃ والسلام وعلق ذٰلک القندیل بازاء وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ سونے کی قندیل جواہر بے بہا سے مرصع روئے انور سید اطہر صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس میں آویزاں کیگئی۔ وقرئت الفواتح وحصل الدعاء۔ حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی۔ اور مجلس بخیر وخوبی ختم ہوئی۔ علامہ ممدوح اس حکایت کا خاتمہ ان لفظوں پر فرماتے ہیں۔ وھو اول من علق قنادیل الذھب فی الحرمین الشریفین من سلاطین اٰل عثمان خلد اللہ تعالٰی سلطنتھم وقد سبق بھذہ المنقبۃ الشریفۃ اٰباء ہ السلاطین العظام یعنی سلاطین آل عثمان میں کہ اللہ عزوجل اون کی سلطنت کو ہمیشہ رکھے۔ سلطان مراد خان نے اس کی پہل کی۔ کہ حرمین محترمین میں سونے کی قندیلیں آویزاں کیں۔ وہ اس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے۔ اس خاتمہ سے دو فائدے ظاہر ہوئے۔ ایک یہ کہ سلاطین عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے کی قندیلیں حاضر کرتے۔ سلاطین عثمانیہ میں پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خاں نے پائی۔ دوسرے یہ کہ علامہ ممدوح اس کا استحسان فرماتے۔ اور اسے منقبت شریفہ بتاتے ہیں۔

اب پھر عبارات سابقہ خلاصۃ الوفار کی طرف رجوع کیجئے اور وہ سنیے جو امام ممدوح سیدی نور الدین سمہودی اس عبارت کے اثنار میں اوس جائز روشنی کے بیان میں حکم فرماتے ہیں۔ وہ عبارت یہ ہے وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزیل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ وذھب فیہ الی جوازھا وصحۃ وقفھا وعدم جواز صرف شیئ منھا لعمارۃ المسجد۔ بیشک امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی متوفی ۷۵۶ھ رحمہ اللہ تعالٰی نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی۔ جس کا نام تنزل السکینۃ علی قنادیل مدینۃ رکھا۔ اور اس کتاب میں اون کا جائز ہونا اور اون کا وقف صحیح ہونا بیان فرمایا۔ اور یہ کہ ان کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔ یہ امام اجل وہ ہیں جن کی نسبت امام ابن حجر فرماتے ہیں الامام المجمع علی جلالتہ واجتہادہ وہ امام کہ ان کی جلالت شان و قابلیت اجتہاد پر اجماع ہے۔ صلاح صفدی نے کہا الناس یقولون ما جاء بعد الغزالی مثلہ وعندی انھم یظلمونہ وما ھو عندی الا مثل سفین الثوری لوگ کہتے ہیں۔ امام حجۃ الاسلام کے بعد کوئی امام تقی الدین سبکی کے مثل پیدا نہ ہوا اور میرے نزدیک وہ ان کی شان گھٹاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ امام سفیان ثوری کے ہمسر ہیں۔ جو اجلہ اکابر تبع تابعین سے تھے۔ وہ اس روشنی کو فقط جائز ہی نہیں بتاتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اوس پر رحمت الٰہی کا سکینہ اترتا ہے غالباً اب تو زید صاحب اپنے تمام وساوس سے باز آکر اپنی قسم پوری کریں گے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۳۰) حدیث مذکور کو زید نے بالجزم رسول خدا کا ارشاد بتایا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم۔ یہ سخت بیباکی وجرأت ہے۔ وہ حدیث صحیح نہیں۔ اوس کی سند کا مدار ابوصالح باذام پر ہے۔ باذام کو ائمہ فن نے ضعیف بتایا۔ تقریب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے باذام بالذال المعجمۃ ویقال آخرہ نون ابوصالح مولی ام ھانی ضعیف مدلس ۔ (۳۱) یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حجت نہیں ہوتی۔ تحسین ترمذی باعتبار ترجمہ باب ہے کہ اوسے باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدا میں وارد کیا اور قبور پر مسجد بنانے میں بیشک احادیث متعددہ وارد۔ خود جامع ترمذی میں ہے وفی الباب عن ابی ھریرۃ وعائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما بخلاف چراغ کہ اس کی ممانعت میں یہی حدیث ضعیف باذام ہے۔ اوس کا یہ ٹکڑا حسن نہیں۔ خود امام ترمذی اپنی اصطلاح میں بتاتے ہیں ما ذکرناہ فی ھذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسنادہ عندنا کل حدیث یروی لایکون فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولایکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ نحو ذالک فھو عندنا حدیث حسن (۳۲) حدیث مانعین کے تین جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہیں اور سب میں اخیر تنزل کا جواب وہ کہ امام نابلسی کے ارشاد سے گزرا اور اوسط جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ علی ہے۔ اس سے قبر پر چراغ رکھنے کی ممانعت ہوئی۔ اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ علی کے معنی حقیقی یہی ہیں اور حقیقت سے بلاضرورت عدول نامقبول وہ عدول ہی تاویل ٹھہرے گا۔ اور اگر وجہ موجہ نہ رکھتا ہو مردود رہے گا۔ تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اوس کے معنے ظاہر سے پھیرا جائے۔ مگر طرفہ یہ کہ زید نے معنی حقیقی مراد لینے کا نام تاویل رکھا۔ اور تاویل بھی کیسی ضعیف۔ اور نہ صرف ضعیف بلکہ معاذ اللہ حدیث کے ساتھ مضحکہ۔ اس ظلم شدید کی کوئی حد ہے اور نہ دیکھا کہ علامہ علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی اس حدیث کی شرح میں کیا فرماتے ہیں۔ المتخذین علیھا ای القبور یعنی فوقھا۔ دیکھو اوس معنی حقیقی کی تصریح فرمائی جسے زید نے معاذ اللہ مضحکہ بنایا (۳۳) کریمہ لنتخذن علیھم مسجدا۔ میں ضمیر جانب اصحاب کہف ہے اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنی نہیں تو مجاز متعین ہے۔ بخلاف حدیث کہ اس میں ضمیر جانب قبور ہے اور قبر پر چراغ رکھنا ممکن۔ بلکہ بعض جگہ عوام سے واقع ہے تو اسے آیت پر قیاس کرنا محض سوئے فہم ہے۔ وہ جو کہ کہا تھا کہ گیا اسکے یہ معنی ہیں اصحاب کہف کے سینہ پر سنگ بنیاد مسجد کا رکھیں گے" وہ خود اپنے شبہہ کے پاؤں میں تیشہ ہے۔ یہ معنی صحیح نہ ہونا ہی تو حقیقت سے صارف اور مجاز کا قرینہ ہوا۔ یہاں کہ بے تکلف معنی حقیقی بن رہے ہیں۔ اُن سے پھیرنے والا کون اور مجاز کے لئے قرینہ کیا (۳۴) دوسری مثال قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی دی اور دسمجھا کہ یہاں مجاز لفظ پر میں نہیں کہ علی بمعنی عند ہو۔ جس طرح تم حدیث میں لے رہے ہو۔ قبر کے نزدیک کسی چیز کے چڑھانے کے کیا معنی بلکہ مجاز خود یہاں چڑھاوے کے لفظ میں ہے۔ صدقہ کہ جہال کسی مریض وغیرہ کیلئے چوراہے میں رکھتے ہیں اوسے اُتارا کہتے ہیں۔ کہ اوسے ذلیلوں خبیثوں شیطانوں کے لیے کرتے ہیں۔ اور نذور کہ مزارات طیبہ کے حضور لاتے ہیں اوسے چڑھاوا کہتے ہیں کہ بلند مرتبہ مقبولوں کے حضور پیش کرتے ہیں یہ اُتار چڑھاؤ باعتبار رتبہ ہے نہ باعتبار جہت تحت وفوق۔ اور نہ سہی۔ اگر ایک جگہ کوئی لفظ معنی مجازی میں مستعمل ہو تو اوس کے حوالے سے دوسری جگہ بھی خواہی نخواہی اوسے حقیقت سے توڑ کر مجاز پر ڈھالنا کون سی منطق ہے۔ (۳۵) ملّا علی قاری نے جو اس حدیث میں علٰی کو معنی حقیقی پر لیا۔ زید صاحب اوس کی توجیہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ وجہ ممانعت یعنی مشابہت یہود و نصارٰی معنی مجازی یعنی قریب قبر میں نہیں رہتی۔ اس بنیاد پر معنی حقیقی لیے۔ یعنی معنی حقیقی ہی لینا محتاج وجہ خارجی ہے اگر خارج

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ے کوئی وجہ اُس کی نہ لے تو معنی حقیقی نہ لیں گے۔ اس اُلٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا ہے۔ علی قاری کی عبارت دیکھیے قید علیہا ان یفید ان اتخاذ المساجد بجنبہا لاباس بہ۔ ملاحظہ ہو لفظ "علیٰ" سے یہ ثابت کیا کہ برابر ہو تو حرج نہیں۔ یا برابر میں حرج نہ ہونے سے "علیٰ" کو اپنے معنی حقیقی پر لیا۔ (۳۶) علی قاری جب یہاں دربارۂ "مسجد علیٰ" کو معنی حقیقی پر لے چکے۔ جو آپ کو بھی مسلم ہے اور یہاں ایک ہی لفظ "علیٰ" ہے جس سے مساجد و سرج کا یکساں علاقہ ہے کہ والمتخذین علیہا المساجد والسرج۔ اب اگر دربارۂ قبور علیٰ کو معنی مجازی پر لیجئے تو کھلا ہوا جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور وہ باطل ہے لاجرم دربار قبور بھی علیٰ کو معنی حقیقی ہی پر رکھیں گے۔ تو جس نے ان کی طرف اسے نسبت کیا اون کے لازم کلام سے استدلال کیا یہ اون پر اتہام کدھر سے ہوجائے گا۔ (۳۷) علی قاری نے دربارۂ سرج قبور، جو تین وجہ ممانعت نقل کرکے لکھا کذا قال بعض علمائنا۔ قطع نظر اس کے کہ یہ نقل عن المجہول ہے اور ہمارے فقہاء نے اوسی وجہ اول پر اقتصار فرمایا کہ اسراف و اتلاف مال ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور یہی وجہ خود آپکے مستند بزازیہ میں مصرح تھی جسے آپ نے حذف کردیا۔ اور اوپر روشن ہولیا کہ یہ وجہ صرف قبور عوام میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ وہاں نہ مسجد ہو نہ قبر۔ سرراہ نہ کوئی تلاوت وغیرہ میں مشغول۔ باقی دو وجہ اوس میں تعظیم قبور بھی عوام میں متحقق ہوگی۔ خصوصاً قبور فساق میں جن کی نسبت آپ فرق پوچھ رہے ہیں۔ کہ "بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں، فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے"۔ فاسق فاجر کی قبر پر کریں۔ تو نفس قبر کی تعظیم ٹھہرے کہ مقبور معظم نہیں۔ بخلاف مزارات کرام کہ وہاں قبر یعنی خشت و گل کی تعظیم نہیں۔ بلکہ اون کی روح کریم کی تعظیم ہے۔ جیسا کہ امام نابلسی نے فرمایا کہ تعظیما لروحہ المشرقۃ الخ تعظیم قبور معظمین کہ حقیقۃً تعظیم معظمین ہے کس نے منع کی۔ اختیار شرح مختار اور اسی آپ کی مستند عالمگیری میں ہے ثم ینھض فیتوجہ الی قبرہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم ولا یضع یدہ علی جدار التربۃ فہو اھیب واعظم للحرمۃ ویقف کما یقف فی الصلوۃ اھ تلک الحاجۃ۔ یعنی پھر کھڑا ہوکر قبر اکرم حضور سید عالم صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو۔ اور تربت کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت و تعظیم حرمت کریمہ ہے۔ اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ منسک متوسط اور اوس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ المشرفۃ فیحرص علی ملازمۃ المسجد وادامۃ النظر الی الحجرۃ الشریفۃ ان تیسر والقبۃ المنیفۃ ان تعسر مع المھابۃ والخضوع والخشیۃ والخشوع ظاھرا وباطنا فانہ عبادۃ کالنظر الی الکعبۃ الشریفۃ یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے۔ اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہوسکے تو مزار اطہر کے حجرۂ مقدسہ ورنہ اوس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔ خوف و ادب اور خشوع و خضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے۔ جیسے کعبہ معظمہ پر نظر۔ علامہ عبدالقادر فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالے حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلے اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم میں فرماتے ہیں ومنھا ان لایستدبر القبر الشریف یعنی آداب میں سے ہے کہ قبر اقدس کو پشت نہ کرے۔ سید اقدس سرہ نے خلاصۃ الوفا میں فرمایا فی الصلوۃ ولا فی غیرھا۔ نہ نماز میں اُدھر پیٹھ کرے نہ غیر نماز میں۔ پھر امام عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرمایا اذا اردت صلوۃ فلا تجعل حجرتہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم وراء ظہرک ولا بین یدیک والادب معہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم بعد وفاتہ مثلہ فی حیاتہ فما کنت صانعہ فی حیاتہ فاصنعہ بعد وفاتہ من احترامہ والاطراق بین یدیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرۂ مطہرہ مزار اطہر کو پیٹھ نہ کر نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالم حیات ظاہر میں تھا۔ تو جیسا تو اوس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزار اطہر کے حضور کر۔ یہ سب تعظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ اس قسم کے ارشادات ائمہ اگر جمع کیے جائیں تو ایک دفتر ہو۔ اور خود اس سے زیادہ اور کیا تعظیم قبر اطہر ہوگی۔ جو حدیث میں ہے کہ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں جمال جہان آرا کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے تعلیم فرمائی۔ در منظم امام ابو القاسم محمد لؤلوی سبتی میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ من صلی علی روح محمد فی الارواح وعلی جسدہ فی الاجساد وعلی قبرہ فی القبور رآنی فی منامہ ومن رآنی فی منامہ رآنی یوم القیامۃ ومن رآنی یوم القیامۃ شفعت لہ ومن شفعت لہ شرب من حوضی وحرم اللہ جسدہ علی النار۔ جو محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی روح اقدس پر ارواح میں اور جسم اطہر پر اجسام میں اور قبر انور پر قبور میں درود بھیجے وہ مجھے خواب میں دیکھے اور جو خواب میں دیکھے۔ مجھے قیامت میں دیکھے گا۔ اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا۔ میں اسکی شفاعت فرماؤں گا۔ اور جسکی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوض کریم سے پیے گا۔ اور اللہ عزوجل اوس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمائے گا اللھم ارزقنا بجاھہ عندک آمین۔ علماء فرماتے ہیں یعنی یوں درود شریف پڑھو۔ اللھم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح اللھم صل علی جسد سیدنا محمد فی الاجساد اللھم صل علی قبر سیدنا محمد فی القبور۔ قبر کریم پر درود بھیجنے کا حکم ہوا۔ اور درود وہ تعظیم ہے کہ بالاستقلال انبیاء و ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں

(۳۸) رہی تیسری وجہ کہ وہ آثار جہنم سے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اقول اوس کی غایت ایک تفاؤل ہے۔ وہ اس قابل نہیں جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو۔ تو یہ اوس حدیث کی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ شرع کو ایسی فالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وہ بھی آثار جہنم سے ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یصب علیہ من فوق رؤسہم الحمیم حالانکہ وہ شرعاً مطلوب ہے۔ درمختار میں ہے یصب علیہ ماء مغلی بسدر ان تیسر والا فماء خالص۔ رد المحتار نہر الفائق میں ہے افاد ان الحار افضل سواء کان علیہ وسخ اولا۔ اور بفرض تسلیم اوس کا محل وہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں، کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اوس کے گرد یا مناروں یا احاطے کی دیواروں پر۔ علماء نے تفاؤل کے سبب جب پکی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہوئے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ تصریح فرمائی کہ یہ اوس صورت میں ہے کہ خاص لحد پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میت ہے۔ ورنہ بالائے قبر اوس میں حرج نہیں۔ یہ خود آگ ہے۔ اوس میں بالائے قبر بھی حرج ہے۔ مگر حول میں حرج مسلم نہیں۔ درمختار میں ہے یسوی اللبن علیہ والقصب لا الآجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما فوقہ فلا یکرہ ابن ملک۔ بدائع میں ہے لانہ مماستہ النار فیکرہ ان یجعل علی المیت تفاؤلاً۔ حلیہ میں ہے۔ قال امام التمرتاشی ھذا اذا کان حول المیت فلو فوقہ لا یکرہ

(۳۹) یہ کتنی نادانی کا اعتراض ہے کہ علی معنی حقیقی پر لیں۔ تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہو جائے۔ در بارۂ مسجد تو آپ کو بھی مسلم کہ علی معنی حقیقی پر ہے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں مسجد بنائے یا نماز پڑھے تو وہ جائز ہو جائے۔ کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ اب بھی کہئے کہ استغفر اللہ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔

(۴۰) کثرت چراغان کا ذکر روشنی روضۂ انور میں گزرا۔ اور اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت اور لکھیں کہ موافقین کے دل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

روشن ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکاچوند ہو سے جلیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح میں فرماتے ہیں۔ حکی ان ابا علی الرودباری رحمہ اللہ تعالٰی عن رجل انہ اتخذ ضیافۃ فاوقد فیہا الف سراج فقال لہ رجل قد اسرفت فقال لہ ادخل فکل ما اوقدتہ لغیر اللہ فاطفئہ فدخل الرجل فلم یقدر علی اطفاء واحد منہا فانقطع۔ یعنی امام اجل عارف اکمل سید الاولیاء حضرت سیدنا امام علی رودباری رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اجلۂ اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں ۳۲۲ھ میں وصال شریف ہے۔ امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ میں اون کی نسبت فرمایا اظرف المشائخ واعلمہم بالطریقۃ) حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندہ صالح نے احباب کی دعوت کی۔ اوس میں ہزار ہا چراغ روشن کئے کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا۔ صاحب خانہ نے فرمایا اندر آئیے۔ جو چراغ میں نے غیر خدا کے لیے روشن کیا ہو۔ وہ گل کر دیجیے۔ معترض اندر گئے۔ ہر چند کوشش کی ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے۔ آخر قائل ہو گئے وللہ الحمد۔

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامۂ ناس پر روشنی جب کہ خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو محض اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع۔ فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں کہ یہی علت منع بتاتے ہیں اور اگر زینت قبر مطلوب ہو تو قبر محل زینت نہیں۔ اب بھی اسراف ہوا۔ بلکہ کچھ زائد یوں ہی اگر تعظیم قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں۔ رہے مزارات محبوبان الٰہ۔ ان میں اگر زینت قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو۔ یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں۔ اور اگر اون کی روح کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو۔ اب نہ اسراف ہے کہ نیت صالحہ موجود ہے نہ تعظیم قبر۔ بلکہ تعظیم روح محبوب۔ اور وہ شرعاً بلاشبہ مطلوب۔ امام اجل تقی الدین سبکی و امام نور الدین سمہودی۔ و امام عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالٰی اسی کو جائز بتاتے ہیں۔ اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اوسے تعظیم قبر ہی مقصود ہے نہ تعظیم روح ولی۔ محض جرأت و بدگمانی و حرام بنص قرآنی ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر کل اولٰئک کان عنہ مسئولا۔ وقال اللہ تبارک وتعالٰی یا ایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرًا من الظن ان بعض الظن اثم۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افلا شققت عن قلبہ۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ اور تعظیم روح اور تعظیم قبر میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے۔ عارف نابلسی کا ارشاد گزرا۔ اور امام سمہودی فرماتے ہیں لیس القصد تعظیم بقعۃ القبر بعینہا بل من حل فیہا۔ بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسند شریف میں بسند حسن روایت فرماتے ہیں۔ اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجہہ علی القبر فاخذ مروان برقبتہ۔ ثم قال ہل تدری ما تصنع فاقبل علیہ فقال نعم انی لم اٰت الحجر انما جئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم اٰت الحجر سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اہلہ ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیہ غیر اہلہ۔ یعنی مروان نے اپنے زمانہ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں۔ مروان نے اون کی گردن مبارک پکڑ کر کہا جانتے ہو کیا کر رہے ہو۔ اس پر ان صاحب نے اوس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہاں میں سنگ و گل کے پاس نہیں آیا ہوں۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔ دین پر نہ روؤ جب اوس کا اہل اوس پر والی ہو۔ ہاں اوس وقت دین پر روؤ جبکہ نااہل والی ہو۔ یہ صحابی سیدنا ابو ایوب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

انصاری تھے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ تو تعظیم قبر و روح مطہر میں فرق نہ کرنا مردان کی جہالت ہے۔ اور اوسی کے ترکہ سے وہابیہ کو پہونچا۔ اور تعظیم قبر سے جدا ہوکر تعظیم روح کریم کی برکت لینا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سنت ہے۔ اور اہلسنت کو اونکی میراث ملی۔ وللہ الحمد۔

تنبیہ: سب سے زائد بات اہم یہ ہے کہ زید صاحب کہیں تو بہت کچھ حق مانیں۔ ہدایت کے شکر گزار ہوں۔ یہ کہ تحریر زید کا اس کلمہ سخت شنیع ستم فظیع پر ہوا۔ کہ "اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص اس میں کٹ حجتی کرے۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بات قبر میں نقصو کے قابل ہے موسٰی بدین خود۔ عیسٰی بدین خود" زید نے دو فریق بنائے۔ ایک کو حق پر بتایا۔ اور دوسرے کو کٹ حجتی کرنیوالا وعید الٰہی کے مقابل ہٹ دھرمی سے پیش آنے والا۔ اور اوس پر مثال وہ ڈھال دی۔ کہ موسٰی بدین خود و عیسٰی بدین خود اس تمثیل کی تطبیق کی جائے تو معاذاللہ! جو حاصل نکلے اوسکی قہر خباثت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ایسی جگہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سخت جرأت و گستاخی و بدزبانی و دریدہ دہنی ہے۔ توبہ فرض ہے اور اللہ تعالٰی ہادی وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: از بنگال ضلع سلہٹ موضع شوبید پور مرسلہ مولوی انوار الدین صاحب۔ ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے ثواب رساں کے لیے قرآن شریف کو ہدیہ کرنا یا چند نماز و روزہ وغیرہ کے کفارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہو تو کون کون صورتوں میں۔ یعنی بعض میت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں۔ اور ان صورتوں میں مع وصیت کے کیا حکم ہے، دوئم بوقت دفن میت کے دعا وغیرہ پڑھ کر چھوٹے چھوٹے ڈھیلا وغیرہ پر دم کرکے قبر کے اندر رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کر اس کا ثواب میت مسلم کو پہونچانا جائز ہے۔ کفارے کے عوض میں قرآن مجید دے کر جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے۔ محض باطل و بے سود ہے۔ بلکہ بحالِ وصیت ثلث مال یا باجازت ورثہ بالغین اوس سے زائد۔ اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے اگر کفارہ واجبہ کی قدر کو کافی نہ ہو بطریق دور پورا کریں۔ یعنی ایک بار فقیر کو دیدیں اس قدر کا کفارہ ادا ہوا فقیر بعد قبضہ پھر اوسے اپنی طرف سے ہبہ کردے۔ وارث پھر فقیر کو کفارے میں دے۔ یہاں تک کہ اولٹ پھیر میں قدر کفارہ تک پہونچ جائے۔ کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وقد حققناہ فی فتاوٰنا۔ **جواب سوال دوئم**: کوئی حرج نہیں جبکہ قبر میں جگہ نہ گھیرے لعدم المنع وما لم یمنع لا یمنع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور۔ مرسلہ نعمت علی صاحب۔ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) مردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں۔ کس کو کھانا چاہیے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا اصلی امیر و غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں (۲) بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اوس کے علاوہ میں عورتیں جاتی ہیں۔ پاکی یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب میں، حاجت برآری کیلیے۔ اور وہاں ٹھہرتی ہیں اور اون کے ٹھہرنے کے لیے وہی قبرستان ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ باتیں بری ہیں تو اوس بزرگ میں تصرف اور قوت اوس کے روکنے کی ہے یا نہیں۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے اون کے مہمان ہیں۔ یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور یہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے۔ اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کر سکتے تو وہاں پر قوالیاں گائی جاتی ہیں، ناچتی ہیں، بجاتی ہیں، عورتیں غیر محرم رہتی ہیں۔ اون کے پیچھے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے۔ یہ کہنا اور اوسکی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں۔ اوس کا کیا جواب (۲) بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے اس صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں (۳) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ قرآن پڑھنے اور قریب ہو کر دیا چاہنے کے لیے عمارت بناوے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں (۵) قبر پر درخت لگانا۔ دیوار کھینچنا۔ یا قبرستان کی حفاظت کیلیے اوس کے چاروں طرف کھید کر جس میں جدید و قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں (۶) کسی بزرگ کے روضہ کے گرد قبریں ہیں اور وسعت جگہ کیلیے اوس قبہ سے لگا کر اوس گرد کے قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دے کر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔ (۷) ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ سے ظاہر طریقہ سے ہمکلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں (۸) کوئی شخص اپنی زندگی میں قبل کرائے۔ فاتحہ پڑھوائے آیا جائز ہے یا نہیں۔ اور اسکا ثواب اپنے لیے بعد وفات رکھے۔ یعنی یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اس کا ثواب ملے۔

الجواب

(۱) مردے کا کھانا صرف فقرا کیلیے ہو عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں منع ہے۔ غنی نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات (۲) عورتوں کو مقابر اولیا و مزارات عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے۔ اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل ہے۔ اصحاب مزارات دار تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض اہل تکوینیہ کے تابع ہیں۔ سیکڑوں ناشائستہ حرکتیں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے۔ کیوں نہیں روکتا۔ حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں۔ مگر عورتیں ناخواندہ مہمان (۳) اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امر محتمل ہے۔ شیطان بھی بہت کرشمے دکھاتا ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہو جاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اوسے بجھا دیا اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر ایک ربانی نور اون کے ساتھ فرما دیا۔ کما فی بہجۃ الاسرار و معدن الانوار (۴) جائز ہے کما فی مجمع بحار الانوار۔ ہاں منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر سے بچنا لازم ہے (۵) حفاظت کیلیے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایۂ زائرین کے لیے ہوں تو اچھا ہے۔ مگر قبر سے جدا ہوں (۶) کسی قبر پر کوئی پایہ چننا جائز نہیں (۷) بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور (۸) جائز ہے اور قبول ہوا تو ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶

از اجمیر شریف کارخانہ کرتیاں علاقہ نمبر ۳ لوہار خانہ مرسلہ جمال محمد۔ ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۷۰ھ

(۱) مُردہ کے ساتھ کھانا لیجانا حلال ہے یا حرام (۲) گلاب قبر میں چھڑکنا جائز ہے یا ناجائز (۳) اور قبر سے چالیس قدم جا کر دعا مانگنا

الجواب

(۱) مردہ کی طرف سے تصدق کرنا چاہیے۔ اور ساتھ لیجانا فضول ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے اوسے بدعت کہا ہے وھو تعالیٰ اعلم (۲)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قبر میں گلاب وقت دفن چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ وھو تعالٰی اعلم (۲) دعا مانگنا ہر وقت جائز ہے اور چالیس قدم کی خصوصیت بلا وجہ۔ وہو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷: حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں عالم اہلسنت، ناصر ملت، اس بارے میں کہ میت کے تابوت کو لے کر دس قدم چلنا پھر جانب بدلنا اسی طرح چاروں جانب چالیس قدم چلنا سنت ہے یا نہیں۔ (۲) اور اگر قبرستان چالیس قدم سے کم ہو تو میت کو لے کر قبر کے چاروں طرف چالیس قدم گھومنا جائز ہے یا نہیں (۳) نماز جنازہ پڑھ کر اور قبور کی زیارت کرکے خیرات لینا جائز ہے یا نہیں (۴) جو شخص اسکو ناجائز سمجھ کر اعلان کردیا کہ میں اس کو ناجائز سمجھتا ہوں کوئی صاحب اسکی اُجرت ہم کو ہرگز نہ دو۔ پھر اگر کوئی بطور ہدیہ دے تو لینا جائز ہے یا نہیں (۵) میت کی روح پر ثواب رسانی کیلئے قرآن شریف و میلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) مستحب ہے (۲) جہالت و ممنوع ہے (۳) ناجائز (۴) جائز ہے (۵) ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸: از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) قبر پر جانے سے مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی عزیز آیا یا کوئی شخص آیا۔ یا نہیں معلوم ہوتا۔ اور زندہ کو مردہ کے قبر پر جانے سے مردہ کو کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی ہے یا نہیں۔ اور وہ کچھ پڑھ کر ثواب بخشے تو مردہ کو علم ہوتا ہے یا نہیں (۲) زید قبر پر کسی عزیز کے روز جاتا تھا۔ پھر جانا بند کردیا۔ یہ دریافت طلب ہے کہ اس مردہ کو زید کے آنے اور جانے سے کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی تھی یا نہیں۔

الجواب

(۱) قبر پر جو کوئی جائے مردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہنچتا ہے۔ اگر کوئی عزیز یا دوست جائے تو اسکے جانے سے مردہ کو راحت اور فرحت ملتی ہے۔ جیسے دنیا میں۔ یہ سب مضامین صحاح احادیث میں وارد ہیں۔ وقد فصلناھا فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۲) اس کا جواب سوال سابق کے جواب میں آگیا۔ بیشک اعزہ واحباب کے جانے سے اموات کو فرحت ہوتی ہے اور دیر لگانے سے اون کا انتظار رہتا ہے۔ وفیہ حکایۃ نفیسۃ فی شرح الصدور۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹: ۴ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ زیارت قبور کی نشست و برخاست کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب

قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہئے۔ زیارت قبر میت کے مواجہ میں کھڑے ہو کر ہو۔ اور اوسکی پائنتی کی طرف سے جائے۔ کہ اوسکی نگاہ کے سامنے ہو سرہانے سے نہ آئے کہ اوسے سر اوٹھا کر دیکھنا پڑے، سلام و ایصال ثواب کے لیے اگر دیر کرنا چاہتا ہے رو بقبر بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے یا ولی کا مزار ہے تو اوس سے فیض لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۱۳۰ : از موضع شرشدی ڈاکخانہ زلیبی ضلع نواکھالی مرسلہ سید حمید الدین صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۰ھ

ما قول علمائنا رحمہم اللہ تعالٰی : ایک نہایت مشہور و معروف بزرگ کا انتقال ہوا۔ اوس کے وارث نے بایں نیت اس پر گنبد کی چھت بنوا دیا ہے کہ زائرین اطمینان کے ساتھ صیف و شتا میں قرآن مجید پڑھ کر ثواب رسانی کرسکیں اور اس بزرگ کی قبر کا نشان باقی رہے تاکہ لوگ ان سے فیض حاصل کرسکیں۔ اسمیں نہ چراغ جلایا جاتا ہے نہ چاندنی تانا گیا ہے۔ نہ کسی کو قبر پرستی اور نہ قدم بوسی کی اجازت ہے۔ اصل قبر و متصل زمین خام ہے۔

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ بلا شبہہ جائز ہے۔ اور بنوانے والا اپنی نیک نیتی پر ثواب کا مستحق ہے۔ اور اوسمیں زائروں اور تلاوت کرنیوالوں کے لیے چراغ بھی روشن کریں۔ یہ قبر پر چراغ نہیں۔ مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱ : از شہر محلہ کانکر ٹولہ مرسلہ عبد الرحیم خاں مورخہ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بچپن میں حافظ قرآن ہوا اور تمام عمر بدافعالی میں گزاری۔ ایک شوہردار عورت سے جس کا شوہر نامرد تھا برسوں تعلق رہا۔ اور اوس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ ان حرکات پر ان باپ نے گھر سے نکال دیا۔ وہ اسی عورت کے گھر جا رہا۔ پھر بیمار ہوکر واپس آیا اور مر گیا۔ اب زید کے والدین نے کوشش کرکے مسجد میں ایک بزرگ کی قبر پرانی تھی لیکن خام تھی اوس کے برابر دفن کردیا۔ اور دونوں قبروں کو بہت اچھا پختہ بنوا دیا۔ اب اس کے والدین نے دنیا والوں کے خیالات بدلنے کی غرض سے اوس قبر پر بہت کثرت سے اگربتی چڑھانا شروع کردیا۔ اور مسجد میں کوڑہ وغیرہ ہو اون کو کچھ مطلب نہیں۔ لیکن قبر پر دن میں دو ایک مرتبہ جھاڑو دینا اور دلوانا۔ اور لوگوں سے یہ کہنا کہ دیکھو کیسی رونق ہے اور بعض جاہل لوگ سے قبر پرست مراد مانگنے کی ترغیب دینا شروع کیا۔ چنانچہ اسی قبر کو ابھی بیس پچیس دن گزرے ہوں گے کہ چادریں اور بتاشے چڑھانے لگے۔ اور قبر کو تعظیم کیسا تھ بوسہ دینا شروع ہوگیا۔ اور آئندہ کو خدا جانے کیا حالت کو اون کے والدین پہنچا دیں۔ ایسی حالت میں قبر کو پوجنے والے اور شہرت کرنے والے اور کرانے والے۔ اور مسجد میں جھاڑو کو نہ دینے والے اور قبر پر بلا ناغہ چڑھاوا دینا اور مشہور کرنا شرع شریف میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اسے پوجنا نہیں کہتے۔ یہ سائل کی بہت زیادتی ہے۔ تکریم قبور کو وہابیہ پوجنا کہتے ہیں۔ اور وہابیہ خود شیطان کو پوجتے ہیں۔ باقی ایسے شخص کی قبر کو ولی کا مزار ٹھہرانا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے اوسکے یہ اہتمام کرنا۔ اور لوگوں کو وہاں مراد مانگنے کی ترغیب یہ ضرور مکر و زور ہے۔ حدیث میں فرمایا من غشنا فلیس منا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲ : از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنس مسئولہ حاجی عبد اللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان میں ماں باپ کی زیارت کرنا بعد نماز فجر افضل یا بعد نماز عصر یا مغرب۔ اور بعد مغرب زیارت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کرنا کیا حکم رکھتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زیارت ہر وقت جائز ہے مگر شب میں تنہا قبرستان نہ جانا چاہئے اور زیارت کا افضل وقت روز جمعہ بعد نماز صبح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳: از گوالیار مرسلہ مولوی محمود احسن صاحب ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کو قبروں پر فاتحہ کو جانا درست ہے یا نادرست۔

الجواب

اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴: از نصیر آباد تعلقہ جل گاؤں ضلع خاندیس مرسلہ بسم اللہ منشی ۲ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیارت قبور میں عورتوں کے واسطے کیا حکم ہے۔ دیگر کسی کے بزرگوں کے پاس سے نسبت درنسبت کسی اولیاء اللہ کی مجاوری اور خدمت گزاری ملی ہے۔ تو فاتحہ دینا اس قبر پر یا صندل چڑھانا، غلاف چڑھانا، مجاور مرد لوگ موجود ہو کر عورت کو جائز ہے۔ اس مزار پر ہمیشہ مرد مجاور رہا کرتے ہیں۔ وہ عورت مجاوروں کے خاندان سے ہے مگر نہایت بدچلن ہے۔ اس عورت کو کیا اختیار ہے۔

الجواب

عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث میں ہے لعن اللہ زائرات القبور۔ اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔ مجاور مردوں کو ہونا چاہئے۔ عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے، یہ سخت بد ہے۔ عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے۔ نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ اسے تنہائی بھی ہوگی۔ اور یہ حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵: از پٹنہ مرسلہ ابو المساکین مولوی ضیاء الدین ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کے واسطے زیارت قبور درست ہے یا نہیں۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللہ زوارات القبور اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں۔ اصح یہ ہے کہ داخل ہیں۔ کما فی البحر الرائق۔ مگر جوانیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔ **اقول**: قبور اقرباء پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیاء کرام پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیل اطلاق منع ہے۔ ولہذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا۔ البتہ حاضری وخاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے۔ اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رسالہ جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور

۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۳۶: مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات محلہ جمال پور ۲۰ صفر ۱۳۳۹ھ

مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحرالرائق وتصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عورتوں کے لیے زیارت قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا۔ اون کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی دو رجسٹریاں آئیں۔ تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی۔ میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتوٰے تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا۔ میں اوس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی ہے مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضۂ انور کہ واجب یا قریب بواجب ہے مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود میں جو آجکل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے۔ اسکی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا۔ نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر اونھیں نازک شیشیاں فرمایا۔ والسلام۔ مولوی صاحب نے دوبارہ رجسٹری بھیجی۔ جس پر یہ جواب ارسال ہوا۔

مسئلہ: از احمد آباد گجرات محلہ جمال پور، مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب۔ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

مخدومی مکرمی معظمی جناب مولانا صاحب دام مجدکم۔ بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے واضح رائے عالی ہو کہ محبت نامہ موصول ہوا تو تسلی کو آپ کے دیکھا۔ حضرت مولانا مجھے آپ اس مسئلہ میں سمجھائیے کہ مسجد نبوی میں تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں۔ یہ منافقین آخری صف میں کھڑے ہوئے تھے اور عورتوں کو جھانکتے تھے۔ نماز فجر وعشا میں عورتیں توجہ انوار حقیقت محمدی وحقیقت قرآن کیلئے حاضر ہوتی تھیں تو منافقین کی نالائق حرکت کا انتظام خدائے تعالٰی اور قرآن عظیم نے یہ نہ کیا کہ منافقین اور فیض لینے والی عورتوں کو یہ حکم دیا ہوتا، کہ دونوں مسجد نبوی میں جمع نہ ہوں۔ اور فیض رسانی عورتوں کی اس بہانے سے بند نہ ہوئی۔ بلکہ انتظام فیض رسانی یہ ہوا کہ لقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین وان ربک ھو یحشرھم انہ حکیم علیم اور انتظام حضرت نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ کیا خیر الصفوف الرجال اولھا وشرھا اٰخرھا وخیر الصفوف النساء اٰخرھا وشرھا اولھا۔ مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی۔ اس کو بندہ مانتا ہے۔ فیض حقیقت محمدی وحقیقت قرآن لینے کو باپردہ پانچ دس عورتیں محلہ کی مل کر مرشد کے مکان پر جاویں۔ اور مرشد طریقت مرتاض اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شیخ فانی پردہ میں بٹھا کر اون کو توجہ حقیقت محمدی اور حقیقت قرآن کی دیوے اُس پر حکم حرمت لگانا غلط اور فیض محمدی کا مقابلہ اور مورد
یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھہم بنتا ہے۔ شیخ طریقت تو انا عرضنا الامانۃ الآیۃ میں جو امانت ہے اوس کو ذاکرات
کے سینہ میں باپردہ بٹھا کر توجہ دے کر حجاتا ہے۔ اور یہ اوس امانت کی جڑ او کھیڑتا ہے۔ یہ فیض جڑ او کھاڑنے والے کو بے وقار کر کے اکھیڑ دیوے گا
محمدی المشرب سنت حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرتا ہے حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو توجہ دی۔ اول مرید کرکے۔ یہ بھی
عورتوں کو مرید کرکے توجہ دیتا ہے۔ طریقہ عالیہ قادریہ کی توجہ کلمہ طیبہ کے ذکر کی ہوگی۔ اب عورتوں کو پردہ میں بٹھا کر ذکر کلمہ طیب کی بتائی جاوے
گی۔ ضرب الا اللہ قلب پر مارنا سکھایا جاوے گا۔ پردہ میں عورت خلیفہ مرشد طریقت کی بیٹھ کر ذکر کلمہ طیب کی سکھاتا ہے اور مرشد طریقت اونچ
نیچ سمجھاتے ہیں۔ پردہ میں ایک عورت نہیں محلہ کی دس پندرہ عورتیں بیٹھی ہیں۔ یہاں خلوت اجنبیہ کا حکم نہیں لگتا۔ یہ جلوت ہے جلوت میں
فیض ربانی طریقہ عالیہ قادریہ کی ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اس مجلس میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی توجہ بھی عورتوں کو دیجاتی ہے۔ بریلی میں حاضری
کا کبھی بار موقع ہوا ہے۔ وہاں یہ عمل دیکھنے میں نہیں آیا۔ نہ وہاں سنا کہ کوئی مشائخ یہ کرتے ہیں ہمارے یہاں ڈولی میانہ مشکل سے ملتا ہے۔
غربا ومساکین میں قدرت ان سواریوں میں بیٹھنے کی نہیں اور نہ قرآن عظیم نے ڈولی ومیانہ کا حکم دیا ہے یدنین علیہن من جلابیبہن
اور قل للمومنین یغضوا من ابصارھم وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن اور ولیضربن بخمرھن علٰی جیوبہن
اس پردہ پر احمد آباد کی ذاکرات کا عمل ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۴ صفحہ حاصل الکلام من ھذا کلہ ان زیارۃ القبور مکروھۃ
للنساء بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر لان خروجہن علی وجہ الفساد والفتنۃ وانما رخصت الزیارۃ لتذکر
امر الاخرۃ وللاعتبار بمن مضی وللتزھد فی الدنیا یہ حکم مصر کی بغایا یا مغنیہ والا لکا ہے اس حکم کو نیک بخت عورتوں پر لگانا غلط ہے۔
لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدثت النساء کی شرح عمدۃ القاری ج ۳ صفحہ میں ہے بعضہن یغنین باصوات عالیۃ
مطربۃ ومنہن صنف بغایا احمد آباد میں تین کوس درگاہ حضرت گنج احمد رحمۃ اللہ تعالٰی کی ہے۔ مکان بہت پرفضا ہے اور تالاب سنگین ہے
یہاں دھنے کی قوم کی اور لکڑا بیچنے والی قوم کی عورتیں لنگا ساڑی پہن کر جاتی ہیں اور گربے گاتی ہیں۔ اور اون کی قوم کی ضیافتیں ہوتی ہیں
اوس میں وہ عورتیں گربے گاتی ہیں۔ حلقہ عورتوں کا بن جاتا ہے اور تالی بجاتی ہیں اور پھرتی جاتی ہیں۔ رنڈیوں کی طرح گیت گاتی جاتی ہیں
اون پر بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر کا حکم برابر عمدہ طور پر چسپاں ہے۔ اور غنیۃ المستملی کے صفحہ ۵۹۹ میں واما یکون
فی زماننا فلتحریم لما فی خروجہن من الفساد آہ اور جو عورتیں قوالی رنڈیوں کی اور قوالی مردوں کی سننے جاتی ہیں اون کو زیارت
القبور کو جانا حرام ہے۔ اون کے حرام ہونے سے ذاکرات اور فیض لینے جانے والی عورتوں کو کیا نقصان۔ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں
ایک ہو۔ دس ہزار آدمیوں نے کتے اور خنزیر کے گوشت کی بریانی پکائی ہے۔ اور ایک نے بکری کے گوشت کی بریانی پکائی۔ دونوں بریانیوں پر
حکم حرمت اور حکم حلت غلط۔ اور کتے کی بریانی پر حکم حرمت اور بکری کی بریانی پر حکم حلت صحیح دونوں کا حکم جدا مفتی کو بیان کرنا پڑے گا۔
افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لایستون ام نجعل المتقین کالفجار اساف اور نائلہ نے جاہلیت میں زنا کیا اور قدرت الٰہیہ نے دونوں
کو مسخ کر دیا ایسے متبرک مکان میں دونوں نے خباثت کی یا کوئی سفر حرمین طیبین میں خبیث عمل سے پیش آوے تو کیا اوس خبیث کی خباثت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کو دیکھ کر اور اوسی سے استناد کرکے عورتوں کے حج و زیارت حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم جواز کا فتوٰی جاری کردیا جاوے گا۔ ہرگز نہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار مقدس میں غربی دیوار میں کلام مجید رکھا ہے۔ اوس دیوار کے پیچھے عورتیں بیٹھ کر توجہ لیتی ہیں۔ ذکر فکر مراقبہ کرتی ہیں۔ برقع اوڑھ کر آتی ہیں۔ اختلاط مردوں اور عورتوں کا یہاں بالکل نہیں۔ اب یہ عورتیں نور اللہ دل میں بھرنے کے لیے حاضر ہوتی ہیں۔ یہ فیض رسانی حقیقت محمدی کی عورتوں کو خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کرتے ہیں۔ اور اس فیض میں وہ قوت ہے کہ ہاکھوں کوسوں سے فیض لینے والیوں کو آپ بلا لیتے ہیں۔ یہ جگہ مقام قوالی سے دور ہے اور نماز فجر سے اشراق تک اور مغرب اور عشاء کے بیچ میں اس پردے والے مکان میں عورتیں جمع ہوکر فیض لیتی ہیں۔ اور اس وقت نقصان قوالی کا بالکل نہیں۔ اور یہ عورتیں نیکبخت پردہ نشین برقع اوڑھ کر آنے والی ہیں۔ آپ نے اسکو آنکھوں سے نہیں دیکھا اور میں نے اسکو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بندہ اس کو شہادت کے طور پر بیان کرسکتا ہے۔ اور آپ کو آنکھوں سے دکھا کر تسلی کرسکتا ہے اب ان عورتوں پر حکم حرمت لگانا غلط ہے۔ سرخیز قصبہ احمد آباد میں جو عورتیں گربے گانے والیاں فاحشات مغنیات اور رنڈیں اور باپردہ سوا لاکھ کلمہ طیب کا ختم پڑھنے والی۔ ذکر خفی مراقبہ۔ فیض حقیقت محمدی لینے والی ذاکرات پر رنڈیوں کا حکم لگاکر دونوں کو ایک پھانسی میں لٹکا دینا غلط ہے۔ حقوق اولیاء وخیرخواہی اولیاء وخیرخواہی سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ نہیں الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ وللمومنین۔ یہ کہاں ہوئی۔ اولیاء فیض حقیقت محمدی کا دینے کو ذاکرات کو بلاتے ہیں۔ وہ باپردہ اور شریعت کے احکام کو سر پر رکھ کر حاضر ہوتی ہیں۔ اور مفتی اون پر حکم عدم جواز لگا دیں۔ اس صورت میں فیض حقیقت محمدی کو روکنا ہے۔ اس کا نام دوستی حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں۔ ہم آپ سے چھوٹے اور آپ کے اقدام کو اپنے سروں پر رکھنے والے ہیں۔ مگر آپ کا قدم صراط مستقیم سے پھسل گیا تو عرض کرنا چاہیے۔ ہدہد و پیسے کی چڑیا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے احطت بمالم تحط بہ وجئتك من سبا بنبا یقین اول تو ایک مدت سے آنکھیں آپ کی ردمیں مبتلا ہیں اور ہاتھ بڑوں بڑوں سے ملایا ہے۔ طبیعت پریشان ہے۔ یہ قلم اس وقت بیرانہ سمجھئے۔ آپ کے ہم غلام ہیں تو دست بستہ عرض کرتے ہیں۔ اس کو آپ بغاوت نہ سمجھیں حضرت عائشہ صدیقہ کو زیارت قبور کے وقت سلام کرنا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا۔ مشکوٰۃ شریف۔ مسلم شریف۔ نسائی جز ۱ صفحہ ۲۲۵ میں ہے۔ ایں دلالت دارد بر جواز زیارت مرنساء را۔ امام نووی شرح مسلم کی جز صفحہ ۳۱۴ میں فرماتے ہیں فیہ دلیل لمن جوز للنساء زیارۃ القبور الخ۔ فتح الباری پارہ ۵ مطبع انصاری دہلی ص ۶۶۲ میں ہے اختلف فی النساء فقیل دخلن فی عموم الاذن وھو قول الاکثر ومحلہ اذا امنت الفتنۃ اب تطبیق سمجھ لیجئے کہ گربے گانے والی۔ قوالی سننے والی عورتوں کے لیے زیارت قبور اولیاء کو جانا حرام اور فیض الٰہی لینے والی عورتوں کو باپردہ شریعت کے احکام کو بجا لاکر کر جانا جائز۔ میں نے مسئلہ اس طرح شرح بیان کیا ہے۔ اس کو آپ صحیح سمجھتے ہیں یا میری سمجھ میں کوئی غلطی ہے مجھے سمجھائیے۔ آپ میرے مربی اور قبلہ وکعبہ حاجات ہیں۔ خدائے تعالٰی آپ کو صحت کلیہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ رقیمہ حکیم عبدالرحیم عفی عنہ۔ مدرس اول مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن جمال پور مسجد کانچ۔ مورخہ ۸ ربیع الاول شریف۔ اور مصطفٰی میاں کو پاس بھیجا کر اس کا جواب اون سے لکھوا کر میری تسلی کردیجئے۔ میں غلط سمجھا ہوں تو صحیح سمجھائیے۔ اور وہ فتوٰے جو تحفہ حنفیہ میں عدم جواز زیارت قبور نساء کے بارے میں ہے۔ اوسکی نقل بھی کروا کر روانہ فرمائیے۔ اوسکے دلائل سے بھی واقف ہونا بندہ چاہتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مولانا المکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کی رجسٹری ۵ ربیع الآخر شریف کو آئی۔ میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر شام ہی سے ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا۔ آجتک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لیجاتے اور لاتے ہیں۔ میرے نزدیک وہی دو حرف کہ اول گزارش ہوئے کافی تھے۔ اب قدرے تفصیل کروں۔

(۱) پہلے گزارش کرچکا کہ عبارات رخصت میری نظر میں ہیں۔ مگر نظر بحال زمانہ میرے نہ میرے بلکہ اکابر متقدمین کے نزدیک سبیل ممانعت ہی ہے اور اسی کو اہل احتیاط نے اختیار فرمایا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ منافقین کے باعث عورتوں کو مسجد کریم میں حاضری سے اللہ جل وعلا و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ممانعت نہ فرمائی۔ بلکہ منافقوں کو تہدید و ترہیب اور مردوں کو تقدم عورتوں کو تاخر کی ترغیب فرمائی۔ اور میں اتنا اور زائد کرتا ہوں کہ صرف یہی نہیں بلکہ نساء کو حضور نے عیدین کی سخت تاکید فرمائی۔ یہانتک حکم فرمایا کہ برکت جماعت و دعا مسلمین لینے کو حیض والیاں بھی نکلیں۔ مصلے سے الگ بیٹھیں۔ پردہ نشین کنواریاں بھی جائیں۔ جس کے پاس چادر نہو ساتھ والی اُسے اپنی چادر میں لیلے۔ صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدور فیشھدن جماعۃ المسلمین ودعوتھم وتعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یارسول اللہ احدنا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا اور یہ صرف عیدین میں امر ہی نہیں بلکہ مساجد سے عورتوں کو روکنے سے مطلقاً نہی بھی ارشاد ہوئی کہ اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ مسند امام احمد وصحیح مسلم شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔ یہ حدیث[1] صحیح بخاری کتاب الجمعہ میں بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امر وجوب کیلیے ہے اور نہی تحریم کے لیے۔ اور فیض و برکت لینے کا فائدہ خود حدیث میں ارشاد ہوا۔ بایں ہمہ آپ ہی لکھتے ہیں کہ مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی اسکو بندہ مانتا ہے۔ درمختار کی عبارت آپ سے مخفی نہ ہوگی کہ یکرہ حضورھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان اسی طرح اور کتب معتمدہ میں ہے۔ ائمہ دین نے جماعت وجمعہ وعیدین درکنار وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً منع فرمادیا اگرچہ بڑھیا ہو۔ اگرچہ رات ہو۔ وعظ سے مقصود تو صرف اخذ فیض وسماع امر بالمعروف ونہی عن المنکر و تصحیح عقائد واعمال ہے کہ توجہ مشیخت سے ہزار درجہ اہم واعظم اور اُسکی اصل مقدم ہے اس کا فیض بے توجہ مشیخت بھی عظیم مفید و دافع ہر ضرر شدید ہے۔ اور یہ نہو تو توجہ مشیخت کچھ مفید نہیں بلکہ ضرر سے قریب نفع سے بعید ہے۔ کیا امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد و سائر ائمہ مابعد رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فیض حقیقت اقدس سے روکنے والا اور معاذ اللہ معاذ اللہ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم میں داخل مانا جائیگا۔ حاشا یہ القائے قلوب ہیں۔ مصالح شرع جانتے ہیں (۲) صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں ام المؤمنین

---

[1] غلبا انہ لم یصرح فیہ باسم الصحابی فقیل عن عمر کما عند عبدالرزاق واحمد وقیل عن ابن عمر کما عند مسلم واحمد واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ عفی لہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد اپنے زمانہ میں تھا لو ادرک رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعہن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل اگر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔ پھر تابعین ہی کے زمانہ سے ائمہ نے ممانعت شروع فرما دی پہلے جوان عورتوں کو پھر بڑھیوں کو بھی۔ پہلے دن میں پھر رات کو بھی۔ یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہو گیا۔ کیا اس زمانے کی عورتیں گربے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں۔ اب صالحات ہیں یا جب فاحشات زائد تھیں اب صالحات زیادہ ہیں یا جب فیوض و برکات نہ تھے۔ اب ہیں۔ یا جب کم تھے اب زائد ہیں۔ حاشا بلکہ قطعاً یقیناً اب معاملہ بالعکس ہے۔ اب اگر ایک صالحہ ہے تو جب ہزار تھیں جب اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں۔ اب اگر ایک حصہ فیض ہے جب ہزار حصے تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یاتی عام الا والذی بعدہ شر منہ بلکہ عنایہ امام اکمل الدین بابرتی میں ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا۔ وہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس شکایت لیگئیں۔ فرمایا اگر زمانہ اقدس میں حالت یہ ہوتی۔ حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔ حیث قال ولقد نہی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الی عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقالت لو علم النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما علم عمر ما اذن لکن فی الخروج پھر فرمایا فاحتج بہ علماؤنا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقاء اما العجائز فمنعہن ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الخروج فی الظہر والعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والفتویٰ الیوم علی کراہۃ حضورہن فی الصلوات کلہا لظہور الفساد اسی عینی جلد سوم میں آپ کی عبارت منقولہ ایک صفحہ پہلے ہے۔ وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ المراۃ عورۃ واقرب ما تکون الی اللہ فی قعر بیتہا فاذا خرجت استشرفہا الشیطان وکان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقوم یحصب النساء یوم الجمعۃ یخرجہن من المسجد وکان ابراہیم یمنع نساءہ الجمعۃ والجماعۃ۔ یعنی حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے۔ عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے۔ اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔ اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ وجماعات میں نہ جانے دیتے۔ جب ان خیر کے زمانوں ان عظیم فیوض وبرکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں اور کاہے سے حضور مساجد وشرکت جماعات سے۔ حالانکہ دین متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے۔ تو کیا ان ازمنہ شرور میں ان قلیل یا موہوم فیوض کے حیلے سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی۔ وہ بھی کاہے کی۔ زیارت قبور کو جانے کی۔ جو شرعاً موکد نہیں۔ اور خصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جو خدا نا ترسوں نے مزارات کرام پر نکال رکھے ہیں۔ یہ کس قدر شریعت مطہرہ سے مناقضت ہے۔ شرع مطہر کا قاعدہ ہے کہ جلب مصلحت پر سلب مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے درء المفاسد اہم من جلب المصالح جبکہ مفسدہ اس سے بہت کم تھا۔ اس مصلحت عظیمہ سے ائمہ دین امام اعظم وصاحبین ومن لیہم نے روک دیا۔ اور عورتوں کی نسلیں نہ جائیں کہ صالحات جائیں۔ فاسقات نہ آئیں۔ بلکہ ایک حکم عام دیا جسے آپ ایک پھانسی میں لٹکانا فرما رہے۔ کیا انہوں نے یہ آیتیں نہ سنی تھیں افمن کان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مومنا کمن کان فاسقا۔ ام نجعل المتقین کالفجار۔ ثواب کو مفسدہ جیسے بہت اشد ہے۔ اس علت قلیل سے روکنا کیونکر لازم ہوگا۔ اور عورتوں کی قسمیں کیونکر چھانٹی جائیں گی (۳) اصلاح وفساد قلب امر مضمر ہے اور دعوے کیلئے سب کی زبان کشادہ اور محق و مبطل نامعلوم مہندا۔ اصلاح سے فساد کی طرف انقلاب کچھ دشوار نہیں خصوصاً ہوا الگ کر خصوصاً عورتوں کے دل کو تقلب کیلئے بہت آلۃ ولھذا ادویدک والجنۃ رفقا بالقواریر۔ ارشاد ہوا۔ مرد کہ اپنے نفس پر اعتماد کرے احمق ہے نہ کہ عورت، نفس تمام جہان سے بڑھ کر جھوٹا ہے۔ جب قسم کھائے۔ حلف اٹھائے نہ کہ جب خالی وعدوں پر امید دلائے وما یعدھم الشیطن الا غرورا۔ بالخصوص اب کہ قطعاً فساد غالب اور صلاح نادر ہے۔ اس صورت میں مفتی کو تفصیل کیونکر جائز۔ یہ تفصیل نہ ہوگی بلکہ شیطان کو تحصیل اور اس کی رسی کی تطویل۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔ الفائز بھذا مع التلاھمۃ اقل قلیل فلا یبنی الفقیہ اعتبارھم ولا یذکر حالھم قیدا فی الجواز لان شان النفوس الدعوی الکاذبۃ وانھا لاکذب ما یکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت سادات ثلٰثہ علامہ حلبی وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی فرماتے ہیں وھو وجیہ فینص علی الکراھۃ ویترک التقیید بالتوفیق معنی شرح ملتقی میں ہے اما من کان بخلافھم فنادر فی ھذا الزمان فلا یفرد بحکم لحرج التمییز بین المصلح والمفسد شرح لباب میں ہے لو کانت الائمۃ فی زماننا وتحقق لھم شاننا لصرحوا بالحرمۃ (۴) زیارت قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی۔ پھر اجازت فرمائی۔ علماء کو اختلاف ہوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہوئیں یا نہیں۔ عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث لعن اللّٰہ الزائرات القبور سے قطع نظر کر کے تسلیم کیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی شامل ہوئی۔ مگر جس قدر اول کی عورتوں کو جن میں حضور مساجد جمعہ وعیدین کی اجازت بلکہ حکم تھا۔ جب زمانہ فساد آیا۔ ان ضروری تاکیدی حاضریوں سے عورت کو ممانعت ہو گئی۔ تو اس سے قطعاً بدرجۂ اولیٰ اسی غنیہ کے اسی صفحہ ۵۹۵ میں اسی آپ کی عبارت منقولہ سے پہلے اس کے متصل ہے ینبغی ان یکون التنزیہ مختصا بزمنہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حیث کان یباح لھن الخروج للمساجد والاعیاد وغیر ذلک وان یکون فی زماننا للتحریم الخ اسی عینی جلد چہارم میں آپ کی عبارت منقولہ سے چند سطریں پہلے امام ابوعمر سے ہے ولقد کرہ اکثر العلماء خروجھن الی الصلوات فکیف الی المقابر وما اظن سقوط فرض الجمعۃ عنھن الا دلیلا علی امساکھن عن الخروج فیما عداھا اھ، تم کتب میں توفیق بہت واضح ہے۔ جواز نفس مسئلہ کا فی ذاتہٖ حکم ہے۔ اور ممانعت بوجہ عارض غالب تو فتوٰے نہ ہوگا مگر منع مطلق پر۔ فقہ میں اسکے نظائر بکثرت ہیں کہ برعایت قیود حکم جواز اور اسکی تصحیح تمام کتب میں مصرح اور بنظر بحال زمانہ حکم علماء منع مطلقاً جیسے جوار حرم و دخول زنان بحمام ونفقہ طالب علم ولعب شطرنج وغیرہا۔ اول وسوم کی عبارات گزریں۔ درمختار میں دربارۂ دوم ہے فی زماننا الاشبہ فی الکراھۃ کافی وجامع الرموز ورد المحتار میں دربارہ اخیر ہے ھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین (۶) اس تقریر سے اس کا جواب واضح ہو گیا کہ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو۔ جیسی ہزاروں میں ہزار ہوں جب بھی معتبر نہیں کہ حکم فقہ باعتبار غالب کے ہوتا ہے۔ نہ کہ ہزاروں میں ایک۔ یہیں سے بریانیوں کا حال کھل گیا۔ دس ہزار بریانیاں مردار مینڈھے دنبے بکرے کی ہوں اور ان میں دس ہزار ان مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں۔ بیس ہزار حرام ہیں یہاں تک کہ ان میں تحری کر کے جس کیطرف

حلت کا خیال جمے۔ اُسے کھانا بھی حرام نہ کہ دس ہزار میں ایک۔ درمختار میں ہے تعتبر الغلبۃ فی اوان طاہرۃ ونجسۃ ومیتۃ وذکیۃ فان الاغلب طاہر تحری وبالعکس والسواء لا۔ ہاں ایک حلال جدا ممتاز معلوم ہو تو کثرت حرام سے اُس پر کیا اثر۔ مگر یہاں سن چکے کہ فساد وصلاح قلب مضمر وتمیز متعذر نا میسر ورمنتقی کی عبارت ابھی گزری پھر غلبہ فساد متیقن تو قطعاً مطلقاً حکم ممانعت متعین۔ جیسے وہ مبریاں ہزار بریانیاں سب حرام ہوئیں، حالانکہ اُن میں یقیناً دس ہزار حلال تھیں۔ یہی مسلک علمائے کرام چلے (۷) عینی شرح بخاری جلد سوم کی عبارت آپ نے نقل کی اُسمیں نہ زنان مصر سے حکم خاص ہے نہ مغنیہ و دلالہ کی تخصیص۔ اُس میں تو صنف فساد زنان تو بیان کیں جن میں ادویہ ہیں اور فرمایا اور اس کے سوا اور بہت سے اصناف قواعد شریعت کے خلاف اور بتایا کہ اُم المومنین اپنے ہی زمانہ کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ اُن میں بعض اُمور حادثہ ہوئے کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب اُن کا ہزارواں حصہ نہ تھے۔ اپنی عبارت منقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھیے جہاں اُنھوں نے اپنے ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ حکم مطلق رکھا ہے نہ کہ زنان فتنہ گر سے خاص۔ اور اسکی علت خوف فتنہ بتائی ہے نہ کہ خاص وقوع۔ یہی بعینہ نص ہدایہ[1] ہے یکرہ لھن حضور الجماعات یعنی الشواب منھن لما فیہ من خوف الفتنۃ ہاں جن سے وقوع ہو رہا ہے۔ جیسے زنان مصر اُن کے لیے حرام بدرجہ اولٰی بتایا ہے کہ جب خوف فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقاً حکم حرمت فرما چکے تو جہاں فتنے ہو رہے ہیں وہاں کا کیا ذکر۔ عبارت عینی یہ ہے قال صاحب الھدایۃ یکرہ لھن حضور الجماعات قالہ ش اح یعنی الشواب فیھن وقولہ الجماعات یتناول الجمع والاعیاد والکسوف والاستسقاء وعن الشافعی یباح لھن الخروج قال اصحابنا لان فی خروجھن خوف الفتنۃ وھو سبب للحرام وما یفضی الی الحرام حرام فعلی ھذا قولھم یکرہ مرادھم یحرم لاسیما فی ھذا الزمان لشیوع الفساد فی اھلہ پھر اسی صفحہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالنا اور امام اجل ابراہیم نخعی تابعی کا اپنے یہاں کی مستورات کو جمعہ وجماعت میں نہ جانے دینا ذکر کیا۔ کما تقدم۔ عنایہ سے گزرا کہ امیر المومنین فاروق اعظم نے عورتوں کو حضور مسجد سے منع فرمایا۔ کیا مدینہ طیبہ کی وہ بیبیاں کہ صحابیات وتابعیات تھیں۔ اور ان امام اجل تابعی کی مستورات معاذ اللہ فتنہ گر واہل فساد تھیں، حاشا ہرگز نہیں۔ یا للعجب اگر صحابہ وتابعین کرام کو بھی کہا جائے کہ سب کو ایک لکڑی ہانکا۔ اور متقین وفجار کا فرق نہ کیا۔ حاشا ثم حاشاہم۔ تو ثابت ہوا کہ منع عام ہے۔ صرف فاسقات سے خاص نہیں اور اُن کا خصوصاً ذکر فرما کر زنان مصر کے حالات گنانا اسلیے ہے کہ اُن پر بدرجہ اولٰی حرام ہے۔ نہ کہ فقط فتنے اُٹھانے والیوں کو ممانعت ہے۔ یا وہ بھی صرف مغنیہ و دلالہ کو (۸) اسی لئے آپ کی منقولہ عبارت عینی جلد چہارم کا مطلب واضح کر دیا۔ کہ حکم یا بیان فرمایا کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا۔ اس زمانہ کی کیا تخصیص۔ آگے فرمایا خصوصاً زنان مصر اور اسکی تعلیل کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص۔ اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیہ کا ہے ابھی امام عینی سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج ولہذا کرمانی پھر عسقلانی۔ پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں۔ شروح بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ اس حدیث میں فساد بعض زنان کے سبب سب عورتوں کی ممانعت پر دلیل ہے۔ نقل کرکے کہا قلت الذی

---

[1] اقول لا بل ھو نفس نص الھدایۃ کما سمعت۔ منہ غفرلہ

http://ataunnabi.blogspot.in

یقول علیہما قلنا و لم یحدث الفساد فی الکل۔ ان کے اس خیال کے دو شافی جواب ابھی گزرے، اور تیسرا سب سے اعلیٰ باذنہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے۔ امام عینی نے یہاں اس سے تعرض نہ فرمایا۔ کہ اسی حدیث کے نیچے ڈیڑھ ہی ورق پہلے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا ارشاد بتا چکے تھے۔ (۹) عبارت غنیہ کہ آپ نے نقل کی اس سے اوپر کی سطر دیکھیے کہ اجازت اس وقت تھی جب انھیں مسجدوں میں جانا مباح تھا۔ اب مسجدوں کی ممانعت دیکھیے سب کو ہے یا زنان فتنہ گر کو۔ اس کے سات سطر بعد کی عبارت دیکھیے بعضدہ المعنی الحادث باختلاف الزمان الذی بسببہ کرہ لھن حضور الجمع والجماعات الذی اشارت الیہ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقولہا لوان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی ما احدث النساء بعدہ لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل واذا قالت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ھذا عن نساء زمانہا فماظنک بنساء زماننا دیکھیے اسی منع مساجد سے سند لی جس کا حکم عام ہے تو کما فی خروجھن فی الفساد سے فساد بعض ہی مراد اور اسی سے منع کل ستفاد نہ کہ صرف فساد والیوں پر قصر ارشاد۔ (۱۰) غنیہ نے ان دونوں عبارتوں کے بیچ میں آپ کے عبارت منقول کردہ متصل بحوالہ تاتارخانیہ نہایہ شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لایسئال عن الجواز والفساد فی مثل ھذا وانما یسئال عن مقدار ما یلحقہا من اللعن فیہا واعلم انہا کلما قصدت الخروج کانت فی لعنۃ اللہ وملائکتہ واذا خرجت تحفہا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنہا روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنۃ اللہ۔ یعنی امام قاضی سے استفتا ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے۔ یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے۔ اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے۔ سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہونچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ جب واپس آتی ہے۔ اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو استفتا کیا خاص فاسقات کے بارے میں تھا مطلق عورتوں کے قبروں کو جانے سے سوال تھا۔ اس کا یہ جواب ملا۔ اس جواب میں کہیں فاسقات کی تخصیص ہے۔ غرض یہ تمام عبارات جن سے آپ نے استدلال فرمایا، آپ کی نقیض مدعا میں نص ہیں۔

۱۱۔ یہاں ایک نکتہ اور ہے جس سے عورتوں کی قسمین بنانے، ان کے صلاح و فساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے، اور قطعاً حکم سب کو عام ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو۔ فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو وہ بھی ہے اور سخت تر ہے جسکا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو۔ یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی۔ حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ صالحہ، عابدہ، زاہدہ، تقیہ، نقیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسی معنے پر عملی طور سے متنبہ کر کے حاضری مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا، ان پاک بی بی کو مسجد کریم سے عشق تھا۔ پہلے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ قبل نکاح امیر المومنین سے شرط کرا لی، کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں۔ اس زمانۂ خیر میں محض عورتوں کو ممانعت قطعی جزمی نہ تھی۔ جس کے سبب بیبیوں سے حاضری مسجد اور گاہ گاہ زیارت بعض مزارات بھی منقول۔ صحیحین میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا۔ مگر قطعی ممانعت نہ تھی۔ اسی پر غنیہ کی اس عبارت میں فرمایا کہ یہ اس وقت تھا جب حاضری مسجد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اُنھیں جائز تھی۔ اب حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے اُن کی شرط قبول فرمائی۔ پھر بھی چاہتے یہی تھے کہ مسجد نہ جائیں۔ یہ کہتیں آپ منع فرما دیں میں نہ جاؤں گی۔ امیر المومنین یہ پابندی شرط منع نہ فرماتے۔ امیر المومنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح ہوا۔ منع فرماتے وہ نہ مانتیں۔ ایک روز انھوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں اُن کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے۔ جب یہ آئیں، اس دروازے سے آگے بڑھی تھیں کہ انھوں نے نکل کر پیچھے سے اُن کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا انا للہ فسد الناس ہم اللہ کے لیے ہیں، لوگوں میں فساد آگیا۔ یہ فرما کر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُنھیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالحہ ہو اُس کی طرف سے اندیشہ نہ بھی ہو تو فاسق مردوں کی طرف سے اُس پر خوف کا کیا علاج! اب یہ سب کو ایک پھانسی پر لٹکانا ہوا یا مقدس پاک دامنوں کی عزت کو شریروں کے شر سے بچانا۔ ہمارے ائمہ نے دونوں علتیں ارشاد فرمائیں۔ ارشادِ ہدایہ لما فیہ من خوف الفتنۃ۔ دونوں کو شامل ہے عورت سے خوف ہو یا عورت پر خوف ہو۔ اور آگے علت دوم کی تصریح فرمائی کہ لا باس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء قال یخرجن فی الصلوات کلھا لانہ لا فتنۃ لقلۃ الرغبۃ الیھا وله ان فرط الشبق حامل فتقع الفتنۃ غیر ان الفساق انتشارھم فی الظھر والعصر والجمعۃ۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا بالنظر الی التعلیل المذکور منعت غیر المزینۃ ایضا لغلبۃ الفساق ولیلا وان کان النص یبیح۔ لان الفساق فی زماننا اکثر انتشارھم وتعرضھم باللیل وعمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبۃ الفساد فی سائر الاوقات۔ اس مضمون کی عبارات جمع کی جائیں تو ایک کتاب ہو۔ خود اسی عمدۃ القاری جلد سوم میں اپنی عبارت منقولہ سے سو صفحہ پہلے دیکھیے فیه (ای فی الحدیث) انہ ینبغی (ای للزوج) ان یاذن لھا ولا یمنعھم مما فیه منفعتھا وذلك اذا لم یخف الفتنۃ الیھا ولا بھا وقد کان ھو الاغلب فی ذلك الزمان بخلاف زماننا ھذا فان الفساد فیه فاش والمفسدون کثیرون وحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا یدل علٰی ھذا اُسی کی جلد چہارم کی عبارت کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم کیا بیان فرمایا یہ کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے، یہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے۔ ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا۔ اس زمانہ کی کیا تخصیص۔ آگے فرمایا خصوصًا زنانِ مصر اور اُس کی تعلیل کی کہ اُن کا خروج بر وجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی اولویت تحریم کی وجہ ہے، نہ کہ حکم وقوعِ فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ الا یہ مسلک شافعیوں کا ہے (ابھی) امام عینی سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج ولہذا کرمانی پھر عسقلانی پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں، شروح بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ فسادِ بعض زناں کے سبب سب عورتوں کو ممانعت پر دلیل ہے۔ نقل کرکے کہا قلت الذی یعول علیه ما قلنا ولم یحدث الفساد فی الکل جلد چہارم میں ابو عمر ابن عبد البر سے دیکھیے اما الشواب فلا تؤمن من الفتنۃ علیھن وبھن حیث خرجن ولا شیئ للمرأۃ احسن من لزوم قعر بیتھا۔ الحمد للہ اب تو وضوحِ حق میں کچھ کمی نہ رہی۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ہمارے علماء کرام نے خروج زن کے چند مواضع گنائے جن کا بیان ہمارے رسالہ مروج النجا لخروج النساء میں ہے اور صاف فرمادیا کہ ان کے سوا میں اجازت نہیں۔ اور اگر شوہر اذن دے گا تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔ درمختار میں ہے[۱۲]

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لاتخرج الا لحق لها او علیها او لزیارة ابویها کل جمعة مرة او المحارم کل سنة ولکونها قابلة او غاسلة لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین لوازل امام فقیہ ابو اللیث وفتاوی خلاصہ فتح القدیر وغیرہا میں ہے یجوز للزوج ان یاذن لها بالخروج الی سبعة مواضع زیارة الابوین وعیادتهما و تعزیتهما او احدهما وزیارة المحارم فان کانت قابلة او غاسلة او کان لها علی اٰخر حق او کان لاٰخر علیها حق تخرج بالاذن ولغیرالاذن والحج علی هذا وفیما عدا ذلک من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة لایاذن لها ولو اذن وخرجت کانا عاصیین۔ ملاحظہ ہو ان میں کہیں زیارت قبور کا بھی استثنا کیا۔ کیا یہ استثنا کسی معتمد کتاب میں مل سکتا ہے۔ (۱۳) اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ ان تمام مباحث جلیلہ سے بحمد اللہ تعالٰی ایک جلیل ودقیق توفیق اَنیق ظاہر ہوئی۔ عامہ مجوزین نفس زیارت قبر لکھتے ہیں۔ کہ اسکی اجازت عورتوں کو بھی ہوئی۔ زیارت قبور کیلئے خروج نساء نہیں لکھتے۔ عام کتب میں اسی قدر ہے اور مانعین زیارت قبر کے لیے عورتوں کے جانے کو منع فرماتے ہیں۔ ولہذا خروج الی المسجد کی ممانعت سے سند لاتے ہیں۔ اور اُن کے خروج میں خوف فتنہ سے استدلال فرماتے ہیں۔ تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کیے اسی طرف جاتے ہیں۔ تو اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفر جائز کو گئی راہ میں کوئی قبر ملی اسکی زیارت کرلی۔ بشرطیکہ جزع وفزع وتجدید حزن وبکا ونوحہ وافراط وتفریط ادب وغیرہا منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ کشف بزدوی میں بعض روایات سے صحت رخصت پر استناد فرمایا اُن کا مفاد اسی قدر ہے حیث قال والاصح ان الرخصة ثابتة للرجال والنساء جمیعا فقد روی ان عائشة رضی اللہ تعالٰی عنها کانت تزور قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل وقت وانها لما خرجت حاجة زارت قبر اخیها عبدالرحمٰن بحرالرائق وعالمگیری وجامع الرموز ومختار الفتاوٰی وکشف الغطاء وسراجیہ ودرمختار وفتح المنان کی عبارتیں جن سے تصحیح المسائل میں استناد کیا۔ ہمارے خلاف نہیں ہاں اُن مسائل پر رد ہیں جسمیں مطلق کہا تھا زنان را زیارت قبور بقول اصح مکروہ تحریمی است۔ لاجرم وہی درمختار جس میں تھا لا باس بزیارة القبور للنساء اُسی میں ہے ویکرہ خروجهن تحریما وہی بحرالرائق جس میں تھا الاصح ان الرخصة ثابتة لهما اُسی میں ہے لاینبغی للنساء ان یخرجن فی الجنازة لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نهاهن عن ذلک وقال انصرفن مازورات غیر ماجورات۔ اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ ہے جب اُس کے لیے اُن کا خروج ناجائز ہوا تو زیارت قبور کہ صرف مستحب ہے اُس کے لیے کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ پھر نفس زیارت قبر جس کے لئے عورت کا خروج نہ ہو اس کا جواز بھی عند التحقیق فی نفسہ ہے کہ جن شروط مذکورہ سے مشروط اُن کا اجتماع نظر بعادات زنان نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔ تو سبیل اسلم آتکہ بھی روکنا ہے۔ ردالمحتار ومنحة الخالق میں ہے ان کان ذلک لتجدید الحزن والبکاء والندب علی ما جرت به عادتهن فلا یجوز وعلیه حمل حدیث لعن اللہ زائرات القبور وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزیارة قبور الصالحین فلا باس اذا کن عجائز ویکرہ اذا کن شواب کحضور الجماعة فی المسجد اھ زاد فی ردالمحتار وهو توفیق حسن اھ وکتبت علیه اقول قد علم ان الفتوٰی علی المنع مطلقا ولو عجوزا ولو لیلا فکذلک فی زیارة القبور بل اولٰی (۱۴) آپ نے ایک صورت شیخ فانی مرتعش سے پردے کے اندر توجہ لینے کی ذکر کی ہے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ جبکہ خارج

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے کوئی فتنہ نہ ہو۔ نہ اوسے یہاں سے علاقہ (۱۵) مگر وہ جو عورت کا خلیفہ ہونا لکھا صحیح نہیں۔ ائمہ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی۔ ہاں تمام بر ارشاد کردہ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو تو حرج نہیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں قد اجمع اهل الکشف علی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت للتربیۃ المریدین ابدا لنقص النساء فی الدرجۃ وان ورد الکمال فی بعضهن کمریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون فذلک کمال بالنسبۃ للتقوی والدین لا بالنسبۃ للحکم بین الناس وتسلیکهم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امر المرأۃ ان تکون عابدۃ زاهدۃ کرابعۃ العدویۃ رضی اللہ تعالی عنها۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۳۷: از شہر علی گڑھ۔ محلہ مدار دروازہ مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۱۴ ربیع الاول ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھڑے بدھنے میت کو غسل دینے کے بعد پھوڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

گناہ ہے کہ بلاوجہ تضییع مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہوجائیں تاہم پاک کرلینا ممکن۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ کرہ لکم ثلثا۔ اللہ تعالٰی تین باتیں تمہارے لیے ناپسند رکھتا ہے قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت۔ رواہ الشیخان وغیرہما اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مُردے کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آگئی تو یہ خیال اوہام کفار ہند سے بہت ملتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸: موضع سرنیا۔ ضلع بریلی۔ مرسلہ شیخ امیر علی قادری۔ ۲۹ ربیع الآخر ۲۶ھ

(۱) کوئی سنّی اگر ناپاکی کی حالت میں فوت ہوجائے اوسے ایک غسل دیا جائے گا یا دو۔ اور ساری ناک میں پانی اور غرارہ کیونکر کیا جاوے گا۔ (۲) بعد نہلانے کے میت کے پانی یا دوا یا پاخانہ منہ یا پاخانہ کی جگہ سے نکلے تو غسل دوبارہ دیا جائے گا یا جگہ پاک کی جائے گی۔ (۳) میت نہلاتے وقت کس طرف سر و پیر ہونا بہتر ہے۔

الجواب

(۱) غسل ایک دیا جائے گا۔ اور میت کے ناک اور مونھ میں پانی نہیں ڈالتے (۲) غسل دوبارہ دینے کی مطلقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست نکلی ہو دھو دی جائے۔ (۳) جدھر ہو اس کے لئے شرع نے کوئی خاص صورت معین نہیں کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹: از موضع سیسونہ ڈاکخانہ شیش گڑھ ضلع بریلی مرسلہ عنایت اللہ خاں۔ ۱۰ محرم ۲۹ھ

اکثر دیہات میں میت کو نہلانے کے واسطے جو گھڑا بدھنا صرف میں لیا جاتا ہے اوس کو قبر کے اوپر سرہانے یا پائنتی رکھ آتے ہیں۔ اور بعض جگہ بعد غسل میت وہ گھڑا بدھنا مسجد میں رکھ آتے ہیں۔ اس خیال سے کہ نمازیوں کے وضو وغیرہ کے صرف میں آوے تو اچھا ہے۔ امید کہ اس کا جواب جو بہتر اور موافق شرع ہے اوس سے مطلع کیا جاوے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

قبر کے پائنتی سرہانے رکھ آنے کے کوئی معنی نہیں۔ اور مسجد میں دینا ثواب ہے جبکہ ان پر ناپاک پانی کی کوئی چھینٹ نہ پڑی ہو۔ ورنہ پاک کرکے دیئے جائیں، اور اپنے استعمال میں رکھے جب بھی جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۰: ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کی تعزیت بعد دفن ہی چاہیئے یا پیش از دفن بھی جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

افضل یہ ہے کہ بعد دفن قبر سے پلٹ کر ہو۔ کما فی الجوھرۃ وغیرھا اور قبل دفن بھی بلا کراہت جائز ہے فی صحیح الامام ابن السکن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اٰذن بجنازۃ فاتی اھلہا فعزاھم کتب اللہ تعالٰی قیراطا فان تبعہا کتب اللہ لہ قیراطین فان صلی علیہا کتب اللہ لہ ثلثۃ قراریط فان شھد دفنہا کتب اللہ لہ اربعۃ قراریط القیراط مثل احد جسے کسی جنازہ کی خبر لے وہ اہل میت کے پاس جاکر اُن کی تعزیت کرے اللہ تعالٰی اوس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھے۔ پھر اگر جنازہ کے ساتھ جائے تو اللہ تعالٰی دو قیراط اجر لکھے۔ پھر اس پر نماز پڑھے تو تین قیراط۔ پھر دفن میں حاضر ہو تو چار۔ اور ہر قیراط کوہ احد کے برابر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱: ۷ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی موت اپنی حیات میں کردی ہے تو اس صورت میں ہندہ کو کب تک دوسرے کے یہاں کی میت کا کھانا نہیں چاہیئے۔ اور اگر ہندہ کے گھر میں کوئی مرجائے تو اوس کا بھی کھانا جائز ہے یا نہیں اور کب تک یعنی برسی تک یا چالیس دن تک۔ اور اگر ہندہ نے شروع سے جمعرات کی فاتحہ نہ دلائی ہوں تو چالیس دن کے بعد سات جمعرات کی فاتحہ دلانا چاہیئے۔ ہوسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

میت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور اون کی دعوت کی جاتی ہے اوس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے۔ اور بغیر دعوت کے جمعراتوں چالیسویں چھ ماہی برسی میں جو بھاجی کی طرح اختیار کو بانٹا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اسکے مستحق ہیں۔ اور ان سب احکام میں وہ جس نے اپنی موت اپنی حیات میں کردی اور جس نے نہ کی سب برابر ہیں۔ اور اپنی یہاں موت ہوجائے تو اپنا کھانا کھانے کی کسی کو ممانعت نہیں اور چالیس دن کے بعد بھی جمعراتیں ہوسکتی ہیں۔ اللہ کے لیے فقیروں کو جب اور جو کچھ دے ثواب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲:

لوگوں میں رسم ہے کہ میت کو دفن کرکے اوس کے مکان میں آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں فاتحہ پڑھ لو۔ پھر کچھ پڑھتے ہیں، اور ہاتھ اٹھاتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں۔ یہ فعل کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل اس فعل میں کوئی حرج نہیں کہ ایصال ثواب سے اموات کی اعانت اور اون کیلئے دعائے مغفرت اور پسماندوں کو تسکین و تعزیت سب باتیں شرعاً محمود و روا۔ فقد روی الترمذی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عزّی مصابا فلہ مثل اجر صاحبہا عنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من عزّی ثکلی کسی بردا فی الجنۃ ولابن ماجۃ والبیہقی باسناد حسن قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ما من مومن یعزی اخاہ بمصیبۃ الا کساہ اللہ تعالی من حلل الکرامۃ یوم القیمۃ علامہ ابن امیر الحاج حلبی فرماتے ہیں التعزیۃ مستحب قد ندب الیہ الشارع فی غیر ما حدیث ومن ذلک ما روی ابن ماجۃ والبیہقی باسناد حسن الی ان قال وحسن ان یقرن مع الدعاء لہ بجزیل الثواب علی مصابہ بمیتہ بالرحمۃ والمغفرۃ وقد نبہنا الشارع صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی ہذا المقصود فی غیر ما حدیث الخ ملخصا اور میاں اسحق صاحب دہلوی کو تسلیم ہے کہ ہاتھ اٹھانا مطلقاً دعا کے آداب سے ہے تو اس وقت بھی کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔ اربعین میں ہے مسئلہ در تعزیت میت رفتن و ہر دو دست برداشتہ سورۂ فاتحہ خواندن جائز است یا نہ۔ جواب: رفتن برائے تعزیت میت جائز است و دعائے مغفرت برائے او نمودن مستحب است و ہمچنیں دعائے خیر برائے اہل میت۔ اما دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است۔ زیرا کہ در حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقا ثابت شدہ پس درین وقت ہم مضائقہ ندارد لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست انتہی ملخصا۔ اور تعزیت بعد دفن کے اولی ہے۔ فی الجوہرۃ ثم رد المحتار ہی بعد الدفن افضل منہا قبلہ الخ ومثلہ ذکر الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح اور قبر کے پاس مکروہ ہے۔ فی الدر المختار وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر طحطاوی میں ہے لیشہد لما اخرج ابن شاہین عن ابراہیم التعزیۃ عند القبر بدعۃ انتہی۔ مدخل ابن الحاج میں ہے موضع التعزیۃ علی تمام الادب اذا رجع ولی المیت الی بیتہ۔ اور پہلے ہی دن ہو تو بہتر و افضل ہے۔ فی الرد المحتار اولہا افضلہا الخ یعنی ایام تعزیت۔ اور تعزیت کیلئے اولیائے میت کے مکان پر جانا بھی سنت سے ثابت۔ روی ابوداؤد والنسائی فی حدیث قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لسیدتنا البتول الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا ما اخرجک من بیتک یا فاطمۃ قالت اتیت اہل ہذا البیت فترحمت الیہم وعزیتہم بمیتہم وفی السنن الصحاح لابن سکن عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من اوذن بجنازۃ فاتی اہلہا فعزاہم کتب اللہ لہ قیراطا الحدیث وللنسائی عن معویۃ بن قرۃ عن ابیہ کان نبی اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا جلس یجلس الیہ نفر من اصحابہ فیہم رجل لہ ابن صغیر ففقدہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال ما لی لا اری فلانا قالوا یا رسول اللہ بنیہ الذی رأیتہ ہلک فلقیہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فسألہ عن بنیہ فاخبرہ انہ ہلک فعزاہ علیہ الحدیث اھ ملخصا اور مولوی اسحق کا قول پہلے مذکور ہوا کہ رفتن برائے تعزیت میت جائز است۔ اور تین روز تک اولیائے میت کو بھی رخصت و اجازت ہے کہ بے ارتکاب منکرات و اتباع رسوم کفار اپنے مکان میں تعزیت کیلئے بیٹھیں تاکہ لوگ اون کے پاس آئیں اھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور رسم تعزیت بجالائیں فی الدر المختار لاباس بتعزیۃ اھلہ وترغیبھم فی الصبر وباتخاذ طعام لھم وبالجلوس لھا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولھا افضلھا الخ حاشیہ طحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے قال فی شرح السید ولاباس بالجلوس لھا الی ثلثۃ ایام من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل المیت انتہی نہر الفائق میں تجنیس سے منقول لاباس بالجلوس لھا ثلثۃ ایام وکونہ علی باب الدار مع فرش بسط علی قوارع الطریق من اقبح القبائح انتہی۔ عالمگیریہ میں ظہیریہ سے نقل کیا لاباس لاھل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت اوفی المسجد ثلثۃ ایام والناس یاتونھم ویعزونھم الخ بلکہ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی کہ زید وجعفر وابن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خبر شہادت سن کر مغموم ومحزون مسجد میں تشریف رکھی۔ صحابہ حاضر ہوتے اور تعزیت کرتے جاتے کما ذکرہ العلامۃ زین فی البحر الرائق اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں اس امر سے منع نہ فرمایا۔ واخرج الشیخان عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا لما جاء النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قتل ابن حارثۃ وجعفر وابن رواحہ جلس یعرف فیہ الحزن الحدیث شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں جلس نشست آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی در مسجد برائے عزائے ایشان انتہی۔ پس اب محل مذکور فی السوال میں کوئی امر ایسا نہ رہا۔ جس کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہ ہو۔ صرف اتنی بات باقی ہے کہ بعد دفن کے پلٹ کر سیدھے اوس کے مکان پر جاتے ہیں۔ اور بعد فاتحہ اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں۔ اس کے لیے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں کہ جب تعزیت وایصال ثواب ودعا محمود ومطہری اور افضل یہ قرار پایا کہ دفن کے بعد ہو اور پہلے ہی دن ہو اور قبر سے پلٹ کر ہو۔ اور اس کے لئے مکان میت پر جانا بھی جائز ہوا۔ تو اوسی وقت جاکر ادائے تعزیت میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں اگر سرے سے اوس کے مکان پر جانا ہی ناروا ہوتا تو بیشک محل منع ہوتا۔ اور جب ایسا نہیں تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ اپنے اپنے گھر جاکر پھر وہاں جائیں۔ کوئی دلیل شرع اس پر قائم نہیں۔ بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ جب ایک صحابی کو دفن کرکے پلٹے۔ اور صحابہ کرام حاضر رکاب سعادت تھے میت مرحوم کی زوجہ مطہرہ کا بھیجا ہوا آدمی بلانے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اون کے مکان پر تشریف لے گئے فقد اخرج الامام احمد بسند صحیح وابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جنازۃ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء وجیئ بالطعام الحدیث ملخصا اگر دفن سے پلٹ کر مکان میت پر جانا منع ہوتا تو حضور کیوں قبول فرماتے صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ تو اصل فعل کا حکم تھا۔ مگر ہوا کہ جہال نے اس رسم شرعی میں بہت رسوم جاہلیت واختراعات بیہودہ کو دخل دیا۔ مثلاً گانے باجے شمعین قندیلیں عمدہ عمدہ فرش، طرح طرح کے کھانے ریا ونامودی کے اسباب میت کی تعریف میں حد سے غلو۔ تعزیت کے وقت اولٹی وہ باتیں جو غم والم کو زیادہ کریں اور میت کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں۔ کما یشکو بعد ذلک العلامۃ الشامی حیث یقول یحصل عند ذلک غالبا من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لاتوجد فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان اجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراءۃ القرآن وغیر ذلک مما ھو مشاھد فی ھذا الزمان وما کان کذالک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فلا شک فی حرمتہ معہذا خاص اس قصد سے یعنی تعزیت لینے کے لیے بیٹھنا بھی اگرچہ رخصت ہے مگر افضل نہ کرنا ہے۔ کما فی الہندیۃ عن معراج الدرایۃ عن خزانۃ الفتاوی الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام رخصۃ وترکہ احسن لہذا بہت علمائے متاخرین نے میّت کے گھر اس ہجوم واجتماع کو پسند نہ فرمایا۔ اور یہی مناسب جانا کہ لوگ دفن کرکے متفرق ہوجائیں اولیائے میّت اپنے کام میں مشغول ہوں۔ اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف۔ کما فی مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی ۱
قال کثیر من متاخری ائمتنا رحمہم اللہ تعالٰی یکرہ الاجتماع عند صاحب المصیبۃ حتی یاتی الیہ من یعزی بل اذا رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ویشتغلوا باموروھم وصاحب المیت بامرہ۔ **بالجملہ** قول فیصل جس سے اختلاف زائل اور توفیق حاصل ہو یہ ہے کہ نفس تعزیت ودعا وایصال ثواب بیشک محمود ومندوب اور وقت دعا ہاتھ اٹھانا بھی جائز اور اگر کوئی شخص اولیائے میّت کے مکان پر جاکر تعزیت کرآئے تو بھی قطعاً روا۔ مگر اولیاء کا خاص اس قصد سے بیٹھنا اور لوگوں کا ان کے پاس ہجوم وجمع کرنا خواہ قبل دفن ہو یا بعد اوسی وقت اگر ہو یا کبھی مکان میت پر ہو یا کہیں اور بہرطور جائز ومباح ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ مگر اوس کا نہ کرنا افضل ہے۔ نہ یہ کہ مطلقاً حرام وگناہ۔ اور فاعل مبتدع وگمراہ ٹھہرے۔ سبحٰنک ھذا بہتان عظیم **قلت** وبھذا تتفق الکلمات من قول قوم لاباس بہ وقوم اٰخرین انہ یکرہ ویکون ما ثبت بالحدیث المذکور بیانا للجواز فاتقن ھذا التحریر الفرید فانہ ان شاء اللہ التحقیق والوسیط وان خالف زعم الفریقین من اھل الافراط والتفریط واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

۲ **مسئلہ ۱۴۳:** از شہر بھڑوچ۔ لال بازار چنارواڑ۔ مرسلہ مولوی عباس میاں ولد مولوی علی میاں۔ ۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت مکان میں موجود ہے اسکو دفن نہیں کیا۔ اس کے پہلے اہل میت کے لوگوں کو کھانا درست ہے یا نہیں۔ احمد سعید کا کہنا کہ درست ہے اور کوئی برا نہیں۔ فقہ کی کتاب منافع میں تو لکھا ہے کہ دفن کرنے کے پہلے کھانا حرام ہے۔ بلکہ ہمسایہ کے چالیس مکان تک حرام ہے۔ اب حق کون ہے وہ بیان کریں۔

الجواب

کھانا حرام نہیں غفلت حرام ہے۔ اور چالیس گھر تک حرام ہونا بے اصل محض۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴: از موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ بری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خان۔ مرسلہ مولوی شیر محمد خان ۱۲ شعبان المبارک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بوسہ قبر کا کیا حکم ہے۔ (۲) قبر کا طواف کرنا کیسا ہے؟ (۳) قبر کس قدر بلند کرنی جائز ہے؟

الجواب

۱۔ بعض علماء اجازت دیتے ہیں۔ اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطاء میں ہے در کفایۃ الشعبی اثرے در تجویز بوسہ دادن قبر والدین رانقل کردہ وگفتہ درین صورت لاباس است وشیخ اجل ہم در شرح مشکوٰۃ بورود آں در بعضے اشارت کردہ بے تعرض بجرح آں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے مسح نہ کند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را۔ کشف الغطاء میں ہے کذا فی عامۃ الکتب۔ مدارج النبوۃ میں ہے در بوسہ قبر والدین روایت فقہی می کنند وصحیح آنست کہ لایجوز است واللہ تعالٰی اعلم (۲) بعض علماء نے اجازت دی۔ جمع البرکات میں ہے و یمکنہ ان یطوف حولہ ثلث مرات فعل ذلک مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں اس کی تحریر فرماتے ہیں الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء مگر اسے مطلقاً شرک ٹھہرا دینا جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا زعم ہے محض باطل و غلط اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے (۳) ایک بالشت یا کچھ زائد فی الدر المختار یسنم قدر شبر فی رد المحتار او اکثر شیئا قلیلا بدائع۔ زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے۔ حلیہ میں ہے تحمل الکراھۃ علی الزیادۃ الفاحشۃ وعدمھا علی القلیلۃ المبلغۃ لہ مقدارا او مافوقہ قلیلا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۵: از احمد آباد گجرات محلہ جمال پور۔ مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

ہمارے یہاں شہر احمد آباد میں جنازہ کے ہمراہ کلمہ طیبہ کا ذکر احباب اہلسنت درمیانی آواز سے کرتے ہیں۔ اسے بعض مکروہ تحریمی و تنزیہی کہتے ہیں۔ ان کی تردید میں علمائے اہلسنت نے چار رسالے تصنیف کرکے شائع کئے ہیں۔ اور وہ اہل حق کے پاس موجود ہیں الحمد للہ علی ذلک۔ اب ضرورت اس مسئلہ کی اہلسنت کو ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے اپنے جنازہ میں فارسی کے اشعار اور حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جنازہ میں عربی کے اشعار پڑھنے کی اپنے مریدوں کو وصیت کی۔ مقامات مظہریہ ص۱۵ میں ہے بیفرمودند کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرمودند کہ فاتحہ خواندن پیش جنازہ ما و کلمہ طیب و آیت شریفہ بے ادبی ست این دو بیت بخوانید ؎ مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ، شیئاً للہ از جمال روئے تو ، دست بکشا جانب زنبیل ما ، آفریں بر دست و بر بازوئے تو ۔ من ہم میگویم پیش جنازہ من ہمیں اشعار بخوانید۔ وفدت علی الکریم بغیر زاد ، من الحسنات والقلب السلیم ، فحمل الزاد اقبح کل شیئ ، اذا کان الوفود علی الکریم ۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز، مولانا خالد کردی کے مرشد برحق ہیں ضمیمہ مقامات مظہریہ کے ص۲۹ میں مولانا خالد کردی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں ؎ فانالنی اعلی المآرب والمنی ، اعنی لقاء المرشد المفضال ، من نور الآفاق بعد ظلامھا ، وھدی جمیع الخلق بعد ضلال ، اعنی غلام علی القوم الذی ، من لحظہ یحیی الرمیم البالی ، اور یہ مولانا خالد کردی علامہ شامی کے مرشد ہیں۔ اس کا ثبوت رد المحتار ج ۲ ص۲۶۲ کی اس عبارت سے ہے۔ وقد بسطنا الکلام فی رسالتنا سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی۔ علامہ شامی کے دادا مرشد کے جنازہ میں عربی اشعار اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالٰی کے جنازہ میں فارسی اشعار پڑھے گئے۔ ان اشعار کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جائز ہے تو دلائل کیا ہیں۔ جو مکروہ تحریمی کہتے ہیں وہ علامہ شامی کی رد المحتار ج ۱ ص۴۳۲ کے اس قول کو پیش کرتے ہیں: (قولہ کما کرہ الخ) قیل تحریما وقیل تنزیہا کما فی البحر عن الغایۃ وفیہ عنہا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیہ عن الظہیریۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسہ لقولہ تعالٰی انہ لایحب المعتدین ای الجاہرین بالدعاء وعن ابراہیم انہ کان یکرہ ان یقول الرجل وھو یمشی معہا استغفروا لہ غفر اللہ لکم اھ قلت واذا کان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ھذا فی الدعاء والذکر فما ظنک بالغناء المحادث فی ھذا الزمان۔ اس عبارت سے حضرت شاہ غلام علی و حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہما نے جو فارسی و عربی کے اشعار اپنے جنازوں میں پڑھوائے اون کی کراہت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور عدم کراہت و جواز اون اشعار کی کیا وجہ ہے۔ اور غنا محادث کی کراہت کی کیا وجہ ہے۔ دونوں کا حکم بیان فرمائیں۔ اور یہاں جنازہ کے ہمراہ یہ اشعار اردو کے بھی ایک حضرت خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ ان اشعار کو پڑھیں یا نہیں ؂ یا پنجتن بجا جب جان تن سے نکلے ؛ نکلے تو یا محمد کہہ کر بدن سے نکلے ؛ آوے گا میرا پیارا باجے گی دھن کی مرلی ؛ جب وہ مرا سنور یا جو بن کے بن سے نکلے ؛ میرے مریض دل کی امید ہے تو یہ ہے ؛ زانو پہ اس کے سر ہو اور جان تن سے نکلے ؛ نکلے جنازہ میرا اس یار کی گلی سے ؛ تو کلمہ شہادت سب کے دہن سے نکلے ؛ کیا لایا تھا سکندر دنیا سے لے گیا کیا ؛ تھے دونوں ہاتھ خالی باہر کفن سے نکلے ؛

الجواب

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود و اجل مقاصد و مغز جملہ عبادات ہے اقم الصلوۃ لذکری وہ ہر حال میں مطلوب یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم اھ۔ کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ بلا تقیید اوسکی تکثیر کا حکم واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون ذکر کیلیے انحاء کثیرہ ہیں قلبی ولسانی وخفی وجلی وتلاوت وثناء ودرود ودعا وعبادات وطاعات۔ باوصف اطلاق بعض مقامات کو بعض انحاء سے خصوصیت ہوتی ہے۔ محل جنازہ مقام تفکر ہے کہ ذکر قلبی ہے۔ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین ولہذا یہاں اوسے ذکر لسانی پر ترجیح دیگئی ورنہ ذکر پر تفضیل محال ہوتی۔ و ذکر اللہ اکبر اس نحو ذکر کیلئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے۔ ولہذا فقہا نے ینبغی ان یطیل الصمت فرمایا۔ صدر اول میں غالبا یہی معمول تھا۔ یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے دہنے ہاتھ پر کون اور بائیں ہاتھ پر کون۔ ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا اور اپنے لئے یہ وقت آنا۔ اور پھر اوس وقت کیا ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ اپنے اعمال کی حالت کیا ہے؟ اس دھن میں مستغرق ہوتا گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا تھا اوس وقت کے مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی صمت مطلق۔ کہ سانس کے سوا اصلا آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور صدر اول کا سا خوف عام مسلمانوں میں نہ رہا صمت محض بہتوں کو باعث پریشان خیالی ہوا۔ اطبائے قلوب نے ذکر لسانی خفی کا اضافہ فرمایا۔ کہ ان اراد ان یذکر اللہ تعالی یذکرہ فی نفسہ **اقول** اسمیں حکمت یہ تھی کہ صمت فی نفسہ کوئی شے مطلوب نہیں کہ قول خیر عدم قول مطلق سے قطعا افضل ہے۔ ولہذا ارشاد ہوا ان لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ۔ اگر شرائع نے اوسے صوم میں رکھا تھا۔ ہماری شریعت عزا نے اوسے منسوخ فرما دیا۔ مجوس کے یہاں وقت اکل صمت ہے۔ ہماری شریعت میں وہ مکروہ و لازم الاحتراز ہے۔ یہاں ایک ذریعہ بعد مبین مقصود ہو کر مطلوب ہوا تھا کہ عمل لسان وجہ انقسام توجہ نہ ہو۔ اب کہ دیکھا کہ زمانہ بدلا۔ اب وہ معین ہونے کے عوض بہتوں کے لیے مخل مقصود ہونے لگا۔ تحصیل اصل مقصود کیلئے ذکر لسانی بتایا اور خفی رکھا کہ سب تو ایسے پریشان خیال نہیں۔ جہر سے اہل تفکر کا ذہن نہ ہٹے۔ جب زمانہ اور بدلا اور عامہ ناس غالبا اسی قسم کے رہ گئے اور فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہے النادر مستثنی ولا یفرد بحکم کما فی فتح القدیر ورد المحتار وغیرھما۔ اطبائے روحانی نے جہر بالذکر کی اجازت دی۔ کہ وہ اوقع فی النفوس وادفع للوساوس وانفع للناس ہے ذاکرین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

زبانوں اور سامعین کے کانوں کو مشغول کرتا اور غافلین کو جگا کر لغویات سے باز رکھ کر ذکر و سماع کی طرف لاتا ہے۔ اور یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہوگئے کہ باوجود قرب و قرب و قرب ذکر بھی متاثر نہ ہوں گے جہل و سوئے ظن ہے تو اب ذکر جہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے افراد سے ہے جس سے منع عکس و تنقیص مقصود شرع ہے۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ اور امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی عہود محمدیہ میں فرماتے ہیں ینبغی لعالم الحارۃ او شیخ الفقہاء فی الحارۃ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ آداب المشی معہا من عدم اللغو فیہا و ذکر من تولی و عزل من الولاۃ او سافر اورجع من التجارۃ ونحو ذالک فان ذکر الدنیا فی ذالک المحل مالہ محل وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول اذا علم من الماشین مع الجنازۃ انھم لایترکون اللغو فی الجنازۃ ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرھم بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کل وقت شاؤا فیا اللہ اعجب من عمی قلب من ینکر مثل ھذا او رباعنہ عند الحکام الفلوس حتی یبطل قول المؤمنین کلمۃ طیبۃ فی طریق الجنازۃ وھو یری الحشیش یباع فلا یکلف خاطرہ ان یقول للحشاش حرام علیک بل رأیت فقیھا منھم یاخذ معلوم امامتہ من فلوس بائع الحشیش والبرش فنسأل اللہ العافیۃ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم کتاب عہود المشائخ امام شعرانی پھر حدیقہ مبارکہ میں ہے ولا یمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جھۃ القربۃ الی اللہ تعالٰی وراوہ حسنا کما مر تقریرہ مرارا فی ھذہ العھود لاسیما ما کان متعلقا باللہ تعالٰی و رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کقول الناس امام الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ او قراءۃ احد القرآن امامھا ونحو ذالک فمن حرم ذلک فھو قاصر عن فھم الشریعۃ لانہ ما کل ما لم یکن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون مذموما وقد رجح النووی رحمہ اللہ تعالٰی ان الکلام خلاف الاولی۔ فقط و اعلم انہ لو فتح ھذا الباب لردت اقوال المجتھدین فی جمیع ما استحبوا من المحاسن ولا قائل بہ وقد فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لھم ان یبتدعوا کل شیئ استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا وکلمۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اکبر الحسنات فکیف یمنع منھا وتأمل احوال غالب الخلق الآن فی الجنازۃ تجدھم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبھم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منھم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذلک وکون ذلک لم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل بل کل حدیث لغوا ولی من حدیث ابناء الدنیا فی الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ فلا اعتراض وما ینافی ذلک شیئ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلو کان ذکر اللہ منھیا عنہ لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا فی قراءۃ القرآن فی الرکوع فافھم وشیئ سکت عنہ الشارع اوائل الاسلام لا یمنع منہ اواخر الزمان باجملہ بجائے صمت اما جہر بالذکر تحصیل مقصود کیلئے نیز لیا ذریعہ مصلحت حالیہ ہے نہ کہ تفویت مقصود جاہل وہ جو خموشی کو مقصود اصل جانے مطلوب ذکر ہے جب خموشی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں اور اب جہر بالذکر میں۔ خادم فقہ جانتا ہے تحصیل مقصود کیلئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہوجاتی ہے۔ جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے تو آنکھیں بند کرنا ہی اولیٰ کما فی الدر المختار کرہ تغمیض عینیہ للنھی الا لکمال الخشوع وفی رد المحتار بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیۃ ما یفرق الخاطر فلا یکرہ بل قال بعض العلماء انہ الاولٰی ولیس ببعید حلیہ وبحراہ اقول ولعل التحقیق ان بخشیۃ فوات الخشوع تزول الکراھۃ وبتحققہ تحصیل الاستحباب واللہ تعالٰی اعلم۔ تو یہاں کہ ذکر اعظم مطلوبات سے تھا اور منع ایک وجہ بعید کیلئے کہ ذریعہ مقصود میں مخل نہو۔ اور اب وہ ذریعہ بھی نہ رہا بلکہ منعکس ہوگیا۔ تو وہ منع اگرچہ تنزیہی باقی رہنا کس قدر فقاہت سے دور بلکہ عقل سے بعید ہے۔ پھر ذکر کیلئے عرض عریض ہے۔ ذکر موت و ذکر قبر و ذکر آخرت و ذکر انبیاء و ذکر اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سب ذکر الٰہی ہیں۔ ہم نے اپنی تعلیقات کتاب مستطاب اوآنۃ الانام میں اس پر بارہ دلائل قائم کئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سیدنا حسان ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے مشرکین کے اشعار کا اشعار میں جواب دینا اور اون شعروں کو پڑھنا اور حضور اور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سننا ثابت ہے۔ اگر یہ اشعار ذکر الٰہی نہ ہوتے۔ مسجد میں ان کے لئے منبر بچھانے کی اجازت کیونکر فانما بنیت المساجد لذکر اللہ والصلوٰۃ اور جب یہ ذکر نہ ہوتا تو اس کے لئے اہتمام فرمانا معاذ اللہ غفلت کیلئے اہتمام ہوتا۔ اور یہ محال ہے۔ لاجرم اشعار حمد و نعت و ثناء و دعاء و وعظ و پند ذکر الٰہی ہیں۔ اور غنا وہ کہ ان سے جدا ہو کہ غنا کو آیہ کریمہ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث میں داخل کرتے ہیں اور بداہۃً معلوم کہ حمد و نعت و دعاء و وعظ ہرگز لھو الحدیث نہیں۔ ولہذا نہر و در منتقی و رد المحتار میں ہے ما نقل انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمع الشعر لم یدل علی اباحۃ الغناء ویجوز حملہ علی الشعر المباح المشتمل علی الحکمۃ والوعظ تو ثابت ہوا کہ قول علامہ شامی فما ظنک بالغناء الحادث فی ھذا الزمان خود شہادۃ علامہ شامی اون اشعار کے بارے میں ہے جو حکمت و وعظ پر مشتمل نہوں۔ جیسے میت کا مرثیہ یا اوس کی تعریف۔ مدح با فراط یا اشعار مہیج حزن و مزیل صبر و داعی نوحہ گری و گریباں دری کہ یہ بلاشبہہ حکمت و وعظ سے خالی۔ بلکہ اوس کے خلاف اور اپنے اختلاف احوال پر حرام مکروہ و گرداں ہیں۔ بخلاف اون اشعار فارسی و عربی مذکورۂ سوال کا کہ ذکر الٰہی سے جدا نہیں۔ البتہ اشعار اُردو میں حاجت ترمیم و تبدیل ہے۔ شعر اول میں نام پاک لیکر ندا ہے اور صحیح یہ کہ یہ جائز نہیں بلکہ اوصاف کریمہ کے ساتھ ہو مثلاً یا رسول یا حبیب اللہ۔ دوسرا شعر مہمل و بے معنی اور حیثیت شعری سے بھی مختل ہے اور بعض جہال سنوریا سے ذات اقدس مراد رکھتے ہیں اس وقت قریب بہ کلمۂ کفر ہوجائیگا تیسرا شعر بھی کچھ مفید نہیں۔ ہاں چوتھے اور پانچویں میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۶: از سنجان۔ مرسلہ علی محمد صاحب برادرس ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

۱۔ قبرستان میں کلام شریف یا پنج سورہ قبر کے نزدیک بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) قبر پر سبزی یا پھول یا اگربتی رکھنا جلانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۱) قبر کے پاس تلاوت یا دپڑھ خواہ دیکھ کر ہرطرح جائز ہے جبکہ لوجہ اللہ ہو اور قبر پر نہ بیٹھے نہ کسی قبر پر پاؤں رکھ کر وہاں پہونچنا ہو۔ اور اگر بے اس کے وہاں تک نہ جاسکے تو قبر کے نزدیک تلاوت کیلئے جانا حرام ہے۔ بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جاسکتا ہے تلاوت کرے۔ درمختار میں ہے: یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطئ قبر ترکہ لایکرہ الدفن لیلا ولا اجلاس القارئین عند القبر وھو المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) قبر پر سبزی پھول ڈالنا اچھا ہے۔ عالمگیری میں ہے وضع الورد والریاحین علی القبور حسن ردالمحتار میں ہے یؤخذ من ذلک (ای من انہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالٰی فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ) ومن الحدیث ندب وضع ذلک للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ اگربتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوء ادب اور بدفالی ہے۔ عالمگیری میں ہے ان سقف القبر حق المیت ہاں قریب قبر زمین خالی پر رکھ کر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۷: از شاہجہان پور محلہ زنگی چوپال مسئولہ سلامت اللہ رضوی۔ ۲۴ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ پرانی قبر ہو یا جدید (جدید سے مراد جسے بنے ہوئے تھوڑا زمانہ گزا ہو مگر اس یوم عاشورہ سے پہلے کی ہو) اس تمامکر عاشورہ کے دن پانی چھڑکنا بہتر ہے۔ یہ قول زید کیا ہے۔ اور عمر کا سوال ہے کہ یوم عاشورہ کے علاوہ دنوں میں قبروں پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے۔ اور بعد دفن میت کے قبر پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے۔ مفصل مدلل بحوالہ کتب جواب باصواب مرحمت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے۔ اور اگر مرور زمان سے اسکی خاک منتشر ہوگئی ہو۔ اور نئی ڈالی گئی یا منتشر ہوجانے کا احتمال ہو تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے۔ بہ علل فی الدر وغیرہ ان لایذھب الاثر فیمتھن۔ اس کے لئے کوئی دن معین نہیں ہوسکتا ہے جب حاجت ہو۔ اور بے حاجت پانی کا ڈالنا ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں اور عاشورہ کی تخصیص محض بے اصل وبے معنی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ "الحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحۃ"

۱۳۰۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۴۸: سوم ودہم وچہلم وشش ماہی وسالیانہ کہ دریں دیار ہند مروج ست اور ابعض علماء بدعت شنیعہ مکروہ گویند

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

و اقوال چند بر درستی او است و علماے بر کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند و بر ہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آن را علمائے ظواہر غیر مقلدان بباعث فاتحہ مردار و حرام دانستہ گویند این طریقہ در زمانۂ نبوی و اصحاب کبار مصطفوی و تابعین و اتباع تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام و شیرینی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس درین مسئلہ ہرچہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمایند بسند کتاب۔ بینوا توجروا

الجواب

قول تفصیل و سخن مجمل درین باب آنست کہ ایصال ثواب و ہدیۂ اجر باموات مسلمین باجماع کافہ اہلسنت و جماعت امریست مرغوب و در شرع مندوب۔ احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوۃ من ملک الجبار در ترغیب و تصویب ایں کار وارد شدہ۔ امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر و امام علامہ فخر الدین زیلعی در نصب الرایہ۔ و امام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور و فاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا ذکر برخی از انہا پرداختہ اند و خود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مضل مبتدعان زمانہ راکہ خون نہان معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت و تخفیف وکالت اہدائے ثواب را انکار کنند و بیش از خویشتن اجماع قطعی اہلسنت را برہم زنند آنا بشہادت احادیث کثیرہ و جزم و تصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص لقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ و بدنیہ ہر دو را عام ہمین ست مذہب ائمہ حنفیہ و برین اند بسیارے از محققین شافعیہ وعلیہ الجمہور وھو الصحیح الرجیح المعتمد باز اجماع این ہر دو کہ ہم قرآن خوانند و ہم تصدق کنند و ثواب ہر دو بمسلمانان رسانند نیست مگر جمع حسن با حسن و مندوب با مندوب و زنہار یکے با دیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلاۃ تا شرع بانکار این جمع وارد شد کقراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود پس اورا محذور گفتن از دائرۂ عقل بیرون رفتن ست امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء العلوم فرماید اذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع و سر آنست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحا تمام تفصیل ایں اصل اصیل امام المدققین خاتم المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد در کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد ارشاد فرمودہ اند و این معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ من شاء فلیتشرف بمطالعتہ و خود معلم اول طائفہ منکرین مولوی اسمٰعیل دہلوی را خوبی این اجتماع قرآن و طعام مقبول و مسلم است در صراط مستقیم چنانکہ راہ اعتراف و تسلیم پیمودہ" ہرگاہ ایصال نفعے بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نگزارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا است اھ" و شک نیست کہ طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب ست جل جلالہ۔ امام الطائفہ در صراط مستقیم گوید" ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسے از گذشتگان برساند و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی ست پس این خود البتہ بہتر و مستحسن است الخ" و دست برداشتن از آداب مطلق دعا ست در حصن حصین فرماید آداب الدعاء منہا بسط الیدین ت مس ورفعہما یعنی ہر دو دست برداشتن بحکم حدیث صحاح ستہ از آداب دعا است و از ائمہ و علمائے ناچہ گوئی خود معلم ثانی طوائف منکرین در مسائل اربعین گوید" دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جائز است زیرا کہ حدیث خیرین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ ندارد ولیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست اھ" ببینید با آنکہ خصوصیت را غیر ماثور گفت اما بدلیل اطلاق استظہار جواز کرد و در فعل او ہیچ مضائقہ ندید۔ بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر مستنکر باشد و مجرد عدم ورود خصوصیات را مطلقاً مستلزم منع دانستن غلطی ست واضح و جہلے فاضح فقیر بعون القدیر ایں بحث را در مجموعہ مبارکہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ روشن تر گفتہ ام و علمائے سنت بارہا ایں مدعیان را تا خانہ رسانیدہ و بر خاک ذلت نشاندہ اند۔ حاجت تفصیل و تطویل نیست اما آنچہ امام الطائفہ با وجود تسلیم عدم ورود دریں باب گفتہ است شنیدن دارد در تقریر ذبیحہ مطبوع رسالہ زبدۃ النصائح می گوید "ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خورانیدن سوائے کندن چاہ و امثالہ و دعا و استغفار و اضحیہ بدعت است گو بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ عید و مصافحہ بعد نماز صبح یا عصر اھ" ارباب طائفہ امام خود شاں پرسند کہ با آنکہ ایں طریقہ ہا را عموماً و فاتحہ خوانی را خصوصاً بدعت و محدث میدانی چہ گو بحسنہ می گوئی و خلاف طائفہ راہ می پوئی۔ باز ذکر معانقہ عید سنگ آمد و سخت آمد آرے تلون ایں امام قبائش را کار بجان و کار را باستہزاء رسانیدہ است ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و کلام علم ثانی حالا گزشت کہ با وجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ ندانست۔

اکنوں آریم بر نقل چند اقوال دیگر از کبرا و عمائد و اساتذہ و مشائخ امام الطائفہ تا بیباک رواں داند کہ بے منع شرع تحریم فاتحہ زبان کشودن و طعام فاتحہ و شیرینی نیاز بزرگاں قدست اسرارہم را حرام و مردار گفتن چہ کیفر ہا کہ نمی چشاند و کدام بدروزیہا نشاند۔ شاہ ولی اللہ در انفاس العارفین از والد خود شاں شاہ عبد الرحیم[1] نقل کنند "می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آنحضرت طعام پختہ شود۔ قدرے نخود بریاں و قند سیاہ نیاز کردم الخ" و در الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن را چناں آوردہ الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلۃ بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیئ اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و بین یدیہ ہذا الحمص مبتہجا بشاشا۔ شاہ صاحب[2] مذکور در انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ نویسند "بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالٰی سوال نمایند۔ ہمیں طور ہر روز می خواندہ باشند اھ" لفظ شیرینی و فاتحہ ہر روز از یاد مرواد و شاہ صاحب[3] مسطور در ہمعات گویند "ازینجاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں و التزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں"۔ شاہ صاحب مزبور در فتوائے مندرجہ زبدۃ النصائح گویند "اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورانند مضائقہ نیست جائز است و طعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن دراں جائز است"۔ شاہ صاحب مرحوم ہم در انفاس العارفین نگارند "حضرت[1] ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند و

---

[1] یعنی والد و مرشد ایشاں شاہ عبد الرحیم ۱۲

http://ataunnabi.blogspot.in

درشب ہنگام بود دراں فرمودند مخدوم ضیافت مامی کنند وی گویند کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد وملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج وشیرینی برسر وگفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید بہماں ساعت این طعام پختہ بہ نشستگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم و آرزو کردم کہ کسے آنجا باشد تا تناول کند۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ فرمایند "حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت برمثال پیران و مرشداں می پرستند وامور تکوینیہ را وابستہ بایشاں می دانند وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است" ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرف برسر مخالف برقے ست خاطف یا تیغے قاطع حرف حرف بخاطر باید داشت واز مخالفاں پرسید کہ شاہ صاحب بطور شما جمیع امت را صراحۃً گمراہ ومشرک گفتند یا نہ وخود ایں چنیں امور را تجویز وتحسین نمودہ کافر ومشرک شدند یا نہ۔ برتقدیر اول امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کہ غلامان غلام ومرید مرید ایشاں ست در صراط مستقیم بمدح ایشاں چناں تر زبان "جناب ہدایت مآب قدوۃ ارباب صدق وصفا زبدۂ اصحاب فنا وبقا سید العلماء وسند الاولیاء حجۃ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز مولانا ومرشدنا الشیخ عبدالعزیز" معاذ اللہ کافرے مشرکے را بچنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجت خدا ونائب انبیاء دگرا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گردید یا ہیچ۔ باز شمایاں کہ ایں کافر ومرتد را امام وپیشوا وسرور ومقتدا ومرجع وماوا گرفتہ ودر ہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ اید اندریں رو برہمہ کافر وبے دین ومرتد ولعین شدید یا چہ۔ بینوا توجروا۔

باز بمطلب عنان تابیم مولوی خرم علی بلہوری سلم ثالث طائفہ حادثہ در نصیحۃ المسلمین گوید "حاضری حضرت عباس کی۔ صحنک حضرت فاطمہ کی۔ گیارھویں عبدالقادر جیلانی کی۔ مالیدہ شاہ مدار کا۔ سہ منی بوعلی قلندر کی۔ توشہ شاہ عبدالحق کا۔ اگر فقط انہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ ملخصاً" خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید "اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود۔ او را ذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست" ایں لفظ 'خواندہ بخوراند' نیز نگاہ داشتنی است کہ بسیارے از منکرین ایں را ہم مناط انکار سازند وگویند اگر ایں اجتماع اطعام وقرأت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خواند نہ کہ خواندہ خوراند کہ عبث وباطل ست جواب کامل ازیں شبہہ باطل در ارتہ شارقہ یاد کردہ ایم ہمچناں ایں لفظ غوث الاعظم بر دل نگاشتنی کہ برایمان تقویۃ الایمان صراحۃ شرک است۔ طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام ومردار دانند وامام الطائفہ طعام وگوشت گاؤ نذر اولیاء ہمہ را حلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح بسوے میت نباشد وپسیدی گوید کہ جانورے کہ نذر اولیاء کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بروجہ حرام قبیح ہم کنند تاہم در حلت جانور سخنے نیست تحقیق کہ نذر اولیاء بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصال ثواب شود چہ محل آنکہ از ذبح جانور وا راقت دم اثرے نبود ہمیں قرأت قرآنے وتصدق طعامے بمیان آید مگر در تقریر مذکور چناں می نگارد۔ اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر بکنم وایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم را بخورانم اگرچہ دریں نذر گفتگو ست لیکن طعام حلال است

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وہمچنیں ست حکم گوشت، مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دومن گوشت نذر سید احمد کبیر بعد برآمدن حاجت خود خواہم خورانید گوشت حلال است و اگر بگوید کہ گوشت گاؤ خواہم خورانید نیز درست است و اگر بہمیں قصد گاؤ را نذر کند نیز روا است چرا کہ مقصودش گوشت ست۔ و ہمچنیں اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے را بدہد بطوریکہ نقدی میدہند روا است و گوشت آں حلال است"۔ ہمدر دانست اگر ہمیں طور نذر برائے اولیائے گذشتگان قدس اللہ اسرارہم کنند روا است۔ ایں قدر فرق ست کہ بسبب انتقال از عالم دنیا بعالم برزخ منتفع بنقد وجنس وطعام نمی توانند شد بلکہ ثواب صرف آں اللہ تعالٰی بارواح مطہرہ ایشاں میرساند پس احوال ایشاں در حالت حیات وبعد ممات برابر است"۔ باز می گوید: "اگر نذر کند کہ بشرط برآمدن حاجت خود گاؤ دوسالہ فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم خواہد کرد پس حکم ایں مثل حکم طعام ست۔ اگر نذر بطریق حسن است ہیچ خلل نہ و اگر قبیح ست فعلش حرام است وحیوان حلال"۔ ایں یازدہ قول ست بعدہ ایام یازدہم شریف حضرت غوث اعظم قطب اکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ وسہ از امام الطائفہ بالا گذشت ودوازدہ از شاہ عبدالعزیز صاحب عنقریب می آید وباللہ التوفیق والہدایۃ الی سواء الطریق۔

سخن گفتن ماند از تعیین اوقات کہ در مردماں رائج ست ہمچوں سوم وچہلم وسرسال وششماہ۔ اقول وبحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بردوگونہ است شرعی وعادی۔ شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقتے تعیین فرمودہ است کہ در غیر او اصلاً صورت نہ بندد و اگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند۔ چوں ایام نحر مر اضحیہ را، یا آنکہ تقدیم وتاخیرش از آں وقت ناروا باشد چوں اشہر حرم مر احرام حج را، یا آنکہ ثوابیکہ دریں ست در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشار را، وعادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند۔ اما حدث را از زمان ناگزیر ست ووقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود وتعیین مساوق ہمدگر است۔ پس از تعیین چارہ نیست۔ ایں ہم تعینات بربنائے اطلاق علی وجہ البدلیۃ صالح ایقاع بود از ینہا یکے را بربنائے مصلحتے اختیار کنند بے آں کہ وقت معین را مبنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیداست کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق بر نیاید و حکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد مالم یرد منع عن خصوص خصوصاً پس ہیچ جا سبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح منع ایں خاص از شرع برآرند۔ عبارت معلم ثانی طائفہ دربارہ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی وانیک معلم اول وامام معول طائفہ در رسالہ بدعت چناں نغمہ سرا "طریق ثانی آنکہ مطلق بالنظر الٰی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد۔ پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماں حکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بسبب عوارض خارجیہ حکم مطلق مختلف گردد الٰی ان قال در تحقیق حکم صورت خاصہ کسیکہ دعوی جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مبحوث عنہا می نماید ہمانست متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعوی خود حاجت بدلیلے ندارد۔ دلیل او ہماں حکم مطلق ست" وبس الحق حضرت والد قدس سرہ الماجد ایں اصل منیف وقاعدہ شریف را تحقیق بالغ وتنقیح بازغ در اصول الرشاد افادہ وارشاد فرمودہ اند آنجا باید جست من باول سخن باز گردم فاقول باز اگر دریں توقیت معین مرجحے حامل بر اختیارش فی نفسہ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام تساوی ارادہ مختار ترجیح را بسند ست چنانکہ در دو جام تشنہ ودو راہ راہبے مشاہدہ کنی۔ علی الاول مصلحت عیاں ست وعلی الثانی کم ازاں کہ ایں تعیین باعث تذکیر وتنبیہ ومانع تسویف وتفویت باشد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے معین ننہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسا باشد کہ از دست رود۔ از ہمیں جاست اوقات معین کردن ذاکرین وشاغلین وعابدین مرذکر وشغل وعبادت را یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ بر خود گرفتہ است۔ دیگرے پس از نماز عشا صد بار درود۔ واگر این توقیت را از اقسام ثلثہ توقیت شرعی نہ دانند زنہار از شرع معاتب نشوند جان برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ وصراط مستقیم امام الطائفہ وغیرہا کتب این فن کہ اکابر وعمائد طائفہ تصنیف کردہ اند رجوع آری چیزہا ازین تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از تاقیت شرعی نشانے ندارد۔ مہیات خود از تعیین ایام واوقات چہ گوئی آنجا تو دہا ست از اعمال واشغال وطرق وہیات محدثہ ومخترعہ کہ در قرون سالفہ از انہا اثرے وخبرے پیدا نبود وایشاں را باحداث وابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ ولی اللہ در قول الجمیل گوید صحبتنا وتعلمنا الاداب الطریقۃ متصلۃ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الادب ولا تلك الاشغال۔ مولوی خرم علی در ترجمہ این عبارت گفت "ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک۔ اگرچہ تعیین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں اھ ملخصا"۔ ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید "حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے الخ" سہ ران از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد "مولنا حاشیے میں فرماتے ہیں۔ اور اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں۔ مناسبات مخفیہ کے سبب سے الخ" باز خود می گوید "یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں"۔ امام الطائفہ در صراط مستقیم سراید "محققان از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا علیہ مصلحت دید و وقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب ازین کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب این وقت است تعیین کردہ وتجدید اشغال نمودہ شود اھ ملخصا"۔ ودر حال پیر خود گوید "در تلقین وتعلیم طریقہ چشتیہ بازوئے ہمت کشادند وتجدید اشغالے کہ این کتاب مستطاب براں منطوی گردیدہ فرمودند"۔ سبحان اللہ ایناں کہ بر اصل شما صراحۃً احداث فی الدین کردند وقطعاً چیزہا برآوردند کہ قرون سابقہ از انہا خبرے نداشتند ضال ومبتدع نباشند۔ بلکہ ہمچنان امام ومقتدا وعرفاء وعلماء مانند دیگراں بر ہمیں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع را جمع نمودند وفعل آنہا را از جملہ اوقات جائز فی الشرع وقتے معین گردانند۔ معاذ اللہ گمراہ وبدعتی شوند۔ للہ انصاف این تحکم بیجا را چہ گفتہ آید۔ مگر شریعت کارے خانگی شماست کہ ہر چوں کہ خواہید پہلو گردانید۔ ہاں دہان ایطالب حق ایناں را در طغیان وعدوان ایشان بگذار۔ وروئے بآثار واحادیث آرتا چیزے از تعینات عادیہ بر تو خوانیم ازین قبیل سنت آنچہ در حدیث آمد۔ کہ حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارت شہدائے احد را سر سال مقرر فرمودند کما سیأتی۔ وآمدن مسجد قبا را روز شنبہ کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ وروزہ شکر رسالت را روز دوشنبہ کما فی صحیح مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ وبا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ مشاورہ دینی را صبح وشام کما فی صحیح البخاری عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وانشائے سفر جہاد را پنجشنبہ کما فیہ عن کعب بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ وطلب علم را دوشنبہ کما عند ابی الشیخ ابن حیان والدیلمی بسند صالح عن ابن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ وعبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وعظ وتذکیر را روز پنجشنبہ کما فی صحیح البخاری عن ابی وائل وعلماء ابتدائے درس را روز چہار شنبہ کما فی تعلیم المتعلم للامام برھان الاسلام الزرنوجی حکایت کردش از استاد خود امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ وگفت ھٰکذا کان یفعل ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ صاحب شرعۃ الشریعۃ فرمود وکذا کان جماعۃ من اھل العلم این ہمہ از باب توقیت عادی ست حاشا کہ مراد سید الاسیاد علیہ افضل الصلاۃ من الملك الجواد آن باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا نباشد یا اجر عظیمے کہ این روز بر بندہ دارد و امت پروری وتشریف مزارات شہدائے کرام بتراب اقدام برکت نظام نصیب آن شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنند روز دیگر نکنند ہمچناں مقصود ابن مسعود آں نبود کہ وعظ جز بروز پنجشنبہ وعظ نیست یا در غیر او جواز نے یا روز دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر این تعیین نمود۔ حاش للہ۔ بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر مسلماناں پردازد و تعیین یوم طالبان خیر را بآسانی جمع و فراہم سازد۔ ہمریں قیاس در امور باقیہ آری در بعضے از انہا مرجحی جداگانہ حاصل ست ہمچو وقوع بعثت و حصول علم نبوت در روز دوشنبہ وعظم برکت در بکور پنجشنبہ در جائے اہتمام در بدایت چہار شنبہ کہ حدیثے ذکر کنند مامن شیئ بدئ یوم الاربعاء الاتم۔ و در بعض دیگر ہمیں ترجیح امادی ست کہ مصلحت در وے کم از تذکیر و تیسیر نیست۔ ہم ازیں باب ست تعینات مردم در سوم وچہلم وششماہ وسر سال کہ بعضے از انہا مصلحتے خاص دارد و بعض آخر بقصد آسانی و یاد دہانی معتاد و معہود گردید ولامشاحۃ فی الاصطلاح۔

اینجا کلام مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ راعم نسب و پدر علم وجد طریقت بود زشنیدن دارد۔ در تفسیر عزیزی زیر قولہ عزوجل والقمر اذا اتسق فرمود۔ وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے ست کہ از انتظار فریاد رسی می برد۔ وصدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید وازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند اھ ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران و پدران خود شاں باہتمام تمام بجامی آوردند و پیش ایشاں بر قبور در دیشاں اجتماع مردم وفاتحہ خوانی وتقسیم طعام وشیرینی تجویز و تقریر ایشاں می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری وساری ست۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی بریں افعال شاہیہ بہمال شبہات واہیہ کہ حضرات منکرین بکار می برند بر شاہ صاحب زبان مطاعن وعتاب کشود و رقم نمود کہ ساینکہ اقوال اینہا مطابق افعال شاں نیستند ی۔ عرس بزرگاں خود بر خود شل فرض دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام وشیرینی در انجا تقسیم نمودہ متقابر راو شنا یعبدمی کنند اھ ملخصاً۔ شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ مجموعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند قولہ "عرس بزرگان خود آہ این طعن مبنی ست بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں باہدائے ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعیین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں میباشد۔ از وادارالعمل بدار الثواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات ست و خلف را لازم ست کہ سلف خود را باین نوع برو احسان نماید. بازتعیین سر سال و التزامش را سند از احادیث آوردند کہ ابن المنذر و ابن مردویہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کردند ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یاتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال باحد تشریف ارزانی میداشت چون بر درہ کوہ می رسید بر گور شہیداں سلام می کرد و می فرمود سلام باد بشما بہ شکیبائی شما پس چہ نیکوست سرائے آخرت. و امام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن ابراہیم روایت نمود و قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی قبور الشھداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار و ابوبکر و عمر و عثمٰن یعنی سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سر ہر سال بر خاک شہدائے قدم رنجہ می فرمود و می گفت سلام علیکم الآیہ لبعدہ حضرت صدیق و فاروق و ذی النورین نیز ہمچنان میکردند رضی اللہ تعالٰی عنہم. و در تفسیر کبیر ست عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشھداء راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار و الخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون. یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال بمزار شہدا می شد و آیہ مذکورہ می خواند و ہمچنان حضرات خلفاء اربعہ می کردند رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین

بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعیینات عادیہ است کہ زنہار جائے طعن و ملامت نیست. اینقدر را حرام و بدعت شنیعہ گفتن جہلے ست صریح و خطائے قبیح. شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی برادر مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوائے خودش چہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند "سوال: تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ و توشہ در فاتحہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وغیر ذٰلک و ہمچنان تخصیص خورندگان چہ حکم دارد. جواب: نفس فاتحہ و طعام بلاشبہہ از مستحبات ست و تخصیص کہ نفل مخصص است باختیار داوست کہ باعث منع نمی تواند شد این تخصیصات از قسم عرف و عادت اند کہ بمصالح خاصہ و مناسبت خفیہ ابتدا از ظہور آمدہ و رفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ" ثم اقول بلکہ اگر اینجا خود ہیچ مصلحتے دینی نباشد تا عدم مصلحت وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار این کار شود ورنہ مباح کجا رود. امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا راوی ست حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود صیام السبت لا لک ولا علیک روزہائے روز شنبہ نہ مر تراست نہ بر تو علماء در شرحش فرمایند لا لک فیہ مزید ثواب ولا علیک فیہ ملام ولا عتاب. نہ ترا در وے افزونی ثوابے نہ بر تو در وے ملامتے و عتابے. روشن شد کہ تخصیص بے مخصص اگر نافع نباید مضر ہم نباشد، وھو المراد. آرے ہر جای کہ این تعیین عادی را توقیت شرعی داند و گمان برد کہ ایصال ثواب در غیر این ایام صورت نہ بندد یا روا نہ باشد یا ثواب این ایام از ایام دیگر اتم ست وافر بلاشبہہ غلط کار و جاہل و در دین خاطی و مبطل ست. اما این قدر گمان معاذ اللہ در اصل ایمان خلل نیارد و نہ موجب عذاب قطعی و وعید جہنمی گردد. چنانکہ امام الطائفہ در تفویت الایمان اعتقاد دارد و این جہالت فاحشہ او از جہل آں عامی بدرجہا بتر ست آں از جلہ وجہ لطفے بیش نیست. و این ضلال بعید و اعتزال شدید و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید. اینجا نیز حصہ امام الطائفہ در یفہ

http://ataunnabi.blogspot.in

وسخافت وحمق وجزافت پیداست بیفال لهم لیس من. یعلم کون لا یعلمون بہاں اکثر عوام جہلہ درباب ایصال ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریا وسمعہ وتفاخر جمع اغنیاء ومنع فقراء وآنکہ در سوم جماعتے یکجا نشستہ ہر یکے قرآن بجہر خوانند ولہٰذا استماع از دست دہند ایں ہمہ ممنوع ومحظور ومکروہ ومحذور ست. علماء را باید کہ بر مفاسد زوائد سرزنش کنند نہ آنکہ باطلاق لسان وسلاطت زبان اصل کار را برہم زنند چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ مخطورات عدیدہ خو کردہ اند. ایں معنی مستلزم نہی از نماز نباشد بلکہ از ایں خصائل شنیعہ تحذیر وترہیب می باید کرد. ورادائے نماز تحریص وترغیب ایں است سخن مجمل وقول فیصل کہ خواص آنسو وبعض عوام ایں سو ہر دو راگراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق ایں است وازحق نشاید گزشت واللہ الہادی الی سبیل الرشاد والصلوٰۃ والسلام علی المولی الجواد محمد وآلہ وصحبہ الامجاد واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

مسئلہ ۱۴۹ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید وکلمۂ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہونچتا ہے۔ اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پاکر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔ اسمیں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے صیام السبت لا لک ولا علیک اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے۔ غنی لوگ اسمیں سے نہ لیں۔ باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں۔ مثلاً اسمیں شادی کے سے تکلف کرنا عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں بیجا ہیں۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچیگا اور روز کم تو یہ عقیدہ بھی اُسکا غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۰ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ بہیئت مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود وقرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میت کرتے ہیں اور وہ کھانا محتاج کو دیدیتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ کھانا محتاج کو دینے سے پہلے ثواب میت کو نہیں پہنچا سکتے لہٰذا پہلے کھانا دے اُسکے بعد ثواب پہنچائے اور کہتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر نا جائز وناروا ہے۔ آیا قول اُسکا صحیح ہے یا غلط بینوا توجروا

الجواب

فاتحہ بہیئت مروجہ جس طرح سوال میں مذکور بلا ریب جائز ومستحسن ہے۔ اہلسنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبر بکثرت وارد۔ باقی رہا طعام اور قراءت کا جمع خود اُن کے امام الطائفہ معلم ثانی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اس اجتماع کو بہتر کہا۔ کما حیث قال۔ ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اگر میسر باشد بہترست والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہاست۔ اور قبل اس کے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہنچے اس کا میت کو پہنچانا جائز اور حدیث سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں مروی ثابت،

انہ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء قال فحفر بئرا وقال ھذہ لام سعد

یعنی انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ میری ماں نے انتقال کیا تو کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا پانی۔ انہوں نے کنواں کھود کر کہا یہ مادر سعد کے لئے ہے۔ اس سے صاف متبادر یہ کہ کنواں تیار ہوجانے پر یہ الفاظ کہے اور ایک دو دن یا دس بیس برس بھی سہی تو کیا صرف اُس قدر پانی کا ثواب پہنچانا منظور تھا جو اُس وقت تک آدمیوں جانوروں کے صرف میں آیا، حاشا بلکہ جب تک کنواں باقی رہے بحکم ھذہ لام سعد سب کا ثواب مادر سعد کو پہنچے گا۔ اور سب کا ایصال منظور تھا تو قبل تصرف ایصال ثواب ہر طرح حاصل اور خود احادیث مرفوعہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثواب عمل قبل عمل حاصل فرمایا۔ اور فقیر نے انہیں حدیثوں سے کھانا سامنے رکھنے کی اصل استنباط کی جس کی تفصیل رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سھل بن سعد وھو والعسکری فی الامثال عن النواس بن سمعان والدیلمی عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وزاد ان اللہ عزوجل لیعطی العبد علی نیتہ مالا یعطیہ بیشک اللہ عزوجل بندہ کو اس کی نیت پر وہ ثواب دیتا ہے جو اس کے عمل پر نہیں دیتا۔ وذلک ان النیۃ لا ریاء فیہا والعمل یخالطہ الریاء ھذا حدیث الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ زید کہ اسے ناجائز کہتا ہے حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اس تقریر وہابیہ کو ذبح کر گئے۔ لکھتے ہیں: اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود اورا ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست۔ ان حضرت سے پوچھا ہوتا کہ یہ "فاتحہ خواندہ بخوراند" کیسی؟ "خوراندہ فاتحہ بخواند" کہا ہوتا۔ اقول بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے۔ اور مومن کو عمل نیک کا ایک ثواب اس کی نیت کرتے ہی حاصل۔ اور عمل کیے پر دس ہوجاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا۔ بلکہ متعدد حدیثوں میں فرمایا گیا کہ نیۃ المومن خیر من عملہ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ فاتحہ میں دو عمل نیک ہوتے ہیں قرأت قرآن و اطعام طعام۔ طریقہ مروجہ میں ثواب پہنچانے کی دعا اس وقت کرتے ہیں جب کہ کھانا دینے کی نیت کرلی۔ اور کچھ قرآن عظیم پڑھ لیا۔ تو کم سے کم گیارہ ثواب تو اس وقت مل چکے۔ دس ثواب قرأت کے اور ایک نیت اطعام کا کیا انہیں میت کو نہیں پہنچا سکتے۔ رہا کھانا دینے کا ثواب۔ وہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا سمجھا ہوگا کہ جب تک وہ شے موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے۔ حالانکہ اس کا طریقہ صرف جناب باری میں دعا کرتا ہے کہ وہ ثواب میت کو پہنچائے۔ خود امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے "طریق رسانیدن آں دعا بجناب الٰہی ست" کیا دعا کرنے کے لئے بھی اس شے کا موجود فی الحال ہونا ضروری ہے۔ مگر یہ کہ جہالت سب کچھ کراتی ہے۔ اور وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اسے ناجائز و ناروا کہے ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا و رسول کسی چیز کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ناروا کہہ دینا خدا اور رسول پر افترا کرنا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جبتک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اُس کا محض غلط ہے۔ لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا۔

ومن ادعی فعلیہ البیان۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱: از بجنور۔ مرسلہ شیخ معین الدین صاحب ماسٹر پٹواری اسکول ضلع بجنور۔ ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلحاظ نرمی زمین وحفظ نعش اپنے پیر طریقت کی قبر کو پختہ بنوایا اور سالیانہ تاریخ وفات شیخ پر قرآن شریف اور درود وکلمہ پڑھوا کر شیخ مذکور کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرتا ہے۔ اور بامید فیضان وحل مشکلات شیخ کی قبر پر جاکر بیٹھتا ہے۔ اور وساطۃً اس سے استمداد کرتا ہے تو یہ ایصال ثواب اور استمداد عن الاموات زید کا جائز ہے یا نہیں۔ اور تا ارتکاب عمل ہذا زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اموات مسلمین کو ایصال ثواب بے قید تاریخ خواہ بحفظ تاریخ معین مثلاً روز وفات جبکہ اُسکا التزام بنظر تذکیر وغیرہ مقاصد صحیحہ ہو۔ نہ اس خیال جاہلانہ سے کہ یہ تعیین شرعاً ضرور یا وصول ثواب اسی میں محصور، یونہی عرس مشائخ کہ منکرات شرعیہ مثل رقص ومزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ اسی طرح اولیائے کرام وسائل بارگاہ ذوالجلال حضرت احیائے معنی واموات صورت قدست اسرارہم سے استعانت واستمداد جبکہ بطور توسل وتوسط وطلب شفاعت ہو۔ نہ معاذ اللہ بظن خبیث استقلال وقدرت ذاتیہ جس کا توہم نہ کسی مسلم سے معقول نہ مسلمان ہونے پر سوائے ظن مقبول۔ یہ سب اُمور شرعاً جائز وروا ومباح ہیں جن کے منع پر شرع مطہر سے اصلا دلیل نہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے متعدد مسائل ورسائل مندرجۂ فتاوائے فقیر مسمی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ... البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقہ میں ان سب مسئلوں کی تحقیق انیق بروجہ کافی ذکر کی۔ اور دربارۂ استعانت خاص ایک رسالہ مسمّٰی بہ برکات الامداد لاہل الاستمداد تالیف کیا۔ اون کے بعد تفصیل تازہ کی حاجت نہیں۔ اور قبر پختہ بنانے میں حاصل ارشاد علمائے امجاد رحمہم اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر پکی اینٹ میت کے متصل یعنی اوس کے آس پاس کسی جہت میں نہیں کہ حقیقۃً قبر اوسی کا نام ہے بلکہ گرد اکچا اور بالائے قبر پختہ ہے تو مطلقاً ممانعت نہیں۔ یہانتک کہ امام اجل فقیہ مجتہد اسمٰعیل زاہد نے خاص لحد میں پکی اینٹ پر نص فرمایا۔ جبکہ نیچے کچے چوکے کی تہ ہو۔ اور اپنی قبر مبارک میں یونہی کرنے کی وصیت فرمائی اور متصل میت ممنوع ومکروہ مگر جبکہ بضرورت نرمی وتری زمین ہو۔ تو اسمیں بھی حرج نہیں۔ درمختار میں ہے۔ یسوی اللبن علیہ والقصب لاالاٰجر المطبوخ والخشب لوحولہ اما فوقہ فلایکرہ ابن ملک وجاز ذلک حولہ بارض رخوۃ کالتابوت حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے کرھوا الاٰجر والواح الخشب وقال الامام التمرتاشی ھذا اذا کان حول المیت وان کان فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع وقال مشائخ بخارا لایکرہ الاٰجر فی بلدتنا لمساس الحاجۃ لضعف الاراضی خانیہ وخلاصہ وہندیہ میں ہے یکرہ الاٰجر فی اللحد اذا کان یلی المیت اما فیما وراء ذلک لاباس بہ ویستحب اللبن والقصب حسامی پھر امداد الفتاح پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے وقد نص اسمٰعیل الزاھد بالاٰجر خلف اللبن علی اللحد واوصی بہ منافع ومسوط پھر غنیہ میں ہے اختار والشق

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فی دیارنا لرخاوۃ الاراضی فیتعذر اللحد فیھا حتی اجازوا الآجر ودفوف الخشب والتابوت ولو کان من حدید بحر الرائق میں ہے قیدہ الامام السرخسی بان لایکون الغالب علی الاراضی النز والرخاوۃ فان کان فلاباس بھا کاتخاذ تابوت من حدید لھذا نیز بحر و حاشیہ ابی السعود الازہری علی الکنز میں ہے وقیدہ فی شرح المجمع بان یکون حولہ اما لوکان فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع کافی بحر غرر و درر میں ہے یسوی اللبن والقصب لا الخشب والاجر وجوز فی ارض رخوۃ شرح نقایہ برجندی میں ہے انما یکرہ الاجر فی اللحدان کان یلی المیت اما فیما وراء ذلک فلاباس بہ کذا فی الخلاصۃ وقال الامام علی السغدی اتخاذ التابوت فی دیارنا افضل من ترکہ مجمع الانہر میں ہے یکرہ الآجر والخشب انما کرہ سترا للحد بھما وبالحجارۃ والجص لکن لوکانت الارض رخوۃ جاز استعمال ما ذکر۔ کشف الغطاء میں ہے "الان در دیارنا نیز بسبب رخاوت زمین ہمیں متعارف است حتی کہ تجویز کردہ اند مشائخ دراشال این دیار بایں علت خشب پختہ و چوب در دفن تابوت را اگر از آہن باشد۔ اوسی میں ہے۔ در تجنیس گفتہ رخصت دادہ است امام اسمٰعیل زاہد کہ گردانیدہ شوند خشتہائے پختہ خلف خشتہائے خام بہ لحد و تحقیق وصیت کردہ بود بوے و مشائخ بخارا گفتہ اند در زمین ما خشت پختہ اگر بنہند مکروہ نباشد ازبرائے نرمی زمین پس ہر جا کہ زمین نرم باشد باک نیست بنہادن خشت پختہ و مانند آن از چوب" ان عبارات متظافرہ سے واضح ہوا کہ فعل زید بغرض مذکور ہرگز ہرگز کسی طرح قابل مواخذہ نہیں **و انا اقول** بالفرض کراہت ہی مانیے تو مسئلہ خصوصاً ایسے تصریحات جماعات کثیرہ ائمہ کے بعد زنہار حد تنقیص تک بھی نہیں پہونچ سکتا۔ کہ اوسکی اقتدا کو مکروہ ہی کہا جائے۔ ذکر عدم جواز یہ محض جہل بعید و تعصب شدید ہے۔ معہذا نصوص سابقہ سے واضح ہوا کہ پکی اینٹ اور لکڑی کا ایک حکم ہے۔ اصل سنت کچی اینٹ اور نرکل سے چھپانا ہے۔ لکڑی کے تختے ان لئے عام طور پر ان بلاد میں حضرات معترضین بھی استعمال کررہے ہیں مانیے اور اپنے مولویوں کے پیچھے نماز ناجائز کیوں نہیں کہتے مگر تحکم ان صاحبوں کا داب قدیم ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۵۲: از عثمان پور ڈاکخانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خانصاحب۔ ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر یا مشرک یا رافضی کو قرآن خوانی یا اور کسی ذریعہ سے ایصال ثواب کرے تو اوس کافر یا مشرک یا رافضی کو ثواب پہونچے گا یا نہیں۔ اور ایصال ثواب کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک جیسے آجکل کے عام رافضی کہ منکرات ضروریات دین ہیں۔ اوسے ہرگز کسی طرح کسی فعل خیر کا ثواب نہیں پہونچ سکتا۔ قال اللہ تعالی وما لھم فی الاخرۃ من خلاق اوسے ایصال ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہ کفر کیطرف جانا ہے۔ کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہراتا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے۔ ہاں جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلیے اونھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں جبکہ اون سے دینی محبت یا اونکی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو۔ ورنہ انکم اذا مثلھم یہ بھی اونھیں یا شمار ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۱۵۳: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خانصاحب سررشتہ دار۔ بتاریخ ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ وغیرہ میں اکثر لوگ گھی کے چراغ کپڑے جوتی وغیرہ رکھتے ہیں۔ یہ اشیاء رکھنا کیسا ہے؟ فقط

الجواب

کپڑا جوتے یا جو چیز مسکین کو نفع دینے والی مسکین کو دینے کی نیت سے رکھیں کوئی حرج نہیں ثواب ہے۔ مگر فاتحہ کے وقت گھی کا چراغ جلانا فضول ہے اور بعض وقت داخل اسراف ہوگا اس سے احتراز چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از رامپور لوہاروگول بازار مالک متوسط۔ مرسلہ محمد سلیم خان کتب فروش۔ ۲ جمادی الاخری ۱۳۳۲ھ

ایک شخص ہے وہ کہتا ہے کہ فاتحہ میں ثواب رسانی کے سلسلہ میں ایسا لفظ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح متبرکہ کو اس کا ثواب پہونچے۔ ایسا لفظ حضرت کی شان میں ارواح کا لفظ لانا بے ادبی میں داخل ہے۔ ارواح کا لفظ مت شامل کرو۔ ایسا مت کہو کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ارواح کو ثواب پہونچے۔ آپ حیات النبی ہیں۔ فقط

الجواب

روح زندہ کیلئے بھی ہے۔ بلکہ روح ہی سے زندگی ہے۔ اور درود شریف کے صیغوں میں ہے اللھم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح تو اصل میں اس لفظ کے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جہاں عوام اوس سے یہ معنی سمجھتے ہوں جیسے اس نیک نیت پاکیزہ خیال نے سمجھے تو ضرور اس کہنے سے ان کو روکا جائے یا یہ وہم اُن کے دلوں سے نکال دیا جائے کہ ارواح کا اطلاق اموات ہی کے حق میں ہوتا ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقۃً ایسے ہی زندہ ہیں جیسی رونق افروزی دنیا کے زمانہ میں تھی۔ اون کی موت ایک آن کیلئے تصدیق وعدہ الٰہیہ کل نفس ذائقۃ الموت کیواسطے ہوتی ہے۔ پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ حج کرتے ہیں۔ مجالس خیر میں تشریف لیجاتے ہیں۔ کھانا پینا سب کچھ دنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں۔ کما نطقت بہ الاحادیث وائمۃ القدیم والحدیث۔ واللہ سبحانہ وتعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۵۵: از بریلی مسئولہ شیخ عبدالعزیز بساطی۔ دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

اہل ہنود اگر فاتحہ دلوانا چاہیں تو دینی چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فاتحہ ایصال ثواب ہے کافر کیطرف سے یا کافر کے مال کا ثواب پہونچانا کیا معنی؟ کافر اصلا اہل ثواب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۶: امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج ضلع بریلی۔ ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

مٹی کے چراغ میں گھی ڈال کر جلانا چاہیے یا نہیں اُنکے چراغ میں گھی ڈالکر جلاکر کھانا۔ یا علیحدہ کے اوپر رکھ کر فاتحہ دینا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

بلاضرورت گھی جلانا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ اور فاتحہ و قرآن خوانی اور درود خوانی کیلئے اگر چراغ قریب کی حاجت ہو اور اس خیال سے کہ تیل میں کبھی بدبو آتی ہے۔ گھی سے چراغ روشن کرے اور اس لحاظ سے کہ استعمالی چراغ صاف نہیں ہوتا۔ اور کورے میں جلائیں تو وہ گھی پئے گا اور بیکار جائے گا۔ لہذا آٹے کا چراغ بنائیں کہ آٹا پئے بھی تو اوسکی روٹی پک سکتی ہے تو اسمیں حرج نہیں مگر عادت کرلینی کہ بلاضرورت بھی فاتحہ کیلئے گھی جلائیں، وہی اسراف و حرام ہے اور وہ صورت جواز ہم نے لکھی اوسمیں بھی وہ چراغ کھانے پر نہ رکھا جائے۔ بلکہ کھانے سے الگ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۷

: از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ۔ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری البوالحسینی۔ ۲۹ صفر ۱۳۱۶ھ

اگر مردہ کو اوس کا خویش و اقارب خواب میں دیکھے تھا۔ یا اوسکو کسی قسم کی چیز طلب کرتے ہوئے دیکھے تو ایسی حالت میں مردہ کا فاتحہ کھانے پر دلانا جائز ہے یا نہیں۔ یا وہ چیز جو اوسنے خواب میں طلب کی ہے وہ اوس کے نام پر فاتحہ دلا کر خیرات کرنا جائز ہے یا نہیں اور فاتحہ کے وقت ہمراہ کھانے کے پانی کا رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

بہتر ہے کہ جو چیز طلب کی محتاج کو اوسکی طرف سے دیجائے۔ اور کھانے پر فاتحہ اس کے سبب منع نہ ہوگی۔ وہ بھی اور پانی رکھنے میں حرج نہیں۔ محتاج کو وہ کھانا کھلائیں اور پانی پلائیں سب کا ثواب پہنچیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸

: مرزا باقی بیگ رام پوری۔ ۱۶ محرم ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس فعل نیک کا ثواب چند اموات کو بخشا جائے وہ اون پر تقسیم ہوگا یا سبکو اس پورے فعل کا ثواب ملے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل کے کرم عمیم و فضل عظیم سے اُمید ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے۔ اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین و مومنات احیا و اموات کیلئے ہدیہ کرے۔ علمائے اہلسنت سے ایک جماعت نے اسی پر فتوے دیا۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں۔ وسعت فضل الٰہی کے لائق یہی ہے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔ سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل اھ۔ اور ہر شخص کو افضل یہی کہ جو عمل صالح کرے اوسکا ثواب اولین و آخرین احیاء و اموات تمام مومنین و مومنات کیلئے ہدیہ بھیجے سب کو ثواب پہنچے گا۔ اور اُسے اون سب کے برابر اجر ملے گا۔ فی ردالمحتار عن التاتارخانیہ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ اھ دارقطنی و طبرانی و دیلمی و سلفی امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات جو مقابر پر گزرے اور قل ھو اللہ گیارہ بار پڑھ کر اوسکا ثواب اموات کو بخشے بعدد تمام اموات کے ثواب پائے۔ رہا ابن قیم ظاہری المذہب کا کتاب الروح میں تقسیم ثواب کو اختیار کرنا یعنی ایک ہی ثواب ان پر ٹکڑے ہو کر بٹ جائیگا۔ حیث قال ولا ھدی الکل الی اربعۃ یحصل لکل منھم ربعہ اھ۔ **اقول** وباللہ التوفیق۔ فتوائے علماء کہ سب کو ثواب کامل ملے گا اس قول ابن قیم پر بچند وجہ مرجح ہے **اولاً**۔ ابن قیم بد مذہب ہے۔ تو اوسکا قول علمائے اہلسنت کے مقابل معتبر نہیں **ثانیاً** وہ اسی کا قول ہے اور یہ ایک جماعت کا فتوے والعمل بما علیہ الاکثر **ثالثاً** وھو الطراز المعلم ثواب واحد کا سب پر منقسم ہونا ایک ظاہری بات ہے۔ جسے آدمی بنظر ظاہر اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے۔ عالم شہود میں یونہی دیکھتے ہیں، ایک چیز دس کو دیجئے تو سب کو پوری نہ ملے گی۔ ہر ایک کو ٹکڑا ٹکڑا پہنچے گا۔ غالباً اوسی ظاہر بیں نے اسی ظاہری بات پر نظر اور معقول پر محسوس کو قیاس کر کے تقسیم کا حکم دیدیا۔ نہ کہ حدیث سے اس پر دلیل پائی ہو۔ بخلاف اوس حکم کمال کے کہ اگر کروروں کو بخشو تو ہر ایک کو پورا ثواب ملے۔ ایسی بات بے سند شرعی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے تو ظاہر کہ جماعت اہل فتوے نے جبتک شرع مطہر سے دلیل نہ پائی۔ ہرگز اس پر جزم نہ فرمایا بلکہ بتصریح علماء سے ثابت کہ جو بات رائے سے نہ کہہ سکیں وہ اگرچہ بعض علماء کا ارشاد ہو حدیث مصطفے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم میں سمجھا جائے گا۔ آخر جب عالم تدین ہے اور بات میں رائے کو دخل نہیں تو لاجرم حدیث سے ثبوت ہوگا۔ امام علامہ قاضی عیاض نے سریج بن یونس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالٰی کے کچھ سیاح فرشتے ہیں جن کے متعلق یہی خدمت ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد نام کا کوئی شخص ہو اوس گھر کی زیارت کیا کریں۔ علامہ خفاجی مصری اوسکی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔ ھو وان کان لسریج فھو فی حکم المرفوع لان مثلہ لایقال بالرأی اھ ملخصا۔ یہ سریج نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع تابعین میں سے۔ بلکہ علمائے مابعد سے ہیں۔ بایں ہمہ علامہ خفاجی نے اون کے قول مذکور کو حدیث مرفوع کے حکم میں ٹھہرایا۔ کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی۔ اسی طرح مالحن فیہ میں بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ علماء کا وہ فتوے بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہونا چاہیئے۔ ثم اقول وباللہ التوفیق۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے خاص اس باب میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تین حدیثیں پائیں **حدیث اول** امام ابوالقاسم اصبہانی کتاب الترغیب اور امام احمد بن الحسین بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی۔ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من حج عن والدیہ بعد وفاتھما کتب اللہ لہ عتقا من النار وکان للمحجوج عنہما اجر حجۃ تامۃ من غیر ان ینقص من اجورھما شیئ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے اون کی وفات کے بعد حج کرے اللہ تعالٰی اوس کیلئے دوزخ سے آزادی لکھے۔ اور ان دونوں کیلئے پورے حج کا اجر ہو۔ بغیر اس کے کہ اون کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔ اگر ثواب بنصف نصف ملتا تو اس آدھے میں سے کمی ہو جانے کا کیا احتمال تھا۔ جس کی نفی فرمائی گئی۔ ہاں وہی اجر یہاں اجور ہو جائے ہر ایک پورا پورا لے کمی پائے۔ یہ خلاف عقل ظاہر تھا۔ تو اسی کا افادہ ضرور مفید واہم ہے۔ **حدیث دوم** طبرانی اوسط میں اور ابن عساکر حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی۔ حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما علی احدکم اذا اراد ان یتصدق للہ صدقۃ تطوعا ان یجعلھا عن والدیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اذا کان مسلمین فیکون لوالدیہ اجرھا و لہ مثل اجرھا بعد ان لاینقص من اجورھما شیئ یعنی جب تم میں کوئی شخص کسی صدقہ نافلہ کا ارادہ کرے تو اوس کا کیا حرج ہے کہ وہ صدقہ اپنے ماں باپ کی نیت سے دے کہ انھیں اس کا ثواب پہونچے گا۔ اور اون دونوں کے اجروں کے برابر ملے گا۔ بغیر اس کے کہ اون کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔ ان دونوں حدیثوں میں اگرچہ تشکیک کی جاسکتی حدیث سوم گویا نص صریح جس نے بحمدہ تعالٰی اس امید کمال کو قوی کر دیا۔ اور فتوائے علماء کی تاکید اکید فرمادی کہ ہر ایک کو کامل ثواب ملے گا۔ امام دارقطنی اور ابو عبداللہ ثقفی فوائد ثقفیات میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنہما واستبشرت ارواحہما وکتب عند اللہ برا یعنی جب آدمی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے وہ حج اس حج کرنے والے اور ماں باپ تینوں کی طرف سے قبول کیا جائے۔ اور اون کی روحیں خوش ہوں اور یہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا نیکوکار لکھا جائے۔ یہ لفظ دارقطنی کے ہیں اور ثقفیات میں ان لفظوں سے ہے۔ من حج عن ابویہ ولم یحجا اجزاء عنہما وبشرت ارواحہما فی السماء وکتب عند اللہ برا یعنی جس کے ماں باپ بے حج کیے مرگئے ہوں یہ اون کی طرف سے حج کرے وہ ان دونوں کا حج ہوجائے اور اون کی روحوں کو آسمان میں خوشخبری دی جائے اور یہ شخص اللہ تعالٰی کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ حج ایک عبادت واحدہ ہے جس کا بعض کافی نہیں۔ نہ وہ کل سے مغنی ہو۔ بلکہ قابل اعتبار ہی نہیں۔ جیسے فجر کی دو رکعتوں سے ایک رکعت۔ یا صبح سے دوپہر تک کا روزہ۔ تو ضرور کہ اون دونوں کی طرف سے کافی ہو ضرور ہے کہ ہر ایک کی جانب سے پورا حج واقع ہو۔ مگر فقہ میں مبین و مبرہن ہو لیا۔ کہ یہ اجزا بمعنی اسقاط فرض نہیں۔ تو لاجرم یہی معنی مقصود کہ دونوں کو کامل حج کا ثواب ملے۔ محدث جلیل امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی اس حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں۔ لا اعلم احدا قال بظاھرہ من الاجزاء عنہما بحج واحد وھو محمول علی وقوعہ للاصل فرضا وللغیر تطوعا اھ نقلہ فی التیسیر مع التقریر والحمد للہ رب العلمین ھذا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۵۹: از بندر کراچی محلہ جمعدار۔ گل محمد مکرانی۔ مرسلہ مولوی عبدالرحیم مکرانی۔ ۲۷ شعبان ۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام و مفتیان عظام رحمکم الرحیم۔ اندریں مسئلہ کہ اگر گروہ صبیان قرآن خوانند یا دیگر اعمال حسنہ کردہ ثواب آن بموتی ببخشند۔ شرعا میرسد یا نہ۔ بینوا الجواب بسند الکتاب وتوجروا عند اللہ بحسن المآب۔ صاحبا حسبۃ للہ تعالٰی۔ جواب این مسئلہ بعبارت شافی و دلائل کافی از کتب فقہ حنفیہ و حدیث شریفہ مع حوالہ کتب فقہ نوشتہ و بمواہیر علمائے علام آنجائے ثبت نمودہ بفرستند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہند شد۔ چرا کہ در باب این مسئلہ درمیان علمائے بندر کراچی مباحثہ و اختلاف افتادہ است آخر الامر طرفین برین قرار دادہ اند کہ ہر جوابیکہ از علمائے کرام بریلی دہند۔ بباید کہ جانبین تسلیم نمایند۔

الجواب

اللھم لک الحمد صل علی المصطفٰی و اٰلہ العمد ہر قربتے کہ صبی اہل آنست (نہ مثل اعتاق و صدقہ وہبہ مال کہ اصلا از و صورت نہ بندد) چون از صبی عاقل ادا شود بر قول جمہور و مذہب معتمد و منصور ثوابش ہم از آن او باشد علامہ استروشنی در جامع صغار فرماید حسنات

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الصبی قبل ان یجری علیہ القلم للصبی لا لابویہ لقولہ تعالٰی وان لیس للانسان الا ما سعی ھذا قول عامۃ مشایخنا علامہ زین العابدین وابن نجیم مصری در احکام الصبیان از کتاب الاشباہ فرماید تصح عباداتہ وان لم تجب علیہ واختلفوا فی ثوابہا والمعتمد انہ لہ وللمعلم ثواب التعلیم وکذا جمیع حسناتہ بازعلمائے ما اصولًا وفروعًا تصریحات جلیہ دارند کہ انسان رامیرسد کہ ثواب اعمال خویش از آں غیرے کند کما نص علیہ فی الھدایۃ وشروحھا والملتقی والدر وخزانۃ المفتیین والھندیۃ وغیرھا من کتب المذہب علمائے کرام ایں سخن را ہمچناں مرسل ومطلق گزاشتہ اند وبوئے از تخصیص وتقیید نداده۔ پس ایں جا انکہ باطلاق اعمال بر شمول فرائض وتناول علیکہ ابتداءً برائے خود بے نیت غیر کردہ باشد، وبہ ارسال غیر بردخول حضور پرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والثناء استدلال کردہ اند، ہمچناں اطلاق انسان بردخول صبیان دلیلے کافی است تا آنکہ برہانے صحیح براستثنائے آناں قائم شود وخود آں برہان کجا وکدام فی رد المحتار فی البحر بحثا ان اطلاقھم شامل للفریضۃ اھ وفیہ عندان الظاھر انہ لافرق بین ان ینوی بہ عند الفعل للغیر اولنفسہ ثم یجعل ثوابہ لغیرہ لاطلاق کلامھم اھ وفیہ قلت وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ ویدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذلک حیث انقذنا من الضلالۃ اھ۔ نہایت آنچہ اینجا بخاطر خطور توان کرد آن ست کہ نزد اصحاب مذہب حنیفہ رحمہم اللہ بالطاف الخفیہ ایں کار ہبہ ثواب واہدائے آنست وصبی از اہل تبرع نیست اقول وباللہ التوفیق۔ صبی عاقل از ہر گونہ تبرع محجور نیست۔ منشائے حجر ہمیں ضررست ولو فی الحال کما فی القرض ولو بالاحتمال کما فی البیع اینجا کہ بیع ضرر نیست درحجر نظر نیست بلکہ خلاف نظر وعین اضرارست کہ بمثابۂ الحاق او بجماد واحجار است۔ آخر نہ بینی کہ صبی بالاجماع از اہل ابتداء السلام است بلکہ مودبش را باید کہ اگر خود بایں کار خوگر نباشد تعلیمش نماید۔ حالانکہ ایں نیز از باب تبرع است تا آنکہ درحدیث اورا صدقہ نامیدہ اند ابوداؤد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تسلیمہ علی من لقی صدقۃ ہمچناں با برادر خود بکشادہ روی سخن فرمودن وباظہار بشاشت دندان سپید نمودن البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن حبان فی صحیحیہما عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبسمک فی وجہ اخیک صدقۃ ہمچناں راہ گم کردہ را بذکر معالم طریق دلالت کردن احمد والشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دل الطریق صدقۃ وفی حدیث ابی ذر المذکور ارشادک الرجل فی ارض الضلال صدقۃ ہمچناں کر را سخن شنوا نیدن الخطیب فی جامع عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسماع الاصم صدقۃ ہمچناں کہ با یکے جماعت نیافت اقتدا نمودن احمد وابوداؤد وابن حبان والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ۔ ہمچناں انواع بر کثیر دوا فراست ودر آنہا بر روئے صبیان مسلمین در از نیست تا زیانے یا اندیشۂ او نباشد از ہمہ مجوز۔ وبالاتر شنو تا میرسد کہ پسر خود یا پسران ماذون ہر کرا خواہی بے حاجت باذن کسے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وبجوز را از ولی رسیدہ در خصومات خویش وکیل کنی۔ یا متاع خود ت فروختن یا کالائے بہائے تو خریدن فرمائی بے آنکہ نام ابہمے درمیان باشد ایں خود خبر تبرع چیست۔ اما روا داشتند کہ زیانے نپنداشتند بلکہ تصحیح عبارات راسود انگاشتند۔ در جامع الصغار است فی وکالۃ الذخیرۃ اذا وکل صبیا ببیع عبدہ او وکلہ بان یشتری لہ فباع واشتری جاز اذا کان یعقل ذلک ولا عھدۃ علی الصبی وانما العھدۃ علی الآمر وکذلک لو وکل صبیا بالخصومۃ فانہ جاز بعد ان یکون الصبی بحیث یعقل ما یقول وما یقال وھذہ المسألۃ فی الحاصل علی وجھین اما ان یکون صبیہ او صبی غیرہ فان وکل صبیہ جاز الا یستأمر لان وکل صبی غیرہ وکان یماد ولہ فی التجارۃ لایستأمر ولیہ وان کان محجورا علیہ یستأمر ولیہ فان اذن ولیہ جاز لہ ان یوکلہ وھذا لان استعمال صبی الغیر بغیر اذن الولی لایجوز وباذنہ یجوز قالوا وھذہ المسألۃ روایۃ ان للاب ان یبیع ولدہ وقد اتفق علیہ المشائخ وحق لہ ان یبیع مال ولدہ بعض المتاخرین قالوا لہ ذلک وعامتھم علی انہ لیس لہ ذلک ثم ان محمدا رحمہ اللہ تعالی جوز بیع الصبی المحجور علیہ وشراءہ لغیرہ ولم یجوز بیعہ وشراءہ لنفسہ لان بیعہ وشراءہ لنفسہ مترددان بین النفع والضرر ولما بیعہ وشراءہ لغیرہ علی وجہ لایلزمہ العھدۃ نفع محض لان فیہ تصحیح عبارتہ والصبی العاقل من اھل التصرفات النافعۃ المحضۃ کقبول الھبۃ وغیر ذلک وانما لایلزمہ العھدۃ لان فیہ ضرر الصغیر الخ اہ ملخصا

در فصل سی وچہارم از جامع الفصولین در احکام الصبیان ست العبادۃ الاولی اتم فائدۃ واعظم عائدۃ پس بوضوح پیوست کہ صبی اگرچہ محجور است از تبرع بے ضرر محجور نیست ھذہ کبری ولنبین الصغری چوں بتوفیقہ تعالی بر بنائی نقد و حدیث در ما نحن فیہ نظری کنیم ہبہ ثواب و اہدائے او مسلمانے را بحمد اللہ تعالی نفع بے ضرری یابیم ایں نہ ہمچو ہبہ مال ست کہ چوں بکسے دہی از خود گم کنی تا از دست بدیگرے نرسد چوں بدیگرے رسد پیش تو نماند ایں جا بسعت فضل وکمال کرم رب العزۃ جل جلالہ ہم ثواب تو نزد تو ماند وہم بموہوب لہ برسد بلکہ بایں کار خود ثواب تو دہ بالا شود۔ پس ایں نفع بقصور وتجارۃ لن تبور است در حدیث (۱) است کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرمود من حج عن میت فللذی حج عنہ مثل اجرہ ہر کہ از جانب مردہ حج کند مر او را مثل ثواب آں میت باشد رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ حدیث ۲ کہ حضور اقدس صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ فرمود اذا تصدق احدکم بصدقۃ تطوعا فلیجعلھا عن ابویہ فیکون لھما اجرھا ولا ینقص من اجرہ شیئ چوں کسے از شما صدقہ نافلہ کردن خواہد باید کہ او را از مادر و پدر خود گرداند کہ ایشاں را ثواب او باشد و از ثواب ایں کس چیزے نکاہد رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن عساکر عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما حدیث ۳ روی نحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن معاویۃ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالی عنہ حدیث ۴ کہ فرمود صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات ہر کہ بگورستان گزرد وسورۂ اخلاص یازدہ بار خواندہ بمردگان بخشد بشمار مردگان ثوابش دادہ شود۔ رواہ الدارقطنی والطبرانی والدیلمی والسلفی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ حدیث ۵ کہ فرمود صلی اللہ تعالی علیہ اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما الحدیث۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چوں کسے از والدین خود پیش حج کند ہم او قبول کردہ شود وہم ایشاں۔ رواہ الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ پیداست کہ معنی قبول ہمیں عطائے ثواب ست۔ کما نص علیہ العلماء ولذا قال فی التیسیر ای اثابہ واثابہما علیہ فکتب لہ حجۃ مستقلۃ ولہما کذالک حدیث ۶ کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حج عن ابیہ او عن امہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج ہرکہ از پدر یا مادر خود حج کرد پس بدرستیکہ حج از و ادا کرد وخودش فضیلت دہ حج یافت رواہ الدارقطنی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما در ردالمحتار است الثواب لاینعدم کما علمت اھ ای اذا اھدی ثواب عملہ لغیرہ وصل الیہ ولم ینعدم من عندہ وفیہ عن العلامۃ نوح آفندی عن مناسک القاضی حج الانسان عن غیرہ افضل من حجہ عن نفسہ الخ وفیہ عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمومنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیئ اھ قال وھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ الخ **بالجملہ** اہدائے ثواب بچو روشن کردن چراغ از چراغ ست کہ ازیں چراغ چیزے نکاہد۔ وچراغ دیگر روشنائی یابد۔ وشک نیست از صبی از ہیچ تبرع زنہار محجور نیست بلکہ چراغ افروختن نیز لغیر او نتواں شد کہ اینجا اگر از چراغ چیزے کم نشود فزوں ہم نشود وایں جا ثواب واہب یکے دہ می شود واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم بمثل فرض کن اگر در محسوس نیز صورتے ہمچناں یافتہ شدے کہ صبی درہمی دہد وآں درہم ہم بموہوب لہ رسد وہم بدست صبی برقرار ماند ویکے دہ گردد آیا معقول بود کہ شرع مطہر صبی را از ہمچو تصرف باز داشتے۔ حاش للہ۔ حجر برائے نظر ودفع ضرر است نہ بہر دفع نفع والحاق بجز ایں است درین مسئلہ طریق نظر تم **اقول** وباللہ التوفیق۔ ہمانا از کلمات علماء نص جزئیہ برآریم علمائے ما در عامہ کتب تصریح فرمودہ اند کہ مسئلہ حج عن الغیر بریں اصل کلی مبنی ست کہ انسان را میرسد کہ ثواب عملش از آں دیگرے کند۔ فی الہدایۃ باب الحج عن الغیر۔ الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلٰوۃ او صوما او صدقۃ اوغیرہا عند اھل السنۃ والجماعۃ اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین برمزہ لہا وفی الدر باب الحج عن الغیر الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ اھ وفی الہندیۃ عن الغایۃ کالہدایۃ مع زیادۃ مفیدۃ وفی ملتقی الابحر اول الباب الانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ فی جمیع العبادات اھ قال فی شرحہ مجمع الانہر ھذا وقع فی معرض العلۃ لما قبلہ اھ پس ثابت شد کہ حج از دیگرے کردن از باب اہدائے ثواب است۔ ورنہ ایں تفریع راچہ محل بودے۔ حالا باید دید کہ صبی نیز حج عن الغیر تواں کرد یا نہ در کتب مذہب تصریحات جلیہ است کہ می تواں کرد در تنویر الابصار است یشترط اھلیۃ المامور لصحۃ الافعال در حاشیہ علامہ طحطاوی است عبر بالصحۃ دون الوجوب لیعم المراھق فانہ اھل الصحۃ دون الوجوب در درمختار است فجاز حج الصرورۃ والمرأۃ والعبد والمراھق وغیرھم اولی لعدم الخلاف اھ ملخصا ودر ردالمحتار است الشرط ھو الاھلیۃ دون الذکورۃ والحریۃ والبلوغ اھ ملخصا وہم در آں از لباب در تعداد شرائط آورد التاسع عشر تمییز المامور فلا یصح احجاج صبی غیر ممیز ولا یصح احجاج المراھق ہم در آں ست ھذہ الشرائط کلہا فی الحج الفرض واما النفل فلا یشترط فیہ شیئ منہا الا الاسلام والعقل والتمییز ہمچناں در مناسک علامہ سندی ست

http://ataunnabi.blogspot.in
for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

و در ہندیہ از غایۃ السروجی شرح ہدایہ از علامہ کرمانی آورد الافضل ان یکون عالما بطریق الحج وافعالہ ویکون حرا عاقلا بالغا اھ اقول المراد بالعاقل ما یقابل للعتوہ الذی حکمہ حکم الصبی العاقل دون ما یقابل المجنون لان اصل العقل شرط صحۃ جمیع العبادات والکلام ھٰھنا فی الافضلیۃ وکان الحاصل ان الافضل ان لایکون عبدا ولا معتوھا ولا صبیا ممیزا وانما اکثرنا من النقول فی المسئلۃ لما وقع فی بعض نسخ اللباب من تصحیف اوقع الشارح فی بحث مضطرب وقد اجبنا بحول اللّٰہ تعالٰی فیما علقنا علی طرتہ بما لامزید علیہ ولحاجتنا الی الاطالۃ بایرادہ ھٰھنا باز بر ظاہر الروایہ مؤید بنصوص صراح احادیث صحاح کہ نفس عمل از جانب آمر واقع شود۔ این معنی در این کار نا موثر است کہ چوں صبی ممیز اصل عمل بہر دیگرے وازاں او لے تواں کرد وہبہ ثواب یکے از توابع اوست وذٰلک قولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فیاد ونیا عنہ فقبل منہ ومنہما کما اسلفنا پس از حجر اہدائے ثواب مانع کیست وحاجز چیست۔ سخن اینجا دراز است ودر نیل المنٰی بار ہا بر ہمیں قدر بسندہ کنیم حامدین لربنا علی جودہ ونوالہ ومصلین علی سیدنا محمد وآلہ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۰: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع شوبید پور۔ مرسلہ مولوی نور الدین صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے ثواب رسانی کیلئے قرآن شریف کو ہدیہ کرنا یا چند نماز وروزہ کے کفارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہو تو کون کون صورتوں میں۔ یعنی بعض میت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں۔ اور ان سب صورتوں میں مع وصیت کے کیا حکم اور عدم وصیت کے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کر اُسکا ثواب میّت مسلم کو پہنچانا جائز ہے۔ کفارے کے عوض میں قرآن مجید جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل وبیہودہ ہے بلکہ بحال وصیت ثلث مال یا باجازت ورثہ بالغین اوس سے زائد اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے اگر کفارہ واجبہ کی قدر کو کافی ہو بطریق دور پورا کریں یعنی ایک بار فقیر کو دے دیں۔ اس قدر کا کفارہ ادا ہوا۔ فقیر بعد قبضہ پھر اوسے اپنی طرف سے ہبہ کردے۔ وارث پھر فقیر کو کفارے میں دے۔ یہاں تک اُلٹ پھیر میں قدر کفارہ تک پہونچ جائے کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وقد حققناہ فی فتاوٰنا۔

مسئلہ ۱۶۱: از موضع گھر کھالی۔ تھانہ سنگنڈوا بازار ھابجورانہ ضلع ارکان عرف اکیاب۔ مسئولہ مولوی ابوالحسن صاحب ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم صالح کا انتقال بروز جمعہ بوقت صبح ہوا۔ اب زید کے واسطے قبل نماز جمعہ تسبیح وتہلیل وختم قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب جائز ہے یا نہیں۔ برتقدیر اول جب زید قبر کے عذاب سے محفوظ ہے پھر ایصال ثواب کی کیا ضرورت۔ بنا برعلیہ بعض علماء ان امور مذکورہ کو ناجائز فرماتے ہیں۔ اب قول فیصل کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

جائز ہے جبکہ میت کی تجہیز و تکفین میں اسکے باعث تاخیر نہ ہو، اور اسکا اہتمام اور لوگ کرتے ہوں نہ اس کے سبب ان پڑھنے والوں کو جمعہ میں تاخیر ہوجائے۔ اسکے اہتمام کا وقت آنے سے پہلے فارغ ہوجاویں۔ اب یہ نفع بلاضرر اور اوس حدیث صحیح کے عموم میں داخل ہے کہ من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما یہ خیال کہ جب وہ بحکم حدیث انشاءاللہ العزیز فتنۂ قبر سے مامون ہے کہ اوس مسلم کی موت روز جمعہ واقع ہوئی خصوصًا وہ خود ہی صالحین سے تھا تو ایصال ثواب کی کیا حاجت محض غلط اور بے معنی ہے۔ ایصال ثواب جس طرح منع عذاب یا رفع عقاب میں باذن اللہ تعالٰی کام دیتا ہے یونہی رفع درجات و زیادت حسنات میں اور حق سبحانہ و تعالٰی کا فضل اور اوسکی زیادت و برکت سے کوئی غنی نہیں قال تعالٰی للذین احسنوا الحسنٰی وزیادۃ سیدنا ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کو مولٰی جل و علا نے اموال عظیمہ عطا فرمائے تھے۔ ایک روز نہارہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسیں۔ ایوب علیہ الصلوۃ والسلام چادر میں بھرنے لگے رب عزوجل نے ندا فرمائی یا ایوب الم اکن اغنیتك عما ترٰی اے ایوب جو تمھارے پیش نظر ہے کیا میں نے تمہیں اس سے بے پرواہ نہ کیا تھا۔ عرض کی بلٰی وعزتك ولکن لا غنٰی لی عن برکتك ضرور غنی کیا تھا تیری عزت کی قسم۔ مگر مجھے تیری برکت سے تو بے نیازی نہیں۔ رواہ البخاری واحمد والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ جب حق جل و علا کی دنیوی برکت سے بندہ کو غنا نہیں۔ تو اسکی دینی برکت سے کون بے نیاز ہوسکتا ہے۔ صلحاء تو صلحا خود اعاظم اولیاء بلکہ حضرات انبیاء بلکہ خود حضور پر نور نبی الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایصال ثواب زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک معمول ہے۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام قطعًا معصوم ہیں۔ تو موت جمعہ یا صلاح کیا مانع ہوسکتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے عن ابن عمر کان یعتمر عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرا بعد موتہ من غیر وصیۃ وحج ابن الموفق رحمہ اللہ تعالٰی وھو فی طبقۃ الجنید قدس سرہ عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبعین حجۃ وختم ابن السراج عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر من عشرۃ الاف ختمۃ وضحی عنہ مثل ذلك فنقلہ عن الامام ابن حجر المکی عن الامام الاجل تقی الملۃ والدین السبکی رحمہما اللہ تعالٰی ثم قال اعنی الشامی ورأیت نحو ذلك بخط مفتی الحنفیۃ الشہاب احمد بن الشلبی شیخ صاحب البحر عن شرح الطیبۃ النویری رحمہم اللہ تعالٰی ثم قال وقول علمائنا له ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ یدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذلك حیث انقذنا من الضلالۃ ففی ذلك نوع شکر واسداء جمیل لہ والکامل قابل لزیادۃ الکمال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲: از کانپور محلہ بوچڑخانہ، مسجد رنگیان۔ مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن حبشانی۔ طالب علم مدرسۂ فیض عام ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ۔

ماجوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ مردہ کا نام لے کر فاتحہ بخشنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الہ۔ وقد حققناہ فی البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ فی المسلک المتقسط للملا علی القاری وعنہ نقل فی رد المحتار یقرء ما تیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعا او ثلثا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ما قرأناہ الی فلان او الیھم اھ ملخصا وفی الشامیۃ ایضا صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا کذا فی الھدایۃ الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲: از شہر کہنہ محلہ کوٹ مرسلہ محمود علی صاحب بنگالی ۲ صفر المظفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شریعت امین ان مسئلوں میں۔ اوّل یہ کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کرکے ختم کیا۔ اور اسکا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للہ بخشا۔ اون روحوں میں تقسیم ہوجاوے گا یعنی فی ارواح دو پارے پہنچیگی۔ یا فی ارواح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچیگا اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبٰی میں۔ دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے۔ تیسرے یہ کہ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ واہل بیتہ وسلم کو ثواب پہنچائے تو اسکی شمول میں اور ارواح بھی شامل کرسکتا ہے یا نہیں۔ اور پچھلے اولیاء اور انبیاء کا نام بھی لیا جاوے یا نہیں۔ چوتھے یہ کہ دنیا میں کیا فائدہ اور عقبٰی میں کیا بدل حاصل ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

اللہ عزوجل کے فضل سے اُمید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچیگا۔ ردالمحتار میں ہے سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاوٰی فقیر میں ہے۔ نتیجہ ملنا اللہ سبحانہ وتعالٰی کے اختیار میں ہے۔ مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا اور رحمت ملتی ہے۔ اور اوسکی رحمت دونوں جہان کا کام بنا دیتی ہے۔ آدمی کو اللہ کے کام میں اللہ کی نیت چاہیئے۔ دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے۔ دُعا کرے کہ الٰہی یہ جو میں نے پڑھا اسکا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا۔ اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین ومسلمات کو پہنچائے۔ مسلک متقسط میں ہے یقرء ما تیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعا او ثلثا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ما قرأناہ الی فلان او الیھم محیط وتتارخانیہ وشامی میں ہے الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل میں تمام انبیاء و اولیاء و مومنین ومومنات جو گزر گئے اور جو موجود ہیں اور جو قیامت تک آنے والے ہیں سب کو شامل کرسکتا ہے۔ اور یہی افضل ہے۔ صحیحین میں ہے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضحی بکبشین املحین احدھما عن نفسہ والاخر عن امتہ وزاد ابن ماجۃ ذبح احدھما عن امتہ لمن شھد لہ بالتوحید وشھد لہ بالبلاغ وذبح الاخر عن محمد وآل محمد ولاحمد وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قولہ عند التضحیۃ اللھم لک ومنک عن محمد وامتہ بحرالرائق میں ہے لا فرق بین ان یکون المجعول لہ میتا او حیا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جو کچھ اللہ چاہے قال اللہ تعالٰی ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الاٰخرۃ نؤتہ منہا وسنجزی الشٰکرین جو کوئی دنیا کا عوض چاہے ہم اوسے اسمیں سے دینگے اور جو آخرت کا ثواب چاہے ہم اوسے اوسمیں سے عطا فرمائیں گے۔ اور قریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو جزا بخشیں۔ اور فرماتا ہے عزوجل من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جہنم یصلٰہا مذموما مدحورا ومن اراد الاٰخرۃ وسعٰی لہا سعیہا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیہم مشکورا۔ جو دنیا چاہے ہم اوسمیں سے جتنا چاہیں جس کے لیے چاہیں یہاں دیدیں۔ پھر اوسکے لئے جہنم رکھیں۔ اوس میں بیٹھے مذمت ہوتا دھکے دیا جاتا۔ اور جو آخرت چاہے اوسکی سی کوشش کرے اور ہو مسلمان۔ تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے

مسئلہ ۱۶۴: از جالندھر محلہ راستہ دروازہ بھگواڑہ۔ مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۶ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: پنجاب کے اکثر شہروں میں دستور ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بعد سلام کے اوسی جگہ پر جہاں نماز جنازہ ادا کی گئی ہے، میت کے لیے دعاء مغفرت کی جاتی ہے۔ اور بعض لوگ پیشتر دعا کے سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار یا گیارہ دفعہ پڑھ کر میت کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا۔ اب فرقہ غیر مقلدین اس دستور کے ہٹانے میں کوشش کر رہے ہیں اس کے عدم جواز میں غیر مقلدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں بلکہ فقہ کی کتابوں کی عبارتیں سناتے ہیں۔ منجملہ ان کے مستندات کے ایک یہ ہے واذا فرغ من الصلوۃ لایقوم بالدعاء سراجیہ قدوری کے حاشیہ پر ہے الدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ مکروہ کذا فی القنیۃ برجندی لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ دعاء مرۃ لان اکثرھا دعاء بزازیہ جلد اول بر حاشیہ عالمگیری۔ جواب مدلل بدلائل قویہ بحوالہ کتب معتبرہ اور تحریر عبارات معتبرہ تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرماویں۔ بیّنوا بالدلیل والتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

گیارہ سال ہوئے کہ یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں معرکۃ الآرا رہا۔ بمبئی و کانپور سے اس کے بارہ میں بار بار سوالات مختلف صورتوں میں آئے۔ فقیر نے جواب میں کبھی تحقیق حدیث اور کبھی تنقیح فقہ سے کام لیا۔ اور بالآخر اس کے باب میں ایک موجز و کافی رسالہ مسمّٰی بہ "بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز" لکھا۔ جسمیں تحقیق حکم فقہی و توضیح معانی عبارات مذکورہ سراجیہ وغیرہا کتب فقہیہ کو بعون عزوجل ذروۂ علیا تک پہونچایا۔ اور بفضلہ تعالٰی عرش تحقیق مستقر کر دکھایا۔ کہ میت کیلئے دعا قبل نماز جنازہ و بعد نماز جنازہ ہمیشہ مطلقاً مستحب و مندوب ہے۔ اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔ خود حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین قبل و بعد نماز دونوں وقت میت کیلئے دعا فرمانا اور اُسکا حکم دینا ثابت ہے۔ فقہائے کرام ہرگز اسے منع نہیں فرماتے یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو صورتوں کیلئے ہے۔ اور وہی عبارات مذکورہ وغیر مذکورہ فقہیہ میں علی التنوع مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میت کو تعویق میں ڈالنا۔ مثلاً نماز ہو چکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی۔ صرف دعا کیلئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ و تطویل کریں۔ یہ ممنوع ہے۔ اکثر عبارات اوسیطرف ناظر ہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسرے یہ کہ بعد نماز اوسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے، امام ومقتدی وہیں کھڑے دعا کریں۔ یہ نامناسب ہے کہ نماز پر شبہہ زیادت ہو۔ بعض عبارات اوسی طرف ناظر ہیں۔ ان کے سوا تمام صور دعا جن میں نہ خاص دعا کی غرض سے درنگ وتعویق کریں، نہ بعد نماز ایسے انداز میں ہو۔ بلکہ صفیں توڑ کر دعائے قلیل یا بوجہ دیگر جنازہ میں دیر کی حالت میں دعائے طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتے۔ نہ کلمات علماء میں اس کا انکار، بلکہ وہ عام ماموربہ کے حکم میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔ یہ رسالہ مبحث مطبع گلزار حسینی میں چھپ کر شائع ہوچکا۔ ان تمام مراتب کی تفصیل تام اوسی رسالہ اور اوس کے پہلے کے فتوی میں ملیگی۔ کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات قنیہ وغیرہا فرمایا "فاتحہ ودعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۵:

(۱) قبور شہداء یا اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم پر جاکر اور قبر شریف ہی پر مالیدہ یا شیرینی مع پھول وغیرہ نیاز کرنا کیسا ہے چاہئے یا نہیں (۲) جس شہید یا اولیاء اللہ کے مزار شریف کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو کسکی ہے۔ مرد اہل اسلام، یہودی یا نصاری یا عورت یہود یا نصاری یا مسلمان کی تو اوس مزار پر فاتحہ پڑھنا۔ یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ چاہئے یا نہیں۔

الجواب

(۱) قبور مسلمین کی زیارت سنت اور مزارات اولیاء کرام وشہداء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت اور انہیں ایصال ثواب مندوب وثواب اور مالیدہ وشیرینی خصوصیات عرفیہ ہیں اگر وجوب نہ جانے حرج نہیں۔ اور قبر پر لیجانے کی ضرورت نہ اوسمیں معصیت۔ ہاں اوسے شرعاً لازم جاننے۔ یا بغیر اوسکے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے۔ تو یہ اعتقاد فاسد ہے۔ اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے۔ قبور مسلمین خصوصاً اولیاء پر پھول چڑھانا حسن ہے۔ عالمگیری وغیرہ میں اسکی تصریح فرمائی۔ مگر شیرینی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں لیجانے اسکو قبر پر نہ رکھے۔ یہ ممنوع ہے (۲) جس قبر کا یہ بھی حال نہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی۔ اوسکی زیارت کرنی فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں۔ کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب۔ اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اوسے ایصال ثواب کا قصد کفر قال اللہ تعالیٰ ولاتقم علی قبرہ وقال تعالیٰ ومالہم فی الاخرۃ من خلاق وقال تعالیٰ ان اللہ حرمہما علی الکفرین۔

تو جو امر سنت وحرام یا مستحب وکفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع وحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶: از شہر محلہ گلاب نگر ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ

تبارک جو کیا جاتا ہے اوسکی اصل کیا ہے۔ اور کس شے پر ادا کیا جانا افضل ہے۔ جس شے پر پڑھا جاوے وہ شے اگر کھانے کی ہے تو کس کو کھلانا بہتر زیادہ ہے۔ اوس کا جو رواج ہے اوس سے جناب خوب واقف ہیں اوسکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تبارک کی اصل ایصال ثواب ہے جس کا حکم احادیث کثیرہ میں آیا ہے۔ اور خاص سورۂ تبارک الذی شریف کی تخصیص۔ اسلئے کہ میت مردہ دل

http://ataunnabi.blogspot.in

اوسے عذاب قبر سے بچانیوالی، نجات دینے والی فرمایا۔ جس شے پر کرتے ہیں۔ محتاج کی حاجت روائی زیادہ ہو۔ اوسمیں زیادہ ثواب ہے۔ ایام قحط میں کھانے پر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ فقیر کے یہاں کھانے پر ہوتی ہے۔ کپڑے کے جوڑوں کبھی روپوں پر بموافق حالت برادران مساکین مسلمین کے جو مناسب سمجھا گیا، کیا جاتا ہے۔ کھانا ہو یا کپڑے یا دام دینا سب سے پہلے اپنے عزیزوں، قریبوں کا حق ہے جو حاجتمند ہوں پھر ہمسایوں، پھر یتیم بیوہ مسکین مسلمانان اہل شہر کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۷: ازکارا ڈاکخانہ اونیرا ضلع گیا مرسلہ مولوی علی احمد صاحب۔ ۵ رشعبان ۱۳۳۱ھ

زید کہتا ہے اگر دو چار شخصوں کو اجمالاً ایصال ثواب کیا جائے۔ تو ہر ایک کو پورا پورا پہنچیگا۔ اور بکر تقسیم کا قائل ہے۔ زید اپنے ثبوت میں شامی کی یہ عبارت پیش کرتا ہے لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الرحمۃ اور بکر کہتا ہے کہ سوال میں دو باتیں مذکور ہیں۔ ایک تو ایصال ثواب قرأت اور اوس کے ساتھ تقسیم ثواب مقرر، اور دوسرے وصول مثل ثواب۔ چونکہ عند الشافعیہ عبارات بدنیہ کا ثواب ہی نہیں پہونچتا۔ اسلئے علامہ ابن حجر نے اول جواب سے تو بالکل سکوت فرمایا۔ اور فقط شق ثانی کا بموجب مذہب مختار متاخرین شافعیہ جواب دیا جسکی تشریح علامہ شامی اس عبارت سے کچھ اوپر ان الفاظ فرماتے ہیں۔ والذی حررہ المتاخرون من الشافعیۃ وصول القرأۃ للمیت اذا کانت بحضرتہ او دعی اللہ عقبھا اذا لدعاء عقبھا ارجی للقبول ومقتضاہ المراد انتفاع المیت بالقرأۃ لاحصول ثوابھا لہ ولھذا اختاروا فی الدعا اللھم اوصل مثل ثواب ما قرأتہ الی فلان واما عندنا فالواصل الیہ نفس الثواب۔ غرض بموجب مذہب حنفیہ کہ وہ وصول ثواب مقرر کے قائل ہیں۔ تقسیم لابدی ہے کیونکہ ہر عمل کا ثواب خواہ بتضاعیف ہی سہی عند اللہ ایک امر معدود ہے۔ جس کا وصول دو چار شخصوں کو بلاتقسیم کے عقلاً ممتنع ہے۔ اور ابن حجر کا قول ثانی کو لائق بسعۃ الرحمۃ فرمانا بھی اسی کو مقتضی ہے۔ کہ قائلین وصول ثواب قرأت کے نزدیک تقسیم ضروری ہے۔ اگر اول صورت بھی وصول کامل ہو تو ثانی لائق بسعۃ الرحمۃ فرمانا بالکل بے معنی ہوجاتا ہے۔ لعدم الفرق بینھما۔ اب علمائے کرام فرمائیں کہ حق بجانب کون شخص ہے۔ زید یا بکر۔ اور بموجب مذہب حنفیہ تقسیم ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

عبارت فتاوٰی ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی کا مطلب بہت صاف ہے جسے بکر نے بالکل تحویل کردیا۔ امام ابن حجر مکی سے ایک سوال ہے۔ جسمیں سائل دریافت کرتا ہے کہ متعدد مسلمانوں کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب اون پر تقسیم ہوگا یا ہر میت کو کامل ثواب ملے گا۔ مثل کا لفظ کہ شق ثانی میں سائل شافعی المذہب نے اپنے مذہب کی رعایت سے بڑھایا۔ شق اول میں بھی اون کے طور پر ملحوظ ہے ولہذا ثوابھا نہ کہا بلکہ الثواب بلام عہد یعنی وہی ثواب کہ ہم شافعیہ کے نزدیک معروف ومعہود ہے۔ کہ مثل ثواب قاری ہے۔ آیا اموات پر تقسیم ہوگا۔ یا ہر ایک کو پورا ملیگا۔ روشن ہے کہ یہ ایک ہی سوال ہے۔ اور اوسمیں مقصود بالاستفادہ تقسیم وتکمیل کی دو شقوں سے ایک متعین جسکا جواب امام نے دیا کہ ایک جماعت نے شق دوم پر فتوٰی دیا یعنی ہر ایک کو پورا ثواب پہنچیگا اور یہی وسعت رحمت الٰہیہ کے لائق ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نہ یہ کہ دو سوال تھے۔ پہلا مذہب حنفیہ اور دوسرا مذہب شافعیہ سے۔ امام نے پہلے جواب سے سکوت کیا اور دوسرے کا جواب دیا
یوں ہوتا تو تقسیم اور کل منہم فضول تھا۔ کہ حنفیہ و شافعیہ کا یہ اختلاف ایک جماعت اموات کیلئے قرأت سے خاص نہیں ایک
میت کیلئے قرأت میں بھی یہی ہے۔ کہ ہمارے نزدیک نفس ثواب پہنچتا ہے اور اون کے نزدیک اوسکا مثل۔ ایسا ہوتا تو امام اس غلطی
پر متنبہ فرماتے۔ پھر جواب یوں نہ ہوتا۔ کہ ایک جماعت نے ثانی پر فتوی دیا۔ بلکہ یوں ہوتا کہ ہمارا مذہب شق ثانی ہے۔ پھر نفس و مثل میں
سعۂ رحمت کا کیا فرق ہے جسے امام ہو اللائق بسعتہا رحمۃ فرمارہے ہیں۔ بلکہ کا استدلال کہ ابن حجر کے قول ثانی کو اخذ عجیب ہے۔
شق اول میں لفظ تقسیم خود مصرح ہے۔ سائل پوچھتا ہی یہ ہے کہ ثواب جو کچھ بھی پہنچے کہ وہ اون کے نزدیک مثل ثواب قاری ہے پر تقسیم
ہوگا۔ یا ہر ایک کو پورا پہنچیگا۔ امام نے جواب دیا کہ ہر ایک کو پورا پہنچنا الیق ہے۔ تو قائلین وصول ثواب سے یہ بھی ہوئے۔ شق اول
میں نفس ثواب القاری کہاں تھا۔ ثم اقول وباللہ التوفیق۔ یہاں تحقیق امر اور ہے جو شبہ کو راسا ختم کردے۔ جب نظر علمۂ اہل ظاہر
پر شئے واحد کا دو شخصوں کو بلا تقسیم وصول عقلاً ممتنع ہے۔ یعنی عرض واحد دو محل سے قائم نہیں ہوسکے (ورنہ اس تقسیم میں تو صریح منع ہے)
تو واجب کہ حنفیہ کے نزدیک جب نفس ثواب قاری میت کو پہونچے قاری کے پاس نہ رہے۔ ورنہ یہ بھی عرض واحد کا دو محل سے قیام ہوگا۔
حالانکہ احادیث و حنفیہ وسائر علمائے کرام خلاف پر تصریح فرماتے ہیں۔ محیط پھر تاتارخانیہ۔ پھر رد المحتار میں ہے الافضل لمن
یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیئ تو جب وہی
ثواب اوس کے پاس بھی رہا اور دوسرے کو بھی پہنچا اور تقسیم نہ ہوا کہ لا ینقص من اجرہ شیئ۔ اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوا
تقسیم ہوتا تو قطعاً کم ہوتا تو اگر دو سو یا لاکھ یا سب اولین و آخرین مومنین و مومنات کو ہی ثواب پورا پورا پہنچے اور تقسیم نہ ہو کیا استحالہ
ہے جیسے دو ویسے کروڑہا کروڑ۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی زہر الربی شرح سنن نسائی میں نقل فرماتے ہیں ان للروح
شانا اخر فیکون فی الرفیق الاعلی وہو متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی صاحبہ رد علیہ السلام وہی
فی مکانہا ہناک وہذا جبریل علیہ الصلاۃ والسلام رواہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولہ ستمائۃ جناح منہا
جناحان سدا الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ علی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ
وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ہذا الدنو وہو فی مستقرہ من السموات وہذا یحتمل ما
فی تنزلہ تعالی الی سماء الدنیا ودنوہ عشیۃ عرفۃ ونحوہ فہو منزہ عن الحرکۃ والانتقال وانما یأتی الغلط ہہنا من
قیاس الغائب علی الشاہد فیعتقد ان الروح من جنس مایعہد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن
ان یکون فی غیرہ وہذا غلط محض فثبت بہذا انہ لامنافاۃ بین کون الروح فی علیین والجنۃ والسماء وان
لہا بالبدن اتصالا بحیث تدرک وتسمع وتصلی وتقرء وانما یستغرب ہذا الکون الشاہد الدنیوی لیس فیہ مایشاہد
بہذہ امور البرزخ والاخرۃ علی نمط غیر المألوف فی الدنیا اھ مختصراً حضرت جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں
فرماتے ہیں۔ شیخ مفرح رحمۃ اللہ تعالی از اہل ولان مصرست بسیار جلیل القدر و کبیر الشان بودہ یکے از اصحاب وے را دو روز عرفہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

در عرفات دیدہ ویکے دیگر در ہماں روز در خانہ خویش دیدہ تمام روز با وے بود چوں آں دو شخص بہم رسیدند و ہر یک آنچہ دیدہ بود باہم گفتند میان ایشان نزاع شد یکے گفت وے در روز عرفہ در عرفات بود۔ بر صدق آں سوگند بطلاق خورد۔ و دیگرے گفت تمام آں روز در خانۂ خود بود۔ وے نیز سوگند بطلاق خورد۔ پس خصومت کناں پیش مفرح آمدند۔ شیخ گفت ہر دو راست می گویند۔ زن ہیچکدام طلاق نشدہ است۔ یکے از اکابر گوید من از شیخ مفرح پرسیدم کہ صدق ہر یک موجب حنث دیگرے است۔ چون سوگند ہیچکس حانث نشدہ باشد و دراں مجلس کہ من آں پرسیدم جماعتے از علماء حاضر بودند۔ شیخ اشارت بمہ کرد۔ درین مسئلہ سخن گویند۔ ہر کسے چیزے گفت اما ہیچکس جواب شافی وکافی نہ گفت۔ دراں اثنا جواب بر من ظاہر شد کہ شیخ اشارت بمن کرد جواب آں بگو۔ من گفتم چوں ولی بولایت متحقق گردد دراں معنی کہ روحانیت وے مصور بصورتے تواند شد ممکن بود کہ در وقت واحد در جہات مختلفہ خود را بصورتہائے متعددہ بنماید چنانکہ خواہد۔ پس آنکس کہ وے را در بعضے ازاں صور در عرفات دیدہ باشد ہم راست دیدہ باشد وآنکہ در بعضے دیگر ازاں صورت در خانۂ خودش دیدہ باشد ہم راست دیدہ باشد و سوگند ہیچ کس حانث نشود۔ و شیخ مفرح فرمود کہ جواب ہمیں است کہ تو گفتی رضی اللہ تعالٰی عنہ ونفعنا بہ۔ حضرت میر سید عبدالواحد قدس سرہ الماجد سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں۔ مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری را قدس اللہ تعالٰی روحہ در ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم از دہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا را قبول کردند۔ حاضران پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا را قبول فرمودہ اید ہر جا بعد از نماز پیشیں حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد۔ فرمود کشن کہ کافر بود چندیں جا حاضر می شد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔ بعد از نماز پیشیں از ہر دہ جا چو ڈول رسید مخدوم ہر بارے از حجرہ بیرون می آمد و سوار می شد و می رفت و نیز در حجرہ حاضر می ماند۔ خردمندا تو این را بر تمثیل محل ممکن یعنی مپندار کہ تمثیلہائے شیخ بچندیں جاہا حاضر شدہ است۔ لا واللہ بلکہ عین ذات شیخ بہر حاضر شدہ بود۔ ایں خود در شہر و یک مقام واقع شد۔ و ذات این موحد خود در اقصائے عالم حاضر است۔ خواہ علویات خواہ سفلیات۔ جس کا دل ان حقائق کی وسعت نہ رکھے اور امور برزخ و آخرت کو اپنے مشہودات دنیا ہی پر قیاس کرے اوس پر یہ ماننا لازم ہوگا کہ حنفیہ کے نزدیک بھی میت کو مثل قاری ثواب پہنچتا ہے۔ کہ قاری کا ثواب تو اوس کے پاس سے نہیں جاتا اور فرق مذہبین اتنا رہے گا کہ حنفیہ کے نزدیک وہ ثواب اثر ہبہ قاری ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک اجابت دعائے قاری۔ بہر حال وہ استبعاد جس کی بنا پر تقسیم ثواب لازم سمجھے تھے باطل ہوگیا۔ لاکھوں ہوں تو لاکھوں کو اتنا ہی ثواب پہنچے گا اور قاری کا ثواب کم نہ ہوگا۔ بلکہ بعدد اموات ترقی کرے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من قرأ الاخلاص احدی عشر ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات رواہ الطبرانی والدار قطنی جو سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعدد اموات اجر پائے۔ باقی اصل مسئلہ کی تحقیق اور ہر ایک کو پورا ثواب پہنچنے کی توضیح ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۸: از ہیڑی ضلع بریلی۔ جناب ریاض الدین صاحب خلف حکیم مقیم الدین صاحب مصنف اسلام گنج ۸ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) زید قبرستان میں جاکر اس طرح پر فاتحہ پڑھتا ہے کہ اول قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر تمام اہل قبر کی ارواح کو ثواب بخشتا ہے۔ پھر اپنے کسی عزیز خاص یا کسی اہل اللہ کی قبر پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ کر ایک ایک کو جدا جدا ثواب بخشتا ہے۔ تو کیا جدا جدا قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے سے اوس کے عزیز جیسے والدین و بھائی بہن وغیرہ کو کچھ ثواب یا فرحت بہ نسبت دیگر اہل قبور کے زیادہ ہوگا یا نہیں۔ اور اس جدا جدا قبر پر جانے سے والدین کا حق اور ولی کا مرتبہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں (۲) دوسرے یہ کہ قرآن مجید پڑھ کر بخشنے والے کو بھی کچھ ثواب ملے گا یا نہیں۔ کیونکہ زید کہتا ہے کہ جب پڑھ کر بخش چکے تو پھر ہمارے پاس کیا رہ گیا۔ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے ﴿ھل جزاء الاحسان الا الاحسان﴾ تو کیا احسان کا بدلہ احسان بھی جاتا رہا۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) بلاشبہ اس صورت میں جس جس کے لئے جدا فاتحہ پڑھے گا اوسے ثواب زائد پہنچے گا اور فرحت زیادہ ہوگی۔ اور والدین واعزہ کی قبر پر جدا جدا جانے سے انس حاصل ہوگا۔ جیسے حیات میں۔ اور ولی کے مزار پر جدا حاضر ہونے میں اسکی خاص تعظیم ہے۔ جو ایک عام بات میں شامل کر دینے سے نہیں ہو سکتی۔ زید کا یہ فعل بہت حسن ہے۔ مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ جس قبر کے پاس بالخصوص جانا چاہتا ہے اوس تک قدیم راستہ ہو۔ اگر قبروں پر ہو کر جانا پڑے تو اجازت نہیں۔ سرِ راہ دور کھڑے ہو کر ایک قبر کی طرف متوجہ ہو کر ایصال ثواب کر دے۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) زید غلط کہتا ہے وہ دنیا کی حالت پر قیاس کرتا ہے۔ کہ ایک چیز دوسرے کو دیدیں۔ تو اپنے پاس ہی نہ رہے۔ وہاں کی باتیں یہاں کے قیاس پر نہیں۔ صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے اونکی روحیں شاد ہوں۔ اور یہ اون کے ساتھ نیکوکار لکھا جائے۔ اور دونوں کو پورے حج کا ثواب ملے۔ اور اوس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہو۔ اسکی نظیر دنیا میں علم ہے کہ جتنا تقسیم کیجئے اوروں کو ملتا ہے اور اپنے پاس سے کچھ نہیں گھٹتا۔ بلکہ بڑھ جاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۹: از بنارس تھانہ بھیلوپورہ محلہ احاطہ روہیلہ۔ مرسلہ حافظ عبدالرحمٰن رفوگر۔ ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون چیزیں پڑھا کریں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ٭ حافظ صاحب کرمفرما سلمکم۔ مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو۔ اور متوسط آواز باادب سلام عرض کرے السلام علیك یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر درود غوثیہ تین بار۔ الحمد شریف ایکبار۔ آیۃ الکرسی ایک بار۔ سورۂ اخلاص سات بار۔ پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے۔ نہ اوتنا جو میرے عمل کے قابل ہے۔ اور اوسے میری طرف سے اس بندہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مقبول کو نذر پہنچایا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اوس کیلئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ پھر اوسی طرح سلام کرکے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۰: از موضع سرنیا ضلع بریلی بتحصیل بریلی۔ مسئولہ عبدالکریم صاحب۔ ۶ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ کفن میں تہبند و رومال سرمہ کنگھی وغیرہ کم کرنا جائز نہیں۔ بلکہ ہو تو بہتر ہے۔ اور ہر روز خوراک پر میت کے فاتحہ دلانا اور ہر جمعرات کو چند مسکین کو دعوت کرکے کھلانا۔ اور چالیس یوم تک ہر روز فاتحہ دلانا اور جمعرات کو فقیروں کو کھلانا اور چالیسویں یوم کو گھڑے یا مٹکے میں پانی بھر کر اوس پر چادر رکھتے ہیں۔ کچھ پکا کر فاتحہ دیتے ہیں اور اُس کو روح نکالنا مکان سے قرار دیتے ہیں۔ اور جریس یعنی چاولوں میں شکر ڈال کر تقسیم کرتے ہیں۔ اور حلوا روٹی یہ جریس برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے اور شب برات و عرفہ تک اس میت کی فاتحہ علیحدہ ہوتی ہے۔ بعد عرفے شب برات کے یعنی شب برات کو شامل ہوتی ہے۔ اور برادری کو دعوت فاتحہ میت میں شامل نہ کریں تو بہت برا مانتے ہیں۔ یہ رسمیں جو ناجائز ہوں وہ علیحدہ تحریر فرمائی جائیں۔

الجواب

مرد کیلئے کفن کے تین کپڑے سنت ہیں اور عورت کے لئے پانچ۔ ان کے سوا کفنی میں کوئی اور تہبند یا رومال دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سرمہ کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں۔ اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔ ہر روز ایک خوراک پر میت کی فاتحہ دلا کر مسکین کو دینا۔ اور ہر پنجشنبہ کی رات چند مساکین کو کھلانا۔ چالیس روز تک ایسا ہی کرنا اور ہوسکے تو سال بھر تک یا ہمیشہ کرنا یہ سب باتیں بہتر ہیں۔ اور اوس طرح روح نکالنا محض جہالت و حماقت و بدعت ہے۔ ہاں فاتحہ دلانا اچھا ہے۔ شکر چاول مساکین کو تقسیم کرنا خوب ہے۔ مگر برادری میں موت کیلئے نہ بانٹا جائے۔ عرفہ تک یا بعد تک اگر الگ ہمیشہ فاتحہ دیں تو حرج نہیں۔ شامل نہیں تو حرج نہیں۔ یہ سمجھنا کہ عرفہ تک الگ کا حکم ہے پھر شامل کا یہ غلط و جہالت ہے۔ میت کی دعوت برادری کیلئے منع ہے۔ اور ان کا برا ماننا حماقت ہے۔ ہاں برادری میں جو فقیر ہوں اوسے دینا اور فقیر کے دینے سے افضل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱: از کرتپور ضلع بجنور۔ مرسلہ طفیل احمد صاحب بجڑ ابونی۔ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو طعام بہ نیت ایصال ثواب بروح مُردگان تقسیم کیا جاتا ہے اوسکو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں۔ عام اموات مومنین کیلئے جو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے۔ او سیطرح اس طعام میں جو انبیاء عظام و اولیاء کرام کے ارواح کیلئے ہدیہ کیا جائے کچھ ذاتی فرق ہے یا نہیں۔ برکت و عدم برکت کے اعتبار سے دونوں حالتوں میں مصرف ایک ہوگا یعنی صرف فقراء کو دینا یا اغنیاء کیلئے بھی کھانا جائز ہوگا۔ فقط۔ بینوا توجروا۔

الجواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

طعام تین قسم ہے۔ ایک وہ کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے ہیں۔ یہ ناجائز وممنوع ہے لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور۔ اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔ دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کیلئے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے۔ فقراء اس کیلئے احق ہیں۔ اغنیاء کو نہ چاہیئے۔ تیسرے وہ طعام کہ نذر ارواح طیبہ حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلاۃ والثناء کیا جاتا ہے۔ اور فقراء و اغنیاء سبکو بطور تبرک دیا جاتا ہے۔ یہ سب کو بلا تکلف روا ہے۔ اور وہ ضرور باعث برکت ہے۔ برکت والوں کیطرف جو چیز نسبت کیجاتی ہے اوسمیں برکت آجاتی ہے۔ مسلمان اس کھانے کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور وہ اس میں مصیب ہیں۔ ائمہ دین نے بسند صحیح روایت فرمایا کہ ایک مجلس سماع صوفیاء کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں نذر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک بدرۂ زر رکھا ہوا تھا۔ حالت وجد میں ایک صاحب کا پاؤں اوس سے لگ گیا۔ فوراً رب العزت جل وعلا نے اون کا حال و ولایت سلب فرمالیا۔ نسئال اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۲: از الہ آباد۔ مسئولہ محمود مستری صاحب ۱۳۳۲ھ

اپنے بزرگوں کے نام پر کھانا پکوا کر اوسکو آگے رکھ کر، پانی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا جائز یا ناجائز۔ بموافق حدیث شریف نیت گیارھویں شریف کرکے فاتحہ پیران پیر صاحب کی جائز ہے یا نہیں۔ کس کا طریقہ ہے یا سنت ہے۔ فقط۔

الجواب

اموات مسلمین کے نام پر کھانا پکا کر ایصال ثواب کیلئے تصدق کرنا بلاشبہہ جائز و مستحسن ہے۔ اور اوس پر فاتحہ سے ایصال ثواب دوسرا مستحسن ہے۔ اور دو چیزوں کا جمع کرنا زیادت خیر ہے اور پانی سے بھی ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔ بلکہ حدیث میں ہے افضل الصدقۃ الماء۔ سب سے بہتر صدقہ پانی ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ جہاں پانی نہ ملتا ہو کسی کو پانی پلانا۔ ایک جان کو زندہ کرنے کی مثل ہے۔ اور جہاں پانی ملتا ہو وہاں پلانا غلام کو آزاد کرنے کے مثل ہے۔ او کما قال صلے اللہ علیہ وسلم یوہیں گیارھویں شریف جائز ہے۔ اور باعث برکات اور وسیلۂ مجربۂ قضاء حاجات ہے۔ اور خاص گیارھویں کی تاریخ کی تخصیص تخصیص عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے۔ جبکہ اوسے شرعاً واجب نہ جانے کما بیناہ فی فتاونا وقد قال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوم السبت لا لک ولا علیک واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۳: از شہر علی گڈھ محلہ مدار دروازہ۔ مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

مردہ کو جو پڑھ کر کلام مجید یا درود شریف یا کھانا مساکین کو کھلادیں۔ یا کپڑا خیرات کریں۔ تو اوسکا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ اور وہ کس صورت میں مردہ کو پہنچتا ہے۔ اور مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوس کے فلان شخص یا عزیز نے بھیجا ہے یا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اگر معلوم ہوتا ہے تو کس طریقہ سے۔ فقط

الجواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسلمان میت کو جو ثواب پہنچایا جائے اوسے پہنچتا ہے اور اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے حیات میں۔ تحفہ بھیجنے سے اوسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے فلاں عزیز یا دوست یا مسلمان نے بھیجا ہے۔ یہ سب مضامین احادیث میں وارد ہیں۔ بینھا الامام الجلیل الجلال السیوطی فی شرح الصدور۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۴: از شہر علی گڑھ۔ محلہ مدار دروازہ۔ مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۱۴ ربیع الاول ۳۲ھ

زید تین مرتبہ یٰسین شریف اور ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ۔ تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک سو مرتبہ درود شریف اور اس کے علاوہ جو کچھ ہو سکتا ہے۔ پڑھ کر بخشتا ہے۔ اور دعا اسکے واسطے مغفرت کے کرتا ہے۔ وہ اسکو پہنچتا ہے یا نہیں۔ اور یہ دعا اور اسکا پڑھنا اسکی مغفرت کو کافی ہے یا نہیں۔ اگر کافی نہیں ہے تو موافق شرع شریف کے کوئی عمل یا دعا تحریر فرمائیے۔ تاکہ اسکے پڑھنے سے ہندہ کے مغفرت کو کافی ہو۔ فقط۔

الجواب

ثواب پہنچتا ہے۔ اور مغفرت باختیار خدا ہے۔ قل ھو اللہ شریف گیارہ بار کردے اور سورۂ ملک شامل کرے کہ وہ بالخصوص عذاب قبر سے بچانے کو اکسیر اعظم ہے۔ اس کا نام واقیہ مانعہ منجیہ ہے۔ حفاظت کرنے والی۔ عذاب دفع کرنے والی۔ نجات دینے والی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۵: از منڈی ہلدوانی۔ ضلع نینی تال۔ مرسلہ حفیظ احمد مستری۔ ۲۵ ربیع الآخر ۳۳ھ

ہندو میّت کے ثواب کیلئے میلاد شریف کے واسطے کچھ روپیہ دیوے تو اوس ہندو کے روپے سے میلاد شریف پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب

ہندو سے روپیہ اس واسطے نہ لیا جائے۔ حدیث میں ہے انی نھیت عن زبد المشرکین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۶۔ از مراد آباد۔ مدرسہ اہلسنت بازار دیوان۔ مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب قادری برکاتی۔ بنگالی طالب علم مدرسہ مذکور۔ ۲ جمادی الاولےٰ ۳۶ھ۔

(۱) گھر میں بیٹھ کر فاتحہ پڑھ کر ثواب رسانی کرنے سے زیادہ ثواب ہے یا قبرستان پر۔ اور فاتحہ پڑھنے کے وقت قبر پر پانی ڈالنا

(۲) اکثر مساجد بنگال میں دستور ہے کہ محلہ والے جمعہ کے دن چاول روٹی کھانے کی چیزیں پکا کر فاتحہ کے واسطے اور نمازیوں کو تقسیم کرنے کے لئے مسجدوں میں بھیجا کرتے ہیں۔ ان اشیاء موصوفہ کو کھانا نمازیوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان چیزوں کو مسجد کے اندر تقسیم کرنا چاہئے یا باہر۔ یا بالکل ممانعت کردیا جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ مسجدوں میں نہ بھیجا کرو۔

الجواب

(۱) قبرستان میں جاکے پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کہ زیارت قبور بھی سنّت ہے اور وہاں پڑھنے میں اموات کا دل بھی بہلتا ہے اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے، رحمت الٰہی اترتی ہے۔ قبر اگر پختہ ہے اوس پر پانی ڈالنا فضول و بے معنی ہے۔ یونہی اگر کچی ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور اوسکی مٹی جمی ہوئی ہے۔ہاں اگر کچی ہے اور مٹی منتشر ہے۔ تو اوس کے جم جانے کو پانی ڈالنے میں حرج نہیں، جیسا کہ ابتدائے دفن میں خود سنت ہے (۲) بھیجنا جائز ہے اور جب کہ بھیجنے والے عام نمازیوں کے لئے بھیجیں تو سب کو کھانا جائز ہے اور اگر خاص مساکین کے لئے بھیجیں تو اغنیاء کو ناجائز ہے۔اور مسجد کے اندر کسی چیز کے کھانے کی غیر معتکف کو اجازت نہیں۔ بلکہ مسجد سے باہر کھائیں اسی کی تاکید کیجائے۔ اور بھیجنے سے مخالفت نہ کیجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۷ : از باگ ضلع ایجھرہ۔ ریاست گوالیار۔ مکان نشی اوصاف علی صاحب۔ مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹہ۔ ۱۲ر جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ۔

(۱) کھانا و پانی سامنے رکھ کر اور اوس پر ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ دینا یہ طریقہ سنت سے ہے یا کیا (۲) جو کھانا بہ نیت خاص برائے ایصال ثواب خواہ بزرگان دین سے ہوں یا عام مسلمان پکوایا جائے تو اوس کھانے کو اغنیاء کھا سکتے ہیں۔

الجواب

(۱) کھانا پانی سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے (۲) اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں۔ سوا اس کھانے کے جو موت میں بطور دعوت کیا جائے وہ ممنوع و بدعت ہے اور عوام مسلمین کی فاتحہ چہلم، برسی، ششماہی کا کھانا بھی اغنیاء کو مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸ : از ترپول سولول۔ ڈاکخانہ ہرول۔ ضلع دربھنگہ۔ بلگرام چریہ۔ مرسلہ عبدالحکیم صاحب۔ ۱۸ر جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کوئی آدمی کسی قبرستان میں ایک مسلمان قبر پر بزرگ سمجھ کر اوسکی قبر پر درگاہ بنا کر کوئی تاریخ مقرر کر کے ہر سال میلہ لگاتا ہے ہر پیر و جوان عورت واسطے عرض اپنے وہاں جمع ہوتی ہیں۔ بلکہ عورت مرد کا مجمع کثیر ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے عہدہ دار مسلمان یا ہندو کو دعوت دیکر بلاتے ہیں جس میں ڈھول باجے اور فونوگرام وغیرہ بھی بجتا ہے۔ اور عورت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول رنگی۔ مرغ مرغی وغیرہ چڑھاتے ہیں۔ اور اوس قبرستان پر پیشاب پاخانہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا ہے۔ اوس درگاہ کی شرکت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز یا ناجائز۔ اور شرکت کرنے والے کو برا سمجھیں یا اچھا۔ اور اس درگاہ کا متولی چھوٹی قوم ہے۔ مونچھ ڈاڑھی سے زیادہ رکھتا ہے۔ اور ہاتھ میں لوہے کا مالا پہنتا ہے۔ اور ہاتھ میں لوہے کا چھڑا رکھتا ہے۔ اور لوگوں کو گالی فحش دیتا ہے اور لوگ جو شرکت کرتے ہیں اوسے بزرگ اور پیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ کی نماز پڑھنا جائز یا ناجائز۔ اسلئے دور رہنا چاہئے یا نہیں۔

الجواب

اولیائے کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اوس کا ثواب ارواح طیبہ کو پہنچانا جائز ہے۔ جبکہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہیئے نہ کہ مجمع میں۔ بے حجابانہ اور تماشے کا میلہ کرنا۔ اور فونو وغیرہ بجوانا۔ یہ سب گناہ و ناجائز ہیں۔ جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو اوسے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹ : از چمن سرائے سنبھل۔ مرسلہ احمد خانصاحب۔ ۸ر جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کہ عشرہ محرم الحرام میں کھانے یا شیرینی یا مالیدہ یا شربت جس قدر میسر ہو، روبرو رکھ کر ہاتھ اٹھا کر الحمد شریف، قل ھو اللہ شریف، درود شریف پڑھ کر یہ کہنا کہ نذر اللہ و نذر رسول میں اس کھانے اور جو کلام پڑھا ہے اوسکا ثواب بروح پاک جناب امامین و جمیع شہدائے دشت کربلا پہنچا تا بخشتا ہوں یہ جائز ہے یا نہیں اور یہ کھانا یا جو کچھ فاتحہ کا ہے یہ حق محتاجین ہے یا غنی بھی کھا سکتے ہیں۔ اور شریعت میں شرائط اور صفات محتاج کیا ہیں؟ اور جو شخص مسلمان ہو کر نذر و نیاز بزرگان دین کو حرام بتائے بلکہ یہ کہے کہ شربت سبیل جناب امام حسین عالیمقام کا نعوذ باللہ مثل پیشاب ہے۔ ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور سلام یا مصافحہ ایسے شخص سے کرے یا نہیں (۲) تیجہ دسواں، چہلم، ششماہی، برسی، جائز ہے یا نہیں۔ اور روحین ان ایام میں آتی ہیں یا نہیں۔ اور اپنے عزیزوں کا اون کو علم ہوتا ہے یا نہیں۔ اور کھانا اون کی فاتحہ کا کس کس کا حق ہے؟ اور اگر فاتحہ دلانے والا خود محتاج ہے تو فاتحہ دلا کر خود کھالے اور بچوں کو کھلائے تو جائز ہے یا نہیں۔ اور الفاظ ثواب رسانی کیا ادا کرے۔ اور اگر غنی فاتحہ دے اور ثواب پہنچائے بروح اموات تو ثواب کھانے اور فاتحہ کا فوراً اس میت کو پہنچے گا یا ایک عبادت کا۔ اگر محتاجین کو کھانا فاتحہ نہ دے تو نیت پر ثواب پہنچا یا نہیں۔ اگر محتاج ایسے نہ ملیں، جن پر شرائط محتاج ثابت ہوں تو پھر کھانا کسے دے۔ اور کہاں صرف کرے۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضور کے صحابہ نے فاتحہ دی ہیں یا نہیں۔ اور تیجہ صحابہ میں ہوتا رہا یا نہیں (۳) قبر اہل اللہ پر شامیانہ چڑھانا یا شیرینی نزد قبر رکھ کر ایصال ثواب کرنا۔ یا چراغ نزد قبر جلانا یا عرس کرنا جائز ہے یا حرام ہے؛

الجواب

(۱) شیرینی وغیرہ پر حضرات شہدائے کرام کی نیاز دینا بیشک باعث اجر و برکات ہے۔ اور عشرہ محرم شریف اوسکے لئے زیادہ مناسب۔ اور جبکہ وہ منت مانی ہوئی نہ ہو تو اغنیاء کو بھی اوسکا کھانا جائز ہے۔ وقت فاتحہ کھانا سامنے رکھنے کی ممانعت نہیں۔ مگر اوسے ضروری جاننا یا یہ سمجھنا کہ بے اسکے فاتحہ نہیں ہوسکتی یا ثواب کم ملے گا۔ غلط و باطل خیال ہے۔ فاتحہ پڑھ کر جب ایصال ثواب کا وقت جس میں دعا کیجاتی ہے کہ الٰہی یہ ثواب فلاں کو پہنچا۔ اسوقت ہاتھ اٹھانا چاہیئے کہ دعا کی سنت ہے۔ جس وقت تک قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے۔ ہاتھ اوٹھانے کی حاجت نہیں۔ ہاں سورۂ فاتحہ شریف خود دعا ہے۔ یونہی درود شریف۔ حدیث میں فرمایا افضل الدعاء الحمد للہ۔ اور قل ھو اللہ شریف ذکر حمد الٰہی ہے۔ اور علماء فرماتے ہیں کل دعا ذکر۔ اور کل ذکر دعاء۔ تو وہ بھی دعا ہے۔ اس نیت سے اون کے پڑھتے وقت ابتداء ہی سے ہاتھ اوٹھائے۔ تو ضرور بجا ہے۔ اور اکابر کو ثواب رسانی میں بخشنے کا لفظ کہنا بیجا ہے۔ بخشنا بڑے سے چھوٹے کے لئے ہوتا ہے۔ اور ایصال ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہیئے۔ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اوسے نذر کیا جائے۔ ہاں نذر رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے اوسے عرف میں نذر کہتے ہیں۔ جیسے بادشاہوں کو نذر دیجاتی ہے۔ اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاویٰ افریقیہ میں ہیں۔ اور تازہ ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب انسان العین فی مشائخ الحرمین حال سید عبد الرحمن ادریسی قدس سرہ میں فرماتے ہیں۔ "از اطراف دیار اسلام نذور برائے وے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہی آورد جو مالک نصاب نہ ہو شرعًا اوسے محتاج کہتے ہیں۔ جو نذر و نیاز کو حرام بتائے اور شربت نیاز کی نسبت وہ ناپاک ملعون لفظ کہے وہ نہ ہوگا مگر وہابی۔ اور وہابیہ اصلا مسلمان نہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز باطل محض۔ اور اس سے مصافحہ حرام اور اسے سلام کرنا ناجائز و گناہ۔ (۲) تیجہ۔ دسواں۔ چہلم وغیرہ جائز ہیں۔ جبکہ اللہ کے لئے کریں۔ اور مساکین کو دیں۔ اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں۔ فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچوں کو کھلائے سب اجر ہے۔ حدیث میں ہے ما اطعمك ولدك فهو لك صدقة وما اطعمت خادمك فهو لك صدقة وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة۔ ثواب رسانی میں کہے کہ الٰہی جو ثواب تو نے مجھ کو عطا فرمایا وہ میری طرف سے فلاں شخص کو پہنچا غنی ہو یا فقیر ہو۔ اگر صرف فاتحہ دے گا تو اوسی کا ثواب پہنچے گا اور صرف کھانا دے گا تو اوسی کا۔ اور دونوں تو دونوں کا۔ اور ثواب پہنچانا صرف نیت ہی سے نہ ہو بلکہ اوسکی دعا بھی ہو۔ یہ سوال کہ (اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائط محتاج شریعت ثابت ہوں) خلاف واقع ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں محتاج نہیں۔ حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے ایصال ثواب کیلئے حکم بھی دیا۔ اور صحابہ نے ایصال ثواب کیا۔ اور آجتک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا۔ تخصیصات عرفیہ جبکہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں۔ حدیث میں ہے صوم يوم السبت لا لك ولا عليك (۳) مزارات اولیاء اللہ پر نفع رسانی زائرین۔ حاضرین کیلئے شامیانہ کھڑا کرنا۔ یونہی ان کے نفع کو چراغ جلانا۔ اور عرس کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو۔ اور شیرینی پر ایصال ثواب۔ یہ سب جائز ہیں۔ اور نزد قبر رکھنے کی ضرورت نہیں نہ اوسمیں حرج جبکہ لازم نہ جانے۔ چراغ کی تفصیل ہمارے رسالہ برق المنار بشموع المزار میں ہے۔ واللہ تعالے اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰

: از پوسٹ فراش گنج۔ ضلع نواکھالی۔ ملک بنگالہ۔ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اوس پر اُجرت دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں۔ اور ایک قرآن مجید پڑھ کے چالیس درم سے کم اُجرت لینا اور پڑھانے والے کیلئے چالیس درہم سے کم اُجرت دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ثواب رسانی کے لئے قرآن عظیم پڑھنے پر اُجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز۔ اور چالیس درہم اُجرت محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۱۸۱

: از رائے بریلی مدرسہ رحمانیہ۔ مرسلہ حافظ نیاز حسین صاحب۔ ۱۷ شعبان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بوقت ایصال ثواب فلان ابن فلاں کہنے کی ضرورت ہوگی یا محض اوس کا نام لے لینا کافی ہوگا۔ اگر ولدیت کے اظہار کی ضرورت ہوگی اور اوس سے لاعلمی ہے تو ایصال ثواب کا کیا طریقہ اختیار کیا جائیگا (۲) بروز وفات جو کھانا اہل میت کے یہاں بطریق بھاجی بھیجا جاتا ہے اوسکو اہل میت کے اعزا، قریب یا اعزا، پڑوسی خواہ مرد ہوں یا عورت جو بعض مصروف تجہیز و تکفین رہتے ہیں۔ اور بعض اگرچہ اپنے یہاں کھانا پکا کر کھاسکتے ہیں۔ مگر عرفا معیوب سمجھ کر محض بخیال ہمدردی اہل میت اوسکے شریک حال رہتے ہیں۔ اوس کھانے کو کھاسکتے ہیں یا نہیں؟ بصورت عدم جواز کھانا مکروہ ہوگا یا حرام۔ (۳) بروز سوم۔ دہم۔ چہلم۔ ششماہی وغیرہ جو کھانا بغرض ایصال ثواب پکا کر مساکین کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ اوسمیں بقدر ضرورت اضافہ کرکے علاوہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مساکین کے دیگر اعزہ واحباب کو کھلایا اور اہل برادری میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بصورت جواز کتب فقہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا التقریب للسرور لا للحزن بصورت عدم جواز کھانا اس کا مکروہ ہوگا یا حرام۔

الجواب

(۱) ایصال ثواب بذریعہ دعا ہے۔ اور دعا رب عزوجل سے۔ اور رب عزوجل بکل شیئ علیم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ فلاں سے اس کی مراد وہ شخص ہے۔ ولدیت وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں۔ (۲) پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہو بھیجنا سنت ہے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت۔ نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے نہ اور لوگ کھائیں۔ وبیان ذٰلک فی فتاوانا (۳) ایصال ثواب سنت ہے۔ اور موت میں ضیافت ممنوع۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ روی الامام احمد و ابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبداللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔ جب علماء نے اسے غیر مشروع و بدعت قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع و بدعت قبیحہ ہوا۔ کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیت پر اعانت گناہ۔ قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۲: از جب والا ضلع بجنور۔ تحصیل دھامپور۔ مرسلہ منظور صاحب۔ ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کا تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں متعین کرکے کرنا جائز ہے یا نہیں۔ میں نے ایک اشتہار میں جو آپ کی جانب سے تھا۔ اور مشتہر اس کے لعل خاں تھے دیکھا تھا کہ دسواں بیسواں متعین کرکے کرنا اور سیلا مروجہ بہتر نہیں۔ الفاظ اس کے بعینہ مجھے یاد نہیں۔

الجواب

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعًا مستحب، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ اور یہ تعینات عرفیہ ہیں۔ ان میں اصلاً حرج نہیں۔ جبکہ انہیں شرعًا لازم نہ جانے۔ یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوم یوم السبت لا لک ولا علیک میرے فتاوٰی و رسائل مجلس مبارک کے استحباب اور ان اشیاء کے جواز سے مالا مال ہیں۔ حامی سنت حاجی لعل خاں نے کوئی اشتہار اس مضمون کا نہ دیا۔ وہابیہ کا کوئی افترا آپ کی نظر پڑا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳: از الٰہ آباد۔ مدرسہ سبحانیہ، دار الطلباء، مرسلہ محمد سعید الحسن صاحب۔ ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ششماہی یا سالانہ یوم معین و تاریخ مقررہ پر اپنے پیر کا عرس ہوا کرے۔ لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ جو شخص یہ عرس کرے اور عرس کی نیاز کردہ شیرینی کو کھائے گا۔ اس پر بلا شبہہ جنت مقام دوزخ حرام ہے۔ یہ کہنا شرعًا کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ کس کا جنت مقام۔ اور کس پر دوزخ حرام۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ و رسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسہ پر یہ حکم لگا سکیں۔ تو یہ تقول علی اللہ ہوا۔ اور وہ ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عہدا۔ وقال تعالٰی اتقولون علی اللہ مالا تعلمون۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۴: از اودے پور میواڑ۔ محلہ بھاوت دوڑی۔ مرسلہ شیخ محمد رحیم بخش نعلبند۔ ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

میرے آقا۔ میرے ہادی۔ حضرت مولٰنا دام اقبالہ۔

(۱) متوفی کے نام پر دونوں وقت مساکین کو کھانا کھلانے اور خیر خیرات کرنے سے مرحومہ کو ثواب ملے گا یا نہیں۔ (۲) مرحومہ کے نام پر ایک پانی کا برتن پرندوں کے پانی پینے کے لئے رکھا ہے۔ اور انہیں اناج بھی ڈالا۔ اور مرحومہ کے نام پر کتے کو بھی روٹی ڈالنا اس کا بھی ثواب پہنچیگا یا نہیں۔ (۳) بیس روپے کے ہدیہ میں تیس پارے علیحدہ علیحدہ منگا کر مرحومہ کے نام پر مسجد میں نمازیوں کے پڑھنے کے لئے رکھا ہے اور فقیر و مساکین کو جوڑا کپڑا بھی دیا جائے تو ان کا بھی مرحومہ کو ثواب ہوتا ہے یا نہیں (۴) مرحومہ کی قبر پر دونوں وقت پھول چڑھانا اور اگربتی جلانا اور فاتحہ پڑھنا اس سے بھی اسکو ثواب ہوتا ہے یا نہیں۔ اور میرے قبر پر جانے کا حال مرحومہ کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ (۵) اور میلاد شریف مرحومہ کے نام سے کرنا اس کا بھی ثواب ملے گا (۶) ربیع الآخر کے ماہ ختم ہونے کی پنجشنبہ چاند رات کی صبح کو انتقال ہوا۔ اور دو بجے دفن ہوئی۔ اور بعد مغرب تک قرآن پڑھنے والے کو جمعہ کو سپرد کرنے کے لئے بٹھا رکھا۔ اور یہ جمعہ میں شریک ہوئے یا نہیں (۷) مرحومہ کو شروع نو ماہ کا حمل تھا۔ خون جاری ہو کر انتقال ہوا۔ اور کفن پر بھی خون کا داغ تھا۔ گو میت کو غسل دے دیا تھا۔ مگر وقت دفن بھی خون کا داغ نظر آیا۔ اسکی نسبت کیا حکم ہے۔ (۸) مرحومہ میرے خواب میں آئیں۔ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو پڑھاتے ہوئے نظر آئیں۔ اور کسی روز خواب میں بنگلے بغیچے میں بیٹھے ہوئے خوش و خرم دیکھنا۔ اور مجھے صبر کے لئے کہنا اور مجھ سے اپنا حال ظاہر کرنا۔ یہ معاملہ کیا ہے؟ کوئی دن خواب میں نہیں ملتا۔

الجواب

اللہ تعالٰی مرحومہ کو جنت عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل دے۔ لاحول شریف ۱۰۰ بار پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا جسمیں نہ محتاج پر احسان رکھا جاوے نہ اوسکو تکلیف دیجائے۔ پرندوں کیلئے پانی رکھنا دانہ ڈالنا حتی کہ کتے کو روٹی دینا۔ مسکین کو کپڑا دینا۔ میلاد شریف پڑھوانا۔ یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں۔ ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے تحفے ہدیے سے۔ ملئکہ ان ثوابوں کو نور کے طبق پر رکھ کر میت کے پاس لیجاتے ہیں۔ اور اوس سے کہتے ہیں کہ اسے گہری گور والے۔ یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے تجھے بھیجا ہے۔ قرآن مجید کے پارے پڑھنے کیلئے مسجد میں رکھنے کا صدقہ جاریہ ہے۔ جبتک وہ رہیں گے اور پڑھے جائیں گے اس رکھنے والے اور میت کو ثواب پہنچیگا۔ اور کیسا ثواب پہنچیگا ہر حرف پر دس نیکیاں۔ اور صحیح حدیث میں فرمایا میں نہیں فرماتا الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک الگ حرف ہے۔ لام الگ حرف ہے۔ میم الگ حرف ہے۔ میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے۔ وہ جبتک تر ہے رب العزت کی تسبیح کرتا ہے۔ اور میت کا دل بہلتا ہے۔ اگر کی بتی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جلانا۔ اگر تلاوت قرآن کے وقت تعظیم قرآن عظیم کے لئے ہو۔ یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں۔ اون کی ترویح کے لئے ہو تو مستحسن ہے ورنہ فضول وتضیع مال۔ میت کو اوس سے کچھ فائدہ نہیں۔ قبر مسلم پر جو زیارت کیلئے جاتا ہے میت اوسے دیکھتا ہے اور اسکی بات سنتا ہے۔ اگر دنیا میں اوسے پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے۔ کہ میرا فلاں عزیز یا دوست میرے پاس آیا۔ اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اتنا جانتا ہے کہ ایک مسلمان آیا اور ثواب رسانی کرتا ہے۔ جمعہ کو سپرد کرنا کوئی چیز نہیں۔ نہ غیر جمعہ میں مرنے والے کو اوس سے جمعہ مل سکے حل میں انتقال شہادت ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا المرأۃ تموت بجمع شہید۔ خواب بہت اچھا ہے۔ انشاء اللہ اون کے لئے دلیل مغفرت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ : از بنارس کچی باغ۔ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب۔ ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

دستور ہے کہ اغنیا، قرآن خوانی کے واسطے بلائے جاتے ہیں۔ اور اون کی دعوت دیجاتی ہے۔ کیا ان اغنیا کو بعد قرآن خوانی دعوت طعام چہلم جائز ہے۔ اور یہ فعل شرعًا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

موت میں دعوت بے معنی ہے۔ فتح القدیر میں اسے بدعت مستقبحہ فرمایا لان الدعوۃ شرعت فی السرور لا فی الشرور۔ اغنیا کا اسمیں کچھ حق نہیں اور اگر نظر المعھود عرفا کا لمشروط لفظا وہ اجرت قرآن خوانی کی حد تک پہونچ گیا ہو۔ کھلانے والا جانتا ہو اون کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے۔ یہ جانتے ہوں کہ ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے۔ تو آپ ہی حرام ہے۔ کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام۔ لاتشتروا بایتی ثمنا قلیلا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۶ : از مرادآباد۔ محلہ اصالت پورہ۔ مسئولہ کاردعلی صاحب ۱۵ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑھنا قرآن شریف کا قبر پر بیٹھ کر جائز ہے یا نہیں۔ و نیز قرآن شریف سامنے رکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

قبر کے سامنے بیٹھ کر تلاوت کیجائے۔ حفظ خواہ قرآن مجید دیکھ کر۔ اوسکی رحمت اوترتی ہے۔ اور مردہ کا دل بہلتا ہے۔ مگر قبر پر بیٹھنا جائز نہیں کہ میت کی توہین وایذا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷ : از لکھنؤ۔ محلہ فرنگی محل۔ احاطہ جیدر جان طوائف۔ بردوکان بنیرم سوختی۔ مسئولہ زین العابدین۔ ۱۰ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع اعظم گڈھ کے قرب وجوار میں یہ رسم قدیم میت کے ایصال ثواب کے واسطے جاری تھی۔ کہ ورثا میت چہلم تک قرآن خوانی کراتے تھے اور بعد اختتام میعاد قرآن خوانی کی اجرت بصورت نقد و پارچہ اور اثنائے قرآن خوانی میں کھانا دیا کرتے تھے۔ اب چند لوگ دیوبند سے تعلیم پاکر اسی ضلع میں آئے ہیں اور ہم لوگوں کے طریقۂ مستمر ایصال ثواب کو ممنوع وناجائز کہتے اور فعل عبث قرار دیتے ہیں۔ پس علمائے اہلسنت وجماعت سے استدعا ہے کہ طریقۂ مروجہ ایصال ثواب عند الشرع جائز

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جائز و درست ہے یا ممنوع۔ اور میت کو ثواب قرآن خوانی و کھانا وغیرہ کا ملتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دیوبندی عقیدہ والوں کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں۔ اور فرمایا ہے من شك في عذابه وكفره فقد كفر جو اون کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اون کی کوئی بات نہ سنی جائے نہ اون کی کسی بات پر عمل کیا جائے۔ جبتک اپنے علماء سے تحقیق نہ کرلیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ اون سے دور بھاگو اور اُنہیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈالدیں اور اون کا بتایا ہوا کوئی مسئلہ اگر صحیح بھی نکلے تو اوس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ عالم ہیں۔ یا اون کے اور مسائل بھی صحیح ہونگے۔ دنیا میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جسکی کوئی نہ کوئی بات صحیح نہ ہو۔ مثلاً یہود و نصاریٰ کی یہ بات صحیح ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں۔ کیا اس سے یہودی اور نصرانی سچے ہوسکتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الکذوب قد یصدق۔ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔
دیوبندی تو اموات مسلمین کو ثواب پہنچانے ہی سے جلتے ہیں۔ فاتحہ، سوم، دہم، چہلم سب کو حرام کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں جائز ہیں۔ میت کو قرآن خوانی و طعام خورانی دونوں کا ثواب پہنچتا ہے۔ تیجے و چالیسویں وغیرہ کا تعین عرفی ہے۔ جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا۔ ہاں قرآن خوانی پر اُجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لئے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے۔ پھر اوس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے۔ اب یہ اُجرت بلاشبہہ جائز ہے کہ اوس کے وقت کے مقابل ہے۔ نہ کہ تلاوت قرآن کے۔ واللہ تعالے اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸: از شہر محلہ بہاری پور۔ مسئولہ عبدالجبار صاحب۔ ۲۲ محرم ۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف پڑھ کر یا زیارت قبور و ختم تہلیل کرکے جس میں ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے۔ اُجرت لینا جو حرام ہے وہ قطعی حرام ہے یا نہ (۲) بلاتعین اُسی وقت اگر قاری کو کچھ دیدیا جائے وہ بھی حرام ہے یا نہ۔ اور اُجرت یا شبہہ اُجرت میں داخل ہے (۳) المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) تلاوت و تہلیل میں اُجرت لینا ضرور حرام ہے۔ اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی ہونے کا فرق نہیں۔ گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اوسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے۔ (۲) جبکہ عادات و رواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اوسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا تو ضرور اُجرت میں داخل ہے۔ فان المعروف کالمشروط (۳) المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے۔ مگر جب صراحۃً معروف کی نفی کردے تو مشروط نہیں رہے گا۔ مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائے گا۔ یا وہ کہہ دے کہ میں لوں گا کچھ نہیں اوسکے بعد پھر جو چاہیں دیدیں تو اُجرت میں داخل نہ ہوگا۔ لان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۹: از ایرایاں محلہ سادات۔ ضلع فتحپور۔ مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب۔ ۲۲ محرم ۳۹ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوم و دہم و چہلم میت کے کھانا جو پکتا ہے اسکو برادری کو کھلائے اور خود جاکر کھائے تو جائز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تین روز کے اندر میت کے گھر کا نہ کھائے۔ بعد کو جائز ہے۔ یہ تفریق صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو وجہ ما بہ الفرق ارشاد ہو (۲) مقولہ طعام المیت یمیت القلب مستند قول ہے۔ اگر مستند ہیں تو اسکے کیا معنی ہیں؟

الجواب

(۱) سوم، دہم و چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے۔ برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے۔ کما فی مجمع البرکات۔ موت میں دعوت ناجائز ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے انہا بدعۃ مستقبحۃ لانہا شرعت فی السرور لا فی الشرور تین دن تک اوسکا محمول ہے۔ لہذا ممنوع ہے۔ اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے (۲) یہ تجربہ کی بات ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ جو طعام میت کے متمنی رہتے ہیں اون کا دل مرجاتا ہے۔ ذکر و طاعت الٰہی کے لئے حیات و چستی اوسمیں نہیں رہتی۔ کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے لئے موت مسلمین کے منتظر رہتے ہیں۔ اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل۔ اور اوسکی لذت میں شاغل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۰

از پیلی بھیت۔ محلہ بکریا۔ متصل ستی ڈاکخانہ۔ مسئولہ ملا لطیف احمد سوداگر لکڑی۔ ۲۷ صفر ۱۳۷۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آٹا جو روزمرہ پکانے کو نکالا جاتا ہے۔ اوسمیں سے ایک چٹکی نکال کر جمع کیجائے جب تیس دن مہینے کے پورے ہوجائیں اور گیارھویں شریف کا دن آئے تو اس آٹے جمع کئے ہوئے پر گیارھویں شریف کی فاتحہ درست ہے یا نہیں۔ اور روزمرہ ایک چٹکی آٹا بجائے فاتحہ گیارھویں شریف جائز ہے یا نہیں۔ اگر روزمرہ چٹکی نکالنا ناجائز ہے تو دوسرا طریقہ کون سا ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب

یہ طریقہ بہت برکت کا باعث ہے۔ اور اسمیں آسانی رہتی ہے۔ روز کے آٹے میں سے ایک چٹکی نکالنا معلوم بھی نہیں ہوتا۔ اور وہ مہینہ بھر بعد ایک مقدار معتد بہ ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱

از شہر بانار بانس منڈی۔ معرفت عبد الحکیم طالب علم۔ مدرسہ منظر الاسلام۔ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گیارھویں شریف کو منع کرے اوسکے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور گیارھویں شریف کا کرنا سنت ہے یا مستحب۔ اگر سنت ہے تو زائد ہے یا موکدہ۔ اور سنت سے کون سی سنت مراد ہوگی۔ آیا سنت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا سنت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور جیسے گیارھویں شریف کو ہم لوگ گیارہ تاریخ میں ضروری سمجھتے ہیں یہ سمجھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر گیارہ تاریخ کے بجائے بارہ یا تیرہ کو کرے تو ہوگی یا نہیں۔ اور ایسے ہی تیجہ کو یا چہلم کو ایک دن یا دو دن آگے پیچھے کرنا تو کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو جیسے ہم لوگ کرتے ہیں کہ تیسری کو تیجا اور گیارہ تاریخ کو گیارھویں اور چہلم کو چہلم کرنا ضروری ہے یا نہیں اور بتاسے اور ریوڑی وغیرہ سامنے لانے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اور بغیر لائے کے نیاز ہو سکتی ہے یا نہیں اور چند سورہ جو مروجہ ہیں اون کے علاوہ اور کوئی سورہ شریفہ پڑھ کر فاتحہ و نیاز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل بلوجدلیل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

یہاں گیارھویں شریف کو منع کرنے والے نہیں۔ مگر وہابی یا رافضی اور دونوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ گیارھویں شریف اپنے مرتبہ فردیت میں مستحب ہے۔ اور مرتبہ اطلاق میں کہ ایصال ثواب ہے سنت ہے اور سنت سے مراد سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور یہ سنت قولیہ مستحبہ ہے۔ یہ۔ یہ لوگ کہنا اپنی تہ میں وہابیت کا فریب رکھتا ہے۔ سنیوں میں کوئی اسے خاص گیارھویں تاریخ ہونا شرعاً واجب نہیں جانتا۔ اور جو جانے محض غلطی پر ہے۔ ایصال ثواب ہر دن ممکن ہے۔ اور کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام جبکہ اوسے شرعاً واجب نہ جانے۔ مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ہر پیر کو نفل روزہ رکھتے کیا اتوار یا منگل کو رکھے تو نہ ہوتا۔ یا اس سے یہ سمجھا گیا کہ معاذ اللہ حضور نے پیر کا روزہ واجب سمجھا یہی حال تیجے اور چہلم کا ہے۔ روٹی کھاتے وقت روٹی کو سامنے لانے کی بھی ضرورت نہیں۔ پیٹھ کے پیچھے بھی رکھ کر کھا سکتے ہیں۔ اور سر پر رکھ کر بھی توڑ سکتے ہیں۔ مگر وہابیہ بھی التزاماً سامنے ہی رکھ کر کھاتے ہیں۔ کیا یہ شرعاً فرض واجب ہے۔ وہابیہ کے نزدیک جو واجب نہ ہو اوسکے التزام سے شیطان کا حصہ آجاتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ وہابیہ شیطان کا حصہ کھاتے ہیں۔ ایصال ثواب میں کوئی سورہ شرعاً معین نہیں۔ اور بلا اعتقاد وجوب معین کرنے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۲: از شہر کوٹہ راجپوتانہ۔ محلہ لارڈ پورہ۔ معرفت گانس ہرو۔ مسئولہ الٰہی بخش صاحب۔
۱۰ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ۔

حضور مولانا صاحب واقعات کو بغور ملاحظہ فرمادیں۔ مسجد کے پیش امام کو محلہ میں ایک جگہ پر فاتحہ وایصال ثواب کو بلالے گئے۔ چند عورتیں تھیں۔ گھر کا دروازہ بند کرکے کہا بیوی صاحبہ کی فاتحہ پڑھ دو۔ ملاں جی نے کہا کہ پردہ کرکے یا کپڑے سے بند کرکے دلانا، یہ عورتوں کا مسئلہ ہے شریعت میں ایسا نہیں ہے۔ خیر کپڑا ڈال دو۔ مگر کھانا تو سامنے رکھو۔ خیر بند کرکے بھی کھانا سامنے نہیں رکھا گیا۔ تھوڑا سا دروازہ کھولا گیا۔ پردہ کر دیا گیا۔ ملاں جی نے فاتحہ پڑھ دی۔ عورتیں کہنے لگیں کہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی تھی اب بیوی کی پڑھو۔ اور اسی طرح سے علی کی پڑھ دینا۔ ملاں جی ناخوش ہوکر بولے کہ تم خلاف قاعدہ اور خلاف اصول شرع فاتحہ دلاتی ہو اس طرح سے میں نہیں دے سکتا۔ میرے عقیدے میں خلل ہوتا ہے۔ میں اپنا اسلام نہیں بیچ سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر مکان پر چلے آئے۔ بعد میں ایک عورت نے ملاں جی کو بہت سخت وسست کہا اور لعن طعن کی۔ انہوں نے صبر کیا۔ دلی مطلب ملاں جی کا یہ تھا کہ سلف سے جو طریقہ فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کا چلا آتا ہے اور تمام بزرگان دین ایصال ثواب کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ بات ہونا چاہیئے۔ نئے نئے طریقے کیوں نکالتی ہو۔ جس پر اس عورت کے بعض عزیز بھی ملاں جی پر ناراض ہوئے۔ یہ واقعات ہیں۔

(۲) یہ عورتیں حضرت بی بی فاطمہ خاتون جنت کی فاتحہ پردہ ڈال کر یا کپڑا ڈال کر امہات المومنین حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور جملہ پیغمبروں کی بیویوں سے علیحدہ دلاتی ہیں۔ اور چند قیدیں لگاتی ہیں۔ کہ سوائے شوہر والی کے بیوہ یا عقد ثانی والی یا مرد یہ کھانا نہ کھاویں۔ کیا اس کا ثبوت کہیں شریعت سے بھی ہے یا کیا۔ جیسا ہو ویسا بحوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

۳۔ حضور کی نیاز یا صحابہ کی نیاز بھی پردہ کرکے یا کپڑا ڈال کر دلانے کا کہیں حکم ہے۔ یا ویسے ہی لغو ہے۔ اور جو لوگ امام مسجد یا کوئی دوسرا شخص کسی کے کہنے سے اس کام کو نہ کرے تو کیا وہ مستحق لعن ہے، جیسا ہو ویسا بحوالۂ کتاب تحریر فرمائیں۔

۴۔ یہاں پر اکثر شب برات یا عید بقر یا عید الفطر یا شادی بیاہ دیگر خوشی کے وقت دودھ روٹی یا تھوڑا تھوڑا کھانا الگ الگ رکھ کر فاتحہ دلاتی ہیں۔ اور کہتی ہیں اس پر میرے دادا کی یا باپ کی یا فلاں کی دیدو۔ شرع شریف میں یہ بات جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب

۱۔ فاتحہ و ایصال ثواب کیلئے کھانے کا پیش نظر ہونا کچھ ضرور نہیں۔ یہ اوس پیش امام کی غلطی تھی۔ اور حضرت خاتون جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں، انھیں اس سے باز رکھا جائے۔ پیش امام اور عورتیں دونوں اپنی اپنی غلطی سے توبہ کریں۔ اور جس عورت نے پیش امام کو سخت وسست کہا وہ اس سے معافی مانگے (۲) یہ محض بے ثبوت اور نری اختراعی باتیں ہیں۔ مردوں پر لازم ہے کہ ان غلط خیالوں کو مٹائیں (۳) کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں اور جو امام ایسا نہ کرے اوس نے اچھا کیا۔ اس وجہ سے اوس پر لعن سخت حرام ہے۔ ایسی لعنت خود لعنت کرنے والے پر پلٹتی ہے۔ (۴) ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز۔ اور جدا جدا دلائیں تو جائز۔ جیسے حیات دنیا میں لاجناح علیکم ان تاکلوا جمیعا واشتاتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳: از شہر محلہ ذخیرہ۔ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چنگی ۔ ۱۷ رجمادی الآخر

کیا حکم ہے علمائے اہلسنت والجماعت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سویم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے ان کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے تو اون کو کیا کرنا چاہئے۔ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں۔ ایک موضع میں ان سوم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر شرک چماروں کو دیدیتے ہیں! وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو شرک چماروں کو دینا چاہئے یا نہیں۔ کیا یہ گناہ ہے بینوا توجروا۔

الجواب

یہ چیزیں غنی نہ لے۔ فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اوسکا قلب سیاہ ہوتا ہے۔ مشرک یا چمار کو اسکا دینا گناہ گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں۔ اور لیلئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دیدے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔ نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے۔ فقیر و غنی سب لیں۔ جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو۔ شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۴: از بھیرہ ضلع شاہ پور۔ ملک پنجاب۔ ملتانی دروازہ۔ مسئولہ فضل حق صاحب چشتی۔ ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب سلطان العلماء المتبحرین برہان الفضلاء المتصدرین کنز الہدایہ والیقین۔ شیخ الاسلام والمسلمین مولنا المفتی العلامۃ الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گیارھویں شریف کس چیز پر دینی افضل ہے۔ چاول یا حلوا وغیرہ۔ اور کن کن لوگوں میں بانٹی چاہیئے۔ آپ بھی تبرک چکھنا چاہیئے یا نہیں۔ اور کسی پیر صاحب یا سید صاحب کو اسمیں سے حصّہ دینا چاہیئے یا نہیں۔ ایک مسجد میں چند ایک اصحاب مل کر گیارھویں پکاتے ہیں تو کیا وہ گیارھویں شریف پکی ہوئی مسجد کے نمازیوں میں بانٹنی چاہیئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصّہ پھینکا نہ جائے۔ جیسے زردہ، یا حلوہ یا خشکہ۔ یا وہ پلاؤ جسمیں سے ہڈیاں علٰحدہ کر لی گئی ہوں بانٹنے کا اختیار ہے جس سنّی مسلمان کو چاہے دے اگرچہ غنی ہو اگرچہ سیّد ہو۔ اور خود بھی تبرّکاً کھائے تو حرج نہیں شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتاویٰ میں لکھا ہے نیاز کا کھانا تبرک ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر شرعی منّت مانی ہو تو اوسمیں سے نہ خود کھا سکتا ہے نہ کسی غنی یا سیّد کو دے سکتا ہے وہ غیر ہاشمی فقرائے مسلمین کا حق ہے۔ اور بدمذہبوں خصوصًا وہابیوں رافضیوں کو دینا جائز نہیں۔ چندے والے جس نیت سے پکائیں اوسمیں صرف کریں۔ اگر خاص نمازیوں کیلئے پکائی ہے تو صرف اُنھیں کو دیں۔ اور سب کے لئے۔ تو سب کو۔ ہاں کافر کو دینا جائز نہیں، جیسے بھنگی، چمار، وہابی، رافضی، قادیانی۔ ہاں جسکی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہونچے جیسے تفضیلیہ اوسے دینے میں حرج نہیں۔ اور سنّی کو دینا افضل۔ حدیث میں ہے لایاکل طعامك الا تقی۔ تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم باسانید صحیحۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۵: از بغداد شریف۔ آمرو کا رٹینک کور۔ مسئولہ علی رضا خان فٹرسٹری، ۷ رمضان ۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فاتحہ دلانا شرع سے جائز ہے یا نہیں۔ کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے۔ درمختار میں ہے الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابھا لغیرہ وان نواھا عند الفعل لنفسہ لظاھر الادلۃ ردالمحتار میں ہے سواء کانت صلاۃ اوصوما اوصدقۃ اوقراءۃ اور جس طرح مدارس، اور خانقاہیں اور مسافرخانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان ان کو فعل ثواب سمجھتے ہیں کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے۔ یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دیجاتی ہے، جسمیں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں۔ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بیشک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا۔ دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گڑھے گا۔ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶: از شفاخانہ فریدپور۔ ڈاک خانہ خاص۔ اسٹیشن بھیم پور۔ ضلع بریلی۔ مسئولہ عظیم اللہ کمپاؤنڈر ۱۷ رمضان ۲۹ھ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۱) زید کو گیارھویں شریف کس طریقے سے کرنی چاہیے۔ آیا اسکو دل میں یہ نیت یا خیال کرنا چاہیے یا سمجھنا چاہیے کہ یہ کھانا اللہ تعالٰی کے لیے کرتا ہوں۔ اور جو کچھ ثواب مجھ کو ملے وہ ثواب گیارھویں والے میاں صاحب کو پہنچے یا اس خیال اور نیت سے کرے کہ یہ کھانا میں گیارھویں شریف والے میاں صاحب کو کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے خوش اور راضی ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی سے دعا کریں گے یا مجھ کو ان کا اچھا بدلہ دیں گے۔ اس طریقہ سے جائز ہے یا ناجائز (۲) فاتحہ دینا کس طریقہ سے جائز ہے۔ کھانے کے اوپر فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز۔ جس کھانے پر زید کو فاتحہ دینا ہے اس کو تناول کرنے کے بعد یعنی کھانا کھا چکنے کے بعد فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز (۳) زید کے پاس ایک شخص تین جگہ تباسے لایا۔ کہ ایک پر اللہ رسول کے نام کی فاتحہ دیدو۔ دوسری جگہ یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کی۔ تیسری جگہ محلے میاں صاحب کی۔ بعد فاتحہ کے ان تباسوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں (۴) امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر جائز ہے تو کس طریقہ سے کرنا اور پینا چاہیے۔ اور کیا نیت ہونا چاہیے۔

الجواب

(۱) یہ دو طریقے نہیں بلکہ ایک ہی طریقہ ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کیلئے ہونے کے یہ معنی نہیں کہ خود یہ کھانا حضور کے واسطے ہے۔ بلکہ قطعاً ثواب ہی مراد اور ان کی رضاجوئی اور اون سے حسن جزا اور نیک دعا کی طلب۔ ان میں سے کوئی بات شرعاً ممنوع نہیں (۲) کھانے پر فاتحہ جائز ہے قبل کھانے کے بھی اور بعد بھی۔ اور قبل دینے میں ایصال ثواب میں تعجیل ہے اور تعجیل خیر خیر ہے۔ (۳) فاتحہ یعنی ایصال ثواب ہے۔ اور اللہ عزوجل کے نام کی فاتحہ ہونا بےمعنی ہے۔ وہ ثواب سے پاک و منزہ ہے۔ باقی یہ تین متفرق فاتحہ ہونے نے تباسوں کو کیوں ناجائز کر دیا (۴) نیت ایصال ثواب کی ہو اور ریا وغیرہ کو دخل نہ ہو۔ اوس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں۔ شربت کریں اور عرض کریں کہ الٰہی یہ شربت ترویح روح پاک حضرت امام کیلئے کیا ہے۔ اس کا ثواب انھیں پہنچا۔ اور ساتھ فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو اور افضل پھر مسلمانوں کو پلائیں۔ اور من و اذی سے بچیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷: از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی۔ مسئولہ حکیم محمد حسن۔ ۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سوم کے چنوں کا کھانا علاوہ چھوٹوں کے بڑوں کو بھی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ چنے فقرا ہی کھائیں۔ غنی کو نہ چاہیے۔ بچہ ہو یا بڑا۔ غنی بچوں کو ان کے والدین منع کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸: از سہسوان ضلع بدایوں۔ مسئولہ سید پرورش علی صاحب۔ یکم ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابر میں ایک شخص سورۂ اخلاص و فاتحہ و معوذتین وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔ یا اللہ ان آیات کا ثواب روح مقدس حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ تابعین اور اولیائے امت اور آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے اس وقت تک جو مسلمان مرے ہیں۔ اور جو یہاں مدفون ہیں سب کی ارواح کو پہنچے یا پہنچا دے۔ اسکی اصلاح فرمائی جائے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

اس میں اتنا اور اضافہ کرنا انسب ہے کہ جتنے مسلمان مرد و عورت اب موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آنے والے ہیں ان سب کی روح کو پہنچا دے۔ اوسے تمام مومنین و مومنات اولین و آخرین سب کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۹: از بنگالہ ضلع میمن سنگھ موضع مرزاپور۔ مرسلہ منشی آدم۔ غرہ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

ماتقولون یا علماء الفحول فی ھذہ المسئلۃ کافر مات واراد وارثہ ان یطعموا طعاما المسلمین ھل یجوز الاکل للمسلمین ام لا۔

الجواب

لاینبغی لھم ان یجیبوا لانھا ان کانت ضیافۃ فالضیافۃ فی الموت من النیاحۃ روی الامام احمد وابن ماجۃ بسند صحیح عن جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ وان کانت بزعمہ صدقۃ مع انہ لاصدقۃ من کافر ولا لکافر ففیہ ازدراء بالمسلمین لانہ یعد نفسہ الخبیثۃ متفضلۃ علیھم بالتصدق وایاھم اکلی صدقتہ والید العلیا خیر من الید السفلی ولاینبغی لید کافرۃ ان تکون علیا بل الاسلام یعلو ولا یعلی ھذا ما ظھرلی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۰: از کلی ناگر۔ پرگنہ پورن پور۔ ضلع پیلی بھیت۔ مکان علن خاں نمبردار۔ مرسلہ اکبر علی شاہ۔ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرے اور اس کے گھر والے چہلم کا کھانا پکائیں۔ اور جو برادر یا غیر ہوں۔ اون سے کہیں کہ تمہاری دعوت ہے تو وہ دعوت قبول کیجائے یا نہیں۔ اور کھانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ عرف عام پر نظر شاہد کہ چہلم وغیرہ کے کھانے پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود میت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے۔ اسی غرض سے یہ فعل کرتے ہیں۔ ولہٰذا اوسے فاتحہ کا کھانا۔ چہلم کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں۔ "وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریادرسی می برد و صدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار اومی آید۔ ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند" اور شک نہیں کہ اس نیت سے جو کھانا پکایا جائے مستحسن ہے۔ اور عند التحقیق صرف فقراء ہی پر تصدق میں ثواب نہیں بلکہ اغنیاء پر بھی صورت ثواب ہے۔

حضور پرنور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فی کل ذات کبد حرّی اجر۔ ہر گرم جگر میں ثواب ہے۔ یعنی جس زندہ کو کھا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کھلائے گا، پانی پلائے گا ثواب پائے گا۔ اخرجہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ واحمد عن عبداللہ بن عمرو وابن ماجۃ عن سراقۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا فیما یاکل ابن اٰدم اجر وفیما یاکل السبع اجر والطیر اجر۔ جو کچھ آدمی کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو درندہ کھا جائے اس میں ثواب ہے۔ جو پرند کو پہنچے اس میں ثواب ہے۔ رواہ الحاکم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما وصحح سندہ۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ما اطعمت زوجتک فھو لک صدقۃ وما اطعمت ولدک فھو لک صدقۃ وما اطعمت خادمک فھو لک صدقۃ وما اطعمت نفسک فھو لک صدقۃ۔ جو کچھ تو اپنی عورت کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور جو کچھ اپنے بچوں کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور جو کچھ اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ یعنی جب کہ نیت محمود اور ثواب مقصود ہو۔ اخرجہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن المقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے صرح فی الذخیرۃ بان التصدق علی الغنی نوع قربۃ دون قربۃ الفقیر۔ درمختار میں ہے۔ الصدقۃ لارجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب اسی طرح ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ مجمع بحارالانوار میں توسط شرح سنن ابی داؤد سے ہے۔ الصدقۃ ماتصدقت بہ علی الفقراء ای غالب انواعہا کذلک فانہا علی الغنی جائزۃ عندنا یثاب بہ بلاخلاف اور مدارکار نیت پر ہے انما الاعمال بالنیات تو جو کھانا فاتحہ کیلئے پکایا گیا۔ بلاتے وقت اُسے بلفظ دعوت تعبیر کرنا اس نیت کو باطل نہ کرے گا۔ جیسے کسی نے اپنے محتاج بھائی بھتیجوں کو عید کے دن کچھ روپیہ دل میں زکوٰۃ کی نیت اور زبان سے عیدی کا نام کرکے دیے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ عیدی کہنے سے وہ نیت باطل نہ ہوگی کما نصوا علیہ فی عامۃ الکتب۔ معہذا اپنے قریبوں عزیزوں کے مواسات بھی صلہ رحم وموجب ثواب ہے۔ اگرچہ وہ اغنیاء ہوں وقد عرف ذلک فی الشرع بحیث لایخفی الاعلی جاھل۔ اور آدمی جس امر پر خود ثواب پائے وہ کوئی عمل ہو اُس کا ثواب میت کو پہنچا سکتا ہے۔ کچھ خاص تصدق ہی کی تخصیص نہیں کما تبین ذلک فی کتب اصحابنا رحمہم اللہ تعالٰی۔

امام عینی بنایہ میں فرماتے ہیں الاصل ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ اوصوما اوصدقۃ او غیرھا کالحج وقراءۃ القراٰن والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء والشھداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتی وجمیع انواع البر والعبادۃ کالزکوۃ والصدقۃ والعشور والکفارات ونحوھا اوبدنیۃ کالصوم والصلوۃ والاعتکاف وقراءۃ القراٰن والذکر والدعاء اومرکبۃ منہما کالحج والجہاد وفی البدائع جعل الجہاد من البدنیات وفی المبسوط جعل المال فی الحج شرط الوجوب فلم یکن الحج مرکبا قیل ھو اقرب الی الصواب ولہذا لایشترط المال فی حق المکی اذا قدر علی المشی الی عرفات فاذا جعل ثواب ماعملہ من ذلک الی اٰخر یصل الیہ وینتفع بہ حیا کان المھدی الیہ او میتا اھ وقد نقلنا عبارۃ الشرح بطولہا لما فیہا من الفوائد۔ یوں بھی اس نیت محمود میں کچھ خلل نہیں، اگرچہ افضل وہی تھا کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صرف فقرا پر تصدق کرتے کہ جب مقصود ایصال ثواب تو وہی کام مناسب تر جس میں ثواب اکثر و وافر۔ پھر بھی اصل مقصود مفقود نہیں۔ جبکہ نیت ثواب پہنچانا ہے۔ ہاں جسے یہ مقصود ہی نہ ہو بلکہ دعوت و مہمانداری کی نیت سے پکائے جیسے شادیوں کا کھانا پکاتے ہیں، تو اوسے بیشک ثواب سے کچھ علاقہ نہیں۔ نہ ایسی دعوت شرع میں پسند نہ اُس کا قبول کرنا چاہیئے۔ کہ ایسی دعوتوں کا محل شادیاں ہیں نہ غمی۔ و لہذا علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدعت سئیہ ہے۔ جس طرح میت کے یہاں روز موت سے عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ان کے کھانے دانے پان چھالیا کا اہتمام میت والوں کو کرنا پڑتا ہے۔ وہ کھانا فاتحہ و ایصال ثواب کا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہی دعوت و مہمانداری ہے کہ غمی میں جس کی اجازت نہیں۔ کما بیناہ ذلک فی فتاو لنا۔

یوہیں چہلم یا برسی یا ششماہی پر جو کھانا بے نیت ایصال ثواب محض ایک رسمی طور پر پکاتے اور شادیوں کی بھاجی کی طرح برادری میں بانٹتے ہیں۔ وہ بھی بے اصل ہے۔ جس سے احتراز چاہیئے۔ ایسے ہی کھانے کو شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں۔ آنچہ بعد از سالے یا ششماہی یا چہل روز دریں دیار پزند و درمیان برادران بخشش کنند چیزے سے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند اھ ہکذا نقل عنہ شیخ الاسلام فی کشف الغطاء۔ خصوصاً جب اُس کے ساتھ ریا و تفاخر مقصود ہو۔ کہ جب تو اس فعل کی حرمت میں اصلا کلام نہیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے نھی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن طعام المتبارین ان یوکل قال المناوی ای المتعارضین بالضیافۃ فخرا وریاء لانہ للریاء لا للہ۔ یعنی جو کھانے تفاخر و ریا کیلئے پکائے جاتے ہیں۔ اون کے کھانے سے نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اخرجہ ابوداؤد والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما باسناد صحیح۔ مگر بے دلیل واضح کسی مسلمان کا یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے تفاخر و ناموری کیلیے کیا ہے جائز نہیں کہ قلب کا حال اللہ تعالے ہی جانتا ہے۔ اور مسلمان پر بدگمانی حرام ھذا ھو بحمد اللہ القول الوسط لا وکس فیہ ولا شطط وان خالف من فرط فی الباب ومن افرط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۱: از کرہ ڈگسائی ضلع شملہ بمعرفت کمال الدین مرچنٹ۔ مرسلہ حبیب اللہ۔ ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ کھانے کے اوپر کلام الٰہی یعنی الحمد اور قل ہو اللہ پڑھنا منع ہے۔ اور پڑھنے سے طعام حرام ہوجاتا ہے لہذا اُمیدوار ہوں کہ کلام الٰہی سے کھانا کیوں حرام ہوگیا۔ اور کلام الٰہی کیا ایسا خراب ہے جس کے پڑھنے سے حلال چیز حرام ہوجائے۔

الجواب

فاتحہ بیشک جائز ہے۔ وہ مسلمان میت کو نفع پہونچاتا ہے۔ اور فرض کے بعد کوئی چیز مولے تعالے کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ مسلمان کو نفع پہنچایا جائے۔ حدیث میں ہے من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفع دوسری حدیث میں ہے احب الاعمال الی المولیٰ تعالیٰ ادخال السرور فی قلب المسلم جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے سے کھانا حرام ہوجاتا ہے۔ وہ کذاب ہیں شرع مطہر پر افترا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ایسے لوگ فلاح نہ پائیں گے اون کے لیے سخت عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اون پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء والارض۔ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے۔ ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ اِتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح [۲۱]

[۱۴]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۰۲: ۱۳ ر شعبان معظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت سے روح انسان کی جسم سے پرواز کرتی ہے۔ بعد اُس کے پھر بھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں۔ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآن مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ ہوتی ہے یا نہیں۔ اور کون کون دن روح اپنے مکان پر آیا کرتی ہے۔ اور اگر آتی ہے تو منکر اُس کا گنہ گار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس گناہ میں شامل ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں: "مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز تصدق از میت نفع می کند اورا بے خلاف میان اہل علم وارد شدہ است در آں احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد میت را مگر صدقہ و دعا۔ ودر بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ۔ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ۔" واللہ تعالٰی اعلم۔

شیخ الاسلام کشف الغطاء عما لزم للموتی علی الاحیاء فصل ہشتم میں فرماتے ہیں: "در غرائب و خزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می آیند خانہائے خود را ہر شب جمعہ و روز عید و روز عاشورہ و شب برات پس ایستادہ می شوند بیرون خانہائے خود و ندامی کنند ہر یکے باواز بلند اندوہگین اے اہل و اولاد من و نزدیکان من مہربانی کنید بر ما بصدقہ" اسی میں ہے "شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در شرح الصدور احادیث شتے در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست" اکثرے کا لفظ صریح دلالت کر رہا ہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں۔ تو صاحب مائۃ مسائل کا مطلقاً اسکی طرف نسبت کرنا کہ "این روایات را تضعیف ہم فرمودہ اند" کذب وافترا ہے یا جہل واجترا۔ اور استناد کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا مرشد کتب ستہ پر قصر جیسا کہ صاحب مائۃ مسائل سے یہاں واقع ہوا۔ جہل شدید و سفہ بعید ہے۔ حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے۔ غیر عقائد و احکام حلال و حرام میں حدیث ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے۔ ہمارے ائمہ کرام حنفیہ و جمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الاسناد بھی حجت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے کہ یہ سب مسائل ادنٰی طلبہ علم پر بھی روشن ہیں۔ اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم حدیث کے ابجد خوانوں پر بھی دبرہن ہے۔ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

طرفہ یہ کہ خود صاحب مائۃ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگان خاندان دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں تو وہ روایات غیر صحاح و روایات طبقہ رابعہ اور ان سے بھی نازل تر سے استناد کیا ہے جیسا کہ ان کتب کے ادنٰی مطالعہ سے واضح و مبین ہے۔ ولکن النجدیۃ یجحدون الحق وھم یعلمونہ۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے موقوفا اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابو نعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا راوی وھذا لفظ ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا۔ بیشک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے، جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کر دیا گیا۔ تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔ ابوبکر کی روایت یوں ہے فاذا مات المؤمن یخلی بہ یسرح حیث شاء۔ جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔ ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما باہم ملے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا۔ کہا کیا زندے اور مُردے بھی ملتے ہیں کہا نعم اما المؤمنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت۔ ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں۔ انہیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد و ابوبکر ابن ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجین۔ بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ اور کافر کی روح سجین میں مقید ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی، قال بلغنی ان ارواح المؤمنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت۔ مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں۔ رجح ابن البر ان ارواح الشھداء فی الجنۃ وارواح غیرھم علی افنیۃ القبور فتسرح حیث شاءت۔ امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا۔ راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں۔ اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر۔ جہاں چاہے آتی جاتی ہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تحول الی حیث شاءت۔ بیشک جب روح اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے۔ جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے۔ قاضی ثناء اللہ بھی تذکرۃ الموتٰی میں لکھتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

"ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسرارہم) از زمین و آسمان و بہشت ہرجاکہ خواہند می روند" خزانۃ الروایات میں ہے عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر وابخاؤا الی مقابرہم ثم جاؤا فی بیوتہم بعض علمائے محققین سے مروی ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتیں اور پھیلتی ہیں، پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔ دستور القضاۃ مستند صاحب مائۃ مسائل میں فتاوی امام نسفی سے ہے ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا الخ بیشک مسلمانوں کی روحیں ہر روز و شب جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقہ سے مہر کرو۔ ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ۔ ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔ نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مائۃ مسائل میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا الحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورے کا دن یا شب برات ہوتی ہے۔ اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں۔ ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے۔ ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔ اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول۔ یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے حلال و حرام کا۔ ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس ہوتیں۔ نہ کہ اس قدر کثیر و وافر۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء زیر ثنائے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔ لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلک سندًا لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام یعنی میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں اُسے ایک حدیث طویل میں بے سند ذکر کیا۔ ایسی حدیث کو اتنی ہی سند کافی ہے۔ کہ وہ کچھ احکام سے متعلق نہیں۔

اِتی رہا ضلال حال کے شیخ الضلال گنگوہی کا براہین قاطعہ میں زعم باطل کہ ارواح کا اپنے گھر آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا۔ یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بھی صحیح و صریح حدیثوں میں ہو کہ روحیں آتی ہیں۔ تو وہ حدیثیں بھی اُن کے دھرم میں مردود ہونگی کہ ان روایات میں عمل نہیں بلکہ علم ہے اور تسلیم بھی کرلئے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل۔ براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں چار ورق سے زائد یہی اعجوبہ انجو کہ طرح طرح کے مزخرفات سے آلودہ اندودہ کیا ہے۔ **اقول۔** سخت جہالت فاحشہ ہے۔ اگر ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو اگرچہ اُسے نفیاً و

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اثباتاً کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہونا فی یا ثبت کسی پر اس نفی واثبات کے سبب حکم ضلالت وگمراہی محتمل نہ ہو بسبب باب عقائد میں داخل ٹھہرے۔ جبھی احادیث بخاری ومسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھہریں۔ تو اولاً سیر ومغازی ومناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤخورد و دریابرد ہو جائیں۔ حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعاف بھی مقبول۔ سیرت انسان العیون میں ہے۔ لاتخفی ان السیر یجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذ روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا اس بحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین میں ملاحظہ ہو۔ یہیں دیکھیے ثنائے مذکور امیر المومنین کیا فضائل اعمال سے تھا۔ وہ بھی باب علم سے ہے۔ جبھی امام خاتم الحفاظ نے بعض علماء کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی۔

ثانیاً: علم رجال بھی مردود ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے نہ عمل وفضل۔ عمل تو غیر قطعیات سب باطل ومہمل۔ ثالثاً: دو تہائی سے زائد بخاری ومسلم کی حدیثیں محض باطل ومردود قرار پائیں۔

رابعاً: عقائد واعمال میں تفرقہ جس پر اجماع ائمہ ہے ضائع جائے۔ کہ احکام حلال وحرام میں کیا اعتقاد حلت وحرمت نہیں لگا ہوا ہے۔ اور وہ عمل نہیں بلکہ علم ہے تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لئے بخاری ومسلم کی حدیثیں مردود۔ اور جب حلال وحرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں کریں اس سے کیوں بچیں۔

خامساً: بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی یہ سفیہ خود مقبول مانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے۔ اس پر یہ ثواب یہ جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔ سادساً: اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی۔ انہوں نے بخاری ومسلم بھی مردود کر دیں۔ جب تک قطعیات نہ ہوں کچھ نہ سنیں گے۔ ع قدم عشق پیشتر بہتر۔

سابعاً: ختم الٰہی کا ثمرہ دیکھیے۔ اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا تاکہ صحیحین بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں۔ اور وہیں وہیں اوسی موقع میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو محض ایک بے اصل وبے سند حکایت سے سند لایا۔ کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ حالانکہ حضرت شیخ قدس سرہ نے اسے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کرکے صاف فرمادیا تھا کہ "این سخن اصلے ندارد۔ وروایت بداں صحیح نشدہ است"۔

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو۔ بخاری ومسلم بھی مردود۔ اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لیے بے اصل وبے سند وبے سروپا حکایت مقبول ومحمود۔ اور پھر دعوی ایمان وامانت ودین ودیانت بدستور موجود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کذالک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بالجملہ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے نہ باب احکام حلال وحرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہیئے اُس کے لیے اتنی سندیں کافی و وافی۔ منکر اگر صرف انکار یقین کرے یعنی اُس پر جزم و یقین نہیں تو ٹھیک ہے۔ اور عامہ مسائل سیر و مغازی و اخبار و فضائل ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس کے باعث وہ مردود نہیں قرار پاسکتے۔ اور اگر دعائے نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم و ثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں تو جھوٹا کذاب ہے۔ بالفرض اگر ان روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم و ستم۔ آنے کے بارے میں تو اتنی کتب و علماء کی عبارات اتنی روایات ہیں بھی نفی و انکار کے لیے کوئی سی روایت ہے۔ کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل و غلط ہے۔ تو ادعائے بے دلیل محض باطل و ذلیل۔

کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجودہ صرف بربنائے ضعف مردود اور اپنی طرف روایت کا نام نہ نشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان۔ روحوں کا آنا اگر باب عقائد سے ہے تو نفیاً و اثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا۔ اور دعوٰی نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی۔ یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود۔ ولکن الوھابیۃ لایعقلون ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ فقط

رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات

۱۳ ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی خلق الانسان، علمہ البیان، واعطاہ سمعا وبصرا وعلما وفرقانا، وجعلہ مظہر الصفات الرحمٰن، ولم یجعلہ معطلا وما بفناء الابدان، والصلٰوۃ والسلام الاتمان الاکملان، علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملک المستعان، المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان، سیدنا ومولٰنا محمد الناقد حکمہ فی عوالم الامکان، وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ الغوث الباہر السلطان، الحی المنعم فی القبر المکرم بفضل المنان، واشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ شہادۃ یحیی بہا وجہ الدیان، واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ شہادۃ توردنا موارد الرضوان، فصلی اللّٰہ وسلم وبارک وانعم علی ہذا الحبیب القریب الملتقی البعید المرتقی الرفیع المکان، وعلٰی اٰلہ وصحبہ وعیالہ وحزبہ اولی العلم والعرفان، وعلینا معہم وبہم ولہم یا جلیل الاحسان، وجمیل الامتنان، اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اما بعد! یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکین۔ تنقیح مسئلہ علم و سماع موتی، و طلب دعا بمشاہد اولیاء میں جنھیں فقیر احقر الوری عبد المصطفی احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اصلح اللہ عملہ وحقق املہ نے اوائل ماہ رجب ۱۳۰۵ھ ہجریہ کی چند تاریخوں میں رنگ تحریر دیا۔ اور لحاظا تاریخ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات سے مسمی کیا۔ اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہ نے چند کلمے مسمی بہ الاہلال بفیض الاولیاء بعد الوصال جمع کیے تھے۔ اون کے اکثر مطالب ومضامین بھی اس رسالہ کے بعض انواع و فصول میں مندرج ہوئے۔ اب یہ عجالہ نہ صرف علم و سماع موتے کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالٰی خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرف و کرامات پائندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں خادموں محبوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و اعانت و یاری۔ والحمد للہ القدیر الباری۔

یہ رسالہ حق سے متصل باطل سے منفصل مقدمہ و سہ مقصد و خاتمہ پر مشتمل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ہو مولٰنا وعلیہ التعویل ط

مقدمہ باعث تالیف میں سلخ جمادی الاخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرض تصدیق و اظہار دعائے طلب تحقیق فقیر کے پاس آیا۔ بصورت سوال یہ تھی (مسئلہ ۲۰۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا۔ اُس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ برگزیدہ درگاہ کبریائی آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی برآوے کیونکہ آپ بزرگ ہیں، بطفیل رسول[1] مقبول، واسطے اللہ کے حاجت برآوے۔ بعد کو کچھ فاتحہ و درود شریف پڑھا۔ اور پیشتر میں پڑھا۔ یوں مزارگاہ میں جانا اور دعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں زیادہ والسلام۔ فقط انتہی بلفظہ۔

اس پر بعض اجلہ مخادیم کا جواب مزین بمہر و دستخط جناب تھا۔ جس میں صاف صاف صورت مذکورہ کو شرک اور ادنٰی درجہ شائبہ شرک قرار دیا۔ اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحاب قبور کے انکار سماع بلکہ استحالہ و امتناع سے کام لیا۔ تحریر شریف یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اسمیں شک نہیں کہ زیارت قبور مومنین خاصہ بزرگان دین، اور پڑھنا درود شریف اور سورۂ فاتحہ وغیرہ کا اور ثواب خیرات اموات کو بخشنا مندوب و مسنون ہے۔ جس پر حدیث شریف جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔ نص صریح ناطق۔ لیکن بزرگان اہل قبور کو خطاب طلب دعائے حاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ وشبہہ شرک نہیں، کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اموات

---

[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور بعبارت صور محال ۔ اگرچہ بعض اموات کو بوجہ[1] قطع تعلق از مادہ زیادت[2] ادراک بھی حاصل ہو۔ لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلا توجہ خاص جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر اور بحیز اختیار پروردگار عالم ہے ۔ بروقت دعا زائر کے وہ بزرگ اسکی دعا کو سن لیں جب زائر بلاحصول علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے ۔ اور نہیں ہے یہ اعتقاد مگر شرک ۔ اور ادنے ادرجہ شائبہ وشبہہ شرک تو ضرور ہوا ۔ جس سے احتراز واجتناب لازم وواجب ۔ فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تمام موجود از انجملہ ہے ۔ سورہ یوسف میں وما یؤمن اکثرھم باللّٰہ الا وھم مشرکون اور حدیث شریف میں ہے من حلف بغیر اللّٰہ فقد اشرك اور اس حرمت کا سبب سوائے اسکے نہیں کہ حالف کی اس قسم غیر خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع وضرر رساں جانتا ہے ۔ جو معنًا شرک ہے واللہ تعالٰی اعلم

مہر شریف

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ تر حیرت یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلافات محدثہ میں آج تک نظر سے نہ گزری تھی ۔ گمان یوں تھا کہ قصدًا احتراز فرماتے ہیں ۔ بلکہ غلو منکرین کو خود بھی لائق انکار ٹھہراتے ہیں ۔ طرفہ تر یہ کہ پہلی بسم اللہ ظلم کرا دن رستم ملا قولوں کہ طرز ارشاد فریقین کے متضاد پھر سراپا ناتمامی تقریب وناکامی مدعا ۔ واجنبیت دلیل وبے تعلقی دعوے اگرچہ حضرات نجدیہ کا قدیمی دستور ۔ مگر فضیلت سے نہایت دور فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حد تک منظور ولہذا ان سطور میں نام نامی مستور وناسطور مگر اظہار حق بنص قرآن ضرور اور حدیث صحیح میں الدین النصح لکل مسلم ماثور ۔ میرا قصد تھا کہ اس مسئلہ میں تحقیق بالغ وتنقیح بازغ سے کام لوں ۔ اور تفصیل جامع وتحریر لامع سے اختتام دوں کر

---

[1] عجیب لطیفہ غیبی اقول وباللہ التوفیق ۔ ذی علم اگرچہ لغزش کریں پھر بھی سخن حق اون کے کلام میں اپنی جھلک دکھاہی جاتا ہے ۔ یہ بوجہ مولوی صاحب نے ایسے فرمائے جن نے مذہب حق کی وجہ موجہ ظاہر کردی میں عرض کروں ۔ جب زیادت ادراک کی وجہ علائق مادی کا انقطاع ہے تو وہ عمومًا ہر میت کو حاصل کہ موت خود اسی قطع تعلق مادی کا نام ہے ۔ تو بعض اموات کی تخصیص محض بے وجہ ۔ بلکہ تمام اموات کو حاصل ہونا چاہئے اور بیشک ایسا ہے اسی لیے اکابر محققین تصریح فرماتے ہیں کہ موت کے بعد کا ادراک بہ نسبت ادراک حیات کے صاف تر اور روشن تر ہے ۔ بقدر آخر میں اسکی بعض تصریحیں آئیں گی ۔ زیادہ نہیں تو نوع دوم مقصد سوم مقال چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کا قول ملاحظہ ہو جائے ۔ منہ

[2] مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس قول کی طرف مشیر ہیں جس کا ایک پارہ نوع ۲ مقصد ۳ مقال ۴ میں مذکور ہوگا ۔ اور تتمہ جس نے ادھی وہابیت کا کام تمام کردیا عنقریب سوال ۱۵ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی ۔ اوس میں شاہ صاحب نے بے شائبہ شبہہ ثابت مانا ہے کہ اللہ تعالٰی نے بعض اولیائے کرام کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے ۔ مولوی صاحب کے لفظ بیان ایسے واقع ہوئے جو اقرار وانکار دونوں کا پہلو دیں خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خاطی پائیں اور اپنی اگر مگر کو اساغت یا فرض ہی پر محمول رکھیں تاہم ہمیں مضر نہیں ۔ نہ آپ کے کلام کی اصلاح کرسکتا ہے مکابرتی ۔ ان شاء اللہ تعالٰی منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

براہین اثبات کا حصر وافی ہو۔ ازاحت شبہات کا احاطہ کافی ہو۔ مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے متزلزل اور اکثر اوہام جوادھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباء منثورا تو مجھے بہت کم زحمت و کم مشقت ہوئی۔ اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریر خاص پر جو اعتراضات میرے ذہن میں ہیں۔ مگر آرش تحریر کے پیچھا کشا روا احادیث و اقوال علمائے قدیم و حدیث و تبدّے بحث اصل مدعا۔ یعنی ارواح طیبہ سے طلب دعا۔ اور بعد وصال اون کا فیض و نوال لکھ کر ختم کلام کرکے اور بقیہ تحقیقات باہرہ و تدقیقات قاہرہ جو بحمد اللہ حاضر خاطر بندۂ قاصر ہیں۔ انھیں بشرط جواب مولوی صاحب دور آئندہ پر محول رکھوں۔ باایں ہمہ یہ مختصر رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کردے گا کہ مولوی صاحب کی یہ چند سطری تحریر اور اوس پر سوا اون کے اصل مذہب کے چارسو وجہ سے دارو گیر۔ واللہ المعین وبہ استعین

المقصد الاوّل فی الاعتراضات وازاحۃ الشبہات

اور اس میں دو نوع ہیں۔ نوع اوّل۔ اعتراضات مقصودہ میں۔ شاید مولوی صاحب نام اعتراضات سے ناراض ہوں لہٰذا اسکا کہ پیرایۂ سوال میں اعتراض ہوں فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

سوال (۱) جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محال عقلی یا شرعی یا عادی بر تقدیر اوّل۔ کاش کوئی برہان قاطع اس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ یہ حائل مانع احساس نہ ہو۔ اگر کہیے نہ تو ان اللہ علی کل شیئ قدیر کا کیا جواب۔ اور فرمائیے ہاں تو استحالہ کہاں۔ بر تقدیر ثانی آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ سے ثابت کیجئے کہ جب تک یہ حجاب حائل رہیں گے ابصار و سماع نہ ہو سکیں گے۔ الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں بر تقدیر ثالث، عادت اہل دنیا مراد یا عادت اہل برزخ۔ درصورت اول کیا دلیل ہے کہ مانع دنیوی عالم برزخ بھی ہے۔ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے۔ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرق عادت۔ اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ کفار بھی، احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں۔ درصورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیونکر جانی اموات نے تو آکر بیان ہی نہ کیا۔ اور طریقے سے علم ہوا تو ارشاد ہو۔ اور ماسوا کہ دعوے بتمامہا زیر لحاظ رہے۔

سوال (۲) اسی تشقیق سے احد الشقین الاولین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اُس کا اول رادکہ محال عقلی صالح تعلق اذن نہیں۔ اور محال شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔ دربرشق ثالث اوسکا اعتقاد ممکن کا اعتقاد کہ ہر محال عادی ممکن عقلی ہے اور شرک اعظم محالات عقلیہ کا اعتقاد تو اعتقاد ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی بین الفساد و بعبارۃ اخریٰ

---

[1] اصل مذہب سے کبرائے مذہب مولوی صاحب کی نصرت مراد ہے۔ کہ بیشتر جادہ ہے۔ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اوضح واجلی۔ جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ بعض اموات کو ایسی زیادت ادراک عطا ہوتی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں، تو باذن اللہ دعائے زائر سن سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی قادر ہے یا نہیں کہ یہ قوت اونھیں ہر وقت کے لیے بخشے، برتقدیر انکار سخت مشکل۔ افعیینا بالخلق الاوّل۔ درصورت اقرار میت یہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں۔ میں جانتا ہوں ہاں نہ کہیے گا۔ اور جب نہ کی ٹھہری تو میں عرض کروں وہ وصف جس کے ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی۔ اوس کے اثبات سے خدا کا شریک ہونا کیونکر قرار پایا۔ اور جس کی حقیقت شرک نہیں اوسکا گویا شائبہ کیونکر ہوا۔

سوال (۳) کیا آدمی اوسی کام کو حلال جانے جس کے بکار آمد ہونے پر یقین رکھتا ہو۔ باقی کو حرام سمجھے یا صرف امید کافی اگرچہ علم نہ ہو۔ درصورت اولٰی واجب کہ نماز و روزہ اور تمام اعمال حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ بے قبول بکار آمد نہیں اور ہم میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اوسکے اعمال قطعاً مقبول۔ درصورت ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک ہونا مسلم کہ توجہ خاص باذن اللہ دعائے زائر سُن لیں تو وہاں کرم الٰہی سے ہر وقت اُمید و توقع موجود کہ سننے کا علم نہیں، تو نہ سننے پر بھی جزم نہیں۔ پھر کلام کیوں کر ناروا ہوسکتا ہے۔ جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظ خاطر رہے۔

سوال (۴) یہ تو ظاہر کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں۔ وہ ہر وقت فراخ دست نہیں ہوتے۔ اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر شخص کے حال خانہ پر اطلاع و وقوف ہے یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں تو جس طرح جناب کے نزدیک زائر بیچاروں نے حضرات اولیاء کو سمیع و بصیر علی الاطلاق مانا، یونہی[1] آپ نے ان بھیک مانگنے والوں، جوگیوں، سادھوؤں کو علیم و خبیر علی الاطلاق جانا، والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی۔ اور اگر فرمائیے نہ تو جبکہ سائل بلا حصول علم مرتکب سؤال ہوتے ہیں۔ آپ کے طور پر گویا اہل بیوت کو معطی (وقدیر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں۔ یا نہیں۔ برتقدیر اول واجب ہوا کہ سؤال شرک ہو تو ادنٰی درجہ شائبہ وشبہہ شرک ضرور ہو۔ حالانکہ بہت اکابر علماء و اولیاء نے وقت حاجت اوس پر اقدام فرمایا ہے۔ حضرت ابوسعید خزاز قدس سرہ العزیز جن کی عظمت عرفان و جلالت شان آفتاب نیمروز سے اظہر ہنگام فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیئاً للہ فرماتے۔ یونہی سید الطائفہ جنید بغدادی کے اُستاد حضرت ابوحفص حداد و حضرت ابراہیم ادہم و امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے وقت ضرورت شرعیہ سوال منقول۔ نقل کل ذلک العلامۃ المناوی فی التیسیر[3] کتب فقہیہ شاہد عادل کہ بعض صورتوں میں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے۔ معاذ اللہ یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبہ شرک کا فرض ہونا ہوگا۔ برتقدیر ثانی

---

[1] اگر تسلیم تحقیقی ہے تو امر ظاہر اور بطور تجویز و تقدیر ہے۔ تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت ان کہ پھر اوس کلام کی کیا گنجائش ہے۔ یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہیے۔ ۱۲ منہ

[2] تنبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقض اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم وخبیر مطلق نہ فقط اوتنا سمیع وبصیر مطلق۔ ۱۲ منہ

[3] تحت قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یأکل الجمر ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

زائر بیچارہ بلاحصول علم سوال کرنے پر کیوں ان الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (۵) جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جاکر جس وقت بات کیجئے سن لے۔ اس قدر سے اوسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جاکر جب کسی نے بات کی ہے، آپ کے کان تک پہنچی ہے اور فرمایئے: تو مزار پر جاکر کلام کرنے سے سمیع علی الاطلاق جانا کیونکر سمجھا گیا۔

سوال (۶) زمانہ وجود مخاطب کے استغراق ازمنہ باوصف خصوص مکان کو جناب نے مثبت سمع علی الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنہ وجود و امکنہ دنیا بدرجۂ اولٰی موجب ہوگا۔ اب کیا جواب ہے اوس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی وعقیلی اور ابن النجار و ابن عساکر و ابوالقاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو فرماتے سنا ان للّٰہ تعالٰی ملکا اعطاہ اسماع الخلائق (زاد الطبرانی کلہا) قائم علٰی قبری (زاد الی یوم القیامۃ) فما من احد یصلی علی صلاۃ الا ابلغنیہا۔ بیشک اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہان کی بات سن لینی عطا کی ہے۔ وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے جو مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھ سے عرض کرتا ہے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یوں فرماتے ہیں ای قوۃ یقتدر بہا علی سماع ما ینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرہما (زاد المناوی فی ای موضع کان)۔ یعنی اللہ تعالٰی نے اوس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہا تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اوسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو۔ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثروا الصلاۃ علی فان اللہ تعالٰی وکل لی ملکا عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذلک الملک یا محمد ان فلان بن فلان یصلی علیک الساعۃ مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالٰی نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے۔ جب کوئی امتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجی ہے۔ اللّٰہم صل وبارک علی ہذا الحبیب المجتبٰی والشفیع المرتجی وعلٰی اٰلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین صلاۃ تدوم بدوامک وتبقی ببقائک کما ہو اہل لہ وکما انت اہل لہ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین ؎

جاں بیدہم درآرزو اے قاصد آخر باز گو
در مجلس آں نازنیں حرفے کہ از ما میرود

بھلا ارشاد ہو، اولیائے کرام تو خاص حاضران مزار کی بات سننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں، یہ بندۂ خدا کہ بارگاہ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جدا نہیں ہوتا اور وہیں کھڑے کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دنیا کی آوازیں سنتا ہے اسے کیا قرار دیا جائے گا۔ آپ کو تو کیا کہوں مگر ان نجدی شرک فروشوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نے نہ خدا کی قدرت دیکھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرماسکتا ہے۔ نہ اسکی عظمت صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذراسی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے، ماقدروا اللہ حق قدرہ۔

سوال (۷) کیا بات سننے کے لئے صورت دیکھنی بھی ضرور، ورنہ عجب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں۔ اور فرشتہ مذکور آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق ملکہ اس سے بھی کچھ زائد۔ ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکر مفہوم ہوا۔ عموم و اطلاق تو بالائے طاق۔

سوال (۸) بفرض لزوم سماع کلام کو مطلق بصر درکار ہو رؤیت مخاطب سے حاصل۔ یا بصر مطلق علی الاول ملازمت باطل۔ وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوق الٰہی بہری اور کسی بات کا سننا کسی غیر خدا کے لئے ماننا مطلقاً مستلزم شرک ہو تو سب مشرک ہیں یا ہر ذی سمع بصیر علی الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللہ۔

سوال (۹) اون اولیا کی زیادت ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں تو اوسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں نہ استلزام عدم تو دونوں صورتیں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیونکر ہوسکتا ہے۔ غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے۔

سوال (۱۰) مجھے نہیں معلوم کہ قرآن عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جاکر کلام وخطاب کرنا شرک یا حرام ہے۔ یا اتنا ہی ارشاد ہوا ہو، جو ایسا کرتا ہے گویا اصحاب قبور کو سمیع یا بصیر علی الاطلاق مانتا ہے۔ اور حضرت کی صحت استدلال انھیں امور پر مبنی۔ آپ فرماتے ہیں فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود۔ میں مقامات متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا، ایک ہی آیت فرمادیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور فرمایا ہو۔ بینوا توجروا۔

سوال (۱۱) سورۂ یوسف کی آیۂ کریمہ کہ تلاوت فرمائی اوسکا ترجمہ ومطلب میں کیوں عرض کروں۔ مولوی اسمٰعیل سے سنیے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے۔ "نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں۔ یعنی اکثر لوگ جو دعوئے ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں" انتہی۔ خدارا اس میں مزارات اولیاء پر جانے یا اون سے کلام وخطاب کرنے کا کونسا حرف ہے۔ استغفراللہ! نام کو بو بھی نہیں۔ تصریح تام تو بڑی چیز ہے۔ پھر اوس آیت سے جناب کا کونسا دعوٰے ثابت کیا یا حضار مزار کو کیا الزام دیا۔ اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام تصریح تام تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآن عظیم کی آیت پیش کرسکتا ہے۔ مثلاً فلسفی کہے توسیط عقول حق ہے۔ ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیاء متکثرہ اوس واحد حقیقی سے بالذات صادر ہوئی ہوں۔ اور یہ خدائے عزوجل پر افترا۔ فان الواحد لایصدر عنہ الا الواحد اور اللہ تعالٰی پر افترا حرام قطعی۔ قرآن حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود۔ ازانجملہ ہے، سورۂ انعام میں ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون۔ یا نصرانی کہے انکار تثلیث گناہ عظیم ہے کہ تثلیث آیت انجیل محرف سے ثابت اور آیت الٰہیہ کی تکذیب موجب عذاب شدید۔ فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود ازانجملہ ہے۔ سورۂ عنکبوت میں وما یجحد بایٰتنا الا الظٰلمون ارشاد فرمایئے کہ ان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تقریروں سے اون کی استدلال تام ہوگئی۔ اور اون کے جھوٹے دعوے معاذاللہ قرآن عظیم نے ثابت کردیئے حاش للہ،
واستغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ میں نہیں چاہتا کہ عیاذاباللہ فلاں وہماں کی طرح آیات الٰہیہ کو اون کے مرجع
ومحل سے بیگانہ کرکے بزور زبان دوسری طرف پھیرا جائے ورنہ حضرات منکرین کے مقابل آیۂ کریمہ کما یئس الکفار من
اصحاب القبور۔ بہت اچھی طرح پیش ہوسکتی ہے۔ اور وہ اس آیت کی بہ نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل ر
موقع سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ اہل قبور سے کافرلوگ ناامید ہوبیٹھے۔ اب غور کرلیا جائے کہ کون لوگ
اہل قبور سے اُمید رکھتے ہیں۔ اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صنف آخر من ھذا النوع

یہاں اون اکابر خاندان عزیزی کے بعض اقوال رنگ تحریر فرمائیں گے جنہوں نے بے حصول علم ارتکاب سوال جائز رکھا اور مولوی
صاحب کے طور پر شرک خالص یا ہارے درجے شائبہ شرک میں گرفتار ہوئے۔

سوال (۱۲) شاہ ولی اللہ ہمعات میں حدیث نفس کا علاج بتاتے ہیں۔ بارواح طیبۂ مشائخ متوجہ شود و برائے
ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود وازانجا انجذاب دریوزہ کند اقول اولاً۔ جناب کے نزدیک مزارات اولیاء سے
بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے۔ افسوس وہاں تو اون سے دعا منگوانا شرک ہوا جاتا تھا۔ یہاں خود اون سے بھیک مانگی جاتی ہے
ثانیاً کسی سے بھیک مانگنی یونہی معقول کہ وہ اسکی غرض سنے اور اُسکی طرف توجہ کرے۔ ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک
مانگنا۔ مگر آپ فرماچکے کہ توجہ خاص کا انکشاف حال خارج از علم زائر و بجیز اختیار پروردگار عالم ہے۔ اب جو یہ بھیک مانگنے والا
شاہ صاحب کے حکم سے، بےحصول علم مرتکب سوال کا ہے اوس نے گویا اہل قبر کو سمیع وبصیر علی الاطلاق قرار دیا۔ یا نہیں۔ اور
شاہ صاحب یہ شرک خالص یا شائبہ شرک تعلیم کیا یا نہیں۔ اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہوا
یا نہیں۔ بینوا توجروا ثالثاً: اونہوں نے مزار پر جاکر گدائی تو پیچھے بتائی۔ پہلے گھر ہی بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرا رہے
ہیں۔ اب تو اطلاق کا پانی سرسے اونچا ہوگیا۔

سوال (۱۳) اونھیں شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ؎

آنانکہ زاد ناس بہی جستند | با لجۂ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشان بجو | دروازۂ فیض قدس ایشان ستند

اور مکتوب شرح رباعیات میں خود اسکی شرح یوں کی۔ یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح وسر نفع بلیغ دارد۔
اقول کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلاحصول علم اُن کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک ہوگئے۔

سوال (۱۴) یہی شاہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں۔ اُن کی عبارت عربی لاکر ترجمہ کروں۔ اس سے یہی بہتر کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری مصنف نصیحۃ المسلمین کا ترجمہ نقل کرون۔ یہ صاحب بھی عمائد و کبرائے منکرین سے ہیں، شفاء العلیل میں کہتے ہیں۔ مشائخ چشتیہ نے فرمایا قبرستان میں میت کے سامنے کعبہ معظمہ کو پشت دے کر بیٹھے۔ گیارہ بار سورہ فاتحہ پڑھے پھر میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح اور یا روح الروح کی دل میں ضرب کرے۔ یہاں تک کہ کشائش و نور پائے پھر منتظر رہے اوس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو۔ اسکی دل پر آہ ملخصا۔ اقول اولاً اس ندائے یا روح کا حکم ارشاد ہو۔ ثانیاً یہ سائلان فیض جو بتقریر و تسلیم و اشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب جاہا بلا حصول علم قبور کے سامنے یا روح یا روح کرنے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے۔ آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع و بصیر و معطی و مفیض علی الاطلاق مان کر اور مان کر و مترجم بتا جتا کر مشرک ہوئے یا نہیں۔

سوال (۱۵) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں، وہیں جہاں اُنھوں نے بعض خواص اولیاء کو ایسی زیارت ادراک منی لکھی ہے یہ بھی فرماتے ہیں کہ اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا مینمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند۔ کیسے زیادت ادراک مسلم۔ مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب و بجیز احتیاط پروردگار عالم ہے۔ پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکر مصداق اون لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے۔ کیوں کر صحیح و مقبول ٹھہری، یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابوعلی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے روحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے، اور اون کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے۔ اھ نقلہ الملہوری فی شفاء العلیل۔ ثانیاً۔ ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل اون سے مانگتے اور پاتے ہیں، ملحوظ خاطر رہیں۔ کس دھوم دھام سے ارواح اولیاء کو حاجت روا مشکل کشا بتایا ہے۔ واللہ۔ کہا سچ اگرچہ برا مانیں ناواقف

ع۔ الناس اعداء لما جہلوا ہ — غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے

قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

سوال (۱۶) اوسی تفسیر عزیزی میں دفن کو نعمت الٰہی ٹھہرا کر اوسکے منافع و فوائد میں لکھتے ہیں۔ از اولیائے مدفونین انتفاع و استفادہ جاریست۔ اقول۔ انتفاع تک خیر تھی کہ بے قصد منتفع بھی ممکن استفادہ نے غضب کر دیا۔ کہ وہ نہیں۔ مگر طلب فائدہ۔ پھر کیا اچھا نفع دفن میں نکالا۔ کہ بندگان خدا بے حصول علم مرتکب سوال ہو کر معاذ اللہ مشرک ہوتے ہیں۔ ثانیاً۔ لفظ جاری ست پر لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں۔ مگر مسلمانوں میں جاری ہونا۔ اور جو مسلمانوں میں جاری ہرگز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہرگز مسلمان نہیں۔

سوال (۱۷) مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں۔ اور حاشیہ مکتوبات ولویہ پر انھیں شاہ صاحب سے اون کی نسبت منقول ہند و عرب و ولایت میں ایسا جامع کتاب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سنت نہیں۔ بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے۔ اھ ملخصا مترجما۔ یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں "نسبت بآنجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ می رسد۔ وفقیر را نیازی خاص بآنجناب ثابت است، در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد۔

سوال (۱۸) آگے فرماتے ہیں۔ یکبار قصیدہ کہ مطلعش اینست ؎

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر
ز انگشت ید اللٰہی امیر المومنین حیدر

بجناب ایشاں عرض نمودم نوازشہا فرمودند۔ اھ۔ اقول اولًا۔ جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہ مشکلکشائی کی طرف توجہ کرتے تھے۔ اونھیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولا کرم اللہ وجہہ الاسنی اس وقت میری طرف متوجہ ہیں۔ یا میری طرف توجہ ے التفات نہ فرمائینگے۔
ثانیًا۔ یونہیں جب قصیدہ عرض کرنے بیٹھے کیا جانتے تھے کہ حضرت والا اس وقت سن لیں گے۔ تو ان سب اوقات میں بے حصول علم مرتکب عرض و توجہ ہوکر انہوں نے جناب اسد اللٰہی کو سمیع و بصیر علی الاطلاق ٹھہرایا۔ اور حضرت کے طور پر وہ بڑا لقب پایا یا نہیں۔
ثالثًا۔ مزار پر جاکر کلام و خطاب تو وہ آفت تھا۔ مرزا صاحب جو بے حضور مزار ہی توجہیں کرتے قصیدے سناتے ہیں اون کے لیے حکم کچھ زیادہ سخت ہوگا یا نہیں۔ رابعًا۔ اس نیازی خاص پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا اون جہال کے وہم کا جو نیاز کے لفظ کو خاص بجناب بے نیاز مانتے اور اسی بنا پر فاتحہ فاتحۂ حضرات اولیاء کو نیاز کہنا شرک و حرام جانتے ہیں۔ خامسًا۔ یہ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کیلیے ارواح طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں۔ اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباع شریعت میں یکتا و بے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا، بالائے طاق سرے سے متبع سنت بلکہ از روئے ایمان تقویۃ الایمان راسًا مسلم و موحد کہا جائے گا یا نہیں۔

سوال (۱۹) شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے۔ وہ بھی اس شرک عالم گیر سے محفوظ نہ رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں وایضا تادب شیخنا عبدالرحیم علٰی روح جدہ لامہ الشیخ رفیع الدین محمد شفاء العلیل اس کا ترجمہ یوں کیا "اور بھی ہمارے مرشد شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے۔ اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی روح سے"۔ اور حاشا یہ فیض یوں نہ تھا کہ ادھر سے بے طلب آیا ہو۔ بلکہ یہی جاکر قبر پر متوجہ ہوا کرتے۔ خود شاہ ولی اللہ اپنے والد ماجد سے انفاس العارفین میں ناقل: می فرمودند مرا در مبدء حال بمزار شیخ رفیع الدین اتفاق افتادے بیداشد۔ آنجا میرفتم و بقبر شان متوجہ میشدم الخ۔ یارب جب مولوی اسمٰعیل کے اساتذہ و مشائخ سب گرفتار شرک ہوئے یہ کہ اونھیں کے خوشہ چین اونھیں کے نام لیوا اون کے مداح اون کے مقلد کیونکر مومن موحد رہے۔ ع وحسن نبات الارض من کرم البذر

صنف آخر من ھذا النوع

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس میں وہ سوالات مذکور ہونگے جو مولوی صاحب کے استدلال دوم یعنی تمسک بحدیث من حلف الخ سے متعلق ہیں۔

سوال (۲۰) حدیث من حلف بغیر اللّٰہ فقد اشرک[1] کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی۔ ذرا کتب ائمہ حدیث وفقہ پر نظر کر کے ارشاد ہو جائے کہ کلمات علماء سے کہاں تک موافق ہے۔ فقیر بہت ممنون احسان ہوگا اگر ایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا۔ الفاظ شریفہ پیش نظر رہیں کہ اس حرمت کا سبب سوا اسکے نہیں الخ

سوال ۲۱۔ اعتقاد نفع وضرر پر کس قسم کی دلالت، کس قسم کی دلالت آیا لغۃً اوسکے معنے سے یہ امر مفہوم یا عقلاً خواہ عرفاً لازم وملزوم۔ کہ آدمی اوسی کی قسم کھائے جس سے نفع وضرر کی اُمید رکھے۔

صدر اسلام میں جو صحابہ کرام کعبہ معظمہ کی قسم کھاتے کما رواہ النسائی وغیرہ اُس وقت وہ کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے۔ بینوا توجروا۔

سوال (۲۲) غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے یا خاص اوس صورت میں کہ اوسے نفع وضرر میں مستقل بالذات مانے۔ بر تقدیر اول یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہان شہد کو نافع اور زہر کو مضر جانتا ہے۔ سچے دوست سے نفع کی اُمید۔ پکے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت حاکم کی اطاعت اسی لیے کرتے ہیں کہ دینی یا دنیوی نفع کی توقع ہے۔ مخالف مذہب سے احتیاط سانپ سے احتراز اسی لیے رکھتے ہیں کہ روحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔ خود قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے اٰباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے اون میں کون تمھیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔ اور فرماتا ہے وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللّٰہ وہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہونچا سکیں گے بے حکم خدا کے۔ صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی۔ حضور سید عالم صلے اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع دے سکے نفع دے۔ امام احمد وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ بسند حسن مالک بن قیس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ حضور پر نور سید عالم صلے اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من ضار ضار اللّٰہ بہ ومن شاق شق اللّٰہ علیہ جو کسی کو ضرر دے گا اللّٰہ تعالٰی اوسے نقصان پہونچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا۔ اللّٰہ تعالٰی اوسے مشقت میں ڈالے گا۔ حاکم کی حدیث میں ہے مولٰی علی کرم اللّٰہ تعالٰی وجہہ نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے حجر اسود کی نسبت فرمایا بلٰی یا امیر المومنین یضر وینفع۔ کیوں نہیں اے امیر المومنین یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہونچائے گا۔ الحدیث۔ بر تقدیر ثانی۔ واقع ونفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عادل لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں۔ اور ہرگز اون کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع وضرر کی مالک ہیں۔ نہ ہرگز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے۔ بھلا حضرت نابغہ جعدی رضی اللّٰہ

---

[1] ذکر نسخ نافع نہ ہوگا۔ کیا شرک وتوحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے اس قول کے کیا معنی ہیں ؎ لعمری وما عمری علی بھین ؛ لقد نطقت بطلا علی الاقارع اور جناب کے نزدیک اوس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وغیرہا پیشوایان دین رضی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھانی مروی۔ کہ خادم حدیث پر مخفی نہیں۔

سوال (۲۳) غیر قسم غیر سے تو آپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر ہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رسان جانتا ہے۔ بگمان جناب اتنی ہی بات پر شرع مطہرہ میں بنائے تحریم ہوئی، حالانکہ اوسکے دل کا حال خدا جانے۔ اب اون کی نسبت حکم ارشاد ہو، جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع و ضرر رسان بلکہ مالک نفع و ضرر بتائیں۔ اور وہ بھی کسے اوس شقی کو جو دعوئ الوہیت رکھتا ہو۔ اور یہ سون خران بے عقل نے اوسے پوجا ہو۔ وہ کون فرعون بے عون۔ نسئال اللہ عن حال الصون۔ شاہ عبد العزیز صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی۔ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔ تعظیم بادشاہ صاحب اقتدار کہ مالک نفع و ضرر باشد فی الجملہ وجہ معقولیت دارد۔ گوسالہ لایعقل کہ در ولادت و حمق ضرب المثل باشد ﷺ وجہ شایان تعظیم نیست۔

سوال (۲۴) یہ تو آیندہ عرض کروں گا کہ طلب دعا کو اعتقاد نفع و ضرر سے کتنا تعلق۔ بالفعل اوسے یونہیں فرض کرکے گزارش کرلوں کہ دعا منگوانے میں تو وہ اعتقاد نفع و ضرر نکالا۔ جو معنًی شرک۔ حالانکہ وہ خود اون سے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں۔ پھر (۱) اون کے مزارات عظیمۃ البرکات پر حاضر ہوکر خود اون سے بھیک مانگنا (۲) یاروح یاروح پکار کر اون کے فیض کا منتظر رہنا (۳) اپنی مشکلوں کا اون سے حل چاہنا (۴) بیمار پڑیں تو شفا ملنے کو اون کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنف سابق میں منقول ہوئے اون میں کتنا اعتقاد نفع و ضرر ثابت ہوتا ہے اور (۵) لفظ انتفاع واستمداد تو خود بمعنے نفع یافتن وفائدہ خواستن راس کا قصد بے اعتقاد نفع کس عاقل سے معقول۔ ہاں ہاں انصاف کیجیے تو دعا طلبی سے دریوزہ گری وحاجت خواہی کہیں زیادہ ہے۔ اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے اگر سبب ظاہری ومظہر عون باری جانا تو خالص حق اور معاذ اللہ مستقل مانا تو نرا شرک۔ بخلاف طلب دعا کہ وہاں نفس کلام مطلوب منہ کی غلامی وبندگی اور حضرت غنی جل جلالہ کیطرف محتاجی پر دلیل واضح۔ یہاں تک کہ توہم استقلال سے اوس کا اجتماع محال کما لایخفی علی اولی النھی۔ باایں ہمہ اگر یہ شرک ہے تو اوس کے لیے تو کوئی لفظ مجھے شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق ٹھہرائیں ع ضاق عن وصفکم نطاق البیان۔

سوال (۲۵) اگر مان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اسی لیے حرام ہوئی تو اوس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ۔ کیا کسی سے دعا کے لیے کہنے میں بھی اوسی طرح کے نفع و ضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معنًی شرک ہے (۱) خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دعا چاہی۔ جب وہ مکہ معظمہ جاتے تھے ارشاد فرمایا لاتنسنا یا اخی من دعائك اسے بھائی اپنی دعا میں ہمیں نہ بھول جانا۔ رواہ ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

احمد و ابن ماجہ کی روایت میں ہے فرمایا اشرکنا یا اخی فی صالح دعائك ولا تنسانا۔ بھائی اپنی نیک دعا میں ہمیں بھی شریک کرلینا۔ اور بھول نہ جانا۔ (۲) حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔ جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ التثبیت فانہ الاٰن یسأل اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دعا مانگو کہ اب اوس سے سوال ہوگا۔ رواہ ابوداؤد والحاکم والبیہقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ (۳) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لك قبل ان یدخل بیتہ فانہ مغفور لہ۔ جب تو حاجی سے ملے سلام و مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دعا اس سے منگوا کہ وہ بخشا ہوا ہے (۴) حضور نے اویس قرنی رضی اللہ تعالٰے عنہ کا ذکر کرکے صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم کو حکم دیا فمن لقیہ منکم فلیأمرہ فلیستغفر لہ تم میں جو اسے پائے اپنے لیے اوس سے دعائے بخشش کرائے اخرجہ مسلم والبیہقی عن عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ایک روایت میں ہے۔ حضرت فاروق کو بالتخصیص بھی حکم ہوا اون سے دعا کرانا کہ وہ اللہ کے حضور عزت والا ہے۔ اخرجہ الخطیب وابن عساکر (۵) حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اون سے دعا چاہی۔ اخرجہ ابن سعد والحاکم وابو عوانۃ والرویانی والبیہقی فی الدلائل وابو نعیم فی الحلیۃ کلہم من طریق اسیر بن جابر عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ (۶) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق و امیر المومنین مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہما دونوں کو حضرت اویس سے طلب دعا کا حکم تھا۔ دونوں صاحبوں نے اپنے لیے دعا کرائی اخرجہ ابن عساکر (۷) امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یازدہم میں بسند صحیح[1] بطریق ابو معٰویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالك الدار رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں۔ قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل[2] الی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق اللہ لامتك فانہم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرہم انہم سیسقون الحدیث۔ یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا۔ ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے مزار اقدس حضور بیکسان صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اپنی اُمت کے لئے اللہ تعالٰے سے پانی مانگیے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ رحمت عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اون صحابی کے خواب میں تشریف لائے۔ اور

---

[1] نص علی صحتہ الامام القسطلانی فی المواہب ۱۲ منہ

[2] ہو بلال بن الحارث المزنی الصحابی کما عند سیف فی کتاب الفتوح ۱۲ زرقانی شرح مواہب۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ارشاد فرمایا۔ عمر کے پاس جاکر اوسے سلام پہونچا۔ اور لوگوں کو خبر دے کہ اب پانی آیا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کر کے کہتے ہیں۔ رواہ ابو عمر فی الاستیعاب۔

تنبیہ نبیہ: یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلب دعا میں۔ اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مسئولہ مسائل ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔ یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو بات شرک ہے اُس کے حکم میں احیا و اموات وانس وجن وملائک وغیرہم تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں۔ کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہو سکتا تو امور شرک میں حیات وموت سے تفرقہ۔ جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوۂ قدیمہ ہے۔ دائرۂ عقل وشرع دونوں سے خروج کیا۔ زندے خدا کے شریک ہو سکتے ہیں۔ صرف شرکت اموات ہی ممنوع ہے۔ مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم غیر مرجا کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مرے زندے کسی کی حلال نہیں۔ یونہیں اگر طلب دعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہوگا۔ بلکہ یقینًا احیاء سے دعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی۔ کہ خدا کا شریک نہ ہو سکنے میں زندے مردے سب ایک سے۔ ولہٰذا شیخ شیوخ علمائے ہند مولانا و برکتنا سیدی شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا اگر این معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک وتوجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود۔ توسل وطلب دعا از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات نیز و این ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است در دین عزیز یہ نکتہ بہت بکار آمد ہے۔ اور اکثر اوہام وشبہات کا رد۔ فاحفظ تحفظ وتحفظ من الرشد باوفی حظ۔

نوع دوم۔ مخالفات مولوی صاحب وہم مذہبان مولوی صاحب میں۔ یہاں اس امر کا ثبوت ہوگا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہب منکرین سے بھی موافق نہیں۔ بوجوہ عدیدہ و اصول وفروع طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہل حق سے بعض باتوں میں گو نہ موافقت فرمائی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہو اور خود مولوی صاحب اون مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں۔ نہیں۔ نہیں۔ بلکہ بہت وہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہو گئیں۔ کہ ظاہر ہوئے پر خود بھی آپ کو گوارا نہوں۔ اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر۔ دیکھیے تو یہیں کتنے مسائل نزاعیہ طے ہوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (۱) مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ زیارت قبور مومنین خاصۃً بزرگان دین مندوب ومسنون ہے یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق۔ مگر صاحب مائۃ مسائل کے بالکل خلاف۔ اونھوں نے جو قسم زیارت شرعًا بلا کراہت جائز مانی اوس میں مزارات عالیہ حضرات اولیاء اور ہر شرابی زناکار کی قبر یکساں جانی۔ حیث قال۔ دریں قسم زیارت کردن معتبر ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابر است۔ پھر اوس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ آگے اولٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا۔ بلکہ از زیارت قبور اغنیاء وملوک زیادہ تر عبرت حاصل میگردد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مطلب یہ کہ جس[1] فائدہ کے لیے شرع نے زیارت قبور جائز کی ہے، وہ مزارات اولیا میں ہرگز ایسا نہیں جیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے، تو آدمی کو چاہیئے وہیں جائے جہاں ڈھوآنے زیادہ پائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مخالفت (۲) مولوی صاحب وقت زیارت قبور، درود وفاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشنا مندوب ومسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا۔ قرآن وحدیث سے درود وفاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں۔ یا قرون ثلاثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں۔ ورنہ مذہب واستنان درکنار اصول طائفہ پر کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (۳) سوال سائل میں درود وفاتحہ دونوں کا معاً پڑھنا مذکور تھا۔ اور اوسی پر حضرت کا جواب وارد۔ بالفرض اگر فرداً فرداً ان کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں، تو اصول طائفہ پر ہیئات اجتماعیہ محل کلام رہیں گی۔ اس بنا پر آپ کو حکم بدعت دینا تھا۔ یا تسلیم فرمایئے کہ بعد حسن آحاد حسن مجموع میں کلام نہیں۔ جبتک خصوص اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو

مخالفت (۴) متکلمین طائفہ کی تقریریں گواہ کہ جو فعل فی نفسہ حسن ہو مگر عوام میں اُن کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری۔ وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں۔ نہ کہ مفاسد سے منع۔ اور اصل کی تجویز کریں جب آپ کے نزدیک زیارت مزارات متبرکہ بطور شرک رائج کہ استمداد مذکور شائع ومشہور۔ تو اُصول طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا نہ مندوب ومسنون۔

مخالفت (۵) مولوی اسحاق مأتہ مسائل میں لکھتے ہیں۔ اذان دادن بعد از دفن بدعت ومکروہ است زیراکہ معہود از سنت نیست وآنچہ معہود از سنت نیست بموجب روایات کتب فقہ مکروہ می باشد۔ وعبارۃ الکتب ھذا یکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھالیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما فی فتح القدیر و

---

[1] اقول وباللہ التوفیق۔ ان مرد عاقل مجرد مأتہ مسائل سے پوچھا چاہیے کہ اگر تمھارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اگر قبور احد وبقیع پر سوبار رونق افروز ہوئے تو بادشاہوں جباروں کے مقابر پر دوسو بار تشریف لیگئے ہوتے۔ تاکہ اُمت کو اعتیاد انفع وافضل کی طرف ارشاد فرماتے یا نہ سہی بارہا سہی کم ہی سہی۔ کبھی ہی سہی ایک ہی بار ثابت کردو کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرما ہوئے ہوں یا قبر غنا کی وجہ غنا تخصیص فرمائی ہو۔ پھر سخت عجب ہے کہ جس خاص امر کیلئے حضور نے زیارت قبور جائز فرمائی اوسکا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیاتم وافر اوسیکو دانا ترک فرمائیں نہ وہ صحابہ کرام میں ہرگز رواج پائے پھر ہر قرن وطبقہ کے اہل اسلام ہمیشہ زیارت مزارات صلحا کا اہتمام واعتبار کھیں۔ نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پر چلو وہاں نفع زائد ملے گا۔ حق یہ ہے کہ مزارات عالیہ حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم کا امر جرت میں بھی ترجیح بمنوع اور مشروعیت زیارت کی غرض اسمیں منحصر ہونا قطعاً باطل اور فروع خود الغیں حضرت کی سلاھر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گی، جو ظاہر کردینگی کہ صاحب مأتہ مسائل نسی ماقدمت یداہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالےٰ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

والبحرالرائق والنہرالفائق والفتاوی العالمگیری. اگرچہ ان عبارات کا مطلب جو صاحب مائۃ مسائل نے ظاہر اعلیٰ
اعلیٰں کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود. مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرماکر وقت زیارت درود وفاتحہ پڑھ کر
ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا.

مخالفت (۶) جناب نے امتناع رویت وسماع کو ان حجب مدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا۔ یہ اتنا باعلی فرانسادی کہ
اموات کو فی انفسہم قوت سمع والبصار حاصل ہے. مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا. ورنہ
اگر خود انہیں راسًا یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی. دیوار بیت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیز
اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے. اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہو جائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا مانا نہ
علم ثانی منکرین ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا، سماعت موتیٰ سوائے سلام جائز است، جواب دیا ثابت نیز
کیا آدمی اُسی وقت میت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دیدیں.

مخالفت (۷) جب آپ کے نزدیک مانع ادراک حیلولت خاک. تو جبتک مٹی نہ دی ہو یا جہاں دفن ہے اس طرح کہ
ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو. جیسے علامہ ابن الحاج مدخل میں اہل مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں
بناتے، بلکہ تہ خانوں میں رکھ آتے ہیں. اور اُن کے لئے دروازے ہوتے ہیں کہ جب چاہو اندر جاؤ باہر آؤ. وہاں کے لئے حکم شرعی کیا
ہو. اگر ایسی جگہ کوئی یوں پکارے اور اموات سے دعا کرنے کو کہے. تو قطعًا مشرک یا شائبہ وشبہہ شرک میں گرفتار ہوگا یا نہیں.
متکلمین طائفہ تو ہرگز نہ مانیں گے. آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں.

مخالفت (۸) الحمد للہ کہ جناب کا طرز کلام اول سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ انک لا تسمع الموتیٰ کو نفی سماع
سے کچھ علاقہ نہیں نہ ہرگز اوس سے یہ معنی مفہوم۔ ورنہ کلام جناب کلام اللہ کے صریح خلاف ہوگا۔ اولًا آیہ کریمہ یقینًا عام ہیں اگر
اوس سے نفی سماع مستفاد ہو تو قطعًا سلب کلی پر دلالت کرے گی۔ پھر آپ ارشاد ربانی کے خلاف بعض اموات کے لئے ایجاب کیونکر
کہہ سکتے ہیں۔ ثانیًا۔ اس تقدیر پر مفاد آیت یہ ہوگا۔ کہ نفس موت منافی سماع ہے۔ نہ یہ کہ موتیٰ کو اصل قوت حاصل، اور عدم
ادراک بوجہ حائل۔ پھر آپ کیونکر برخلاف قرآن حیلولت حجب پر بنائے کار رکھتے ہیں۔ لاجرم واضح ہوا کہ آیہ کریمہ کے صحیح معنی
ذہن سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اوسمیں نفی سماع کا اصلا ذکر نہیں. کما ھو الحق الناصع اور عجب نہیں کہ
اسی لیے آپ نے آیہ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا، ورنہ اسکے ہوتے ہرگز نہ باتوں کی کیا حاجت ہوتی۔ لہذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ
مولوی صاحب جواب میں اوسکی طرف رجعت فرمائیں جواب الجواب پر محول رکھا۔ واللہ الموفق۔

مگر از انجا کہ مقام خالی نہ رہے توفیقہ تعالےٰ بعض جوابوں کی طرف اشارہ کروں۔ فاقول وباللہ استعین

جواب اول. آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے، نہ نفی سماع۔ پھر اوسے محل نزاع سے کیا علاقہ. نظیر اوسکی
آیہ کریمہ انک لا تہدی من احببت ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللہ یہدی من یشاء. یعنی لوگوں کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

پانی کی طرف سے نہیں۔ خدا کی طرف سے ہے۔ یوں ہی یہاں بھی ارشاد ہوا ان اللہ یسمع من یشاء وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں۔ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔ الاٰیۃ من قبیل انك لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔

جواب دوم۔ نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمع قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اسکے یہ معنی نہیں کہ حقیقتاً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ صاف یہی مقصود کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سننے سے اوسے نفع نہیں ہوتا۔ آیہ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے۔ نہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیہ کریمہ انك لاتسمع الموتی۔ کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل ان تسمع الا من یومن باٰیٰتنا فھم مسلمون ۔ تم نہیں سناتے مگر اونھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرماں بردار ہیں۔ اور پر ظاہر کہ پند ونصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی زندگی دنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے۔ پھر اوس سے کیا کام الاٰن وقد عصیت قبل تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔ علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا السماع المنفی فی الاٰیۃ بمعنی السماع النافع وقد اشار الی ذلك الحافظ الجلال السیوطی بقولہ ؎ سماع موتی کلام الخلق حق قد ؛ جائت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب ؛ واٰیۃ النفی معناھا سماع ھدی ؛ لایقبلون ولایصغون للادب ۔ امام ابو البرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیہ سورۃ فاطر فرمایا شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم ۔ مولانا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں فرمایا النفی منصب علی نفی النفع لاعلی مطلق السمع ؛ جواب سوم۔ مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے۔ موتی سے۔ موتی کون ہیں؛ ابدان کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہلسنت وجماعت کا یہی مذہب ہے۔ جسکی تصریحات بعونہ تعالٰی التمہید وفصل اول ودوم نوع اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی من فی القبور سے۔ یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے جسم کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عزو اکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواح کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت وآلام میں۔ امام علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں لانُدعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھو الروح ۔ شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور۔ فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو۔ وہ سنتے ہیں۔ بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اوسکی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے۔ اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔ یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے۔ پھر اون کی تصریحیں کلمات علماء میں دیکھیں۔ کما سمعت وللہ الحمد اور ابھی ائمہ علماء کے جواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور بھی ہیں۔ وفیما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللہ یسمع من یشاء ویھدی الی صراط الحمید

مخالفت (۹) سائل نے مطلق کہا تھا۔ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا جو اپنے ارسال و اطلاق سے شہر میں جانے اور سفر کرکے جانے دونوں کو شامل۔ کما لایخفی۔ اور آپ نے بھی یونہی برسبیل اطلاق زیارت قبور کی تحسین فرمائی اور سند میں حدیث بھی وہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد۔ یہ اطلاقات مذہب جمہور اہلحق سے تو بیشک موافق مگر رسالہ طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلا سفر کے قید لگادیتے۔ ورنہ سائل و دیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارت مزارات کو جانا مطلق جائز سمجھے تو مانعین کے نزدیک اُن کا یہ وبال اطلاق فتوے کے ذمہ رہے گا۔ فقیر اگر تدقیق نظر سے کام لے تو ابھی بہت کچھ ہے۔ اگر نگاہِ انصاف مبذول ہو تو چودہ[۱۴] سطروں پر پینتیس[۳۵] کیا کم ہیں۔ واللہ الہادی۔

المقصد الثانی فی الاحادیث

اگرچہ حیات و ادراک و سماع و ابصار ارواح میں احادیث و آثار اس درجہ کثرت و وفور سے وارد جن کے استیعاب کو ایک مجلد عظیم و دفتر ضخیم درکار اور خود ان کے احاطہ و استقصا کی طرف راہ کہاں۔ مگر یہاں بقدر حاجت صرف ساٹھ حدیثوں پر اقتصار اور مثل مقصد اول اوس میں بھی دو نوع پر انقسام گفتار۔

نوع اول: بعد موت بقائے روح و صفات و افعال روح میں۔ یہاں وہ حدیثیں مذکور ہونگی جن سے ثابت کہ روح فنا نہیں ہوتی۔ اور اوسکے افعال و ادراکات جیسے دیکھنا، بولنا، سننا، سمجھنا، آنا جانا، چلنا پھرنا، سب بدستور رہتے ہیں، بلکہ اوسکی قوتیں بعد مرگ اور صاف و تیز ہوجاتی ہیں۔ حالت حیات میں جو کام ان آلات خاکی یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان سے لیتے تھے۔ اب بغیر ان کے کرتی ہے، اگرچہ جسم مثالی کی یادآوری سہی۔ ہرچند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وہ بیشمار احادیث و آثار سب حجت کافیہ و دلائل شافیہ جن میں (۱) بعد انتقال عقل و ہوش بدستور رہنا (۲) روح کا پس از مرگ آسمانوں پر جانا (۳) اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا (۴) فرشتوں کو دیکھنا (۵) اون کی باتیں سننا (۶) اون سے باتیں کرنا (۷) اپنے منازل جنت کا پیش نظر رہنا (۸) نیک ہمسایوں سے نفع پانا (۹) بدہمسایوں سے ایذا اٹھانا (۱۰) ملائکہ کا اون کے پاس تحفے لانا (۱۱) اون کی مزاج پرسی کو آنا (۱۲) اون کا منتظر صدقات رہنا (۱۳) قبر کا اون سے بزبان فصیح باتیں کرنا (۱۴) اون کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا (۱۵) زندوں کے اعمال اونہیں سنائے جانا (۱۶) نیکیوں پر خوش ہونا۔ برائیوں پر غم کرنا (۱۷) پسماندوں کے لیے دعائیں مانگنا (۱۸) اون کے ملنے کا مشتاق رہنا (۱۹) روحوں کا باہم ملنا جلنا (۲۰) ہرگونہ کلام کے دفتر کھلنا (۲۱) منزلوں کی فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا (۲۲) اگلے اموات کا مردۂ نو کے استقبال کو آنا (۲۳) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا اون سے مل کر شاد ہونا (۲۴) ان کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پوچھنا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۲۵) آپس میں خوبی کفن سے مفاخرت کرنا (۲۶) بُرے کفن والے کا ہم چشموں میں شرمانا (۲۷) اپنے اعمال حسنہ یا سیئہ کو دیکھنا (۲۸) اون کی صحبت سے اُنس وفرحت یا معاذ اللہ خوف ووحشت پانا (۲۹) عالم دین کا علم شریعت (۳۰) اہلسنت کا مذہب سنت (۳۱) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اوس سرور وفرحت (۳۲) تالی قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبت ودلکشا رکھنا (۳۳) دشمنان عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذاً باللہ دجال پر ایمان لانا۔ (۳۴) نیک بندوں کا خدمت اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعباد اللہ الصالحین میں حاضر ہونا۔ (۳۵) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا (۳۶) حج کرنا لبیک کہنا (۳۷) تلاوت قرآن میں مشغول رہنا (۳۸) بلکہ ملائکہ کا اونھیں تمام وکمال قرآن عظیم حفظ کرانا (۳۹) اپنے رب جل جلالہ سے باتیں کرنا (۴۰) رب تبارک وتعالٰی کا اون سے کلام جانفزا فرمانا (۴۱) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے اون کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا (۴۲) جنت کی نہروں میں غوطے لگانا (۴۳) جو تلاوت قرآن میں مشغول مرے قرآن عظیم کا ہر وقت اون کی دلجوئی فرمانا۔ ہر صبح وشام اون کے اہل وعیال کی خبریں اونھیں پہونچانا (۴۴) دودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہوا جنت کی دائیاں مقرر ہونا مدت رضاعت تمام فرمانا (۴۵) نیکوں کا شوق قیامت میں جلدی کرنا (۴۶) بدوں کا نام قیامت سے گھبرانا (۴۷) مقتولان راہ خدا کے دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا (۴۸) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اوڑتے پھرنا (۴۹) جنت کے پھل پانی کھانا پینا (۵۰) سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا

اللّٰھم ارزقنا

اور ان کے سوا بہت سے اُمور وارد ہوئے۔ جو ان کے علم وادراک وسمع وبصر وکلام وسیر وغیرہا صفات واحوال حیات پر برہان ساطع۔ بلکہ تمام آیات واحادیث عذاب قبر ونعیم قبر اس مدعا پر حجت قاطع۔ جسے ان تمام باتوں پر اطلاع تفصیلی منظور ہو تصانیف ائمہ دین خصوصاً کتاب مستطاب شرح الصدور بکشف حال الموتٰی والقبور تصنیف لطیف امام اجل خاتمۃ الحفاظ المحققین امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ المکین کی طرف رجوع کرے۔ مگر میں اس نوع میں وہ صرف چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں ارواح کا بعد انتقال، اہل دنیا کو دیکھنا۔ اون سے باتیں کرنا۔ اون کی باتیں سننا اور اسی قسم کے اُمور متعلقہ بدنیا مذکور ہیں۔ اور ان میں بھی وقائع جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے واقعۃ حال لاعموم لھا۔ اگرچہ دقیق النظر کو اون سے دلیل کی ترتیب اور اتمام تقریب دشوار نہ ہو۔ مع ہذا پھر اون میں وہ کثرت جن کا ایراد موجب اطالت۔ لہذا صرف اونھیں بعض اُمور کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہوں۔ جو ایک عام طور پر حال ارواح میں وارد ہوئے۔

میرے لیے ان احادیث نوع اول میں دو غرضیں ہیں۔ اولاً جب بعد فراق بدن اون کا علم وادراک وسمع وبصر ثابت ہوا تو یہ بعینہ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے۔ کہ اوسی وقت سے نام میّت اون پر صادق ہوتا ہے۔ قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اسمیں دخل نہیں۔ تو عام منکرین پر حجت ہوں گے۔ ثانیاً جب اون سے ثابت ہوگا کہ روح بعد موت اپنے صفات وافعال پر باقی۔ اور اون آلات جسمانیہ سے مستغنی تو اوس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یوں گزارش ہو سکتی ہے کہ جن پر جنابِ مٹی وغیرہ کے حائل وحجاب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے نہ روح پاک اور سمع و بصر و علم و خبر جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ یہ تودہ خاک۔
حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث (۱) امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما[1] سے راوی اور امام اجل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعا راوی والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انہ فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ امام ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا[2] بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اوس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اوس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔ ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر فاذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث شاء دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے جب مسلمان مرتا ہے اوسکی راہ کھول دیجاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

حدیث (۲) سیدی محمد علی ترمذی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ماشبھت خروج المؤمن من الدنیا الا مثل خروج الصبی من بطن امہ من ذلک الغم والظلمۃ الی روح الدنیا یعنی دنیا سے مسلمان کا جانا ایسا ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اوس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اوس فضائے وسیع دنیا میں آنا۔ اسی لیے علماء فرماتے ہیں دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے، جو رحم مادر کو دنیا سے۔ پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے۔ اب اس سے برزخ و دنیا کے علوم و ادراکات میں فرق سمجھ لیجے۔ وہی نسبت چاہیے جو علم جنین کو علم اہل دنیا سے واقعی روح طائر ہے اور بدن قفس اور علم پرواز پنجرے میں پرندکی پرفشانی کتنی۔ ہاں جب کھڑکی سے باہر آیا اوس وقت اوسکی جولانیاں قابل دید ہیں۔

حدیث (۳) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا وضعت الجنازۃ واحتملھا الرجال علی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت یا ویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شیئ الا الانسان ولو سمعہ صعق۔ جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اوسے اپنی گردنوں پر اوٹھا لیتے ہیں۔ اگر نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ۔ اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے خرابی اوسکی

---

[1] صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ

[2] فائدہ: اسی کے مؤید دو حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر و عمرو بن دینار سے اخرجہما ابن ابی الدنیا۔ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہاں لیے جاتے ہو ہر شے اوسکی آواز سنتی ہے. مگر آدمی کہ وہ سنے تو بیہوش ہوجائے. اقول اگرچہ اہلسنت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہونگے، جب تک کہ اوس میں محذور نہ ہو۔ لہٰذا ہم اس کلام جنازہ کو یوں بھی کلام حقیقی پر محمول کرتے. مگر سید اللہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کو مفسر فرما دیا کہ ہر شے اوسکی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجال تاویل وتشکیک باقی نہ رہا، وللہ الحمد۔

حدیث (۴) ابوداؤد طیالسی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مرفوعًا روایت کیا اذا وضع المیت علی سریرہ الحدیث مانند حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالٰے عنہ.

حدیث (۵) امام احمد وابن ابی الدنیا وطبرانی ومروزی وابن مندہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ سیّد عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا ان المیت یعرف من یغسلہ ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ فی حفرتہ بیشک مردہ پہچانتا ہے اوسے جو اوسکو غسل دے اور جو اوٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو قبر میں اوتارے۔

حدیث (۶) ابوالحسن بن البراء کتاب الروضہ میں بسند خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی سرور عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا ما من میت یموت الا وھو یعرف غاسلہ ویناشد حاملہ ان کان بشر بروح وریحان وجنۃ النعیم ان یعجلہ وان کان بشر بنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم ان یحبسہ ہر مردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا اور اٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اوسے آسائش اور پھولوں اور آرام کے باغ کا مژدہ ملا، تو قسم دیتا ہے مجھے جلد لے چل۔ اور اگر آب گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی خبر ملتی ہے قسم دیتا ہے. مجھے روک رکھو۔

حدیث (۷) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا ما من میت یوضع علی سریرہ فیخطی بہ ثلث خطا الا تکلم بکلام یسمعہ ما شاء اللہ الا الثقلین الجن والانس یقول یا اخوتاہ ویا حملۃ نعشاہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی ولا تلعبن بکم کما لعبت بی خلفت ما ترکت لورثتی والدیان یوم القیمۃ یخاصمنی ویحاسبنی وانتم تشیعونی وتدعونی۔ جب مردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں۔ ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں، جنہیں خدا چاہے سوا جن وانس کے۔ کہتا ہے اے بھائیو اے نعش اوٹھانے والو تمہیں دنیا فریب نہ دے جیسا مجھے دیا۔ اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی۔ اپنا ترکہ تو میں وارثوں کے لئے چھوڑ چلا۔ اور بدلہ دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا۔ اور حساب لے گا۔ تم میرے ساتھ چل رہے ہو اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

حدیث (۸) ابن مندہ راوی حبان[1] بن ابی جبلہ نے فرمایا بلغنی ان رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] تابعی ثقہ ہیں رجال بخاری سے، کتاب الادب المفرد میں۔ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قال ان الشہید اذا استشہد انزل اللہ تعالٰی جسدا کاحسن جسد ثم یقال لروحہ ادخلی فیہ فینظر الی جسدہ الاول ما یفعل بہ ویتکلم فیظن انہم یسمعون کلامہ وینظر الیہم فیظن انہم یرونہ حتی یاتیہ ازواجہ یعنی من الحور العین فیذھبن بہ۔ مجھے حدیث پہونچی کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا شہید کیلئے ایک جسم نہایت خوبصورت یعنی اجسام مثالیہ سے اوترتاہے اور اوسکی روح کو کہتے ہیں اوسمیں داخل ہو۔ پس وہ اپنے پہلے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اوس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتاہے اور اپنے ذہن میں سمجھتاہے کہ لوگ اوسکی باتیں سن رہے ہیں۔ اور آپ جو اونہیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی اوسے دیکھ رہے ہیں۔ یہانتک کہ حور عین سے اوسکی بیبیاں آکر اوسے لیجاتی ہیں۔

حدیث (۹) ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی ان سلمان الفارسی وعبد اللہ بن سلام التقیا فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربک قبلی فاخبرنی ماذا لقیت فقال او تلقی الاحیاء الاموات قال نعم اما المومنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت سلمان فارسی وعبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا۔ دوسرے صاحب نے پوچھا کہ کیا زندے اور مردے بھی آپس ملتے ہیں۔ فرمایا ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں اور اونھیں اختیار ہوتاہے جہاں چاہیں جائیں۔ مغیرہ بن عبد الرحمن کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان[1] فارسی تھے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں اون سے راوی قال لقی سلمان الفارسی عبد اللہ بن سلام فقال لہ ان مت قبلی فاخبرنی بما تلقی وان مت قبلک اخبرتک الحدیث یعنی سلمان فارسی نے عبد اللہ بن سلام سے فرمایا اگر تم مجھ سے پہلے مرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا۔ اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمھیں خبر دوں گا۔

حدیث (۱۰) ابن ابی شیبہ اُستاذ بخاری و مسلم اپنے مصنف میں سیدنا ابو ہریرہ[2] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ کہ اونہوں نے فرمایا لاتقبض المومن حتی یری البشری فاذا قبض نادی فلیس فی الدار دابۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ الا وھی تسمع صوتہ الا الثقلین الجن والانس تعجلوا بی الی ارحم الراحمین فاذا وضع الی سریرہ قال ما ابطاء ما تمشون الحدیث مسلمان کی روح نہیں نکلتی جب تک بشارت نہ دیکھ لے۔ پھر جب نکل چکتی ہے تو ایسی آواز میں جسے انس وجن کے سوا گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتاہے ندا کرتی ہے، مجھے لیچلو ارحم الراحمین کی طرف۔ پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں کہتی ہے۔ کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے میں۔

حدیث (۱۱) امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء[3] رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی کہ فرماتیں ان المیت اذا وضع علی

۱؎ صحابی عظیم الشان جلیل القدر صحابی اُن چاروں سے ہیں جنکی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲ منہ ۲؎ صحابی جلیل القدر رفیع الذکر ہیں جنکی عام شہرت انکی تعریف سے غنی ۱۲ منہ
۳؎ یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیبیاں ہیں پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہہ مجتہدہ عابدہ صاحب ستہ سے ہجیمہ نام رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سریرہ فانہ ینادی یا اہلاہ ویا جیراناہ ویا حملۃ سریراہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی الحدیث۔ بیشک مردہ جب چارپائی پر رکھا جاتا ہے۔ پکارتا ہے اے گھر والو اے ہمسایو۔ اے جنازہ اوٹھانے والو دیکھو دنیا تمھیں دھوکہ نہ دے جیسا مجھے دیا۔

حدیث (۱۲) ابن ابی الدنیا امام مجاہد[1] رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی۔ اذا مات المیت فملك قابض نفسہ فما من شیئ الا وھو یراہ عند غسلہ وعند حملہ حتی یوصلہ الی قبرہ۔ جب مردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اوسکی روح ہاتھ میں لیے رہتا ہے۔ نہلاتے اوٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دیکھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ فرشتہ اوسے قبر تک پہونچا دیتا ہے۔

حدیث (۱۳) وہی عمرو[2] بن دینار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی ما من میت یموت الا وھو یعلم ما یکون فی اہلہ بعدہ وانھم لیغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم۔ ہر مردہ جانتا ہے کہ اوس کے بعد اوس کے گھر والوں میں کیا ہو رہا ہے لوگ اوسے نہلاتے ہیں، کفناتے ہیں اور وہ اونھیں دیکھتا جاتا ہے۔

حدیث (۱۴) ابونعیم اونھیں سے راوی ما من میت یموت الا روحہ فی ید ملك ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ ویقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیك۔ ہر مردے کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے۔ کیونکر غسل دیتے ہیں۔ کس طرح کفن پہناتے ہیں۔ کیسے لیکر چلتے ہیں اور وہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اوس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں بھلا یا برا کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۵) امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابن ماجہ صاحب سنن کے اُستاذ ہیں، امام اجل بکر[3] بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی۔ کہ اونھوں نے فرمایا بلغنی انہ ما من میت یموت الا وروحہ فی ید ملك الموت فھم یغسلونہ ویکفنونہ وھو یری ما یصنع اہلہ فلم یقدر علی الکلام لینہاھم عن الرنۃ والعویل۔ مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اوسکی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لوگ اوسے غسل و کفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ اوس کے گھر والے کیا کرتے ہیں۔ وہ اون سے بول نہیں سکتا کہ اونھیں شور و فریاد سے منع کرے اقول اس نہ بولنے کی تحقیق زیر حدیث ۲۵ مذکور ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالٰی۔

حدیث (۱۶) یہی امام سفیان[4] علیہ الرحمۃ المنان سے راوی۔ ان المیت لیعرف کل شیئ حتی انہ لیناشد باللہ غاسلہ الا خففت علی قال ویقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیك۔ بیشک مردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اوسے جنازے پر کہا جاتا ہے کہ سن لوگ تیرے

---

[1] تابعی جلیل الشان امام مجتہد مفسر ثقہ علماء مکہ معظمہ و اجلہ تلامذہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲ منہ [2] یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں، علمائے مکہ معظمہ و رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ [3] تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں، رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔ [4] تبع تابعین و مجتہدان کوفہ و رجال صحاح ستہ سے ہیں، امام ثقہ حجت محدث مجتہد عارف باللہ ۱۲ منہ۔

http://ataunnabi.blogspot.in

تیرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۷) یہی امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ علیہ رحمۃ اللہ وسبحانہ وتعالیٰ سے راوی الروح بید ملک یمشی بہ مع الجنازۃ یقول لہ اسمع مایقال لك الحدیث۔ روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اوسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا اور اوس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

حدیث (۱۸) یہی ابن ابی نجیح سے راوی مامن میت یموت الا والروح فی ید ملك ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ الی قبرہ۔ الحدیث، جو مردہ مرتا ہے اوسکی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے، کیونکر کفن پہنایا جاتا ہے، کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (۱۹) یہی ابوعبداللہ بکر مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی حدثت ان المیت لیستبشر بتعجیلہ الی المقابر۔ مجھے حدیث بیان کی گئی کہ دفن میں جلدی کرنے سے مردہ خوش ہوتا ہے۔ جعلنا اللہ بمنہ وکرمہ من المسرورین المستبشرین برحمتہ المسرحین بالموت بجودہ وسابغ نعمتہ آمین بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ واولیاء امتہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم۔

نوع دوم۔ احادیث سمع وادراک اہل قبور میں اور اسمیں چند فصلیں ہیں۔

فصل اول۔ اصحاب قبور سے حیا کرنے ہیں۔ **حدیث (۲۰)** ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا، کا ارشاد جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت امام احمد منقول اور اوسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور بشرط بخاری ومسلم صحیح کہا کہ فرماتیں کنت ادخل بیت الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر فواللہ مادخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر میں اوس مکان جنت آستان میں جہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مزار پاک ہے، یونہی بے لحاظ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالٰی علی زوجہا ثم ابیہا ثم علیہا وبارک وسلم۔ جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ فرمائیے اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا، تو اس شرم کے کیا معنی تھے۔ اور دفن فاروق سے پہلے اوس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے۔

---

[1] یہ تابعی عظیم القدر جلیل الشان ہیں۔ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ [2] تبع تابعین وعلمائے مکہ ورواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ [3] تابعی جلیل القدر رکمامر۔ ۱۲ منہ

اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوع دوم میں مذکور ہوئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حدیث (۲۱) ابن ابی شیبہ وحاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ما ابالی فی القبور قضیت حاجتی ام فی السوق بین ظھرانیہ والناس ینظرون۔ یعنی میں ایک سا جانتا ہوں کہ قبرستان میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ بازار میں کہ لوگ دیکھتے جائیں۔ مقصد ثالث میں اس کے مناسب سلیم بن عمیر سے مذکور ہوگا کہ شرم اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ سخت حاجت تھی۔

فصل دوم احیاء کے آنے پاس بیٹھنے۔ بات کرنے سے مردوں کے جی بہلنے میں۔ ظاہر ہے کہ اگر دیکھتے سنتے سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا! **حدیث (۲۲)** شفاء السقام امام سبکی وارلعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے۔ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی۔ انس مایکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا۔ قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اُس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (۲۳) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پُرنور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ما من رجل یزور قبر اخیہ ویجلس علیہ الا استانس ورد علیہ حتی یقوم۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اوس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اوٹھے، مردہ اوس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۲۴) صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع بہ رسل ربی۔ جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا۔ پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اوس کا گوشت تقسیم ہو۔ یہاں تک کہ میں تم سے اُنس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

فصل سوم۔ احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں۔ ظاہر ہے کہ افعال واحوال احیاء پر انھیں اطلاع نہیں تو ایذا پانی محض بے معنی۔ **حدیث (۲۵)** امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا لا تؤذ صاحب ھذا القبر یعنی اس قبر والے کو ایذا نہ دے یا فرمایا لا تؤذہ اسے تکلیف نہ پہنچا۔ حاکم وطبرانی کی روایت میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا فرمایا یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک (او قبر والے قبر سے اوتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے)۔ مقصد سوم میں اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔ **روایت مناسبہ** ابن ابی الدنیا ابو قلابہ[1] بصری سے راوی۔ میں ملک

---

[1] تابعی، ثقہ، فاضل رجال صحاح ستہ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شام سے بصرہ کو جاتا تھا۔ رات کو خندق میں اوترا۔ وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا۔ جب جاگا تو صاحبِ قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے لقد اذیتنی منذ اللیلۃ۔ اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔ **روایت دوم۔** امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابوعثمٰن[1] نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی۔ میں مقبرے میں گیا دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا۔ خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے قم فقد اذیتنی اوٹھ کہ تو نے مجھے اذیت دی۔ پھر کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے۔ خدا کی قسم اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا، مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز تر تھا۔

روایت سوم: حافظ ابن مندہ امام قاسم[2] بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی۔ اگر میں تپائی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں۔ پھر فرمایا ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سنا الیک عنی یا رجل ولا تؤذنی اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

حدیث (۲۶) امام مالک و احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و عبدالرزاق و سعید بن منصور و ابن حبان و دارقطنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا واللفظ لاحمد کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا مُردے کی ہڈی توڑنی اور اوسے ایذا دینی ایسی ہے جیسی زندہ کی ہڈی توڑنی۔ بعض روایات دارقطنی میں لفظ فی الاثم اور زائد یعنی درد دکھ پہونچنے میں زندہ و مردہ برابر ہیں۔ ذکرہ فی المقاصد الحسنۃ مقصد سوم میں اس کے متعلق امام ابوعمر کا قول آئے گا۔

حدیث (۲۷) دیلمی و ابن مندہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا احسنوا الکفن ولا تؤذوا موتاکم بعویل ولا بتاخیر وصیۃ ولا بقطیعۃ وعجلوا قضاء دینہ واعدلوا عن جیران السوء کفن اچھا دو اور اپنی میت کو چلّا کر رونے یا اوسکی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہونچاؤ اور اوسکا قرض جلد ادا کرو۔ اور بُرے ہمسایہ سے الگ رکھو (یعنی قبور کفار و اہل بدعت و فسق کے پاس دفن نہ کرو۔

حدیث (۲۸) امام احمد ابوالربیع سے راوی کنت مع ابن عمر فی جنازۃ فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لما اسکتہ یا ابا عبدالرحمٰن قال انہ یتاذی بہ المیت حتی یدخل فی قبرہ میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا کسی کے چلّانے کی آواز سنی۔ آدمی بھیج کر اوسے خاموش کرادیا۔ میں نے عرض کی اے ابو عبدالرحمٰن آپ نے اوسے کیوں چپ کرایا۔ فرمایا اس سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (۲۹) امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی انہ رأی نسوۃ فی جنازۃ فقال ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات یعنی انھوں نے ایک جنازے

---

[1] اجلہ اکابر تابعین سے ہیں۔ زمانہ رسالت پائے ہوئے ثقہ ثبت عالم رجال صحاح ستہ سے۔ ۱۲ منہ

[2] تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے غیر انہ مندہ فی التعلیقات ۱۲ منہ

میں کچھ عورتیں دیکھیں اور ارشاد فرمایا پلٹ جاؤ۔ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل۔ تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی۔ اور مردوں کو اذیت دیتی ہو۔ تنبیہ: سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا المیت یعذب ببکاء الحی علیہ زندوں کے رونے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے۔ جسے امام احمد و شیخین نے عمر فاروق و عبداللہ بن عمر و مغیرہ بن شعبہ اور ابو یعلٰی نے ابو بکر صدیق و ابو ہریرہ اور ابن حبان نے انس بن مالک و عمران بن حصین اور طبرانی نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ایک جماعت ائمہ کے نزدیک اوسکے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلّانے سے مُردے کو صدمہ ہوتا ہے۔ امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنی کو ایک حدیث مرفوع سے مؤید کرکے فرمایا۔ امام ابن جریر کا یہی قول ہے۔ اور اسی کو ایک گروہ ائمہ نے اختیار فرمایا۔ پھر اوسکی تائید میں یہ دو حدیثیں ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں۔ ذکر فرمائیں۔ اس تقدیر پر ارشاد اقدس المیت یعذب الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر از انجا کہ علماء کو اوسکے معنی میں بہت اختلاف ہے۔ نہ ہمارا قصد حصر و استیعاب۔ لہٰذا اونھیں معدود نہ کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

حدیث (۳۰) ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اوسے تکلیف پہنچانی۔

حدیث (۳۱) سعید بن منصور اپنے سنن میں راوی۔ کسی نے اون جناب سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے۔ یونہی مردہ کی۔

حدیث (۳۲) طبرانی عبدالرحمٰن بن علاء بن لجلاج سے اون کے والد علاء[1] رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اون سے فرمایا یا بنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلٰی ملۃ رسول اللہ ثم سن علی التراب سنا ثم اقرأ عند راسی بفاتحۃ البقرۃ وخاتمتہا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ذلک۔ اے میرے بیٹے جب مجھے لحد میں رکھے بسم اللہ وعلٰی ملۃ رسول اللہ کہنا۔ پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا۔ پھر میرے سرہانے سورۂ بقر کا شروع یعنی مفلحون تک اور خاتمہ یعنی اٰمن الرسول سے پڑھنا کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا۔ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں: "چوں دفن کنید مرا پس بنر می وبسہولت بیندازید بر من خاک را یعنی اندک اندک اندازید و ایں اشارت است بآں کہ میت احساس می کند و دردناک می شود بآنچہ دردناک می شود بآں زندہ۔

فصل چہارم میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے اور اون کا سلام سنتے اور اونھیں جواب دیتے ہیں۔ حدیث (۳۳) امام ابو عمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار والتمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

---

[1] تابعی ثقہ ہیں اور اُن کے بیٹے عبدالرحمٰن تبع تابعین مقبول الروایۃ ہے دونوں صاحب رجال جامع ترمذی میں ہیں۔ ۱۲ منہ سلمہ۔

http://ataunnabi.blogspot.in

راوی حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا مامن احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جواب سلام دیتا ہے۔ امام ابو محمد عبدالحق کہ اجلہ علمائے حدیث سے ہیں۔ اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور والفاضل الزرقانی فی شرح المواہب۔ اسی طرح امام ابو عمر و سید علامہ سمہودی نے[1] اسکی تصحیح فرمائی۔ ذکرہ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب۔ امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں ذکرہ جماعۃ وقال القرطبی فی التذکرۃ ان عبدالحق صححہ ورویناہ فی الخلعیات من حدیث ابی ہریرۃ ایضًا انتہی۔ **قلت** وستسمع ذلک۔

حدیث (۳۴) ابن ابی الدنیا و بیہقی و صابونی و ابن عساکر و خطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام۔ جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اوسے سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا اور اوسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت اوسے جواب سلام دیتا ہے۔

حدیث (۳۵) امام عقیلی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فہل من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیہم قال قل السلام علیکم یا اہل القبور من المسلمین و المؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون قال ابو رزین یا رسول اللہ یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا۔ یعنی ابو رزین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرا راستہ مقابر پر ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب اون پر گزروں کہا کروں۔ فرمایا۔ یوں کہہ سلام تم پر اے قبروالو۔ اہل اسلام اور اہل ایمان سے۔ تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء اللہ تعالٰی تم سے ملنے والے ہیں۔ ابو رزین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ کیا مردے سنتے ہیں۔ فرمایا سنتے ہیں۔ مگر جواب نہیں دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ: امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔ ای جوابا یسمعہ الحی والا فہم یردون حیث لا یسمع۔ یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مُردے ایسا جواب نہیں دیتے جو زندے سن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں۔ جو ہمارے سننے میں نہیں آتا۔ **اقول** یہ معنی خود اسی فصل کی دو حدیث سابق سے واضح کہ ان میں تصریحًا فرمایا مُردے جواب سلام دیتے ہیں اور اسکی نظیر وہ ہے جو حدیث ۱۵ میں بکر بن عبداللہ مزنی سے گزرا۔ کہ روح سب کچھ دیکھتی ہے۔ مگر بول نہیں سکتی۔ کہ شور و فریاد سے منع کرے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں کہ اپنی بات احیا کو سنا نہیں سکتے۔ ورنہ

---

[1] سمہودی گوید کہ احادیث درین معنی بسیار است و این معنی در آحادیث وعموم مومنین متحقق۔ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صحیح حدیثوں میں اوس کا کلام کرنا وارد، جیسا کہ حدیث ۳ وغیرہ میں گزرا۔ **تنبیہ دوم۔** فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سننا بھی دائمی نہیں صدہا بندگان خدا نے اموات کا کلام و سلام سنا ہے جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔ اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ ان شاء اللہ تعالٰی اپنے محل پر اور بھی مذکور ہوں۔ **تنبیہ سوم** بس نافع وہم۔ **اقول** وباللہ التوفیق ما طرفہ ہے کہ جواب سوال نوزدہم میں صاحب مائۃ مسائل نے بھی اس حدیث کو عن القاری عن السیوطی عن العقیلی نقل کیا۔ اور اموات کے لیے سلام احیاء کا سننا مسلم رکھا۔ اسی قدر سے اپنی وہ سب جولانیاں جو زیر سوال ۴ ہ کے ہیں باطل مان لیں۔ کہ وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا اُن سب میں نفی مطلق ہے۔ اسی طرح آیہ کریمہ بفرض غلط نافی سماع ہو تو وہاں بھی سلام و کلام کچھ تخصیص نہیں۔ اور عبارت دوم میں تو صاف منافات موت و افہام مذکور کیا بعض جگہ تمنا فیہما بھی جمع ہوجاتے ہیں۔ اور عبارت پنجم میں صریحاً لفظ جمادات موجود۔ پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایک سا۔

غرض اگر آیت اور اُن عبارات کا وہی مطلب تو سماع سلام کی تسلیم میں اون سب استنادوں کو دفعتاً سلام ہوا جاتا ہے۔ پھر ناحق آپنے یہاں حدیث عقیلی سے استناد اور کلمات قاری و سیوطی پر اعتماد کیا۔ قاری و سیوطی کی سنیے گا تو بہت کچھ ماننا پڑے گا اون کی تحقیقات قاہرہ و تصریحات باہرہ عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی مقصد ثالث میں جگر شگاف مکابرہ و اعتساف ہوتے ہیں۔ اودھر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواح گزشتگان کو جماد و سنگ ماننے کا دھرم گیا۔ ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماع سلام تو تسلیم کیا۔ بخاری و مسلم وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز اور سلام کے سوا اور انواع کلام بھی سننا اور اون پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا۔ اُن کا جواب سلام دینا اون سے اُنس حاصل کرنا اور اُن کے سوا صدہا اُمور جو ثابت و مذکور وہ کس جی سے مانیے گا، یا وہاں پھر افالف بعض الحدیث وکاف ببعض کی ٹھہرے گی۔ علاوہ بریں خود یہ حدیث عقیلی اس تخصیص سلام کے رد کو کیا تھوڑی ہے یہاں بھی اموات سے فقط السّلام علیکم نہ کہا گیا۔ ذرا آنکھیں مل کر ملاحظہ ہو آگے ان پتھروں سے کچھ اور کلام و خطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف، ہم تمہارے خلف ہم ان شاء اللہ تعالٰی تم سے ملیں گے۔ اس سارے کلام پر ابورزین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ کیا وہ سنتے ہیں، فرمایا ہاں سنتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وہ قول بھی نقل کر گئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے۔ ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں۔ سبحان اللہ سلام بھی سنیں کلام بھی سنیں جواب بھی دیں۔ اور پھر پتھر کے پتھر انا للہ و انا الیہ راجعون۔ سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہٗ نے ؎

ماسمیعیم و بصیریم و خوشیم ۔۔۔ باشما نامحرماں ما خامشیم

حدیث (۳۶) طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور اون کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا والذی نفسی بیدہ لایسلم علیہم احد الارد وا الی یوم القیٰمۃ قسم اوسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا جواب دیں گے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حدیث (۳۷) بعینہ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے تصحیح کی۔ حدیث (۳۸) حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلٰی بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی اللّٰھم ان عبدک ونبیک یشھد ان ھٰؤلاء شھداء وانہ من زارھم وسلم علیھم الی یوم القیمۃ ردوا علیہ الٰہی تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے تتمہ حدیث: عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارت قبور شہدا کو گئی۔ میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا، جواب سنا اور آواز آئی واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا خدا کی قسم ہم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہوگئے، سوار ہوئی اور واپس آئی۔

روایت دوم مناسب اور امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی، مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارت قبور احد کو لے گئے۔ جمعہ کا روز تھا۔ صبح ہوچکی تھی، آفتاب نہ نکلا تھا۔ میں اپنے باپ کے پیچھے تھا۔ جب مقابر کے پاس پہنچے انہوں نے بآواز کہا سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار جواب آیا وعلیک السلام یا اباعبداللہ باپ نے میری طرف پھر کر دیکھا اور کہا اے میرے بیٹے تو نے جواب دیا، میں نے کہا نہ۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کرلیا۔ اور کلام مذکور کا اعادہ کیا۔ دوبارہ ویسا ہی جواب ملا۔ سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا۔ میرے باپ اللہ تعالٰی کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑے۔

روایت سوم۔ ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انہیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی۔ ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس نماز پڑھی۔ اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا۔ من یخرج من تحت القبر اعرفہ کما اعرف ان اللہ خلقنی وکما اعرف اللیل والنہار جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اسے ایسا پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالٰی نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

حدیث (۳۹) ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع[۱] سے راوی، قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس سے بعد۔ تنبیہ۔ اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکت جمعہ ان تین دن میں ان کے علم وادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں جو معرفت وشناسائی انہیں ان روزوں میں ہوتی ہے اور دنوں سے بیش وافزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم وادراک کے ہوں۔ ابھی سن چکے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلاتخصیص ایام ان کا علم

---

[۱] یہ تابعی ہیں، ثقہ عابد عارف باللہ کثیر المناقب رجال صحاح ستہ سے الا الطرفین ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وادراک ثابت فرمایا۔ تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔

فصل پنجم میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبور سلام ہی پر مقصور نہیں بلکہ دیگر کلام و اصوات بھی سنتے ہیں

حدیث (۴۰) بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پرنور سید العالمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں (واللفظ لمسلم) ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں بیشک وہ اُن کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ **حدیث (۴۱)** احمد وابوداؤد بسند جید براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین۔ بیشک مردہ جوتیوں کی پہچل سنتا ہے جب لوگ اوسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

حدیث (۴۲) بیہقی وطبرانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المیت اذا دفن یسمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین بیشک جب مردہ دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں۔ وہ اون کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ حدیث بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا باسناد حسن اور سند طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا رجالہ ثقات۔

حدیث (۴۳) ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابن حبان نے صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری ومسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور ہناد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سنن اور ابن جریر وابن منذر وابن مردویہ وبیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا والذی نفسی بیدہ ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم حین تولون عنہ قسم اوس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اوسکے پاس سے پلٹتے ہیں۔

حدیث (۴۴) جویبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک حدیث طویل روایت کی جسمیں ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا فانہ لیسمع خفق نعالھم ونفض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین۔ بیشک وہ یقیناً تمھارے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اوسکی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حدیث (۴۵) طبرانی وابن مردویہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن راوی قال شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما فرغ من دفنھا وانصرف الناس قال انہ الاٰن یسمع خفق نعالکم الحدیث ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب حاضر تھے۔ جب اوسکے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا اب وہ تمھاری جوتیوں کی آواز سُن رہا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فائدہ جلیلہ: چالیسویں۴۰ سے ۴۵ تک جو چھ حدیثیں مذکور ہوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں۔ آجتک کوئی جواب معقول ان سے نہ ملا نہ ملے۔ غایت سعی اون کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اول وضع فی القبر سے تخصیص کریں۔ یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اُس وقت میت کو ایسی قوت سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوال منکر نکیر ہونے والا ہے اوس کے لیے پیشتر سے ایسے حواس عطا ہو جاتے ہیں۔ پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی۔ حالانکہ عند الانصاف یہ ادعا محض بے دلیل ولاطائل ہے **اوّلاً** یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ حدیثیں صاف صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ میت کی قوت سامعہ قبر میں اس درجہ تیز اور قوی ہے کہاں سے جانا کہ یہ اوسی وقت کے لیے ملتی ہے اور پھر جاتی رہتی ہے **ثانیًا** مقدمہ سوال کے لیے پیشتر سے حواس مل جانا کیا معنی کیا فورًا وقت سوال نہ مل سکتی تھی۔ یا عطائے الٰہی میں معاذ اللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور ہوا۔ یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے حیث قال ایں تخصیص خلاف ظاہر است و دلیلی نیست برآن و ظاہر حدیث آنست کہ ایں حالت حاصلست میت را در قبر و زندہ گردانیدن میت، در وقت سوال است و پیش ازاں زندہ گردانیدن برائے مقدمہ سوال چہ معنی دارد۔

وثالثًا کما اقول سلمنا کہ پہلے ہی سے ہوش و حواس مل جانا ضروری تھا۔ مگر حاجت اوسی قدر تھی جسمیں وہ نکیرین کی بات سن سمجھ لیتا اس قدر قوت عظیمہ کی کیا ضرورت تھی۔ کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلف سنے۔ خود یہی حضرات مسئلہ یمین فی الضرب کی یہی توجیہ کرتے ہیں۔ کہ ہمارے مارے سے مردے کو تکلیف یا ایذا[1] نہیں ہوتی۔ اوسکا ادراک عذاب الٰہی کے واسطے ہے۔ یوہیں چاہیے تھا کہ اوس کا سماع سوال نکیرین کے لیے ہو نہ اصوات خارجیہ کے واسطے۔

ورابعًا کما اقول ایضًا اگر مسئلہ یمین فی الکلام عدم سماع پر مبنی ہو کما زعموا۔ اور اب آپ نے بھی بشوکت احادیث قاہرہ اتنی دیر کے لیے سماع تسلیم کیا تو واجب کہ اس وقت میت سے کلام کرنے والا حانث ہو کہ وہ مبنی آپ ہی کے اقرار سے یہاں منتفی۔ حالانکہ مسئلہ قطعًا مطلق ہے۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفًا اس قسم سے بعد موت کلام کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہٰذا حالت حیات سے متقید رہا۔ ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہوئے۔ واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنٰی ہے اور اب انکار سماع موتٰی سے اسے کچھ علاقہ نہ رہا۔ کما لایخفی۔ اسی طرح حضرات نجدیہ سے کہا جائیگا۔ اگر آپ بھی احادیث صحیحہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاکر سماع میت تسلیم کرتے ہیں۔ اگر اس وقت خاص ہی میں سہی تو اب حکم ارشاد ہو۔ اگر کوئی بندہ مسلمان کسی عبد صالح کے دفن ہوتے ہی فورًا اوس سے استمداد و طلب دعا کرے تو ابھی وہ بربنائے انکار یعنی عدم سماع مستحق نہ ہو۔ ذرا جی کڑا کرکے اس وقت خاص ہی میں اجازت دیدیجیے۔

وخامسًا کما اقول ایضًا ۔ موت کو تمام حواس وادراکات و دیگر اوصاف حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذ اللہ

---

[1] تنبیہ۔ یہ بات بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ بیشک ایذا ہوتی ہے دیکھو اس مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی پنجم۔ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اگر پتھر ہونا ٹھہرا۔ تو سننا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا، سب کا بطلان لازم۔ اور یہ حضرات کرام خود فرما چکے کہ موت منافی فہم ہے۔ اب کیا جواب ہے۔ اون حدیثوں سے جو فصل اول و دوم و سوم میں گزریں۔ جن سے ثابت کہ اموات علیہ اپنے زائروں کو پہچانتی۔ اور اون سے انس حاصل کرتی اور اون کے سلام کا جواب دیتی اور اون کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں۔ الی غیر ذالک من الامور المذکورۃ۔ بھلا یہاں تو مقدمہ سوال کی تخصیص نکلی تھی ان مقدمات میں کونسی خصوصیت آئیگی۔

تنبیہ: میرا یہ سب کلام حقیقتًا اون حضرات منکرین سے ہے جو عبارات علماء کے یہ معنی سمجھے۔ ورنہ فقیر کے نزدیک اون کے ارشاد کا وہ محل ممکن جو عقیدۂ اہل حق سے مخالف نہ ہو۔ مولوی صاحب اگر جواب فقیر میں اون عبارات کو یاد کریں گے او سوقت ان شاء اللہ تعالیٰ وہ تحقیق تدقیق انیق حاضر کروں گا۔ اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اوس کی بعض کی طرف عود ہو۔ والعود احمد وباللہ سبحٰنہ وتعالیٰ التوفیق۔

حدیث (۴۶) صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔ اطلع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اھل القلیب فقال وجدتم ما وعد ربکم حقا فقیل لہ اتدعو امواتا فقال ما انتم باسمع منھم ولکن لایجیبون۔ یعنی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہ بدر پر تشریف لے گئے جسمیں کفار کی لاشیں پڑی تھیں، پھر فرمایا تم نے پایا، جو تمھارے رب نے تمھیں سچا وعدہ دیا تھا۔ یعنی عذاب کسی نے عرض کی حضور مردوں کو پکارتے ہیں۔ ارشاد فرمایا تم کچھ اون سے زیادہ سننے والے نہیں، پر وہ جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۴۷) صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرینا مصارع اھل بدر وساق الحدیث الی ان قال فانطلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی انتھی الیھم فقال یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعدکم اللہ ورسولہ حقا فانی قد وجدت ما وعدنی اللہ حقا قال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجسادا لا ارواح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا علی شیئا۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں اون کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور وہ جیفے ایک کوئیں میں بھر دیے گئے۔ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ اور نام بنام اون کفار لئام کو اون کا اور اون کے باپ کا نام لے کر پکارا۔ اور فرمایا تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ خدا و رسول نے تمھیں دیا تھا کہ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ۔ حضور اون جسموں سے کیوں کر کلام کرتے ہیں۔ جن میں روحیں نہیں۔ فرمایا جو میں کہہ رہا ہوں اوسے کچھ تم اون سے زیادہ نہیں سنتے مگر او نہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (۴۸) یونہیں صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور اوس میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تعالٰی علیہ وسلم تین دن بعد اوس کوئیں پر تشریف لے گئے۔ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں فرمایا والذی نفسہ بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لایقدرون ان یجیبوا قسم اوس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں جو فرما رہا ہوں اوسکے سننے میں تم اور وہ برابر ہو۔ مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حدیث (۴۹) یوں ہی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اما البخاری فساقہ بطولہ واما مسلم فاحالہ علی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ

حدیث (۵۰) طبرانی نے بسند صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یسمعون کما تسمعون ولکن لایجیبون، جیسا تم سنتے ہو، ویسا ہی وہ بھی سنتے ہیں۔ مگر جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۵۱) اسی طرح امام سلیمان بن احمد مذکور نے حدیث عبداللہ بن سیلان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

تنبیہ تنبیہ۔ ان چھ حدیثوں سے جواب میں جو کچھ کہا گیا تخصیص بے مخصص و دعوٰی بے دلیل سے زیادہ نہیں۔ مثلاً یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا۔ یا یہ امر صرف اون کفار کے لیے اُن کی حسرت و ندامت بڑھانے کو واقع ہوا۔ حالانکہ اون کی تخصیص پر اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ ایسی گنجائش ملے تو ہر نص شرعی جیسی چاہیں مخصص ہوسکے۔ اور اون سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقۃً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کو عبرت و نصیحت تھا۔ حالانکہ نفس حدیث اوسکے رد پر حجت کافیہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں صاف اون کا سننا ارشاد فرمایا۔ نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہ احیاء کے لیے ہے۔ جیسے مرثیہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) میں کسی کا مصرع۔ اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند۔ باقی اس کے متعلق تمام ابحاث فتح الباری و ارشاد الساری و عمدۃ القاری شروح صحیح بخاری۔ و مرقاۃ و لمعات۔ و اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ و مدارج النبوۃ وغیرہ صدہا تصانیف علماء میں طے ہوچکی ہیں۔ جنکی تفصیل موجب تطویل۔ مولوی صاحب اگر امور طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں۔ تو ذرا کتب مذکورہ پر نظر کرکے تقریر وہ فرمائی جائے۔ جس میں اون کی تنقیحات جلیلہ سے عہدہ برائی سمجھ لیں۔ اوسکے بعد ان شاء اللہ تعالٰی فقیر بھی وہ شوارق ساطعہ و بوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیش نظر جولانیوں پر ہیں۔ اور شاید اون میں سے چند حروف مقصد سوم میں استطراداً مذکور ہوں۔ و باللہ التوفیق۔

حدیث (۵۲) ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی کانت امرأۃ تقم المسجد فماتت فلم یعلم بھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمر علی قبرھا فقال ما ھذا القبر قالوا ام محجن قال التی کانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلی علیھا ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یارسول اللہ تسمع قال ما انتم باسمع منھا فذکر انھا اجابتہ ان قم المسجد۔ یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں اون کا انتقال ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی، حضور اون کی قبر پر گزرے۔ دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے۔ لوگوں نے عرض کی ام محجن کی۔ فرمایا وہی جو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ عرض کی ہاں حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی۔ پھر اون بی بی کی طرف خطاب کرکے فرمایا۔ تونے کون سا عمل افضل پایا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وہ سنتی ہے۔ فرمایا کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا اوس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینا۔

حدیث (۵۳) طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعا میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر غلام الخلال کتاب الشافی اور ابن زبیرہ وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الموت ودیگر علماء محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا مات احد من اخوانکم فسویتم التراب علیہ فلیقم احدکم علی راس قبرہ ثم لیقل یا فلان بن فلانۃ فانہ یسمعہ ولا یجیب ثم یقول یا فلان بن فلانۃ فانہ یستوی قاعدا ثم یقول یا فلان بن فلانۃ فانہ یقول ارشدنا رحمک اللہ ولکن لا تشعرون فلیقل اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وانک رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبالقراٰن اماما فان منکرا ونکیرا یاخذ کل احد منہما بید صاحبہ ویقول انطلق بنا ما نقعد عند من لقن حجتہ الحدیث جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اوسکی قبر پر مٹی برابر کرچکو۔ تم میں کوئی اسکے سرہانے کھڑا ہو اور فلان بن فلانہ[1] کہکر پکارے کہ بیشک وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ دوبارہ پھر یوہیں ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا۔ سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مگر تمھیں اوسکے جواب کی خبر نہیں ہوتی۔ اوس وقت کہے یاد کر وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا۔ گواہی اسکی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ اور محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اوسکے بندے اور اوس کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ تونے پسند کیا اللہ تعالےٰ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا۔ منکر ونکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اوسکے پاس جسے لوگ اوسکی حجت سکھا چکے۔

فائدہ۔ امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں اعتضد بشواہد وبعمل اہل الشام قدیما۔ یعنی اس دو وجہ سے قوت ہے۔ ایک تو احادیث اوسکے مؤید دوسرے زمانہ سلف سے علمائے شام اسپر عمل کرتے آئے۔ نقلہ العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔ اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیائی مقدسی وامام خاتم الحفاظ حافظ الشان ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اوسکی تقویت اور امام شمس الدین سخاوی نے اوسکی تقریر فرمائی۔ اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا۔ امام احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس پر عمل کرنا علمائے شام سے نقل فرمایا۔ اور امام ابوبکر ابن العربی نے اہل مدینہ اور

---

[1] یعنی اوسے اوسکی ماں کی طرف نسبت کرکے مثلاً اے زید بن ہندہ اور اگر ماں کا نام نہ معلوم ہو تو بن حوا کہے کہ وہ سب کی ماں ہیں۔ خود اسی حدیث میں نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے یہ معنے مروی ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بعض دیگر علماء نے اہل قرطبہ وغیرہ سے اس کا عمل نقل کیا۔ میں کہتا ہوں یہ عمل زمانہ صحابہ و تابعین سے ہے۔ حضرت ابو امامہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خود اپنے لیے تلقین کی وصیت فرمائی۔ کما اخرجہ ابن مندۃ من وجہ اٰخر کما ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور قلت بل والطبرانی ایضا علی ما ساق لفظہ البدر المحمود فی البنایۃ شرح الھدایۃ اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اون کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو اون سے پہلے ہوئے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ علامہ ابن حجر مکی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے اعتضد بشواھد یرتقی بھا الی درجۃ الحسن (یہ حدیث بوجہ شواہد درجہ حسن تک ترقی کیے ہے) اسی طرح ذیل مجمع بحار الانوار میں تصریح کی کہ اُسنے شواہد سے قوت پائی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث ۵۴ تا ۵۶۔ امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک و اُستاذ امام احمد اپنے سنن میں راشد[1] بن سعد وضمرہ[2] بن حبیب وحکیم[3] بن عمیر سے راوی۔ ان سب نے فرمایا اذا سوی علی المیت قبرہ وانصرف الناس عنہ کان یستحب ان یقال للمیت عند قبرہ یا فلان قل لا الٰہ الا اللہ ثلث مرات یا فلان قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبیی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جب میت پر مٹی دے کر قبر درست کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اوسکی قبر کے پاس کھڑے ہوکر کہا جائے اے فلاں کہہ لا الٰہ الا اللہ تین بار اے فلاں کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام۔ اور میرے نبی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[4]

وصل اٰخر من ھذا الفصل: فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمد اللہ سماع موتےٰ کی تصریح فرمائی۔ یونہیں اون میں اکثر نے ثابت کر دکھایا کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا اہل قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھا اور بدیہی ہے کہ جماد محض سے مخاطبہ وگفتگو معقول نہیں۔ لہذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جنہیں اجلہ صحابہ کا اہل قبور سے سوائے سلام دیگر انواع کلام فرمانا مذکور نقل کرکے مقصد ثانی کو ختم اور مقصد ثالث کی طرف ان شاء اللہ تعالٰی تصمیم عزم کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

حدیث (۵۷) ابن ماجہ بسند حسن صحیح عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکر الحدیث الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیثما مررت بقبر مشرک فبشرہ بالنار قال فاسلم الاعرابی بعد وقال لقد کلفنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعبا ما

---

[1] تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ۱۲ منہ۔ [2] تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ

[3] تابعی صدوق رجال ابو داؤد و ابن ماجہ سے ۱۲ منہ

[4] فائدہ۔ یہ حدیثیں طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مررت بقبر کافر فالا بشرتہ بالنار۔ یعنی نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا۔ جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے اُسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا۔ کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہوا مگر یہ کہ اوسے آگ کا مژدہ دیا۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ دینا بے سماع وفہم محال۔ اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنی حقیقی پر حمل کیا۔ ولہذا عمر بھر اوسپر عمل فرمایا۔ قبیصی۔

حدیث (۵۸) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے راوی انہ مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساءکم قد تزوجن ودیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت فاجابہ ھاتف یا عمر ابن الخطاب اخبار ما عندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنا فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد خسرناہ۔ یعنی ایک بار امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کرکے فرمایا۔ ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں، کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کرلیے اور تمہارے گھروں میں اور لوگ بسے، تمہارے مال تقسیم ہوگئے۔ اس پر کسی نے جواب دیا اے عمر بن الخطاب، ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کیے تھے۔ یہاں پائے۔ اور جو راہ خدا میں دیا تھا اوس کا نفع اوٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

حدیث (۵۹) امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیب سے راوی قال دخلنا مقابر المدینۃ مع علی ابن ابی طالب فنادی یا اھل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ تخبرونا باخبارکم تریدون ان نخبرکم قال فسمعت صوتا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین خبرنا عما کان بعدنا فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد اقتسمت والاولاد فقد حشروا فی زمرۃ الیتامٰی والبناء الذی شید تم فقد سکن اعداءکم فھذہ اخبار ما عندنا فما عندکم فاجابہ میت فقد تخرقت الاکفان وانتثرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت المناخیر بالقیح والصدید وما قدمناہ ربحناہ وما خلفناہ خسرناہ ونحن مرتھنون بالاعمال۔ یعنی ہم مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم کے ہمرکاب مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولا نے اہل قبر پر سلام کرکے فرمایا۔ تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤگے یا یہ چاہتے ہو۔ کہ ہم تمہیں خبر دیں۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ میں نے آواز سنی۔ کسی نے حضرت مولٰی کو جواب سلام دے کر عرض کی یا امیر المؤمنین آپ بتایئے، ہمارے بعد کیا گزرا امیر المؤمنین کرم اللہ تعالٰے وجہہ نے فرمایا۔ تمہاری عورتوں نے تو نکاح کرلیے۔ اور تمہارے مال سو وہ بٹ گئے۔ اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اوٹھی اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا۔ اوس میں تمہارے دشمن بسے۔ ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں اب تمہارے پاس کیا خبر ہے۔ ایک مردے نے عرض کی کہ کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پرزے پرزے ہوگئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گندہ پانی جاری ہے۔ اور جو آگے بھیجا تھا اوسکا نفع ملا۔ اور جو پیچھے چھوڑا اوسکا خسارہ ہوا۔ اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سبحٰن من تعزز بالبقاء وقہر عبادہ بالموت سبحان الحی الذی لایموت ابدًا وھو الغفور الرحیم۔
تنبیہ۔ جن صاحبوں نے جواب حدیث چہلم میں اس خطاب جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ و تنبیہ احیاء کے لیے قرار [illegible] فی مائۃ مسائل محالیًا اونھوں نے پوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی۔ ورنہ اوسکے لفظ اول سے آخر تک صاف [illegible] ہے [illegible] کہ یہاں حقیقۃً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر دیکھ لیجیے کہ جناب مولانے ابتداءً یہ لفظ ارشاد نہ کیے۔ بلکہ [illegible] اون سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤگے یا ہم شروع کریں۔ کیسے بے ارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنی تھے۔ پھر اون کی درخواست پر حضرت نے اخبار دنیا ارشاد فرماکر اونھیں حکم دیا۔ اب تم اپنی خبریں بتاؤ۔ چنانچہ اونھوں نے عرض کیں۔ پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے؟ واللہ الموفق۔

حدیث (۶۰) ابن عساکر نے ایک حدیث طویل روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المومنین اوس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا۔ بعد عشا باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا۔ اوس پر عاشق ہوگئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی۔ جوان نظر نہ فرماتا۔ ایک شب قدم نے لغزش کی ساتھ ہولیا۔ دروازے تک گیا جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیہ کریمہ زبان سے نکلی ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطٰن تذکروا فاذا ھم مبصرون۔ ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے۔ خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اوسوقت اونکی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ آیت پڑھتے ہی غش کھاکر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اوٹھاکر اوسکے دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی۔ دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بیہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلاکر اندر اٹھوایا۔ رات گئے ہوش آیا۔ باپ نے حال پوچھا۔ کہا خیر ہے۔ کہا بتادے ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جان پدر، وہ آیت کونسی ہے۔ جوان نے پھر پڑھی۔ پڑھتے ہی غش آیا۔ جنبش دی، مردہ پایا۔ رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کردیا۔ صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی یا امیر المومنین رات تھی۔ پھر امیر المومنین ہمراہیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے۔

آگے لفظ حدیث یوں ہیں فقال عمر یا فلان ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن فاجابہ الفتی من داخل القبر یا عمر قد اعطانیھا ربی فی الجنۃ مرتین۔ یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اوس کے لیے دو باغ ہیں۔ جوان نے قبر میں سے آواز دیا اے عمر مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دو بار عطا فرمائی۔

نسئال اللہ الجنۃ لہ الفضل والمنۃ وصلی اللہ تعالیٰ علی نبی الانس والجنۃ وآلہ وصحبہ واصحاب السنۃ
آمین آمین آمین۔

---

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

المقصد الثالث فی اقوال العلماء

قال الفقیر محرر السطور غفر لہ المولی الغفور اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح و تلویح و تنصیص و تلمیح و تائید و ترجیح و تسلیم و تصحیح میں ارشادات متکاثرہ و اقوال متوافرہ ہیں حضرات عالیہ صحابہ کرام و تابعین عظام و اتباع اعلام و مجتہدین اسلام و سلف و خلف علمائے عظام سے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وحشرنا فی زمرتہم یوم الدین آمین۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ اگر بقدر قدرت اُن کے حصر و استقصار کا ارادہ کرے موجز عجالہ حد سے مجلدے گزرے لہذا اولًا صرف ستر ائمہ دین و علماء کاملین کے اسماء طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر اور اس رسالہ کے فصول و مقاصد میں جلوہ گر وفضل اللہ سبحٰنہ اوسع واکثر۔ پھر دس نام اون عالموں کے بھی حاضر کروں گا جن پر اعتماد میں مخالف مضطر وھذا لدیہم ادھٰی وامر والحمد للہ العلی الاکبر۔

فمن الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (۱) امیر المومنین عمر فاروق اعظم (۲) امیر المومنین علی مرتضٰی (۳) حضرت عبداللہ بن مسعود (۴) حضرت سلمان فارسی (۵) عمرو بن عاص (۶) عبداللہ بن عمر (۷) عبداللہ بن عمرو (۸) ابوہریرہ (۹) عقبہ بن عامر (۱۰) ابوامامہ باہلی (۱۱) صحابی اعرابی صاحب حدیث صبیتا مررت وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم اور میں اون کے سوا اون صحابہ کرام کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنھوں نے سماع و ادراک ہوتے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ یا حضور کی زبان پاک سے سنا مثل عبداللہ بن عباس و انس بن مالک و ابورزین و براء بن عازب وابوطلحہ و عمارہ بن حزم و ابوسعید خدری و عبداللہ بن سیلان و ام سلمہ و قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اگرچہ معلوم کہ ارشاد والا حضور اعلٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سن کر اون کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں۔ نہ مقام تمام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو۔ تاہم جب قصد استیعاب نہیں تو اونھیں کہ اقتصار جن کے خود اقوال و افعال دلیل مسئلہ ہیں۔ وباللہ تعالٰی التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (۱۲) مجاہد مکی (۱۳) عمرو بن دینار (۱۴) بکر مزنی (۱۵) ابن ابی لیلٰی (۱۶) قاسم بن مخیمرہ (۱۷) راشد بن سعد (۱۸) ضمرہ بن حبیب (۱۹) حکیم بن عمیر (۲۰) علاء بن اللجلاج (۲۱) بلال بن سعد (۲۲) محمد بن واسع (۲۳) ام الدرداء وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی

ومن تبع تابعین لطف اللہ بہم یوم الدین (۲۴) عالم قریش سیدنا ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی (۲۵) عالم کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان (۲۶) عبدالرحمٰن بن العلاء وغیرہم روح اللہ تعالٰی ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالٰی مراقدہم (۲۷) عالم اہلبیت رسالت حضرت امام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

علی بن موسٰی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی و بتول بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم (۲۸) امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی (۲۹) امام محدث جلیل کبیر الجلیل (۳۰) امام فقیہ عابد و زاہد احمد بن حفص ابوالقاسم صفار حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی (۳۱) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی (۳۲) امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی (۳۳) امام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحب کافی (۳۴) امام ابوالفضل قاضی عیاض یحصبی مالکی (۳۵) امام حجۃ الاسلام مرشد الانام ابوحامد محمد محمد محمد غزالی (۳۶) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن فرح قرطبی صاحب تذکرہ (۳۷) امام شمس الائمہ حلوائی حنفی (۳۸) امام عارف باللہ اسمٰعیل فقیہ زاہد (۳۹) امام محدث محی الدین طبری شافعی (۴۰) امام ربانی سیدنا علاء الدولہ سمنانی (۴۱) امام ابوالمحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر مرغینانی حنفی استاذ امام قاضی خاں و صاحب خلاصہ (۴۲) بعض اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی حنفی صاحب التجنیس والمزید (۴۳) امام فقیہ النفس قاضی حسن بن منصور فرغانی اوزجندی حنفی (۴۴) امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی شارح صحیح مسلم (۴۵) امام فخر الدین محمد رازی شافعی (۴۶) امام سعد الدین تفتازانی مصنف و شارح مقاصد (۴۷) امام ابوسلیمٰن احمد بن ابراہیم خطابی (۴۸) امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض (۴۹) امام عمر بن محمد بن عمر جلال الدین جبازی حنفی صاحب فتاوٰی جبازیہ (۵۰) صاحب عباب حنفی تلمیذ امام اجل قاضی خاں (۵۱) علامہ محمود بن محمد لوبی بخاری حنفی صاحب حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردری (۵۲) سیدی یوسف بن عمر صوفی حنفی صاحب مضمرات (۵۳) امام عارف باللہ صدر الدین قونوی (۵۴) امام شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی (۵۵) امام ملک العلماء عزالدین بن عبدالسلام شافعی (۵۶) امام محدث زین الدین مراغی (۵۷) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی (۵۸) قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی صاحب تفسیر (۵۹) امام ابوعبداللہ ابن النعمان صاحب سفینۃ النجاء لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء (۶۰) امام عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب روض الریاحین (۶۱) امام علامہ سید الحفاظ ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری (۶۲) امام شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی صاحب کواکب الدراری شرح صحیح بخاری (۶۳) امام علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی شافعی صاحب شفاء السقام (۶۴) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی صاحب ارتیاح الاکباد بفقد الاولاد (۶۵) امام خاتم الحفاظ مجدد المائۃ التاسعہ ابوالفضل جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی صاحب شرح الصدور و بدور سافرہ و انیس الغریب و زہر الربٰی شرح سنن نسائی وغیرہ (۶۶) امام علامہ محمد بن احمد خطیب قسطلانی شافعی صاحب مواہب لدنیہ و ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (۶۷) امام شہاب الدین رملی انصاری شافعی (۶۸) سیدی ولی اللہ احمد زروق (۶۹) سید عارف باللہ ابوالعباس حضرمی (۷۰) امام احمد بن محمد ابن حجر مکی شافعی شارح مشکوٰۃ (۷۱) محقق علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحب حلیہ شرح منیہ (۷۲) امام محمد عبدری مکی مالکی (۷۳) امام صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبدالعزیز صاحب فتاوٰی کبرٰی حنفی (۷۴) امام محمد بن محمد بن شہاب الدین بزازی حنفی صاحب بزازیہ (۷۵) علامہ نور الدین سمہودی شافعی صاحب خلاصۃ الوفا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فی اخبار دار المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۷۶) علامہ رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحب مناسک ثلثہ (۷۷) علامہ نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحب سیرۃ انسان العیون (۷۸) امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی شافعی صاحب میزان الشریعۃ الکبرٰی (۷۹) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الھدٰی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۸۰) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی صاحب مواہب (۸۱) علامہ عبدالرؤف محمد مناوی شافعی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر (۸۲) امام ابوبکر بن محمد بن علی حدادی حنفی صاحب جوہرہ نیرہ شرح قدوری (۸۳) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحب غنیہ شرح منیہ (۸۴) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۸۵) علامہ محمد بن احمد حموی حنفی اُستاد محقق شرنبلالی (۸۶) علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحب نور الایضاح وامداد الفتاح ومراقی الفلاح (۸۷) علامہ خیر الدین رملی حنفی صاحب فتاوٰی خیریہ اُستاذ صاحب درمختار (۸۸) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصکفی شارح تنویر (۸۹) سیدی عارف باللہ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی صاحب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ (۹۰) سید علامہ ابوالسعود محمد حنفی (۹۱) مولانا عارف باللہ نور الدین جامی حنفی صاحب نفحات (۹۲) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الہند مولانا عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحب لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات وجذب القلوب ومدارج النبوۃ (۹۳) فاضل محدث مولانا محمد طاہر فتنی احمد آبادی حنفی صاحب مجمع بحار الانوار (۹۴) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحب کشف الغطا (۹۵) مولانا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعان فتاوٰی عالمگیری حنفیان (۹۶) بحر العلوم ملک العلماء مولانا ابوالعیاش محمد بن عبدالعلی لکھنوی حنفی (۹۷) خاتمۃ المحققین علامہ غنیمی حنفی (۹۸) فاضل سید احمد مصری طحطاوی حنفی (۹۹) سیدی امین الدین محمد شامی حنفی محشیان شرح علائی (۱۰۰) سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی وغیرہم برداللہ تعالٰی مضاجعہم۔

تنبیہ: فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے ان ائمہ سلف وعلمائے خلف سے صرف اونہیں اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع وادراک وعلم وشعور اہل قبور کے نصوص ظاہرہ یا دلائل باہرہ ہیں۔ پھر ان میں بھی حصر واستیعاب کا قصد نہ کیا کہ اسکی راہ میں بلاد شاسعہ وبراری واسعہ وجبال شاہقہ وبحار زاخرہ ہیں، بلکہ جاشادہ بھی بالتمام[1] ذکر نہ کیے جن کے اقوال ہدایت اشتمال

---

[1] قولہ۔ وہ بھی بالتمام ذکر نہ کیے۔ اقول۔ اس دعوی کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے ناظر اول تا آخر اسکے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمہ مذکورین کے سوا بہت علماء ومشائخ کے اسماء دیکھے گا۔ میں اتمام کلام کو ان کے نام بھی شمار کرتا اور عدد کو پونے دو سو نام تک پہنچاتا ہوں۔ متن میں سو ائمہ سلف وخلف اور دس متمردین مخالف کے اسماء گنائے کہ سب ایکسو دس ہوئے۔ آگے چلئے۔ من الصحابۃ والتابعین واتباعہم۔ (۱۱۱) حضرت عبداللہ بن سلام (۱۱۲) حضرت ام المومنین صدیقہ (۱۱۳) حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی (۱۱۴) حضرت امام حسن مثنّٰی ابن حسن مجتبٰی ابن مولٰی مشکلکشا صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدہم وعلیہم وبارک وسلم دائما ابدا (۱۱۵) افضل التابعین امام سعید بن المسیب (۱۱۶) حبان بن ابی جبلہ (۱۱۷) ابن مینا (۱۱۸) ابوقلابہ بصری (۱۱۹) سلیم بن عمیر (۱۲۰) عبداللہ بن ابی نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن د برسقوا نینا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس وقت میرے سامنے جلوہ فرما و تیسر حالت حاضرہ ہیں فتلك مائة كاملة فيهم وفاء لقلوب عاقلة سوٰى اولٰئك سادتی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامع۔ والحمد للّٰه اولاً وآخرا وباطنا وظاھرا۔ تمام الکلام بمسلک الالزام، اب انھیں لیجیے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور (۱) شاہ ولی اللہ صاحب (۲) اون کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب (۳)

(بسلسلۂ صفحۂ گزشتہ) (۱۲۱) امام محدث مفسر مجتہد ابن جریر طبری (۱۲۲) امام محدث اجل ابو محمد عبدالحق صاحب احکام کبرٰی و احکام صغرٰی (۱۲۳) امام ابو عمرو بن الصلاح محدث (۱۲۴) امام قاضی مجد الشریعۃ کرمانی (۱۲۵) امام اجل ابوالبرکات عبداللہ نسفی صاحب تصانیف مشہورہ (۱۲۶) امام علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی صاحب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (۱۲۷) علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار (۱۲۸) علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی (۱۲۹) امام فخرالدین ابو محمد عثمٰن بن علی زیلعی صاحب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق (۱۳۰) محمد بن محمد حافظ بخاری صاحب فصل الخطاب (۱۳۱) امام شہاب الدین شارح منہاج استاذ الاستاذ ابن حجر مکی (۱۳۲) حضرت سیدی علی قرشی قدس سرہ العرشی (۱۳۳) امام جلیل نورالدین ابوالحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار (۱۳۴) امام مجدالدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحب مختار و اختیار (۱۳۵) صاحب مطالب المومنین (۱۳۶) صاحب خزانۃ الروایات (۱۳۷) صاحب کنز العباد ہر سہ از مستندان متکلمین طائفہ (۱۳۸) علامہ اجہوری صاحب تصانیف کثیرہ (۱۳۹) علامہ زیادی (۱۴۰) علامہ داودی شارح منہج (۱۴۱) علامہ حلبی محشی صاحب درمختار (۱۴۲) شیخ احمد نخلی (۱۴۳) شیخ احمد شناوی (۱۴۴) شیخ احمد قشاشی ہر سہ محدثان مشائخ حدیث شاہ ولی اللہ (۱۴۵) مولٰنا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ صاحب (۱۴۶) مولٰنا ابوطاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ (۱۴۷) مولٰنا محمد بن حسین کتبی حنفی مکی (۱۴۸) مولٰنا حسین بن ابراہیم مالکی مکی (۱۴۹) حضرت مولٰنا شیخ الحرم احمد زین دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ و رد وہابیہ وغیرہا تصانیف علیہ (۱۵۰) مولٰنا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی (۱۵۱) مولٰنا عبدالجبار حنبلی بصری مدنی (۱۵۲) مولٰنا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی (۱۵۳) عبد صالح ہاشم بن محمد (۱۵۴) اون کے والد ماجد محمد عمری مدنی (۱۵۵) حضرت سیدی ابویزید بسطامی (۱۵۶) حضرت سیدی ابوالحسن خرقانی (۱۵۷) حضرت سیدی ابوعلی فارمدی (۱۵۸) حضرت سیدی ابوسعید خراز (۱۵۹) حضرت استاذ امام ابوالقاسم قشیری (۱۶۰) حضرت عارف باللہ سیدی ابی علی (۱۶۱) حضرت سیدی ابراہیم بن شیبان (۱۶۲) حضرت سیدی ابو یعقوب (۱۶۳) حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی (۱۶۴) حضرت میر ابوالعلی اکبر آبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ (۱۶۵) شاہ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خمسہ (۱۶۶) مولانا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی (۱۶۷) حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی (۱۶۸) شیخ بایزید ثانی (۱۶۹) مولانا عبدالملک (۱۷۰) شیخ اشرف لاہوری (۱۷۱) شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ سے ہیں (۱۷۲) جناب شیخ مجدد الف ثانی (۱۷۳) شیخ عبدالاحد پیر سلسلہ مجددیہ (۱۷۴) شیخ ابوالرضا محمد جد شاہ ولی اللہ (۱۷۵) سید احمد بریلوی پیر میاں اسمٰعیل دہلوی کہ صراط المستقیم جنکی ملفوظات قرار دی گئی، یہ مجموعہ پونے دو سو ہوا من بعضھم صریح البیان ومن بعضھم افادۃ البرہان ومن بعضھم التقریر والاذعان وبعضھم لیس الخبر کالبیان والحمد للّٰہ فی کل حین وآن اور ہنوز اس کتاب میں اور باقی ہیں اور جو حصر استیعاب کی طرف راہ کیا ہے بلکہ استقصائے تام قدرت خامہ و وسعت کاغذ سے ورا آخر نوع اول مقصد سوم میں ارشاد ان علماء کا مذکور ہوگا کہ علم وسیع ولیہ موتی پر تمام اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے تو جس قدر علمائے اہلسنت گزرے سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کتنے لاکھ ہے والحمد للّٰہ رب العٰلمین اور لطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے ہی جنکے دو ایک ظاہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انھیں کے باقی اقوال کو پس پشت ڈال کر مقام تحقیق و مرام توفیق و نظام تطبیق اور موافق و مباین جمہور کی تفریق سے

محض غافل یا اغوائے عوام کو تغافل کر رکھے ہیں واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ ۱۲ منہ دامت فیوضہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اون کے فرزند ارجمند مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (۴)، اون کے برادر نامور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب (۵) اون کے ممدوح جناب میرزا مظہر جانجاناں صاحب (۶)، اون کے مرید رشید قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (۷)، مولوی اسحاق صاحب دہلوی (۸)، اون کے شاگرد نواب قطب الدین خاں دہلوی (۹) مولوی خرم علی صاحب بلہوری تجاوز اللہ عنا وعن کل من صح ایمانہ فی النشاتین ورحم کل من یشہد صدقا بالشہادتین (۱۰)، ان سب سے قوی مجتہد لوی میاں اسمٰعیل دہلوی واللہ الہادی الی المنہج السوی وھو المستعان علی کل غوی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ الغالب العلی۔

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین مقصد احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث اصطلاح محدثین میں انھیں بھی شامل،[1] معہذا امور قبور واحوال ارواح مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاں[2] موقوف بھی مرفوع میں داخل۔ ہاں بعض اقوال تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں مذکور ہوئے۔ اور اوسکی وجہ اقوال باب سے مناسبت جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول ایسے ہی تناسب کے سبب اقوال تابعین کے ساتھ منقول ہوا۔ اب بقیہ حضرات کے کلمات طیبات و اقوال وتصریحات اگر بوجہ استیعاب کیجیے، پھر دفتر ہوتا ہے۔ لہٰذا صرف تین سو قول پر اقتصار کرتا ہوں۔ علمائے صنف اول کے دو سو اور اہل صنف دوم کے سو کہ دیدۂ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں ع در خانہ اگر کس است یکحرف بس است۔

تنبیہ۔ عدت قول جدت منقول یا تعدد منقول سے ہے۔ ابتداءً خواہ تقریراً اور درصورت اخیر ہر عالم کی عبارت جدا جدا لکھنا باعث طول۔ لہٰذا اونہیں ایک ہی سرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگا دیا جائے گا۔ یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادر پیشیں کے دو نوع پر منقسم واللہ سبحٰنہ ھو الموفق للحق والصواب فی کل مہم

نوع اول اقوال علماء سلف وخلف میں۔ ایک تمہید اور پندرہ فصل پر مشتمل۔ تمہید اسمیں کہ روحیں موت سے نہیں مرتیں (۱) ابن عساکر تاریخ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے راوی۔ امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہ سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے روح بھی مرجاتی ہے۔ فرمایا معاذ اللہ ھذا من قول اھل البدع۔ خدا کی پناہ یہ بدعتیوں کا قول ہے۔ (۲) امام ابن امیر الحاج خاتمہ حلیہ میں دربارۂ فوائد غسل میت فرماتے ہیں۔ اذا اعتنی المولٰی بتطہیر جسد یلقی فی التراب تنبہ العبد الی تطہیر ماھو باق

[1] علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی مقدمہ مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں۔ الحدیث اعم من ان یکون قول الرسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلہم وتقریرہم۔

[2] امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی ارجوزہ مسمی بالتثبیت عند التبییت میں فرماتے ہیں کہ ان السؤال للانام ؛ فی بارو وافی سبعۃ ایام ؛ کذا رواہ احمد بن حنبل ؛ فی الزہد عن طاؤس ذی البحر العلے ؛ وحکمہ الرفع کما قد قالوا ؛ اذ لیس للرای فیہ مجال ؛ ولیس للقیاس فی ذا الباب ؛ من مدخل عند ذوی الالباب ؛ وانما التسلیم فیہ اللائق ؛ والانقیاد حیث انبا الصادق۔ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وھو النفس فانہ لا یفنی عند اھل السنۃ والجماعۃ یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے ہم پر اوس بدن کی تطہیر فرض کی جو خاک میں ڈالا جائے گا۔ تو متنبہ ہوگا کہ اوس کی تطہیر اور بھی ضرور ہے۔ جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہلسنت و جماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔ (۳) امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں کہ لا تموت ارواح الحیاۃ بل ترفع الی السماء حیۃ روحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھالی جاتی ہیں (۴) امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل باقیۃ بعد خلقھا بالاجماع روحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاودان رہتی ہیں۔ (۵) خود امام ممدوح اس امر کی تائید میں کہ شہداء کی زندگی صرف روحانی نہیں بلکہ روح و بدن دونوں سے ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں لو کان المراد حیاۃ الروح فقط لم یحصل لہ تمییز عن غیرہ لمشارکۃ سائر الاموات لہ فی ذلک ولعلم المؤمنین باسرھم حیاۃ کل الارواح فلم یقل لقولہ تعالیٰ ولکن لا تشعرون معنی یعنی اگر آیت کریمہ میں حیات شہید سے صرف زندگی روح مراد ہوتی۔ تو اسمیں اُس کی کیا خصوصیت تھی۔ یہ بات تو ہر مرُدے کو حاصل ہے۔ اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی روحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں۔ حالانکہ حیات شہداء کی نسبت آیت میں فرمایا کہ تمہیں خبر نہیں۔ یہاں سے اجماع صحابہ ثابت ہوا۔

فصل اول۔ موت صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا۔ **قول (۱)** امام ابونعیم حلیہ میں بلال بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے یا اھل الخلود ویا اھل البقاء انکم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للخلود والابد ولکنکم تنتقلون من دار الی دار۔ اے ہمیشگی والو۔ اے بقاء والو تم فنا کو نہ بنے بلکہ دوام و ہمیشگی کے لیے بنے ہو۔ ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔ **قول (۲)** شرح الصدور میں ہے قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقۃ وحیلولۃ بینھما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار علماء نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض نیست و نابود ہو جائے۔ بلکہ وہ تو یہی روح و بدن کے تعلق چھوٹنے اور ان میں حجاب و جدائی ہو جانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے تنبیہ، تعلق چھوٹنے کے یہ معنی کہ وہ علاقہ معہودہ جو عالم حیات میں تھا۔ جاتا رہا۔ اور اسی طرح حجاب و جدائی ہو جانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصال تام باقی نہیں۔ ورنہ مذہب اہلسنت میں روح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق و اتصال رہتا ہے جیسا کہ فصول آئندہ کے اقوال کثیرہ میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قول (۳) جامع البرکات میں فرمایا۔ موت عدم محض نیست چنانکہ دہریاں و طبعیان گویند بلکہ انتقال ست از جائے بجائے و از دارے بدارے۔ **قول (۴)** اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقاء

ـــــــــــــــ

لہ نقلہ فی شرح الصدور عن الملیہ ۱۲ منہ

لہ تابعی جلیل عابد فاضل ثقہ رجال نسائی وغیرہ سے ۱۲ منہ سلمہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

زندہ اند نزد پروردگار خود مرزوق اند وخوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست۔ **قول (۵)** مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا لافرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لایموتون ولٰکن ینقلبون من دار الی دار اولیاء کی دونوں حالت حیات وممات میں اصلا فرق نہیں اسی لئے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لیجاتے ہیں۔

روایت مناسبہ: امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا جب میں نے اسکی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا یا اباسعید اما علمت ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما ینقلون من دار الی دار اے ابوسعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

روایت دوم: وہی عالیجناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہٗ سے راوی۔ میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا جب کفن کھولا اور اون کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ اون کی غربت پر رحم کرے فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا یا اباعلی تذللنی بین یدی من یدللنی اے ابوعلی تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔ میں نے عرض کی اے سردار میرے کیا موت کے بعد زندگی فرمایا بلی انا حی وکل محب للہ حی لانصرنک بجاھی غدا میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملیگی اوس سے میں تیری مدد کروں گا۔

روایت سوم: وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہ سے راوی۔ میرا ایک مرید جوان مرگیا مجھے سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی میں نے کہا جان پدر تو سچا ہے مجھی سے غلطی ہوئی۔ **روایت چہارم**۔ وہی امام حضرت ابویعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہ سے راوی۔ میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختہ پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا جان پدر میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں۔ یہ تو صرف مکان بدلنا ہے لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔ **روایت پنجم**۔ جناب ممدوح انھیں عارف موصوف سے راوی۔ مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیرو مرشد میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ حضرت یہ اشرفیاں لیں۔ آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا۔ پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی۔ میں نے قبر میں اوتارا۔ آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا موت کے بعد زندگی کہا انا حی وکل محب للہ حی میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے اس قسم کے صدہا روایات کلمات ائمہ کرام میں مذکور ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور

سے بذہ والاربعۃ بعدہا ال ذلک فی شرح الصدور ۱۲ منہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فصل دوم بموت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا۔ اور اس کے علوم و افعال بدستور رہتے ہیں۔ بلکہ زیادہ ہوجاتے ہیں پھر جمادیت کیسی اور اثبات تحسیس و ادراک ذمۂ مخصم۔ **قول (۶)** امام سبکی شفاء السقام شریف میں فرماتے ہیں النفس باقیۃ بعد موت البدن عالمۃ باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسفۃ وغیرھم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم یخالف فی بقاء النفوس الا من لایعتد بہ اھ ملتقطا یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم و ادراک رکھتی ہے۔ بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں۔ اور بقائے روح میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں ہیں۔

قول (۷) تفسیر بیضاوی میں ہے فیھا دلالۃ علی ان الارواح جواھر قائمۃ بانفسھا مغایرۃ لما یحس بہ من البدن تبقی بعد الموت دراکۃ وعلیہ جمھور الصحابۃ والتابعین وبہ نطقت الایات والسنن۔ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں، یہ بدن جو نظر آتا ہے اس کے سوا اور چیز ہیں۔ موت کے بعد اپنے اوسی ہوش و ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے۔ اور اسی پر آیات و احادیث ناطق۔ **قول (۸)** امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں۔ لاتظن ان العلم یفارقک بالموت فالموت لایھدم محل العلم اصلا ولیس الموت عدما محضا حتی تظن انک اذا عدمت عدمت صفتک یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہوجائے گا کہ موت محل علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی۔ نہ وہ نیست و نابود ہوجانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم و ادراک بھی نہ رہا۔ **قول (۹۔۱۰)** امام نسفی عمدۃ الاعتقاد پھر علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں۔ الروح لایتغیر بالموت مرنے سے روح میں کچھ تغیر نہیں آتا (**قول (۱۱)** علامہ تورپشتی فرماتے ہیں الروح الانسانیۃ متمیزۃ مخصوصۃ بالادراکات بعد مفارقۃ البدن فراق بدن کے بعد بھی روح انسانی متمیز و مخصوص بہ ادراکات ہے لعلالئ

قول (۱۲) علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے الموت لیس بعدم محض والشعور باق حتی بعد الدفن۔ موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی۔ **قول (۱۳)** اوسی میں ہے ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت۔ بیشک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے۔ **قول (۱۴)** شرح الصدور میں منقول کہ دلائل قرآن و حدیث لکھ کر کہا فصح ان الارواح اجسام حاملۃ لاعراضھا من التعارف والتناکر وانھا عارفۃ متمیزۃ ان سے ثابت ہوا کہ روحیں اجسام ہیں اپنے اوصاف شناخت و ناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذات خود ادراک و تمیز رکھتی ہیں: بیان وہ تقریر یاد کرنی چاہئے جو زیر حدیث دوم گزری۔ **قول (۱۵)** مقاصد و شرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے۔ عند المعتزلۃ وغیرھم البنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک

ؒ امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہلسنت کتاب الروح سے یوں نقل فرماتے ہیں۔ ان الروح ذات قائمۃ بنفسھا تصعد وتنزل وتتصل وتنفصل وتذھب وتجیئ وتتحرک وتسکن وعلی ذلک اکثر من مائۃ دلیل مقررۃ یعنی روح ایک مستقل ذات ہے کہ چڑھتی اترتی ملتی جدا ہوتی آتی جاتی حرکت کرتی ساکن ہوتی ہے اور اس پر سَو سے زیادہ دلائل ثابت ہوتے ہیں ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فعندھم لایبقی ادراك الجزئیات عند فقد الاٰلات وعندنا یبقی وھو الظاھر من قواعد الاسلام
معتزلہ وغیرہم کے مذہب میں یہ بدن شرطِ ادراک ہے تو ان کے نزدیک جب اس کے آلات نہ رہے ادراکِ جزئیات بھی نہ رہا اور
ہم اہل سنت وجماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے اور یہی ظاہر ہے قواعد دین اسلام سے **قول (۱۶)** لمعات شرح
مشکوٰۃ میں ہے سببیۃ الحواس للاحساس والادراك عادیۃ کما تقرر فی المذھب اما العلم فبالروح وھو باق
ابھی لتقضی حواس کا سبب احساس وادراک ہونا امر عادی ہے جیسا کہ مذہب اہل سنت میں ثابت ہوچکا اور علم تو روح سے
ہے وہ باقی ہے۔ **قول (۱۷)** امام سیوطی فرماتے ہیں ذھب اھل الملل من المسلمین وغیرھم الی ان الروح یبقی
بعد موت البدن وخالف فیہ الفلاسفۃ دلیلنا ما تقدم من الاٰیات والاحادیث فی بقائھا وتصرفھا الخ
تمام اہل ملت مسلمین ا دران کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں فلاسفہ یعنی بعض عیان حکمت نے اس میں خلاف کیا ہماری دلیل
وہ آیتیں وحدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے **قول (۱۸)** ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے قد انکر عذاب
القبر بعض المعتزلۃ والروافض محتجین بان المیت جماد لاحیاۃ لہ ولا ادراك لہ بعض معتزلہ اور روافض عذاب قبر سے منکر ہوگئے یہ حجت لاکر کہ مردہ جماد ہے نہ اُسکے لیے حیات ہے
نہ ادراک **قول (۱۹)** کشف الغطاء ستن مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است **قول**
(۲۰) اُوسی میں ہے فرقی نیست در ارواح کاملان در حین حیات و بعد از ممات مگر بترقی کمال **فصل سوم** ان تصریحوں
میں کہ اموات کے علم وادراک دنیا و اہل دنیا کو بھی شامل **قول (۲۱)** امام جلال الدین سیوطی رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے
ہیں سہ یعرف من یغسلہ ویحمل ؛ ویلبس الاکفان ومن ینزل۔ مردہ اپنے نہلانے والے اٹھانے والے کفن
پہنانے والے قبر میں اُتارنے والے سب کو پہچانتا ہے **قول (۲۲)** تا (۲۴) امام ابن الحاج مدخل اور امام [۲۳] قسطلانی
مواہب اور علامہ [۲۴] زرقانی شرح میں تقریباً فرماتے ہیں۔ واللفظ لاحیاء من اتصل الی عالم البرزخ من المومنین
یعلم احوال الاحیاء غالباً وقد وقع کثیر من ذلك کما ھو مسطور فی مظنتہ ذلك من الکتب جو مسلمان
برزخ میں ہیں اکثر احوال احیا پر علم رکھتے ہیں اور یہ امر بکثرت واقع ہے جیسا کہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور ہے
قول (۲۵) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک موتی کی تحقیق وتفصیل لکھ کر فرماتے ہیں باالجملہ کتاب وسنت
مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت می کند بر وجود علم موتی بدنیا و اہل آں پس منکر نہ شود آنرا مگر جاہل باخبار ومنکر دین
فصل چہارم اموات سے حیا کرنے میں **قول (۲۶)** ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی وہ
ایک مقبرہ پر گزرے پیشاب کی حاجت سخت تھی کسی نے کہا یہاں اُتر کر قضائے حاجت کرلیجئے فرمایا سبحان اللہ واللہ
انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء سبحان اللہ خدا کی قسم میں مردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسی
زندوں سے **قول (۲۷)** جب سیدنا امام شافعی مزار فائض الانوار حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے رضی اللہ تعالٰی عنہما و
عن اتباعہما نماز صبح میں قنوت نہ پڑھی لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا کیف اقنت بحضرۃ الامام وھو لا یقول بہ میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں. حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں ذکرہ سیدی علی الخواص والامام الشعرانی فی المیزان
ونحوہ العلامہ ابن حجر المکی فی خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان فی اولھا واعادہ
فی اٰخرھا عن بعض شراح منھاج الامام النووی وعن غیرہ ونحوہ فی عقود الجمان فی مناقب النعمان عن شیخ
شیوخہ الامام الزاھد الولی شھاب الدین شارح المنھاج بعض روایات میں آیا بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی
نقلہ الفاضل الشامی فی ردالمحتار عن بعض العلماء وکذا الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان بعض میں ہے تکبیرات
انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا سبب دریافت ہوا جواب پایا ادبا مع ھذا الامام اکثر من ان نظھر خلافہ بحضرتہ
اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ ان کے حضور ان کا خلاف ظاہر کریں ذکرہ علی القاری فی المرقاۃ شرح
لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا استحیی ان اخالف مذھب الامام فی حضورہ مجھے شرم
آتی ہے کہ امام کے سامنے اُن کے مذہب کے خلاف کروں ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ فصل المقام بالمدینۃ
المنورۃ سبحان اللہ اگر اموات دیکھتے سنتے نہیں تو جہر واخفا یا رفع وترک یا مکث قنوت وتعجیل سجود میں کیا فارق تھا. للہ
انصاف اگر سنائے قبر حجاب مانع ہو تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا اور اس ادب ولحاظ کا کیا باعث تھا **(قول ۲۸ تا ۳۱)**
علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی
اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے اسی طرح اُن بقعۂ پاک میں جو مزار
پہلے آتا جائے اس پر سلام کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت وعظمت رکھتا ہے اُس کے سامنے سے بے سلام چلا جانا مروت وادب سے
بعید ہے مولانا[۲۹] علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرما کر مسلم رکھا شیخ[۳۰] محقق نے جذب القلوب میں بعض[۳۱] دیگر علماء سے اس کی
تحسین نقل کی ہے کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل واشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں مسلک متقسط میں ہے
ذکر العلامۃ فضل اللہ بن الغوری من اصحابنا ان البداءۃ بقبۃ العباس والختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما
اولٰی لان مشھد العباس اول مایلقی الخارج من البلد عن یمینہ فمجاوزتہ من غیر سلام علیہ جفوۃ فاذا سلم علیہ
وسلم علی من یمر بہ اولا فیختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا فی رجوعہ کما صرح بہ ایضا کثیر من مناسکنا الخ تاریخ
مدینہ میں ہے متاخرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتدا بزیارت کہ کند طائفہ برانند کہ ابتدا بزیارت حضرت عباس کند وہر کہ بادے
دریک قبہ آسودہ اند از ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین زیرا کہ اسہل واقرب است واز پیش ایشان درگزشتن وبزیارت
دیگران متوجہ شدن نوعے از جفا وسوء ادب باشد الخ اسی میں ہے محصل کلام بعضے از علماء آنست کہ ابتدا از قبہ عباس کند رضی اللہ
تعالٰی عنہ وعمن معہ وبعد ازاں ہر کہ پیش آید زیرا کہ ہر کہ با ذی جلالت شان بود بے سلام از پیش وی گزشتن وجائے دیگر رفتن از عالم
مروت وحفظ طریقۂ ادب بغایت دوراست قال بعضھم وھو مقصد صالح لایضرہ معہ عدم رعایۃ الافضل والاشرف
الخ

فصل پنجم

افعال احیاء سے تاذی اموات میں **قول ۳۲ تا ۳۴)** مراقی الفلاح میں فرمایا اخبرنی شیخی العلامۃ محمد

http://ataunnabi.blogspot.in

بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی بانھم یتاذون بخفق النعال مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی رحمہ اللہ نے خبر دی کہ جوتی کی پہچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے علامہ طحطاوی[۳۴] نے اس پر تقریر فرمائی **قول (۳۵)** حدیث میں جو تکیہ قبر پر لگانے سے ممانعت فرمائی اور اُسے ایذائے ارشاد ہوا جیسا کہ حدیث ۲۵ میں گزرا شیخ محقق رحمہ اللہ اس پر شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش می دارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وی از جہت تضمن وی اہانت و استخفاف را بوی واللہ اعلم **قول (۳۶ و ۳۷)** عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی[۳۵] حدیقہ میں فرماتے ہیں معناہ ان الارواح تعلم بترک اقامۃ الحرمۃ والاستھانۃ فتتاذی بذلک اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتی ہیں۔ **قول (۳۸ و ۳۹)** حاشیہ طحطاوی و ردالمحتار وغیرہما میں ہے مقابر میں پیشاب کرنے کو منع ہے لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اُس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں اقول بلکہ دیلمی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا المیت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے **قول (۴۰ و ۴۱)** حدیث ۲۶ کے نیچے اشعہ میں امام ابوعمر عبدالبر سے نقل کیا از ینجا مستفاد می گردد کہ میت متألم می گردد بتمام آنچہ متألم می گردد بداں حی ولازم اینست کہ متلذذ گردد بتمام آنچہ متلذذ می شود بداں زندہ۔

تذئیل مسئلہ ہے کہ دارالحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہو انھیں زندہ نہ چھوڑیں کہ اس میں حربیوں کا نفع ہے نہ کونچیں کاٹیں کہ اس میں جانور کی ایذا ہے بلکہ ذبح کرکے جلادیں تاکہ وہ اُن کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کرسکیں درمختار میں ہے حرم عقر دابۃ شق نقلھا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربھا اس پر علامہ حلبی محشی درمختار نے شبہہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مردے کے جسم کو جو صدمہ پہنچائیں اُس سے اُسے تکلیف نہ ہو حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وہ اپنی قبور میں ثواب و عذاب پاتے ہیں تو اُن کی ارواح کو ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے جس کے سبب ادراک و احساس ہوتا ہے جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ اُن کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا ردالمحتار میں ہے اوردالمحشی علی جواز احراقھا بعد الذبح انہ یقتضی ان المیت لا یتالم مع انہ ورد انہ یتالم بکسر عظمہ قلت قد یجاب بان ھذا خاص ببنی ادم لانھم یتنعمون ویعذبون فی قبورھم بخلاف غیرھم من الحیوانات والا لزم ان لا ینتفع بعظمھا ونحوہ ثم رایت ط ذکر نحوہ انتہی اقول تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے ورنہ جن بھی بعد موت ادراک رکھتے ہیں کما یاتی فی القول ۱۹ اور خود عذاب و ثواب سے علامہ کی تعلیل اس پر دلیل واللہ تعالٰی اعلم

فصل ششم ملاقات احیاء

وذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے **قول (۴۲)** امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا عروی فسوک ان ای المقابر جب زائر مقابر پر آتے ہیں مُردے اُن سے اُنس حاصل کرتے ہیں **قول (۴۳)** امام اجل نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقسام زیارت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں فرمایا ایک قسم کی زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے وسیأتی نقلہ فی النوع الثانی ان شاء اللہ تعالٰی **قول** (۴۴) جذب القلوب میں فرمایا زیارت گاہی از جہت ادائے حق اہل قبور باشد در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتیکہ میت را بود در وقتیست کہ یکے از آشنایان او زیارت قبر او کند واحادیث دریں باب بسیار ست **قول** (۴۵ و ۴۶) فتاوٰی قاضی خان پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے ان قرأ القراٰن عند القبور نوی بذٰلک ان یؤنسہ صوت القراٰن فانہ یقرأ ومقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیت ہو کہ قرآن کی آواز سے مردے کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے **قول** (۴۷ تا ۴۹) ردالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا ان المیت یستانس بالذکر علٰی ما ورد فی الاٰثار بیشک اللہ تعالٰی کے ذکر سے مردے کا جی بہلتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے **قول** (۵۰ تا ۵۸) امام قاضی خاں فتاوٰی خانیہ شرنبلالی نورالایضاح و مراقی الفلاح وامداد الفتاح پھر علامہ ابوالسعود وفاضل طحطاوی حاشیہ مراقی میں استناداً و تقریراً اور شامی حاشیہ در میں استناداً اور خزانۃ الروایات میں فتاوٰی کبرٰی سے اور امام بزازی فتاوٰی بزازیہ اور شیخ الاسلام کشف الغطا میں اور ان کے سوا اور علما فرماتے ہیں واللفظ للخانیۃ یکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ فان کان یابسًا لاباس بہ لانہ مادام رطبًا یسبح فیؤنس المیت چوب و گیاہ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور خشک ہو تو مضائقہ نہیں کہ وہ جب تک تر رہتی ہے تسبیح خدا کرتی ہے اور اس سے میت کا جی بہلتا ہے علامہ شامی نے اسی حدیث سے مدلل کرکے فرمایا اس بنا پر مطلقًا کراہت ہے اگرچہ خود رو ہو کہ قطع میں حق میت کا ضائع کرنا ہے **تنبیہ** فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ علما کی ان عبارات اور نیز چار قول آئندہ و دیگر تصریحات گزشتہ سے دو جلیل فائدے حاصل اوّلا نباتات و جمادات و تمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اس کی بقا تک ہر شجر و حجر زبان قال سے اس رب اکبر جل جلالہ کی پاکی بولتا ہے اور سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلمات تسبیح الٰہی کہتا ہے کہ ان میں صرف زبان حال ہے جیسا کہ ظاہر بینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر و خشک میں تفرقہ محض بے معنی تھا کما لایخفی اور آیہ کریمہ ان من شیئ الا یسبح بحمدہ خود اس پر برہان قاطع کہ اس میں فرمایا ولکن لاتفقہون تسبیحھم تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ظاہر ہے کہ تسبیح حالی تو ہر شخص عاقل سمجھتا ہے یہاں تک کہ شعرا بھی کہہ گئے ع ہر گیاہے کہ از زمیں روید ٭ وحدہ لاشریک لہ گوید۔ اور خود مذہب[۱] اہلسنت مقرر ہو چکا کہ تمام ذرات عالم کے لیے ایک نوع علم و ادراک و سمع و بصر حاصل ہے مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا اور اس پر قرآن و احادیث کے صدہا نصوص ناطق ہیں جمع کروں تو ان شاء اللہ تعالٰی پانسو سے کم نہ ہوں گے ان سب کو بلاوجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا قانون عقل و نقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہت مبتدعین میں ولوج ہے خصوصًا وہ نصوص[۲] جو صریح مفسر ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے

۱؎ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب فضل الاذان میں ہے الصحیح ان للجمادات والنباتات والحیوانات علما وادراکا وتسبیحا قال البغوی وھذا مذہب اہل السنۃ وتدل علیہ الاحادیث والاٰثار تشہد لہ کما یعرفہ اہل المشاہدۃ والاسرار الخفیۃ التی ہی کالانوار والمعتمد فی المعتقد ان شہادۃ الاعضاء بلسان القال لما ورد من الشرع یحمل علی ظاہرہ مالم یصرف عنہ صارف ولا صارف ہنا کما لایخفی ۱۲ منہ ۲؎ فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتا دیا وباللہ التوفیق

بقیہ بر صفحہ ۲۸۵

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اس مسئلہ کا قدرے ایضاح کرتا **ثانیاً** اقوال مذکورہ سے یہ بھی منصّۂ ثبوت پر جلوہ گر ہوا کہ اہل قبور کی قوت سامعہ اس درجہ تیز وصاف وقوی تر ہے کہ نباتات کی تسبیح جسے اکثر احیا نہیں سنتے وہ بلا تکلف سنتے اور اس سے اُنس حاصل کرتے ہیں پھر انسان کا کلام تو واضح اور اظہر ہے واللہ تعالٰی الہادی **قول** (۵۹ تا ۶۲) مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے اور کنز العباد و فتاوٰی غرائب وغیرہا میں ہے وضع الورد والریاحین علی القبور حسن لانہ مادام رطبًا یسبح ویکون للمیت انس بتسبیحہ گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر **ڈالنا** خوب ہے کہ وہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیح الٰہی کریں گے تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا **فائدہ** مطالب المومنین وجامع البرکات دونوں کتب مستندۂ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل میں اور اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا **فصل ہفتم** وہ اپنے زائرین کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں **قول** (۶۳ و ۶۴) مولٰنا علی قاری علیہ رحمۃ الباری منسک متقسط شرح منسک متوسط پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں من اداب الزیارۃ ماقالوا من انہ یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لامن قبل راسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ زیارت قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علما نے فرمائی کہ زیارت کو قبر کی پائینتی سے جائے نہ سرہانے سے کہ اُس میں میت کی نگاہ کو مشقت ہوگی (یعنی سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے گا) تو اُس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا **قول** (۶۵) مدخل میں فرمایا کفی فی ھذا بیانا قولہ علیہ الصلاۃ والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتہی ونور اللہ لایحجبہ شیئ ھذا فی حق الاحیاء من المومنین فکیف من کان منھم فی الدار الاخرۃ اس امر کے ثبوت میں کہ اہل قبور کو احوال احیا پر علم وشعور ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی جب زندگی کا یہ حال ہے تو اُن کا کیا پوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں **قول** (۶۶) شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی نقل فرماتے ہیں درمیان قبور سائر مومنین وارواح ایشان نسبت خاصی است مستمر کہ بدان زائران را می شناسند وسلام برایشان می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات شیخ فرماتے ہیں علامہ ممدوح نے بہت احادیث سے اس معنی کو ثابت کیا **قول** (۶۷) انیس الغریب میں فرمایا ع ویعرفون من اتاھم زائرًا جو زیارت کو آتا ہے مُردے اُسے پہچانتے ہیں **قول** (۶۸) تیسیر میں ہے الشعور باق حتی

۳ئہ متعدد حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیح الٰہی میں غفلت نہ کرے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما صید صید ولا قطعت شجرۃ الا بتضییع التسبیح رواہ ابونعیم فی الحلیۃ بسند حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابو الشیخ نے روایت کی ما اخذ طائر ولا حوت الا بتضییع التسبیح اسحاق بن راہویہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ان کے پاس ایک کلاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم وکامل تھے دیکھ کر فرمایا میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا ما صید صید ولا عضدت عضاہ ولا قطعت شجرۃ الا بقلۃ التسبیح نہ کوئی جانور شکار ہوا نہ کوئی ببول کٹی نہ کسی پیڑ کی جڑیں چھانٹی گئیں مگر تسبیح کی کمی کرنے سے ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بعد الدفن حتی انه یعرف زائرہ (شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے) **قول** (۶۹)
لمعات و اشعۃ اللمعات و جامع البرکات میں ہے واللفظ للوسطی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میت روز
جمعہ علم و ادراک بیشتر از انچہ دادہ می شود در روزہائے دیگر تا آنکہ می شناسد زائر را بیشتر از روز دیگر شرح سفر السعادۃ میں تفصیل
وتشریح تر فرمایا کہ خاصیت سی ام آنکہ روز جمعہ ارواح مومنان بقبور خویش نزدیک می شوند نزدیک شدن معنوی و تعلق و اتصال
روحانی بتکثیر و شائبہ اتصالی کہ ببدن دارد و زائران را کہ نزدیک قبری آیند می شناسد و خود ہمیشہ می شناسند ولیکن دریں روز
شناختن زیادت بر شناخت سائر ایام ست از جہت نزدیک شدن بقبور لابد شناخت از نزدیک بیشتر و قوی تر باشد از شناخت
دور و در بعض روایات آمدہ کہ این شناخت دراول روز بیشتر است از آخر آن و لہذا زیارت قبور درین وقت مستحب تر است
و عادت در حرمین شریفین ہمین است ولا عطر بعد العروس **قول** (۷۰ و ۷۱) شیخ و شیخ الاسلام نے فرمایا
واللفظ للشیخ فی جامع البرکات تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و او را علم و شعور بزائران و
احوال ایشان ثابت است و این امریست مقرر در دین **قول** (۷۲) تیسیر میں زیر حدیث من زار قبر ابویہ نقل فرمایا هذا
نص فی ان المیت یشعر بمن یزورہ والا لما صح تسمیتہ زائرا اذا لم یعلم المزور بزیارۃ من زارہ لم یصح ان
یقال زارہ هذا هو المعقول عند جمیع الامم (یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اُسے زائر کہنا
صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائیے جب اُسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے ملاقات کی تمام عالم اس لفظ سے یہی معنی
سمجھتا ہے) **قول** (۷۳ و ۷۴) اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز میں شرح مشکوۃ امام ابن حجر مکی سے زیر حدیث ام المومنین
صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا درین حدیث دلیلی واضح ست بر حیات
میت و علم وی و آنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصًا صالحان و مراعات ادب بقدر مراتب ایشان
چنانکہ در حالت حیات ایشان پھر کتاب الجہاد لمعات میں اُسے ذکر کرکے لکھا ہے هل هذا الا اثبات العلم والادراک
(یہ اگر میت کے لیے علم و ادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے)

فصل ہفتم

وہ اپنے زائروں سے کلام کرتے اور ان کے سلام و کلام کا جواب دیتے ہیں[1] **قول** (۷۵ تا ۷۸) امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب الدین طبری شارح تنبیہ سے ناقل
ہیں امام اسمعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبید میں تھا فقال لی یا محب الدین اتؤمن بکلام الموتی قلت نعم فقال ان
صاحب هذا القبر یقول لی انا من حشو الجنۃ (انھوں نے فرمایا اے محب الدین آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام
کرتے ہیں، میں نے کہا ہاں، کہا اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں) **تنبیہ** اس روایت
کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اُس میت نے امام اسمعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے

[1] تنبیہ جواب سلام کا ایک قول فصل ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محل استدلال یہ ہے کہ وہ دونوں امام احیا سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے اور
ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا **تذییل** امام یافعی امام سیوطی اغنیا ابن اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی ہوئے
بعض مقابرِ یمن پر ان کا گزر ہوا بہ شدت روئے اور سخت مغموم ہوئے پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد ہوئے کسی نے سبب
پوچھا فرمایا میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب قبر میں دیکھا رو دیا اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی حکم ہوا قد شفعناك
فیھم ہم نے تیری شفاعت اُن کے حق میں قبول فرمائی اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی وانا معھم یا فقیہ اسمٰعیل انا فلانۃ
المغنیۃ مولانا اسمٰعیل میں بھی انھیں میں ہوں میں فلانی گانے والی ہوں میں نے کہا وانت معھم تو بھی ان کے ساتھ ہے
اس پر مجھے ہنسی آئی اللّٰھم اجعلنا ممن رحمتہ باولیائك آمین **قول (۷۹)** زہر الربی شرح سنن نسائی میں
نقل فرمایا ان للروح شانا اٰخر فتکون فی الرفیق الاعلٰی وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی
صاحبھا رد علیہ السلام وھی فی مکانھا ھناك الٰی ان قال انما یاتی الغلط ھٰھنا من قیاس الغائب علی
الشاھد فیعتقد ان الروح من جنس مایعھد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون
فی غیرہ وھذا غلط محض روح کی شان جدا ہے باآنکہ ملاء اعلٰی میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے
کہ جب سلام کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھے چیز کو محسوسات پر
قیاس کرکے، روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اسی وقت دوسرے میں نہیں ہوسکتی حالانکہ یہ محض
غلط ہے **قول (۸۰)** علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں رد السلام علی المسلم من الانبیاء حقیقی
بالروح والجسد بجملتہ ومن غیر الانبیاء والشھداء باتصال الروح بالجسد اتصالا یحصل بواسطتہ التمکن
من الرد مع کون اروا حھم لیست فی اجسادھم وسواء الجمعۃ وغیرھا علی الاصح لکن لامانع من ان الاتصال
فی الجمعۃ والیومین المکتنفین بہ اقوی من الاتصال فی غیرھا من الایام اھ ملخصا انبیاء علیہم الصلٰوۃ
والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح و بدن دونوں سے ہے اور انبیاء و شہداء کے سوا اور
مومنین میں یوں ہے کہ اُن کی روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث
جواب سلام پر انھیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ
وجمعہ وشنبہ میں اور دنوں کی نسبت اتصال قوی تر ہے **قول (۸۱ و ۸۲)** شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی
میں نقل فرمایا الاحادیث والاٰثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم بہ المزور وسمع سلامہ وانس بہ ورد
علیہ وھذا عام فی حق الشھداء وغیرھم وانہ لاتوقیت فی ذٰلك احادیث وآثار دلیل ہیں کہ جب زائر
آتا ہے مُردے کو اس پر علم ہوتا ہے اُس کا سلام سنتا اور اس سے انس کرتا اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء
وغیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت[۱] کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں **قول (۸۳)**

[۱] وھٰھنا امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا وسلموا ورد علی المسلم فی ای یوم قالہ ابن قیم مُردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو جیسا کہ ابن قیم نے تصریح کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارۂ حدیث تلقین موتی فرمایا عند اہل السنۃ ھذا علی الحقیقۃ لانہ یجیب علی ماجاءت بہ الاٰثار اہل سنت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لیے کہ مُردہ تلقین کا جواب دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا

فصل نہم اولیا کی کرامتیں اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں **قول (۸۴)** امام نووی نے اقسام زیارت میں فرمایا ایک زیارت بغرض حصول برکت ہوتی ہے یہ مزاراتِ اولیا کے لیے سنت ہے[1] اوران کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بیشمار ہیں و ستقف علی ذٰلک ان شاء اللہ تعالٰی **قول (۸۵ و ۸۶)** اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا تفسیر کردہ است بیضاوی آیۂ کریمہ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا الاٰیۃ بصفات نفوس فاضلہ درحال مفارقت از بدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان و نشاط میکنند بسوئے عالم ملکوت و سیاحت میکنند دراں پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس می گردند بشرف وقوت از مدبرات **قول (۸۷)** علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا کرامات الاولیاء باقیۃ بعد موتھم ایضًا ومن زعم خلاف ذٰلک فھو جاھل متعصب ولنا رسالۃ فی خصوص اثبات الکرامۃ بعد موت الولی اھ ملخصًا اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اُس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے **قول (۸۸ و ۸۹)** شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں قال العلامۃ الغنی وھو خاتمۃ محققی الحنفیۃ اذا کان مرجع الکرامات الی قدرۃ اللہ تعالٰی کما تقرر فلا فرق بین حیاتھم ومماتھم الٰی ان قال قد اتفقت کلمات علماء الاسلام قاطبۃ علی ان معجزات نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتنحصر لان منھا ما اجراہ اللہ تعالٰی ویجریہ لاولیائہ من الکرامات احیاءً وامواتًا الٰی یوم القیامۃ علامہ غنی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ محققین حنفیہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت ہوچکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف ہے تو اولیا کی حیات ووفات میں کچھ فرق نہیں تمام علمائے اسلام یک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اللہ تعالٰی نے اپنے اولیائے زندہ ومُردہ سے جاری کیں اور قیامت تک اُن سے جاری فرمائے گا **قول (۹۰)** اُس میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے منقول معجزات الانبیاء وکرامات الاولیاء لاتنقطع بموتھم انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں **قول (۹۱ و ۹۲)** امام ابن الحاج مدخل میں امام ابوعبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجا لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم اہل بصیرت و اعتبار کے نزدیک محقق ہوچکا ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بغرض تحصیل برکت و عبرت

[1] ف زیارت گاہی از جہت انتفاع اہل قبور بود چنانچہ در زیارت قبور صالحین آثار آمدہ ۱۲ جذب القلوب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

محبوب ہے کہ ان کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں **قول (۹۳)** جامع البرکات میں ارشاد فرمایا
اولیاء را کرامات و تصرفات در اکوان حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشان را چون ارواح باقی است بعد از ممات نیز
باشد **قول (۹۴)** کشف الغطا میں ہے ارواح کمل کہ در حین حیات ایشان بسبب قرب ومکانت ومنزلت از رب العزة
کرامات و تصرفات و امداد داشتند بعد از ممات ہمچناں بہمان قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانکہ در حین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر از آن
قول (۹۵ و ۹۶) شرح مشکوٰۃ میں فرمایا یکے از مشائخ عظام[1] گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور
خود مانند تصرفہائے ایشان در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دو کس[2] دیگر را از اولیاء
شمردہ و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است **فصل دہم** الحمد للہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ
وہی شان امداد و یاری ہے **قول (۹۷)** امام اجل عبد الوہاب شعرانی قدس اللہ سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ارشاد
فرماتے ہیں جمیع الائمۃ المجتہدین یشفعون فی اتباعہم ویلاحظونہم فی شدائدہم فی الدنیا والبرزخ
ویوم القیامۃ حتی یجاوزوا الصراط تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیرووں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ و قیامت ہر
جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں اسی امام اجل نے اسی کتاب اجل میں
فرمایا قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ان ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ کلہم یشفعون
فی مقلدیہم ویلاحظون احدہم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیر لہ وعند النشر والحشر والحساب
والمیزان والصراط ولا یغفلون عنہم فی موقف من المواقف ولما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصر الدین
اللقانی رأہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ ما فعل اللہ بک قال لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسئلانی اتاہم الامام
مالک فقال مثل ہذا یحتاج الی سوال فی ایمانہ باللہ ورسولہ تنحیا عنہ فتنحیا عنی اھ واذا کان مشائخ الصوفیۃ
یلاحظون اتباعہم ومریدیہم فی جمیع الاہوال والشدائد فی الدنیا والاٰخرۃ فکیف بائمۃ المذاہب الذین
ہم اوتاد الارض وارکان الدین وامناء الشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی امتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
ہم نے کتاب الاجوبہ عن الائمۃ الفقہاء والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہاء وصوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں
اور جب ان کے مقلد کی روح نکلتی ہے جب منکر نکیر اس سے سوال کو آتے ہیں جب اس کا حشر ہوتا ہے جب نامہ اعمال کھلتے ہیں
جب حساب لیا جاتا ہے جب عمل تُلتے ہیں جب صراط پر چلتا ہے غرض ہر حال میں اس کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اس
سے غافل نہیں ہوتے ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے
انھیں خواب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ کہا جب منکر نکیر نے مجھ سے سوال کے لیے بٹھایا امام مالک تشریف
لائے اور ان سے فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے خدا و رسول پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے الگ ہو
اس کے پاس سے، یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے الگ ہو گئے، اور جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم ہر ہول و سختی کے وقت

[1] یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما رواہ عنہ الامام نور الدین ابو الحسن علی فی بہجۃ الاسرار بسند ۱۲ منہ
[2] یعنی شیخ عقیل منبجی و حضرت شیخ ابن قیس حرانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم فی البہجۃ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دنیا و آخرت میں اپنے پیروؤں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں تو ان پیشوایانِ مذاہب کا کہنا ہی کیا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون اور شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت پر اُس کے امین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ؎ حسبی من الخیرات ما اعددتہ ٭ یوم القیامۃ فی رضی الرحمٰن ٭ دین النبی محمد خیر الورٰی ٭ ثم اعتقادی مذہب النعمان ٭ وارادتی وعقیدتی ومحبتی ٭ للشیخ عبد القادر الجیلانی ٭ ؎ دی بخاک رضا شدم گفتم ٭ کہ تو چونی کہ ما چنان شدہ ایم ٭ ہمہ روز از غمت بفکر فضول ٭ ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم ٭ خبری گو بما زتلخی مرگ ٭ گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم ٭ قادریت بکام ما کردند ٭ سنیت را گدائے میکدہ ایم ٭ شیر بودیم و شہد افزودند ٭ ماسراپا حلاوت آمدہ ایم ٭ **تنبیہ نبیہ** ہاں مقلدانِ ائمہ کو خوشی و شادمانی اور ان کے مخالفوں کو حسرت و پشیمانی مگر ماتاطرف فروع میں تقلید سے متبع نہیں ہوتا پہلے اہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمہ سلف کے خلاف ہو تو یہ کہاں؟ وہ اور کہاں اتباع بلکہ تو بہتیرے معتزلی حنفیت جتاتے ہیں بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں بہت مجسمہ موجہہ حنبلی کہے جاتے پھر کیا ارواح طیبہ حضرات عالیہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اُن سے خوش ہوں گے کلا واللہ ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہی جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں حالانکہ اُن سے پہلے بیزار روح پاک ائمہ اطہار ہے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین یوہیں نجد کے حنبلی ہند کے حنفی جو مخترعانِ مذہب جدید و متبعان قرن طرید ہوئے ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ خبلی[1] و جنفی[2] ہیں یہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے قصیدہ اکسیر اعظم ۱۳۰۲ کی شرح مجیر معظم ۱۳۰۳ میں غلامانِ سرکار قادری کے فضائل اور ان کے لیے جو عظیم امیدیں ہیں لکھ کر گزارش کی اما ہوس کار اینکہ نزد ایشان اتباع ہوائے نفس کمال تصوف و در احکام شرع مطہر تصرف مناہی و ملاہی موصل الی اللہ و تباہی و وای ریاضت این راہ روزہا دارند ما بر گردن و نمازہا گزارند بمعنی ترک کردن و نہ آنکہ ازینہا باکی دارند یا سرے خارند بلکہ فارغ زیند و حسابی ندارند و خود ازینہا چہ حکایت وا از بدعت چہ شکایت کہ متہوران ایشان ضروریات دین را خلاف کنند و بدعوی اسلام بر عقائد اسلام خندہ زنند من و خدائے من کہ اینان نہ قادری باشند و نہ چشتی بلکہ قادری باشند و رشتی ؎ سایہ باد و باد از ما دور الخ اھ ملخصا **معہذا** بالفرض اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم جب اُن کے نزدیک ارواح گزشتگان مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد تو وہ اس قابل کہاں کہ ارواح ائمہ اُن پر نظر فرمائیں سنت الٰہیہ ہے کہ منکر کو محروم رکھتے ہیں اللہ تعالٰی حدیث قدسی میں فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی میں بندہ سے وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے رواہ البخاری جب ان کے گمان میں امداد محال تو اُن کے حق میں ایسا ہی ہوگا ع گر بر تو حرام است حرامت بادا۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث متواتر میں فرماتے ہیں شفاعتی یوم القیمۃ حق فمن لم یؤمن بہا لم یکن من اہلہا میری شفاعت قیامت کے روز حق ہے جو اُس پر ایمان نہ لائے گا اُس کے

[1] خبل بفتحتین بمعنی غضب ۱۲ منہ [2] جنف بفتحتین میل وجور ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہل سے نہ ہوگا رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم وبضعۃ عشر من الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں ان کی شفاعتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین اللھم آمین **قول** (۹۸ تا ۱۰۰) امام غزالی قدس سرہ العالی پھر شیخ محقق[۹۹] پھر شیخ الاسلام[۱۰۰] فرماتے ہیں واللفظ لشرح المشکوۃ حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ می شود دوی در حیات استمداد کردہ می شود بوی بعد از وفات **قول** (۱۰۱ و ۱۰۲) امام ابن حجر مکی پھر شیخ[۱۰۲] نے شرح مشکوۃ میں فرمایا صالحان را مدد بلیغ است زیارت کنندگان خود را بر اندازہ ادب ایشان **قول** (۱۰۳) امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنت کے نزدیک علم وادراک موتی کی تحقیق کرکے فرمایا ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار اسی لیے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے **قول** (۱۰۴ و ۱۰۵) ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے انھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالٰی ونفع الزائرین بحسب معارفھم واسرارھم ارواح طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیکی اور زائروں کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے **قول** (۱۰۶) امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں ان کان المیت المزار ممن ترجی برکتہ فیتوسل الی اللہ تعالٰی بہ یبدؤ بالتوسل الی اللہ تعالٰی بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ ھو العمدۃ فی التوسل والاصل فی ھذا کلہ والمشرع لہ۔ ثم یتوسل باھل تلک المقابر اعنی بالصالحین منھم فی قضاء حوائجہ ومغفرۃ ذنوبہ ویکثر التوسل بھم الی اللہ تعالٰی لانہ سبحانہ تعالٰی اجتباھم وشرفھم وکرمھم فکما نفع بھم فی الدنیا ففی الاخرۃ اکثر فمن اراد حاجتہ فلیذھب الیھم ویتوسل بھم فانھم الواسطۃ بین اللہ تعالٰی وخلقہ وقد تقرر فی الشرع وعلم ما للہ تعالٰی بھم من الاعتناء وذلک کثیر مشہور ومازال الناس من العلماء والاکابر کابرا عن کابر مشرقا ومغربا یتبرکون بزیارۃ قبورھم ویجدون برکۃ ذلک حسا ومعنی اھ ملخصا یعنی اگر صاحب مزار اُن لوگوں میں سے ہے جن سے اُمید برکت کی جاتی ہے تو اُسے اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ کرے پہلے حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں پھر صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی وبخشش گناہ میں توسل اور اس کی تکرار وکثرت کرے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں چنا اور فضیلت وکرامت بخشی تو جس طرح دنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچایونہی بعد انتقال اُس سے زیادہ پہنچائے گا تو جسے کوئی حاجت منظور ہو ان کے مزارات[۱] پر حاضر ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں اللہ تعالٰی اور اُس کی مخلوق میں اور بیشک شرع میں مقرر ومعلوم ہوچکا کہ اللہ تعالٰی کو اُن پر کیسی عنایت ہے

---

[۱] قصد زیارت مقربان آں درگاہ ومنتسبان آں جناب واستفاضہ خیرات وبرکات از ایشان نماید موجب مزید خیر وزیادت ثواب خواہد بود والسلام ۱۲ منہ　　جذب القلوب

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور یہ خود بکثرت و شہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف و سلف مشرق و مغرب میں اُن کی زیارت قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر و باطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں۔ **قول** (۱۰۷ تا ۱۰۹) اشعہ میں فرمایا شیخ سیدی احمد بن زروق کہ از اعاظم فقہا و علما و مشائخ دیار مغرب است گفت روزی شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید امداد حی قویست یا امداد میت قوی ست من گفتم قومی می گویند کہ امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی در بساط حق است و در حضرت اوست (قال) و نقل درین معنی ازین طائفہ بیشتر ازان است کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزے کہ منافی و مخالف این باشد و رد کند این را اھ۔ **قول** (۱۱۰) اسی میں ہے بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و این طائفہ را در اصطلاح ایشان اویسی خوانند۔ **قول** (۱۱۱ و ۱۱۲) شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی سے ناقل چون می آید زائر نزد قبر حاصل می شود نفس او را تعلقی خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر را بسبب این دو تعلق حاصل میشود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض می شود و اگر بر عکس بود بر عکس شود۔ **قول** (۱۱۳ و ۱۱۴) مولٰنا جامی قدس اللہ سرہ السامی حضرت سیدی امام اجل علاء الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالٰی سے ناقل درویشی از شیخ سوال کرد کہ چون بدن را در خاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن چہ در ہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگی ہماں باشد کہ بسر خاک شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکی آنکہ چون بزیارت کسی میرود چندانکہ میرود توجہ او زیادہ می شود چون بسر خاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک او را حس او نیز مشغول او میشود و بکلی متوجہ گردد و فائدہ بیشتر دہد و دیگر آنکہ ہر چند ارواح را حجاب نیست و ہمہ جہان او را یکے است اما بآن موضع تعلق بیشتر بود اھ ملخصا۔ **قول** (۱۱۵ و ۱۱۶) سیدی جمال مکی کے فتاوٰی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول للانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم انبیاء و رسل و اولیاء و صالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی فرماتے ہیں۔

فصل یازدہم تصریحات علماء میں کہ سلامِ قبور دلیل قطعی سماع و فہم و علم و شعور ہے

قول (۱۱۷) امام عز الدین بن عبدالسلام اپنی امالی میں فرماتے ہیں انا امرنا بالسلام علی القبور ولو لا ان الارواح تدرک لما کان فیہ فائدۃ۔ حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بے شک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ **قول** (۱۱۸) امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا احادیث زیارۃ القبور والسلام علیھا وخطابھم مخاطبۃ الحاضر العاقل دالۃ علی ذٰلک اھ ملخصا۔ زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں۔ **قول** (۱۱۹) شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول لقد شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامتہ ان یسلموا علٰی اھل القبور سلام من یخاطبونہ ممن یسمع ویعقل بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے اہل قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سننے سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔ **قول** (۱۲۰) امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول دربارہ سماع موتٰی نقل کرکے فرماتے ہیں ھو الظاھر المختار الذی یقتضیہ احادیث

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسلّماً القبور یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں **قول** (۱۲۱) علامہ مناوی نے اسی امر کی دلیل یوں نقل فرمائی ہے ؤلن السلام علی من لایشعر محال کہ جو نہ سمجھے اُس پر سلام اصلاً معقول نہیں **قول** (۱۲۲) شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلام اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں خطاب باکسیکہ نہ شنود و نہ فہمد معقول نیست و نزدیک ست کہ شمار کردہ شود از قبیلہ عبث چنانکہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ گفت **قول** (۱۲۳) مولانا علی قاری شرح اللباب میں دربارہ سلام زیارت فرماتے ہیں من غیر رفع صوت ولا اخفاء بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ھو السنۃ نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ جس میں سنانا کہ سنّت ہے فوت ہوجائے **فصل دوازدہم** اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب کلام میں **قول** (۱۲۴ تا ۱۲۷) منسک متوسط[124] و منسک متقسط[125] و اختیار[126] شرح مختار و فتاوی عالمگیری میں ہے واللفظ للاخیرین فانہ انبسط کہ بعد زیارت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے جزاك اللہ عنا افضل ماجزی اماما عن امۃ نبیہ ولقد خلفتہ باحسن خلف وسلکت طریقہ ومنھاجہ خیر مسلك وقاتلت اھل الردۃ والبدع ومھدت الاسلام ووصلت الارحام ولم تزل قائما للحق ناصرا لاھلہ حتی اتاك الیقین آپ کو اللہ تعالٰی ہم سے جزا و عوض نیک دے بہتر اُس عوض کا جو کسی امام کو اُس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ و طریقہ پر چلے آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا آپ نے اسلام کو آراستگی دی آپ نے صلہ رحم فرمایا آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے جزاك اللہ عنا افضل الجزاء ورضی عمن استخلفك فقد نصرت الاسلام والمسلمین حیا و میتا فکفلت الایتام ووصلت الارحام وقوی بك الاسلام کنت للمسلمین اماما مرضیا وھادیا مھدیا جمعت شملھم واغنیت فقیرھم وجبرت کسیرھم اللہ تعالٰی آپ کو بہتر بدلہ دے اور اُن سے راضی ہو جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہ انھوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی رعایت فرمائی آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا، اسلام نے آپ سے قوت پائی آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنمائے راہ یاب ہوئے، آپ نے اُن کا جتھا باندھا اور اُن کے محتاجوں کو غنی کردیا اور اُن کی شکستہ دلی دُور فرمائی اسی طرح کتب مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی **قول** (۱۲۸ تا ۱۳۰) امام خطابی نے دربارہ تلقین فرمایا لاباس بہا ذلیس فیہ الا ذکر اللہ تعالٰی وعرض الاعتقاد علی المیت (الی قولہ) وکل ذلك حسن اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالٰی کی یاد اور میت پر عرض اعتقاد اور یہ سب خوب ہیں نقلہ القاری[129] فی المرقاۃ بعینہ اسی طرح ذیل مجمع البحار[130] میں مذکور وحسبنا اللہ العزیز الغفور وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ الی یوم النشور۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فصل سیزدہم بعد دفن میت کو تلقین اور اُسے عقائد اسلام یاد دلانے میں یہ فصل فصل دوازدہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میت سے سوائے اسلام اور قسم کا خطاب کلام ہے کما لایخفی، میں یہاں صرف علمائے حنفیہ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو قاطبۃً قائل تلقین ہیں الا من شاء اللہ **قول (۱۳۱ تا ۱۳۳)** امام زاہد صفار نے کتاب مستطاب تلخیص الادلہ میں تصریح فرمائی کہ تلقین موتی مسلک اہلسنت ہے اور منع تلقین مذہب معتزلہ پر مبنی کہ وہ میت کو جماد مانتے ہیں۔ امام[۱۳۲] حاکم شہید نے کافی اور امام خبازی نے خبازیہ میں اُن سے نقل فرمایا ان ھذا (ای منع التلقین) علی مذھب المعتزلۃ لان الاحیاء بعد الموت عندھم مستحیل اما عند اھل السنۃ فالحدیث (ای لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ) محمول علی حقیقتہ لان اللہ تعالٰی یحییہ علی ماجاءت بہ الاثار وقد روی عنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن الخ ذکرہ فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ **قول (۱۳۴ و ۱۳۵)** درمختار میں معراج سے ہے انہ مشروع عند اھل السنۃ بیشک تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے **قول (۱۳۶)** نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کیف لا یفعل وقد روی عنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا اور ان کا قول فصل ہشتم میں گزرا کہ اہل سنت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے **قول (۱۳۷ و ۱۳۸)** امام اجل شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا لا یؤمر بہ ولا ینھی عنہ تلقین کا حکم نہ دیں نہ اس سے منع کریں نقلہ فی النھایۃ وغیرھا حلیہ[۱۳۸] میں اسے نقل کرکے فرمایا ظاھرہ انہ یباح اس قول سے ظاہر اباحت ہے **قول (۱۳۹)** امام فقیہ النفس قاضی خان نے فرمایا ان کان التلقین لا ینفع لا یضر ایضا فیجوز تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر بھی نہیں پس جائز ہوگی اثرہ المذکوران اور ظاہر ہے کہ نفی نفع بر سبیل تنزل ہے **قول (۱۴۰ تا ۱۴۳)** صاحب عباب فرماتے ہیں انی سمعت استاذی قاضی خان یحکی عن الامام ظھیر الدین انہ لقن بعض الائمۃ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ فیجوز میں نے اپنے استاذ قاضی خان کو سنا کہ امام اجل ظہیر الدین کبیر مرغینانی سے حکایت فرماتے تھے بعض[۱۴۲] ائمہ نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے کی وصیت کی کہ میں نے انھیں تلقین کی پس جواز ثابت ہوا نقلہ فی شرح النقایۃ اسی طرح صاحب[۱۴۳] حقائق نے بتصریح[۱] اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی صاحب عباب سے نقل کیا کما فی الحلیۃ امام ابن امیر الحاج عبارت حقائق لکھ کر فرماتے ہیں ینبغی ان فعلہ اجر علی ترکہ یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے) پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کرکے ائمہ محدثین امام ابوعمرو بن الصلاح وغیرہ سے اُس کا بوجہ شواہد و عمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں کما سلفناہ فی المقصد الثانی **قول (۱۴۴ و ۱۴۵)** مضمرات میں ہے نحن نعمل بھما عند الموت وعند الدفن ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں وقت نزع

---

۱ یعنی خود لفظ اوصانی سے مستفاد مگر اس میں صریح تر ہے کہ لقن بعض الائمۃ بعد دفنہ واوصانی بتلقینہ بعد ما دفن ۱۲ منہ

http://ataunnabi.blogspot.in

بھی اور وقت دفن بھی نقلہ فی المسندیہ[۱۴۵] **قول (۱۴۶)** ذیل مجمع البحار میں ہے اتفق کثیر علی التلقین بہت علماء کا تلقین پر اتفاق ہے **قول (۱۴۷)** نور الایضاح میں ہے تلقینہ فی القبر مشروع مردے کو تلقین کرنا مشروع ہے **قول (۱۴۸ و ۱۴۹)** علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس[۱۴۶] والمزید سے ناقل التلقین بعد الموت فعلہ بعض مشائخنا ہمارے بعض مشائخ نے موت کے بعد تلقین فرمائی ہے **قول (۱۵۰ تا ۱۵۲)** جامع الرموز جواہر[۱۵۱] سے منقول سئل القاضی مجد[۱۵۲] الکرمانی عنہ فقال ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وروی فی ذلک حدیثین قاضی مجد کرمانی سے دربارہ تلقین سوال ہوا فرمایا جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں **قول (۱۵۳)** طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول کیف لایفعل مع انہ لاضرر فیہ بل فیہ نفع للمیت تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ میت کا فائدہ ہے **قول (۱۵۴)** کشف الغطا میں ہے بالجملہ بمقتضائے مذہب اہلسنت وجماعت تلقین مناسب پھر امام صفار کا ارشاد کہ سزاوار آن ست کہ تلقین کردہ شود میت بر مذہب امام اعظم وہر کہ تلقین نمی کند ونمی گوید بآن پس او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است وروح در قبر معاد نمی شود' نقل کرکے فرمایا' وانچہ در کافی گفتہ کہ اگر مسلمان مردہ است محتاج نیست بسوئے وے بعد از موت وگرنہ فائدہ نمی کند ناتمام است چہ باوجود اسلام احتیاج بسوئے تلقین برائے ثابت داشتن دل باقی ست چنانچہ در حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد از دفن فرمودی استغفار کنید برادر خود را وسوال کنید برائے وی تثبت را ابدیستیکہ الاٰن سوال کردہ می شود از وے الی آخرہ **قول (۱۵۵ و ۱۵۶)** علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں دربارۂ تلقین پہلے استحباب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کرکے استحباب پر دلیل قائم کی اور بے شک تعلیل دلیل اختیار وتعویل ہے علامہ حامد آفندی نے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں فرمایا۔ ھو المرجح اذھو المحلی بالتعلیل ولہذا علامہ شامی افندی تبیین کا یہ کلام نقل کرکے فرماتے ہیں ظاہر استدلالہ للاول اختیارہ یعنی قول استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے کہ امام زیلعی اُسی کو مذہب مختار جانتے ہیں اور خود علامہ شامی کا کلام اختیار جواز واستحباب پر دلیل ہے کہ معراج الدرایہ سے عدم تلقین کا ظاہر الروایہ ہونا نقل کرکے پھر اُسی معراج سے بحوالہ کافی وخبازیہ امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ انھوں نے حدیث تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی بہت تائید فرمائی پھر غنیہ سے لائے کہ حدیث میں تجوز ہے مگر تلقین سے منع نہ کریں گے کہ میت کو مفید ہے پھر زیلعی کے کلام سے یوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیت تلقین کو قول اہلسنت کہا اُسے مقرر ومسلم رکھا واللہ تعالٰی اعلم **نکتہ جلیلہ تتمیم کلام وازالہ اوہام میں اقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق طائفہ جدیدہ ان اقوال کے مقابل براہ تلبیس ومغالطہ منع تلقین کے اقوال پیش کردیتے ہیں حالانکہ یہ محض جہالت بے مزہ ہے ہم یہاں نفس مسئلہ تلقین کی بحث میں نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوزین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نے ادراک وسمع موتی مانا اور یا ہم اقوال مذکورہ سے یقیناً ثابت ذرا آنکھیں مل کر دیکھیں کہ ان ائمہ نے کیا چیز جائز مانی تلقین میت پھر یہ سکھیں کہ تلقین کے معنی کیا ہیں تفہیم وتذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی پھر کسی ذی عقل سے پوچھیں کہ تفہیم وتذکیر جماد ودیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو۔ حاشا وکلا ہر سمجھ وال بچہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا ہرگز متصور نہیں جب تک مخاطب سنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخاطب نہ عقل و فہم رکھتا ہے نہ میرا کہا سُنے پھر اُس کے آگے بقصد تفہیم وتذکیر بات کرے وہ قطعاً مجنون و دیوانہ ہوگا لہذا یقیناً واجب کہ جو ائمہ وعلما استحباب خواہ جواز تلقین کے قائل ہوئے اُنھوں نے بالبداہۃ اموات کو بعد دفن بھی کلام احیاء سننے سمجھنے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا بخلاف اقوال منع کہ وہ زنہار نہ مخالف، کو مفید نہ ہمیں مضر کہ ترک تلقین کی علت کچھ انکار فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں مانتا وہ میت کو سمیع وفہیم بھی نہیں جانتا کیا ممکن نہیں کہ اس کی وجہ بعض کے نزدیک عدم ثبوت ہو جیسا کہ حلیہ میں ہے نقل الشیخ عزالدین بن عبد السلام علی انہ بدعۃ دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائل تلقین نہ ہوئے کہ اُن کے نزدیک بدعت تھی حالانکہ یہ وہی امام عزالدین ہیں جن کا ارشاد قول ۱۷۰ میں گزرا کہ مُردے ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلام قبور محض لغو تھا یونہی کیا ممکن نہیں کہ منع کی وجہ اُن کی رائے میں عدم فائدہ ہو بایں معنی کہ مُردہ با ایمان گیا تو خود رحمت الٰہی اُسے بس ہے وہ بتوفیق ربانی آپ ہی صحیح جواب دیگا قال اللہ تعالٰی یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ اور جو معاذ اللہ بحالت دیگر ہے اُسے لاکھ تلقین کیجیے کیا فائدہ دیکھو امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی شرح وافی میں انکار تلقین اسی پر مبنی کیا حیث قال ولقن الشھادۃ لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ والمراد بہ من قرب من الموت وقیل ھو مجاز علی حقیقتہ وھو قول الشافعی لانہ تعالٰی یحییہ وقد روی انہ علیہ السلام امر بتلقین المیت بعد دفنہ وزعموا انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلۃ الا انا نقول لافائدۃ فی التلقین بعد الموت لانہ ان مات مومنا فلاحاجۃ الیہ وان مات کافرا فلا یفید التلقین اھ ببعض تلخیص اگرچہ علماء نے اس شبہہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شق اول یعنی موت علی الایمان اختیار کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلم کہ وہ وقت ہول و دہشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میت کا قوی ہوگا ڈھارس بندھے گی وحشت گھٹے گی قال اللہ تعالٰی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب سُن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لیے خدا سے ثبات مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا کما مر فی المقصد الاول شیخ الاسلام کا کلام قول ۱۵۴ میں سُن چکے اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں نفی صاحب الکافی فائدتہ مطلقا ممنوع (اذ ان فیہ فائدۃ التثبیت للجنان) نعم الفائدۃ الاصلیۃ (وھی تحصیل الایمان فی ھذا الوقت) منتفیۃ ویحتاج الیہ لتثبیت الجنان للسؤال فی القبر اھ موضحاً

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بحاشیۃ الطحطاوی علامہ ابراہیم حلبی کا جواب اسی مقصد میں گزرا کہ تلقین میں میت کا فائدہ ہے کہ ذکرِ خدا سے اُس کا جی بہلے گا **فقیر** کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی اگر عدمِ فائدہ میں ایسی ہی تقریر کریں تو دعا و دوا تمام کارخانۂ اسباب سب مہمل و معطل رہ جائے کہ تقدیرِ الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل۔ غرض جب اصح و بیّن کہ تلقین بے فہم و سماع میت محال اور اس کا انکار کچھ نفی سماع میں منحصر نہیں تو یقیناً ثابت کہ اقوال جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوال ترک و منع اصلاً مضر نہیں پھر ان کے مقابل ان کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجہ کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالاکی ان حضرات کی ہے جہاں کسی امر کے اثبات کو بعض علماء کے وہ اقوال جن کا مبنی اس امر کا ماننا ہو پیش کیجئے اور وہ مسئلہ مختلف فیہا ہو فوراً دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے یہ نہیں دیکھتے کہ محل نزاع کیا تھا اور موضع استدلال کون سا مقدمہ ہے کہا تو یہ تھا کہ یہ امر ثابت ہے ولہٰذا فلاں فلاں ائمہ نے اس پر فلاں بات مبنی کی اس کا یہ کیا جواب ہوگا کہ فلاں فلاں نے وہ بنا نہ مانی کیا انکارِ بنا انکارِ مبنی کو مستلزم ہوتا ہے واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے وباللہ التوفیق۔ یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت چالاکیوں کا حال کھلتا ہے واللہ الہادی **فائدہ جمیلہ** تنقیح مسئلہ تلقین میں **اقول** وباللہ تعالٰی استعین نفس مبحث تلقین کی نسبت استطراداً اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ میں اگر لایلقن یا غیر مشروع آیا بھی ہو تو وہ ممانعت و عدمِ جواز کے لیے متعین نہیں آخر نہ سُنا کہ امام مجتہد برہان الدین محمود نے ذخیرہ میں بروایت امام محررِ المذہب حضرت محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا کہ سجدۂ شکر مشروع نہیں اور علماء نے اس کے معنی عدمِ وجوب لیے اشباہ میں ہے سجدۃ الشکر جائزۃ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی لاواجبۃ وھو معنی ما روی عنہ انھا لیست مشروعۃ ای وجوبا اھ واقرہ علیہ العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون والسیدان الفاضلان احمد الطحطاوی ومحمد الشامی فی حواشی الدر۔ فتاوٰی حجہ میں فرمایا عندی ان قول الامام محمول علی الایجاب وقول محمد علی الجواز والاستحباب فیعمل بھما لایجب بکل نعمۃ سجدۃ شکر کما قال ابوحنیفۃ ولکن لایجوز ان یسجد سجدۃ الشکر فی وقت سر بنعمۃ او ذکر نعمتہ فشکرھا بالسجدۃ وانہ غیر خارج عن حد الاستحباب اھ نقلہ فی حاشیۃ المراقی وقبلہ الحلبی فی الغنیۃ اسی ذخیرہ میں فرمایا لایتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استادہ درمختار میں اسے نقل کر کے کہا ای لایسن نہر میں کہا لیس مافی الذخیرۃ فی المشروعیۃ وعدمھا بل فی الاستنان وعدمہ یونہیں ہمارے ائمہ سے دربارہ عقیقہ لایعق منقول علمائے کرام فرماتے ہیں اس کے معنی نفی وجوب و استنان ہیں اور اباحت ثابت فتاوٰی خلاصہ میں ہے لایعق عن الغلام وعن الجاریۃ یرید انہ لیس بواجب ولاسنۃ لکنہ مباح اسی طرح عامۂ کتب میں مثل ہدایہ و وقایہ و نقایہ و بدائع و منیہ و ملتقی و تنویر و جوہرہ وغیرہ فاتحہ و

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارہ میں امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کا قول بلفظ لایاتی
دکالبیہی ذکر کیا پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفی سنیت ہے بخلاف امام محمد کہ قائل استنان ہیں
رہی کراہت وممانعت وہ کسی کا مذہب نہیں کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیسا کہ ذخیرہ[1] و مجتبٰی[2] و بحر[3] و نہر[4] و حاشیہ[5] درر للعلامۃ
الشرنبلالی و شرح[6] علائی و حواشی شامی و طحطاوی وغیرہا سے واضح علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا لابین الفاتحۃ والسورۃ
محقق علائی نے لا کے بعد لفظ تسن بڑھا دیا پھر فرمایا ولاتکرہ اتفاقا طحطاوی نے فرمایا بل لاخلاف فی انہ لوسمی لکان حسنا
نہر بحر الرائق میں ہے الخلاف فی الاستنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبٰی
بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفۃ الخ پھر امام صفار کا ارشاد سن چکے کہ مذہب امام میں
تلقین مناسب ہے یہ امام علام صرف دو واسطہ سے شاگرد صاحبین ہیں امام نصیر بن یحیٰی سے اخذ علم کیا وھو عن ابن
سماعۃ عن ابی یوسف رح وعن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد یہ بالیقین اعرف بمذہب امام ومعنی ظاہر الروایۃ
پھر اس سے ہزار درجہ زائد اُس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہلسنت اور اس کا منع مشرب معتزلہ ہے اور واقعی
مشائخ مذہب میں اس فرقہ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب میں اس کے اقوال وتخاریج کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا
باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہروں پر ملتبس ہوجاتی ہے وباللہ العصمۃ جیسے بشر مریسی معتزلی کا قول
والرحمٰن لا افعل کذا سے اگر سورت رحمٰن مراد لی یمین نہ ہوگی صاحب ولوالجیہ وخلاصہ وغیرہما نے یوں نقل کردیا
گویا یہی مذہب ہے حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے اور مذہب مہذب ائمہ کرام کے بالکل خلاف کما حققہ فی البحر
الرائق رد المحتار میں کہا ھذا التفصیل فی الرحمٰن قول بشر المریسی ایسا ہی اشتباہ علامہ زین بن نجیم مصری
کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہوا جس پر علامہ سید احمد حموی نے فرمایا مبناھا علی الاعتزال الصریح والعجب ان المصنف
لم یتفطن لہ مع ظھورہ من القنیۃ اس کا مبنی اعتزال پر ہے اور عجب یہ کہ مصنف کو اس پر تنبہ نہ ہوا باآنکہ صاحب
قنیہ کا معتزلی ہونا کھلا ہوا ہے بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔ رہی درایت مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفٰی صلی اللہ
علیہ وسلم سے اس میں حدیث وارد جسے امام ابن الصلاح و امام ضیا و امام ابن حجر و ابن امیر الحاج و صاحب مجمع وغیرہم نے
بوجہ شواہد وعواضد حسن وقوی کہا پھر سیدنا ابو امامہ باہلی صحابی اور راشد و ضمرہ وحکیم وغیرہم تابعین کے اقوال اس
میں مروی پھر ادر صحابہ سے اس کا خلاف ہرگز ثابت نہیں باایں ہمہ قول صحابی قبول نہ کرنا اصول حنفیہ پر کیونکر مستقیم
ہوا تقلید[1] صحابی ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں امام ابو مطیع بلخی سے منقول قلت للامام ابی حنیفۃ

---

[1] مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں قول الصحابی حجۃ یجب تقلیدہ عندنا
اذا لم ینفہ شیئ من السنۃ انتہی اقول وھذا لایختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترک لدلیل
اقوی منہ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رضی اللہ تعالٰی عنہ ارأیت لو رأیت رأیا ورأی ابوبکر رأیا اکنت تدع رأیک لرأیہ فقال نعم فقلت لہ ارأیت لو رأیت رأیا ورأی عمر رأیا اکنت تدع رأیک لرأیہ فقال نعم وکذلک کنت ادع رأیی لرأی عثمان وعلی وسائر الصحابۃ ماعدا اباہریرۃ وانس بن مالک وسمرۃ بن جندب میں نے امام ابوحنیفہ سے عرض کی بھلا ارشاد فرمائیے اگر آپ کی ایک رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے اُن کی رائے کے آگے چھوڑ دیں گے فرمایا ہاں میں نے عمر فاروق کی نسبت پوچھا فرمایا ہاں اور یوہیں میں اپنی رائے عثمان غنی وعلی مرتضٰی وباقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترک کردوں گا سوا ابوہریرہ وانس ابن مالک وسمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے۔ بلکہ علامہ ابن امیر الحاج تو حلیہ میں فرماتے ہیں جب کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول مروی ہو اور دیگر صحابہ سے اس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا حیث قال الصحیح قولنا لما روی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال فی مسافر جنب یتلوم الی اٰخر الوقت ولم یرو عن غیرہ من الصحابۃ خلافہ فیکون اجماعًا بہرحال انکار اگر عدم ثبوت پر مبنی تو ثبوت حاضر اور نفی نفع پر مبنی تو نفع ظاہر ہاں یہ رہ گیا کہ فہم وسماع موتی کا انکار کیجئے یہ بے شک اصول معتزلہ ہی پر درست ہوگا ولہٰذا بحر العلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مردہ نہیں سنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے کما سیاتی نقلہ ان شاء اللہ تعالٰی لاجرم عمائد حنفیہ سے یہ علمائے دین وائمہ ناقدین جن میں امام صفار وحاکم شہید وشمس الائمہ وظہیر کبیر وفقیہ النفس وغیرہم ائمہ مجتہدین ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین جواز واستحباب تلقین کے قائل ہوئے اور بالیقین وہ ہم سے زیادہ روایات ودرایات مذہب پر آگاہ تھے اور قطعًا اس کے خلاف پر اصلًا کوئی دلیل نہیں اور بیشک اس میں احیا واموات مسلمین کا نفع ہے ذکر خدا ہے رغم اعدا ہے پھر وجہ انکار کیا ہے تنزل درجہ اتنا سہی کہ لایؤمر بہ ولاینھی عنہ باقی عدم جواز یا ممانعت حاش للہ محض بے حجت ومن ادعی فعلیہ البیان ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

فصل چہاردہم

اصل مسئلہ مسئولہ رسائل میں یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل وطلب دعا۔ یہ فصل بھی فصل دوازدہم کا ایک حصہ ہے کہ یہاں بھی کلام سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جداگانہ قرار پائی وباللہ التوفیق

قول (۱۵۷ تا ۱۵۹) سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب[۱۵۹] پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل قیل للرضا رضی اللہ تعالٰی عنہ علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبر اللہ اربعین مرۃ ثم قل السلام علیکم یا اھل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبتی وارادتی ومسألتی وحاجتی واشھد اللہ انی مؤمن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرؤ الی اللہ تعالٰی من عدو محمد واٰل محمد من الجن والانس یعنی امام ابن الامام الی ستۃ آباء کرام علی موسٰی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم جمیعا سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں فرمایا قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت میں آپ سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں اُن سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالٰی علی محمد وآل محمد وبارک وسلم آمین **قول** (۱۶۰ و ۱۶۱) سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوے میں ہے سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبد القادر مثلاً ھل ھو جائز شرعا ام لا فاجبت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء ونداؤھم والتوسل بھم امر مشروع ومرغوب لاینکرہ الامکابر او معاند وقد حرم برکۃ الاولیاء الکرام وسئل شیخ الاسلام الشھاب الرملی الانصاری الشافعی عما یقع من العامۃ من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذلک من الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والصالحین فاجاب بمانصہ الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزۃ بعد موتھم الخ اھ ملخصاً مجھ سے سوال ہوا اُس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یا رسول اللہ۔ یا علی یا شیخ عبد القادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں میں نے جواب دیا ہاں اولیا سے مدد مانگنی اور انھیں پکارنا اور اُن کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع وشے مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف اور بیشک وہ برکت اولیائے کرام سے محروم ہے شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتا ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیا واولیا سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرع میں کیا حکم ہے امام ممدوح نے فتوی دیا کہ انبیا ومرسلین واولیا وعلمائے صالحین سے اُن کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے **قول** (۱۶۲) علامہ خیر الملۃ والدین رملی حنفی استاذ صاحب درمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فتاوے خیریہ میں فرماتے ہیں قولھم یا شیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمتہ اھ ملخصا لوگوں کا کہنا یا شیخ عبد القادر یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے **قول** (۱۶۳) سیدی احمدی زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اکابر علما واولیائے دیار مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں ؎

انا لمریدی جامع لشتاتہ ؛ اذا ما سطا جور الزمان بنکبتہ ؛ وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ ؛ فناد بیا زروق آت بسرعۃ

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اُس پر تعدی کرے اور اگر تو تنگی وتکلیف ووحشت میں ہو تو یوں ندا کر یا زروق میں فوراً آموجود ہوں گا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اس شیر الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں شیخ او سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ درحق او بشارت دادہ کہ او از ابدال سبعہ است وبا وصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ ومفید وکثیر افتادہ بے شمار تصانیف کے بعد لکھا بالجملہ مردے جلیل القدر است کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است واو از محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعۃ جامع بودہ اند وبشاگردی او اجلہ علمائے متبحر ومباہی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی کہ شارح بخاری است وشمس الدین لقانی الخ پھر کہا واورا قصیدہ ایست بر طرز

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قصیدہ جیلانیہ کہ بعضے ابیات اوایں ست اور وہی دو بیت مذکور نقل کیں **قول** (۱۶۴ و ۱۶۵) امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجات سے ناقل الدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمۃ الدین قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے **قول** (۱۶۶ تا ۱۷۰) لباب[166] و شرح لباب[167] و اختیار[168] و فتاوٰی ہندیہ[169] میں ہے واللفظ للاولین فانہ اتم بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد اعادہ سلام و ذکر مآثر اسلام عرض کرے جزاکما اللہ من ذلك ھم اقفتہ فی جنتہ وایانا معکما برحمتہ انہ ارحم الراحمین وجزاکما اللہ عن الاسلام واھلہ خیر الجزاء جئنا یا صاحبی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زائرین لنبینا وصدیقنا وفاروقنا ونحن نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیشفع لنا الی ربنا اللہ تعالٰی آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی بیشک وہ ہر مہر والے سے زیادہ مہر والا ہے اللہ آپ دونوں کو اسلام و اہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلا کرامت فرمائے۔ اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دونوں یار ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں) اسی طرح مدخل[170] میں ہے یتوسل بھما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویقدمھما بین یدیہ شفیعین فی حاجتہ یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انہیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے کرے) **قول** (۱۷۱) اشعۃ اللمعات میں فرمایا لیت شعری چہ می خواہند ایشان باستمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر آند آنرا آنچہ مامی فہمیم ازاں ایں ست کہ داعی دعا کند خدا و توسل کند بروحانیت ایں بندہ مقرب یا ندا کند ایں بندہ مقرب راکہ ای بندہ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا اگر ایں معنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از دوستان خدا در حالت حیات نیز وایں مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دیں وآنچہ مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور ست در کتب و رسائل ایشاں و مشہور ست میان ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند او را کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذلك کلام دریں مقام بحد اطناب کشید برغم منکراں کہ در قرب ایں زمان فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد و استعانت را از اولیائے خدا و متوجہاں بجناب ایشاں را مشرک بخدا عبدہ اصنام می دانند و می گویند آنچہ می گویند اھ ملتقطا اور شرح عربی میں اس مضمون اخیر کو یوں ادا فرمایا انما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام رغما لانف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

من الاولیاء و یقولون ما یقولون وما لھم علی ذلک من علم ان ھم الا یخرصون ہم نے اس مقام کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انھیں اس پر کچھ علم نہیں یوہیں اپنے سے اٹکلیں اڑاتے ہیں) اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل واستمداد بروجہ مذکور بیان کرکے فرمایا و ورود نص قطعی در وے حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع آن کافی ست **قول (۷۲)** شیخ الاسلام جنھیں مأتہ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار اور اُن کی کتاب کشف الغطا پر جا بجا اعتماد و اعتبار کیا اسی کشف الغطا میں فرماتے ہیں انکار استمداد ازاولیائے کرام نمی نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند تعلق روح و بدن را بالکلیہ و آن خلاف منصوص است و برین تقدیر زیارت ہم رفتن بقبور ہمہ لغو بمعنی گردد و این امری دیگر است کہ تمامہ اخبار و آثار دال بر خلاف آنست و نیست صورت استمداد مگر ہمین کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الٰہی توسل روحانیت بندۂ مقرب یا ندا کند آن بندہ را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدائے تعالٰی مطلوب مرا و در وے ہیچ شائبۂ شرک نیست چنانچہ منکر وہم کردہ اھ بالالتقاط **قول (۷۳)** سیدی محمد عبدری مدخل میں دربارۂ زیارت قبور انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم فرماتے ہیں یاتی الیھم الزائر ویتعین علیہ قصدھم من الاماکن البعیدۃ فاذا جاء الیھم فلیتصف بالذل والانکسار والمسکنۃ والفقر والفاقۃ والحاجۃ والاضطرار والخضوع ویستغیث بھم ویطلب حوائجہ منھم ویجزم الاجابۃ ببرکتھم فانھم باب اللہ المفتوح وجرت سنتہ سبحانہ وتعالٰی فی قضاء الحوائج علی ایدیھم وبسببھم زائر اُن کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے اُن کی زیارت کا قصد کرے پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت و انکسار و محتاجی و فقر و فاقہ و حاجت و بے چارگی و فروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ اُن کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالٰی کے در کشادہ ہیں اور سنت الٰہی جاری ہے کہ اُن کے ہاتھ پر اور اُن کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے والحمدللہ رب العالمین

فصل یازدہم بقیہ تصریحات سماع اموات میں

قول (۷۴ تا ۷۸) امام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل ا ور د فی حیاۃ الانبیاء دوسری فصل حیات شہداء میں وضع کرکے فصل ثالث تمام اموات کے سماع و کلام و ادراک و حیات میں وضع کی اور اُس میں احادیث صحیح صحیحہ بخاری و مسلم وغیرہما سے علم و سماع موتی ثابت کرکے فرمایا وعلی الجملۃ ھذہ الامور ممکنۃ فی قدرۃ اللہ تعالٰی وقد وردت بھا الاخبار الصحیحۃ فیجب التصدیق بھا بالجملہ یہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں اور بے شک اُن کے ثبوت یہ صحیح حدیثیں وارد ہوئیں تو اُن کی تصدیق واجب ہے) فصل اول میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کرکے آخر میں فرمایا اما الادراکات

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کما نعلم والسماع فلاشك ان ذلك ثابت لسائر الموتی فکیف بالانبیاء علیہم (بے ادراکات جیسے علم وسماع یہ تو یقینا تمام اموات کے لیے ثابت ہیں پھر انبیا تو انبیا ہیں علیہم الصلوۃ والسلام) امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اس جناب کا یہ قول نقل کرکے تقریر فرمائی امام زین الدین مراغی کی تحقیق شرح مواہب میں المحدث العالم النحریر کہا اس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل کرکے فرماتے ہیں انہ مما یعز وجودہ وفی مثلہ فلیتنافس المتنافسون (یہ نایاب تحقیق ہے اور چاہئے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں رغبت کرنے والے) امام احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر وتائید میں حدیثیں نقل کیں **قول (۱۷۹)** امام ممدوح نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا کان المقصود بھذا کلہ تحقیق السماع ونحوہ من الاعراض بعد الموت فانہ قد یقال ان ھذہ الاعراض مشروطۃ بالحیاۃ فکیف تحصل بعد الموت وھذا خیال ضعیف لانا لاندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع وانما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی وھو اما الروح وحدھا حالۃ کون الجسد میتا او متصلۃ بالبدن حالۃ عود الحیاۃ الیہ اس سب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لیے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے حالانکہ یہ پوچ خیال ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مُردہ ہے وہ سنتی ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اُس کے لیے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح یا تو تنہا وہی جب بدن مردہ ہو یا جسم سے متصل ہوکر جب حیات بدن کی طرف عود کرے **قول (۱۸۰)** علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ انھوں نے بہت احادیث ذکر کرکے فرمایا جمیع ایں احادیث دلالت دارد بر آنکہ اموات را ادراک وسماع حاصل ست وشک نیست کہ سمع از اعراضی است کہ مشروطات بحیات پس ہمہ حی اند ولیکن حیات ایشان درمرتبہ کمتر از حیات شہدا است وحیات انبیا صلوات اللہ تعالٰی علیہم کامل تر از حیات شہدا است **قول (۱۸۱ و ۱۸۲)** امام قرطبی پھر امام سیوطی[1] قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں وقد قیل ان ثواب القراءۃ للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذلك تلحقہ الرحمۃ قال اللہ تعالٰی واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ولا یبعد من کرم اللہ تعالٰی ان یلحقہ ثواب القراءۃ والاستماع معا (یہ تحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سُنا اور اسی لیے اُس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چپ رہو شاید تم پر مہر ہو اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مُردے کو قرات واستماع دونوں کا ثواب پہنچائے **اقول** ثواب قرات پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا

[1] یوہیں شیخ محقق نے مدارج میں یہ قول علماء سے نقل فرمایا ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا مگر جمہور اہل سنت قائل اطلاق وعموم ہیں اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققین شافعیہ نے اُس کی ترجیح وتصحیح کی منھم السیوطی فی انیس الغریب تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میت کو تلاوت کا بھی ثواب ہے (قول ١٨٣) مرقات میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کرکے فرماتے ہیں سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام سب مُردے سلام وکلام سنتے ہیں پھر فرمایا یہ سب مسائل احادیث صحیحہ وآثار صریحہ سے ثابت ہیں (قول ١٨٤) علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابو الفضل خاتم الحفاظ سے ناقل سماع موتی کلام الخلق حق قد جاءت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب اموات کا کلام مخلوق کو سننا حق ہے بیشک اس باب میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں (قول ١٨٥) ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی مرحوم ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں انکار التلقین بناء علی ماقیل ان المیت لایسمع مذھب باطل اس بنا پر کہ بعض نے کہا مُردہ نہیں سنتا تلقین سے انکار مذہب باطل ہے (قول ١٨٦) زہر الربی شرح سنن نسائی میں بعد تحقیق وتفصیل نقل فرمایا فثبت بھذا انہ لامنافاۃ بین کون الروح فی علیین او الجنۃ او السماء وان لھا بالبدن اتصالا بحیث تدرک وتسمع وتصلی وتقرؤ وانما یستغرب ھذا لکون الشاھد الدنیوی لیس فیہ مایشابہ ھذا وامور البرزخ والاٰخرۃ علی نمط غیر المالوف فی الدنیا تو ثابت ہوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ رُوح علیین یا جنت یا آسمانوں میں ہو اور اس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے سنے نماز پڑھے قرآن مجید کی تلاوت کرے اس سے تعجب یوں ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتی حالانکہ برزخ وآخرت کے کام اس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے (قول ١٨٧ تا ١٨٩) علامہ عبد الرؤف تیسیر میں قائل اور مولانا علی قاری مرقاۃ میں قاضی سے ناقل واللفظ للنادی النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاھد پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاء اعلٰی سے مل جاتی ہیں اور اُن کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (قول ١٩٠) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لایسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیئ الا شھد لہ یوم القیامۃ محدث علامہ ابن ملک سے منقول تنکیرھما فی سیاق النفی لتعمیم الاحیاء والاموات یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی اور مردہ جن اور مُردہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اُس کی اذان سنتے ہیں سب روز قیامت اُس کے لیے گواہی دیں گے یہاں تصریح ہوئی کہ بعد موت علم وسماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں جن کے لیے بھی حاصل ہے اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہئے بلا انعدام المخصص (قول ١٩١ تا ١٩٨) امام [١٩١] اسمٰعیل پھر امام [١٩٢] بیہقی پھر امام [١٩٣] سہیلی پھر امام [١٩٤] قسطلانی پھر امام [١٩٥] علامہ شامی پھر علامہ زرقانی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نے سماع موتی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دیے کما یظھر بالمراجعۃ الی الارشاد والمواھب وشروحھا وغیر ذلك من اسفار العلماء مواہب میں امام ابن حجر سے بھی اثبات سماع نقل کیا امام کرمانی امام عسقلانی امام عینی امام قسطلانی نے شروح صحیح بخاری اور امام سخاوی امام سیوطی علامہ حلبی ملا علی قاری شیخ محقق وغیرہم علماء نے اس کی تحقیقیں فرمائیں۔ از انجا کہ یہ اقوال اُن مباحث سے متعلق جنھیں اس رسالہ میں دورِ آیندہ پر محوّل رکھا ہے لہذا اُن کی نقل عبارات ملتوی رہی واللہ الموفق (**قول ۱۹۹**) جذب القلوب شریف میں ہے تمام اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم سماع مرسائر اموات را (**قول ۲۰۰**) جامع البرکات میں فرمایا سمہودی می گوید کہ تمام اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مرسائر اموات را از آحاد بشر انتہی والحمد للہ رب العالمین **فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ** نے جن **سو ائمہ وعلما** کے اسمائے طیبہ گنائے تھے بحمد اللہ اُن کے اور اُن سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ **دو سو** شمار کردیئے اور ایفائے وعدہ سے سبکدوش ہوا۔

تنبیہ ناظر گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر بلکہ جو نقل نہ کیا وہ بیشتر واکثر پھر فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار واحادیث واقوال علمائے قدیم وحدیث خاص حضور پرنور سیدِ عالم حی باقی روح مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیات عالی وعلم عظیم وسمع جلیل وبصر کریم میں وارد اُنھیں ذکر نہ کرے تین وجہ سے اوّلاً مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا ارباب طائفہ کہ ارواح موتی کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ ملعونہ سے اُنھیں بھی احتراز ہو اور معاذ اللہ جسے نہ ہو تو استغفر اللہ ایسا شقی لئیم قابل کلام وخطاب نہیں بلکہ اُس کا جواب اللہ کا عذاب والعیاذ باللہ رب العالمین ثانیاً واللہ فقیر کو حیا آئی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث لاونعم میں بطور خود شامل کرے ہاں دوسرے کی طرف سے ابتدا ہو تو اظہار حق میں مجبوری ہے ثالثاً وہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاق نطق بیان سے عاجز پھر انھیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے العظمۃ للہ اُس کا پوچھنا ہی کیا ہے آخر اُنھیں یہ مدارج ومعارج کس نے عطا کیے اسی سرکار ابد قرار نے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وابنہ الاکرم سیدی ومولای الغوث الاعظم والحمد للہ رب العالمین **نوع دوم** اقوال کبرٰی وعمائد خاندان عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے ناظر ان کے مطالب کو فصول نوع اول پر تفصیل کرلے سردست **سو مقال** اُن کے بھی حاضر کرتا ہوں وباللہ التوفیق **وصل اوّل**۔ مقال (۱) شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں اذا انتقلوا الی البرزخ کانت تلك الاوضاع والعادات والعلوم معھم لاتفارقھم جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب اُن کے ساتھ ہوتے ہیں جدا نہیں ہوتے مقال

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۲) اُسی میں ہے اذا مات ھذا البارع لایفقد ھو ولا براعتہ بل کل ذٰلک بحالہ جب یہ بندۂ کامل انتقال فرماتا ہے نہ وہ گمتا ہے نہ اُس کا کمال بلکہ سب بدستور اُسی حال پر رہتے ہیں **مقال** (۳) اُسی میں ہے کل من مات من الکمل یتخیل الی العامۃ انہ فقد من العالم ولا واللہ ما فقد بل تجوھر وقوی جب کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وہ عالم سے گم گیا حالانکہ خدا کی قسم وہ گما نہیں بلکہ اور جوہر دار وقوی ہوگیا **مقال** (۴) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں چون آدمی میرد روح را اصلا تغیری نشود چنانچہ عالم وقوی بود حالا ہم ست وشعور وادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر وروشن تر اھ ملخصًا۔ **مقال** (۵) تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں چون روح از بدن جدا شد قوائے نباتی از وجدا می شوند نہ قوای نفسانی وحیوانی واگر وجود قوائے نفسانی وحیوانی فیضانا یا بقاء مشروط باشد بوجود قوائے نباتی ومزاج لازم آید کہ ملائکہ را شعور وادراک وحسے وحرکتی وغضبے ودفع منافر نباشد پس حال ارواح در عالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلی وبدنی کار می کنند ومصدر افعال حیوانی ونفسانی می گردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشد **مقال** (۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل واربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب اُن کے پیرومرشد وممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۵۷ میں انھیں فضیلت وولایت مآب مروج شریعت ونور مجسم وعزیز ترین موجودات، ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انھیں بیہقی وقت کہتے رسالۂ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشان کار اجساد می کند وگاہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید می گویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارواح ایشان از زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند می روند وبسبب ہمیں حیات اجساد آنہارا در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم میماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالٰی اجساد ایشان را قوت ارواح می دہد در قبور نماز می خوانند وذکر می کنند وقرآن می خوانند اھ ملخصًا **مقال** (۷) تفسیر عزیزی میں ارواح انبیاء واولیاء علی نبیّنا وعلٰی سیّدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر کرکے کہ بعض علیین اور بعض آسمان اور بعض دنیا آسمان وزمین اور بعض چاہ زمزم میں ہیں لکھتے ہیں تعلقے بقبر نیز این ارواح را می باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب ودیگر دوستان بر قبر مطلع ومتانس می شوند زیرا کہ روح را قرب وبعد مکانی مانع این دریافت نمی شود ومثال آن در وجود انسان روح بصری است کہ ستارہا ہفت آسمان را درون چاہ می تواند دید یہ پچھلا جملہ زیادہ قابل لحاظ ہے **مقال** (۸) مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے پانچویں قسم مہربانی اور انس کے لیے ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گزرے اوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے وعزاہ للامام النووی **مقال** (۹) مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں کے لیے زیارت قبر مطلقاً ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے جب نکلتی ہے چار طرف سے شیاطین اُسے گھیر لیتے ہیں اھ ملتقطًا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

القبر یلعنہا روح المیت اور جب قبر پر آتی ہے میت کی روح اُسے لعنت کرتی ہے اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو کر گئے مگر نہ دیکھا کہ اس نے حدیث موتٰی کا خاتمہ کر دیا کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میت حضور زائر پر مطلع ہوتا ہے اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت اور اُس کے بے جا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک زائرہ پر لعنت کرتا ہے **مقال** (۱۰) مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہتے ہیں یکبار قصیدہ در مدح ایشان گفتہ بودم عنایت بسیار بحال فقیر نمودہ از روئے تواضع فرمودند مالالق انہمہ تالش نیستم **مقال** (۱۱) اُسی میں حضرت مولٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی نسبت کہا یکبار قصیدہ بجناب ایشان عرض نمودم **مقال** (۱۲) شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشاۃ اخرٰی فینبثق فیض الروح الالٰہی فیہا قوۃ فیما بقی من الحس المشترک تکفی کفایۃ السمع والبصر والکلام الخ جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لیے ایک دوسری اٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی کا فیض اُس کے بقیہ حس مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے **مقال** (۱۳) مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سُن سکتا ہے

وصل دوم

بقائے تصرفات وکرامات اولیاء بعد الوصال میں **مقال** (۱۴) شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں در اولیائے امت واصحاب طرق اقوٰی کسیکہ بعدہ تمام راہ جذب باکد وجوہ باصل این نسبت میل کردہ ودر آنجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہذا گفتہ اند کہ ایشان در قبور خود مثل احیا تصرف می کنند **مقال** (۱۵) حجۃ اللہ البالغہ میں اہل برزخ کو چار قسم کرکے لکھا اذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملئکۃ وصار منہم والہم کالہامہم وسعی فیما یسعون فیہ وربما اشتغل ہؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لہم لمۃ خیر بابن آدم جب مرتے ہیں علاقے بدنی منقطع ہو کر ملئکہ سے ملتے اور انھیں میں سے ہوجاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القا کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اُس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد وقتل کفار وامداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے اس لیے نزدیک وقریب ہوتے ہیں کہ اُن پر افاضۂ خیر فرمائیں **مقال** (۱۶) تفسیر عزیزی میں ہے بعض خواص اولیاء را کہ جارحۂ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانند درین حالت نیز بحالت عالم برزخ تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمی گردد۔ یہی وہ عبارت ہے جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لیے زیادت ادراک گوارا کی بھی **مقال** (۱۷) مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں بعض ارواح کاملان بعد ترک تعلق اجساد آنہا درین نشاء تصرفے باقی است الخ **مقال** (۱۸) میاں اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں حضرت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جنابِ مولیٰ مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یوں ایمان لاتے ہیں در سلطنت سلاطین ولایت مراہمت ایشان را دخلے ہست کہ بر سیاحان عالم ملکوت مخفی نیست **مقال (۱۹)** اُسی میں شوکت و عظمت جنابِ مرتضوی گھٹا کر کہا شان جناب شیخین پس بلند بہ نسبت ابہت و اجلال مذکور ست تمثیلش بظاہر مرتبۂ امیر کبیر ست کہ فارغ از امور ریاست گردیدہ ملازم بادشاہ گشتہ بہ نسبت کسیکہ قائم بر خدمات و مشغول بکار پردازی است اگرچہ شوکت ظاہریہ و کثرت اتباع در حق این مصاحب بہ نسبت آن امیر اعظم قائم بخدمات اقل قلیل است لیکن در عزت و وجاہت فوق است چہ فی الحقیقۃ آن امیر باہمگی شوکت و حشمت و اتباع خود گویا از اتباع آن مصاحب است زیرا کہ مشورت و تدبیرش در ہمہ اتباع بادشاہی جاری و ساری است اھ ملخصا **مقال (۲۰)** مظاہر الحق میں ہے تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ اُن کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں و نماہ للامام النووی

وصل سوم بعد وصال اولیا کے فیض و امداد میں **مقال (۲۱ تا ۳۱)** شاہ ولی اللہ [22] و مولوی خرم علی [23] نے لکھا منظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو عزیزی میں فرمایا ارباب حاجات حل مشکلات خود از آنہا می یابند دونوں شاہ صاحبوں [25 و 26] پھر مولوی خرم علی [27] نے کہا اویسیت قوی و صحیح ہے روحی فیض ہے روحانیت سے تربیت ہے عزیزی [28] میں لکھا ہے از اولیا مدفونین انتفاع جاری است مرزا مظہر صاحب [29] مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت مظہر قصیدۂ عرض نمودم نوازشہا فرمودند شاہ ولی اللہ [30] و مولوی خرم علی [31] نے کہا شاہ عبد الرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے کہ یہ باب اقوال مقصد اول کی نوع اول میں گزرے **مقال (۳۲)** مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا از فرط محبت کہ فقیر را بجناب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت است و سرمنشا نسبت علیہ نقشبندیہ ایشان اند بمقتضائے بشریت غشاوہ بر نسبت باطنی عارض می شود خود بخود در رجوع بآنجناب پیدا گشتہ بالتفات ایشان رفع کدورت می شود **مقال (۳۳ تا ۳۶)** اُسی میں [33] ہے التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشان بسیار معلوم شد با ہیچ کس از اہل این طریقہ ملاقات نشد کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست پھر [34] کہا عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلان در صحرا وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت می سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشان می شود درین باب حکایات بسیار است تحریر آن باطالت می رساند پھر [35] کہا سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیاری فرمایند پھر کہا [36] ہمچنیں شیخ جلال پانی پتی التفاتہا می نمایند **مقال (۳۷)** قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال ۶ میں گزری تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں اولیاء اللہ دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگارے می فرمایند و دشمنان را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی می رسد **مقال (۳۸ تا ۴۵)** یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبہ قطبیت ارشاد کو یوں بیان کرکے کہ فیوض و برکات کارخانہ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل می شود اول بر یک شخص نازل می شود و از ان شخص قسمت شدہ بہر یک از اولیاء

http://ataunnabi.blogspot.in

عصر موافق مرتبہ وبحسب استعداد می رسد وبہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمی رسد وکسی از مردان خدا بے وسیلہ او درجہ
ولایت نمی یابد اقطاب جزئی واوتاد وابدال ونجباء ونقباء وجمیع اقسام اولیائے خدا بوے محتاج می باشند صاحب این منصب عالی
را امام وقطب الارشاد بالاصالہ نیز خوانند وایں منصب عالی از وقت ظہور آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضی کرم
اللہ تعالٰی وجہہ مقرر بود پھر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو بترتیب اس منصب عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں بعد وفات
عسکری علیہ السلام تا وقت ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی ایں منصب بروح حسن عسکری علیہ
السلام متعلق بود پھر کہا چون حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوی متعلق شد وتا ظہور محمد مہدی ایں
منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد پھر کہا چون امام محمد مہدی ظاہر شود ایں منصب عالی تا انقراض زمان
بوی معوض باشد اخیر میں کہا استنباط ایں مدعا از کتاب اللہ واز حدیث می توانیم کرد اھ ملخصا اصل ان سب اقوال ثلثہ کی
جناب شیخ مجدد الف ثانی سے ہے جیسا کہ جلد سوم مکتوب ۱۲۳ میں مفصلا مذکور ان کے کلام میں اس قدر امر اور زائد ہے
کہ بعد از ایشان (یعنی حضرت مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی) بہر یکے از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب والتفصیل قرار گرفت ودر
اعصار ایں بزرگواران وہمچنیں بعد از ارتحال ایشان ہر کرا فیض وہدایت می رسد بتوسط ایں بزرگواران بودہ ملاذ وملجائے ہمہ
ایشان بودہ اند تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رسید قدس سرہ الخ آہ ملخصا اور انھوں نے جلد ثانی میں خود
اپنے لیے بھی اس منصب عالی کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھر اس دورے میں منصب مذکور کا حضور پرنور غوث اعظم
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اختصاص کب رہا جلد ثالث میں یوں جواب دیا کہ مجدد الف درین مقام نائب مناب حضرت
شیخ است وبنیابت حضرت شیخ ایں معاملہ باو مربوط است چنانکہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشمس فلا محذور **مقال**
(۴۶ تا ۵۸) شاہ ولی اللہ انتباہ میں اور ان کے بارہ اساتذہ ومشائخ کہ عرب وہند وغیرہما بلاد کے علماء واولیاء ہیں۔
حضرت مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو وقت مصیبت مددگار مانتے اور ع تجدہ عونا لک فی النوائب کو حق جانتے
وسیاتی نقلہ فی الوصل الاٰتی ان شاء اللہ تعالٰی **مقال (۵۹)** شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا از جملہ نسبت ہائے
معتبرہ نزدیک قوم نسبت اویسیہ است خواہ ایں مناسبت بہ نسبت ارواح انبیاء باشد یا اولیائے است یا ملائکہ و
بساست کہ مناسبت بروحی حاصل شدہ بجہت آنکہ فضائل وی استماع کردہ محبتے خاص بہم رسانید وآں محبت سبب
کشادہ شدن راہی گردد میان روح وایں کس یا بجہت آنکہ روح مرشد وی یا جد وے باشد در وے ہمت ارشاد منتسبان خود
حکمت شدہ الخ انتہی ملتقطا **مقال (۶۰)** اسی میں ہے از ثمرات ایں نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آں جماعت است درمنام
وفائدہ از ایشان یافتن ودر مہالک ومضائق صورت آں جماعت پدید آمدن وحل مشکلات وی بآں صورت منسوب شدن۔
مقال (۶۱) اسی میں ہے امروز اگر کسی را مناسبت بروح خاص پیدا شود وازانجا فیض بردارد غالبا بیروں نیست
از آنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ یا بہ نسبت حضرت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ وآنانکہ مناسبت بہ سائر ارواح دارند باعث خصوص آن اسباب طاری شدہ اند مثل آنکہ وے محبت آں بزرگ بسیار دارد و بر قبر وے بسیار می رود و این معنی سلسلہ جنبان از جہت قابل گشتہ است وآن بزرگ راہمت قویہ بودہ است در تربیت منتسبان خود وآن ہمت ہنوز در روح باقی است و این معنی سلسلہ جنبان از جہت فاعل است **مقال** (۶۲) حجۃ البالغہ میں ہے قد استفاض من الشرع ان للہ تعالٰی عباداھم افاضل الملئکۃ وانھم یکونون سفراء بین اللہ وبین عبادہ وانھم یلھمون فی قلوب بنی اٰدم خیرا وان لھم اجتماعات کیف یشاء اللہ وحیث شاء اللہ یعبر عنھم باعتبار ذلک بالملأ الاعلٰی وان الارواح افاضل الاٰدمیین دخولا فیھم ولحوقا بھم کما قال اللہ تعالٰی یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الٰی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی والملأ الاعلٰی ثلثۃ اقسام قسم ھم نفوس انسانیۃ مازالت تعمل اعمالا منجیۃ تفید اللحوق بھم حتی طرحت عنھا جلابیب ابدانھا فانسلکت فی سلکھم وعدت منھم اھ ملخصا یعنی بیشک شرع سے بدرجہ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اُس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کا القا کرتے ہیں اور اُن کے لیے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے اسی لحاظ سے اُنھیں ملاء اعلٰی کہتے ہیں اور یہ بھی اسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگان دین کی روحیں بھی اُن میں داخل ہوتی اور اُن سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اے اطمینان والی جان پلٹ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آمیزی جنت میں اور ملاء اعلٰی کی ایک قسم وہ ارواح انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے رہے جن کے باعث اُن ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاء اعلٰی میں داخل ہوئے اور انھیں سے شمار کیے گئے **مقال** (۶۳) عزیزی میں فرمایا در دفن کردن چون اجزائے بدن تمامہ یکجامی باشد علاقہ روح با بدن از راہ نظر عنایت بحال می ماند و توجہ روح بزائرین ومتانسین ومستفیدین بسہولت می شود **مقال** (۶۴) میاں اسمٰعیل صراط المستقیم میں لکھ گئے حضرت مرتضوی را ایک نوع تفضیل بر حضرات شیخین ہم ثابت است وآن تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشان ووساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشان است **مقال** (۶۵) اُسی میں ہے حق جل وعلا بذات پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت توسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود **مقال** (۶۶) مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے **سوال** شخصیکہ منکر باشد فیض روح مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را در عالم برزخ وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواح مقدسہ انبیائے دیگر علیہم الصلٰوۃ والسلام وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواح اولیاء اللہ در عالم برزخ حکم او چیست **جواب** ہر فیض شرعی کہ ثبوت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باخبار متواترہ باشد منکر آن کافر است وہر فضیلے کہ ثبوت آن باخبار مشہورہ باشد منکر آن ضال باشد وہر فضیلے کہ ثبوت آن بخبر واحد باشد منکر آن بسبب ترک قبول گنہ گار خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق صحیح یا بطریق حسن خواہد شد اھ ملخصا۔ ہرچند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی ہے مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیض برزخ سے تھا واجب کہ جواب اسے بھی شامل ہو اس قدر امر نفی جنون کے لیے ضروری یا اُن کی دیانت وہابیت سے انکار اور اخفائے حق وتلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے۔ مقال (۶۷) جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی یعنی خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدۂ محروسہ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشان رفتہ بود و دراثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسہ ایشان ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود را کہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند تنبیہ لفظ بتقریب زیارت مزار شریف الخ ملحوظ رہے اور یوہیں غریب نوازی بھی کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہے سے متعصبان طائفہ چڑھتے ہیں۔ مقال (۶۸) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں دو سال کما بیش در بغداد ساکن بود بر قبر سیدی عبدالقادر قدس سرہ متوجہ شد ذوق این راہ از آنجا پیدا کرد۔ مقال (۶۹) اسی میں حضرت میر ابو العلی قدس سرہ کے ذکر مبارک میں لکھا بمزار فائض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ متوجہ بودند واز آنجناب دل ربا نہا یافتند وفیضہا گرفتند۔ مقال (۷۰ و ۷۱) اُسی میں اپنے نانا ابو الرضا محمد سے نقل کیا می فرمودند یکبار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ را در یقظہ دیدم واسرار عظیم دراں محل تعلیم فرمودند۔ مقال (۷۲) اُسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا عجوزہ راز مخلصان بعد وفات ایشان تپ ولرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبی نوشیدن آب وپوشیدن لحاف محتاج شد وطاقت آن نداشت وکسے حاضر نبود ایشان متمثل شدند وآب دادند ولحاف پوشانیدند آن گاہ غائب شدند۔ مقال (۷۳ تا ۷۵) قول الجمیل میں ہے تادب شیخنا عبدالرحیم مع روح الائمۃ الشیخ عبدالقادر الجیلانی والخواجہ بہاء الدین محمد نقشبند والخواجہ معین الدین بن الحسن الجشتی وانہ رآھم واخذ منھم الاجازۃ وعرف نسبت کل واحد منھم علی حدتھا مما فاض منھم علی قلبہ وکان یحکی لنا حکایتھا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنھم اجمعین یعنی ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم وخواجہ نقشبند وخواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ارواح طیبہ سے آداب طریقت سیکھے اور اُن سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو اُن سرکاروں سے اُن کے دل پر فائض ہوئی جدا جدا پہچانی اور ہم سے اُس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالٰی اُن سب حضرات اور ان سے راضی ہو۔ مولوی خرم علی صاحب نے اگر رآھم کے ترجمہ میں لفظ خواب میں دیکھا اپنی طرف بڑھا دیا جب بر کلام شاہ ولی اللہ بر اصلا دلیل نہیں مگر ارواح عالیہ سے فیض بخشنا اجازتیں دینا نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلم رکھا۔ مقال (۷۶ و ۷۷) مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں از حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ دو کس طریقہ گرفتند یکے طریقہ قادری اخذ کرد ودیگرے طریقہ نقشبندیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اختیار نمود ایشان فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث الاعظم تشریف آوردہ صورت مثالی مرید خاندان خود را ہمراہ بردند
وحضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما شدہ صورت مثالی معتقد خود را باخود بردند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم **مقال (۷۸)** اسمٰعیل نے
صراط المستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ
حال حضرت ایشان گردیدہ وتا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازعی درمابین روحین مقدسین درحق حضرت ایشان ماند زیرا
کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشان بتمامہ بسوئے خود می فرمود تا آنکہ بعد انقراض زمانہ تنازع ووقوع
مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشان جلوہ گر شدند تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت
ایشان توجہ قوی وتاثیر زور می فرمودند تا اینکہ درہمان یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشان گردید **مقال**
(۷۹) اُسی میں ہے روزے حضرت ایشان بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس
سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشان مراقب نشستند دریں اثنا بروح پر فتوح ایشان علاقات تحقق شد وآنجناب
بر حضرت ایشان توجہے بس قوی فرمودند کہ بسبب آن توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ تحقق شد **وصل چہارم**

اصل مسئلہ مسئولہ سائل یعنی اولیائے کرام سے استمداد والتجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے
وقت اُن کی ندا میں **مقال (۸۰ تا ۸۸)** شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا بزیارت قبر ایشان رود وازانجا
انجذاب دریوزہ کند رُباعی میں کہا ع فیض قدس از ہمت ایشان میجو۔ وہ پھر مولوی خرم علی کہتے ہیں بیت ے
قریب ہو پھر کہے یاروح عزیزی میں فرمایا اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از آنہا می نمایند اور فرمایا ارباب حاجات
حل مشکلات خود از آنہا می طلبند اُسی میں ہے از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است مرزا صاحب نے مولی علی کرم اللہ
تعالٰی وجہہ کی نسبت کہا درعارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود کہ یہ سب اقوال مقصد اول میں گزرے شاہ عبدالعزیز
صاحب نے سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا مردے جلیل القدر یست کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است
پھر اُن سے نقل کیا مصیبت میں یازروق کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا یہ اُسی مقصد میں گزرا **مقال (۸۹)** مرزا
صاحب کے وصایا میں ہے بزیارت مزارات اولیا دریوزہ فیض جمعیت کن الخ **مقال (۹۰ تا ۱۰۲)** شاہ ولی اللہ کتاب
الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں این فقیر خرقہ از شیخ ابوطاہر کردی پوشیدہ وایشان بعمل آنچہ درجواہر خمسہ
است اجازت دادند پھر کہا وایضاً فقیر در سفر حج چون بہ لاہور رسید ودست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت
ایشان اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ یہ شیخ ابوطاہر کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ
حدیث وپیر سلسلہ ہیں مدینہ طیبہ میں مدتوں اُن کی خدمت میں رہ کر سلاسل حدیث حاصل کیے کہ وہی اُن سے شاہ
عبدالعزیز صاحب اور اُن سے مولوی اسحاق کو پہنچی اور اُن شیخ محمد سعید کی نسبت انتباہ میں لکھا یکے از اعیان مشائخ
طریقہ بودند شیخ معمر ثقہ اُسی میں دونوں مشائخ سے سلاسل اجازت بیان کیے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم کردی والد شیخ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں ہر مفتی اللہ کے استاد شیخ احمد قشاشی اور ان کے استاد شیخ احمد شناوی اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل ہیں کما یظہر من المسلسلات وغیرھا اور ان شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری ہیں اور اُن کے شیخ مولانا عبدالملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولانا وجیہ الدین علوی ان سب علما و مشائخ نے سیفی وغیرہ اعمال جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں اور جناب شاہ محمد غوث گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہی اور جواہر کے مؤلف ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اب ملاحظہ ہو کہ اسی جواہر خمسہ میں اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں لکھا ہے ناد علی ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند آن این است ناد علیا مظہر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب ٭ کل ہم وغم سینجلی ٭ بولایتک یا علی یا علی یا علی ٭ اگر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مشکل کشا ماننا مصیبت کے وقت مددگار جاننا ہنگام غم و تکلیف اُس جناب کو ندا کرنا یا علی یا علی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذ باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں اُن سے لیتے مدتوں اُن کی خدمت گاری و کفش برداری کی داد دیتے اُنھیں شیخ ثقہ عادل بتاتے اُن کی ملاقات کو بلفظ دولت تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغا حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل اور ان کی سب سندوں میں تمہارے طور پر یہ مشرک اعظم و کافر اکبر شامل کہاں کی شاہی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل انا للہ وانا الیہ راجعون پھر مولوی اسحٰق و میاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ اُن کی تو ساری کرامات اسی شرکستان کی بھٹی میں مشرکوں کی نسل مشرکوں کی اولاد مشرک ہی پیر مشرک ہی استاد آنکھ کھلتے ہی مشرک نظر پڑے ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے مشرکوں کی گود مشرکوں کی بغل مشرکوں کا دودھ مشرکوں کا عمل مشرکوں میں پلے مشرکوں میں بڑھے مشرکوں سے سیکھے مشرکوں سے پڑھے مشرک دادا مشرک نانا عمر بھر مشرکوں کو جانا مانا العیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الحق المبین مسلمان دیکھیں کہ یا علی یا علی کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کے مشرک بننے کی مصیبت سہتے اس سے یہی بہتر کہ راہ راست پر آئیں سچے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں اور نہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کرد کہ نیافت کو بھول نہ جائیں ؏ دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را ٭ چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند ٭ نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ آمین

مقال (۱۰۳) اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات و قضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ **مقال (۱۰۴)** شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کاش
اگر قتلہ عثمان دہ دوازدہ سال بحکم تن بصبر دادند و سکوت کردہ می نشستند سند و ہند و ترک و چین نیز مثل ایران
و خراسان یا علی یا علی می گفتند الخ **مقال (۱۰۵)** رسالہ فیض عام مزارات اولیا سے استعانت میں شاہ صاحب
کا یہ ارشاد ہے طریق استمداد از ایشان آنست کہ بزبان گوید ای حضرت من برائے کار فلاں در جناب الٰہی التجا می کنم شما نیز
بدعا و شفاعت امداد من نمائید لکن استمداد از مشہورین باید کرد یہ خاص صورت مسئولہ کا جواب ہے واللہ الہادی الی سبیل
الصواب **الحمد للہ** کہ یہ نوع بھی اپنے منتہی کو پہنچی سو مقال کا وعدہ تھا ایک سو پانچ ہوگئے اس کی وجہ یہ کہ مقصد
اول میں پچیس سوال تھے مقصد دوم میں ساٹھ حدیثیں ادھر نوع اول میں دو سو قول اب یہ ایک سو پانچ
مقال مل کر چار سو کا عدد کامل اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہوگیا کہ مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالٰی کے اصل مذہب
اور اس چند سطری تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے والحمد للہ رب العالمین

خاتمہ رسالہ میں درباره سماع موتی علمائے عرب کا فتوی

اس رسالہ کے زمانہ تالیف میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں اگر وہ ہمارے مسئلہ کا رد لکھے گا ہم دونوں تحریریں مولویان بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہو جائیں **اقول** تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں ہیں کیوں نہ تصفیہ ہو جائے طالبان تحقیق کو اظہار حق سے کیوں باک آئے رسالہ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں اگر حق واضح ہو جائے تسلیم واجب ورنہ جواب مناسب۔ ہاں تحریر جواب میں استمداد و استعانت کا اختیار ہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے اور اگر اوروں ہی پر رکھنا صلاح وقت ہے تو اہل ہند میں جسے دیکھئے گا مرجع خود احد الفریقین ہے بھوپالیوں کو مثلاً مصطفٰے آبادیوں پر کیا وجہ ترجیح ہے۔ لہذا سب سے قطع نظر کرکے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلا اور وہیں کو پلٹ جائے گا اور وہاں کے جمہور علماء پر ان شاء اللہ تعالٰی شیطان ہرگز قابو نہ پائے گا۔ جناب مولٰنا اگر اس رائے کو پسند فرمائیں تو اُن اکابر کرام کا مہری دستخطی فتوی بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود جس میں اکثر مسائل وہابیت کا رد واضح فرمایا اور طائفہ جدیدہ کو ضال مضل مبتدع مبطل ٹھہرایا فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی لہ اُس میں سے چند سطریں متعلق مسئلہ سماع مع شرح دستخط علماء تلخیص والتقاط حاضر کرتا ہے واللہ الہادی اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدم علم و عدم سماع موتی کا ادعا و اعتقاد رکھتے ہیں فرمایا ھذہ الادعاء افتراء قبیح وھذا الاعتقاد اعتداء صریح فان العلماء المحققین من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم قد اثبتوا اطلاع الانسان فی البرزخ وسماعہ لسلام الزائر وکلامہ ومعرفتہ والانس بہ بالاحادیث الصحیحۃ والاٰثار الصریحۃ وتلک المسئلۃ مع دلائلھا مصرحۃ فی المرقاۃ شرح المشکوۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لعلی القاری الحنفی وشرح الصدور للحافظ السیوطی وشفاء السقام للامام السبکی وغیرھا من الکتب المشھورۃ لجمھور المحققین حتی اشار والیہ فی کتب العقائد المشھورۃ فقد صرح فی المقاصد وشرحہ انہ عند المعتزلۃ وغیرھم البنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک فعندھم لایبقی ادراک الجزئیات عند فقد الاٰلات وعندنا یبقی وھو ظاھر من قواعد الاسلام وھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار الخ وبالجملۃ فالنفس الانسانیۃ تبقی لھا الادراکات ولھا تعلقات کثیرۃ بموضع دفن جسدھا والاحادیث والاٰثار شاھدۃ لذلک لاینکرھا بعد العلم بھا الامکابر معاند الخ یعنی وہابیہ کا یہ ادعا افترائے قبیح اور یہ اعتقاد ظلم صریح ہے حنفیہ وشافعیہ وغیرہم کے علمائے محققین نے صحیح حدیثوں صریح خبروں سے ثابت کیا ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر کا سلام وکلام سنتا اور اُسے پہچانتا اور اس سے انس حاصل کرتا ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علی قاری حنفی وشرح الصدور حافظ سیوطی شافعی وشفاء السقام امام سبکی وغیرہا جمہور محققین کی کتب مشہورہ میں اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تصریح ہے یہاں تک کہ علماء نے عقائد کی مشہور کتابوں میں اُس کی طرف اشارہ کیا مقاصد وشرح مقاصد میں تصریح فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ بدن شرط ادراک ہے تو ان کے مذہب میں جب آلات بدنی نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہل سنت کے نزدیک ادراک باقی رہتا ہے قواعد اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قبور ابرار کی زیارت اور ارواح اولیاء سے استعانت نفع دیتی ہے۔ غرض روح انسانی کے ادراکات باقی اور اُسے موضع دفن سے بہت تعلقات ہیں احادیث وآثار اس پر گواہ ہیں جنھیں جان بوجھ کر انکار نہ کرے گا مگر باطل کوش دشمن حق۔ اس کے بعد شبہات منکرین کا نصوص علماء سے رد کیا اور عمائد علمائے حرمین طیبین نے اس پر مہر ودستخط ثبت فرمائے۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتی مکہ

فان لی
ذمۃ منہ بتسمیتی
محمدا وھو اوفی
الخلق بالذمم

لاکلام فیہ ولاشک یعتریہ اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی
قالہ امر برقمہ محمد بن حسین الکتبی الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ
عفی عنہ بمنہ امین

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام مولٰنا جمال ابن عبداللہ بن عمر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

عبدہ
جمال بن الشیخ
عمر

لایلتفت المفید الا الیہ ولا یعول المستفید الا علیہ مفید التفات نہ کرے
مگر اسی طرف اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر امر برقمہ رئیس المدرسین الکرام بالمسجد المکی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الحرام الراجی لطف ربہ الحنفی جمال بن عبد اللہ شیخ عمر الحنفی لطف اللہ تعالٰی بہما

شرح دستخط حضرت مولٰنا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ مبارکہ

لاریب فیہ ولاشك یعتریہ کتبہ الفقیر حسین بن ابراھیم مفتی المالکیۃ بمکۃ المشرفیۃ المحمیۃ

(عبدہ حسین)

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخنا وبرکتنا زین الحرم عین الکرم مولٰنا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت ھذا المؤلف الشریف الحاوی لکل برھان لطیف فرأیتہ قد نص علی عقائد اھل الحق المؤیدین و ابطل عقائد اھل الضلال المبطلین میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اُسے پایا کہ اہل حق وار باب تایید کے عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور باطل پرست گمراہوں کے مذہب باطل کیے رقمہ بقلمہ المرتجی من ربہ الغفران احمد بن زین دحلان

(احمد دحلان)

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی مدرس مسجد نبی طیبہ

تاملت فی ھذا المؤلف فرأیت مؤلفہ قد اجاد وبکل نص سنی صریح افاد میں نے یہ رسالہ بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنف نے جید کلام لکھا اور ہر نص روشن کا افادہ کیا

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالٰی محمد بن محمد الغرب الشافعی خادم العلم بالمسجد النبوی

(مہر صاف نخواندہ شد)

شرح دستخط مولٰنا عبد الکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

لما تاملت فی ھذہ الرسالۃ وجدتھا کالسیف الصارم للمعاند الضال لایطعن فیھا الا من اختل عقلہ وقبحت سیرتہ فی جمیع الاحوال جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا اُسے معاند گمراہ کے حق میں مثل تیغ براں پایا نہ طعنہ کرے گا اس میں مگر وہ جس کی مت گئی اور عادت بد ہوتی ہر زمانہ میں

(المتوکل علی اللہ العظیم عبد الکریم بن عبد الحکیم)

من خدام طلبۃ العلم بالمسجد النبوی

شرح دستخط مولٰنا عبد الجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علی ھذا المجموع فالفیتہ ھند اسل علی من شق عصا الجماعۃ معرکا عن السنۃ میں اس تالیف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دراتف ہوا تو اُسے ایک تیغ ہندی پایا کھینچی گئی اُس پر جس نے جماعت کا خلاف کیا اور سنت سے کنارہ کش ہوا اشارۃً بر فقہہ الی الشیخ الاجل لورع الفقیہ الزاھد مولٰنا عبد الجبار الحنبلی البصری نزیل المدینۃ المنورۃ متع اللّٰہ المسلمین ببقائہ اٰمین

عبد الجبار

شرح دستخط حضرت مولٰنا السیّد ابراہیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کہ طالعت بعد ما اطلعت رد ود العلماء الاجلۃ علی الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فما رأیت مثل ھذہ الرسالۃ
میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقہ گمراہ وگمراہ گر پر علمائے جلیل کے بہت رد دیکھے مگر اس رسالہ کا مثل نظر سے نہ گزرا قال
بقلہ ورقمہ بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی　(ابراہیم بن محمد خیار)　ابراھیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی

الحمد للّٰہ علی حصول المسئول وبلوغ الکلام بغایۃ المامول فقیر عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۲۰ھ میں کیا پھر بوجہ عروض بعض اعراض واہتمام دیگر اغراض مثل تحریر رسائل وتصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اُس کی تبییض نے تاخیر پائی اب بحمد اللہ بعنایت الٰہی واعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلوۃ والسلام وعلٰی آلہ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصر یہ مسودہ مبیضہ ہوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہوا والحمد اولاً واٰخراً وباطناً وظاہراً وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وعلینا بہم وبارک وسلم تسلیما کثیرا نسئل اللّٰہ تعالٰی ان یتقبل سعینا ویغفر لنا ذنوبنا ویرحم فاقتنا ویحیینا مسلمین ویمیتنا مومنین ویحشرنا فی زمرۃ الصالحین وان ینفع بھذا التالیف وسائر تصانیفی جمیع اخوانی فی الدین انہ سمیع قریب قدیر مجیب والحمد للّٰہ رب العلمین

تمت وبالخیر عمت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تکمیل جمیل وتسجیل جلیل چند فوائد عالیہ کی یاددہانی میں

حامدا ومصلیا ومسلما

اگرچہ یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں ان کے لیے کوئی فصل معین نہ تھی متفرق مواقع پر واقع ہوئے لہٰذا اُن کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں اُن کے مواضع پر مطلع کردیا جائے۔ فائدہ اولی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس مسئلہ میں خلاف کرنے والے بدمذہب گمراہ ہیں دیکھو (قول ۱۲/۱۵) کہ ادراکات موتی کا انکار مذہب معتزلہ ہے قول ۱۳/۱۸ کہ بعض معتزلی رافضی جمادیت موتی سے ندا لائے (قول ۳۲/۱۹) کہ میت کا جماد ہونا مذہب اعتزال ہے (قول ۱۴۴/۲۵) کہ علم موتی کا منکر نہ ہوگا مگر جو حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر (قول ۵/۱۹۹ و ۶/۲۰۰) کہ علم و سمع و بصر موتی پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے۔ پر ظاہر کہ ان کے اجماع کا مخالف نہ ہوگا مگر بدمذہب گمراہ (فائدہ ثانیہ) اہل قبور کے زائروں کو دیکھتے پہچانتے ان کا کلام سنتے سلام لیتے جواب دیتے ہیں یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں جمعہ و غیر جمعہ سب یکساں نہ کسی وقت کی خصوصیت ہاں جمعہ کے دن خصوصاً صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے دیکھو (قول ۱/۲۲ و ۲/۹ و ۳۲/۸ و ۴/۱۸ و ۵/۸۲ و حاشیہ قول ۶/۱۸) اور خود وہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم و سوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے اپنے اطلاق و ارسال سے اس عموم و اطلاق کی دلیل کافی ہیں کما مرت الاشارۃ الیہ فی الکتاب (فائدہ ثالثہ) ارواح مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں جہاں چاہیں جائیں سیر کریں جولان فرمائیں دیکھو (حدیث ۱/۱ و ۲/۹ و قول ۳۴/۱۴ و مقال ۱۴/۴) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال ۵/۲ و ۶/۱۷) ناتواں بیماروں کو پانی پلاتے کپڑا اوڑھاتے ہیں (مقال ۷/۱۲) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال ۸/۱۵) دوستوں کی مدد دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال ۹/۲۳) یہاں تک کہ شرح سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ روح کا حال جسم کا سا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے (قول ۹۷) میں کہتا ہوں اولیائے احیاء کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں کئی جگہ تشریف فرما تھے پھر بعد وصال کہ روح اپنی آزادی و ترقی کامل پر ہوتی ہے اس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربی میں یہیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلف قبول کرسکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام جب خدمت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہی سے جدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی[1] العبارۃ علی الحاشیۃ پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پرنور روح القسط روح القدس روح الارواح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت یہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وہ کسی مجلس خیر میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت قبر اطہر سے خروج لازم ہو اور چاہئے کہ اس وقت روضۂ انور خالی رہ جائے محض حماقت اولاً فہی روح کا جسم پر طفلانہ قیاس اور زندان وہم میں سلطان عقل کا احتباس ثانیاً ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ روحیں تو عوام مومنین کی بھی قبروں میں بھی محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہ میں ہوتی ہے جیسے علمائے کرام

---

[1] ہذا جبریل علیہ السلام راٰہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ ست مائۃ جناح منہا جناحان سد الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ الی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تنفتح للایمان بانہ من الممکن انہ کان ہذا الدنو وہو فی مستقرہ من السماوات و فی الحدیث فی رؤیۃ جبریل رفعت راسی فاذا جبریل صاف قدمیہ بین السماء والارض یقول یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل فجعلت لا اصرف بصری الی ناحیۃ الا رأیتہ کذلک ۱۲۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی میں مفصلاً ذکر کیا ثالثاً یہ اعتراض بعینہٖ اُن احادیث کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواح مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں لازم کہ جب وہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہو جائے مگر جہل و تعصب جو نہ کرادیں وہی غنیمت ہے چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا زید کہتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ انور سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں عمرو منکر ہے انا للہ وانا الیہ راجعون فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس کے جواب میں مفصل فتوی لکھا اور وہاں اس سیر و اختیار کو شہدا و غیر شہدا عام مومنین کی ارواح کے لیے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلمات علمائے دین سے اس کے وقائع نقل کیے یہ فتوی فقیر کی مجلد ششم فتاوی مسمّی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں منسلک والحمد للہ رب العالمین (فائدہ رابعہ بغایت نافعہ) ارواح طیبہ کے نزدیک دیکھنے سننے میں دُور و نزدیک سب یکساں ہے یہ ایک مطلب نفیس و جلیل و عظیم الفائدہ ہے جن کی طرف توجہ خاص لازم دیکھو (قول ۱/۴۹) کہ اولیائے احیاء نور خدا سے دیکھتے ہیں اور نور خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں پھر اموات کا کیا کہنا (قول ۲/۴۹) کہ قبر سے نزدیکی توجہ کو ہوتی ہے اور ادراک و شناخت دائمی (قول ۳۱/۸۲ و ۴۲/۸۹) کہ روح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیق اعلٰی میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سنتی ہے جواب دیتی ادراک کرتی اپنے بدن سے کام لیتی ہے پھر کون بتا سکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کے لاکھ کے کروڑ منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا ہند سے مدینہ صلے اللہ تعالٰی علی مالکہا وآلہ وبارک وسلم (قول ۵۳/۱۱۴ و ۶/۱۱۴) کہ ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انھیں سارا جہان یکساں ہے (قول ۷/۱۸۲ و ۸/۱۸۸ و ۹/۱۸۹) کہ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (مقال ۱/۲) شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ روح کو قرب و بعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کا سا ہے کہ کوئیں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت دو فرزند ریحانین رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کرب و بلا و حضرت امام حسن مثنّٰی ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبٰی صلوات اللہ وسلامہ علیہم الکریم و علیہم کے کہ زائران مزار اقدس سے فرمایا انتم ومن فی الاندلس سواء تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہیں حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ سوال ۶ میں حدیث گذری کہ اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جو روضۂ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سنتا ہے معلوم ہوا کہ یہ خاصۂ ملزومۂ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل

لہ مقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آن متصل بہ سدرۃ المنتہی و بالائے آن متصل بپایۂ عرش مجید و ارواح نیکاں بعد از قبض درآنجا می رسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آن مستقر می مانند و عوام صلحا را بعد نوبیانیدن و رسیدن نامہائے اعمال بر حسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا درچاہ زمزم قرار می دہند و تعلقے بقبر نیز این ارواح را می باشد الخ عبارت تک کہ مقال میں گذری ۱۲ از تفسیر عزیزی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھر کسی کے لیے اُس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ **سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی** میں ذکر کی وباللہ التوفیق (فائدہ خامسہ) وہنداُن کی امداد ہر جگہ جاری کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں اور اسی لیے اُن سے استمداد اور ان کی ندا میں بھی حضورِ مزار غیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح و درست ہے اگرچہ حضورِ مزارات میں نفع اتم و زائد ہے دیکھو (قول ۱/۱۱۴ و ۲/۱۱۴) غور کرو ائمہ مجتہدین کے پیرو تمام ملک خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکر ہر شخص کی ہر مشکل و آفت میں مدد فرماتے اور دائماً خبرگیراں رہتے ہیں اسی طرح حضرات اولیائے کرام اپنے مریدان سلاسل کے ساتھ دیکھو (قول ۳/۹) خود سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا جب کوئی مصیبت آئے یا زروق[1] کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا دیکھو (قول ۴/۱۴۳) اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول دیکھو (مقال ۳/۸۸) شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرو دیکھو (سوال ۳/۱۲) مرزا مظہر صاحب بعارضہ جسمانی میں حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جانب توجہیں کرتے اُدھر سے امداد فرمائی جاتی دیکھو (سوال ۷/۱ و مقال ۳/۳۴) گھر بیٹھے قصائد سُناتے ارواح عالیہ سے نوازشیں پاتے دیکھو (سوال ۹/۱۸ و مقال ۱/۱۰) حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہوئی توجہ والا اس کے حال پر ہنوز پائی دیکھو (مقال ۱۱/۳۳) مغلوں کا بیان کیا جنگل میں یا سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مدد پاتے ہیں دیکھو (مقال ۱۲/۳۴) ہر شہر میں بندگانِ خدا ولایت و قطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر اُن سب کو وہ فیض حضرات ائمہ اطہار و حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہم عطا فرماتے ہیں دیکھو (مقال ۱۳/۳۸ و ۱۴/۳۹ و ۱۵/۴۰ و ۱۶/۴۱ و ۱۷/۴۲ و ۱۸/۴۳ و ۱۹/۴۴ و ۲۰/۴۵ و ۲۱/۴۶) سلطنتیں و امارتیں کس ملک و شہر میں نہیں ہوتیں پھر اُن سب میں حضرت مولٰی مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے دیکھو (مقال ۲۲/۱۸) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شیخ ابوالرضا کو اسرار تعلیم فرمائے دیکھو (مقال ۲۳/۷ و ۲۴/۱۷) یہ ایک عجوزہ کو پانی پلا کر لحاف اوڑھا کر غائب ہوگئے دیکھو (مقال ۲۵/۲۷) حضور غوث اعظم و حضرت نقشبند رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنے مریدان سلسلہ کی تربیت فرمائی دیکھو

---

[1] فائدہ جلیلہ علامہ[1] زیادی پھر علامہ[2] اجہوری پھر علامہ[3] داؤدی پھر علامہ[4] شامی فرماتے ہیں جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر رو بقبلہ کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اُس کے بعد یوں عرض رسا ہو کہ سیدی احمد یا ابن علوان میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار کے منہیہ میں ہے قررالزیادی ان الانسان اذا ضاع لہ شیئ واراد ان یردہ اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ ویقرأ الفاتحۃ ویھدی ثوابھا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یھدی ثواب ذلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتک من دیوان الاولیاء فان اللہ تعالٰی یرد علی من قال ذلک ضالتہ ببرکتہ اجہوری مع زیادۃ کذا فی حاشیۃ شرح المنہج للداودی رحمۃ اللہ تعالٰی انتہی۔

http://ataunnabi.blogspot.in
for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(مقال ۲۲/۷۲ و ۲۲/۷۳) اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دونوں ارواح طیبہ نے ان کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پہر بھر تک توجہ بخشی دیکھو (مقال ۲۳/۷۲) یا اللہ یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا بے تخصیص مکان و قید زمان جائز ہوا اور شاہ ولی اللہ اور ان کے اکابر نے یا علی یا علی کا وظیفہ کیا دیکھو ۲۹/۱۲۰ و ۳۰/۱۲۱ و ۳۱/۱۲۲ و مقال ۳۲/۹۰ و ۳۳/۹۱ و ۳۴/۹۲ و ۳۵/۹۳ و ۳۶/۹۴ و ۳۷/۹۵ و ۳۸/۹۶ و ۳۹/۹۷ و ۴۰/۹۸ و ۴۱/۹۹ و ۴۲/۱۰۰ و ۴۳/۱۰۱ و ۴۴/۱۰۲ و ۴۵/۱۰۳ و ۴۶/۱۰۴ مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع واللہ الہادی الی صراط مستقیم **تنبیہ** یہ مواضع اجیدہ سے استمداد و ندا کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں خود حضور پرنور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمرو عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کے آثار اور علاوہ ان چھیالیس مصرحوں تیرہ مؤیدوں کے جن کی طرف فائدہ خامسہ و رابعہ میں ایما ہوا بہت ائمہ دین و علمائے معتمدین و کبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر جلوہ کر رہے ہیں عجب نہیں کہ حضرت حق جل وعلا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم و تبییض سے فارغ ہو کر خاص اسی باب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث و اقوال ماضیہ و آتیہ کو فراہم کرکے تحقیقات سلطنۃ المصطفٰی وغیرہا افاضات تازہ کا اضافہ کرے وللہ الموفق وبہ نستعین والحمد للہ رب العالمین

تذییل

نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ اقتصار جیود الاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین و غوث اعظم و قطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں، میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گراہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں غوث اعظم و غوث الثقلین تو بہت اجل و اعظم ہے آخر غوث کے کیا معنی فریاد کو پہنچنے والا جب ان کے نزدیک استمداد و فریاد شرک تو فریاد رس کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا اب کہئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہوگیا قاضی ثناء اللہ پانی پتی و میاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غوث الثقلین لکھا دیکھو (مقال ۸ و ۳۸ و ۷) شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضا ان کے جد امجد اور مرزا جان جاناں ان کے ممدوح اوحد اور ان کے پیر سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوث اعظم کہا دیکھو (مقال ۱۶ و ۲۰ و ۱۷ و ۶۶ و ۷۷) شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا بعضی از اولیاء مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالٰی سرہ **تنبیہ** ذرا یہ مسجود خلائق کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا میاں اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں کہا طالبان ناقہم دانند کہ ما نیز ہم پایہ حضرت غوث الاعظم شدیم الخین بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا دیکھو (مقال ۷۹) اور ہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنھوں نے مائۃ مسائل کے جواب سوال دہم میں کہا ولایت و کرامت حضرت غوث اعظم قدس سرہ غرض مذہب طائفہ عجب مہذب مذہب ہے جس کی بنا پر تمام ائمہ و عمائد طائفہ بھی سو سو طرح مشرک کافر بنتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمدللہ کلام نے ذروہ منتہٰی لیا اور بیان نے مسئلے کو اس کا حق دیا ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون۔ اب حضرات وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہیے کہ اس مختصر رسالے کے مقصد سوم نے علماء کے تین سو پانچ ۳۰۵ قول آپ کے گوش گزار کیے جن میں ایک سو دو پچاس ۱۵۰ علم و سمع و بصر موتی کے متعلق خاص اور پانچ میں یہ کہ اولیاء کی کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں ان ایک سو چون ۱۵۴ پر تو آپ کی سرکار سے شاید صرف حکم بدعت وضلالت ہو اگرچہ وہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل شرک مخل اصل ایمان ہے باقی کتنے رہے ایک سو اکاون ۱۵۱ اور تین قول ابھی ابھی اسی تکملہ کے فائدہ رابعہ میں تازہ مذکور ہوئے یہ پھر ایک سو چون ۱۵۴ ہوگئے جن کے مفاد و مقاصد کی تفصیل اس جدول سے ظاہر

اسباب میں کہ	اقوال ائمہ علمائے سلف	مقالات خاندان عزیزی	کل	مجموعہ
اولیاء بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں	۸	۷	۱۵	۱
وہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک و دور دیکھتے سنتے ہیں	۲۵	۵۹	۸۴	۵
وقت حاجت اُن سے استعانت و ان کی ندا نزدیک و دور ہر جگہ سے روا	۱۶	۲۶	۴۲	۴
ارواح طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سننے میں دور و نزدیک یکساں	۱۲	۱	۱۳	

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وہ ایک سو چون ۱۵۴ بدعت تھے یہ ایک سو چون ۱۵۴ آپ کے مذہب میں خالص شرک اور ان کے قائل ائمہ و افاضل عیاذًا باللہ پکے مشرک ٹھہریں گے یا نہیں اگر کہئے نہ (اور خدا کرے ایسا ہی کہو) تو الحمدللہ کہ ہدایت پائی اور کفر و شرک کی تیز و تند کہ مدتوں سے بیرنگ چڑھی تھی اُتار پر آئی رب قدیر کو ہدایت فرماتے کیا دیر لگتی ہے آخر کلمہ پڑھتے ہو شاید پاس اسلام کچھ جھلک دکھا جائے اور محبوبان خدا و ائمہ ہدیٰ کو معاذاللہ کافر و مشرک کہتے جگر تھرائے ان ذلک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیئ قدیر اور اگر شاید اصرار مذہب و تعصب مشرب آڑے آئے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور بے دھڑک آپ کے منہ سے ہاں نکل جائے تو آپ صاحبوں سے تو اتنا عرض کروں گا کہ حضرات جنھیں آپ نے مشرک کہہ دیا خدا نگاہ روبرو اُن میں شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز صاحبان اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ خود بانی مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں اب ان کی نسبت تصریحًا استفسار اگر یہاں جھجکے تو کہوں گا کیوں صاحب اُسی بات پر ائمہ ہدیٰ تو پناہ بخدا اچنیں وچناں ٹھہریں اور یہ حضرات مطلق العنان کیا اُن کے لیے کوئی وحی آگئی ہے کہ احکام الٰہی سے مستثنیٰ رہیں یا انھوں نے رحمٰن سے عہد لے لیا ہے کہ اُن کی امامت میں بال نہ آئے اگرچہ شرک کے بول کہیں مالکم کیف تحکمون ٥ ءاللّٰہ اذن لکم ھٰذا ام علی اللّٰہ تفترون ام لکم کتٰب فیہ تدرسون ٥ ان لکم فیہ لما تخیرون ٥ اور اگر شاید بات کی پچ ایسی ہی آپڑی کہ یہاں بھی کھل کر شرک کی جڑی سے شادمرکہ از رقیباں درمن کشتاں گزشتی؛ گو مشت خاک ماہم بربا درفتہ باشد۔ غرض اس تقدیر پر آپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہوگا جز اِن کہ سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین ٥ ہاں عوام اہل سنت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی ہے جس نامہذب مذہب ناپاک مشرب کی رو سے صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وعلمائے دین واولیائے کاملین قرون ثلٰثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللّٰہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم۔ ظاہر ہے کہ وہ طائفہ تالفہ کیا ہوگا اور اُسے سنت وجماعت سے کتنا علاقہ سبحان اللّٰہ سنت جماعت کو شرک بتائیں جماعت سنت کو مشرک ٹھہرائیں پھر سنی ہونے کا دعویٰ بجا کلا ورب العرش الاعلیٰ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا والحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک والحمد للّٰہ رب العٰلمین

تذییل اہم اجل واعظم

رسالہ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین

۱۳۱۶ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد وبک استعین صل وسلم وبارک علی الامان الامین المبارک الیمین حبیبک وآلہ وصحبہ اجمعین ماّبر بار وحنث حانث فی یمین عائدہ جز یلہ تحقیق مسئلہ یمین میں حضرات منکرین کی غایت سعی وتمام مایۂ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ کم علموں کو متزلزل کر دیتے ہیں یا کیا چاہتے ہیں ماتہ مسائل میں کافی شرح وافی و فتح القدیر و کفایہ حواشی ہدایہ و مستخلص

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وعینی شروح کنز سے طولانی عبارتیں کچھ قطع برید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں اور اگر سماع موتٰی سے منکر نہ ہوں تو لااقل تردد تو کر جائیں مگر بحمد اللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری طمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سو یا ہزار جتنی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید نہ اہلسنت وجماعت کا اجماعی مسئلہ جا نصوص صریحہ احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کسی متشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہوسکے۔ فقیر غفرلہ اللہ المولی القدیر اُس کی تحقیق وتنقیح میں بھی کلمات چند نافع وسودمند گزارش کرے کہ باذنہ تعالٰی موافق کو ثبات واستقامت مخالف منصف کو رشاد وندامت مکابر متعسف کو وبال وغرامت دین وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالت حیات پر مقصود رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا اصل مسئلہ ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے صرف اس قدر ہے اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے لفظ سے جو معنی عرفاً مراد ومفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم وارد ہوتی ہے نہ معنی لغوی یا شرعی پر تمام کتب مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین براہ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیلہ ہیں مثلاً قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیر آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا قال اللہ تعالٰی جعل لکم الارض فراشا وقال اللہ تعالٰی وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا وقال اللہ تعالٰی وجعلنا السماء سقفا محفوظا یونہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعاً یا لغۃً یہ اشیاء اُن الفاظ میں داخل مگر ایمان میں عرفاً شمول درکار ہے وہ یہاں غیر حاصل بعینہ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفاً اُس کی موت کے بعد سلام وکلام کو غیر شامل اس سے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمہ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقۃً یا شرعاً کلام نہیں محض باطل اور ایسا گمان کرنے والا اصل مبنائے مسئلہ سے جاہل یا ذاہل ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یونہی یہ بھی کہ صورت مذکورہ میں اگر یہ قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرنے میں ہمراہیوں پر سلام کی نیت کی حانث نہ ہوگا اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السلام علیکم کہے حانث ہوجائے گا یونہیں اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹوٹے گی اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی بحر الرائق وردالمحتار وغیرہما کتب کثیرہ میں ہے لو سلم علی قوم ھو فیھم حنث الا ان لایقصدہ فیدین ولو سلم من الصلٰوۃ وان کان المحلوف علیہ عن یسارہ لا ھو الصحیح لان السلام فی الصلٰوۃ من وجہ ولو سبح للسھو او فتح علیہ القراءۃ وھو مقتد لم یحنث وخارج الصلٰوۃ یحنث اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں نمازی کچھ نہیں سنتے نمازیوں سے کلام حقیقۃً کلام ہی نہیں اس جہالت کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دیدیتا یا کھانا پکا کر اُن کے گھر بھیجدیتا یا سے اُنھیں تقسیم کر دیتا تو بازار کے بھاؤ سے جو اُس کی قیمت ہوتی اُس قدر زکوٰۃ ادا ہوجاتی پکوائی وغیرہ اجرت میں جو صرف ہوا وہ محسوب نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

از دھوراجی ملک کاٹھیاواڑ مسئولہ حاجی عیسٰی خاں محمد صاحب ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قحط سالی میں مسلمان لوگ چندہ کرکے روپیہ جمع کرکے گندم چھ روپیہ کے بھاؤ سے ایک من خرید کرکے چار روپیہ کے بھاؤ سے مسلمان غریب لوگوں کو دیتا اور جو دو روپیہ کا نقصان ہوتا ہے وہ مال زکوٰۃ سے ادا ہوجائے گا یا نہیں اگر نہ ہوتا ہو تو کس صورت سے ادا ہوئے مہربانی فرما کر جلدی عنایت فرماویں بہت ضروری ہے یہاں پر بالکل بارش نہیں ہوا ہے اور غریب مسلمان لوگوں کو بہت ضرورت ہے اس مسئلہ کا سوال پڑھ کر جواب لکھ روانہ کر دینا۔

الجواب

زکوٰۃ اس طرح ادا نہیں ہوسکتی فان البیع یبائن الصدقۃ والمحاباۃ لیست فی الاعیان الزائد المتروک من التملیک فی شیئ فانک لم تملکہ حتی تملکہ بلکہ اُس کا طریقہ یہ ہے کہ چھ ہی روپے من اُن کے ہاتھ بیچیں اور فی من دو دو روپے اُن کو زکوٰۃ میں اپنے پاس سے دیں اور قیمت میں چھ روپے اُن سے وصول کریں اُن کے دو دو روپے زکوٰۃ میں محسوب ہوں گے اور اُن کو من بھر گیہوں پر چار ہی روپے اپنے پاس سے دینے پڑے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

۱۲ رجب ۱۳۳۱ھ

پانچ چار آدمی بزاز کے یہاں کپڑا خرید نے گئے اُس میں سے ایک نے کوئی کپڑا چرا لیا بعد معلوم ہونے کے دوکاندار نے اُس کو معاف کر دیا اور نیت صدقہ یا زکوٰۃ کی کی تو یہ نیت اُس کی صحیح ہوگی یا نہیں اور یہ کپڑا صدقہ یا زکوٰۃ میں محسوب ہوگا یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ کپڑا ہنوز موجود ہے تو نہ وہ صدقہ میں محسوب ہوگا نہ زکوٰۃ میں نہ اُس کی معافی ہوگی فان الابراء عن الاعیان باطل ہاں اگر اُسے ہبہ کر دیا تو ہبہ ہوجائے گا اور اگر ہبہ کرنے سے زکوٰۃ یا صدقہ کی نیت کی اور وہ شخص اُس کا مصرف ہو تو زکوٰۃ و صدقہ ادا ہوجائیں گے اور اگر وہ کپڑا اُس نے تلف کر دیا یہاں تک کہ اُس کا اُس پر تاوان لازم آیا اور اُس نے وہ تاوان معاف کر دیا تو معافی صحیح ہے اور نیت محمود ہو تو اجر پائے گا اور یہ خود ایک صدقہ نفل ہے مگر اُس میں زکوٰۃ کی نیت صحیح نہیں ہاں اس سے اُتنے کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی جتنا تاوان اُس پر واجب تھا مگر یہ اُس کے دیگر اموال کی زکوٰۃ ہوسکے یہ نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) زید نے اپنے برادرِ حقیقی یا بہنوئی یا بہن یا کسی دوست کو اپنی ضمانت سے مبلغ پچاس روپیہ سودی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قرض دلادے اب وہ روپیہ اصل و سود مل کر سو روپیہ ہوگئے زید نے وہ روپیہ اپنی زکوٰۃ کے روپے سے ادا کردئے مگر شخص مذکور سے یہ نہیں کہا کہ روپیہ زکوٰۃ کا ہم نے تمہارے قرضہ میں دیا کیونکہ اگر اُس سے کہا جائے گا تو وہ شخص بوجہ برادری کے زکوٰۃ لینا پسند نہیں کرتا ہے اس صورت میں زید زکوٰۃ سے ادا ہوگیا یا نہیں۔ (۲) زید نے مبلغ ہزار روپیہ کا رس خرید ا اور وہ روپیہ بموجب رواج کھنڈسالیوں کے بانیوں کو دیدیا وقت وصول رس کے پانچ سو روپیہ کا رس وصول ہوا اور باقی روپیہ کے سال آئندہ پر وصول ہونے کی اُمید رہی اب زید پر زکوٰۃ پانچ سو روپیہ کی چاہئے یا ہزار کی اور اس بقیہ روپے کا یہ انتظام کیا کہ کچھ روپیہ اور دے کر دستاویز تحریر کرالی اور اس دستاویز کا روپیہ بشرط پیدا وار اس تحریر دستاویز سے دس ماہ بعد وصول ہوگا ورنہ سال آئندہ پر کیا قرضہ دستاویز پر زکوٰۃ چاہئے یا نہیں (۳) کچھ قرضہ زید کا اس طور سے ہے کہ زید نے دستاویز تحریر کراکے روپیہ قرض دیا منجملہ اُس کے کچھ روپیہ وصول ہوا اور کچھ باقی رہا اس بقیہ کی نہ دستاویز ہے اور نہ کوئی شی ایسی اُس شخص کے پاس ہے کہ جس سے وہ قرضہ اپنا ادا کرے اور اگر ہے تو بغرض بدنیتی اُس شے کو دوسرے کے نام کر دیا اب زید کو صرف اُمید ہی اُمید وصول کی ہے لہٰذا اُس روپے پر زکوٰۃ دی جائے یا نہیں (۴) زید نے پانچ سو روپیہ اپنے اور ہزار قرض لے کر دکان کے منجملہ پندرہ سو روپیہ کے ہزار روپیہ کا مال دوکان میں ہے اور پانچ سو روپیہ قرضہ میں ہیں، اس صورت میں زکوٰۃ دی جاوے یا نہیں اور دی جائے تو کس قدر کی

الجواب

اگر زید نے وہ روپیہ اپنے اُس عزیز کو دل میں نیت زکوٰۃ کرکے دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی خواہ کسی خرچ میں صرف کرے اور اگر بطور خود بلا اجازت اس کے قرضہ میں دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی واللہ تعالٰی اعلم (۲) زکوٰۃ کل روپیہ کی واجب ہوگی مگر مقدار قرضہ کے ابھی ادا کرنا لازم نہیں بعد وصول ادا کرسکتا ہے (۳) جبکہ اس کے پاس ثبوت نہیں اور نہ وہ ادا پر آمادہ اور نہ اُس کے پاس جائداد تو اُس قرضہ کی زکوٰۃ لازم نہیں (۴) منجملہ پندرہ سو کے کسی قدر کے زکوٰۃ فی الحال واجب الادا نہیں جبکہ وہ یہی مال رکھتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تجلّی المشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزّکوٰۃ

۱۳

مسئلہ

از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاؤنی مکان مولوی اشرف علی صاحب مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب دامت برکاتہم

۱۳ جمادی الاولی سنہ ۱۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین لطف اللہ بہم اجمعین۔ ان مسائل میں

مسئلہ اولٰی زکوٰۃ بتدریج دی جائے یا یکمشت دینے میں کیا نقصان ہے بیّنوا توجروا

الجواب

اگر زکوٰۃ پیشگی ادا کرتا ہے یعنی ہنوز حولان حول نہ ہوا کہ وجوب ادا ہوجاتا خواہ یوں کہ ابھی نصاب نامی فارغ عن الحوائج کا مالک ہوئے

http://ataunnabi.blogspot.in

سال تمام نہ ہوا یا یوں کہ سال گزشتہ کی دے چکا ہے اور سال رواں ہنوز ختم پر نہ آیا تو جب تک نہ تمام سال نہ ہو بلاشبہ تفریق وتدریج کا اختیار کامل رکھتا ہے جس میں اصلاً کوئی نقصان نہیں کہ حولان حول سے پہلے زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے شرط افتراض ادائہا حولان الحول وھو فی ملکہ تو ابھی شرعاً اُس سے تقاضا ہی نہیں فرماتی یکمشت دینے کا مطالبہ کہاں سے ہوگا یہ پیشگی دینا تبرع ہے ولا جبر علی المتبرع وھذا ظاہر جدا۔ اور اگر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الادا ہو چکی تو اب تفریق وتدریج ممنوع ہوگی بلکہ فوراً تمام وکمال زر واجب الادا ادا کرے کہ مذہب صحیح ومعتمد ومفتٰی پر ادائے زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے جس میں تاخیر باعث گناہ۔ ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کی تصریح ثابت رواہ الفقیہ ابوجعفر عن الامام الاعظم وذکرہ ابو یوسف فی الامالی کما فی الخلاصۃ وفی منتقی الامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم الشہید رحمہ اللہ تعالٰی علی ما نقل القہستانی عن المحیط انہ علی الفور عندھما وعن محمد لاتقبل شہادۃ من اخرہ فھذا ظاہر فی انہ ھو المذہب المروی عن الشیخین فی ظاہر الروایۃ۔ فتح القدیر میں ہے یلزم بتاخیرہ من غیر ضرورۃ الاثم کما صرح بہ الکرخی والحاکم الشہید فی المنتقی وھو عین ما ذکرہ الفقیہ ابوجعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ یکرہ ان یؤخرھا من غیر عذر فان کراھۃ التحریم ھی المحمل عند اطلاق اسمھا عندھم وکذا عن ابی یوسف وعن محمد ترد شہادتہ بتاخیر الزکوٰۃ لان الزکوٰۃ حق الفقراء فقد ثبت عن الثلثۃ وجوب فوریۃ الزکوٰۃ اھ ملخصاً فتاوی امام قاضی خاں میں ہے ھل یاثم بتاخیر الزکوٰۃ بعد التمکن ذکر الکرخی انہ یاثم وھکذا ذکر الحاکم الشہید فی المنتقی وعن محمد ان من اخر الزکوٰۃ من غیر عذر لاتقبل شہادتہ وروی ھشام عن ابی یوسف لایاثم اھ ملخصاً قلت فقد قدم التاثیم وما یقدمہ فھو الراجح الاظہر الاشہر عندہ کما نص علیہ بنفسہ ویکون ھو المعتمد کما صرح بہ الطحطاوی والشامی وغیرھما وکذا قدمہ فی الھدایۃ والکافی۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے یجب علی الفور عند تمام الحول حتی یاثم بتاخیرھا من غیر عذر وفی روایۃ الرازی علی التراخی حتی یاثم عند الموت والاول اصح کذا فی التھذیب جواہر اخلاطی میں ہے یجب الزکوٰۃ علی الفور حتی یاثم بتاخیرہ بلا عذر وقیل علی التراخی والاول اصح اھ ملخصاً مجمع الانہر میں ہے قال محمد لاتقبل شہادۃ من لم یؤد زکاتہ وھذا یدل علی الفور کما قال الکرخی وعلیہ الفتوی۔ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے (وقیل فوری) ای واجب علی الفور (وعلیہ الفتوی) کما فی شرح الوھبانیۃ (فیاثم بتاخیرھا) بلا عذر (وترد شہادتہ) لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وھی انہ لدفع حاجتہ وھی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح اھ اقول فاذا کان ھذا ھو قضیۃ الدلیل والالصق بمقصد الشرع الجلیل وھو الاحوط فی الدین والادفع لکید الشیاطین والانفع لفقراء المسلمین وقد جزم بہ المولی فقیہ النفس قاضی الامۃ وصححہ من صححہ من کبار الائمۃ وقد ثبت عن ساداتنا الثلثۃ مالکی الائمۃ وقد نص کثیرون ان علیہ الفتوی ومعلوم ان ھذا اللفظ اٰکد واقوی فعلیہ فلیکن التعویل والاعتماد وان حکی التراخی ایضاً عن الثلثۃ الامجاد وصححہ الباقانی والتاتارخانی بل قال المولی المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ما ذکر ابن شجاع من اصحابنا ان الزکوٰۃ علی التراخی یجب حملہ علی ان المراد

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بالنظر الی دلیل الافتراض ای دلیل الافتراض لایوجبھا وھو لاینفی وجود دلیل الایجاب اھ قال العلامۃ السید احمد
المصری فی حاشیۃ الدر المختار احتمال لکمال ان الزکوۃ فریضۃ وفوریتھا واجبۃ ویصلح ھذا توفیقا بین القولین اھ
قلت وکان ظھر لی التوفیق بان من قال بالتراخی فمرادہ ان وقتہ العمر فتکون اداء متی ادی وان اثم بالتاخیر ومن
قال بالفور ای اداءہ یأثم بالتاخیر وان لم یصر بہ قضاء ولا بدع فی ذلک فان الحج فوری علی الراجح مع الاجماع علی انہ
لو تراخی کان اداء ونظیرہ سجدۃ التلاوۃ وجوبھا فوری عند ابی یوسف ومتراخ عند محمد وھو المختار کما فی النھر و
والامداد والدر المختار واذا اداھا بعد مدۃ کان مؤدیا اتفاقا لاقاضیا کما فی النھر الفائق وغیرہ **اقول** لکن یخدش
التوفیقین ما قدمنا عن الخانیۃ حیث فرض المسئلۃ فی التاثیم ونص روایۃ ھشام عن ابی یوسف لایاثم فلابد من
ابقاء الخلاف وترجیح الراجح او یقال ان ھشاما انما سمع التراخی فنقل ھو او من روی عنہ بالمعنی علی ما فھم ولعل
فیہ بعد البعید ویبکر فلیتدبر واللہ تعالٰی اعلم۔ بلکہ ہمارے بہت ائمہ نے تصریح فرمائی کہ اُس کی ادا میں دیر کرنے والا مردود الشہادۃ
ہے یہی منقول ہے محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے کما مر عن الفتح والخانیۃ ومجمع الانھر ومثلہ فی خزانۃ المفتین وفی
شرح النقایۃ عن المحیط وفی جواھر الاخلاطی وبہ جزم فی التنویر والدر کما سمعت ونقل الامام الخاصی وصاحب المضمرات
شرح القدوری والطحطاوی والشامی وغیرھم عن الامام قاضی خان ان علیہ الفتوی وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث
رحمہ اللہ تعالٰی **اقول** وقول من قال ترد شہادتہ یؤیدنا کما لایخفی ومن قال لا فقولہ لایخالفنا اذ لیس کل ما
یترجح فیہ الاثم وان صغیرۃ مما یرد بہ الشہادۃ کما لیس یخاف علی من طالع کتاب الشہادۃ اور شک نہیں کہ تدریج میں اگر کل کی
تاخیر نہ ہوئی تو بعض کی ضرور ہوگی حالانکہ اس پر واجب تھا کہ کل مطالبہ فی الفور ادا کرے لان الایجاب الفوری انما ھو للکل لا البعض
وھذا ظاھر جدا **ثم** فی معنی الفور ھھنا بحث للعلامۃ الشامی قدس سرہ السامی حیث قال قولہ فیأثم بتاخیرھا
الخ ظاھرہ الاثم بالتاخیر ولو قل کیوم او یومین لانھم فسروا الفور باول اوقات الامکان وقد یقال المراد ان لایؤخر
الی العام القابل لما فی البدائع عن المنتقی بالنون اذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد اساء واثم اھ فتامل اھ **اقول** لایخفی ان
ھذا القول المعتمد منقول فی عامۃ الکتب بلفظ الفور وعدم التاخیر وانما معناہ کما نصوا علیہ وافاد تمامہم ھو الاتیان
فی اول اوقات الامکان فالتقیید بعدم التاخیر عاما تغییر لاتفسیر ویظھر لی ان قضیۃ الدلیل ایضا تخالفہ فان العلماء
کالامام فقیہ النفس والامام المحقق علی الاطلاق والامام حسین بن محمد السمعانی صاحب خزانۃ المفتین والعلامۃ
برھان الدین ابی بکر بن ابراھیم الحسینی صاحب جواھر الاخلاطی وغیرھم رحمھم اللہ تعالٰی ذکروا تعلیل تفرقۃ
محمد بایجاب الزکوۃ علی الفور والحج متراخیا بان الزکوۃ حق الفقراء فیأثم بتاخیر حقھم بخلاف الحج فانہ خالص حق المولٰی
سبحانہ وتعالٰی وانت تعلم ان حق العبد بعد وجوب الاداء والتمکن منہ لایتأخر اصلا الاتری ان الاجل اذا حل فمطل الغنی
ظلم وان قل وکذا ما حقق المولی المحقق حیث اطلق من ان مع النص قرینۃ الفور وھو انہ شرع لدفع حاجۃ الفقراء وھی معجلۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یدل علی الفور الحقیقی ولا یتفاوت التسویف بامر او اعوام فی عدم حصول المقصود علی وجہ التمام لاجرم ان قال فی مجمع الانہر بعد ذکرہ الفتوی علی فوریۃ الزکوٰۃ معنی یجب علی الفور انہ یجب تعجیل الفعل فی اول اوقات الامکان اھ وقد نقلت نص الخانیۃ اذ قال ھل یاثم بتاخیر الزکوٰۃ بعد التمکن الخ وقال فی خزانۃ المفتین یاثم بتاخیر الزکوٰۃ بعد التمکن ومن اخر من غیر عذر لا تقبل شہادتہ لان الزکوٰۃ حق الفقراء فیاثم بتاخیر حقہم اھ ملخصا فھذہ النصوص ھی الحجۃ وما فی المنتقی مفہوم مرّ انہ ھو الذی یقتضیہ الدلیل فحق ان یکون علیہ التعویل نعم لا عذر فی تقیید رد الشہادۃ بمرور المدۃ فان دلیل الفور ظنی والثابت بہ الوجوب فترکہ صغیرۃ لا ترد بہ الشہادۃ الا بعد الاصرار ولا بد لذلک من مرور مدۃ کما افادہ البحر فی مسئلۃ تاخیر الحج واللہ تعالٰی اعلم۔ پھر بعد وجوب ادا تدریج کی شناعت اظہر من الشمس کہ مذہب صحیح پر ترک فور کرتے ہی گنہگار ہوگا اور مذہب تراخی پر بھی تدریج نامناسب کہ تاخیر میں آفات ہیں، وقال تعالٰی سارعوا الی مغفرۃ من ربکم وقال تعالٰی فاستبقوا الخیرات ظاہر ہے کہ وقت موت معلوم نہیں ممکن کہ پیش از ادا آجائے تو بالاجماع گنہگار ہوگا فان کل موسع یتضیق عند الموت کما نصوا علیہ ولذا صرح القائلون بتراخی الوجوب انہ یاثم عند الموت کما قدمنا۔ اسی طرح تدریج میں اور دقتیں بھی محتمل کما لا یخفی علی خادم الفقہ۔ اور مالی وجانی حوادث سے محفوظ بھی رہا تو نفس پر اعتماد کیسے ہے فان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم ممکن کہ بہکا دے اور آج جو قصد ادا ہے کل یہ بھی نہ رہے سیدنا وابن سیدنا امام ابن الامام کریم ابن الکرام حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک قبائے نفیس پہنے ہوئے طہارت خانے میں تشریف لے گئے وہاں خیال آیا کہ اسے راہ خدا میں دیجئے فوراً خادم کو آواز دی قریب دیوار حاضر ہوا حضور نے قبائے معلٰی اتار کر دی کہ فلاں محتاج کو دے آ۔ جب باہر رونق افروز ہوئے خادم نے عرض کی اس درجہ تعجیل کی وجہ کیا تھی فرمایا کیا معلوم تھا کہ باہر آتے آتے نیت میں فرق آجاتا۔ سبحان اللہ یہ اُن کی احتیاط ہے جو اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ کی آغوش میں پلے اور اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا کے دریا میں نہائے دُھلے صلی اللہ تعالٰی علی ابیہم الکریم الاکرم وعلیہم اجمعین وبارک وسلم۔ پھر ہم کہ سخرۂ دست شیطان ہیں کس امید پر بے خوف ومطلق العنان ہیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میرے نزدیک چند باتیں لوگوں کو تدریج کی حامل ہوتی ہیں کبھی یہ خیال کہ اہم فالاہم میں صرف کریں یعنی جس وقت جس حاجتمند کو دینا زیادہ مناسب سمجھیں اُسے دیں۔ کبھی یہ کہ سائل بکثرت آتے ہیں یہ چاہتا ہے مال زکوٰۃ اُن کے لیے رکھ چھوڑے کہ وقتاً فوقتاً دیا کرے کبھی یکمشت دینا نفس پر بار ہے اور تھوڑا تھوڑا نکلتا جائے گا تو معلوم نہ ہوگا جنھیں یہ خیال ہوں اُن کے لیے راہ یہی ہے کہ زکوٰۃ پیشگی دیا کریں مثلاً ماہ مبارک رمضان میں اُن پر حولان حول ہوتا ہے تو رمضان سنہ کے لیے شوال سنہ سے دینا شروع کریں اور ختم سال تک بتدریج حسب رائے ومصلحت دیتے رہیں کہ اس میں اُن کے مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور تدریج مذموم وممنوع سے بھی بچیں گے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ثانیہ

زید کے پاس زیور ہے وہ اُس کی زکوٰۃ دینا چاہتا ہے آئندہ جو زیور زیادہ ہو تو کس حساب سے زر زکوٰۃ زیادہ کیا جائے۔ بینوا توجروا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

شریعتِ مطہرہ نے سونے چاندی کی نصاب پر کہ حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو خواہ وہ روپیہ اشرفی ہو یا گہنا یا برتن یا ورق یا کوئی شے حولانِ حول قمری کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں مقرر فرمایا ہے۔ سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہے اور چاندی کی ساڑھے باون تولے پھر نصاب کے بعد جو کچھ نصاب مذکور کے پانچویں حصے تک نہ پہونچے معاف ہے اُس پر کچھ واجب نہیں ھذا ھو مذھب صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو الصحیح کما فی التحفۃ ثم مجمع الانھر جب خمس کامل ہوجائے اُس پر پھر اس خمس کا چالیسواں حصہ فرض ہوگا یونہی ایک خمس سے دوسرے تک عفو اور ہر خمس کامل پر اس کا ربع عشر مثلاً ایک شخص کے پاس ۷ تولہ ۶ ماشہ سونا ہے اس پر ۲ ماشہ سونا زکوٰۃ میں دینا ہے اور اگر ۹ تولے سے کم اس پر زائد ہے مثلاً ایک رتی کم ۹ تولے ہے جب بھی وہی ۲ ماشہ ۲ سرخ واجب ہے یہ رتی کم ۱ تولہ معاف ہے ہاں اگر پورا ۱ تولہ ۶ ماشہ کہ خمس نصاب ہے اور ہو تو اس کا بھی ربع عشر یعنی ۳ ۳/۵ سرخ اور واجب ہوگا کل ۹ تولہ پر ۲ ماشہ ۵ ۳/۵ سرخ ہے پھر ۱ تولہ پورے ہونے تک کچھ نہ بڑھے گا جب ۱۰ تولہ ۶ ماشہ کامل ہو وہی ۳ ۳/۵ سرخ اور بڑھ کر ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ واجب الادا ہوگا وعلٰی ہذا القیاس اسی طرح جس کے پاس ۵۲ تولہ ۶ ماشہ چاندی ہے اس پر ۱ تولہ ۳ ماشہ ۶ سرخ چاندی واجب ہے اور جب تک ۱۰ تولہ ۶ ماشہ چاندی کہ خمس نصاب ہے نہ بڑھے یہی واجب رہے گا جب ۶۳ تولہ کامل ہوجائے تو اس ۱۰ تولہ ۶ ماشہ کا ربع عشر یعنی ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ اور زائد ہو کر ۱ تولہ ۶ ماشہ ۷ ۱/۵ سرخ دینے ہوں گے پھر ۷۳ تولہ ۶ ماشہ کے قریب تک یہی دینا ہے جب ۷۳ ۱/۲ تولے پورے ہوں تو وہی ۳ ۱/۵ کا اضافہ ہو کر ۱ تولہ ۱۰ ماشہ ۲/۵ سرخ کا وجوب ہوگا وعلیہ قس درمختار میں ہے نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل والمعتبر وزنھما اداءً ووجوبًا لا قیمتھما واللازم فی مضروب کل منھما ومعمولہ ولو تبرا او حلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ربع عشر وفی کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درھما درھم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا مازاد بحسابہ وھی مسئلۃ الکسور اھ ملخصًا

پھر جو شخص مالکِ نصاب ہے اور ہنوز حولانِ حول نہ ہوا کہ سال کے اندر کچھ اور مال اسی نصاب کی جنس سے خواہ بذریعۂ ہبہ یا میراث یا شرا یا وصیت یا کسی طرح اس کی ملک میں آیا تو وہ مال بھی اصل نصاب میں شامل کرکے اصل پر سال گزرنا اُس سب پر حولانِ حول قرار پائے گا اور یہاں سونا چاندی تو مطلقاً ایک ہی جنس ہیں خواہ اُن کی کوئی چیز ہو اور مالِ تجارت بھی اُنہیں کی جنس سے گنا جائے گا اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ آخر اُس پر زکوٰۃ یونہیں آتی ہے کہ اُس کی قیمت سونے یا چاندی سے لگا کر انہیں کی نصاب دیکھی جاتی ہے تو یہ سب مال زر وسیم ہی کی جنس سے ہیں اور وسط سال میں حاصل ہوئے تو ذہب وفضہ کے ساتھ شامل کردیئے جائیں گے بشرطیکہ اس ملانے سے کسی مال پر سال میں دو بار زکوٰۃ نہ لازم آئے پھر ملانے کے بعد عفو دیگر وہی احکام ہیں جو اوپر گزرے مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱۳۰۰ھ کو ۳۰ تولے سونے کا مالک ہوا اور اُس کے سوا جنس زر وسیم سے اور کوئی چیز اُس کی ملک نہیں تو اُس پر ۹ ماشہ سونا زکوٰۃ میں فرض ہے کہ سلخ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ کو واجب الادا ہوگا ہنوز سال تمام نہ ہوا کہ مثلاً یکم رجب کو ۱ تولہ اور یکم ذی الحجہ کو ۱ تولہ سونا اُسے اور ملا کہ اب کل ۳۲ تولے ہوگیا تو سلخ ذی الحجہ کو اس مجموع کی زکوٰۃ ۹ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ سونا واجب الادا ہوگا گویا اس سب پر سال گزر گیا اگرچہ واقع میں اُس ایک تولے کو ہنوز چھ مہینے اور اس دوسرے تولے کو ایک ہی مہینہ گزرا ہے اور اگر اُس تولہ بھر کے بعد اور نہ ملا کہ سال تمام پر صرف ۳۱ تولہ تھا تو وہی ۹ ماشہ واجب رہیں گے کہ نصاب کے بعد خمس پورا ہونے تک زیادت معاف ہے اسی طرح اگر تین تولہ سونا تو نہ ملا مگر مثلاً ۲۰ ذی الحجہ کو اس نے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

زمین یا غلّہ یا اثاث البیت کے عوض اس قدر مال تجارت خریدا جس کی قیمت ۳۰ تولے سونے تک پہنچی تو اگرچہ اسے ملک میں آئے ابھی دس ہی دن گزرے مگر مجموع ۳۳ تولے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ہاں اگر اس کے پاس مثلاً ایک نصاب بکریوں دوسرا ایک دراہم کی تھی اس نے دراہم کی زکوٰۃ ادا کردی اور اُن کے عوض اور بکریاں لیں ان نئی بکریوں کے لیے آج سے سال شمار کیا جائے گا اگلی بکریوں سے ضم نہ کریں گے کہ آخر یہ اُسی روپے کے بدل ہیں جس کی زکوٰۃ اس سال کی بابت ادا ہوچکی اب اگر انھیں نصاب شاۃ میں ملاتے ہیں تو ایک مال پر ایک سال میں دوبار زکوٰۃ لازم آئی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے: المستفاد (وھبۃ او شراء او میراث او وصیۃ اھ ش) وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ (ما لم یمنع منہ مانع وھو الثنی المنفی بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا ثنی فی الصدقۃ اھ ش) فیزکیہ بحول الاصل ولو ادی زکوٰۃ نقد ثم اشتری بہ سائمۃ لا تضم (ای السائمۃ عندہ من جنس السائمۃ التی اشتراھا بذلک النقد المزکی ای لا یزکیھا عند تمام حول السائمۃ الاصلیۃ عند الامام لما مر المذکور اھ ش) اھ بالتلخیص۔ وفی ش ایضاً احد النقدین یضم الی الاٰخر وعروض التجارۃ الی النقدین للجنسیۃ باعتبار قیمتھا بحر اھ ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثالثہ

اگر آیندہ زیور کم ہوجائے تو کس حساب سے کمی کی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زکوٰۃ صرف نصاب میں واجب ہوتی ہے نہ عفو میں مثلاً ایک شخص آٹھ تولے سونے کا مالک ہے تو ۲ ماشہ سونا کہ اُس پر واجب ہوا وہ صرف ۷ تولے کے مقابل ہے نہ پورے آٹھ تولے کے کہ یہ چھ ماشہ جو نصاب سے زائد ہے عفو ہے یوہیں اگر ۱۰ تولہ کا مالک ہو تو زکوٰۃ صرف ۹ تولہ یعنی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس کے مقابل ہے دسواں تولہ معاف۔ ملتقی الابحر میں ہے: الزکوٰۃ تتعلق بالنصاب دون العفو فلو ھلک بعد الحول اربعون من ثمانین شاۃ تجب شاۃ کاملۃ اھ ملخصا۔ درمختار میں ہے: لا فی عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال۔ پس اگر نقصان مقدار عفو سے تجاوز نہ کرے یعنی اُسی قدر مال کم ہوجائے جتنا عفو تھا مثلاً مثال اول میں ۶ ماشہ اور دوم میں ایک تولہ جب تو اصلاً قابل لحاظ نہیں کہ اس قدر پر تو پہلے بھی زکوٰۃ نہ تھی کل واجب بمقابلہ مال باقی تھا وہ اب بھی باقی ہے تو زکوٰۃ اُسی قدر واجب اور کمی نظر سے ساقط کما مثل لہ فی الملتقی اور اگر مقدار عفو سے متجاوز ہو یعنی اُس کے باعث کسی نصاب میں نقصان آئے خواہ یوں کہ مال میں جس قدر عفو تھا نقصان اُس سے زائد کا ہوا جیسے امثلہ مذکورہ میں دو تولے یا یوں کہ ابتداءً مال صرف مقادیر نصاب پر تھا عفو سرے سے تھا ہی نہیں جیسے ۱۵ یا ۳۰ یا ۱۵۰ تولے سونا کہ اس میں سے رتی چاول جو کچھ گھٹے گا کسی نہ کسی نصاب میں کمی کرے گا ایسا نقصان دو حال سے خالی نہیں یا حولان حول سے پہلے ہے یا بعد بر تقدیر اول دو حال سے خالی نہیں یا تو سال تمام پر رقم نصابہائے پیشیں پھر پوری ہوگئی یا نہیں اگر پوری ہوگئی تو یہ نقصان بھی اصلاً نقصان نہ ٹھہرے گا اور اُس مجموع رقم پر حولان حول سمجھا جائے گا مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱۳۰۰ھ کو پندرہ تولہ سونے کا مالک تھا بعدہ اس میں سے کسی قدر قلیل خواہ کثیر ضائع ہوگیا یا صرف کر دیا یا کسی کو دے ڈالا اور صفر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اگرچہ بہت خفیف باقی رہا پھر جس قدر کم ہوگیا تھا سلخ ذی الحجہ سے پیشتر اگرچہ ایک ہی دن پہلے پھر آگیا تو پورے پندرہ تولے یعنی دو نصاب کامل کی زکوٰۃ دینی ہوگی کہ ایک مثقال سونا ہے یونہی اگر مثلاً آٹھ تولے سونے کا مالک ہے اور وسط میں تولہ بھر گھٹ گیا کہ نصاب بھی پوری نہ رہی ختم سال سے پہلے چھ سات ماشے مل گیا تو وہی زکوٰۃ تمام وکمال لازم آئے گی کہ چھ ماشے جو عفو تھا جس طرح اُس کے ہلاک کا اعتبار نہیں یونہی بعد ہلاک اُس کا عود درکار نہیں صرف اس قدر چاہئے کہ شروع سال میں ایک یا زائد جتنی نصابوں کا مالک ہوا تھا ختم سال پر وہ نصابیں پوری ہوں تو جس قدر زکوٰۃ کا وجوب بحالت استمرار ہوتا اُسی قدر پوری واجب ہوگی اور نقصان درمیانی پر نظر نہ کی جائے گی ہاں اتنا ضرور ہے کہ اصل مال سے کوئی پارہ بھی باقی رہے سب بالکل فنا نہ ہوجائے ورنہ ملک اول سے شمار سال جاتا رہے گا اور جس دن ملک جدید ہوگی اُس دن سے حساب کیا جائے گا مثلاً یکم محرم کو مالک نصاب ہوا صفر میں سب مال سفر کر گیا ربیع الاول میں پھر ہاتھ آگیا تو اسی مہینہ سے حول گنیں گے حساب محرم جاتا رہا درمختار میں ہے شرط کمال النصاب فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول ردالمحتار میں ہے فان وجد منہ شیئا قبل الحول ولو بیوم ضمہ وزکی الکل اُسی میں ہے قولہ ہلک کلہ ای فی اثناء الحول حتی لو استفاد فیہ غیرہ استانف لہ حولا جدیدا اور اگر یہ نقصان مستمر رہا یعنی ختم سال پر وہ نصابیں پوری نہ ہوئیں تو اس وقت جس قدر موجود ہے اتنے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور وہی احکام حساب نصاب بلحاظ عفو کے اس قدر موجود پر جاری ہوں گے جو جاتا رہا گویا تھا ہی نہیں کہ حولان حول اسی مقدار پر ہوا حتی کہ اگر یہ مقدار نصاب سے بھی کم ہے تو زکوٰۃ راساً ساقط وذلک لان الحول شرط الوجوب فاذا نقص عن النصاب لم یجب شیئ ولا وجوب فیما لم یحل علیہ الحول حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا زکوٰۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول اخرجہ ابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا حاشیہ شامی میں ہے لو استہلکہ قبل تمام الحول فلا زکوٰۃ علیہ لعدم الشرط بر تقدیر ثانی یعنی جبکہ مال پر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الادا ہوچکی اور ہنوز نہ دی تھی کہ مال کم ہوگیا یہ تین حال سے خالی نہیں کہ سبب کمی استہلاک ہوگا یا تصدق یا ہلاک۔ استہلاک کے یہ معنی کہ اس نے اپنے فعل سے اس رقم سے کچھ اتلاف کیا صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا کسی غنی کو ہبہ کر دیا اور یہاں تصدق سے یہ مراد کہ بلانیت زکوٰۃ کسی فقیر محتاج کو دیدیا اور ہلاک کے یہ معنی کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع وتلف ہوگیا مثلاً چوری ہوگئی یا زر وزیور کسی کو قرض وعاریت دے وہ مکر گیا اور گواہ نہیں یا مرگیا اور ترکہ نہیں یا مال کسی فقیر پر دین تھا مدیون محتاج کو ابرا کردیا کہ یہ بھی حکم ہلاک میں ہے اب صورت اولٰی یعنی استہلاک میں جس قدر زکوٰۃ سال تمام پر واجب ہوئی تھی اُس میں سے ایک حبہ نہ گھٹے گا یہاں تک کہ اگر سارا مال صرف کردے اور بالکل نادار محض ہوجائے تاہم قرض زکوٰۃ بدستور ہے سراجیہ ونہایہ وغیرہما میں ہے لو استہلک النصاب لا یسقط نہر الفائق وحاشیہ طحطاوی میں ہے لو وھب النصاب الغنی بعد الوجوب ضمن الواجب وھو الصحیح من الروایتین محیط سرخسی وعالمگیریہ میں ہے فی روایۃ الجامع یضمن قدر الزکوٰۃ وھو الاصح اور صورت ثانیہ یعنی تصدق میں اگر نذر یا کفارے یا کسی اور صدقہ واجبہ کی نیت کی تو بالاتفاق اس کا حکم بھی مثل استہلاک ہے یعنی زکوٰۃ سے کچھ ساقط نہ ہوگا جو دیا اور جو باقی رہا سب کی زکوٰۃ لازم آئے گی درمختار میں ہے اذا نوی نذرا او واجبا اٰخر یصح ویضمن الزکوٰۃ اور اگر تطوع یا مطلق تصدق کی نیت تھی اور سب تصدق کردے تو بالاتفاق زکوٰۃ ساقط ہوگئی۔ ہندیہ میں ہے من تصدق بجمیع نصابہ ولا ینوی الزکوٰۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سقط فرضاعنہ وھذا استحسان کذا فی الزاھدی ولافرق بین ان ینوی النفل او لم تحضرہ النیۃ اور اگر بعض تصدق کیے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک جس قدر صدقہ کیا اس کی زکاۃ ساقط اور باقی کی لازم مثلاً دو سو درم پر حولان حول ہوگیا اور زکوۃ کے پانچ درم واجب ہولیے اب اس نے سو درم للہ دیدیے تو ان سو کی زکوۃ یعنی ڈھائی درم ساقط ہوگئی صرف ڈھائی دین رہے وھو روایۃ عن صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی الزاھدی والعنایۃ وغیرھا وعن الامام ابی یوسف ایضا کما فی القھستانی عن الخزانۃ **قلت** وبہ جزم القدوری فی مختصرہ والسمعانی فی خزانۃ المفتین عن شرح الطحاوی وبما قال الاکمل روی ان الامام مع محمد فی ھذہ المسئلۃ قال الطحطاوی عن ابی السعود عن شیخہ ان ھذا کالتصریح بالحجیۃ اھ وقد نص فی القھستانی والھندیۃ اثرین عن الزاھدی انہ الاشبہ مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بعض کا تصدق مطلقاً مثل استہلاک ہے کہ کسی نیت سے ہو اصلاً زکوۃ سے کچھ نہ گھٹے گا تو صورت مذکورہ میں اگرچہ سو روپیہ خیرات کردے زکوۃ کے پانچوں درم بدستور واجب رہے یہ مذہب زیادہ قوی ومقبول وشایان قبول ہے **اقول** فقد اعتمدتہ عامۃ المتون کالوقایۃ والنقایۃ والکنز والاصلاح والملتقی والتنویر وغیرھا حتی لم یتعرض کثیر منھم لخلافۃ اصلا واقرتھم علیہ الشروح کذخیرۃ العقبی والبرجندی وتبیین الحقائق والایضاح ومجمع الانھر والدر المختار وغیرھا وقدمہ قاضی خان وابراھیم الحلبی فی متنہ وھما لایقدمان الا الاظھر الاشھر الارجح کما نصا علیہ فی خطب الکتابین وکذا اقدمہ فی الخلاصۃ ومعلوم ان التقدیم یشعر بالاختیار کما فی کتاب الشرکۃ من العنایۃ والنھر والدر المختار واخر دلیلہ فی الھدایۃ وھو لایؤخر الا دلیل ما ھو المختار عندہ لیکون جوابا عن دلیل ما تقدم واقرہ علی ھذا الاشارۃ المحقق فی الفتح وکذا ذکر الزیلعی فی التبیین دلیل القولین وشید دلیل ابی یوسف واجاب عن دلیل محمد ونسب فی الایضاح والملتقی والدر المختار الخلاف لمحمد وھو تضعیف لہ کما عرف من محاوراتھم واقر الدر علی ذلک الشامی وقواہ ببعض ما ذکرنا ھنا وھو صنیع الملتقی وتقدیم قاضی خان وتاخیر الھدایۃ فقد ترجح ھذا **اولاً** بتظافر عامۃ المتون علیہ **وثانیا** بجلالۃ شان من اعتمدوہ واقروہ کالامام فقیہ النفس الذی قالوا فیہ انہ لایعدل عن تصحیحہ والامام المحقق صاحب الھدایۃ وعصریھما الامام صاحب الخلاصۃ والامام النسفی صاحب الکنز فالامام برھان الدین محمود وحفیدہ الامام صدر الشریعۃ والامام المحقق حیث اطلق والامام الفخر الزیلعی والعلامۃ ابن کمال الوزیر وھم جمیعا من ائمۃ الاجتھاد بوجہ اقرلھم بذلک علماء معتمدون ولا کذلک من عددنا فی القول الاول الا القدوری وشارح الطحاوی اما السمعانی فلادری من اعترف لہ بذلک وابو السعود ھذا السید ھو الامام المحقق علامۃ الوجود خاتمۃ المجتھدین محمد افندی مفتی الدیار الرومیۃ فانہ متقدم علی صاحب البحر المقدم علی الشرنبلالی السابق علی السید ابی السعود ھذا المتکلم علی کتب الشرنبلالی تحشیا وتعلیقا فتصحیح ھؤلاء الجلۃ ولو التزاما لاینقادمہ قول المجرد المطرح ان غیرہ اشبہ ثم ما فیھم وفی من تبعھم من اعاظم المتاخرین من الکثرۃ کما علمت یقضی بترجیحہ فانما العمل بما علیہ الاکثر کما فی العقود الدریۃ وغیرھا **وثالثا** بقوۃ دلیلہ کما یظھر بمراجعۃ التبیین وغیرہ **ورابعًا**

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ان فرض التساوی القولین من جهة الترجیح فیترجح هذا بما هو قول ابی یوسف کما عرف ذلك فی رسم المفتی **وخامسًا** بانه الاحوط فان فیه الخروج عن العهدة بیقین **وسادسًا** بانه الانفع للفقراء وقد علمت ان العلماء بذلك افتوا غالبًا فی الزکوٰة والاوقاف هذا ما ظهر لی فانظر ماذا تری والله تعالٰی اعلم۔ یہ **صورت ثالثہ** یعنی ہلاک اُس میں بالاتفاق کم یا بہت جس قدر تلف ہو بحساب اس کی نسبت اُتنے کی زکوٰۃ ساقط ہوگی اور جتنا باقی رہے اگرچہ نصاب سے بھی کم اُتنے کی زکوٰۃ باقی مثلاً دو سو بیس درم خرچی کا مالک تھا حولانِ حول کے بعد ۶ درم واجب الادا ہوئے ابھی نہ دیئے تھے کہ ۴۰ درم ہلاک ہوگئے تو اب نیم درم ساقط اور ۴٫۵ واجب کہ ۲۰ تو عفو تھے جن کے مقابل زکوٰۃ سے کچھ نہ تھا وہ تو بیکار گئے نصاب میں سے صرف ۲۰ گھٹے وہ نصاب کی عشر ہیں تو زکوٰۃ کا بھی دسواں حصہ یعنی آدھا درم ساقط ہوگا باقی باقی یا یوں دیکھ لیا کہ نصاب سے ۲۰ ہلاک ہوئے ہیں ان کا ۱/۴۰ نیم درم ہے اُسی قدر ساقط ہوگیا یا یوں خیال کرلیا کہ ایک سو اسی باقی ہیں ان کا ۱/۴۰ ساڑھے چار ہیں اسی قدر واجب رہا تینوں کا حاصل ایک ہے اور اگر صورت مذکورہ میں ۲۱ درم ضائع ہوئے ہیں تو زکوٰۃ سے درم کا صرف بیسواں حصہ کہ کل واجب کا نصف عشر عشر یعنی ۱/۲۰۰ ہے ساقط ہوگا باقی ۴ ۱۹/۲۰ واجب کہ نصاب سے فقط ایک درم ہلاک ہوا ہے یہ نصاب کا ۱/۲۰۰ تھا ولہٰذا اگر ۱۹۰ تلف ہوئے تو درم کا فقط ۳/۴ دینا آئے گا باقی ساقط کہ اسی حساب سے حصہ نصاب باقی ہے وعلی ہذا القیاس درمختار میں ہے لاشیئ فی عفو ولا فی هالك بعد وجوبها لتعلقها بالعین لا بالذمة وان هلك بعضه سقط حظه ویصرف الهالك الی العفو اولا ثم الی نصاب یلیه ثم وثم بخلاف المستهلك لوجود التعدی والتوی بعد القرض والاعارة هلاك اھ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے والتوی ههنا ان یجحد ولا بینة علیه او یموت المستقرض لا عن ترکة اُسی میں ہے من الاستهلاك ما لو ابرأ مدیونه الموسر بخلاف المعسر اھ **اقول** وما اشار الیه فی الدر من الترتیب فی الصرف الی النصب فهو مذهب سیدنا الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنه خلافا للامام ابی یوسف رحمه الله تعالٰی فانه یصرف الهالك بعد العفو الی جمیع النصب شائعا ولکن لم نذکره ههنا لان الکلام فی الذهب والفضة وفیهما لا ثمرة لهذا لعدم تفاوت نصبها فی الواجب اصلا فانه ربع العشر علی الاطلاق وانما تظهر فی السوائم لاختلاف الواجب فیها باختلاف النصب فقد یکون شاة وتارة بنت مخاض واخری بنت لبون وهکذا فمن ملك ستة وثلثین من الابل فهلك احدی عشرة فالواجب عند الامام بنت مخاض وعند الثانی ۲۵/۳۶ بنت لبون ای خمسة وعشرون جزءً من ستة وثلثین جزءً من اجزاء بنت لبون واما لا نعدام المثلیة فیتصور تفاوت الحساب کمن ملك مائتی شاة وشاة فالواجب ثلث شیاه هلکت منها ثمانون فالواجب عند الامام شاتان صرفا للهلاك الی اقرب النصب وعند ابی یوسف ۱۲۱/۲۰۱ ثلث شیاه ای مائة واحد وعشرون جزءً من مائتی احد جزء وجزء من ثلث شیاه ولا یجب ان یکون هذا کمثل شاتین ویظهر ذلك عند التقویم فان دفع القیمة جائز فی الزکوٰة قطعًا فلنفرض ان شاة بسبعة وستین قرشا فقیمة الواجب عند الامام ۱۳۴ قرشا وعند ابی یوسف ۱۲۱ وهکذا اما ههنا فالتعیین والشیوع سواء بلا تفاوت اصلا فان من ملك مثلا ۴۲ مثقالا من ذهب فالواجب مثقال وقیراطان لان کل مثقال عشرون قیراطا فاذا هلك

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۲ مثقالا مثلا وبقی ۲ فالواجب علی طریقۃ الامام نصف مثقال وعلی طریقۃ ابی یوسف ۵/۱۱ ای خمسۃ اجزاء من احد
عشر جزءً من اجزاء مثقال وقیراطین فاذا جعلنا حصل ۲۲ قیراطا فخمستہا المذکورۃ عشرۃ قراریط وذلک اسدس
مثقال وکذا اذا ملک ۱۰ تولجات من ذھب وھو نصابا بانہ وخمسان فالواجب ۵ ماشہ ۳ ۱/۲ سرخ فاذا ملک ۷ تولجات
مثلا بل نصابان فالواجب علی طریقۃ الامام ۲ ماشہ ۲ سرخ وعلی طریقۃ ابی یوسف ۱/۴ من الواجب الاول فاذا جعلنا
الکل اخماس حبۃ کانت ۴۰ خمسا ناخذ منہا ۱/۴ یحصل ۸۰ خمسا وھو ۲ ماشہ ۳ سرخ سواء بسواء وان شککت فانظر
الی ھذا العمل ماخذ (۳۶) ۳۰۰/ ۲۱۶ (۳۶/۹) ثم اعلم ان اداء الدین اعنی ایضا قد یکون ھلاکا وذلک اذا کان الدین ضعیفا
وھو الذی لیس فی مقابلۃ شیئ مال کالمھر والدیۃ وبدل الخلع وتمام الکلام علیہ فی رد المحتار واللہ سبحانہ وتعالٰی
اعلم۔

مسئلہ رابعہ

سادات محتاجین کو زر زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں بہت سادات محتاج ایسے ملتے ہیں کہ خود مانگتے ہیں اور میں نے سُنا ہے کہ علمائے
رامپور نے جواز کا فتوٰی دیا ہے مگر میں نے اب تک یہ جرأت نہ کی اس بارہ میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب زکوٰۃ سادات کرام وسائر بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلٰثہ بلکہ
ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا اجماع قائم۔ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالٰی میزان میں فرماتے ہیں اتفق الائمۃ الاربعۃ علی
تحریم الصدقۃ المفروضۃ علی بنی ھاشم وبنی عبد المطلب وھم خمس بطون اٰل علی واٰل العباس واٰل جعفر واٰل عقیل
واٰل الحارث بن عبد المطلب ھذا من مسائل الاجماع والاتفاق اھ ملخصا اول تا آخر تمام متون مذہب قاطبۃً یہ شروح
شاذ ونادر خرد و بُرد معتمد و فتاوٰی سے مستند سب اس حکم پر ناطق اور خود حضور پُرنور سید السادات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس
باب میں وارد اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے بیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم سے روایت کیں حضرت [1] سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد والبخاری ومسلم حضرت [2] سیدنا امام حسین رضی
اللہ تعالٰی عنہ روی احمد وابن حبان برجال ثقات حضرت [3] سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روی الامام الطحاوی والحاکم
وابونعیم وابن سعد فی الطبقات وابوعبید القاسم بن سلام فی کتاب الاموال [4] وروی عنہ الطحاوی حدیثا
اٰخر والطبرانی حدیثا ثالثا حضرت [5] عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد ومسلم و
النسائی حضرت [6] سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ ابن حبان والطحاوی والحاکم وابونعیم حضرت [7] ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ
روی عنہ الشیخان ولہ عند الطحاوی حدیثان اٰخران حضرت [8] انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ البخاری ومسلم
ولہ عند الطحاوی [12] حدیث اٰخر حضرت [13] معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الترمذی والنسائی ولہ عند الطحاوی

http://ataunnabi.blogspot.in

حدیث آخر حضرت ابورافع مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد و ابوداؤد والترمذی والنسائی والطحاوی و ابن حبان وابن خزیمۃ والحاکم حضرت ہرمز یا کیسان مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد والطحاوی حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ اسحٰق بن راھویہ وابویعلی الموصلی والطحاوی والبزار والطبرانی والحاکم حضرت ابولیلٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت ابوعمیرہ رشید بن مالک رضی اللہ تعالٰی تعالٰی عنہ روی عنہما الطحاوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقال صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ علق عن الثلثۃ الترمذی حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما روی عنہا الستۃ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا احمد ومسلم حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا احمد والبخاری ومسلم اور بیشک اس تحریم کی علت ان حضرات عالیہ کی عزت وکرامت ونظافت وطہارت کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور گناہوں کا دھوون اس ستھری نسل والوں کے قابل نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس تعلیل کی تصریح فرمائی کما فی حدیث المطلب عند مسلم وابن عباس عند الطبرانی وعلی المرتضٰی عند الطحاوی رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین اسی طرح عامہ علما مثل امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار اور امام شمس الائمہ سرخسی محیط اور امام صدر رشید شرح جامع صغیر اور امام برہان الدین فرغانی ہدایہ اور امام حافظ الدین نسفی کافی اور امام فخر الدین زیلعی تبیین اور امام سمعانی خزانۃ المفتین اور علامہ یوسف چلپی ذخیرۃ العقبی اور محقق غزی منح الغفار اور مدقق علائی درمختار اور فاضل رومی مجمع الانہر اور سید حموی غمز العیون اور ان کے غیر ان کے غیر اس حکم کی یہی علت بیان فرماتے ہیں اور شک نہیں کہ یہ علت تغیر زمانہ سے متغیر نہیں ہوسکتی تو دائما ابدا بقائے حکم میں کوئی شبہ نہیں یہاں تک کہ جمہور علمائے کرام مثل امام ابوالحسن کرخی وامام ابوبکر جصاص وامام حسام الدین عمر صدر شہید وامام علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ وامام طاہر بخاری صاحب خلاصہ وامام سغناقی صاحب نہایہ وامام نسفی صاحب کافی وامام زیلعی شارح کنز وامام حسین بن محمد صاحب خزانہ وامام ہمام محمد بن الہمام صاحب فتح وعلامہ اتقانی صاحب غایۃ البیان وعلامہ برجندی شارح نقایہ وعلامہ زین بن نجیم صاحب اشباہ وبحر وعلامہ عمر بن نجیم صاحب نہر وعلامہ ابراہیم حلبی صاحب ملتقی وعلامہ محمد حصکفی صاحب درمختار ومصنفان اختیار شرح مختار وفتاوی ہندیہ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم بنی ہاشم کو مال زکوٰۃ سے عمل صدقات کی اجرت لینا ناجائز ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ اغنیا کے لیے بھی روا کہ من کل الوجوہ زکوٰۃ نہیں مگر آخر شبہہ زکوٰۃ ہے اور بنی ہاشم کی جلالت شان شبہہ لوث سے بھی براءت کی شایاں۔ تبیین الحقائق میں ہے استحقہ عمالۃ الا ان فیہ شبھۃ بدلیل سقوط الزکوٰۃ عن ارباب الاموال فلا یحل للعامل الھاشمی تنزیھا لقرابۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن شبھۃ الوسخ وتحل للغنی لانہ لایوازی الھاشمی فی استحقاق الکرامۃ فلا تعتبر الشبھۃ فی حقہم اھ ملخصا محیط وبحر ودرر وغیرہا میں ہے زکوٰۃ ہاشمی کے غلام مکاتب کو بھی جائز نہیں حالانکہ مکاتب اغنیا کے لیے حلال اور وجہ وہی کہ ملک مکاتب من وجہ ملک مولٰی ہے اور یہاں شبہہ مثل حقیقت۔ ردالمحتار میں ہے فی البحر عن المحیط وقد قالوا انہ لایجوز لمکاتب ھاشمی لان الملک یقع للمولی من وجہ والشبھۃ ملحقۃ بالحقیقۃ فی حقہم اھ ای ان المکاتب وان صار حرا یدا احق بمکاسبہ ید فع ابیہ لکنہ مملوک رقبۃ ففیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شبہۃ وقوع الملك لمولاہ الہاشمی والشبہۃ معتبرۃ لکرامتہم بخلاف الغنی کما مر فی العامل فلذا قید بقولہ فی حق بنی ھاشم اھ بالجملہ جب حدیث وہ اور فقہ یہ پھر خلاف کی طرف راہ کہاں اب جو صاحب جواز پر فتوٰی دیں اُن کا منشاء غلطا ایک مقدوح و مرجوح ومجروح ومطروح روایت ہے جو ابوعصمہ نوح بن ابی مریم جامع نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حکایت کی کہ ہمارے زمانے میں بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہے کہ بسبب حرمت مال غنیمت سے خمس خمس ملتا تھا اب کہ وہ نہیں ملتا زکوٰۃ نے عود کیا **اقول** یہ حکایت نہ روایۃً رجیح نہ درایۃً نجیح ہم ابھی بیان کر آئے کہ علت حرمت بنص صریح صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتصریحات متظافرہ حاملان شرع رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کثافت صدقات ونظافت سادات یعنی بنی ہاشم ہے اور وہ تبدل زمانہ سے متبدل نہیں ہوسکتی اور جو دلیل اس ضعیف قیل پر بیان ہوئی فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اُس کی کامل ناتمامی اپنے فتاوای یکم جمادی الاولٰی ۱۳۰۶ھ میں مندرجہ مجموعہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں بحمداللہ تعالٰی روشن بیانوں سے واضح کردی اور اُسی میں بارہ دلائل ساطعہ قائم کیے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی قدس سرہ کی طرف اس روایت مرجوحہ کے اخذ واختیار کی نسبت میں بڑا دھوکا واقع ہوا جن میں سترہ خود کلام امام ممدوح کی شہادات ہیں بلکہ وہ بلاشبہ اُسی مذہب حق وظاہر الروایۃ کو بھذا ناخذ فرماتے اور معتمد ومفتی بہ ٹھہراتے ہیں ایک سہل سی عام فہم بات یہ ہے کہ وہی امام ممدوح اپنی اُسی کتاب شرح معانی الآثار کی اُسی کتاب اُسی باب اُسی بحث میں جہاں اُن سے اس ترجیح معکوس کا وقوع بتایا جاتا ہے قاتس اسی بھذا ناخذ سے متصل صاف صریح اصرح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بنی ہاشم کے غلام تو غلام موالی پر بھی زکوٰۃ حرام فرماتے ہیں ہمارے ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں سبحان اللہ جب اُن کے نزدیک خود بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ حلال تھی تو اُن کے غلاموں کی حرام ماننا کیونکر معقول تھا طرفہ یہ کہ یہیں امام طحاوی نے اُس مذہب کو اختیار فرمایا ہے کہ بنی ہاشم پر نہ صرف زکوٰۃ وصدقات واجبہ بلکہ صدقہ نافلہ بھی حرام ہے اور فرماتے ہیں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی قول ہے پھر اُنھیں قائل جواز ماننا کیسا سخت قول بالمحال ہے جسے اس مطلب جلیل کی تنقیح جمیل پر اطلاع منظور ہو فتاوائے فقیر کی طرف رجوع کرے اور جب یقیناً معلوم کہ وہ روایت شاذہ مذہب اجماعی ائمہ ثلثہ کے خلاف واقع اور تمام متون کا اُس کے خلاف پر اجماع قاطع اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث متواترہ اس کی دافع اور دلیل ودرایت میں بھی اُس کا حصہ محض ذاہب وضائع اور فتوائے امام طحاوی یقیناً جانب ظاہر الروایۃ راجع تو اُس پر فتوٰی دینا قطعاً مردود وجرح شرح مطہر حرکاً مانع۔ کون نہیں جانتا کہ اطباق متون کی کیسی شان جلیل ہے جس کے سبب بارہا محققین نے جانب خلاف کی صریح تصحیحوں کو قبول نہ کیا نہ کہ اُس طرف تصحیح وترجیح کا نام بھی نہ ہو نہ کہ صراحۃً امام مجتہد نے اسی جانب پر فتوٰی دیا ہو باینہمہ اسے چھوڑ کر اُدھر جانا کس قدر موجب عجب شدید ہے۔ درمختار میں ہے قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہ المعول کون نہیں جانتا کہ بنگام اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرجح ہے اگرچہ دونوں مذیل بفتوٰی ہوں بحرالرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاھر الروایۃ والرجوع الیھا علما فرماتے ہیں جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں۔ ردالمحتار کی کتاب احیاء الموات میں ہے ما خالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا پھر جبکہ خاص اسی طرف فتوٰی ہو اور اُس جانب کچھ نہیں تو اُدھر چلنا روش فقہی سے کتنا بعید ہے۔ کون نہیں جانتا کہ قوت دلیل کس قدر موجب تعویل یہاں تک کہ علما فرماتے ہیں لایعدل عن درایۃ ما وافقھا روایۃ کما فی الغنیۃ

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شرح المنیۃ ورد المحتار وغیرہا اس تنکیر روایۃ پر نظر کیجئے اور اَلخن فیہ کی حالت دیکھئے جب روایت کی موافقت مانع عدول تاہی بالروایۃ کا خلاف کیونکر مقبول پھر اس طرف احادیث متواترہ ان سب کے علاوہ جن کی صحت پر ایسا الیقین کہ گویا بگوش خویش کلام اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سن رہے ہیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان وجوہ کے بعد بھی وہ روایت قبول تو قبول التفات کے قابل ٹھہرے لاجرم ملاحظہ کیجئے کہ بکثرت علماء اصحاب متون وشروح وفتاوی اپنے تصانیف عظیمہ جلیلہ معتمدہ مثل قدوری وہدایہ ووافی وکنز ووقایہ ونقایہ واصلاح و ملتقی وتنویر وہدایہ وکافی وشرح وقایہ والایضاح واشباہ ودرمختار وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ وخانیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتین وجواہر اخلاطی وعالمگیری وغیرہا میں اس روایت کا نام تک نہ زبان پر نہ لائے اور مطلقہ قطعیہ منع وتحریم کی روشن تصریحیں کرتے گئے کیا وہ اس روایت خاذہ سے آگاہ نہ تھے یقیناً تھے مگر اُسے قابل التفات نہ سمجھے اور بیشک وہ اسی قابل تھی۔ یہ باون عبارتیں اور ستائیس حدیثیں جن کی طرف فقیر نے اس تحریر میں اشارہ کیا بحمد اللہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں سب کی نقل سے بخوف تطویل دست کشی کی بالجملہ اصلاً محل شک وارتیاب نہیں کہ سادات کرام وبنی ہاشم پر زکوۃ یقیناً حرام نہ انھیں لینا جائز نہ دینا جائز نہ اُن کے دیئے زکوۃ ادا ہو تو اس میں گناہ کے سوا کچھ حاصل نہیں اور اُس کے جواز پر فتوی دینا محض غلط وباطل اور حیلہ صحت بلکہ قابلیت اغماض سے عاری وعاطل کیا معلوم نہیں کہ علمائے کرام نے ایسے فتوے کی نسبت کیسے سخت الفاظ ارشاد کیے ہیں۔ درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اھ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم رہا یہ کہ پھر اس زمانہ پُر آشوب میں حضرات سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو اقول بڑے مال والے اگر اپنے خاص مالوں سے بطور ہدیہ ان حضرات علیہ کی خدمت نہ کریں تو اُن کی بے سعادتی ہے وہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جد اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا وماوا نہ ملے گا کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انھیں کے صدقے میں انھیں کے سرکار سے عطا ہوا جسے عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیر زمین جانے والے ہیں اُن کی خوشنودی کے لیے اُن کے پاک مبارک بیٹوں پر اُس کا ایک حصہ صرف کیا کریں کہ اُس سخت حاجت کے دن اُس جواد کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے بھاری انعاموں عظیم اکراموں سے مشرف ہوں۔ ابن عساکر امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع الی اھل بیتی یدا کافاتہ علیھا یوم القیامۃ جو میرے اہلبیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روز قیامت اس کا صلہ اُسے عطا فرماؤں گا۔ خطیب بغدادی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع صنیعۃ الی احد من خلف عبد المطلب فی الدنیا فعلی مکافاتہ اذا لقینی جو شخص اولاد عبد المطلب میں کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روز قیامت مجھ سے ملے گا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر قیامت کا دن وہ قیامت کا دن وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا دن اور ہم جیسے محتاج اور صلہ عطا فرمانے کو مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سا صاحب التاج خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیسا کچھ نہال فرمادیں ایک نگاہ لطف اُن کی جملہ مہمات دوجہاں کو بس ہے بلکہ خود یہی صلہ کروڑوں صلے سے اعلٰی وانفس ہے جس کی طرف کلمہ کریمہ اذا لقینی اشارہ فرماتا ہے بلفظ اذا تعبیر فرمایا یعنی بحمد اللہ روز قیامت وعدہ وصال ودیدار محبوب ذی الجلال کا مژدہ سناتا ہے۔ مسلمانو! اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت وسعادت کو لو وباللہ التوفیق اور متوسط حال والے اگر مصارف مستحبہ کی وسعت نہیں دیکھتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

توبحمداللہ وہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوۃ کی زکوۃ ادا ہو اور خدمت سادات بھی بجا ہو یعنی کسی مسلمان مصرف زکوۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے مال زکوۃ سے کچھ روپے بہ نیت زکوۃ دے کر مالک کردے پھر اس سے کہے تم اپنی طرف سے فلاں سید کی نذر کردو اس میں دونوں مقصود حاصل ہوجائیں گے کہ زکوۃ تو اس فقیر کو گئی اور یہ جو سید نے پایا نذرانہ تھا اس کا فرض ادا ہوگیا اور خدمت سید کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا۔ ذخیرہ و ہندیہ میں ہے اذا اراد ان یکفن میتا من زکوۃ مالہ لایجوز والحیلۃ ان یتصدق بھا علی فقیر من اھل المیت ثم ھو یکفن بہ فیکون لہ ثواب الصدقۃ ولاھل المیت ثواب التکفین وکذلک فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکاتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقۃ وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ اھ ملخصا **اقول** ویظھرلی ان ثواب تلک القرب لھما جمیعا لان من دل علی خیر کان کفاعلہ وقد تواتر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی نظائرہ تکامل الثواب لکل شریک فی الخیر لاتنقص الشرکۃ من اجورھم شیئا فھذا الذی حدانی علی الجزم بما سمعت ثم رأیت فی الدرالمختار حیلۃ التکفین بھا التصدق علی الفقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما اھ قال الشامی ای ثواب الزکوۃ للمزکی وثواب التکفین للفقیر وقد یقال ان ثواب التکفین یثبت للمزکی ایضا لان الدال علی الخیر کفاعلہ وان اختلف الثواب کما وکیفا اھ قلت واخرج السیوطی فی الجامع الصغیر لو مرت الصدقۃ علی یدی مائۃ لکان لھم من الاجر مثل اجر المبتدی من غیر ان ینقص من اجرہ شیئ اھ فھذا عین ما بحثت وللہ الحمد مگر اس میں دقت اتنی ہے کہ اگر اس نے نہ مانا تو اسے کوئی راہ جبر کی نہیں کہ آخر وہ مالک مستقل ہوچکا اُسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔ درمختار میں ہے الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم ردالمحتار میں ہے البحث لصاحب النھر وقال لانہ مقتضی صحۃ التملیک قال الرحمتی والظاھر انہ لاشبھۃ فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوۃ مالہ وشرط علیہ شرطا فاسدا والھبۃ والصدقۃ لا تفسدان بالشرط الفاسد لہذا فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اس کا بے خلش طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مال زکوۃ سے بیس۲۰ روپے سید کی نذر یا مسجد میں صرف کیا چاہتا ہے کسی فقیر عاقل بالغ مصرف زکوۃ کو کوئی کپڑا مثلاً ٹوپی یا سیر سوا سیر غلہ دکھائے کہ یہ ہم تمہیں دیتے ہیں مگر مفت نہ دیں گے بیس۲۰ روپے کو بیچیں گے یہ روپے تمہیں ہم اپنے پاس سے دیں گے کہ ہمارے مطالبہ میں واپس کردو وہ خواہی نخواہی راضی ہوجائے گا جانے گا کہ مجھے تو یہ چیز یعنی کپڑا یا غلہ مفت ہی ہاتھ آئے گا اب بیع شرعی کرکے بیس روپے بہ نیت زکوۃ اُسے دے جب وہ قابض ہوجائے اپنے مطالبہ ثمن میں لے لے اول تو وہ خود ہی دے دیگا کہ سرے سے اسے ان روپوں کے اپنے پاس رہنے کی اُمید ہی نہ تھی کہ وہ گرہ سے جاتا سمجھے اُسے تو صرف اُس کپڑے یا غلے کی اُمید تھی وہ حاصل ہے تو انکار نہ کرے گا اور کرے بھی تو یہ جبراً چھین لے کہ وہ اس قدر میں اس کا مدیون ہے اور دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو بالاتفاق بے اس کی رضامندی کے لے سکتا ہے اب یہ روپے کر بطور خود نذر سید یا بنائے مسجد میں صرف کردے کہ دونوں مرادیں حاصل ہیں۔ درمختار میں ہے یعطی مدیونہ الفقیر زکاتہ ثم یاخذھا من دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ

http://ataunnabi.blogspot.in

واخذ ھا لکونہ ظفر بجنس حقہ اھ اور فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس مصرف زکوٰۃ کے عاقل بالغ ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ اس کے ساتھ یہ غبن فاحش کی مبایعت بلاتکلف روا ہو اور کپڑے غلے کی تخصیص اس لیے کی کہ اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچنا چاہے گا تو ظاہر عقد بیع صرف ہے تقابض البدلین شرط ہوگا وہ یہاں حاصل نہیں اگرچہ روایت اصل پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی اور اکثر علماء اسی طرف ہیں اور یہی قول مصحح کما بیناہ فی البیوع من فتاوٰنا بل حققنا فیھا ان لاولا لانہ لکلام الجامع الصغیر ایضًا علی اشتراط التقابض وان ظن العلامۃ الشامی ما ظن بہرحال حتی الوسع محل خلاف سے بچنا احسن اور زر زکوٰۃ پر اس کا قبضہ کرا کر اپنے مطالبے میں لینے کی قید اس لیے کہ کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا کما نص علیہ العلماء اور یہ تو پہلے بیان میں آچکا کہ اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں، ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ متوسط الحال بھی ایسی ہی ضرورتوں کے لیے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کے لیے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کے ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کرکے روپیہ اپنے خرد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے تو گویا اس کا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ نسألہ تعالٰی ان یصلح اعمالنا ویجمل اٰمالنا والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ خامسہ

زکوٰۃ کن مصارف میں دینا جائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب

مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجتمند ہے جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنا شوہر نہ اپنی عورت اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے نہ وہ جو اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی نہ وہ جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی اگرچہ یہ اصلی وفرعی رشتے عیاذًا باللہ بذریعہ زنا ہوں نہ اپنا یا ان پانچوں قسم میں کسی کا مملوک اگرچہ مکاتب ہو نہ کسی غنی کا غلام غیر مکاتب نہ مرد غنی کا نابالغ بچہ نہ ہاشمی کا آزاد بندہ اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر وغنی پہلے ہی خارج ہو چکے یہ سولہ شخص ہیں جنھیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں ان کے سوا سب کو روا مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض متہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھتے ہیں اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ وقد اوضحنا ذلک فی فتاوٰنا اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا اپنے اور اپنے اصول وفروع وزوج وزوجہ وہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زن غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن بھائی چچا پھوپھی خالہ ماموں بلکہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے زکوٰۃ وصلہ رحم یا اپنی بہو یا داماد یا ماں کا شوہر یا باپ کی عورت یا اپنے زوج یا زوجہ کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا روا جبکہ یہ سولہ ان سولہ سے نہ ہوں اور آخر کا کہ انھیں ان سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں کسی عدم جواز کا وہم جاتا لہذا فقیر نے انھیں بالتخصیص شمار کر دیا اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں دوم مال ہو مگر نصاب سے کم یہ فقیر ہے سوم نصاب بھی ہو مگر حوائج اصلیہ میں مستغرق جیسے مدیون چہارم حوائج سے بھی فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا تو بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اُسے لینا روا نہیں یا دہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین مؤجل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اُسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے[1] یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں بالجملہ مدار کار حاجت مندی بمعنی مذکور پر ہے تو جو نصاب مزبور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پا سکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکات جسے حاکم اسلام نے اربابِ اموال سے تحصیل زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنا بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تملیک شرط ہے جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دینا یا میت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد کنواں خانقاہ مدرسہ پُل سرا وغیرہ بنانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اُس کے وہی حیلے ہیں جو مسئلہ رابعہ میں گزرے ھذا کلہ ملخص ما استقر علیہ الامر فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار وغیرھا من معتبرات الاسفار وقد لخصناہ بتوفیق اللّٰہ احسن تلخیص لعلہ لایوجد من غیرنا وللّٰہ الحمد فمن شك فی شیئ من ھذا فلیراجع الاصول التی سمینا ولم یسم نعم لاباس ان نورد نصوص بعض ما یکاد یخفی او یستغرب ففی رد المحتار شمل الولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولدہ من الزنا الخ وفیہ تحت قولہ او بینھما زوجیۃ ولو مبانۃ ای فی العدۃ ولو بثلاث نھر عن معراج الدرایۃ اھ وفیہ تحت قولہ و لا الی مملوك المزکی ولو مکاتبا وکذا مملوك من بینہ وبینہ قرابۃ ولاد او زوجیۃ لما قال فی البحر والفتح الخ وفیہ تحت قولہ بخلاف طفل الغنیۃ فیجوز ای ولو لم یکن لہ اب بحر عن القنیۃ اھ وفیہ وقید بالولاد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوۃ والاعمام والاخوال الفقراء بل ھم اولی لانہ صلۃ وصدقۃ ویجوز دفعھا لزوجۃ ابیہ وابنہ وزوج ابنتہ تاترخانیہ اھ ملخصا وفیہ من کتاب الوصایا تحت قولہ الشرف من الام فقط غیر معتبر یؤیدہ قول الھندیۃ عن البدائع فثبت ان الحسب والنسب یختص بالاب دون الام اھ فلا تحرم علیہ الزکوٰۃ ولا یکون کفوا للھاشمیۃ ولا یدخل فی الوقف علی الاشراف ط اھ وفیہ قال فی الفتح ایضا ولا یحل لہ ای لابن السبیل ان یاخذ اکثر من حاجتہ قلت ھذا بخلاف الفقیر فانہ یحل لہ ان یاخذ اکثر من حاجتہ وبھذا فارق ابن السبیل کما افادہ فی الذخیرۃ اھ وفیہ تحت قولہ ومنہ ما لوکان مالہ مؤجلا ای اذا احتاج الی النفقۃ یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ قدر کفایتہ الی حلول الاجل نھر عن الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ او علی غائب ای ولو کان حالا لعدم تمکنہ من اخذہ ط اھ وفیہ تحت قولہ او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فی الاصح فیجوز لہ الاخذ فی اصح الاقاویل لانہ بمنزلۃ ابن السبیل ولو موسرا معترفا لا یجوز کما فی الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ وفی سبیل اللّٰہ وھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب فتأمل فی النھر والخلف لفظی للاتفاق علی ان الاصناف کلھم سوی العامل یعطون بشرط الفقر الخ وفیہ تحت قولہ وبھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم

[1] اگر دین مؤجل ہے خواہ ابتداءً یا یوں کہ جو اجل مقرر ہوئی تھی گزر چکی اور مدیون غنی حاضر ہے تو یہ صورت دسترس کی ہے ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ ھذا الفرع مخالف لاطلاقھم الحرمۃ فی الغنی ولم یعتمدہ احد ط قلت وھو کذٰلک والا وجہ تقییدہ بالفقیر الی اٰخر ما افاد علیہ رحمۃ الجواد واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ سادسہ

میرے کل زیور طلائی ساڑھے اڑتیس تولے ہے اور جڑاؤ میں سونے کا وزن موتی اور نگینے اور لاکھ وغیرہ نکال کر کے ارتیس تولے ہے اور زیور نقرئی تین سو اکتالیس تولہ اس صورت میں جو سالانہ زکوۃ ہو اُس سے مشرح مطلع کیا جاؤں اور ایک دستور العمل ایسا ہو کہ آئندہ جس قدر اور بنے اُس پر زکوۃ بڑھالی جائے بینوا توجروا۔

الجواب

سونے چاندی کی نصاب اور اُن پر واجب و عفو کا حساب مسئلہ ثانیہ میں مشرحاً گزرا اور زیادت ونقصان کے تمام احکام بتفصیل تمام مسئلہ ثانیہ وثالثہ میں مبین ہوئے، وہ دونوں مسئلے بجائے خود دستور العمل تھے مگر اختلاط زر وسیم یعنی دونوں مال کا مالک ہونا البتہ بعض نئے احکام کا موجب ہوتا ہے جن کا بیان اوپر نہ گزرا لہذا فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بعض ضوابط ضروریہ اور ذکر کرکے دستور العمل کی تکمیل کرتا اور حضرت مستفتی دامت برکاتہم و دیگر ناظرین مستفیدین سے اس کے صلے میں دعائے عفو وعافیت دارین کی تمنا رکھتا ہے فاقول وباللہ التوفیق مال جب بشرائط معلومہ نصاب پہونچے تو بنفسہٖ وجوب زکوۃ کا سبب اور ایجاب حکم میں مستقل ہے جسے اپنے حکم میں دوسری شے کی حاجت نہیں اور نصاب کے بعد جو خمس نصاب ہو وہ بھی نصاب و سبب ایجاب ہے ہاں جو خمس سے کم ہے وہ اپنی نوع میں مثلاً چاندی یا سونا سونے میں موجب زکوۃ نہیں ہوسکتا کہ شرع مطہر نے اُسے عفو رکھا ہے کما قدمنا فی المسئلۃ الثانیۃ اسی طرح جو مال نصاب کو نہیں پہنچا بنفسہٖ سببیت وجوب کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر جب اس نوع کے ساتھ دوسری نوع بھی ہو یعنی زر وسیم مختلط ہوں تو از آنجا کہ وجہ سببیت ثمنیت تھی اور وہ دونوں میں یکساں تو اس حیثیت سے ذہب وفضہ جنس واحد ہیں لہذا ہمارے نزدیک جو ایک نوع میں موجب زکوۃ نہ ہوسکتا تھا خواہ اس لیے کہ نصاب ہی نہ تھا یا اس لیے کہ نصاب کے بعد عفو تھا اس مقدار کو دوسری نوع سے تقویم کرکے ملادیں گے کہ شاید اب اُس کا موجب زکوۃ ہونا ظاہر ہو پس اگر اس ضم سے کچھ مقدار زکوۃ بڑھے گی (بایں معنی کہ نوع ثانی قبل ضم نصاب تھی اس کے ملنے سے نصاب ہوگئی یا اگلی نصاب پر نصاب خمس کی تکمیل ہوگئی) تو اُسی قدر زکوۃ بڑھادیں گے اور اب اگر کچھ عفو بچا تو وہ حقیقۃً عفو ہوگا ورنہ کچھ نہیں اور اگر ضم کے بعد بھی کوئی مقدار زکوۃ زائد نہ ہو تو ظاہر ہوجائے گا کہ یہ اصلاً موجب زکوۃ نہ تھا۔ ہدایہ میں ہے تضم قیمۃ العروض الی الذھب والفضۃ حتی یتم النصاب ویضم الذھب الی الفضۃ للمجانسۃ من حیث الثمنیۃ ومن ھذا الوجہ صار سببا ثم یضم بالقیمۃ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فتح القدیر میں ہے النقدان یضم احدھما الی الاٰخر فی تکمیل النصاب عندنا تبیین الحقائق میں ہے یضم الذھب الی الفضۃ بالقیمۃ فیکمل بہ النصاب لان الکل جنس واحد خلاصہ میں ہے اصل ھذا ان الذھب یضم الی الفضۃ فی تکمیل النصاب عندنا وھذا استحسان نقایہ میں ہے یضم الذھب الی الفضۃ بالقیمۃ لاتمام النصاب ان عبارات ائمہ و تقریر فقیر سے واضح ہوا کہ یہ ملانا صرف بغرض تکمیل نصاب ہوتا ہے نصاب کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بنفسہٖ کامل ہے محتاج ضم نہیں کہ خود سبب مستقل ہے تو شرع مطہر اس کے سبب ایک مقدار واجب فرماچکی اب نصاب کو دوسری چیز سے ضم کرنے کا ایجاب تکمیل نصاب نہیں تقلیل نصاب ہوا یوں کہیے کہ اس ضم سے مقصود تکمیل واجب ہے نہ تبدیل واجب۔ لہٰذا ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ذہب وفضہ کی کامل نصابوں میں حکم ضم نہیں بلکہ نصاب ذہب پر جدا زکوٰۃ واجب ہوگی اور نصاب فضہ پر جدا، ہاں اگر کوئی یہ چاہے کہ میں ایک ہی نوع زکوٰۃ میں دوں اور دوسرے کی قیمت لگا کر ضم کرلے تو ہمارے نزدیک کوئی مضائقہ بھی نہیں مگر اس وقت واجب ہوگا کہ تقویم ایسی کرے جس میں فقراء کا نفع زائد ہو مثلاً ایک نقد زیادہ رائج ہے دوسرا کم تو جو رائج تر ہے اُس سے تقویم کرے۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں لو کان کل منہما نصابا تاما بلا زیادۃ لایجب الضم بل ینبغی ان یؤدی من کل واحد زکاتہ فلو ضم حتی یؤدی کلہ من الذھب او الفضۃ فلا باس بہ عندنا ولکن یجب ان یکون التقویم بما ھو انفع للفقراء رواجا والا یؤدی من کل منہما ربع عشرہ۔ اس نفیس تقریر سے یہ فائدے حاصل ہوئے کہ اگر ایک جانب نصاب تام بلا عفو ہے اور دوسری طرف نصاب سے کم تو یہاں یہی طریقۂ ضم متعین ہوگا کہ اس غیر نصاب کو اُس نصاب سے تقویم کرکے ملادیں یہ نہ ہوگا کہ نصاب کو تقویم کرکے غیر نصاب سے ملائیں مثلاً چاندی نصاب ہے اور سونا غیر نصاب تو اس سونے کو چاندی کریں گے چاندی کو سونا نہ کریں گے اور عکس ہے تو عکس۔ اسی طرح اگر ایک طرف نصاب تام بلا عفو ہے اور دوسری جانب نصاب مع عفو تو صرف اس عفو کو اُس نصاب سے ملائیں گے نصاب مع العفو مجموع کو ضم نہ کریں گے کہ محتاج تکمیل صرف وہی عفو ہے نہ نصاب مثلاً ۷ یا ۹ یا ۱۲ تولے سونا اور ۶۰ تولے چاندی ہے جس میں ۷ تولے چاندی عفو ہے تو صرف اس ۷ تولے چاندی کو سونا کریں گے نہ مجموع ۶۰ تولے کو یونہی اگر دونوں جانب عفو ہے تو صرف ان عفووں کو باہم ملائیں گے دونوں طرف کی نصابیں الگ نکال لیں گے۔ ہندیہ میں ہے لو فضل من النصابین اقل من اربعۃ مثاقیل واقل من اربعین درھما فانہ تضم احدی الزیادتین الی الاخری حتی یتم اربعین درھما او اربعۃ مثاقیل ذھب کذا فی المضمرات۔ پس ثابت ہوا کہ قابل ضم وہی ہے جو خود نصاب نہیں۔ پھر اگر یہ قابلیت ایک ہی طرف ہے جب تو طریقۂ ضم آپ ہی متعین ہوگا کما سبق اور دونوں جانب ہے تو البتہ یہ امر غور طلب ہوگا کہ اب ان میں کس کو کس سے تقویم کریں کہ دونوں صلاحیت ضم رکھتے ہیں اس میں کثرت وقلت کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی کہ خواہی نخواہی قلیل ہی کو کثیر سے ضم کریں کثیر کو نہ کریں کہ جب نصابیت نہیں تو قلیل وکثیر دونوں احتیاج تکمیل میں یکساں، ردالمحتار میں ہے لافرق بین ضم الاقل الی الاکثر وعکسہ بلکہ حکم یہ ہوگا کہ جو تقویم فقیروں کے لیے انفع ہو اسے اختیار کریں اگر سونے کو چاندی کرنے میں فقراء کا نفع زیادہ ہے تو وہی طریقہ برتیں اور چاندی کو سونا ٹھہرانے میں تو یہی ٹھہرائیں اور دونوں صورتیں نفع میں یکساں تو مزکی کو اختیار۔ درمختار میں ہے لو بلغ احدھما نصابا دون الاٰخر تعین ما یبلغ بہ ولو بلغ باحدھما نصابا وخمسا وبالاٰخر اقل قومہ بالانفع للفقیر سراج اھ وفی ردالمحتار عن النہر عن الفتح تتعین ما یبلغ نصابا دون ما لا یبلغ فان بلغ بکل منھما واحدھما اروج تعین التقویم بالاروج اھ وفی شرح النقایۃ للقہستانی وان تساویا فالمالک مخیر۔ جب یہ امور ممہد ہولیے تمام صورتوں کے احکام معلوم ہوگئے کہ اختلاط زر وسیم انھیں تین حال میں منحصر یا کسی کی طرف کوئی مقدار قابل ضم نہ ہوگی اور یہ جب ہی ہوگا کہ دونوں نصاب ہوں اور دونوں بے عفو اس کا حکم اول ہی گزرا کہ ہر ایک کی زکوٰۃ جدا واجب ہوگی اور ایک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہی نوع سے دینا چاہئے تو نفع فقرا کا لحاظ واجب یا صرف ایک طرف مقدار قابل ضم ہوگی یہ یوں ہوگا کہ ایک نصاب بلا عفو ہو اور دوسرا براسا غیر نصاب یا نصاب مع العفو تو اس کی دو صورتیں نکلیں ان کا ضابطہ بھی معلوم ہو چکا کہ خام ہی سی قابل ضم کو دوسرے کے ساتھ تقویم کریں گے یا دونوں طرف مقدار قابل ضم ہو یہ اس طرح ہوگا کہ دونوں نصاب سے کم یا ایک کم اور ایک میں عفو یا دونوں میں عفو تو اس کی تین صورتیں ہوئیں ضابطہ بھی مذکور ہوا کہ جو مقداریں دونوں طرف قابل ضم ہیں انھیں کو آپس میں ملائیں گے اور نفع فقرا کا لحاظ رکھیں گے یعنی جس تقویم میں زیادہ مالیت واجب الادا ہو وہی اختیار کریں گے اور مالیت برابر ہو تو جس نقد کا رواج زیادہ ہے اُسے لیں گے اور قدر و رواج سب یکساں ہوں تو اختیار دیں گے جدول اختلاطات زر وسیم مع اشارہ احکام۔

ذہب / فضہ	نصاب سے کم	نصاب [1] بے عفو	نصاب باعفو
نصاب سے کم	دونوں کا کل بہ لحاظ النفع ملائیں	چاندی کو سونا کریں	سونے کا عفو اور چاندی کا کل بلحاظ النفع ملائیں
نصاب بے عفو	سونے کو چاندی کریں	ہر ایک کی جداز کوۃ اور ملانا ہی ہو تو لحاظ النفع	سونے کے عفو کو چاندی کریں
نصاب باعفو	چاندی کا عفو اور سونے کا کل بہ لحاظ النفع ملائیں	چاندی کے عفو کو سونا کریں	دونوں عفووں کو بہ لحاظ النفع ملائیں

ہر چند اس بیان و جدول نے مسئلہ واضح کر دیا مگر بوجہ پیچیدگی عام مسلین کے لیے ان دونوں ضابطوں میں ایضاح امثلہ کی بیشک ضرورت لہذا فقیر غفرلہ المولی القدیر بہر جانب تفصیل عنان گردانی کرتا ہے و باللہ التوفیق شرح ضابطہ اولے چاندی سونے میں جب ایک نصاب تام بلا عفو ہو اور دوسرا نصاب نہ ہو خواہ کلاً یعنی سرے سے نصاب تک پہنچا ہی نہ ہو یا بعضاً یعنی نصاب کے بعد جو عفو بچا ہو اس غیر نصاب کل یا بعض کو اس دوسرے کے ساتھ ضم کریں گے مثلاً چاندی کل یا بعض غیر نصاب ہے تو اُسے بلحاظ قیمت سونا قرار دے کر سونے کے نصاب سے ملائیں گے اور سونا کل یا بعض غیر نصاب ہے تو اُسے چاندی سے تو ضابطہ اولیٰ کی دو صورتیں بعد بسط چار ہو گئیں

[1] اس خلث نہ خانہ احکام کا خانہ قطب وہ صورت ہے جس میں اصلا حکم ضم نہیں اور اس کے چاروں خانہ آتشی بادی آبی خاکی متعلق ضابطہ اولیٰ اور باقی چاروں خانے کہ چاروں گوشوں پر ہیں متعلق ضابطہ ثانیہ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جیسا کہ مطالعہ جدول سے واضح ہوا ہوگا اب ہم بعد ضم دیکھیں گے کہ زکوٰۃ بڑھی یا نہیں اگر اب بھی نہ بڑھی تو وہ غیر نصاب عفو مطلق تھا کہ کسی طرح موجب زکوٰۃ نہ ہوا اور بڑھی تو یا کچھ عفو نہ بچے گا اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ یہ غیر نصاب جو اپنی نوع میں ناموجب زکوٰۃ نظر آتا تھا حقیقۃً بالکل موجب تھا یا قدرے بچے گا تو ثابت ہوگا کہ واقع میں اسی قدر عفو ہے باقی پر زکوٰۃ۔ تو یہ تین حالتیں ہوئیں جنھیں ان چار میں ضرب دیے سے بارہ صورتیں نکلیں۔ اب ہر ایک کی مثال لیجئے اور حساب کے لیے فرض کیجئے کہ تولہ بھر سونے کی قیمت چوبیس تولے چاندی ہے اور تولہ بھر چاندی کی چار رتی سونا۔ **مثال ۱** ایک شخص کے پاس ۵۲½ تولے چاندی اور سوا پانچ ماشہ سونا ہے تو چاندی نصاب تام بلا عفو ہے اور سونا کُلًّا غیر نصاب لہٰذا سونے کو چاندی کرکے چاندی سے ملایا یعنی بلحاظ قیمت دیکھا کہ اس قدر سونے کی کتنی چاندی ہوئی نرخ مذکور پر یہ سونا ۱۰½ تولے چاندی کا ہوا تو گویا ۵۲½ تولے چاندی ۵¼ ماشہ سونے کا مالک نہیں بلکہ ۶۳ تولے چاندی کا مالک ہے یہ چاندی کی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس پوری ہوئی کہ جس پر عفو کچھ نہ بچا۔ **مثال ۲** اسی صورت میں ۱۰ ماشے سونا فرض کیجئے جس کے ۲۰ تولے چاندی تو گویا ۷۲½ تولے چاندی کا مالک ہے جس میں وہی نصاب کامل و نصاب خمس نکل کر ۹ تولے چاندی عفو بچی کہ خمس نصاب سے کم ہے یہ عفو حقیقی ہوا یعنی سونے کو چاندی سے ضم نہ کرتے تو بوجہ عدم نصاب بالکل عفو نظر آتا تھا ضم کرنے سے کھل گیا کہ اس میں صرف ۴½ ماشے سونا جس کی ۹ تولے چاندی ہوئی عفو ہے باقی پر زکوٰۃ واجب۔ **مثال ۳** صورت مسطورہ میں صرف ۵ ماشے سونا مانیے تو کل عفو رہے گا کہ اس کی دس ہی تولے چاندی ہوئی اور مال جب تک نصاب کے بعد خمس نصاب تک نہ پہنچے عفو ہے اور چاندی میں خمس ۱۰½ تولے ہے۔ **مثال ۴** اسی صورت میں ۷ تولے ۱۱ ماشے سونا لیجئے تو ۷½ تولے سونا تو نصاب کامل ہے اس کے بعد ۵ ماشے عفو نظر آتا ہے بس اسی قدر کو چاندی سے ضم کریں گے اور ایک نصاب اور ایک نصاب خمس نصاب سیم کی زکوٰۃ واجب پائیں گے جس میں عفو کچھ نہ رہا۔ **مثال ۵** اسی صورت میں اگر ۷ تولے ۴ ماشے سونا ہے تو بدلیل مثال دوم وہی ۴½ ماشے سونا عفو رہے گا۔ **مثال ۶**۔ ۷ تولے ۱۱ ماشے سونا ہے تو نصاب زر سے جتنا زیادہ ہے یعنی ۵ ماشے سب عفو مطلق ہے کہ بعد ضم بھی زکوٰۃ نہیں بڑھاتا ان چھ مثالوں میں چاندی نصاب تام بلاعفو تھی اور سونا قابل ضم پہلی تین میں راسًا نصاب سے کم اور پچھلی تین میں عفو۔ اب وہ مثال لیجئے کہ سونا نصاب تام بلاعفو اور چاندی انھیں دو وجہوں پر قابل ضم۔ **مثال ۷**۔ ایک شخص ۷½ تولے سونا ۲۴ تولے چاندی کا مالک ہے تو چاندی کُلًّا غیر نصاب ہے۔ اسے بحساب قیمت سونا کیا تو ۱ تولہ ہوا یہ پوری نصاب خمس ہے تو سونے کی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس ہوئی اور عفو اصلاً نہ بچا۔ **مثال ۸** اسی صورت میں چاندی ۵۰ تولے رکھیے تو ۱۴ تولے عفو رہے گی کہ ۳۶ تولے سونے کی نصاب خمس ہوگئی ۱۴ تولے کا ۷ ماشے سونا ہوا کہ خمس سے کم ہے وہ عفو رہا۔ **مثال ۹** اسی صورت میں چاندی ۳۰ تولے فرض کیجئے تو کل عفو ہے کہ اس کا سوا ہی تولہ سونا ہوا تو بعد ضم بھی کچھ نہ بڑھا۔ **مثال ۱۰ و ۱۱ و ۱۲**۔ اب ہمیں وہ تین صورتیں بیان کرنی رہیں جن میں سونا نصاب بے عفو ہو اور چاندی نصاب باعفو جس کے عفو کو سونے سے ملائیں تو جب بھی عفو رہے یا کچھ زکوٰۃ واجب کرے کچھ عفو بچے یا بالکل زکوٰۃ واجب کرے یہ پچھلی دو صورتیں بظاہر محال عادی النظر آتی ہیں کہ نصاب سیم میں عفو وہی ہوتا ہے جو خمس سے کم ہو اور نصاب کے بعد زکوٰۃ وہی واجب کرتا ہے جو خمس تک پہنچے تو ان صورتوں کا وقوع جب ہی ہوگا کہ ۱۰ تولے سے کم چاندی ۱ تولے سونے کے برابر یا اس سے بھی زائد ہو مگر یہ عادۃً ہو نہیں سکتا بلکہ ۱۰ تولے یا اس سے کچھ زیادہ چاندی تولہ بھر سونے کی قیمت کو بھی نہیں پہنچتی تو بادی النظر میں یہاں صرف صورت اولٰی ہی قابل وقوع ہے یعنی عفو سیم کو نصاب ذہب سے جب ملایئے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عفو ہی رہے مگر ایک نفیس و شریف و جلیل و لطیف قاعدہ معلوم کرنے سے کھل جائے گا کہ دو صورتیں بھی قابل وقوع ہیں اُس باعظمت قاعدے کا جاننا نہ صرف انھیں صورتوں کے لیے ضرور ہے بلکہ جو اہل زکوٰۃ زر و سیم دونوں قسم کے مالک ہوں اور عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں اُن سب پر اُس کا علم فرض عین ہے کہ اس کے نہ جاننے میں بہت غلطیاں اور خرابی و زیاں واقع ہوتے ہیں لوگ اکثر سمجھ لیتے ہیں ہم زکوٰۃ ادا کرچکے اور واقع میں مطالبہ باقی ہوتا ہے وہ ضروری قاعدہ عظیم الفائدہ واجب الحفظ یہ ہے کہ اگرچہ زر و سیم کی قیمت و وزن باہم اکثر مختلف ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ صنعت کا قدم درمیان ہو مثلاً ممکن کہ تولہ بھر سونے کا کوئی گہنا صناعی کے سبب پچاس روپے کی قیمت کا ہو اگرچہ ایک تولہ سونے کی قیمت پچیس۲۵ ہی روپیہ ہو یا تولہ بھر چاندی کی چیز چار روپے کو بکے اگرچہ چاندی ایک ہی روپیہ تولہ ہو دہلی کی سادہ کاریوں میں یہ بات خوب واضح ہوتی ہے یونہی جب مال ہارتا ہو تو قیمت وزن گھٹ جاتی ہے کما لایخفی مگر شرع مطہر نے سونے چاندی میں وجوباً و اداءً ہر طرح وزن ہی کا اعتبار فرمایا ہے نہ قیمت کا مثلاً کسی کے پاس صرف ۷ تولے سونے کا گہنا ہے کہ قیمت میں ۷ تولے تک پہنچتا یا اس سے بھی زائد ہوتا ہے اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ وزن ۷ تولے کامل نہ ہوا یا ۷ تولے ہارتے سونے کا مال ہے کہ قیمت میں ۷ تولے سونے سے بھی کم ہے اُس پر زکوٰۃ واجب کہ وزن نصاب پورا ہے یا ایک شخص کے پاس ۷ تولے سونے کا زیور ہے جو بوجہ صنعت ۱۰ تولے سونے کی قیمت ہے اس پر صرف ۲ ماشہ سونا واجب ہوگا کہ وزن کا چالیسواں حصہ ہے نہ ۴ ماشہ کہ قیمت کا $\frac{1}{40}$ ہے یا ۱۰ تولے وزن کی چیز قیمت میں ۷ تولے کے برابر ہے تو باعتبار وزن ۴ ماشہ سونا دینا ہوگا بلحاظ قیمت ۳ ماشہ دینے سے نہ چھوٹے گا یہ تو وجوباً اعتبار وزن ہوا اور اداءً کی یہ صورت کہ مثلاً اس پر ۳ ماشہ سونا واجب الادا تھا اس نے اس کے بدلے ۲ ماشے نفیس کندن کہ قیمت میں ۳ ماشے سونے کے برابر بلکہ زائد تھا ادا کیا تو عہدہ برآنہ ہوا کہ واجب کا وزن پورا نہ ہوا اور ہارتا سونا ۳ ماشے دے دیا جو قیمت میں دو۲ ہی ماشے کے برابر تھا تو ادا ہوگیا اگرچہ اس میں کراہت ہے لقولہ عزوجل ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ۔ درمختار میں ہے المعتبر وزنھما اداءً و وجوباً لاقیمتھما۔ ردالمحتار میں ہے یعنی یعتبر فی الوجوب ان یبلغ وزنھما نصابا نھر حتی لوکان لہ ابریق ذھب او فضۃ وزنہ عشرۃ مثاقیل او مائۃ درھم وقیمتہ لصیاغتہ عشرون او مائتان لم یجب فیہ شیئ اجماعاً قہستانی۔ اسی میں ہے لو لہ ابریق فضۃ وزنہ مائۃ وقیمتہ بصیاغتہ مائتان لاتجب الزکوٰۃ باعتبار القیمۃ لان الجودۃ والصنعۃ فی اموال الربا لاقیمۃ لھا عند انفرادھا ولا عند المقابلۃ بجنسھا۔ اُسی میں ہے یعتبر ان یکون المؤدی قدر الواجب وزنا فلو ادی من خمسۃ جیدۃ خمسۃ زیوفا قیمتھا اربعۃ جیدۃ جاز وکرہ ولو اربعۃ قیمتھا خمسۃ ردیئۃ لم یجز اھ ملخصا۔ مگر جب ان میں ایک کو دوسرے سے تقویم کریں مثلاً چاندی کو سونے یا سونے کو چاندی سے جیسا کہ ضم کی صورتوں میں دیکھتے آئے تو بالاجماع قیمت کا اعتبار ہے کہ جودت و صنعت خلاف جنس کے مقابلہ میں بالاجماع قیمت پانی ہے مثلاً بارہ۱۲ تولے چاندی کا وزنی گہنا ہے اور قیمت میں ۲۴ تولے چاندی کے برابر اب اُس کی قیمت سونے سے لگائیں گے تو بلحاظ قیمت پورا تولہ بھر سونا ہوگا نہ بلحاظ وزن ۶ ماشہ لہٰذا جس کے پاس ۲۰۰ تولے چاندی کا زیور چار سو روپے کا قیمتی ہو جس پر ۵ تولے چاندی واجب وہ اگر ۵ تولے چاندی دے دے گا ادا ہوجائے گا اور ۵ تولے چاندی کی قیمت کا سونا دے گا ہرگز ادا نہ ہوگا بلکہ ۱۰ تولے چاندی کا قیمتی سونا دینا آئے گا۔ ردالمحتار میں ہے عدم اعتبار الجودۃ انما ھو عند المقابلۃ بالجنس اما عند المقابلۃ بخلافہ فتعتبر اتفاقاً اسی میں ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ولو کان له ابریق فضة وزنه مائتان وقیمته ثلث مائة ان ادی خمسة من عینه او من غیره جاز واجمعوا انه لوادی من خلاف جنسه اعتبرت القیمة حتی لوادی من الذهب ما تبلغ قیمته خمسة دراھم من غیر الاناء لم یجز فی قولهم لتقوم الجودة عند المقابلة بخلاف الجنس کذا فی المعراج بحر اھ ملخصاً جب یہ قاعدہ معلوم ہولیا تو اب ان دو صورتوں کی مثالیں بھی واضح ہوگئیں مثلاً ایک شخص کے پاس ۷ تولے سونا اور ۶۱ تولے چاندی کا گہنا ہے جو بوجہ صناعی چوگنی قیمت کا ہے اس میں ۵۲ تولے چاندی تو نصاب کامل ہوگئی ۹ تولے بچی وہ عفو نظر آتی ہے اسے بلحاظ قیمت سونے سے ملایا تو یہ ۹ تولے بسبب صنعت ۳۶ تولے کی قیمت میں ہے جس کا ۱½ تولے سونا ہوا کہ خمس نصاب زر ہے تو ایک نصاب سیم اور ایک نصاب و خمس نصاب زر کی زکوٰۃ واجب ہوئی اور عفو کچھ نہ بچا اور اسی صورت میں ۶۲ تولے چاندی ہے تو ماشہ بھر سونا کہ اس ۶ ماشے چاندی کی قیمت ہوا عفو رہے گا کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم شرح ضابطہ ثانیہ ملاحظہ جدول سے یہ بھی کھلا ہوگا کہ دونوں جانب مقدار قابل ضم ہونے کی تین صورتیں بھی عند البسط چار ہوگئیں یعنی چاندی سونا دونوں غیر نصاب یا دونوں نصاب مع العفو یا چاندی غیر نصاب اور سونے میں عفو یا سونا غیر نصاب اور چاندی میں عفو۔ پھر ہر صورت چھ حال سے خالی نہیں (۱) یہ کہ بعد ضم بھی اصلاً زکوٰۃ نہ بڑھے یعنی خواہ قابل ضم چاندی کو سونا کیجئے یا قابل ضم سونے کو چاندی کسی طرح یہ مقدار موجب زکوٰۃ نہ ہو اس صورت میں وہ عفو حقیقی رہے گا مثلاً ایک شخص ۲۰ تولے چاندی اور ایک تولے سونے کا مالک ہے چاندی کو سونا کیجئے تو کل سونا ایک تولہ ۱۰ ماشے ہوا اور سونے کو چاندی تو کل چاندی ۴۴ تولے نہ اتنا سونا موجب زکوٰۃ نہ اتنی چاندی (۲) سونے کو چاندی کیجئے تو نصاب بنے اور چاندی کو سونا کیجئے تو نہ بنے مثلاً ۱۰۰ تولے چاندی ۵ تولے سونا ہے سونے کو چاندی کیا تو کل چاندی ۱۳۰ تولے ہوئی کہ دو نصاب کامل اور دو نصاب خمس اور ۴ تولے عفو ہے اور چاندی کو سونا کیا تو کل ۵ تولے سونا ہوا کہ نصاب تک بھی نہ پہنچا لہذا اب کو چاندی ہی ٹھہرائیں گے (۳) اس کا عکس کہ چاندی کو سونا کرنے سے نصاب بنے اور سونے کو چاندی کرنے سے نہ بنے مثلاً ۷ تولے ۱ ماشے سونا اور ۵۰ تولے چاندی ہے ۷ تولے سونا تو نصاب کامل ہوکر الگ ہوگیا۔ بچا ۱ ماشہ سونا اُدھر وہ عفو ہے اور ادھر ۵۰ تولے چاندی یہ بے نصاب ہے انھیں دونوں کا باہم میل ہونا ہے اب اگر ماشے بھر سونے کو چاندی کرتے ہیں تو کل چاندی ۵۲ تولے آتی ہے یہ نصاب بھی نہ ہوئی اور چاندی کو سونا کرتے ہیں تو یہ کل سونا ۲ تولے ۲ ماشے ہوتا ہے کہ ۱½ تولہ نصاب خمس ہوکر موجب زکوٰۃ ہوگا اور باقی ۸ ماشے عفو رہے گا۔

(۴) دونوں سے نصاب بنے مگر چاندی فقرا کے لیے انفع ہو مثلاً ۷ تولے سونا ۴۲ تولے چاندی کہ سونا کیجئے تو ۸ تولے ۹ ماشے ہوا۔ ۷½ تولے پر زکوٰۃ اور ۱¼ تولہ عفو تو صرف ۲¼ ماشے سونا دینا ہوگا جس کی قیمت ۴½ تولہ چاندی اور چاندی کیجئے تو ۲۱۰ تولے ہوئی کہ پوری چار نصاب بلا عفو ہے جس پر ۵¼ تولے چاندی واجب تو چاندی کرنے میں فقرا کو ۹ ماشے چاندی زیادہ ملے گی (۵) سونا انفع ہو جیسے ۷ تولے سونا ۴۸ تولے چاندی کہ چاندی کیجئے تو چار نصاب کامل کے بعد ۶ تولے عفو رہے گی اور صرف ۵¼ تولے چاندی دینی ہوگی جس کی قیمت ۲ ماشے ۵ سرخ سونا اور سونا کیجئے تو پورا ۹ تولے ہوا ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس بلا عفو ہے جس پر ۲ ماشے ۵⅗ سرخ سونا واجب تو سونا کرنے میں فقرا کو ⅗ سرخ سونا زیادہ جائے گا (۶) دونوں یکساں ہوں مثلاً فرض کیجئے تولہ بھر سونے کی قیمت ۲۱ تولے چاندی ہے اور یہ شخص ۴۲ تولے چاندی ۵ تولے سونے کا مالک ہے اگر چاندی کو سونا کرتے ہیں تو ۷ تولے یعنی ایک نصاب کامل ہوا جس پر ۲¼ ماشے سونا قیمتی ۳ تولہ ۱۱ ماشے ۲ سرخ چاندی کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

واجب ہوا اور سونے کو چاندی کیجئے تو ۱۰۵ تولے ۶ ماشے چاندی یعنی تین نصاب کامل ہوئی جس پر ۳ تولے ۱۱ ماشہ ۲ سُرخ چاندی قیمتی ۹ ماشہ سونے کی واجب ہوئی ہر طرح حاصل ایک ہی رہتا ہے اس صورت میں مزکی کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں جس سے چاہے تقویم کرے بشرطیکہ دونوں رواج میں یکساں ہوں ورنہ رائج تر متعین ہوگا اس ضابطہ کی چار صورتوں میں ان چھ حالتوں کو ضرب دیجئے تو چوبیس ہوتی ہیں جس کے اختلاف کی پوری تفصیل موجب تطویل ورحبکہ ہم ہر صورت کی ایک مثال لکھ چکے وضوح مسئلہ بحمد اللہ اپنے منتہی کو پہنچا جس کے بعد زیادہ اطالت کی حاجت نہیں اب بحمد اللہ یہ دستور العمل کامل ومکمل ہوگیا کہ عالم میں کوئی اختلاط زروسیم ان ۴۷ صورتوں سے خارج نہیں ہوسکتا ایک صورت دونوں جانب کمالِ نصاب بلاعفو کی اور ۱۲ صورتیں ضابطۂ اولیٰ اور ۲۴ ضابطۂ ثانیہ کی اور دو صورتیں کہ صرف چاندی کا مالک ہو یا صرف سونے کا مالک ہو یا صرف سونے کا ان کے احکام مسئلۂ ثانیہ میں واضح ہوچکے اُنتالیس ہوئیں چالیسویں صورت کہ سونا چاندی کچھ نہ رکھتا ہو اس کا حکم خود ظاہر اب یہ مسائل بحمد اللہ تعالٰی تمام صور کے بیان احکام کو کافی ووافی ہوگئے انھیں سے آئندہ کی زیادت ونقصان کے احکام نکل آئیں گے کہ آخر ہو کر انھیں سینتیس صورتوں سے ایک میں رہے گا غایت یہ کہ تبدیل صورت ہوجائے مثلاً پہلے جو مال تھا ضابطۂ اولیٰ کی صورت یکم پر تھا اب بڑھ کر ضابطۂ ثانیہ یا اولیٰ کی دوم یا اولین الصور پر ہوگیا وعلی ہذا القیاس۔ یوہیں گھٹ کر ۴۰ صورتوں سے باہر نہ جائے گا تو کوئی حکم ایسا نہیں جسے یہ مسائل نہ بتائیں۔ زیادت ونقصان میں کہاں زکوٰۃ گھٹے بڑھے گی کہاں نہیں یہ مسئلہ ثانیہ وثالثہ سے دیکھ لیجئے۔ اُمید کرتا ہوں کہ یہ شرح والیضاح جو الفتاح اسی تحریر فقیر کا حصۂ خاصہ ہو والحمد للہ رب العٰلمین **اب صورت جزئیہ مسئول عنہا کا حکم** نکالنا کتنی بات ہے ۸۶ تولے ۲ ماشے سونا اور ۳۴۱ تولے چاندی اول ہر ایک کی نصابیں الگ نکال لیجئے ۸۶ تولے ۲ ماشہ میں سونے کی ۹ نصابیں کامل ہوئیں جن پر ایک تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ سونا واجب ہوا اور ۸ ماشے فاضل بچا کہ اپنی نصاب میں عفو ہے ۳۴۱ تولے میں ۳۱۵ تولے کی چھ نصابیں کامل جن پر ۷ تولے ۱۰ ماشے ۴ سُرخ چاندی واجب اور ۲۱ تولے کی دو نصاب خمس ہوئیں جن پر ۶ ماشہ ۲ $\frac{2}{5}$ سرخ واجب ان کا مجموعہ ۸ تولے ۴ ماشے ۶ $\frac{2}{5}$ سُرخ ہوا اور مال میں ۵ تولے چاندی فاضل رہی کہ اپنی نوع میں عفو ہے اب یہ صورت ضابطہ ثانیہ کی ہوئی کہ دونوں جانب ایک قدر عفو قابل ضم موجود ہے اس میں اُن چھ حالتوں کی جانچ باقی رہی چاندی کو سونا کیجئے تو ۵ تولے چاندی عام نرخ سے اس قابل نہیں کہ ۸ ماشے سونے کی قیمت پہنچے جو اُس ۸ ماشہ سے مل کر خمس نصاب ذہب یعنی ۱ تولہ سونا بنائے اور زکوٰۃ واجب کرے اب سونے کو چاندی کیجئے تو آج کل کے بھاؤ سے[1] ۸ ماشہ سونا بیشک ۱۶ تولے چاندی سے کچھ زیادہ ہی کا ہے تو وہ اس ۵ تولے چاندی سے مل کر ۲۱ تولے چاندی سے کچھ زائد ہوگا یہ دو نصاب خمس اور حاصل ہوئیں جن پر ۶ ماشے ۲ $\frac{2}{5}$ سُرخ چاندی اور بڑھی تو یوں ہیں کریں گے اور ۸۶ تولے سونے ۳۴۱ تولے چاندی پر ۱ تولہ ۸ ماشہ ۲ سُرخ سونا اور ۸ تولے ۱۱ ماشے $\frac{4}{5}$ ۴ سُرخ چاندی واجب مانیں گے $\frac{4}{5}$ سُرخ کے معنی رتی کے چار خمس جسے تقریباً ایک رتی چاندی کہئے یہ عام بھاؤ کے اعتبار سے ہے اور اگر بوجہ صنعت نفس مال کے کوئی قیمت بڑھ گئی ہو تو اُس کا حساب مالک کو معلوم ہوگا اُس کے لیے وہ قاعدہ منیرہ واجب الحفظ ہم اوپر لکھ ہی چکے۔ غرض للہ الحمد والمنۃ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے بتوفیق المولی سبحانہ وتعالٰی ان مسائل کو ایسی شرح وتحلیل وبسط جلیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شاید اُن کی نظیر کتب میں نہ ملے اُمید کرتا ہوں جو شخص ان سب کو بغور کامل خوب سمجھ لے گا وہ ہزارہا مسائل زکوٰۃ کا حکم ایسا بیان کرے گا جیسے کوئی عالم محقق بیان کرے جن مسائل میں فقیر نے آج کل کے بعض مدعیان فقاہت وتحدیث بلکہ امامت لنون لقد

[1] نرخ باختلاف اعصار بھی مختلف ہوتا ہے اگر وہاں ۸ ماشے سونا ۱۶ تولے چاندی سے کم کا ہو تو نصف خمسہ میں ایک خمس کم ہوجائے گی جس کے سبب مقدار واجب ۳ ماشہ ۱ $\frac{3}{5}$ سُرخ چاندی گھٹا دیں گے ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حدیث کو فاحش غلطیاں کرتے دیکھا کم علم آدمی جو ان تحریرات فقیر کو بنہج احسن سمجھ لے گا ان شاء اللہ تعالٰی بے تکلف صحیح و صاف ادا کرے گا مگر حاشا ہرگز اردو عبارت جان کر اپنی فہم پر قناعت نہ کرے کہ نازک یا غور طلب بات جو آدمی کی اپنی استعداد سے ورا ہو کسی زبان میں کیسی ہی واضح ادا کی جائے پھر نازک ہے بلکہ واجب کہ کسی عالم کامل سے ان مسائل کو پڑھ لے تاکہ بحول اللہ تعالٰی اس باب میں خود عالم کامل ہو جائے۔ واستغفر واللہ العظیم الاعظم عما جری علی لسان القلم وصلی اللہ تعالٰی علیہ سیدنا ومولانا محمد ن النبی الاکرم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ سابعہ

صحیح تعداد زکوٰۃ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جو ہر سال مقدار واجب سے کم زکوٰۃ میں دیا گیا ہے وہ محسوب زکوٰۃ ہوا یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب

بیشک محسوب ہوا کہ ادائے زکوٰۃ کی نیت ضرور ہے مقدار واجب کا صحیح معلوم ہونا شرائط صحت سے نہیں غایت یہ کہ ایک جزء واجب کے ادا میں تاخیر ہوئی اس سے مذہب ارجح پر گناہ سہی زکوٰۃ مؤدی کی نفی صحت تو نہیں والامرین غنی عن التبیین پس ہر سال جتنا زکوٰۃ میں دیا وہ قطعًا ادا ہوا اور جو باقی رہتا گیا وہ اُس پر دین ہوا کیا حتی کہ اگر کسی نصاب کے معارض ہو جائے گا تو اُسی قدر مقدار واجب گھٹ جائے گی۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ دین عبد (یعنی بندوں میں جس کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہو اگرچہ دین حقیقۃً اللہ عزوجل کا ہو جیسے دین زکوٰۃ جس کا حق مطالبہ بادشاہِ اسلام اعزاللہ نصرہ کو ہے) انسان کے حوائج اصلیہ سے ہے ایسا دین جس قدر ہوگا اتنا مال مشغول بحاجت اصلیہ قرار دے کر کالعدم ٹھہرے گا اور باقی پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر بقدر نصاب ہو مثلاً ہزار روپے پر حولان حول ہوا اور اُس پر پانسو قرض ہیں تو پانسو پر زکوٰۃ آئے گی اور ساڑھے نوسو دین ہے تو اصلاً نہیں کہ باقی قدر نصاب سے کم ہے۔ درمختار میں ہے لازکوٰۃ علی مدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابًا اُسی میں ہے فارغ عن دین لہ مطالب من جہۃ العباد سواء کان للہ تعالٰی کزکوٰۃ وخراج اوللعبد الخ ردالمحتار میں ہے المطالب ہنا السلطان تقدیرًا لان الطلب لہ فی زکوٰۃ السوائم وکذا فی غیرہا لم یبطل حقہ عن الاخذ اھ ملخصًا والیضاحہ فیہ یوں ہیں دو سو چالیس درم شرعی کہ ایک نصاب کامل وایک خمس ہے (دو سو درم کی ۵۲ ۱/۲ تولے چاندی ہوئی اور چالیس کی ۱۰ ۱/۲ تولے) ان پر چھ درم شرعی زکوٰۃ کے واجب اگر مالک جہلًا یا سہوًا یا عمدًا ہر سال پانچ درم دیتا گیا[۱] تو سال اول ایک درم زکوٰۃ کا اُس پر دین رہا دوسرے سال وہ گویا دو سو انتالیس[۲۳۹] ہی درم کی جمع رکھتا ہے کہ ایک درم مشغول بہ دین ہے تو نصاب خمس کہ دو سو کے بعد چالیس کامل تھی جاتی رہی اور اس سال صرف دو سو درم کی زکوٰۃ یعنی پانچ ہی واجب ہوئے پس وہ جب تک ایک درم مذکور ادا نہ کرے یا سال تمام پر اُس کی حاجت سے فارغ ایک درم اور جمع نہ ہو جائے جب تک اُس پر یہی پانچ درم واجب ہوا کریں گے البتہ ادائے دین زکوٰۃ کی تاخیر سے گنہگار ہوگا اور یہ گناہ اصرار کے بعد کبیرہ ہو جائے گا والعیاذ باللہ تعالٰی اور اگر صورت مذکورہ

---

[۱] یعنی اپنی آمدنی سے دیتا رہا اور جمع اُسی قدر قائم رہی نہ کم ہوئی نہ زائد ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یں فرض کیجئے کہ وہ ہر سال ایک ہی درم دیتا رہا تو سال اول اُس پر پانچ درم زکوٰۃ کے دین رہے سال دوم میں گویا صرف دو سو پینتیس ۲۳۵ جمع ہیں اس سال وہی پانچ ہوئے اور دیا ایک ہی تو اب چار اور قرض ہو کر نو درم دین ہوگئے۔ تیسرے سال تیرہ چوتھے میں سترہ یوں ہی ہر سال دین زکوٰۃ چار چار بڑھتے جائیں گے اور واجب پانچ پانچ ہوتے رہیں گے کہ دو سو سے دو سو انتالیس تک پانچ ہی درم ہیں جب سال دہم میں اکتالیس درم دین ہو جائیں گے تو گیارھویں سال اُس پر زکوٰۃ ہی نہ ہوگی کہ جمع صرف ایک سو ننانوے ٹھہریں گے کہ نصاب سے کم ہیں سال یازدہم بھی اگر اُس نے ایک درم حسب دستور دے دیا تو پھر پانچ درم واجب ہو جائیں گے کہ اب دین میں صرف چالیس درم رہے اور دو سو پورے جمع قرار پائے وعلی ہذا القیاس۔ غرض سنین ماضیہ میں کم دینے والا اس تفصیل حساب کو خوب سمجھ کر جتنا دین اُس کے ذمّے نکلے فی الفور ادا کرے۔ رد المحتار میں ہے لوکان لہ نصاب حال علیہ حولان ولم یزکیہ فیھما لازکوٰۃ علیہ فی الحول الثانی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴

از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ مولوی شفاعت اللہ صاحب طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ عرصہ تین سال سے زیور طلائی ونقرئی کی حسب تفصیل ذیل اور نقد روپے کی عرصہ تین سال سے مالک ہے اس کے علاوہ اثاث البیت ضروری خرچ کا بھی رکھتی ہے اور روپیہ مذکور میں سے چار روپے ماہوار عرصہ تین سال سے متواتر خرچ ہوتا رہا ہے اب مسماۃ مذکورہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتی ہے کس طرح سے ادا کرے بیان فرمائیے زیور طلائی ۴ تولہ ۶ ماشہ ۳ سرخ زیور نقرئی ۵۰ نقد روپیہ ۱۰۰۰

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ زیور ہر سال اتنا ہی رہا کم وبیش نہ ہوا تو ہر سال جو سونے کا نرخ تھا اُس سے ۴ تولہ ۶ ماشہ ۳ سرخ کی قیمت لگا کر زیور نقرہ کے وزن میں شامل کی جائے گی اور ہر ساڑھے باون تولے چاندی پر اُس کا چالیسواں حصّہ پھر ہر ساڑھے دس تولے چاندی پر اُس کا چالیسواں حصّہ واجب آئے گا اخیر میں جو ساڑھے دس تولے چاندی سے کم بچے معاف رہے گی ہر دوسرے سال اگلے برسوں کی جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی آئی مال موجود میں سے اُتنا کم ہو کر باقی پر زکوٰۃ آئے گی تین سال سے یہ نقد روپیہ بھی بدستور حساب میں شامل کیا جائے گا اور ہر دوسرے سال جتنے روپے خرچ ہوگئے کم کر لیے جائیں گے یوں تین سال کا مجموعی حساب کر کے جس قدر زکوٰۃ فرض نکلے سب فوراً فوراً ادا کر دینی ہوگی اور اب تک جو ادا میں تاخیر کی بہت زاری کے ساتھ اُس سے توبہ فرض ہے اور آئندہ ہر سال تمام پر فوراً ادا کی جائے یہ اگلے تین برسوں میں اس کے سال تمام ہونے کے دن سونے کا بھاؤ دریافت کرنے میں دقت ہو تو احتیاطاً زیادہ سے زیادہ نرخ لگائے کہ زکوٰۃ کچھ رہ نہ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵

از دورو ضلع نینی تال مرسلہ عبداللہ صاحب دوکاندار ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ پورا نصاب کتنا ہوتا ہے جیسا علمی خطبہ کے اندر تحریر کرچکے ہیں وہ ٹھیک ہے اُن کا قول یہ ہے کہ ساڑھے ، تولے سونا ہو یا ساڑھے باون تولے چاندی ہو دونوں میں سے ایک چیز ہو وہ اہلِ زکوٰۃ اہلِ نصاب ہوگیا علمائے دین کو غور کرنا چاہئے کہ ساڑھے باون تولے چاندی ہے اور گھر میں چار چھ آدمی کھانے والے اور خرچ کرنے والے ہیں تو وہ شخص اہلِ نصاب اہلِ زکوٰۃ ہوگیا دوسری گزارش یہ ہے کہ مالابدمنہ میں لکھا ہوا ہے کہ کارروائی سے زیادہ ہو سال بھر اس پر گزر جائے یعنی حاجت سے زائد ہو تو جس قدر ایک شخص کے پاس پچاس روپے کا کپڑا تجارت کا ہے اور اس سے اُس کی اوقات بسری ہوتی ہے ساٹھ روپیہ کا زیور ہر وقت کے پہننے کا ہے اور اسی روپے اُس کے پاس نقد ہیں اور گھر میں کھانے کو کل ایک مہینے کا ہے اور پچانوے روپے کا مہر عورت کا ہے یعنی قرضدار ہے وہ مالک نصاب کا ہوگیا یا نہیں حضور ہم لوگوں کا آپ پر یقین کامل ہے جب تک کوئی حکم حضور کے یہاں سے نہ ملے گا ہم کچھ نہیں کرسکتے اور ایک تحریر پیشتر حضور کی خدمت میں روانہ کرچکا ہوں اس کا کوئی جواب نہیں ملا حضور کو غور کرنا چاہئے یہاں پر چھوٹو مولوی کبھی کچھ بتاتے ہیں کبھی کچھ شریعت کے اندر رخنہ بازی ہے ہم لوگوں کا یقین آپ پر ہے آپ جیسا لکھیں گے ویسا ہم مانیں گے آپ کے خلاف نہیں کرسکتے ایک مسئلہ کو چار جگہ دریافت کرو علیحدہ علیحدہ راہ ہوگی اس کی کیا وجہ ہے رائے کا اتفاق کیوں نہیں ہے ہم لوگوں کو بہت پریشانی ہوتی ہے کوئی مطلب ٹھیک نہیں ملتا ہم لوگوں پر عنایت فرمائیے اور دلی مراد پوری کیجئے۔

الجواب

فی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو اُس کے پاس ہو اور سال پورا اس پر گزر جائے اور کھانے پہننے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اُسے نصاب سے کم نہ کردے تو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ پہننے کا زیور ہو زیور پہننا کوئی حاجتِ اصلیہ نہیں گھر میں جو آدمی کھانے والے ہوں اس کا لحاظ شریعت مطہرہ نے پہلے ہی فرمالیا سال بھر کے کھانے پینے پہننے تمام مصارف سے جو بچا اور سال بھر رہا اُسی کا تو چالیسواں حصّہ فرض ہوا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ تمہیں آخرت میں بھی عذاب سے نجات ملے جس سے آدمی تمام جہان دے کر چھوٹنے کو غنیمت سمجھے اور دنیا میں تمہارے مال میں ترقی ہو برکت ہو یہ خیال کرنا کہ زکوٰۃ سے مال گھٹے گا نرا ضعفِ ایمان ہے مولیٰ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کو ترقی و افزونی دیتا رہے جسے وہ بڑھائے وہ کیونکر گھٹ سکتا ہے یہ خیال کہ اس وقت اگر سو روپیہ میں سے ڈھائی روپیہ کم ملنے میں اُٹھادیں گے تو آئندہ بال بچے کیا کھائیں گے محض شیطانی وسوسہ ہے زکوٰۃ سے اگر برکت بھی ملتی تو ڈھائی روپیہ سو میں سے کم ہوجاتا رزق نہ چھنتا آئندہ سال اگر مال بڑھ گیا کہ سال بھر کا بال بچوں سب کا خرچ ہوا اور وہ روپیہ بدستور رکھے رہے جب تو اس وسوسہ کا جھوٹ ہونا علانیہ ظاہر ہوجائے گا اور اگر اُن میں سے کھانے پینے کی حاجت پڑی یہاں تک کہ نصاب سے کم رہ گیا تو اب آپ سے کوئی زکوٰۃ نہ مانگے گا مگر بال بچوں کی فکر اگلے سال کے لیے کیا ہوگی وہ جو جمع تھے کھانے پینے میں اُٹھ گئے اور اب زکوٰۃ بھی نہیں جس کے سر الزام دھر دو گے کیونکر جیو گے ایسی کمزوریاں شیطان سکھاتا ہے عورت کا مہر جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہوتا ہے اور عمر بھر ادا کا خیال تک نہیں آتا اُسے زکوٰۃ نہ دینے کا حیلہ نہ بنانا چاہئے وھو تعالیٰ اعلم۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۴۴ برس ہوئے جو میں ۱۳ تولے ۶ ماشے سونے اور عہ بھر چاندی کے مالک ہوئی چاندی نو دس برس تک بدستور رہی گیارھویں سال خرچ ہوگئی اور سونا دو برس تک اسی قدر رہ کر تیسرے سال پانچ تولہ خرچ ہوگیا کہ سال تمام میں صرف ۸ تولہ ۶ ماشہ تھا پانچویں سال ڈھائی تولہ اور خرچ ہوا کہ سال تمام میں صرف ۶ تولہ تھا اور وہی بیالیس برس تک رہا پھر وہ بھی اپنی دختر کو ہبہ کر دیا جن برسوں تک وہ چاندی میرے پاس تھی بلکہ اس کے بعد بھی سونے کا بھاؤ عہ تولہ رہا اور چاندی روپیہ کی روپیہ بھر اس صورت میں مجھ پر زکوٰۃ کس قدر واجب ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ظاہر ہے کہ سال اول میں سونا بقدر نصاب بلکہ زائد ہوا اور چاندی نصاب تک بھی نہ پہونچی تو اسی کو سونے سے قیمۃً ضم کریں گے اس وقت کے نرخ سے عہ کا تین تولہ ۱ ماشہ ۴ سرخ سونا ہوا تو گویا اس سال ۱۶ تولے ۷ ماشہ ۴ سرخ سونا تھا جس میں ۱۵ تولے دو نصاب کامل جن پر واجب ۴ ماشہ ۴ سرخ سونا اور ڈیڑھ تولہ نصاب خمس ہے جس پر واجب ۳ ۳/۵ سرخ کل واجب ۴ ماشہ ۷ ۳/۵ سرخ باقی ایک ماشہ ۴ سرخ عفو رہا **سال دوم** بعد اخراج دین زکوٰۃ گویا ۱۶ تولے ۲ ماشہ ۴ ۲/۵ سرخ سونا تھا جس میں دو نصاب کامل کا واجب ۴ ماشہ ۴ سرخ باقی ایک تولہ ۲ ماشہ ۴ ۲/۵ سرخ عفو مجموع واجبین ۹ ماشہ ۳ ۳/۵ سرخ **سال سوم** صرف ۸ تولے ۶ ماشہ سونا تھا کہ بعد ضم نقرہ ۱۱ تولہ ۷ ماشہ ۴ سرخ ہوا اس سے مجموع واجبین منہا کیا تو ۱۰ تولے ۱۰ ماشہ ۲/۵ سرخ سونا بچا کہ ایک نصاب کامل ہے واجب ۲ ماشہ ۲ سرخ اور دو نصاب خمس واجب ۱ ۳/۵ سرخ کل واجب ۳ ماشہ ۱ ۳/۵ سرخ باقی ۱۰ تولے سے جو زائد تھا عفو ہوا کل واجبات ایک تولہ ۴ ۴/۵ سرخ **سال چہارم** بھی اتنا ہی سونا یعنی گیارہ تولے ۷ ماشہ ۴ سرخ تھا بعد اخراج واجبات ۱۰ تولے ۲ ماشہ ۷ ۱/۵ سرخ بچا کہ اس پر بھی وہی نصاب کامل و دو نصاب خمس کا ۳ ماشہ ۱ ۳/۵ سرخ واجب ہوا زیادہ کی رتیاں عفو ہیں کل واجبات ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ سرخ **سال پنجم** صرف ۶ تولے سونا تھا کہ بعد اخراج واجبات ۴ تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ رہا یہ بھی نصاب نہیں اور ادھر چاندی بھی نصاب نہیں اب اگر سونے کو چاندی کرتے ہیں تو اس کی قیمت پوری [illegible] ہو کر [illegible] کی چاندی ٹھہرتی ہے جس میں دو نصاب کامل ۱عہ ایک نصاب خمس لعہ ۳ ۲ ۲/۵ پائی کل [illegible] ۳ ۲ ۲/۵ پائی باقی [illegible] ۹ ۳/۱۳ پائی عفو اور اگر چاندی کو سونا کرتے ہیں تو عہ کا ۳ تولہ ایک ماشہ ۴ سرخ سونا مل کر کل سونا ۷ تولہ ۹ ماشہ ۶ سرخ قرار پاتا ہے جس میں صرف ایک نصاب کامل باقی ۳ ماشہ ۶ سرخ سونا عفو رہے گا ظاہر ہے کہ عہ اس عفو سے کہیں زیادہ ہے تو اس صورت میں نفع فقراء چاندی ہی کرنے میں ہے لہذا وہی کریں گے اور ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ چاندی واجب مانیں گے **سال ششم** سونا وہی ۴ تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ ہے مگر چاندی بوجہ دین سال پنجم گھٹ گئی عہ کی چاندی کا وزن ۴۶ تولہ ۱۰ ماشہ ۴ سرخ ہے جس سے واجب سال پنجم گھٹا کر ۴۳ تولہ ۱۱ ماشہ ۶ ۴/۵ سرخ چاندی بچی کل کو چاندی کرتے ہیں تو سونے کے [illegible] روپیہ کے ۷۰ تولہ ۳ ماشہ ۶ سرخ چاندی مل کر کل چاندی ۱۱۴ تولہ ۳ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ سرخ ہوتی ہے جس میں ۱۰۵ تولے کے صرف دو نصاب کامل باقی ۹ تولہ ۳ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ چاندی عفو رہے گی اور کل کو سونا کرتے ہیں تو ۴۳ تولہ ۱۱ ماشہ ۶ ۴/۵ سرخ چاندی کا سونا ۲ تولہ ۱۱ ماشہ ۱ [illegible] سرخ ملا کر کل سونا ۷ تولہ ۷ ماشہ ۳ [illegible] سرخ ہوا جس میں ۷ ۱/۲ تولہ نصاب کامل اور صرف ایک ماشہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳ ۳/۲۵ سرخ عفو بچا پر ظاہر ہے کہ یہ عفو عفو سیم سے بہت کم ہے لہذا اس سال سونا ہی کریں گے اور ۲ ماشہ ۴ سرخ طلا واجب مانیں گے کل واجبات ذہب ایک تولہ ۹ ماشہ فضہ ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ **سال ہفتم** چاندی تو وہی ۳۲۴ تولہ ۱۱ ماشہ ۶ ۲/۵ سرخ رہی مگر سونا صرف ۴ تولہ ۹ ماشہ رہا کہ واجب سال ششم نکل گیا جس کا ۷ ۴ تولہ ۹ ماشہ چاندی تو چاندی کرنے میں کل فضہ ۱۱۱ تولے ۵ ماشہ ۶ ۲/۵ سرخ جس میں وہی دو نصاب کامل نکل کر ۴ تولہ ۵ ماشہ ۶ ۲/۵ سرخ عفو ہوگی اور سونا کرنے میں کل ذہب ۸ تولہ ۵ ماشہ ۱ ۱۳/۲۵ سرخ ہوتا ہے کہ نصاب سے بھی گھٹ کر سب عفو ہوا جاتا ہے لہذا اس سال سب چاندی ہی کریں گے اور وہی ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ سیم واجب مانیں گے اب کل واجبات ذہب وہی ایک تولہ ۹ ماشہ اور فضہ ۵ تولے ۹ ماشہ ۲ ۲/۵ سرخ **سال ہشتم** سونا وہی ۴ تولہ ۹ ماشہ اور چاندی ۱۴۱ تولہ ایک ماشہ ۱ ۳/۵ سرخ رہی کہ واجب سال ہفتم خارج ہوگیا ظاہر ہے کہ اب کبھی سونا نہیں کر سکتے کہ جب سال ہفتم چاندی ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ اس سے زائد تھی وہ اس سونے میں مل کر تو نصاب ذہب نہ بنا تی تھی اب اتنی گھٹ کر کس طرح نصاب بنا سکے گی لہذا اس سونے کے وہی ۷ ۴ تولہ ۹ ماشہ چاندی ملا کر کل چاندی ۱۸۰ تولے ۷ ماشہ ۱ ۳/۵ سرخ مانی اس میں بھی ۱۰۵ تولے پر وہی ۲ تولے ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ سیم واجب ہوئی باقی معاف وہی کل واجبات ذہب ایک تولہ ۹ ماشہ فضہ ۸ تولے ۷ ماشہ ۷ ۳/۵ سرخ **سال نہم** واجب سال ہشتم گھٹ کر مع سیم ذہب کل چاندی ۱۰۵ تولہ ۸ ماشہ ۴ ۲/۵ سرخ بچی جس پر ۲ تولے ۷ تولے کی کسریں عفو ہو کر واجب مذکور لازم آیا کل واجبات ذہب بدستور فضہ ۱۱ تولہ ۶ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ **سال دہم** واجب سال نہم گھٹ کر کل چاندی ۱۰۲ تولے ۹ ماشہ ۷ ۱/۵ سرخ بچی اب دوسری نصاب کامل نہ رہی بلکہ صرف ایک نصاب کامل اور چار نصاب خمس ہیں جن پر واجب ۲ تولے ۷ ماشہ ۴ سرخ کل واجبات ذہب بدستور۔ فضہ ۱۴ تولے ۲ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ **سال یازدہم** میں چاندی نہ رہی اور سونا کہ باقی رہا قابل نصاب نہیں لہذا اس سال کے بعد آجتک کچھ واجب نہ ہوا اور کل مطالبہ سونا ڈیڑھ تولہ چاندی ۱۴ تولے ۲ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ لازم آیا واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۱

از مفتی گنج ضلع پٹنہ ڈاک خانہ ایکنگر سرائے مرسلہ محمد نواب صاحب قادری و دیگر سکان مفتی گنج ۲۷ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ زید کی بیوی ہندہ صاحب نصاب ہے اور مال از قسم زیورات ہے۔ جو خاص ہندہ کی ملکیت ہے یعنی وہ اپنے میکہ سے لائی ہے زید اس کو ہدایت ادائے زکوٰۃ کی کرتا ہے مگر اُس کی سمع قبول میں نہیں آتی ہے تو یہ فرمائیے کہ شوہر سے اُس کے اس عصیان پر مواخذہ ہے یا نہیں اور اُس کی طرف سے درآنحالیکہ اس کی آمدنی وجہ کفاف سے بیش نہیں ادائے زکوٰۃ کا مکلف شرعاً ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس عورت پر زجر اور فہمائش کی ضرورت ہو تو کس حد تک اور اگر زید نے اپنے روپیہ سے کچھ زیور بنوا کر ہندہ کو دیا ہو تو اس زیور پر کیا حکم ہے۔

الجواب

زیور کہ ملک زن ہے اُس کی زکوٰۃ ذمہ شوہر ہرگز نہیں اگرچہ اموال کثیرہ رکھتا ہو نہ اُس کے نہ دینے کا اس پر کچھ وبال لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی ہاں اس پر تفہیم و ہدایت اور بقدر مناسب تنبیہ و تاکید (جس کی حالت اختلاف حالات مرد و زن سے مختلف ہوتی ہے) لازم ہے قوا انفسکم واھلیکم نارا (اور وہ زیور کہ عورت کو دیا اور اس کی ملک کر دیا اس پر بھی یہی حکم ہے اور اگر ملک نہ کیا بلکہ اپنی ہی ملک میں رکھا

http://ataunnabi.blogspot.in
for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور عورت کو صرف پہننے کو دیا تو جبتک اس کی زکوٰۃ مرد کے ذمہ ہے جبکہ خود یا دوسرے مال سے مل کر قدر نصاب فاضل من الحاجۃ الاصلیۃ ہو
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸

مرسلہ عبدالصبور صاحب سوداگر ۶ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

ایک شخص نے ایک ہزار روپے کسی روزگار میں لگائے بعد سال ختم ہونے کے اس کے پاس مال دو سو روپیہ کا رہا اور قرض میں پانچ سو روپیہ رہا اور نقد میں چار سو روپیہ مع منافع ایک سو کے رہا آیا کل گیارہ سو روپیہ کی زکوٰۃ نکالی جائے یا کس قدر کی۔

الجواب

سال تمام پر کل گیارہ سو کی زکوٰۃ واجب ہے مگر چار سو نقد اور دو سو کا مال ان کی زکوٰۃ فی الحال واجب الادا ہے اور پانچسو کہ قرض میں پھیلا ہوا ہے جب اس میں سے بقدر گیارہ روپیہ تین آنے ۲ ۲/۵ پائی کے وصول ہوتا جائے اس کا چالیسواں حصہ ادا کرتا رہے اور اگر فی الحال سب کی زکوٰۃ دے دے تو آئندہ کے بار بار محاسبہ سے نجات ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹

مسئلہ از شہر سوالہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا وہ رہے گا یا نرخ بازار جو بروقت دینے زکوٰۃ کے ہے بینوا توجروا

الجواب

سونے کے عوض سونا چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی نرخ نہ بنوانے کے وقت کا معتبر ہو نہ وقت ادا کا اگر ادا سال تمام کے پہلے یا بعد ہو جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی وتاریخ وقت جب عود کریں گے اس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا اس وقت کا نرخ لیا جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس تخمیناً ۲۵ تولے چھ ماشہ زیور طلائی موجود ہے اور علاوہ اس کے تخمیناً ۱۵ تولے زیور نقرئی و ۲ تولے زیور طلائی بالعوض مبلغ ۵ـــہ روپیہ کی رہن ہے اور عـــہ روپیہ نقد بھی موجود ہیں اور مال تجارت میں کہ جو فروخت سے باقی رہ گیا ہے وہ تخمیناً مالیتی ۱۲۰۰ کا ہے تو اس میں زکوٰۃ کس طور سے ادا کی جائے گی۔

الجواب

اتنا زیور رہن ہیں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اتنا زیور دوسرے شخص کا اس کے پاس ــــہ پر رہن ہے دوسرے یہ کہ اتنا زیور اس کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دوسرے کے پاس ۵۶ پر رہن ہے پہلی صورت میں وہ زیور اس کا نہیں اُس کی زکوٰۃ اُس پر نہیں ہوسکتی بلکہ اُن چھپن پر زکوٰۃ ہوگی جو اس نے اُس راہن کو قرض دیئے، یوں ہی اُس تقدیر پر اس کے پاس مالِ زکوٰۃ یہ ہوا دو ماشے سونا ۲۵ تولے چاندی اور ۸۰ روپیہ اور ۱۱۰ کا مال تجارت ۲ ماشے سونا ہونے کی نصاب نہیں اُسے بھی چاندی میں شامل کیا جائے گا اگر ۱۱ تولے کا ہے تو چار روپیہ اُس کے پڑیں گے اور باون تولے ۶ ماشے وزن کے ۵۶ ہوئے تو کل مال ۲۷۰ بھر چاندی ہوا جس میں چار نصاب کامل ۲۱۰ ہیں اور چار خمس نصاب ۴۲ و ۳ پائی اس پر واجب چھ تولے تین ماشے ۴ رتی چاندی ہوئی باقی عفو ہے دوسری صورت میں وہ زیور اسی کا ہے مگر اُس کی زکوٰۃ اُس پر واجب نہیں جب تک وہ قبضہ مرتہن میں ہے اس تقدیر پر فی الحال اس کے پاس مالِ زکوٰۃ یہ ہوا ۲ ماشے سونا ۲۵ تولے اور ۶ ماشہ چاندی اور ۱۹۰ نقد و مال تجارت جس میں سے ۵۶ دین کے نکل کر ایک سو روپیہ بارہ آنہ رہے سونا چار روپے کا ہو تو کل ۱۳۰ ہوئے جس میں دو نصاب کامل ۱۰۵ ہیں اور چار خمس نصاب ۲۱ پائی اُس پر واجب ۳ تولے ۸ ماشے ۴ رتی چاندی ہوئی باقی عفو ہے واللہ اعلم

مسئلہ ۱۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے زکوٰۃ کے واسطے چاندی کا نصاب کس قدر روپیہ یا کس قدر وزن ہے اور ایسے ہی سونے کا کس قدر ہے رانی کھیت میں چند دنوں سے ایک عالم واعظ وارد ہیں اُنھوں نے وعظ میں فرمایا کہ پانچ کم دو سو پر زکوٰۃ فرض نہیں جس وقت دو سو روپے پورے ہوجائیں اور ایک سال اُن پر گزر جائے اُس وقت زکوٰۃ دینا فرض ہوگی اور روپیہ رائج الوقت گورنمنٹ انگلیشیہ کا جس کا وزن سوا گیارہ ماشے ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب چاندی کی نصاب ساڑھے باون تولے ہے جس کے سکہ رائجہ سے چھپن روپے ہوئے اور سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے درمختار میں ہے نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل مثقال ساڑھے چار ماشے ہے تو درہم کہ اس کا ۷/۱۰ ہے تین ماشے ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا کشف الغطا میں ہے مثقال بیست قیراط و قیراط یک حبہ و چہار خمس حبہ و حبہ کہ آنرا بفارسی سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد جواہر الاخلاطی میں ہے الدرھم الشرعی خمس وعشرون حبۃ وخمس حبۃ یعنی درہم شرعی پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہے اب حساب سے واضح ہوسکتا ہے کہ دو سو درم نصاب فضہ کے ۵۲ تولے ۶ ماشے اور بیس مثقال نصاب ذہب کے ۷ تولے ۶ ماشے ہوئے اور یہاں کا روپیہ کہ ۱۱ ماشے ہے اس سے ۵۶ روپیہ دو سو درم کی برابر ہوئے یہی وزن مبین متون مذہب عامہ شروح و فتاوی میں ہے ردالمحتار میں فرمایا علیہ الجم الغفیر والجمھور الکثیر واطباق کتب المتقدمین والمتاخرین تو اس کے خلاف پر عمل جائز نہیں عقود الدریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے العمل بما علیہ الاکثر فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیہ شامی میں کہا **اقول** ویظھر للعبد الضعیف انہ الاوجہ فان الشرع المطھر انما اعتبر النصاب بتحدید الغنی یوجب الزکوٰۃ والغنی بالمالیۃ النامیۃ دون العدد فمن ملک مائۃ ساوت مائتی درھم فقد ساوی الغنی الشرعی فی الموجب ارأیت لو تعورف فی بلد درھم یساوی فی الوزن مائتی درھم ولم توجب علیہ الا بعد ما یملک مائتین من ھذا کان حاصلہ ان من ملک فی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

العرب مثلا هذا القدر من الفضة كان غنيا قد انعقد عليه النصاب ومن ملك فی ذلك البلد قريبا من اثنی امثال تلك الفضة يكون فقيرا لا يخاطب بالزكاة بل يحل له اخذ الزكاة فيؤل الی ان من ملك قدر ربية يامر الا النهج بان يعطی من ربية لمن يملك مائتی ربية الا واحدة وسد الخلة فانه لقلة ماله فقير وهذا غنی هذا مما لا يقبله العقل فافهم والله اعلم ما كتبته .

از ناناوہ کچہری کلکٹری مرسلہ مولوی وصی علی صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۷ھ

مسئلہ ۲۲

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ہاتین المسئلتین (۱) زید اس وقت آٹھ تولے چھ ماشے زیور طلائی اور ۷۳ تولے چھ ماشے زیور نقرئی کا مالک ہے (۲) عمرو ۹ تولے چھ ماشے زیور طلائی اور ۱۵۲ تولے تین ماشے زیور نقرئی کا مالک ہے دونوں کو کس قدر زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے۔ المستفتی عبدالودود بموجب ضوابط مندرجہ تحفۂ حنفیہ میں نے اس کو یوں نکالا ہے (۱) آٹھ تولے چھ ماشے جس میں سے $7\frac{1}{2}$ تولہ نصاب ہونے کے بعد خمس $1\frac{1}{2}$ تولہ تک نہیں پہونچا لہٰذا دو ماشے دو رتی واجب الادا نہ کہ ہوئی اور ایک تولہ عفو ہوا اور ۷۳ تولہ چھ ماشے میں ایک نصاب چاندی ۵۲ تولے اور دو خمس ۲۱ تولے کل ۷۳ تولے پر ایک تولہ دس ماشہ $\frac{1}{5}$ رتی واجب الادا اور چھ تولے چاندی عفو ہوئی اب دونوں عفو ملحاظ انفع للفقراء ایک تولہ سونے کی ۷۳ تولے چھ ماشے چاندی اس طرح ہوئی کہ ایک تولہ سونا بحساب نرخ حال برابر ہے عہ روپے کے اور عہ کی چاندی عہ پس عہ چاندی اس طرح ہوئی کہ ایک تولہ سونا بحساب نرخ حال برابر ہے عہ روپے کے اور عہ کی چاندی عہ پس عہ چاندی ہیں ۶ تولہ چاندی جو عفو تھی شامل کی گئی تو ۴۱ تولہ ۶ ماشہ ہوئی جس میں چھ ماشے کم چار خمس میں (الف) پورے چار خمس کا ربع عشر ۲ ماشہ ۴ $\frac{4}{5}$ سرخ لیے جو ایک تولہ ۱۰ ماشہ $\frac{4}{5}$ واجب پر بڑھائے تو دو تولہ ۱ ماشہ ۵ $\frac{1}{5}$ سرخ واجب الادا ہوا (ب) اگر تین نصاب خمس $31\frac{1}{2}$ تولہ اضافہ کیا جائے تو نو ماشہ ۳ $\frac{3}{5}$ اضافہ ہوا اور دس تولے عفو رہیں ہوگا اور دو تولے سات ماشے چار رتی واجب ہوگا اگر یہ حساب صحیح ہے تو کون سا اختیار کیا جائے **الف یا ب** (۲) عمرو والے معاملہ میں اسی طریقہ سے $9\frac{1}{2}$ تولہ سونے میں دو نصاب ۱۵ تولے اور ایک خمس $1\frac{1}{2}$ تولہ ہے تو دو نصاب کے ۴ ماشے ۴ سرخ اور خمس کا ۳ $\frac{3}{5}$ کل ۴ ماشے $\frac{3}{5}$ سرخ واجب الادا ہوتا ہے اور عفو کچھ نہیں اور ۱۵۲ تولہ ۳ ماشہ چاندی میں چار نصاب ۲۱۰ تولے اور تین خمس $31\frac{1}{2}$ تولے مجرا ہو کر نو تولے نو ماشے عفو رہتا ہے اور چار نصاب کے ۵ تولے ۳ ماشہ اور تین خمس کا ربع عشر ۹ ماشہ ۳ $\frac{3}{5}$ سرخ ہوگئیں ۶ تولے ۳ $\frac{3}{5}$ سرخ واجب الادا ہوتا ہے اب ایک جانب عفو نہیں اور دوسری جانب ہے اس صورت میں ۹ تولے ۹ ماشہ عفو کو چھوڑ دیا جائے یا اس کو سونا کیا جائے اگر سونا کیا جائے تو اس کے خمس کا ربع عشر کے ۲ ماشہ، $\frac{3}{5}$ سرخ اضافہ کیا جائے یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ عمرو کا حساب صحیح ہے مگر نو تولے نو ماشے چاندی جبکہ سونا کرنے سے $1\frac{1}{2}$ تولہ سونے کی قدر نہ ہو تو اُسے نصاب ذہب میں ملانے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ صورت مذکورہ میں وہ مطلقاً عفو ہے گی ہاں اگر اپنی صنعت کی وجہ سے اُس مقدار تک پہنچ جائے یا بڑھ جائے تو جتنے خمس نصاب ذہب اس میں پیدا ہوں گے اُن کا ربع عشر زکوٰۃ ذہب پر زیادہ کر لیا جائے گا باقی جو خمس کامل سے کم رہا چھوڑ دیا جائے گا حساب زکوٰۃ زید میں تین اہو دانع

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے (۱) تولہ بھر سونا کہ اپنی نوع میں عفو تھا جبکہ نرخ حال سے پچیس روپیہ کا ہے تو اُسے پچیس ہمارا روپیہ بھر چاندی قرار دیں گے جس کی تئیس تولے پانچ ماشے دو رتی چاندی ہوئی کہ روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے نہ یہ کہ تولہ بھر سونے کی قیمت ؏ روپئے کر پھر ان ؏ روپے کی چاندی خریدیں اور ۳۷ تولے چاندی قرار دیں قیمت سکہ ہی سے لگائی جاتی ہے نہ کہ پتھر یا اینٹ سے فتح القدیر میں ہے التقویم فی حق اللہ تعالٰی یعتبر بالتقویم فی حق العباد متی قومنا المغصوب او المستھلک تقوم بالنقد الغالب کذا ھذا فتاوی عالمگیریہ میں ہے یقوم بالمضروبۃ کذا فی التبیین پس مقدار مذکور چھ تولے عفو سیم میں ملانے سے اونتیس ۲۹ تولے پانچ ماشے دو رتی چاندی ہوئی جس میں صرف دو خمس ہیں جن پر ۱۹ ماشے ۴ ۴/۵ سرخ اور واجب ہو کر کل واجب ذمہ زید سونا دو ماشے ۲ ۱/۵ سرخ چاندی دو تولے چار ماشے ۲ ۳/۵ سرخ (۲) پچیس روپوں کے بھر ۳۰ تولے چاندی اگر کی جائے تو چھ تولے عفو سے مل کر ۳۶ تولے ہوتی نہ کہ ۴۱ یہ لغزش قلم تھی (۳) اگر بالفرض ۳۰ تولے اور ملاتے اور حاصل جمع ۴۱ ہی تولے ہوتا تو حساب ب متعین تھا الف کی طرف کوئی راہ نہ تھی کہ جو خمس سے چاول بھر بھی کم ہے وہ خمس کامل ہرگز نہ مانا جائے گا یہ ہمیشہ یاد رکھائے اور فائدہ اولٰی خوب سمجھ لیا جائے کہ فقیر کا ضابطہ جو تحفہ حنفیہ میں چھپا اُس میں اس کی صاف تصریح کی گئی تھی اُن کا جاننا اُس کے ضوابط کے اجرا پر معین ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳

از شہر محلہ ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں (۱) زکوٰۃ زیور طلائی و نقرئی پر کس حساب سے دی جائے آیا قیمت خرید پر یا جو قیمت اُس کی خرید کرنے سے ملتی ہے (۲) زر نقد پر زکوٰۃ ؏ سیکڑہ ہے یا اُس سے کم و بیش (۳) زکوٰۃ کن کن اشیا پر واجب ہے (۴) صدقہ فطر و زکوٰۃ والدین کی جانب سے اولاد اور اولاد کی جانب سے والدین جبکہ خورد و نوش یک جا ہو دے سکتے ہیں۔

الجواب

(۱) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو قیمت ہو اُس کا لحاظ ہوگا اگر مختلف جنس سے زکوٰۃ دینا چاہیں مثلاً سونے کی زکوٰۃ میں چاندی ورنہ سونے چاندی کی خود اپنی جنس سے زکوٰۃ دیں تو وزن کا اعتبار ہے قیمت کا کچھ لحاظ نہیں (۲) صاحبین کا یہی مذہب ہے اور اس میں فقیر کا نفع زیادہ ہے اور دینے والے کو بھی حساب کی آسانی ہے (۳) سونا چاندی اور مال تجارت اور چرائی پر چھوٹے ہوئے جانور (۴) خورد و نوش یکجا ہو یا ان میں دوسرے کی طرف سے کوئی فرض و واجب مالی ادا کرنے کے لیے اُس کی اجازت کی حاجت ہے اگر بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر یا اس کی زکوٰۃ ماں باپ نے اپنے مال سے ادا کر دی یا ماں باپ کی طرف سے اولاد نے اور اصل جس پر حکم ہے اُس کی اجازت نہ ہوئی تو ادا نہ ہوگی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۴

ایک شخص کے پاس گیارہ تولے سونا اور دو سیر چاندی ہے تو اس کو کس قدر زکوٰۃ دینا چاہیے یعنی ان دونوں کی مقدار تحریر فرمائیے کہ اس قدر سونے کی زکوٰۃ کے روپے ہوئے اور اس قدر چاندی کی زکوٰۃ کے بینوا توجروا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

ایک بات لکھئے چاندی کا ٹھیک وزن کتنا ہے صاحبین علیہما الرضوان کے مذہب پر تو حساب سب آسان ہے تین ماشے دو رتی ۳ ۱/۵ چاول بھر سونا اور پانچ روپے بھر چاندی تھے اگر امام اعظم علیہ الرضوان کے مذہب پر چاہیں تو جس دن سال تمام ہوا اُس دن وہ سونا اور چاندی جو اُس کے پاس ہیں بازار کے بھاؤ میں کس نرخ کے تھے اُس کے معلوم ہونے پر حساب موقوف ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵

مسئولہ مولوی سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور کا سگر

زید بشوق زیارت حرمین طیبین کچھ پس انداز کرتا جاتا ہے اس طرح پر اب وہ صاحب نصاب عرصہ سال ڈیڑھ سال سے ہوگیا تو اس کو صدقہ فطر و زکوۃ قربانی عید الضحٰی کرنا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب اُس پر زکوۃ فرض ہے اور صدقہ و قربانی واجب واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶

از خواجہ قطب ۲۷ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس دس اشرفیاں جے پوری وزنی ۱۰ تولہ ۸ ماشہ اور چار اشرفیاں انگریزی وزنی ۳ تولہ ۸ ماشہ جملہ ۲۳ اشرفیاں وزنی ۱۴ تولہ ۲ ماشہ ہیں اور پچیس سال سے اُس نے زکوۃ نہ دی اور ان کے سوا اور کوئی مال زکوۃ نہ اُس کے پاس تھا نہ ہے تو اس صورت میں اس پر کس قدر زکوۃ واجب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نو تولے سات ماشے ایک رتی چار چاول سونا اور ایک چاول کے چار خمس ۴/۵ تفصیل یہ ہے کہ نصاب ذہب سات تولہ چھ ماشہ ہے واجب دو ماشے دو سرخ اور خمس نصاب ایک تولہ چھ ماشہ واجب ۲ ۳/۵ سرخ خمس نصاب سے زائد جو بچے معاف ہے ہر سال گذشتہ کی زکاۃ سال آئندہ دین ہو کر اُس قدر مال کم ہوتا جائے گا یہاں تک کہ اگر دیون زکوۃ جمع ہوتے ہوتے باقی مال نصاب سے کم رہ جائے تو اب کچھ تازہ واجب نہ ہوگا واجب مجموع سنین گذشتہ معلوم کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کچھ سال اخیر میں بعد منہائی دیون زکوۃ باقی ہے اُسے اصل مال سے اول سے تفریق کرکے باقی میں اس سال آخیر کا واجب جوڑ دیں حاصل جمع برسوں کا مجموعہ واجبات ہوگا۔

طریقۂ استخراج اس جدول سے واضح ہے واللہ تعالٰی اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سال	باقی				[illegible]	واجب		[illegible]	واجب			کل واجب سال		
	تولہ	ماشہ	سرخ	حس		ماشہ	سرخ		ماشہ	سرخ	حس	ماشہ	سرخ	حس
۱	۲۱	۲	۰	۰	۲	۴	۴	۴	۱	۶	۲	۶	۳	۲
۲	۲۰	۷	۵	۳	۰	۰	۰	۳	۱	۲	۴	۵	۶	۴
۳	۲۰	۱	۶	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵	۶	۴
۴	۱۹	۸	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵	۶	۴
۵	۱۹	۲	۱	۱	۰	۰	۰	۲	۰	۷	۱	۵	۳	۱
۶	۱۸	۸	۶	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵	۳	۱
۷	۱۸	۳	۲	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵	۳	۱
۸	۱۷	۹	۷	۳	۰	۰	۰	۱	۰	۳	۳	۴	۷	۳
۹	۱۷	۵	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۷	۳
۱۰	۱۷	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۷	۳
۱۱	۱۶	۷	۰	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۷	۳
۱۲	۱۶	۲	۱	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۴	۰
۱۳	۱۵	۹	۵	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۴	۰
۱۴	۱۵	۵	۱	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۴	۰
۱۵	۱۵	۰	۵	۱	۰	۰	۰	۴	۰	۰	۰	۴	۴	۰
۱۶	۱۴	۸	۱	۱	۱	۲	۲	۴	۱	۶	۲	۴	۰	۲
۱۷	۱۴	۴	۰	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۰	۲
۱۸	۱۴	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۰	۲
۱۹	۱۳	۸	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴	۰	۲
۲۰	۱۳	۳	۷	۳	۰	۰	۰	۳	۱	۲	۴	۳	۴	۴
۲۱	۱۳	۰	۲	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۴	۴
۲۲	۱۲	۸	۶	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۴	۴
۲۳	۱۲	۵	۱	۱	۰	۰	۰	۰	//	//	۰	۳	۴	۴
۲۴	۱۲	۱	۴	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۴	۴
۲۵	۱۱	۹	۷	۳	۰	۰	۰	۲	۰	۷	۱	۳	۱	۱

(تولہ) ۱ ۳

مسئلہ ۲۷ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین وفضلائے شریعت اس مسئلہ میں کہ بینک یا ڈاک خانہ میں جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے اس کی نسبت زکوۃ کا کیا حکم ہے

الجواب روپیہ کہیں جمع ہو کسی کے پاس امانت ہو مطلقاً اُس پر زکوۃ واجب ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۲۸ ۲ رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) میں نے مبلغ سو روپے سیونگ بینک میں جمع کر رکھا ہے وہ پُورا سال بھر میرے قبضہ میں نہیں رہا اس پر زکوۃ واجب ہے یا جب دو یا تین سال وغیرہ میں برآمد کرکے قبضہ میں لیا جائے اُس وقت زکوۃ دی جائے اور جب قبضہ میں آئے تو ہر سال کی بابت زکوۃ دی جائے یا صرف اسی سال قبضہ والے کی بابت۔ (۲) میں نے مبلغ دو سو روپے کے پرامیسری نوٹ ڈاک خانہ سے خریدے ہیں اب اگر مجھ کو روپے کی خواہ کسی قدر

http://ataunnabi.blogspot.in
for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سخت ضرورت ہو تو فوراً وصول نہیں ہوسکتا بلکہ تاوقتیکہ کوئی خریدار طیران پرامیسری نوٹ کا پیدا نہ ہو تب تک وہ روپیہ مجھ کو وصول نہیں ہوسکتا خواہ دو روز میں خریدار پیدا ہوجائے یا سال بھر میں پیدا ہو تو اس رقم پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں۔ الجواب (۱) وہ جبتک بنک میں ہے اپنے قبضہ میں سمجھا جائیگا اور ہر سال اُس پر زکوۃ واجب ہوگی خواہ سال بسال ادا کرتا رہے یا جب اُس میں سے گیارہ روپیہ سوا تین آنے کی قدر وصول ہو اُس میں سے چالیسواں حصہ دے اور جتنی برس رہا ہے سب برسوں کی زکوۃ واجب ہوگی ہاں ہر سال اگلی برسوں کی زکوۃ کی قدر اُس پر دین سمجھ کر اتنا زکوۃ سے جدا کریگا مثلاً دو سو روپیہ جمع ہیں تو پہلی سال دو سو پر پانچ روپیہ تقریباً واجب ہوئے دوسرے سال پانچ روپیہ سال گذشتہ کی زکاۃ کے اُس پر دین ہیں لہذا اس سال ایکسو پچانوے ۱۹۵ پر زکوۃ واجب ہوگی تقریباً چار روپے چودہ آنے تیسرے سال اُس پر دو سال کی زکوۃ کے نو روپے چودہ آنے قرض ہیں یہ مستثنیٰ ہوکر ایک سو نوے روپے دو آنہ پر زکوۃ واجب ہوگی وعلی ہذا القیاس واللہ تعالی اعلم

(۲) پرامیسری نوٹوں کا یہ قاعدہ ہے کہ روپیہ گورنمنٹ کو دیدیا جاتا ہے جس پر وہ یہ نوٹ دیتی ہے اب یہ روپیہ کبھی واپس نہ ملے گا نہ خود اصل مالک لے سکتا ہے نہ اس کا وارث نہ اس کا کوئی قائمقام ہاں گورنمنٹ اس روپے پر چھ آنے فیصدی ماہوار کے حساب سے ہمیشہ سود دے گی تو یہ نوٹ نوٹوں کی طرح خود مال نہیں بلکہ سند قرض ہیں لہذا اُن پر گورنمنٹ سود دیتی ہے اور عام نوٹ خزانے سے خریدے جائیں تو ایک پیسہ سود نہ دے گی کہ وہ بیع تھی معاوضہ تمام ہوگیا اور یہاں قرض ہے سود جاری رہا اور جب ان نوٹوں کا روپیہ قرض رہا اور وہ قرض کسی طرح واپس نہیں مل سکتا تو قرض مردہ ہوا اور قرض مردہ پر زکوۃ نہیں نہ ان نوٹوں کا بیچنا جائز کہ وہ حقیقتاً غیر مدیون کے ہاتھ دین کی بیع ہے اور وہ جائز نہیں تو ان کو بیچ کر جو روپیہ لے گا اُس کے لیے خبیث ہوگا اور اُس پر فرض ہوگا کہ جس سے لیا تھا اُسے واپس دے اور اس بیع فاسد کو فسخ کرے تو زکوۃ نہ ان نوٹوں پر ہے کہ یہ مال نہیں نہ اس روپیہ پر جو انھیں بیچ کر لے کہ یہ تمام وکمال خبیث ہے نہ اُس روپیہ پر جو گورنمنٹ کو قرض دے کر یہ نوٹ لیے تھے کہ وہ قرض مردہ ہے جو کبھی واپس نہ ملے گا درمختار میں ہے الاصل فیہ حدیث علی لازکوۃ فی مال الضمار وھو مالا یمکن الانتفاع بہ ھو مع بقاء الملك واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۳۰

ازمقام درو ضلع نینی تال مسئولہ عبداللہ دوکاندار صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس ساٹھ روپے نقد ہیں اور پچاس روپے کا اُس کی عورت کا زیور ہر وقت کے پہننے کا اور پچاس روپے کی دوکانداری کرتا ہے کل یہی اسباب ہے اور اس میں پچانوے روپے مہر عورت کا قرض ہے اور جو دوکان کرتا ہے وہ ایسا سمجھنا چاہئے کہ جیسے کاشتکار کے ہل جوتنے کے بیل اور ایک گھوڑا پچیس روپے کی قیمت کا ہے دوکانداری کا سوت لادنے کے واسطے اس حالت میں اول مال پر زکوۃ ہونی چاہئے یا نہیں جیساکہ شرع شریف کا حکم ہو عمل کیا جائے اور سال بھر کے کھانے کا اناج بھی اس کے گھر میں نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

آجکل عورتوں کا مہر عام طور پر مہر مؤخر ہوتا ہے جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہوگا مرد کو اپنے تمام مصارف میں کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ مجھ پر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دین ہے ایسا مہر مانع وجوب زکوٰۃ نہیں ہوتا سال تمام پر اس کے پاس اگر یہ ساٹھ روپے بچے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی زکوٰۃ کی نصاب چھپن روپیہ ہے اور وہ زیور اگر شوہر کی ملک ہے تو وہ بھی شامل کیا جائے گا ایک سو دس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر وہ مال تجارت بھی بچا تو وہ بھی شامل ہوگا ایکسو ساٹھ پر ہوگی غرض ان تینوں مالوں میں سے سال تمام پر اگر چھپن روپے کی قدر ہوگا تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں اور اگر زیور عورت کی ملک ہے تو اس کی زکوٰۃ اُس پر واجب ہوگی جبکہ وہ خود یا اس کی ملک کا اور سونا چاندی ملا کر ساڑھے باون تولے چاندی ہو ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱

ازنینی تال کاشی پور مسئولہ ڈاکٹر اشتیاق علی ۱۰ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

متعلق زکوٰۃ پار سال میرے پاس ایکسو پچاس روپے رمضان میں جمع تھے اور زکوٰۃ میں نے ایک سو پچاس روپے پر دی تھی دو ماہ بعد دو سو ہوگئے اور چھ ماہ بعد دو سو پچاس ہوگئے اور اب رمضان میں پورے تین سو ہوگئے اور میں ہر سال رمضان میں زکوٰۃ نکالا کرتا ہوں تو اب مجھ کو تین سو روپے پر دینا ہوگی یا صرف ایک سو پچاس پر کیونکہ ایک سو پچاس کے بعد جو روپے بڑھے ہیں ان کو پورا ایک سال نہیں گذرا ہے

الجواب

نصاب جبکہ باقی ہو تو سال کے اندر اندر جس قدر مال بڑھے اُسی پہلے نصاب کے سالتمام پر اس کل کی زکوٰۃ فرض ہوگی مثلاً یکم رمضان کو سال تمام ہوگا اور اُس کے پاس صرف سو روپے تھے تیس شعبان کو دس ہزار اور آئے کہ سالتمام سے چند گھنٹے پیشتر ہے یا چند گھنٹے بعد جب یکم رمضان آئے گی اس پورے دس ہزار ایک سو پر زکوٰۃ فرض ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲

نصاب جبکہ باقی ہو تو سال کے اندر اندر جس قدر مال بڑھے اُسی پہلے نصاب کے سالتمام پر اس کل کی زکوٰۃ فرض ہوگی مثلاً یکم رمضان کو سال تمام ہوگا اور اُس کے پاس صرف سو روپے تھے تیس شعبان کو دس ہزار اور آئے کہ سالتمام سے چند گھنٹے پیشتر ہے، چند گھنٹے بعد جب یکم رمضان آئے گی اس پورے دس ہزار ایک سو پر زکوٰۃ فرض ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲

ازشہر بریلی محلہ جھولی مسئولہ حافظ علی شاہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی تین لڑکیوں کی شادی کے واسطے روپیہ علیحدہ کر دیا ہے جس میں سے دو لڑکیاں نابالغ ہیں اور ایک قابل ہے شادی کے اب اس روپیہ کی زید پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا نہیں۔

الجواب

ضرور واجب ہے مگر اس حالت میں کہ ہر نابالغہ کا حصّہ جدا کر کے یہ کہہ دے کہ میں نے اُسے اُس کا مالک کیا اُس کی زکوٰۃ ان کے بلوغ تک کسی پر واجب نہ ہوگی بعد بلوغ اگر شرائط زکوٰۃ پائے گئے تو ان لڑکیوں پر واجب ہوگی اور بالغہ کا حصّہ جدا کر کے اُسے مالک کر دے اور اس کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قبضے میں دیدے اگرچہ پھر اُس سے لے کر اپنے پاس رکھ لے اس حصّہ کی زکوٰۃ حسبِ شرائط اُس بالغ پر ہوگی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳

ازشہر بریلی مرسلہ شوکت علی فاروقی ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے (۲) فیصدی زکوٰۃ کا کیا دینا ہوتا ہے (۳) جس روپیہ سے زکوٰۃ پہلے سال میں دے دی اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال تک رکھا رہا اب دوسرے سال آنے پر کیا پھر اُسی روپیہ میں سے جس میں سے پہلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے زکوٰۃ دینا ہوگی بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) نوٹ اور روپیہ کا ایک حکم نہیں ہوسکتا روپیہ چاندی ہے کہ پیدائشی ثمن ہے اور نوٹ کاغذ کہ اصطلاحی ثمن ہے تو جب تک چلے اُس کا حکم پیسوں کے مثل ہے کہ وہ بھی اصطلاحی ثمن ہے (۲) زکوٰۃ ہر نصاب وخمس نصاب پر چالیسواں حصّہ ہے اور مذہب صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کے لیے نافع یہ ہے کہ فیصدی ڈھائی روپے (۳) دس برس رکھا رہے ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے یہ اس لیے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی دوسرے سال اُس قدر کا مدیون ہے تو اوتنا کم کرکے باقی پر زکوٰۃ ہوگی تیسرے سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اُس پر دین ہے تو مجموع کم کرکے باقی پر ہوگی یوہیں اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ منہا کرکے جو بچے اگر خود یا اُس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴

مسئولہ شمس الدین احمد از فرخ آباد ۱۲ شوال ۱۳۳۱ھ

وہ زیور جو کسی نے اپنے بچوں یعنی لڑکیوں کو بنوادیا اور ان کی ملک میں کر دیا اور وہ بچے ابھی نابالغ ہیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہی نہیں یعنی اپنی بی بی کے زیور اور نقد کی زکوٰۃ دیتے وقت بچوں کا زیور حساب میں شامل کرے یا نہیں بیّنوا توجروا

الجواب

جو زیور بچوں کو ہبہ کر دیا اُس کی زکوٰۃ نہ اُس پر نہ بچوں پر اس پر اس لیے نہیں کہ یہ مالک نہیں اُن پر اس لیے نہیں کہ وہ بالغ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵

۲۲ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) جو لڑکیاں ناکتخدا ہیں اور نابالغ ان کے زیور کی بھی زکوٰۃ ہونی چاہئے یا نہیں۔ (۲) میں نے لڑکی کی شادی کی ضرورت سے اپنا زیور رہن کیا شوہر اُس وقت میں بیکار تھے باقی زیور جو میرے پاس تھا اُس کی زکوٰۃ تو میں ادا کرتی رہی جو رہن تھا اُس کی زکات نہ دی سات آٹھ برس رہن رہا اب میں نے چھڑایا تو اس سات آٹھ برس کی زکوٰۃ چاہئے یا نہیں۔ (۳) شوہر نے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جس وقت قرض لیا تھا تو زیور میرا بطور رہن کے رکھ دیا تھا میری والدہ کے پاس تو اور تھوڑا زیور جو اُس وقت میں بھی رہن نہ رکھا تھا جب سے اب تک میرے پاس ہے اور زکوٰۃ جب سے نہیں دی گئی قرضہ کا خیال کرکے۔

الجواب

(۱) نابالغ لڑکیوں کا جو زیور بنایا گیا اگر ابھی انہیں مالک نہ کیا گیا بلکہ اپنی ہی ملک پر رکھا اور ان کے پہننے کے صرف میں آتا ہے اگرچہ نیت یہ ہو کہ بیاہ ہوئے پر ان کے جہیز میں یا شے دیں گے جب تو وہ زیور ماں باپ جس نے بنایا ہے اُسی کی ملک ہے اگر تنہا یا اُس کے اور مال سے مل کر قدر نصاب ہے اُسی مالک پر اس کی زکوٰۃ ہے اور اگر نابالغ لڑکیوں کی ملک کر دیا گیا تو اس کی زکات کسی پر نہیں، ماں باپ پر تو یوں نہیں کہ اُن کی ملک نہیں اور لڑکیوں پر یوں نہیں کہ وہ نابالغہ ہیں جب جوان ہوں گی اُس وقت سے اُن پر احکام زکوٰۃ وغیرہ کے جاری ہوں گے۔ (۲) ان برسوں کی زکاۃ واجب نہیں کہ جو مال رہن رکھا ہے اس پر اپنا قبضہ نہیں نہ اپنے نائب کا قبضہ ہے بحرالرائق میں ہے اطلق الملک فانصرف الی الکامل وھو المملوک رقبۃ ویدا فلا یجب علی المشتری فیما اشتری للتجارۃ قبل القبض کذا فی غایۃ البیان ولا یلزم علیہ ابن السبیل لان ید نائبہ کیدہ کذا فی معراج الدرایۃ ومن موانع الوجوب الرھن اذا کان فی ید المرتھن لعدم ملک الید بخلاف العشر حیث یجب فیہ کذا فی العنایۃ اھ مختصرا۔ درمختار میں ہے ولا فی مرھون بعد قبضہ طحطاوی میں ہے ای لا علی المرتھن لعدم الملک ولا علی الراھن لعدم الید واذا استردہ الراھن لا یزکی عن السنین الماضیۃ وھو معنی قول الشارح بعد قبضہ ویدل علیہ قول البحر ومن موانع الوجوب الرھن اھ حلبی وظاھرہ ولو کان الرھن ازید من الدین اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) اظہار سائلہ سے واضح ہوا کہ یہ زیور بغرض رہن اُس نے خود اپنے شوہر کو دیا اور اُس نے اس کی اجازت سے رہن کیا تھا تو یہ رہن بھی رہن بالحق تھا تو ظاہر یہاں بھی یہی ہے کہ اُس مدت کی زکوٰۃ واجب نہ ہو لعدم الملک الکامل فانہ لیس مملوکا یدا الا ان قبض المرتھن قبض استیفاء کما فی الھدایۃ اور بعد تعلق حق مذکور کے کچھ ضرور نہیں کہ وہ دین خود اسی پر ہو لہٰذا اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے اُس کے دین کی ضمانت کرلے تو بقدر دین اس کا مال مشغول سمجھا جائے گا کہ دائن کو حق استیفا اس سے حاصل ہے اگرچہ دین اصالۃً اس پر نہیں درمختار میں ہے فارغ عن دین لہ مطالب من جہۃ العباد سواء کان للہ تعالٰی کزکوۃ وخراج او للعبد ولو کفالۃ الخ ردالمحتار میں ہے قال فی المحیط لو استقرض الفا فکفل عنہ عشرۃ ولکل الف فی بیتہ وحال الحول فلا زکوۃ علی واحد منھم لشغلہ بدین الکفالۃ لان لہ ان یاخذ من ایھم شاء بحر الخ ہدایہ میں ہے لو کانت العاریۃ عبدا فاعتقہ المعیر جاز لقیام ملک الرقبۃ ثم المرتھن بالخیار ان شاء ضمن المعیر قیمتہ لان الحق قد تعلق برقبتہ برضاہ وقد اتلفہ بالاعتاق الخ ہاں جو زیور رہن نہ تھا اور جب سے اس کے پاس ہے اگر وہ خود یا اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب تھا تو جب تک نصاب پوری رہی اُس مدت کی زکوٰۃ واجب ہے اور قرضہ کا خیال باطل خیال ہے کہ قرض شوہر پر تھا اور زیور عورت کا، زکوٰۃ عورت پر ہے نہ شوہر پر البتہ یہ زکوٰۃ جو چڑھتی گئی ہر سال اس کا حساب لگانے سے جس سال اُسے مجرا کرکے مال بقدر نصاب نہ رہے اُس سال کی زکاۃ واجب نہ ہوگی مثلاً زیور وغیرہ اموال زکوٰۃ ملا کر پہلے سال دو سو درم کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مال تھا اُس سال پانچ درم زکوٰۃ کے واجب ہوئے دوسری سال یہ پانچ درم کہ زکوٰۃ کا قرضہ ذمہ پر ہے مجرا کرکے گویا دوسو پانچ درم کا مال نصاب پھر پانچ واجب ہوئے تیسری سال دس درم زکوٰۃ کے مجرا کرکے گویا دوسو کا مال نصاب بھی پانچ واجب ہوئے چوتھی سال پندرہ مجرا کرکے پانچ کم دوسو کا مال رہا یہ نصاب نہیں اب زکوٰۃ نہیں وہی پندرہ ہی واجب الادا رہے مگر یہ کہ ختم سال پر اور کہیں سے پانچ درم مل گئے ہوں کہ دوسو درم پورے ہوکر پھر پانچ درم لازم آئیں گے اور بیس واجب ہوجائیں گے یہی حساب ہر سال میں خیال کرلینا لازم ہے دوسو درم شریعت میں چھپن روپے کے ہیں اور پانچ درم کا ایک روپیہ سوا چھ آنے ایک دھیلا اور پیسہ کا دسواں حصہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳

از فرید پور شرقی مرسلہ منشی محمد علی صاحب نائب ناظر تحصیل فرید پورہ رجب ۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کے پاس چارسو روپیہ علاوہ خرچ روزمرہ کا اس تفصیل سے ہیں کہ دوسو روپیہ بابت خرید مکان مسکونہ کے مالک مکان کو دے چکا ہے اور دوسو روپے نقد رکھے ہیں اب زید کو زکوٰۃ ادا کرنا چارسو روپے پر چاہئے یا دوسو پر جو اس کے پاس نقد رکھے ہیں کب اور کس حساب سے اُس کو ادا کرنا چاہئے مثلاً اگر اسی مہینہ جمادی الثانی سے اُس کے پاس دوسو روپے نقد جمع ہوگئے تو اب زید کو کس مہینہ میں اور کس قدر ادا کرنا چاہئے اور بر صورت نہ ادا کرنے کے کیا مواخذہ اُس کے ذمہ ہوگا امید کہ اللہ تعالیٰ جواب بالتفصیل مرحمت فرمایا جائے تاعام فہم ہوکر سب کو فائدہ دارین عطا فرمائے۔

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ ہنوز اُس مکان کی بیع نہیں ہوئی وعدہ خرید فروخت درمیان آیا ہے اور اسی بنا پر زید نے مالک مکان کو دوسو روپے پیشگی دے دیئے اور اُسے اجازت دی کہ خرچ کرلے یہ صورت قرض کی ہوئی ثمن کہہ نہیں سکتے کہ ابھی بیع ہی نہیں ہوئی امانت کہہ نہیں سکتے کہ خرچ کی اجازت دی لاجرم قرض ہے فی لسان الحکام دالعقود الدریۃ وغیرہا دفع الیہ دراہم فقال لہ انفقہا ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفہا الی حوائجک تو دوسو کہ اُس کے پاس رکھے ہیں اور دوسو جو مالک مکان کو دیئے ہیں چاروں سو اسی کی ملک ہیں اور مال زکوٰۃ ہیں زکوٰۃ کی نصاب اِن روپوں سے چھپن روپے ہے جس تاریخ یہ شخص چھپن روپے یا زائد کا مالک ہوا اُسی تاریخ سے مالک نصاب سمجھا گیا جب ہی سے سال زکوٰۃ کا حساب ہوگا سال کے اندر جو مال اور ملتا گیا اُسی کے ساتھ ملتا رہے گا سال تمام پر دیکھیں گے سب خرچوں سے بچ کر حوائج اصلیہ سے فاضل کتنا روپیہ اُس کی ملک میں ہے خواہ اس کے اپنے پاس رکھا ہو یا کسی کے پاس امانت ہو یا کسی کو قرض دے دیا ہو اُس قدر پر زکوٰۃ واجب آئے گی اور جو سال تمام ہونے سے پہلے صرف ہوگیا وہ حساب زکوٰۃ میں محسوب نہ ہوگا مثلاً یکم محرم ۱۵ھ کو چھپن روپیہ کا مالک ہوا تھا ربیع الاول میں سو اور ملے جمادی الآخر میں دوسو اور ملے یہ دوسو مالک مکان کو قرض دے دے تو اُس پر اسی یکم محرم سے سال چل رہا ہے اور ابھی کہ سال تمام نہ ہوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس قدر پر زکوٰۃ واجب ہوگی اب اگر یکم محرم ۱۶ھ کے آنے سے پہلے مکان کی بیع واقع ہوگئی اور وہ دوسو کہ قرض دیئے تھے سال تمام سے پہلے قیمت مکان میں محسوب ہوگئے تو یہ دوسو حساب زکوٰۃ سے خارج ہوگئے کہ ان پر سال نہ گذرا اسی طرح اگر بیع نہ ٹھہری اور روپیہ واپس لے لیا اور سال تمام سے پہلے کل یا بعض خرچ ہوگیا تو اُس سے بھی تعلق

http://ataunnabi.blogspot.in

نہ رہا تاہم سال پر جو باقی رہ ہے اُسے دیکھیں گے کہ ۵۶ روپیہ یا ۵۶ سے زائد ہے تو اُس پر ایک سال کی زکوۃ واجب ہوگی اور اگر سال تمام پر ۵۶ سے بھی کم رہ گیا تو کچھ نہیں کہ اگرچہ ابتداء میں نصاب بلکہ نصاب سے زائد کا مالک تھا مگر سال دگرز نے پایا کہ نصاب سے کم ہوگیا تو وجوب زکاۃ کا محل نہ رہا اور اگر سال تمام تک یعنی جب سے یہ شخص مالک نصاب ہوا سال پورا ہونے تک نہ بیع ٹھہری نہ روپیہ واپس ہوا بلکہ مالک مکان پر قرض ہی رہا تو اب اس پر کہ خود نصاب بلکہ چند نصابیں ہیں اور اس کے سوا اور جو نقد اُس وقت موجود ہو غرض جس قدر روپیہ یا سونا یا چاندی حاجات اصلیہ سے فاضل ملک میں ہے خواہ شروع سال زکوۃ سے تھا خواہ بیچ میں ملا اس سب پر زکوۃ واجب ہوئی جو نقد ہے اُس پر تو وجوب کے ساتھ وجوب ادا بھی ہوگیا فی الحال دی جائے اور جو قرض ہے اُس پر ہنوز وجوب ادا نہیں وصول پانے پر ہوگا خواہ روپیہ ہی وصول ہو یوں کہ بیع نہ ٹھہری اور روپیہ واپس ملے خواہ بیع ہو کر قیمت میں مجرا ہو جائے کہ یہ بھی وصول پالینا ہے پھر ازانجا کہ قرض دین قوی ہے اور صورت مسئولہ میں ابتدائے نصاب بال نقد سے ہے کہ اُسی پر سال زکوۃ شروع ہوا اس سال تمام پر یا اُس کے بعد جو رقم قرض سے وصول ہوگی اُسے دیکھا جائے گا کہ خمس نصاب یعنی ۵۶ کے پانچویں حصے لعہ ۲ ۲/۵ پائی سے کم ہے یا نہیں اگر کم ہے اور کوئی مال نقد نہ اس وقت موجود نہ سال رواں کے ختم پر آکر ایسا ملا جو اس رقم وصول سے مل کر خمس نصاب ہو جاتا تو اس کی زکوۃ دینی اصلاً واجب نہ ہوگی نہ سال گذشتہ کے لیے نہ رواں کے لیے اور اگر ایسا مال نقد پایا جائے تو اُسے اُس کے ساتھ ملا دیں گے پھر اگر عین سال تمام کے وقت وصول ہوا تو خود رقم وصول ورنہ سال تمام رواں پر جو باقی ہوگا اُس پر یہ حکم لگائیں گے کہ ہر خمس نصاب پر اس کا چالیسواں حصہ واجب الادا اور خمس سے کم پر کچھ نہیں اور اگر رقم وصولی مذکور خمس نصاب سے کم نہیں تو جس قدر برس اُس پر حالت دین میں گذرے ہوں اُن سب کی زکوۃ دینی آئے گی جب تک کاٹ نکالتے نکالتے خمس نصاب کم نہ رہ جائے پھر بہر حال جس قدر خمس سے کم رہے گا اُس کا وہی حکم ہے کہ اور مال نقد ہو تو اُس کے ساتھ ملا کر سال تمام رواں پر حکم دیکھا جائے گا ورنہ کچھ نہیں سب صورتوں کی مثال لیجئے مثلاً ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ کو تین سو درم شرعی کا مالک ہوا اس وقت سے سال زکوۃ شروع ہوگیا سب روپے وسط سال میں کسی کو قرض دے دیے خاص سال تمام کے دن اُن سے اُنتالیس درم شرعی وصول ہوئے اور آج کچھ نقد اس کی ملک میں نہیں تو ان ۳۹ درم پر بھی کچھ دینا نہ آئے گا کہ یہ خمس نصاب یعنی چالیس درم سے کم ہیں اور اگر سال تمام سے پہلے مثلاً ۲۴ ذی الحجہ ۱۵ھ کو یا شروع سال میں مالکیت دن کے بارہ بجے ہوئی تھی اب ۲۵ ذی الحجہ ۱۵ھ کو بارہ بجے سے ایک لحظہ پہلے اُنتالیس ۳۹ درم کہیں اور سے مل گئے اور اسی وقت ایک درم اُس قرض میں سے وصول ہوا تو اسے اُن اُنتالیس ۳۹ درم میں ملا دیں گے اب یہ چالیس درم ہوگئے کہ خمس کامل ہے تو ایک درم دینا واجب آیا اور اگر اسی صورت میں مثلاً قرض میں سے بھی اُنتالیس درم وصول ہوئے کہ نقد موجود سے مل کر اٹھتر ۷۸ درم ہوگئے تو بھی ایک ہی درم کہ ایک خمس کامل یعنی چالیس درم کی زکاۃ ہے واجب الادا ہوگا باقی اڑتیس درم زائد کہ خمس سے کم ہیں سال تمام آئندہ کے انتظار میں رہیں گے اور اگر شروع سے قرض کیجئے کہ شروع سال زکوۃ کو پانچ سال کامل گذر گئے اُس وقت تک کچھ نہ ملا اس کے بعد چوالیس درم قرض سے وصول ہوئے اور ان کے سوا اور کچھ نقد نہیں تو اس رقم میں صرف ایک خمس نصاب ہے اوپر کے چار درم زیادہ ہیں یہ خمس پانچ برس تک قرض میں تھا تو ہر سال کی بابت ایک درم دینا واجب ہوا پانچ درم زکوۃ دے اور اگر اسی صورت میں ۲۴۰ تینتالیس درم وصول ہوئے تو چار درم زکوۃ دینی واجب ہوگی کہ جب بابت سال اول ایک درم زکوۃ کا ان ۲۴۰ پر ڈالا تو سال دوم کے لیے ۲۳۹ رہے ان پر ایک درم اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سال کا ڈالا سوم کے لیے ۱۰ رہے چہارم کے لیے ۱۰ تو یہ چار درم تو واجب الادا ہوئے پنجم کے لیے صرف ۶ باقی رہ گئے کہ خمس سے کم ہیں ان پر کچھ نہیں اسی طرح اگر ۸۰ وصول ہوتے تو تین ہی درم دینے آتے اور ۶۰ تو دو اور ۴۰ تو ایک ہی اور ۱۲۰ سے زیادہ پانچ ہی دینے ہوں گے جب تک پورے اسی تک نہ پہنچیں اسی پر چھ لازم آئیں گے پہلے سال دو خمس کے دو درم اب سال دوم پر اٹھتر رہ گئے کہ ایک ہی خمس کامل ہے تو باقی چار سال میں ایک ہی ایک لازم آیا یونہی بیاسی وصول ہوں تو سات دے گا کہ دو سال تک دو خمس کامل رہے چوراسی پر آٹھ چھیاسی پر نو اٹھاسی اور اٹھاسی سے زیادہ سب پر دس جب تک ایک سو بیس کامل نہ ہوں پھر ایک سو بیس پر گیارہ وعلی ہذا القیاس یہ اس صورت میں ہے کہ کچھ نقد نہ ہو ورنہ اس کے ساتھ ملا کر حساب لگائیں گے مثلاً انتالیس وصول ہونے پر چار درم لازم آتے تھے اگر نقد ایک درم بھی موجود ہے تو پورے پانچ آئیں گے کہ اس کے ساتھ مل کر چالیس ہوگئے اور چالیس پر پانچ لازم تھے وقس علی ہذا پھر بہر صورت جو فاضل بچا وہ سال تمام آئندہ کا انتظار کرے گا یہ ہے جو کلمات علماء سے فہم فقیر میں آیا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالی واللہ تعالی باحکامہ علیم تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے الدیون تجب زکوتھا اذا تم نصابا بنفسہ او بما عندہ مما یتم بہ وحال الحول ولو قبل قبضہ فی القوی والمتوسط لکن لافورا بل عند قبض اربعین درھما من القوی کقرض فکلما قبض اربعین یلزمہ درھم وعند قبض مائتین من متوسط وفی البدائع قال الکرخی ھذا اذا لم یکن لہ مال سوی الدین والا فما قبض منہ فھو بمنزلۃ المستفاد فیضم الی ما عندہ وکذلک فی المحیط اھ ملتقطا نیز ردالمحتار میں ہے ذکر فی المنتقی رجل لہ ثلثمائۃ درھم دین حال علیھا ثلثۃ احوال فقبض مائتین فعند ابی حنیفۃ یزکی للسنۃ الاولی خمسۃ وللثانیۃ والثالثۃ اربعۃ اربعۃ عن مائۃ وستین ولا شیئ علیہ فی الفضل لانہ دون الاربعین اسی میں محیط سے ہے لو کان الف علی معسر فاشتری منہ بھا دینارا ثم وھبہ منہ فعلیہ زکاۃ الالف لانہ صار قابضا لھا بالدینار اھ شرح نقایہ قہستانی میں ہے یضم الحادث ولو قبیل اخر الحول لانہ قبل وقت الوجوب اھ ادا نہ کرنی کی حالت میں جو مواخذہ زکوۃ نہ دینے پر ہے اس کا سزاوار ہوگا معاذ اللہ وہ نہ ہلکا ہے نہ قابل برداشت اس کے بارے میں کچھ آیات واحادیث فقیر کے رسالہ اعزاز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکاۃ (۱۳۰۹) میں مذکور ہوئیں ان میں بعض کا خلاصہ یہ کہ جس سونے چاندی کی زکوۃ نہ دی جائے روز قیامت جہنم کی آگ میں تپا کر اس سے ان کی پیشانیاں کروٹیں پیٹھیں داغی جائیں گی ان کے سر پستان پر جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ چھاتی توڑ کر شانے سے نکل جائے گا اور شانے کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینے سے نکل آئے گا پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا گدی توڑ کر پیشانی سے ابھرے گا جس مال کی زکوۃ نہ دی جائے گی روز قیامت پرانا خبیث خونخوار اژدہا بن کر اس کے پیچھے دوڑے گا یہ ہاتھ سے روکے گا وہ ہاتھ چبا لے گا پھر گلے میں طوق بن کر پڑے گا اس کا منہ اپنے منہ میں لے کر چبائے گا کہ میں ہوں تیرا مال میں ہوں تیرا خزانہ پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۳۹

۵ جمادی الاولی ۱۳۱۹ھ

http://ataunnabi.blogspot.in

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی رخصت جمادی الاولی ۱۳۱۵ھ میں ہوئی اور اس وقت وہ جہیز کی مالک ہوئی اس سے پہلے مالک نہ تھی اس وقت اس کی ملک میں زیور طلائی ۹٫۱۰ تولہ تھا اور زیور نقرئی ماعسہ روپیہ بھر اس قدر آخر عمر تک اس کے پاس رہا تین سال دس ماہ تیئیس دن کے بعد ربیع الآخر شریف ۱۳۱۹ھ میں ہندہ نے انتقال کیا اس وقت اس کے پاس چار عدد طلائی اور تھے ایک سات تولہ گیارہ ماشہ کا جس کی دس ماہ پیش از مرگ مالک ہوئی دوسرا دو تولے کا کہ موت سے ڈیڑھ سال پہلے ملا تھا تیسرا چار تولے کا دو سال پہلے چوتھا پانچ تولے کا تین سال پہلے اس صورت میں ہندہ پر زکوٰۃ کس قدر ہوئی بینوا توجروا

الجواب

ہندہ پر تین سال زکوٰۃ واجب ہوئی کہ چوتھے سال میں ایک ماہ سات روز باقی تھے کہ اس نے وفات پائی مال کہ وقت رخصت ملا اس پر تینوں برس کی زکوٰۃ ہے یونہی چوتھا عدد پانچ تولے کا جب مرگ سے تین سال پہلے ملا تو رخصت کے دس ماہ ۲۳ دن بعد بالجملہ پہلے سال تمام سے پہلے پایا تو وہ بھی مال اول میں شامل ہوا اور تینوں سال کی زکوٰۃ اس پر آئی اور یہیں سے واضح ہوا کہ تیسرے عدد پر دو سال اخیر کی زکاۃ ہے اور دوسرے پر ایک ہی برس کی اور پہلے پر اصلا نہیں تو سونے میں حاصل ملک ہندہ باعتبار ہر سال یہ ہوا سال اول ۹٫۱۰ دوم للعہ ۹٫۱۰ سوم ۱۰٫۹ صورت مسئولہ میں جبکہ ہندہ اسی قدر مال کی مالک تھی اور زکوٰۃ تینوں سال نہ دی تو ہر پہلی زکوٰۃ کا دین سال مابعد کے مال سے مجرا ہوتا رہا واجب سال اول طلائی ۱۱ ماشہ ۲ سرخ نقرہ تین روپیہ بھر اور تین ماشے تین سرخ مال سال دوم سے استثنا کیا تو سال دوم طلا ۲ سرخ رہا واجب ۱۱ ماشہ ۷ سرخ ۵ ۱/۲ چاول اور نقرہ رہا واجب تین روپے بھر ۲ ماشہ ۲ سرخ ۴ چاول سال سوم طلا واجب دو سال ایک تولہ ۱۱ ماشہ ایک سرخ ۵ ۱/۲ چاول نقرہ واجب دو سال ۷ روپے بھر ۵ ماشہ ۲ سرخ ۴ چاول منہا کرکے باقی طلا ۴ سرخ ۲ چاول واجب ایک تولہ ۲ سرخ چاول ماعسہ روپیہ بھر ۵ ماشہ ۳ سرخ ۳ ۱/۲ واجب تین روپیہ بھر ایک ماشہ ۴ سرخ ۲ چاول جمیع واجب سہ سالہ طلا ۲ تولے ۱۱ ماشہ ۳ سرخ ۵ چاول یعنی دو تولے گیارہ ماشے تین رتی پانچ چاول اور ایک چاول کے سو حصوں سے حصے نقرہ تولہ ۷ ماشہ ۲ سرخ ۷ یعنی نو روپیہ بھر اور ساتھ ماشے دو رتی ۷ چاول اور چاول کے دو حصوں سے ہشتاد ون حصے یہ سب مذہب صاحبین پر ہے اور مذہب امام پر کچھ کمی تخفیف ہو جائے گی سائل اس پر راضی نہ ہو اور تخفیف ہی چاہے تو یہ ضرور ہے کہ تینوں برس ہر سال تمام کے صحیح تاریخ پر سونے اور چاندی کا صحیح نرخ بازار دریافت کرکے بتائیے نیز یہ کہ کس کس عدد کی قیمت بوجہ صنعت اپنے وزن سے کس کس قدر زائد ہے بے اس کے حساب ناممکن ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ

از بنگالہ ضلع سلہٹ پرگنہ بیجواڑہ موضع ناران گولہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ایک سو روپے کا زکوٰۃ دے کر مدفون کیا پھر دوسرے سال میں زکوٰۃ دینا ضروری ہے یا نہیں بینوا بحوالہ الکتاب توجروا یوم الحساب۔

فقط

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

ہر برس ضرور ہے جب تک کل مال زکوۃ جو اس کی ملک ہے حقیقۃً یا حکماً نصاب یعنی ساڑھے سات تولہ سونے یا ساڑھے باون تولے چاندی یعنی انگریزی چھپن روپے سے کم نہ ہو جائے حقیقۃً کم ہو جانا یہ کہ زکوۃ وغیرہ میں صرف کرتے کرتے خواہ کسی اور طور سے گھٹ جائے اور حکماً یہ کہ ہر برس زکاۃ واجب ہوتی رہی اور ادا نہ کی کہ ہر سال زکاۃ کا دین اس پر چڑھتا رہا یہاں تک کہ مال زکوۃ قدر نصاب نہ رہا مثلاً صرف یہی سو روپے اس کے پاس مال زکوۃ تھی اور یہی رہی اور مال زیادہ نہ ہوا تو اب پہلے سال تمام پر بربنائے مذہب صاحبین ڈھائی روپے واجب ہوئے مگر اس نے ادا نہ کی دوسرے سال تمام پر مال زکوۃ صرف ستانوے روپے آٹھ آنہ رہا کہ دو روپیہ آٹھ آنے دین زکاۃ سال گذشتہ میں مشغول ہیں اس سال دو روپے سات آنے واجب ہوئے تیسرے سال تمام پر دو سال گذشتہ کا دین زکاۃ چار روپے پندرہ آنے مستثنیٰ ہو کر فقط پچانوے روپے ایک آنہ پر زکاۃ آئی کہ دو روپیہ چھ آنے اور ایک پیسہ کی چاندی کا دسواں حصہ ہوا وعلی ہذا القیاس جب گھٹتے گھٹتے چھپن روپے سے کم رہ جائے تو زکوۃ واجب نہ ہوگی۔ فی الدر المختار سبب افتراضها ملك نصاب حولی فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد کزکاة وخراج اھ ملخصا وفی الهندیة رجل له الف درهم لامال له غیرها استاجر بها دارا عشر سنین لکل سنة مائة فدفع الالف ولم یسکنها حتی مضت السنون والدار فی ید الاجر فی السنة الاولی عن تسع مائة وفی الثانیة عن ثمانی مائة الا زکوة السنة الاولی ثم ینتقص لکل سنة زکاة مائة اخری وما وجب علیه بالسنین الماضیة اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۱

شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے جس مال تجارت پر ایک مرتبہ زکوۃ ادا کر دی پھر دوسرے سال اس پر زکوۃ دینا نہ چاہئے بلکہ اس کے نفع پر زکوۃ دینا چاہئے۔ بینوا توجروا

الجواب

مال تجارت جب تک خود یا دوسرے مال زکوۃ سے مل کر قدر نصاب اور حاجت اصلیہ مثل دین زکوۃ وغیرہ سے فاضل رہے گا ہر سال اس پر تازہ زکوۃ واجب ہوگی زید کا بیان محض غلط ہے تشہد به الکتب قاطبة واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲

مسئولہ محمد صبور سوداگر میٹر کرسی بریلی متصل کردہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی تجارت کے آغاز کے وقت یہ قرار دیا کہ جو منافع ہوگا اس کا سولہواں حصہ اللہ نام صرف کرے گا قبل معلوم ہونے منافع کے اس نے ہر موقع کار خیر میں صرف کرنا شروع کیا وقت کرنے حساب کے منافع کی تعداد کا سولھواں حصہ کم نکلا اس صرف سے جو وہ کار خیر میں صرف کر چکا یہ فاضل روپیہ بمد زکوۃ داخل ہو سکتا ہے یا نہیں (۲) ایک شخص حق الحق کے ساتھ ایک تجارت میں شریک ہے قبل حاصل ہونے منافع کے اس تجارت سے بتدریج اپنے صرف کے واسطے لیتا رہا وقت معلوم ہونے منافع کے وہ روپیہ تجارت کا تھا جو منافع سے کم تا مزہوا وہ قرضہ میں داخل کیا اس کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

میں اُس منافع کی زکوۃ اُس کے ذمہ عائد ہے یا نہیں (۳) ایک شخص نے وقت شروع کرنے تجارت کے دیگر شخص سے جو اُس کی تجارت میں شرکت روپے کے ساتھ دینا چاہتا تھا ظاہر کیا کہ میں وقت ختم کے (معلوم کرنا منافع کا) پہلے زکوۃ نکال دیتا ہوں بعدہ منافع تقسیم کیا جاتا ہے اُس دیگر شخص نے اس بات کو پسند کیا اور روپیہ کے ساتھ منافع میں برابر کا شریک ہوا اس بات کے ظاہر کرنے سے کیا اس کے ذمہ اُس کے روپیہ کی بھی زکوۃ عائد ہوگی یا صرف منافع کی رقم رہی جو طرفین کے حصہ سے خرچ میں داخل ہوتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جبکہ بہ نیت زکوۃ وہ دینا نہ تھا تو جو زائد دیا گیا زکوۃ میں محسوب نہیں ہوسکتا ہاں آئندہ سال کے اُس سولھویں حصہ میں مجرا ہوسکتا ہے جو اُس نے اللہ عزوجل کے لیے دینا ٹھہرا رکھا ہے مثلاً اس وقت دس روپیہ زیادہ پہنچے اور آئندہ سال منافع کا سولھواں حصہ سو روپے ہو تو اُسے اختیار ہے کہ یہ دس اُس میں محسوب کرکے نوے روپے دے (۲) نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۳) دوسرے کی زکاۃ اُس کے ذمہ عائد نہیں ہوسکتی ہے ایک پر اُس کے حصہ کی زکاۃ لازم ہے اور زکوۃ صرف منافع مال تجارت پر نہیں ہوتی جس طرح مکان زمین دکان کے صرف منافع پر ہوتی ہے یہاں ایسا نہیں بلکہ کل مال تجارت پر لازم ہوتی ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴

از محلہ چاہ بائی مسئولہ حافظ محمد صادق مختار عام منشی رحیم داد خاں صاحب تحصیلدار ۲۰ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مالک جائداد زمینداری وغیرہ کا اور اس کی آمدنی مختلف اوقات میں وصول ہوتی رہتی ہے اور مال گذاری و نیز دیگر اخراجات میں خرچ ہوتی رہتی ہے اور ایسی صورت میں حساب سالانہ انگریزی ماہ اکتوبر سے شروع ہوتا ہے اور ماہ ستمبر میں ختم کیا جاتا ہے لہذا جو رقم بعد اخراجات کے آخر سال پر باقی رہتی ہے اُس پر زکوۃ کب واجب ہوگی کس وقت اُس کو ادا کرنا چاہئے بینوا توجروا

الجواب

ستمبر اکتوبر کا اعتبار حرام ہے نہ اُس کے اوقات آمدنی پر لحاظ بلکہ سب میں پہلی جس عربی مہینے کے جس تاریخ جس گھنٹے منٹ پر وہ ۵۶ روپیہ کا مالک ہوا اور ختم سال تک یعنی وہی عربی مہینہ وہی تاریخ وہی گھنٹہ منٹ دوسرے سال آنے تک اُس کے پاس نصاب باقی رہی وہی مہینہ تاریخ منٹ اُس کے لیے زکوۃ کا سال ہے آمدنی کا سال کبھی سے شروع ہوتا ہو اُس عربی مہینہ کی اُس تاریخ منٹ پر اُس کی زکوۃ دینا فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵

از شہر بریلی اسٹیشن ریلوے سی آر کے آر نعمت حسین درایور تاریخ ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید عرصہ تخمیناً بیس سال سے ریلوے کمپنی کے یہاں ملازم ہے اور ریلوے اپنے قاعدہ کے موافق بشمول دیگر ملازمان کے زید کی تنخواہ ماہواری سے ایک آنہ چار پائی فی روپیہ بطور ضمانت مجرا کرلیتی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے اور بعد چھ ماہ کے اُس روپے کو کسی دوسری تجارت وغیرہ میں لگادیتی ہے در صورت نفع و نقصان کے رسدی کمی بیشی کرکے ششماہی رسید دے دیتی ہے ابتداء ایسا ایک روپیہ دو آنہ مجرا ہوتا تھا جوں جوں تنخواہ میں ترقی ہوتی گئی اس میں بھی اضافہ ہوتا گیا چنانچہ اب مبلغ تین روپے ماہوار مجرا کیا جاتا ہے اور اب اصل تعداد مبلغ پانچسو کی ہوگئی ہے اور کل تعداد ایک ہزار سے زائد ہوگئی ہے جس وقت زید ملازمت سے علیحدہ ہوگا اس وقت اس کو اور اس کے ورثا کو وصول ہوگا بشرطیکہ میعاد ملازمت اچھے طریقہ پر ختم ہوجائے اور کوئی قصور وغیرہ واقع نہ ہو مگر مبلغ پانچ سو روپے جو اصلی ہے اس میں کسی طرح اندیشہ نہیں ہے سوا اس کے کہ درمیان ملازمت کے روپے کا وصول ہونا ناممکن ہے جب تک ملازمت سے مستعفی نہ ہو از روئے شریعت مطہرہ اس روپے پر زکوۃ دینی فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو کس وقت سے دی جائے گی اصلی تعداد پر دی جائے گی یا کل روپے پر اور نصاب زکوۃ کس قدر اور اس پر مقدار زکوۃ کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب سے وہ اصلی روپیہ خود یا مع اور زکاتی مال کے جو زید کے پاس ہے قدر نصاب یعنی چھپن روپے تک پہنچا اور حوائج اصلیہ سے بچ کر اُس پر سال گزرا اُس وقت سے اُس پر زکوۃ واجب ہوئی اور سال بسال جدید زکوۃ واجب ہوتی رہی ہاں اگلے سال کی جتنی زکوۃ واجب ہوئی ہے اس سال جمع میں سے اُتنا کم کرلیں گے کہ اُتنا اُس پر اللہ عزوجل کا دین ہے باقی مع جدید مقدار سال حال پر زکوۃ آئے گی تیسرے سال کی جمع میں سے دو برس گذشتہ کی زکوۃ واجب شدہ مجرا کریں گے اور سال حال کا اضافہ شامل کریں گے اس قدر پر زکوۃ آئے گی چوتھے سال کی جمع میں سے تین سال کی زکاۃ مذکور مجرا کریں گے اور سال حال کا اضافہ شامل کریں گے اس قدر پر زکوۃ آئے گی چوتھے سال کی جمع میں سے تین سال کی زکاۃ مذکور مجرا اور امسال کا اضافہ شامل ہوگا اخیر تک یوہیں کریں گے تجارت میں وہ روپیہ اگر اس کی اجازت سے لگایا جاتا تو اُس کا منافع شامل ہوگا اس طور پر زکوۃ سال بسال واجب ہوا کرے گی مگر اس روپیہ کی زکاۃ ادا کرنی اُس وقت لازم ہوگی جب وہ وصول ہوگا اور جو اضافہ کمپنی سود کے طریقہ پر کرتی ہے اُس پر کبھی زکاۃ نہ ہوگی نہ وہ اس کی ملک ہے نہ اسے سود کی نیت سے کسی طرح جائز ہے ہاں بعد ختم اگر کمپنی بطور خود اس کو وہ اضافہ دے اور کمپنی میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو تو یہ اُس اضافہ کو اس نیت سے لے سکتا ہے کہ ایک غیر مسلم جماعت ایک مال بخوشی دیتی ہے یوں مال مباح بہ کرے لے سکتا ہے سود کی نیت نہ ہو واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۲۴۶

مرسلہ اللہ مہر از کوسی کلاں ضلع متھرا ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زکوۃ اعلان سے دینا بہتر ہے یا کہ خفیہ طور سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زکاۃ اعلان کے ساتھ دینا بہتر ہے اور خفیہ دینا بھی بے تکلف روا ہے اور اگر کوئی صاحب عزت حاجتمند ہو کہ اعلانیہ نہ لے گا یا اس میں سبکی سمجھے گا تو اُسے خفیہ ہی دینا بہتر ہے واللہ تعالی اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۴۷

از بیدپور ڈاک خانہ وزیر گنج ضلع بدایوں مرسلہ آغا علی خاں صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

تجارت کے سرمایہ اصلی پر یعنی اس کی لاگت پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا منافع پر۔

الجواب

تجارت کی نہ لاگت پر زکاۃ ہے نہ صرف منافع پر بلکہ سال تمام کے وقت جو زر منافع ہے اور باقی مال تجارت کی جو قیمت اس وقت بازار کے بھاؤ سے ہے اس پر زکوٰۃ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸

مسئولہ حافظ محمود حسین صاحب ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

زید نے بکر کو کچھ دیا اور کہا اس کو مساکین کو جہاں مناسب سمجھو دے دیجیو اگر زید خود اس کا مصرف ہو لیے اور پر اس کو صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جس کے مالک نے اسے اذن مطلق دیا کہ جہاں مناسب سمجھو دو تو اسے اپنے نفس پر بھی صرف کرنے کا اختیار حاصل ہے جبکہ یہ اس کا مصرف ہو، ہاں اگر یہ لفظ نہ کہے جاتے تو اسے اپنے نفس پر صرف کرنا جائز نہ ہوتا مگر اپنی زوجہ یا اولاد کو دے دینا جب بھی جائز ہوتا اگر وہ مصرف ہوتے۔ درمختار میں ہے للوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربھا ضعھا حیث شئت

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹

از اندور سیا گنج مرسلہ طاہر محمد عبدالغنی صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں (۱) اگر چند اشخاص دولتمندان کئی ہزار روپے زکاۃ کا جمع کر کے چند معتبر لوگوں کے سپرد اس غرض سے کریں کہ وہ روپیہ حقداران زکاۃ کو حسب ضرورت ان کے دیا جائے (۲) وہ لوگ جن کی سپردگی میں مال زکاۃ دیا گیا ہے وہ اس مال کو بڑھانے کی غرض سے تجارت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں یا کسی تاجر کی شرکت میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں (۳) ایک ایسا شخص کہ جس کے نزدیک اپنا ذاتی مکان ہے اور اس مکان کی سالانہ آمدنی سو روپے تھی مگر بوجہ عیالدار ہونے کے اُن کا خرچ تین سو روپے سالانہ ہے تو ایسے شخص کو زکاۃ کے مال سے امداد دینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱ و ۲) ان لوگوں پر فرض ہے کہ وہ روپیہ مستحقین زکاۃ پر تقسیم کر دیں اس سے تجارت کرنا اُن کو حرام ہے جب تک باذن جملہ مالکان نہ ہو اور مالکوں کو بھی جائز نہیں کہ اگر اُن پر زکوٰۃ کا پورا سال ہو چکا ہو تو زکاۃ روکیں اور تجارت کے منافع حاصل ہونے پر ملتوی کریں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سال تمام پر زکوٰۃ فوراً فوراً ادا کرنا واجب ہے ہاں جس نے پیشگی دیا ہوا بھی سال تمام اُس پر ۲؎ یا ہو وہ سال تمام آنے تک ٹھہر سکتا ہے پھر اگر یوں کرے کہ مثلاً ہزار روپے سال آئندہ کی زکاۃ کی نیت سے تجارت میں لگا دیئے کہ ان سے جو نفع ہو وہ بھی مع ان ہزار کے فقراء کو دے گا تو یہ نہایت محبوب عمل ہے وفیہ حدیث من زرع شعیرا جرۃ الاجیر و حصل منہ اموالا فلما جاء الاجیر سلم کلہا الیہ فنجاہ اللہ بہ عنہ وھم اصحاب الرقیم رضی اللہ تعالٰی عنہم مگر یہ ضرور ہے کہ اگر تجارت میں نقصان ہو تو وہ نقصان فقراء پر نہیں ڈال سکتا اُن کو سال تمام پر پورے ہزار دینے لازم ہوں گے (۳) ہاں وہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگرچہ اُن کی حاجت سکونت کا مکان ہزار روپے کا ہو یا کرائے پر چلائے کہ مکان سے ہزار روپے سالانہ آتا ہو اور اس کا ضروری مصارف ونفقہ اہل وعیال سے اتنا نہ بچتا ہو کہ وہ اپنی حاجت اصلیہ سے فارغ چھپن روپے کے مال کا مالک ہو عالمگیریہ میں ہے لوکان لہ حوانیت اودار غلۃ تساوی ثلثۃ الاف درہم وغلتہا لا تکفی لقوتہ وقوت عیالہ یجوز صرف الزکاۃ الیہ فی قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی ولوکان لہ ضیعۃ تساوی ثلثۃ الاف ولا تخرج ما یکفی لہ ولعیالہ اختلفوا فیہ قال محمد بن مقاتل یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ھکذا فی فتاوٰی قاضی خان واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

مرسلہ محمد قاسم صاحب از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ذیل کے مسئلوں میں (۱) ایک شخص نے چالیس یا پچاس ہزار کے مکانات اپنی حاجات سے زیادہ صرف کرایہ وصول کرنے کی غرض سے خرید کیے آیا اس صورت میں حاجت سے زیادہ مکانات میں ان کی قیمت کے اوپر زکوٰۃ فرض ہے یا جو کرایہ آتا ہے ان کے اوپر ہے (۲) جو صاحب مکان کی زینت کے لیے تانبے پیتل چینی وغیرہ کے برتن خرید کر کے مکان کو سجاتا ہے اور کبھی وہ برتن استعمال میں بھی آتے ہیں اور کبھی نہیں بھی آتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

مکانات پر زکوٰۃ نہیں اگرچہ پچاس کروڑ کے ہوں کرایہ سے جو سال تمام پر پس انداز ہو گا اُس پر زکوٰۃ آئے گی اگر خود یا اور مال سے مل کر قدر نصاب ہو (۲) برتن وغیرہ اسباب خانہ داری میں زکوٰۃ نہیں اگرچہ لاکھوں روپے کے ہوں زکوٰۃ صرف تین چیزوں پر ہے سونا چاندی کیسے ہی ہوں پہننے کے ہوں یا برتنے کے یا رکھنے کے سکہ ہو یا ورق۔ دوسرے چرائی پر چھوٹے جانور تیسرے تجارت کا مال باقی کسی چیز پر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

[illegible] ربیع الاول شریف [illegible] از بدایوں خانہ اسسٹنٹ کمشنر ضلع

ایک شخص کے پاس مال زکوٰۃ کے قابل ہے اُس نے سال گزشتہ کے بعد کچھ روپیہ مسلمان محتاج کو دیا لیکن اُس نے زکوٰۃ کی نیت بوقت دینے کے نہ کی نہ اُس کے دل میں یہ خیال آیا کہ زکوٰۃ ادا کرتا ہوں بعد کو خیال آیا تو یہ دیا ہوا روپیہ زکوٰۃ میں داخل ہوا یا نہیں بینوا توجروا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

اگر یہ مال محتاج کو دینا خاص بہ نیت زکوٰۃ الگ کر رکھا تھا یعنی اس نیت سے جدا کرکے رکھ چھوڑا کہ اسے زکوٰۃ میں دیں گے تو جس وقت اُس میں سے محتاج کو دیا گیا زکوٰۃ ادا ہوگئی اگرچہ دیتے وقت زکوٰۃ کا خیال نہ آیا اور ایسا نہ تھا تو وہ مال جب تک محتاج کے پاس موجود ہے اب اس میں زکوٰۃ کی نیت کرلے صحیح ہوجائے گی اور اگر وہ خرچ ہوگیا یا نہ رہا تو اب نیت نہیں کرسکتا یہ مال خیرات نفل میں گیا زکوٰۃ جدا ادا کرے۔ درمختار میں ہے شرط صحۃ ادائھا نیۃ مقارنۃ للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلانیۃ ثم نوی والمال قائم فی ید الفقیر او مقارنۃ بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العھدۃ بالعزل بل بالاداء للفقیر اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۷

از مونگیر محلہ پورن بازار مرسلہ شیخ امداد علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ قرض و دین بہ لوگوں پر پھیلا ہوا اور وہ زر وصول ہو تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں اگر واجب ہوگی تو فی الحال یا بعد وصول اور کتنے وصول پر واجب ہوگی اور اس پر سال تمام کب سے لیا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دین تین قسم ہے اول قوی یعنی قرض جسے عرف میں دست گرداں کہتے ہیں اور تجارتی مال کا ثمن یا کرایہ مثلاً اس نے بہ نیت تجارت کچھ مال خریدا وہ قرضوں کسی کے ہاتھ بیچا تو یہ دین جو خریدار پر آیا دین قوی ہے یا کوئی مکان یا دکان یا زمین بہ نیت تجارت خریدی تھی اب اُسے کسی کے ہاتھ سکونت یا نشست یا زراعت کے لیے کرایہ پر دیا یہ کرایہ اگر اُس پر دین ہوگا تو دین قوی ہوگا دوم متوسط کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو مثلاً گھر کا غلہ یا اثاث البیت یا سواری کا گھوڑا کسی کے ہاتھ بیچا یوہیں اگر کسی پر کوئی دین اپنے مورث کے ترکہ میں ملا تو مذہب صحیح پر وہ بھی دین متوسط ہے سوم ضعیف کہ کسی مال کا بدل نہ ہو جیسے عورت کا مہر کہ منافع بضع کا عوض ہے یا وہ دین جو بذریعہ وصیت اسے پہنچا یا بسبب خلع عورت پر لازم آیا یا مکان دکان زمین کہ بہ نیت تجارت نہ خریدی تھی اُن کا کرایہ چڑھا قسم سوم کے دین پر جب تک دین رہے اصلاً زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اگرچہ دس برس گزر جائیں ہاں جس دن سے اس کے قبضہ میں آئے گا شمار زکوٰۃ میں محسوب ہوگا یعنی اس کے سوا اور کوئی نصاب زکوٰۃ اسی کی جنس سے اس کے پاس موجود تھی اُس پر سال چل رہا تھا تو جو وصول ہوا اُس میں ملالیا جائے گا اور اُسی کے سال تمام پر کل کی زکوٰۃ لازم ہوگی اور اگر ایسی نصاب نہ تھی تو جس دن سے وصول ہوا اگر بقدر نصاب ہے اُسی وقت سے سال شروع ہوا ورنہ کچھ نہیں اور دو قسم سابق میں بحالت دین ہی سال بسال زکوٰۃ واجب ہوتی رہے گی مگر اُس کا ادا کرنا اُسی وقت لازم ہوگا جبکہ اُس کے قبضہ میں دین قوی سے بقدر خمس نصاب یا متوسط سے بقدر کامل نصاب آئیگا یہاں کے روپے سے نصاب کامل صہ روپیہ ہے اور اُس کا خمس لعہ ۲ ۲/۵ پائی پھر اگر دین کئی سال کے بعد وصول ہو تو ہر سال کی زکوٰۃ جو اس کے ذمہ دین ہوتی رہی وہ پچھلے سال کے حساب میں اسی وصول رقم پر ڈالی جائے گی مثلاً عمرو پر زید کے تین سو درم شرعی دین قوی تھے پانچ برس بعد چالیس درم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس ہوئے تو صرف ایک درم دینا آئے گا اگرچہ پانچ برس کی زکوٰۃ واجب ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ سال اول کی بابت ان چالیس درم سے ایک درم دینا آیا اب انتالیس رہ گئے کہ خمس نصاب سے کم ہے لہذا باقی برسوں کی بابت ابھی کچھ نہیں اور اگر تین سو درم دین متوسط تھے تو جب تک دو سو وصول نہ ہو لیں کچھ ادا واجب الادا نہیں اور جب دو سو درم اگرچہ پانچ برس بعد وصول ہوئے تو پانچ درم دینے ہوں گے سال اول کے پانچ درم اب سال دوم میں مابقیہ رہ گئے تو ۳۵ کہ خمس سے کم تھے معفو ہو کر ایک سو ساٹھ درم کے چار درم سال سوم میں مابقیہ سے اب بھی چار درم چہارم میں مابقیہ سے پنجم میں مابقیہ ان پر بھی چار یوں کل اکیس درم واجب الادا ہوئے یونہی جب دین قوی سے خمس نصاب اور متوسط سے پوری نصاب وصول ہوتی جائے گی اسی حساب سے اتنے کی زکوۃ سنین گزشتہ کی زکاۃ واجب الادا ہوتی جائے گی اگر کل وصول ہوگا کل کی، اور دین ہونے کی تاریخ سے سال اول حالت میں مانا جائے گا جبکہ اس سے پہلے اس کی کسی جنس کی نصاب کا سال رواں نہ تھا ورنہ جو دین وسط سال میں اس کا ملتحق ہوا وہ اسی مال موجود میں ملا کر اس کے سال سے حساب کیا جائے گا مثلاً یکم محرم کو دو سو درم کا مالک ہوا یکم رجب کو اس کا کوئی دین قوی یا متوسط کسی پر لازم آیا تو اس دین کا سال بھی یکم محرم سے لیں گے نہ یکم رجب سے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے الدین عند الامام ثلثۃ قوی متوسط ضعیف فتجب زکوتہا اذا تم نصابا بنفسہ (او بما عندہ مما یتم بہ) وحال الحول ولو قبل قبضہ فی القوی والمتوسط) لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ فکلما قبض اربعین درہما یلزمہ درہم وعند قبض مائتین منہ لغیرہا ای من بدل مال لغیر تجارۃ وہو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ و یعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح ومثلہ ما لو ورث دینا علی رجل وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ من ضعیف وہو بدل غیر مال کمہر وبدل خلع الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف (الاولی ان یقول ما یضم الدین الضعیف الیہ والحاصل انہ اذا قبض منہ شیئا وعندہ نصاب یضم المقبوض الی النصاب ویزکیہ بحولہ ولا یشترط لہ حول بعد القبض) اھ ملخصاً مزیدا من رد المحتار اقول والاولی فی رسم الضعیف ما لیس بدل مال لیشمل ما لیس بدلا اصلا کالدین الموصی بہ فی رد المحتار عن المحیط اما الدین الموصی بہ فلا یکون نصابا قبل القبض لان الموصی لہ ملکہ ابتداء من غیر عوض ولانہ قائم مقام الموصی فی الملک فصار کما لو ملک بہبۃ اھ ھذا وفی الخانیۃ والفتح والبحر والنہر عن قاضی خان اذا آجر دارہ او عبدہ بمائتی درہم لا تجب الزکوۃ ما لم یحل الحول بعد القبض فی قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فان کانت الدار والعبد للتجارۃ وقبض اربعین درہما بعد الحول کان علیہ درہم بحکم الحول الماضی قبل القبض لان اجرۃ دار التجارۃ وعبد التجارۃ بمنزلۃ ثمن مال التجارۃ فی الصحیح من الروایۃ اھ قلت فقدم علی روایتیہا من الضعیف او الوسیط وان مشی علی الاخری فی المحیط وکذلک کون الموروث من المتوسط ہو الترجیح وان جزم فی الہندیۃ عن الزاہدی انہ من الضعیف فقد مرضہا فی الخانیۃ واخرہ وکذا اشار الی تضعیفہ فی الفتح والبحر فی رد المحتار عن المنتقی رجل لہ ثلثمائۃ درہم دین حال علیہا ثلثۃ احوال فقبض مائتین فعند ابی حنیفۃ یزکی للسنۃ الاولی خمسۃ وللثانیۃ والثالثۃ اربعۃ اربعۃ عن مائۃ وستین ولا شیئ علیہ فی الفضل لانہ دون الاربعین اھ وفی الہندیۃ عن شرح المبسوط للامام السرخسی ان الدین مصروف الی المال الذی فی یدہ الخ وفی رد المحتار اذا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کانت الالف من دین قوی کبدل عروض تجارۃ فان ابتداء الحول ھو حول الاصل لامن حین البیع ولا من حین القبض فاذا قبض منه اربعین درھما کان علیه ما مضی بناء علی حول الاصل فلو ملك اثمانا للتجارۃ ثم بعد نصف الحول باعه ثم بعد حول ونصف قبض ثمنه فقد تم علیه حولان فیزکیھما وقت القبض بلاخلاف اھ (اقول) وانما خص الکلام بالقوی لان اصله من اموال الزکوۃ بخلاف المتوسط فلاحول لاصله فلو لم یکن له قبله نصاب من جنسه لایبتدء الحول الا من حین البیع لانه به صار مال الزکوۃ کما نقله ھھنا عن المحیط ولیس یرید ان فی الوسیط لایبتدء الا من وقت البیع وان وجد قبله نصاب یجانسه تحت حولان الحول فانه خلاف مسئلۃ المستفاد المتفق علیھا عند علمائنا المصرح بھا فی جمیع کتب المذھب متونا وشروحا وفتاوی فافھم وتثبت واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳

۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ سوال پنجم

جب قرضہ کے ادا کی شکل نہ ہوئی تو شوہر نے والدہ کو رقعہ لکھ دیا اور وہ زیور ان سے واپس لے کر فروخت کر ڈالا اور روپیہ تجارت میں لگایا بیچنا مجھے منظور نہ تھا مگر مجبوری تھی کہ روزگار نہ تھا شوہر کی بیکاری تھی قرضہ بھی ادا نہ ہوا اور وہ تجارت بھی نقصان ہو کر چھوٹ گئی مالک تجارت شوہر ہی سمجھے جاتے تھے اُس کی آمد گھر بھر سب بال بچوں کے خرچ میں صرف ہوتی تھی تجارت چھوٹنے کے بعد جو بچا وہ سب گھر کے خرچوں میں صرف ہوا کبھی یہ ذکر درمیان نہ آیا کہ میرے زیور کا روپیہ ہے کیونکہ معاملہ ایک سمجھا جاتا تھا اب وہ روپیہ بھی نہیں اور نہ شوہر کے روزگار کا ٹھیک ہے اور قرضہ بدستور رہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر زیور تمھاری اجازت سے بیچ کر شوہر نے اپنی تجارت میں لگایا اگرچہ وہ اجازت اسی مجبوری سے تھی کہ شوہر کی بیکاری ہے تو اُس کی قیمت شوہر پر قرض رہی اور اگر بے تمھاری اجازت کے بطور خود بیچ ڈالا اگرچہ تم نے سکوت کیا تو حکم غصب میں تھا بہرحال سال بسال اُس کی زکوٰۃ تم پر واجب ہوتی رہی اور واجب ہوا کرے گی جب تک نصاب باقی رہے مگر اس زکوٰۃ کا دینا تم پر واجب نہ ہوگا جب تک شوہر اُس میں سے بقدر گیارہ روپے سوا تین آنہ کچھ کوڑیاں کم کے تمھیں ادا نہ کرے یعنی لعہ ۳ ر ۲ ۳/۴ پائی جس وقت اس قدر اُس میں سے تمھارے قبضہ میں آئے گا اُس وقت اس مقدار کا چالیسواں حصہ دینا واجب ہوگا اور اگر کچھ قبضہ میں نہ آئے گا تو اس زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب نہ ہوگا قال الشامی فی مسئلۃ المغصوب قال ح والظاھر علی القول بالوجوب ان حکمہ کالدین القوی اھ ای فتجب عند قبض اربعین درھما اھ اگر تم نے وہ زیور انھیں دے ہی دیا تھا اُس کی قیمت کبھی لینے کا خیال نہ تھا تو تم پر اُس کی زکوٰۃ واجب ہی نہیں کہ ایسی حالت میں تمھیں استحقاق واپسی نہ رہا جبکہ کسی قرینہ سے شوہر کو مالک کر دینا سمجھا گیا ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص کا روپیہ اگر قرض میں پھیلا ہو تو اس کی زکوٰۃ اس کے ذمہ فرض ہے یا نہیں بیّنوا توجروا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اُس کی بھی زکوٰۃ لازم ہے مگر جب بقدر نصاب یا خمس نصاب وصول ہو اُس وقت ادا واجب ہوگی جتنے برس گزرے ہوں سب کا حساب لگا کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۵

۱۸ شوال ۱۳۱۴ھ

(۱) شوہر میرا قرضدار ہے اور میرے پاس زیور ہے زکوٰۃ کے لائق اور میرا شوہر کا معاملہ ایک ہے اور میرے پاس جو کچھ روپیہ تھا تو شوہر کے قرضہ میں دے دیا یہ سمجھ کر کہ میرا اور اُن کا معاملہ واحد ہے بلکہ شوہر کو معلوم بھی بعد کو ہوا اب میرا نہ شوہر پر تقاضا ہے نہ یہ گفتگو ہوئی کہ میں نے معاف کر دیا بلکہ اپنا اُن کا معاملہ ایک سمجھ کر قرضہ میں دے دیا اب جو زیور ہے وہ قرضہ سے بہت کم ہے لیکن زکوٰۃ کے لائق ہے اس صورت میں زکوٰۃ دینی فرض ہے یا نہیں اور خرچ بال بچوں کا بہت ہے آمد بہت کم ہے اگر زکوٰۃ فرض ہو تو پھر ایسی صورت بتائیے کہ جس میں زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے اور خرچ کو تکلیف نہ ہو (۲) جو روپیہ میری والدہ کے پاس سے مجھ کو ملا تھا میں نے شوہر کے قرضہ میں دے دیا یا گھر میں بال بچوں کے خرچ میں صرف ہوا زکوٰۃ کا حال معلوم نہ تھا کہ مجھ پر فرض ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) عورت اور شوہر کا معاملہ دنیا کے اعتبار سے کتنا ہی ایک ہو مگر اللہ عزوجل کے حکم میں وہ جُدا جُدا ہیں جب تمھارے پاس زیور زکوٰۃ کے قابل ہے اور قرض تم پر نہیں شوہر پر ہے تو تم پر زکوٰۃ ضرور واجب ہے اور ہر سال تمام پر زیور کے سوا جو روپیہ یا اور زکوٰۃ کی کوئی چیز تمھاری اپنی مِلک میں تھی اُس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوئی جو روپے تم نے بغیر شوہر کے کہے بطور خود اُن کے قرضہ میں دے دیا وہ تمھارا احسان سمجھا جائے گا اُس کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہو سکتا بال بچوں کا خرچ باپ کے ذمہ ہے تمھارے ذمہ نہیں زکوٰۃ دینے سے خرچ کی تکلیف نہ سمجھو بلکہ اُس کا نہ دینا ہی تکلیف کا باعث ہوتا ہے نحوست اور بے برکتی لاتا ہے اور زکوٰۃ دینے سے مال بڑھتا ہے اللہ تعالیٰ برکت و فراغت دیتا ہے قرآن مجید میں اللہ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ سچا اور اُس کا وعدہ سچا۔ والسلام۔

(۲) اگر روپیہ تم نے شوہر کو دیا کہ اس سے اپنا قرض ادا کر لو اور اُسے دے ڈالنا مقصود نہ تھا تو وہ روپیہ تمھارا شوہر پر قرض ہے فی العقود الدریۃ عن لسان الحکام دفع الیہ دراھم فقال لہ انفقھا ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفھا الی حوائجک اس صورت میں تو وہی حکم ہے کہ اُس کی زکوٰۃ تم پر سال بسال واجب جب تک نصاب باقی رہے مگر یہ زکوٰۃ دینی اسی وقت لازم ہوگی جب شوہر سے بقدر للعہ ۱۱؎ کے وصول پاؤ گی اُس وقت اس زکوٰۃ میں سے ساڑھے چار آنے دینے واجب ہوں گے کچھ کوڑیاں کم یعنی ۴ ۱۹/۲۵ پائی اور اگر شوہر کو دے ڈالا یا بطور خود بغیر شوہر کی درخواست کے اُن کے قرضہ میں دیدیا تو یہ روپیہ اور نیز وہ جو بچوں کے خرچ میں صرف ہوا ان میں یہ دیکھا جائے گا کہ زکوٰۃ کا سال تمام ہونے سے پہلے یہ روپیہ دے ڈالا اور صرف ہوگیا جب تو کچھ نہیں اور اگر بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے دے دیا اور اٹھ گیا تو جب تک باقی تھا اُتنی مدت کی زکوٰۃ واجب رہی جب سے دے ڈالا یا خرچ ہوگیا زکوٰۃ لازم نہ ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۵۷

۱۱ صفر ۱۳۳۲ھ

عورت پر مہر کی زکوۃ کون سی صورت سے واجب ہوگی مثلاً مہر غیر معجل ہے یا کہ معجل اور غیر معجل دونوں میں عورت نے معاف کردیا یا کہ معجل اور غیر معجل دونوں میں شوہر نے ادا نہ کیا عورت پر جب بھی کیا زکوۃ واجب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

معجل مہر سے جب بقدر خمس نصاب ہو اُس وقت عورت پر زکوۃ واجب الادا ہوگی اور پہلے دیتی رہے تو بہتر ہے اور یہ مہر جو عام طور پر بالیقین وقت ادا باندھا جاتا ہے جس کا مطالبہ عورت قبل موت وطلاق نہیں کرسکتی اس پر زکوۃ کی صلاحیت بعد وصول ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوۃ ۱۳۰۹

مسئلہ ۵۸

از پیلی بھیت مرسلہ عبدالرزاق خاں۔ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے روپیہ کی زکاۃ تو نہیں دیتا ہے مگر روپیہ مصرف خیر میں صرف کرتا ہے یعنی ہر روز فقرا کو زرنقد وغلہ تقسیم کرتا ہے اور ایک مسجد بنوائی ہے اور ایک گاؤں اس روپیہ سے خرید کر واسطے خیرات کے ہبہ کردیا ہے اور تاحیات خود زر توفیر اس کا صرف کرتا ہے مصرف خیر میں۔ اب ایک دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ جس روپیہ کی زکاۃ نہیں دی گئی ہے اس روپیہ سے کسی قسم کی خیرات جائز نہیں ہے ہر روز کی خیرات اور بنوانا مسجد کا اور گاؤں کا ہبہ کرنا سب اکارت ہے۔ فلہذا فتوٰی طلب کیا جاتا ہے کہ جس روپیہ کی زکوۃ نہیں دی گئی ہے اس روپیہ کو مصرف خیر میں صرف کرنا جیسا کہ بالا مذکور ہے درست ہے یا نہیں اور اگر نہیں درست ہے تو اس موضع کو موہب سے واپس لے کر دوبارہ اس قصد سے ہبہ کرے کہ اس موضع کی توفیر جو ہر سال وصول ہوا کرے گی بالعوض اس زرزکوۃ کے جو اس کے ذمہ زمانہ ماضیہ کی دین سے صرف ہوا کرے۔ بینوا توجروا۔

المکلف: عبدالرزاق خاں ولد نتھو خاں کھنڈساری ساکن کالی بھیت محلہ اشرف خاں

الجواب

زکوۃ اعظم فروض دین واہم ارکان اسلام سے ہے ولہذا قرآن عظیم میں بتیس جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا۔ صاف فرمادیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہوگیا بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہوجاتے ہیں کہ پیڑ کی اٹھان کو روک دیتے ہیں احمق نادان انہیں نہ تراشے گا کہ میرے پیڑ سے اتنا کم ہوجائے گا پر عاقل ہوشمند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ نونہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یوں ہی مرجھا رہ جائے گا۔ یہی حساب زکوۃ کا مال کا ہے **حدیث** میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما خالطت الصدقۃ او قال الزکوۃ مالا الا افسدتہ زکوۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہ وبرباد کردے گا۔ رواہ البزار والبیہقی عن ام المؤمنین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا دوسری حدیث میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ماتلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکوٰۃ خشکی وتری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوتا ہے اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ عن امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما تیسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من ادی زکوۃ مالہ فقد اذھب اللہ شرہ جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی بیشک اللہ تعالٰی نے اس مال کا شر اس سے دُور فرمادیا اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط والحاکم فی المستدرک عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما چوتھی حدیث میں ہے حضور اعلٰی صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں حصنوا اموالکم بالزکوۃ وداووا مرضاکم بالصدقۃ اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوٰۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن الحسن و الطبرانی والبیھقی وغیرھما عن جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اے عزیز! ایک بے عقل گنوار کو دیکھ کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا۔ بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا اور اُسے زمین میں ڈال دیتا ہے اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملادیا مگر امید لگی ہے کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہوجائے گا تجھے اس گنوار کسان کے برابر بھی عقل نہیں یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسا ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمینان بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھانے اور ایک ایک دانہ کا ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوٰۃ کا بیج نہیں ڈالتا وہ فرماتا ہے زکوٰۃ دو تمہارا مال بڑھے گا اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین ودنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہان کا زیاں مول لیتا ہے حدیث۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان تمام اسلامکم ان تؤدوا زکوۃ اموالکم تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو رواہ البزار عن علقمۃ حدیث۲ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من کان یؤمن باللہ ورسولہ فلیؤد زکوۃ مالہ جو اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتا ہو اسے لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ۲ ایمان کا تقاضا ہی ہے کہ زکوٰۃ دو حدیث۳ حضور پر نور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جس کے پاس سونا یا چاندی ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ دے قیامت کے دن اس زروسیم کی تختیاں بناکر جہنم کی آگ میں تپائیں گے پھر ان سے اس شخص کی پیشانی اور کروٹ اور پیٹھ پر داغ دیں گے جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہوجائیں گی پھر انہیں تپاکر داغیں گے قیامت کے دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے یونہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب ہوچکے اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مولٰی تعالٰی فرماتا ہے والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ○ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ○ اور جو لوگ جوڑتے ہیں سونا چاندی اور اسے خدا کی راہ میں نہیں اٹھاتے یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انہیں بشارت دے دُکھ کی مار کی جس دن تپایا جائے گا وہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں پس داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے جو تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا۔ پھر اس داغ دینے کو بھی نہ سمجھئے کہ کوئی چمکا لگا دیا جائے گا یا پیشانی وپشت وپہلو کی چربی نکل کر بس ہوگی بلکہ اس کا حال بھی حدیث سے سُن لیجئے۔ حدیث۴ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ان کے سرپستان پر وہ جہنم کا گرم پتھر رکھیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا اخرجہ الشیخان عن الاحنف بن قیس اور فرمایا میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدّی توڑ کر پیشانی سے رواہ مسلم اور اس کے ساتھ اور بھی ایک کیفیت سُن رکھیے۔ حدیث۵ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کوئی روپیہ دوسرے روپیہ پر نہ رکھا جائے گا نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی سے چھو جائے گی بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ جُدا داغ دے گا رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ اے عزیز کیا خدا اور رسول کے فرمان کو یوں ہی ہنسی ٹھٹھا سمجھتا ہے یا پچاس ہزار برس کی مدّت میں یہ جانکاہ مصیبتیں جھیلنی سہل جانتا ہے۔ ذرا یہیں کی آگ میں ایک آدھ روپیہ گرم کرکے بدن پر رکھ دیکھ پھر کہاں یہ خفیف گرمی کہاں وہ قہر آگ کہاں یہ ایک ہی روپیہ کہاں وہ ساری عمر کا جوڑا ہوا مال کہاں یہ منٹ بھر کی دیر کہاں وہ ہزار دن برس کی آفت کہاں یہ ہلکا سا چہکا کہاں وہ ہڈیاں توڑ کر پار ہونے والا غضب۔ اللہ تعالٰی مسلمان کو ہدایت بخشے۔ آمین۔ حدیث۶ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روزِ قیامت گنجے اژدہے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہو کر پڑے گا پھر سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے اس کی تصدیق پڑھی کہ رب عزوجل فرماتا ہے سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ جس چیز میں بخل کر رہے ہیں قریب ہے کہ طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالی جائے قیامت کے دن رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن خزیمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث۷ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ اژدہا منہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑے گا یہ بھاگے گا اس سے فرمایا جائے گا لے اپنا وہ خزانہ کہ چھپا کر رکھا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں جب دیکھے گا کہ اس اژدہا سے کہیں مفر نہیں ناچار اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ ایسا چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث۸ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب وہ اژدہا اس پر دوڑے گا یہ پوچھے گا تو کون ہے کہے گا میں تیرا وہ بے زکاتی مال ہوں جو چھوڑ مرا تھا جب یہ دیکھے گا کہ وہ پیچھا کیے ہی جارہا ہے ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ چبائے گا پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا اخرجہ البزار والطبرانی وابن خزیمۃ وحبان عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث۹ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ اژدہا اس کا منہ اپنے پھن میں لے کر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں رواہ البخاری والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حدیث۱۰ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر اغنیا کے ہاتھوں سُن لو ایسے تونگروں سے اللہ تعالٰی سخت حساب لے گا اور انھیں دردناک عذاب دے گا رواہ الطبرانی عن امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ حدیث۱۱ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں زکوٰۃ نہ دینے والا ملعون ہے زبان پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ ابن خزیمۃ واحمد وابو یعلٰی وابن حبان حدیث۱۲ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس پر گواہی کرنے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے زکوٰۃ نہ دینے والے ان سب کو قیامت کے دن ملعون بتایا رواہ الاصبہانی حدیث۱۳ کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیامت کے دن تونگروں کے لیے محتاجوں کے ہاتھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے خرابی ہے۔ محتاج عرض کریں گے کہ اے رب ہمارے انہوں نے ہمارے وہ حقوق جو تُونے ہمارے لیے ان پر فرض کیے تھے ظلماً نہ دیئے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا مجھے قسم ہے اپنے عزت وجلال کی کہ تمہیں اپنا قرب عطا کروں گا اور انہیں دُور رکھوں گا۔ رواہ الطبرانی وابوالشیخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۹ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کچھ لوگ دیکھے جن کے آگے پیچھے غرقی لنگوٹیوں کی طرح کچھ چیتھڑے تھے اور جہنم کی گرم آگ پتھر اور تھوہر اور سخت کڑوی جلتی بدبو گھاس چوپایوں کی طرح چرتے پھرتے تھے۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں عرض کی یہ زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں اور اللہ تعالٰی نے ان پر ظلم نہیں کیا اللہ بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔ رواہ البزار عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۱۰ دو عورتیں خدمت والا میں سونے کے کنگن پہنے حاضر ہوئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ دوگی عرض کی نہ۔ فرمایا کیا چاہتی ہو کہ اللہ تعالٰی تمہیں آگ کے کنگن پہنائے عرض کی نہ۔ فرمایا تو زکوٰۃ دو۔ رواہ الترمذی والدارقطنی واحمد وابوداؤد والنسائی عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما حدیث ۱۱ ایک بی بی چاندی کے چھلّے پہنے تھیں فرمایا ان کی زکوٰۃ دوگی انہوں نے کچھ انکار سا کیا فرمایا تو یہی تجھے جہنم میں لے جانے کو بہت ہیں۔ رواہ ابوداؤد والدارقطنی عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا حدیث ۱۲ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں ہوگا۔ رواہ الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۱۳ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے ان میں ایک وہ تونگر کہ اپنے مال میں عزوجل کا حق نہیں ادا کرتا۔ رواہ ابن خزیمۃ وحبان فی صحیحہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ غرض زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے نہ دینے والے کو ہزارہا سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنی چاہئے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہوکر خاک میں ملجائیں پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے یہ شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے۔ نادان سمجھتا ہی نہیں۔ نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کی ترک کا عذاب گردن پر موجود اے عزیز فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ ونذرانہ۔ قرض نہ دیجیے اور بالائی بیکار تحفے بھیجیے وہ قابل قبول ہوں گے خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان وجہانیاں سے بے نیاز ہے۔ یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے جھوٹے حاکموں ہی کو آزمالے کوئی زمیندار مال گزاری تو بند کرلے اور تحفہ میں ڈالیاں بھیجا کرے۔ دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں۔ ذرا آدمی اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے فرض کیجئے آسامیوں سے کسی کھنڈ ساری کا رس بندھا ہوا ہے جب دینے کا وقت آئے وہ رس تو ہرگز نہ دیں مگر تحفہ میں آم خربوزے بھیجیں۔ کیا یہ شخص ان آسامیوں سے راضی ہوگا یا آتے ہوئے اس کی نادہندگی پر جو آزار انہیں پہنچا سکتا ہے ان آم خربوزے کے بدلے اس سے باز آئے گا سبحان اللہ جب ایک کھنڈ ساری کے مطالبہ کا یہ حال ہے تو ملک الملوک احکم الحاکمین جل وعلا کے قرض کا کیا پوچھنا لاجرم محمد بن المبارک بن الصباح اپنے جزء الملا اور عثمان بن ابی شیبہ اپنی سنن اور ابونعیم حلیۃ الاولیاء اور ہناد فوائد اور ابن جریر تہذیب الآثار میں عبدالرحمٰن بن سابط وزید وزبید پسران حارث ومجاہد سے راوی لما حضر ابابکر ن الموت دعا عمر فقال اتق اللہ یاعمر واعلم ان لہ عملا بالنہار لایقبلہ

http://ataunnabi.blogspot.in

باللیل وعملا باللیل لایقبلہ بالنہار واعلم انہ لایقبل نافلۃ حتی تؤدی الفریضۃ الحدیث یعنی جب خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نزع کا وقت ہوا امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بلا کر فرمایا اے عمر اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انہیں رات میں کرو تو قبول نہ فرمائے گا اور کچھ کام رات میں کہ انہیں دن میں کرو تو مقبول نہ ہوں گے اور خبردار ہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے۔ ذکرہ العلامۃ ابراھیم بن عبداللہ الیمنی المدنی الشافعی فی الباب الثالث عشر من کتاب القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب وفی الباب التاسع عشر من کتاب التحقیق فی فضل الصدیق وھو اول کتب کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء ورواہ الامام الجلیل الجلال السیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی فی الجامع الکبیر فقال عن عبدالرحمٰن بن سابط وزید بن زبید بن الحارث ومجاھد قالوا لما حضر الخ حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم مولائے اکرم حضرت شیخ محی الملۃ والدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لیے ارشاد فرمائے ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے۔ فرماتے ہیں اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بُلائے یہ وہاں تو حاضر نہ ہوا اور اس کے غلام کی خدمت گاری میں موجود رہے پھر حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولٰی علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہوگیا اب نہ وہ حاملہ ہے نہ بچّہ والی۔ یعنی جب پُورے دنوں پر اگر اسقاط ہوا تو محنت تو پوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا حمل باقی رہتا تو آگے اُمید لگی تھی اب حمل نہ بچہ نہ امید نہ ثمرہ اور تکلیف وہی جھیلی جو بچہ والی کو ہوتی۔ ایسے ہی اس نفل خیرات دینے والے کے پاس سے روپیہ تو اٹھا مگر جب کہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور حاصل کچھ نہیں اسی کتاب مبارک میں حضور مولٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہے کہ فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منہ واھین یعنی فرض چھوڑ کر سنت ونفل میں مشغول ہوگا یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا جائے گا یوں ہی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اس کی شرح میں فرمایا "کہ ترک آنچہ لازم وضروری ست واہتمام بآنچہ نہ ضروری است از فائدہ عقل وخرد دور است چہ دفع ضرر اہم ست بر عاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی ست" حضرت شیخ الشیوخ امام شہاب الملۃ والدین سہروردی قدس سرہ العزیز عوارف شریف کے باب الثامن والثلثین میں حضرت خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل فرماتے ہیں بلغنا ان اللہ لایقبل نافلۃ حتی یؤدی فریضۃ یقول اللہ تعالٰی مثلکم کمثل العبد السوء بدا بالھدیۃ قبل قضاء الدین ہمیں خبر پہنچی کہ اللہ عزوجل کوئی نفل قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ فرض ادا کیا جائے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں سے فرماتا ہے کہاوت تمہاری اس بد بندہ کی مانند ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے تحفہ پیش کرے خود حدیث میں ہے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اربع فرضھن اللہ فی الاسلام فمن جاء بثلث لم یغنین عنہ شیئا حتی یاتی بھن جمیعا الصلوۃ والزکوۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وصیام رمضان وحج البیت چار چیزیں اللہ تعالٰی نے اسلام میں فرض کی ہیں کہ جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اُسے کچھ کام نہ دیں جب تک پوری چاروں نہ بجالائے نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ رمضان۔ حج کعبہ۔ رواہ الامام احمد فی مسندہ بسند حسن عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں امرنا باقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ومن لم یزک فلاصلوٰۃ لہ ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح سبحان اللہ جب زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز روزے حج تک مقبول نہیں تو اس نفل خیرات نام کی کائنات سے کیا امید ہے بلکہ انہیں سے اصبہانی کی روایت میں یوں آیا کہ فرماتے ہیں من اقام الصلوٰۃ ولم یؤت الزکوٰۃ فلیس بمسلم ینفعہ عملہ جو نماز ادا کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے۔ الٰہی مسلمانوں کو ہدایت فرما آمین۔ بالجملہ اس شخص نے آج تک جس قدر خیرات کی مسجد بنائی گاؤں وقف کیا یہ سب امور صحیح ولازم تو ہوگئے کہ اب نہ دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس کرسکتا ہے نہ کیے ہوئے وقف کو پھیر لینے کا اختیار رکھتا ہے نہ اس گاؤں کی توفیر ادائے زکوٰۃ خواہ اپنے اور کسی کام میں صرف کرسکتا ہے کہ وقف بعد تمامی لازم وحتمی ہوجاتا ہے جس کے ابطال کا ہرگز اختیار نہیں رہتا فی الدر المختار الوقف عندھما حبسھا علی ملك اللہ تعالٰی فیلزم فلایجوز لہ ابطالہ ولایورث عنہ وعلیہ الفتوٰی مگر بااین ہمہ جب تک زکوٰۃ پوری پوری نہ ادا کرے ان افعال پر امید ثواب قبول نہیں کہ کسی فعل کا صحیح ہوجانا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا مقبول بارگاہ ہونا اور بات ہے مثلاً اگر کوئی شخص دکھاوے کے لیے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہوگئی فرض اتر گیا پر نہ قبول ہوگی نہ ثواب پائے گا بلکہ الٹا گنہگار ہوگا یہی حال اس شخص کا ہے اے عزیز اب شیطان لعین کہ انسان کا عدو مبین ہے بالکل ہلاک کردینے اور یہ ذرا سا ڈورا جو قصد خیرات کا لگا رہ گیا ہے جس سے فقرا کو تو نفع ہے اسے بھی کاٹ دینے کے لیے یوں فقرہ سوجھائے گا کہ جو خیرات قبول نہیں تو کرنے سے کیا فائدہ چلو اسے بھی دُور کرو اور شیطان کی پوری بندگی بجالاؤ مگر اللہ عزوجل کو تیری بھلائی اور عذاب شدید سے رہائی منظور ہے تو وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ اس حکم شرعی کا جواب یہ نہ تھا جو اس دشمن ایمان نے تجھے سکھایا اور رہا سہا بالکل ہی متمرد وسرکش بنایا بلکہ تجھے تو وہ فکر کرنی تھی جس کے باعث عذاب سلطانی سے بھی نجات ملتی اور آج تک کہ یہ وقف ومسجد وخیرات بھی سب مقبول ہوجانے کی اُمید پڑتی بھلا غور کرو وہ بات بہتر کہ بگڑتے ہوئے کام پھر بن جائیں اکارت جاتی محنتیں از سر نو ثمرہ لائیں یا معاذاللہ یہ بہتر کہ رہا سہا نام کو جو صورت بندگی باقی ہے اسے بھی سلام کیجئے اور کھلے ہوئے سرکشوں اشتہاری باغیوں میں نام لکھا لیجئے وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے صدق دل سے توبہ کیجئے آج تک کہ جتنی زکوٰۃ گردن پر ہے فوراً دل کی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے اور اسے راضی کرنے کو ادا کردیجئے کہ شہنشاہ بے نیاز کی درگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرماں بردار بندوں کے دفتر میں چہرہ لکھا جائے۔ مہربان مولٰی جس نے جان عطا کی اعضا دیئے مال دیا کروڑوں نعمتیں بخشیں اس کے حضور منہ اُجالا ہونے کی صورت نظر آئے اور مژدہ ہو بشارت ہو، نوید ہو، تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے وقف کیا ہے مسجد بنائی ہے ان سب کا بھی مقبولی کی اُمید ہوگی کہ جس جرم کے باعث یہ قابل قبول نہ تھے، جب وہ زائل ہوگیا انہیں بھی باذن اللہ تعالٰی شرف قبول حاصل ہوگیا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

چارہ کار تو یہ ہے آگے ہر شخص اپنی بھلائی برائی کا اختیار رکھتا ہے۔ مدت دراز گزرنے کے باعث اگر زکوٰۃ کا تحقیقی حساب نہ معلوم ہوسکے تو مال پاک کرنے کے لیے بڑی سے بڑی رقم جہاں تک خیال میں آسکے فرض کرلے کہ زیادہ جائے گا تو ضائع نہ جائے گا بلکہ تیرے رب مہربان کے پاس تیری بڑی حاجت کے وقت کے لیے جمع رہے گا وہ اس کا کامل اجر جو تیرے حوصلہ وگمان سے باہر ہے عطا فرمائے گا اور کم کیا تو جبار قہار کا مطالبہ جیسا ہزار روپیہ کا ویسا ہی ایک پیسہ کا۔ اگر بدین وجہ کہ مال کثیر اور قرنوں کی زکوٰۃ ہے یہ رقم وافر دیتے ہوئے نفس کو دبیچ کا تو اول تو یہی خیال کرلیجئے کہ قصور اپنا ہے سال بہ سال دیتے رہتے تو یہ گٹھری کیوں بندھ جاتی۔ پھر خدائے کریم عزوجل کی مہربانی دیکھئے اس نے یہ حکم نہ دیا کہ غیروں ہی کو دیجئے بلکہ اپنوں کو دینے میں دونا ثواب رکھا ہے ایک تصدق کا ایک صلہ رحم کا تو جو اپنے گھر کے پیارے دل کے عزیز ہوں جیسے بھائی بھتیجے بھانجے انھیں دیدیجئے کہ ان کا دینا چنداں ناگوار نہ ہوگا بس اتنا لحاظ کرلیجئے کہ نہ وہ غنی ہو نہ غنی باپ زندہ کے نابالغ بچے نہ ان سے علاقہ زوجیت یا ولادت ہو یعنی نہ وہ اپنی اولاد میں نہ آپ ان کی اولاد میں۔ پھر اگر رقم ایسی ہی فراواں ہے کہ گویا ہاتھ بالکل خالی ہوا جاتا ہے تو دیئے بغیر تو چھٹکارا نہیں۔ خدا کے وہ سخت عذاب ہزاروں برس تک جھیلنے بہت دشوار ہیں دنیا کی یہ چند سانسیں تو جیسے بنے گزر ہی جائیں گی تاہم اگر یہ شخص اپنے ان عزیزوں کو بہ نیت زکوٰۃ دے کر قبضہ دلائے پھر وہ ترس کھاکر بغیر اس کے جبر واکراہ کے اپنی خوشی سے بطور ہبہ جس قدر چاہیں واپس کردیں تو سب کے لیے سراسر فائدہ ہے اس کے لیے یہ کہ خدا کے عذاب سے چھوٹا اللہ تعالٰی کا قرض وفرض ادا ہوا اور مال بھی حلال وپاکیزہ ہوکر واپس ملا جو رہا وہ اپنے جگر پاروں کے پاس رہا ان کے لیے یہ فائدہ ہیں کہ دنیا میں مال ملا عقبٰی میں اپنے عزیز مسلمان بھائی پر ترس کھانے اور اسے ہبہ کرنے اور اس کے ادائے زکوٰۃ میں مدد دینے سے ثواب پایا پھر اگر ان پر پورا اطمینان ہو تو زکوٰۃ سالہا سال کا حساب لگانے کی بھی حاجت نہ رہے گی اپنا کل مال بطور تصدق انھیں دے کر قبضہ دلادے پھر وہ جس قدر چاہیں اسے اپنی طرف سے ہبہ کردیں کتنی ہی زکوٰۃ اس پر تھی سب ادا ہوگئی اور سب مطلب برآئے اور فریقین نے ہر قسم کے دینی ودنیوی نفع پائے مولٰی عزوجل اپنے کرم سے توفیق عطا فرمائے آمین آمین یارب العالمین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم

مسئلہ ۹۵

از شہر محلہ ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فریدپور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

زکوٰۃ کس ماہ میں دینا اولٰی ہے یا یہ کہ زیور اور روپیہ تو جب پورا سال گزر جائے۔

الجواب

جب سال تمام ہو فوراً فوراً پورا ادا کرے ہاں اولیت چاہے تو سال تمام ہونے سے پہلے پیشگی ادا کرے اس کے لیے بہتر ماہ مبارک رمضان ہے جس میں نفل کا ثواب فرض کی برابر اور فرض کا ستر فرضوں کے برابر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹٦

از بنارس مسجد بی بی راجی متصل شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۱۳۱۲ھ

ماقولکم ایہا العلماء دریں مسئلہ کہ زید پیشہ طبابت کرتا ہے اور کچھ گولیاں اس کے پاس ہیں کہ بحساب فی روپیہ ۲ گولیاں علی العموم بیارکو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کو دیتا ہے لیکن لاگت اصل ۴ گولیاں کی ۴ پیسہ ہے جب مطلب یہ ہے کہ کوئی غریب مصرف زکوٰۃ آجاتا ہے تو ۴ گولی مذکور الصدر جس کی قیمت اصلی ۴ پیسہ ہے دے کر ایک روپیہ ادائے زکوٰۃ میں شمار کرتا ہے اس صورت میں بموجب اُس کے خیال کے ایک روپیہ زکوٰۃ میں سے ادا ہوگا یا ایک آنہ جو لاگت اصلی ہے بینوا توجروا

الجواب

ہرچند ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے پیشہ کی چیز برضائے مشتری ہزار روپے کو بیچے جبکہ اُس میں کذب و فریب و مغالطہ نہ ہو مگر زکوٰۃ وغیرہا صدقات واجبہ میں جہاں واجب شئی کی جگہ اُس کی غیر کوئی چیز دی جائے تو صرف بلحاظ قیمت جائز ہی دی جاسکتی ہے فی التبیین لو ادی من خلاف جنسہ تعتبر القیمۃ بالاجماع اھ وفی التتارخانیۃ عن التحفۃ الواجب فی الابدال الا فی ثۃ حق لایجوز الذکور الا بطریق القیمۃ اھ وفی محیط الامام السرخسی فی صدقۃ الفطر ان دقیق الحنطۃ والشعیر وسویقھما مثلھما والخبز لایجوز الا باعتبار القیمۃ وھو الاصح اھ الکل فی الھندیۃ اور قیمت وہ کہ نرخ بازار سے جو حیثیت شئی کی ہو نہ وہ کہ بائع اور مشتری میں اُن کی تراضی سے قرار پائے کہ وہ ثمن ہے فی ردالمحتار الفرق بین الثمن ما تراضی علیہ المتعاقدان سواء زاد علی القیمۃ او نقص والقیمۃ ما قوم بہ الشئی بمنزلۃ المعیار من غیر زیادۃ ولا نقصان تو اُن گولیوں کی بلحاظ نرخ بازار جس قدر مالیت ہو اُسی قدر زکوٰۃ میں مجرا ہوں گے اُس سے زائد دین الٰہی رہا کہ فوراً واجب الادا ہے ہاں اگر زیادہ محسوب کرنا چاہے تو اس کی سبیل یہ نہیں بلکہ یوں ہے کہ مصرف زکوٰۃ کو گولیاں ہبۃ نہ دے اُس کے ہاتھ بیع کرلے اب بیع میں اختیار ہے جو ثمن چاہے اُس کی رضا سے ٹھہرالے اگرچہ شئی کی حیثیت سے کتنا ہی زائد ہو بشرطیکہ مشتری عاقل بالغ ہو اور اُسے سمجھا دے کہ اگر تیرے پاس قیمت نہیں تو اس کا اندیشہ نہ کر میں خود اپنے پاس سے تجھے دے کر سبکدوش کردوں گا اب مثلاً ۴ گولیاں ایک روپیہ کو اُس کے ہاتھ بیچے وہ خرید لے اس کا ایک روپیہ اُس پر دین ہوگیا پھر ایک روپیہ بہ نیت زکوٰۃ اُسے دے کر قبضہ کرادے پھر اپنے آتے ہیں اُس سے واپس لے اگر وہ عذر کرے تو جبراً لے سکتا ہے کہ اتنی میں وہ اس کا مدیون ہے یوں اُسے چار گولیاں مفت ملیں گی اور اس کی زکوٰۃ سے ایک روپیہ ادا ہوجائے گا فی الدرالمختار حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

از بمبئی ۲ ہوٹل آئسکریم مسئولہ شیخ امام علی صاحب رضوی ۱۵ محرم ۱۳۳۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھ زمین کسی زمیندار سے ٹھیکہ میں لی اس کے پاس دس ہزار روپیہ جمع کیا میعاد ٹھیکہ کی مقرر نہیں یہ طے ہوا کہ جس وقت روپیہ واپس کریں گے زمین ٹھیکہ سے نکال لیں گے اور اس شخص نے زمین سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی اس روپیہ کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے اور کس طریقہ سے اس کی زکوٰۃ دی جائے (۲) اگر ایک شخص کے پاس دس بیگہہ زمین کاشتکاری کی ہے اور وہ پانچ بیگہہ زمین میں بارش سے غلہ اُگاتا ہے اور پانچ بیگہہ زمین کو کوئیں یا دریائی پانی سے سینچ کر غلہ پیدا کرتا ہے اور غلہ صرف اتنا ہی ہوتا ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ جو خاندان کے لیے کافی ہوتا ہے بچت نہیں اس صورت میں میں اُس کے عشر اور زکوٰۃ کا کیا حکم ہے (۲) اگر کسی شخص نے ایک دوکان میں دس ہزار روپیہ کا سامان یعنی میز کرسی اور برتن وغیرہ خرید کر گاہکوں کے استعمال کے لیے لگا دیا اور دوکان میں فروخت کی اشیاء روزانہ یا دوسرے تیسرے دن لا کر فروخت کرتا ہے تو اس دس ہزار روپیہ کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے اور روزانہ جو آمدنی ہوتی ہے اُس کو اپنے خرچ میں لاتا ہے

الجواب

(۱) یہ کوئی صورت ٹھیکہ کی نہیں ٹھیکہ میں نفع کے مقابل روپیہ ہوتا ہے نہ یہ کہ نفع لیا جائے اور واپسی زمین پر روپیہ واپس ہو جائے یہ صورت قرض کی ہے اور زمین رہن ہے اور اُس سے نفع لینا جائز نہیں اور اُس کی زکوٰۃ اُس روپے والے پر واجب اگرچہ واجب الادا اُس وقت ہوگی جب وہ قرض بقدر نصاب یا خمس نصاب اُس کو وصول ہو واللہ تعالٰی اعلم (۲) زکوٰۃ تو نہ غلہ پر ہے نہ زمین پر اگر سونا یا چاندی تمام حاجات اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب ہو اور سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور عشر بہر حال واجب ہے مینھ کی پیداوار پر دسواں حصہ اور پانی دی ہوئی پر بیسواں واللہ تعالٰی اعلم (۳) جس دن وہ مالک نصاب ہوا تھا جب اُس پر سال پورا گزرے گا اُس وقت جتنا سونا چاندی یا تجارت کا مال میز کرسی وغیرہ جو کچھ بھی ہو بقدر نصاب اُس کے پاس تمام حاجات اصلیہ سے فارغ موجود ہوگا اُس پر زکوٰۃ فرض ہوگی روزمرہ کے خرچ میں جو خرچ ہو گیا ہو گیا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

از کانپور محلہ فیل خانہ کہنہ مسئولہ سید محمد آصف صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

حضور کے فتاوی جلد اول مطبوعہ کے صفحہ ۸۲ کے حاشیہ پر یہ عبارت ہے کہ جس کے عزیز محتاج ہوں اُسے منع ہے کہ اُنھیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے حدیث میں فرمایا ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالٰی روز قیامت اُس کی طرف نظر نہ فرمائے گا عزیز سے کون کون شخص مراد ہیں۔

الجواب

عزیزوں میں ذورحم محرم مقدم ہیں پھر باقی ذورحم ان سے پھیر کر اجنبی کو صدقہ نہ دے پھیرنے کے معنی کا صدق چاہئے مثلاً گداگروں کو جو ایک آدھ پیسہ یا روٹی کا ٹکڑا دیا جاتا ہے کہ اپنے اعزا کو نہیں دے سکتا اور دے تو وہ نہ لیں گے وہ ان سے پھیر کر دینا نہ ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ رسالہ ادرع التعسف عن الامام ابی یوسف

از گونڈہ کالے دوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ

کتاب ظفر المبین مولفہ محی الدین غیر مقلد میں لکھا ہے کہ جناب قاضی ابو یوسف صاحب آخر سال پر اپنا مال اپنی بی بی کے نام ہبہ کر دیا کرتے تھے اور اس کا مال اپنے نام ہبہ کرا لیا کرتے تھے تاکہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے یہ بات کسی نے امام ابو حنیفہ صاحب سے نقل کی انھوں نے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فرمایا کہ یہ اُن کے فقہ کی بہت سے ہے اور درست فرمایا چنانچہ اس امر کو ایک عالم صاحب مقلد نے بھی تصدیق کیا بلکہ یہ کہا کہ اس عالم کو امام بخاری صاحب نے بھی درج کتاب کیا ہے اور بہت نفرت کے ساتھ لکھا ہے اس کی تشریح و توضیح مدلل ارشاد فرمائی جائے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد صل وسلم علی سید انبیاءک وآلہ وصحبہ ومنازل اصفیائک اسألک حبک وحب احبائک وحسن الادب مع جمیع اولیائک واعوذ بک من غضبک وسخطک وسوء بلائک۔ اولاً صحیح بخاری شریف میں اول تا آخر کہیں اس حکایت کا پتہ نہیں کہ امام ابویوسف اس کے عامل تھے امام اعظم مصدق ہوئے امام بخاری نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اگر کوئی شخص حال تمام سے پہلے مال کو ہلاک کردے یا دے ڈالے یا بیچ کر بدل لے کہ زکوٰۃ واجب نہ ہونے پائے تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور ہلاک کرکے مرجائے تو اس کے مال سے کچھ نہ لیا جائے گا اور سال تمام سے پہلے اگر زکوٰۃ ادا کردے تو جائز وروا اُن کی عبارت یہ ہے وقال بعض الناس فی عشرین ومائۃ بعیر حقتان فان اھلکھا متعمدا او وھبھا او احتال فیھا فرارا من الزکوٰۃ فلا شیئ علیہ ثم کما قال بعض الناس فی رجل لہ ابل فخاف ان تجب علیہ الصدقۃ فباعھا بابل مثلھا او بغنم او ببقر او بدراھم فرارا من الصدقۃ بیوم واحتیالا فلا شیئ علیہ وھو یقول ان زکی ابلہ قبل ان یحول الحول بیوم او بسنۃ جازت عنہ ثم کما وقال بعض الناس اذا بلغت الابل عشرین ففیھا اربع شیاہ فان وھبھا قبل الحول او باعھا فرارا او احتیالا لاسقاط الزکوٰۃ فلا شیئ علیہ وکذلک ان اتلفھا فمات فلا شیئ فی مالہ اس میں نہ اس حکایت کا کہیں نشان نہ امام اعظم خواہ امام ابویوسف کا نام ایک مسئلہ میں بعض علماء کا صرف مذہب نقل کیا ہے کہ کوئی ایسا کرے تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا **ثانیاً** ہمارے کتب مذہب نے اس مسئلہ میں امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کا اختلاف نقل کیا اور صاف لکھ دیا کہ فتوٰی امام محمد کے قول پر ہے کہ ایسا فعل جائز نہیں تنویر الابصار و درمختار و درر و غرر وجوہرہ نیرہ وغیرہا میں ہے واللفظ للاولین (تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتھا وفاقا) کقولہ للشفیع اشترہ منی (ذکرہ البزازی و) اما الحیلۃ لدفع ثبوتھا ابتداء فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ (وبضدہ) وھو الکراھۃ (فی الزکوٰۃ) والحج وآیۃ السجدۃ جوہرہ ردالمحتار میں شرح درر البحار سے ہے ھذا تفصیل حسن غمز العیون میں ہے الفتوٰی علی عدم جواز الحیلۃ لاسقاط الزکوٰۃ وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی وھو المعتمد مجمع الانہر شرح الکنز للعینی سے ہے المختار عندی ان لا تکرہ فی الشفعۃ دون الزکوٰۃ وقایہ واصلاح وایضاح میں ہے واللفظ لھذین لایکرہ حیلۃ اسقاط الشفعۃ والزکوٰۃ عند ابی یوسف خلافا لمحمد ویفتی فی الاول بقول الاول وفی الثانی بقول الثانی امام الائمہ سراج الامہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب بھی یہی مذہب امام محمد ہے کہ ایسا فعل ممنوع و بد ہے غمز العیون میں تاتارخانیہ سے ہے کان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذلک مکروھا عند الامام ومحمد تو امام کی طرف وہ نسبت تصویب کہ اُنھوں نے فرمایا زا بو یوسف نے درست فرمایا، خود مذہب امام کے صریح خلاف ہے **ثالثاً** بلکہ خزانۃ المفتین میں فتاوی کبرٰی سے ہے الحیلۃ فی ابطال الشفعۃ بعد ثبوتھا یکرہ لانہ ابطال لحق واجب واما قبل الثبوت فلاباس بہ وھو المختار والحیلۃ فی منع وجوب الزکوۃ تکرہ بالاجماع یہاں سے ثابت کہ ہمارے تمام ائمہ کا اُس کے عدم جواز پر اجماع ہے حضرت امام ابو یوسف بھی مکروہ رکھتے ہیں ممنوع وناجائز جانتے ہیں کہ مطلق کراہت کراہت تحریم کے لیے ہے خصوصاً نقل اجماع کہ یہاں ہمارے سب ائمہ کا مذہب متحد بتا رہا ہے اور شک نہیں کہ مذہب امام اعظم وامام محمد اس حیلہ کا ناجائز ہونا ہے عیون کے لفظ سُن چکے کہ صاف عدم جواز کی تصریح ہے **اقول** اگر بتقاضر نقول خلاف بغرض توفیق اس روایت اجماع میں کراہت کو معنی اعم پر حمل کریں فربما تجتمع کذا کقولھم فی الصلوۃ کرہ کذا وکذا وسرد ھم فیہ المکروھات من القسمین تو حاصل یہ ہوگا کہ اس حیلہ کے کروہ وناپسند ہونے پر ہمارے ائمہ کا اجماع ہے خلاف اس میں ہے کہ امام ابو یوسف مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں اور امام اعظم وامام محمد مکروہ تحریمی اور فقیر نے بچشم خود امام ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی متواتر کتاب مستطاب الخراج میں یہ عبارت شریفہ مطالعہ کی (مطبع میری بولاق مصر ص۸۰) قال ابو یوسف رحمہ اللہ لایحل لرجل یؤمن باللہ والیوم الاخر منع الصدقۃ ولا اخراجھا من ملکہ الی ملک جماعۃ غیرہ لیفرقھا بذلک فتبطل الصدقۃ عنھا بان یصیر لکل واحد منھم من الابل والبقر والغنم مالایجب فیہ الصدقۃ ولایحتال فی ابطال الصدقۃ بوجہ ولاسبب بلغنا عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال مامانع الزکوۃ بمسلم ومن لم یؤدھا فلا صلوۃ لہ یعنی امام ابو یوسف فرماتے ہیں کسی شخص کو جو اللہ وقیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں کہ زکوۃ نہ دے یا اپنی ملک سے دوسرے کی ملک میں دیدے جس سے ملک متفرق ہوجائے اور زکوۃ لازم نہ آئے کہ اب ہر ایک کے پاس نصاب سے کم ہے اور کسی طرح کسی صورت ابطال زکوۃ کا حیلہ نہ کرے ہم کو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا زکوۃ نہ دینے والا مسلمان نہیں اور جو زکوۃ نہ دے اُس کی نماز مردود ہے فتاوی کبرٰی وخزانۃ المفتین کی نقل اجماع عبارت اطلاق کی تائید کر رہی ہے اور اس کا اطلاق اُس اجماع کی امام ابو یوسف نے یہ کتاب مستطاب خلیفہ ہارون کے لیے تصنیف فرمائی ہے جبکہ امام خلافت ہارونی میں قاضی القضاۃ وقاضی الشرق والغرب تھے اُس میں کمال اعلان حق کے ساتھ خلیفہ کو وہ ہدایات فرمائی ہیں جو ایک اعلٰی درجے کی امام ربانی کے شایان شان تھیں کہ اللہ کے معاملہ میں سلطان وخلیفہ کسی کا خوف ولحاظ نہ کرے اور خلیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے ان ہدایات کو اسی طرح سُنا ہے جو ایک خدا پرست سلطان وامیر المومنین کے لائق ہے کہ نصائح ائمہ وعلماء اگرچہ بظاہر تلخ ہوں گوش قبول سے سُنے اور اُن کے حضور فروتنی کرے یہ زمانہ امام کا آخر زمانہ تھا حاضرین مجلس مبارک سیدنا امام اعظم یا اُس کے بعد کا قریب زمانہ جس میں خلافیات ائمہ ثلثہ منقول ہوئی ہیں اُس سے متقدم تھا تو اس تقدیر پر نقل اجماع کو ظاہر سے پھیرنے کی حاجت نہیں تطبیق یوں ہوں گی کہ امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی نے اس قول سے رجوع فرمائی اور ان کا آخر قول یہی ٹھہرا جو ان کے استاذ اعظم امام الائمہ اور شاگرد اکبر امام محمد کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور ایک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امامِ دین جب ایک قول سے رجوع فرمائے تو اب وہ اس کا قول نہ رہا نہ اُس سے اُس پر طعن روا ورنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر طعن کیا جائے کہ وہ ابتدا میں جوازِ متعہ کے مدتوں قائل رہے ہیں یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما اپنے زمانۂ خلافت میں اُن سے فرمایا کہ اپنے ہی اوپر آزما دیکھئے اگر متعہ کرو تو میں سنگسار کردوں آخر زمانہ میں اُس سے رجوع کی اور فرمایا اللہ عزوجل نے زوجہ وکنیزِ شرعی بس ان دو کو حلال فرمایا ہے فکل فرج سواھما حرام ان دو کے سوا جو فرج ہے حرام ہے رواہ الترمذی زید ابن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر طعن کیا جائے کہ وہ پہلے سود کی بعض صورتیں حلال بتاتے تھے یہاں تک کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ زید کو خبر دے دو کہ اگر وہ اس قول سے باز نہ آئے تو اُنھوں نے جو جہاد رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب کیا اللہ تعالٰی اُسے باطل فرمادے گا رواہ الدار قطنی **رابعًا** یہ حکایت کسی سندِ مستند سے ثابت نہیں اور بے سند مذکور ہونا طعن کے لیے کیا نفع دے سکتا ہے وہ بھی ایسی کتاب میں خصوصًا جس میں تو وہ حدیثیں خود رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ایسی منسوب ہیں جن کی نسبت ائمہ حدیث نے جزم کیا کہ باطل وموضوع ومکذوب ہیں ولکل فن رجال ولکل رجال مجال ویابی اللہ العصمۃ الا لکلامہ ولکلام رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجتہد کے اجتہاد میں کسی فعل کا جواز آنا اور بات اور خود اُس کا مرتکب ہونا اور بات یہ اساطین دین الٰہی بارہا عوام کے لیے رخصت بتاتے اور خود عزیمت پر عمل فرماتے سیدنا امام اعظم امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ مالک الازمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں لااحرم النبیذ الشدید دیانۃ ولااشربہ مروءۃ اُن کے شاگرد کے شاگرد محمد بن مقاتل رازی کہتے ہیں لو اعطیت الدنیا بحذافیرھا ماشربت المسکر یعنی نبیذ التمر والزبیب ولو اعطیت الدنیا بحذافیرھا ما افتیت بانہ حرام ذکرہ الامام البخاری فی الخلاصۃ **خامسًا** امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ الشریف احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں فان قیل ھل یجوز لعن یزید لانہ قاتل الحسین اوامربہ قلنا ھذا لم یثبت اصلا فلا یجوز ان یقال انہ قتلہ او امر بہ مالم یثبت فضلا عن اللعنۃ لانہ لاتجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا وقتل ابو لؤلؤ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فان ذٰلک ثبت متواترا فلا یجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق **اقول** یہ مسئلہ کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے حکایت کیا جاتا ہے ایا خطاء اجتہادی ہے یا اس کی قابلیت نہیں رکھتا بلکہ معاذ اللہ عمدًا فریضۂ الٰہیہ سے معاندت ہے برتقدیر اول اس سے طعن کے کیا معنی مجتہد اپنی خطا پر ثواب پاتا ہے اگرچہ صواب کا ثواب دونا ہے اور اگر عیاذًا باللہ شق ثانی فرض کی جائے تو فرض خود سے معاندت قطعًا کبیرہ ہے خصوصًا وہ بھی بر سبیل عادت جو (کہ دیا کرتے تھے) کا مفاد ہے خصوصًا اس زعم کے ساتھ کہ آخرت میں اس کا ضرر ہر گناہ سے زائد ہے تو معاذ اللہ اکبر الکبائر ہوا پھر کیونکر حلال ہوگیا کہ ایسے سخت کبیرہ شدیدہ نہ کبیرہ بلکہ اکبر الکبائر کو ایک مسلمان نہ صرف مسلمان بلکہ امام المسلمین کی طرف بلا تواتر نہ فقط بے تواتر بلکہ محض بلاسند صرف حکی کی بنا پر نسبت کردیا جائے سبحان اللہ یزید پلید کی طرف تو یہ نسبت ناجائز وحرام ہو کہ اس نے امام مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرایا اس لیے کہ اُس کا حکم دینا اُس خبیث سے متواتر نہیں اور سیدنا امام ابویوسف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسی اشد شدید عظیم بات نسبت کرنا حلال ٹھہرے حالانکہ تواتر چھوڑ اصلاً کوئی ٹوٹی پھوٹی سند بھی نہیں۔ فقد تمت الحجۃ بالحجۃ علی الحجۃ وظہر بہ ذیل امام الحجۃ وللہ الحجۃ البالغۃ ولکل جواد کبوۃ ولکل صارم نبوۃ ولکل عالم ھفوۃ ولقد صدق امام دار الھجرۃ عالم المدینۃ سیدنا الامام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالٰی اذ یقول کل ماخوذ من قولہ ومردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ان الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ھفوات بدرت منھا ندرات یبتغون الفتنۃ فی الدین وایذاء قلوب المسلمین واللہ المستعان علی الطاغین والمردۃ الباغین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم سادساً مجرد استقباح واستبعاد بے دلیل شرعی مسموع نہیں نہ احکام زہد احکام شرع پر حاکم نماز میں قلت خشوع کو اہل سلوک کیا کیا سخت وشنیع مذمتیں نہیں کرتے ایسی نماز کو باطل ومہمل وفاسد ومختل سمجھتے ہیں اور فقہاء کا اجماع ہے کہ خشوع نہ رکن نماز ہے نہ فرض نہ شرط ما نحن فیہ کا محل اجتہاد نہ ہونا مخالف نے نہ بتایا نہ قیامت تک بتا سکتا ہے پھر اجتہاد مجتہد پر طعن کیا معنی۔ رہا فعل اگر بفرض غلط ایک آدھ بار وقوع بسند معتمد ثابت بھی ہوجائے تو کرنے اور کیا کرنے میں زمین آسمان کا بل ہے نہ کان یفعل تکرار میں نص کما بیناہ فی النتاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل واقعہ حال محتمل صد احتمال ہوتا ہے عروض ضرورت یا امر اہم یا کچھ نہ سہی تو بیان جواز ہی کہ فعلاً قولاً سے اکمل واتم اور (یہ اُن کی فقہ سے ہے) تصویب بایں معنی اس قدر کہ یہ اُن کا اجتہاد ہے جس کا حاصل صرف منع طعن ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد پر ملام نہیں جس طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عکرمہ کو جب اُنھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شکایت کی کہ وتر کی ایک رکعت پڑھی جواب دیا دعہ فانہ فقیہ اُنھیں کچھ نہ کہہ کہ وہ مجتہد ہیں رواہ البخاری ہاں در بارۂ تصویب وتصدیق یہ حکایت کتب میں منقول ہے کہ امام زین الملۃ والدین ابوبکر خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کسی شافعی المذہب نے امام ابویوسف کا یہ قول حضور کے سامنے عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ابویوسف کی تجویز حق ہے یا فرمایا راست ہے شرح نقایہ میں ہے وقد ایدہ ماصح عندنا ان افضل العلماء فی زمانہ واکمل العرفاء وانہ زین الملۃ والدین ابوبکر التائبادی قد رای فی المنام ان شافعی المذہب قال فی مجلس النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ابایوسف جوز حیلۃ فی اسقاط الزکوۃ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ماجوزہ ابویوسف حق او صدق سابعاً بعد وجوب منع کا حیلہ بالاجماع حرام قطعی ہے یہاں کلام منع وجوب میں ہے یعنی وہ تدبیر کرنی کہ ابتداءً زکوۃ واجب ہی نہ ہو امام ابویوسف فرماتے ہیں اس میں کون سے حکم خدا کی نافرمانی ہوئی اللہ عزوجل نے سال تمام ہونے پر زکوۃ فرض کی جو بعد وجوب ادا نہ کرے بالاجماع عاصی ہے یہ کہاں فرض کیا ہے کہ اپنے مال پر سال گزر بھی جانے دو جس طرح یہ فرض فرمایا ہے کہ جو زاد وراحلہ وقدرت رکھتا ہو حج کرے یہ کب فرض کیا ہے کہ زاد وراحلہ واستطاعت کے قابل مال جمع بھی کرو یہ ہرگز واجب کیا مستحب بھی نہیں کہ قدر نصاب مال جوڑ کر سال بھر رکھ چھوڑو تاکہ زکوۃ واجب ہو ائمہ دین کو تعلیم عمل کی طرف منسوب کرنا بدگمانی ہے جو عوام مسلمین پر بھی جائز نہیں اور حق یہ ہے کہ امام ممدوح کا یہ قول بھی اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لیے نہیں کہ لوگ اُسے دستاویز بناکر زکوٰۃ سے بچیں بلکہ وہ وقت ضرورت وحاجت پر محمول ہے مثلاً کسی پر حج فرض ہوگیا تھا مال چوری ہوگیا مصارف حج ونفقہ عیال کے لیے ہزار درم کی ضرورت ہے اس سے کم میں نہ ہوگا محنت وکوشش سے جمع کیے آج قافلہ جانے کو ہے کل سال زکوٰۃ تمام ہوگا، اگر پچیس درم نکل جائیں گے مصارف میں کمی پڑے گی یہ ایسا حیلہ کرسکے کہ حج فرض سے محروم نہ رہے یا کوئی شخص اپنے حال کو جانتا ہے کہ زکوٰۃ اُس سے ہرگز ہرگز قطعاً نہ دی جائے گی اُس کا نفس ایسا غالب ہے کہ کسی طرح اس فرض کی ادا پر اصلاً قدرت نہ دے گا یہ اس خیال سے ایسا کرے کہ بعد فرضیت ترک ادا وارتکاب گناہ سے بچوں تو از قبیل من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما ہوگا سراجیہ میں ہے اذا اراد ان یحتال لامتناع وجوب الزکاۃ لما انہ خاف ان لایؤدی فیقع فی المأثم فالسبیل ان یھب النصاب قبل تمام الحول من یثق بہ ویسلمہ الیہ ثم یتوھبہ دیکھو تصریح ہے کہ یہ حیلہ گناہ سے بچنے کے لیے نہ کہ معاذ اللہ گناہ میں پڑنے کے واسطے حیل شرعیہ کا جواز خود قرآن عظیم واحادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے ایوب علیہ الصلاۃ والسلام نے قسم کھائی تھی کہ اپنی زوجہ مقدسہ کو سَو کوڑے ماریں گے رب العزت عزجلالہ نے فرمایا وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث یعنی سو تیلیوں کی ایک جھاڑو بناکر اس سے ایک دفعہ مار لو اور قسم جھوٹی نہ کرو، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک کمزور شخص پر حد لگانے میں اسی حیلہ جمیلہ پر عمل فرمایا ارشاد ہوا خذوا لہ عثکالا فیہ مائۃ شمراخ فاضربوہ بہ ضربۃ واحدۃ شاخہائے خرما کا ایک گچھا لو جس میں سو شاخیں ہوں اُس سے ایکبار مار دو۔ رواہ احمد وابن ماجۃ وابوداؤد بمعناہ والبغوی فی شرح السنۃ الاولان عن ابی امامۃ بن سھل عن سعید بن سعد بن عبادۃ والثالث عن ابی امامۃ بن سھل عن بعض الصحابۃ من الانصار والرابع عن سعید بن سعد بن عبادۃ بن سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برجال الحدیث ھذا حدیث حسن الاسناد ورواہ الرویانی فی مسندہ فقال حدثنا محمد بن المثنی ناعثمٰن بن عمر نا فلیح عن سھل بن سعد ان ولیدۃ فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حملت من الزنا فسئلت من احبلک فقالت احبلنی المقعد فسئل فاعترف فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ لضعیف عن الجلد فامر بمائۃ عثکول فضربہ بھا ضربۃ واحدۃ اھ ھٰکذا وقع فیما رأیت انما المعروف ابن سھل سعید بن سعد وفی اخری لابن ماجۃ عن ابن سھل عن سعد بن عبادۃ واللہ تعالٰی اعلم۔ خود صحیح بخاری شریف بلکہ صحیحین میں حضرت ابوسعید وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک صاحب کو خیبر پر عامل بناکر بھیجا وہ عمدہ خرمے وہاں سے لائے فرمایا کیا خیبر کے سب خرمے ایسے ہی ہیں عرض کی نہیں یارسول اللہ واللہ کہ ہم چھ سیر خرموں کے بدلے یہ خرمے تین سیر اور نو سیر دے کر اس کے چھ سیر خریدتے ہیں فرمایا لاتفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا ایسا نہ کرو بلکہ ناقص یاکچیل خرمے پہلے روپوں کے عوض بیچو پھر ان روپیوں سے یہ عمدہ خرمے خرید دو اور سب موزون کے بارے میں یہی حکم فرمایا نیز صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ برنی چھوہارے کہ عمدہ قسم ہیں خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر لائے فرمایا یہ کہاں سے آئے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عرض کی ہمارے پاس ناقص چھوہارے تھے ان کے چھ سیر دے کر یہ تین سیر لیے فرمایا: اَوَّہ عین الربا عین الربا لاتفعل و لکن اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع اٰخر ثم اشتر بہ (اف خاص سود ہے ایسا نہ کرو، ہاں جب بدلنا چاہو تو اپنے چھوہارے اور چیز سے پہلے بیچ کر پھر اس سے اچھے چھوہارے مول لے لو۔ یہ شرعی حیلے نہیں تو اور کیا ہیں، باب حیل واسع ہے اگر کلام کو وسعت دی جائے تطویل لازم آئے اہل انصاف کو اسی قدر بس ہے پھر جب اللہ و رسول اجازتیں دیں تعلیمیں فرمائیں تو ابو یوسف پر کیا الزام آسکتا ہے ہاں ہمارے امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما نے یہ خیال فرمایا کہ کہیں اس کی تجویز عوام کے بے مقصد شرعی کا دروازہ نہ کھولے لہذا ممانعت فرمادی اور ائمہ فتوٰی نے اسی منع ہی پر فتوٰی دیا امام بخاری بھی اگر امام محمد کا ساتھ دیں اور یہ قول امام ابی یوسف پسند نہ کریں تو امام ابی یوسف کی شان جلیل کو کیا نقصان وہ کون سا مجتہد ہے جس کے بعض اقوال دوسروں کو مرضی نہ ہوئے یہ رد و قبول تو زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بلانکیر رائج و معمول ہے نہ بخاری کے اقوال مذکورہ میں کوئی کلمہ سخت نفرت کا ہے اُن سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ یہ قول انھیں مختار نہیں اور ہو بھی تو ان کی نفرت امام مجتہد کو کیا ضرر دے سکتی ہے خصوصًا ائمہ حنفیہ لاسیما امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم کہ امام بخاری کے امام و متبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کی نسبت شہادت دیتے ہیں کہ تمام مجتہدین امام ابوحنیفہ کے بال بچے ہیں حفظ حدیث و نقد رجال و تنقیح صحت و ضعف روایات میں امام بخاری کا اپنے زمانے میں پایہ رفیع والا صاحب رتبہ بالا مقبول معاصرین و مقتدائے متاخرین ہونا مسلّم کتب حدیث میں ان کی کتاب بیشک نہایت چیدہ و انتخاب جس کے تعالیق و متابعات و شواہد کو چھوڑ کر اصول مسائید پر نظر کیجئے تو ان میں گنجائش کلام تقریبًا شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثابتہ امام اعظم میں اور یہ بھی بحمد اللہ حنفیہ و شاگردان ابوحنیفہ و شاگرد شاگرد ابوحنیفہ مثل امام عبداللہ بن المبارک و امام یحیٰی بن سعید قطان و امام فضیل بن عیاض و امام مسعر بن کدام و امام وکیع بن الجراح و امام لیث بن سعد و امام معلی بن منصور رازی و امام یحیٰی بن معین وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا فیض تھا کہ امام بخاری نے ان کے شاگردوں سے علم حاصل کیا اور ان کے قدم پر قدم رکھا اور خود امام بخاری کے استاذ اجل امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد ہیں وہ امام محمد کے وہ امام ابویوسف کے وہ امام ابوحنیفہ کے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین مگر یہ کار اہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری اس میں ہمہ تن مستغرق ہوکر دوسرے کار اجل و اعظم یعنی فقاہت و اجتہاد کی بھی فرصت پاتے اللہ عزوجل نے انھیں خدمت الفاظ کریمہ کے لیے بنایا تھا خدمت معانی ائمہ مجتہدین خصوصًا امام الائمہ ابوحنیفہ کا حصہ تھا محدث و مجتہد کی نسبت عطار و طبیب کی مثل ہے عطار دواشناس ہے اس کی دکان عمدہ عمدہ دواؤں سے مالامال ہے مگر تشخیص مرض و معرفت علاج و طریق استعمال طبیب کا کام ہے عطار کامل اگر طبیب حاذق کے مدارک عالیہ تک نہ پہنچے معذور ہے خصوصًا ملک الاطباء حذاق امام الائمہ آفاق جو ثریا سے علم لے آیا جس کی دقت مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا بھلا امام بخاری تو نہ تابعین سے ہیں نہ تبع تابعین سے امام اعظم کے پانچویں درجے میں جاکر شاگرد ہیں خود حضرت امام اجل سلیمٰن اعمش کہ اجلہ تابعین و امام ائمہ محدثین سے ہیں حضرت سیدنا انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے استاذ ان سے کچھ مسائل کسی نے پوچھے اُس وقت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی وہاں تشریف فرماتھے امام اعمش نے ہمارے امام سے فتوی لیا ہمارے امام نے سب مسائل کا فوراً جواب دیا امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے فرمایا اُن حدیثوں سے جو میں نے خود آپ سے سنیں اور وہ احادیث مع اسانید پڑھ کر بتادیں امام اعمش نے کہا حسبك ماحدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ماعلمت انك تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بکلا الطرفین یعنی بس کیجئے میں نے جو حدیثیں آپ سے سو دن میں بیان کیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سُنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ احادیث میں یہ کام کرتے ہیں اے مجتہد و تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار اور اے ابوحنیفہ تم نے دونوں کنارے گھیر لیے یہ روایت امام ابن حجر مکی شافعی وغیرہ ائمہ شافعیہ وغیرہم نے اپنی تصانیف خیرات الحسان وغیرہا میں بیان فرمائی یہ تو یہ خود ان سے بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاذ اکرم واقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانسو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پایا حضرت امیر المومنین مولٰی علی و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و ابوہریرہ و انس بن مالک وعبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عمرو و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبداللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم و امام حسن و امام حسین وغیرہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے استاذ جن کا پایہ رفیعہ میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس محدث سے زائد نہ ہو ایسے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے ہیں انا لسنا بالفقهاء ولکنا سمعنا الحدیث فرویناه للفقهاء من اذا علم عمل ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہم نے تو حدیثیں سُن کر فقیہوں کے آگے روایت کردی ہیں جو اُن پر مطلع ہو کر کارروائی کریں گے نقله الذهبی فی تذکرة الحفاظ کاش امام اجل سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الباری اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری وغیرہ ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالٰی سے فقہ حاصل فرماتے تو ابوحنیفہ کے اقوال شریفہ کی جلالت شان و عظمت مکان سے آگاہ ہوجاتے امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی طرح ائمہ محدثین و ائمہ فقہاء دونوں کے شمار میں یکساں آتے مگر تقسیم ازل جو حصہ دے سے ہر کسے را بہر کارے ساختند ہ میل اُو اندر دلش انداختند؛ اور انصافاً یہ تمنا بھی عبث ہے امام بخاری ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ بھی ائمہ حنفیہ کی طرح معتوب و معیوب قرار پاتے فالی اللہ المشتکی وعلیہ التکلان بالجملہ ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پُرنور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور پرنور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا و مولٰنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی سے کہ فرق مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار مگر معاویہ بھی ہمارے سردار طعن اُن پر بھی کار فجار جو معاویہ کی حمایت میں عیاذاً باللہ اسد اللہ کے سبقت و اولیت و عظمت و اکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی ہے اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت و خدمت و نسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلادے وہ شیعی زیدی ہے یہ روش آداب بحمد اللہ تعالٰی ہم اہل توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے نہ ہم بخاری و ابن جوزی و علی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

امام اعظم و غوث اعظم و شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطا فی الفہم معترض ہوئے الجھیں ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشاء اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ اُن اکابر محبوبان خدا کے مدارس عالیہ تک دست ادراک نہ پہونچا و بس لاجرم اعتراض باطل اور معترض معذور اور معترض علیہم کی شان ارفع واقدس والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ و اولیائہ و علمائہ و اھلہ و حزبہ اجمعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۱۲۲ از مرزا پور بنگلہ نا بالغ مرسلہ شجاعت حسین بیگ صاحب بریلوی

بنظر اشرف عالم العلمی فاضل لوذعی مجدد مائۃ حاضرہ جناب مفتی صاحب زاد اللہ فیوضہ۔ بعد سلام مسنون گذارش ہے مجھ پر بوجہ سے قرض تھا یکم رمضان ۱۳۳۲ھ کو اپنی دوکان بیع کرکے کل قرضہ دے دیا بے حد و بے شمار شکر ہے کہ اُس نے مجھے اُس بار عظیم سے اپنے فضل و کرم سے سبکدوش فرمایا بعد ادائے کل قرضہ دو ہزار دو سو پچانوے زائد علی الاحتیاج باقی رہے دوسری ماہ مبارک کو باستثال رب عزوجل قبل گزرنے حولان حول کے ابتدا [illegible] روپے علیحدہ کردیے [illegible] باقی رہے اُن [illegible] روپے کی زکوٰۃ بحکم شریعت مطہرہ [illegible] ہوئے بقیہ [illegible] میں ایک کا اضافہ کرکے [illegible] بہ نیت زکوٰۃ علیحدہ کردیے یہ طریقہ بحکم شریعت مطہرہ صحیح ہوا یا نہیں ۲۳ رمضان تک میں بریلی رہا جب تک زر زکوٰۃ طلبا و فقراء کو دیتا رہا [illegible] باقی تھے کہ مجھے بضرورت ۲۴ کو مرزا پور آنا پڑا اب یہاں یہ بقیہ اہل حاجت کو دیا جائے تو خلاف حکم شرعی تو نہ ہوگا؟ میرے ایک سالے ہیں جو کٹرہ میران پور ضلع تلہر میں منسوب ہیں قلیل آمدنی ہے اور کثیر الاولاد ہیں اگر اُن کو کچھ بھیجا جائے تو صلہ رحم بھی ہوگا مگر یہ ارشاد ہو کہ جس قدر کچھ بذریعہ ڈاک روانہ کیا جائے مثلاً پانچ روپے بھیجے اور ڈاک کا فیس ایک آنہ یا دو آنے ہوئے تو یہ پیسے انھیں روپوں سے دیے جائیں یا علیحدہ اپنے پاس سے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جس دن تاریخ وقت پر آدمی مالک نصاب فاضل عن الحاجات تک نصاب ہے وہی دن تاریخ وقت جب آئے گا اُسی منٹ حولان حول ہوگا اس بیچ میں جو اور روپیہ ملے گا اُسے بھی اسی سال میں شامل کرلیا جائے گا اور اسی حولان کو اس کا حولان مانا جائے گا اگرچہ اسے ملے ہوئے ابھی ایک ہی منٹ ہوا حولان حول کے بعد ادائے زکوٰۃ میں اصلاً تاخیر جائز نہیں جتنی دیر لگائے گا گنہگار ہوگا ہاں پیشگی دینے میں اختیار ہے کہ بتدریج دیتا رہے سال تمام پر حساب کرے اس وقت جو واجب نکلے اگر پورا دے چکا بہتر اور کم گیا ہے تو باقی فوراً اب دے اور زیادہ پہنچ گیا تو اُسے آئندہ سال میں مجرا لے۔ آپ پر حولان حول جس دن تاریخ وقت پر ہوتا ہو اُسے اس بیچ میں جو یہ روپے ملے سب زکوٰۃ میں شامل کیے جائیں گے وہ چھپن بھی جو بہ نیت زکوٰۃ علیحدہ رکھے اور ان سب کو ملا کر ہلے لیں گے ہاں اسے پہلے نصاب نہ ہوتا تو جس وقت یہ روپے ملے اُسی وقت سے شروع سال لیتے اور اس وقت آپ نے [illegible] ادا کیے یا بیش و کم کا اعتبار نہ ہوتا سال تمام پر دیکھیے کہ کیا باقی ہے اُتنے کی زکوٰۃ کا مطالبہ ہوتا وہ مطالبہ سے نکلتا یا بیش و کم۔ بقیہ زکوٰۃ وہاں کے مساکین کو دیجئے حرج نہیں۔ سالے سے اگر نسبی رشتہ نہیں تو رحم میں شامل نہیں سو دیکر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شہر کو وہ زکوٰۃ بھیج سکتے ہیں جو ابھی واجب الادا نہ ہوئی حولان حول نہ ہوا اس کے بعد نہیں جتنا روپیہ زکوٰۃ گیرندہ کو ملے گا اتنا زکوٰۃ میں محسوب ہوگا بھیجنے کی اُجرت وغیرہ اس پر جو خرچ ہو شامل نہ کی جائے گی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۱۳

(۱) اگر زمیندار زمین بٹائی پر جوتا یا اخفکا دیگر کاشتکار سے کاشت کرائے او رنصف پیداوار کے مستحق ہوں تو دونوں پر زکوٰۃ فرض ہوگی؟ (۲) فصل ربیع میں جس کھیت کو پانی نہ دیا اس کا دسواں حصّہ۔ پانی دیئے ہوئے کا بیسواں اور فصل خریف میں دسواں کیونکہ بارش کے پانی سے پیدائش ہے یوہیں صحیح ہے؟

الجواب

(۱) صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ عشر صرف کاشت کار پر ہے اس پر فتوٰی دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان ملکوں جہاں اجرت میں نقدی ٹھہری ہوتی ہے وہاں اسی پر فتوٰی ہونا چاہئے اور بٹائی میں حسب قول امام فقط زمیندار پر ہے (۲) جسے بارش یا نہر یا تالاب کا پانی دیا گیا اس میں دسواں حصّہ ہے اور جسے چرسے یا ڈھکلی سے پانی دیا گیا اس میں بیسواں حصّہ اور جسے مول کا پانی دیا گیا اس میں بھی بیسواں حصّہ چاہئے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۱۴ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ کاشت کار نے زکوٰۃ کھیت کی پیداوار میں سے دسواں حصّہ بلا پانی دیا ہوا اور بیسواں حصّہ پانی دیئے ہوئے میں سے دیا اگر کاشت کار کے بعد سال تمام کے اُسی پیداوار میں سے جس کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ دے چکا تھا بچ رہے تو زکوٰۃ چالیسواں حصّہ دینا ہوگا کہ نہیں۔

الجواب

کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ نہیں وہی عشر ہے اس کے سوا سال تمام پر اور کوئی زکوٰۃ نہیں آتی زکوٰۃ صرف تین مالوں پر ہے سونا چاندی یا وہ مال جو تجارت کی نیت سے خریدا یا جنگل میں چرتے ہوئے جانور واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۱۵ از درو ضلع نینی تال ڈاکخانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

زمین نہر عشری ہے یا خراجی اور جو روپیہ کہ انگریز زمینداروں سے بطور قسط لیتے ہیں وہ محسوب زکوٰۃ عشر ہے یا خراج بینوا توجروا۔

الجواب

زمین بہت صورتوں میں عشری ہوتی ہے بہت میں خراجی بعض میں نہ عشری نہ خراجی جن کی تفصیل کتب فقہ باب العشر والخراج میں مذکور ہندوستان ایک ملک ہے اُس کی مختلف زمینوں میں غالبًا وہ سب یا اکثر صور متحقق تو اس کی زمین کو نہ مطلقًا عشری کہہ سکتے ہیں نہ مطلقًا خراجی العشر و خراج جو محاصل شرعیہ کے اقسام ہیں جن کے لیے شرع مطہر نے اصول و ضوابط و مواقع و مقادیر کی تقدیر فرمائی انگریز اپنی قسطیں لینے میں اُن اصول کے پابند نہیں بلکہ اُن کا قانون مالگذاری جُدا ہے کما لا یخفی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ از اودے پور میواڑ محلہ گرجی مرسلہ شیخ محمد مقبول صاحب ۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

ما قول الفقہاء الحنفیۃ فی ان اراضی الہندیۃ التی فی ایدی المسلمین خراجیۃ ام عشریۃ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ارض الہند کثیرا ما تکون عشریۃ کما فتح وقسم بیننا وما اسلم اھلہ طوعا قبل ان نظفر بہم وعشریۃ اشتراھا ذمی من مسلم فاخذھا مسلم بشفعۃ او ردت علی البائع لفساد البیع او بخیار شرط او رؤیۃ مطلقا او عیب بقضاء وما احیاہ مسلم بقرب العشریات او تساوی القرب الیہا والی الخراجیات علی قول ابی یوسف المفتی بہ او سقاہ بماء عشری وحدہ او مع خراجی علی قول الطرفین وکالاحیاء جعلہ دارہ بستانا او مزرعۃ وکثیرا ما تکون خراجیۃ کما فتح ومن بہ علی اھلہا او نقل الیہ کفار اخرون او فتح صلحا وعشریۃ اشتراھا ذمی من مسلم وخراجیۃ اشتراھا مسلم وما احیاہ ذمی باذن الامام او رضخ لہ مطلقا او مسلم بقرب الخراجیات او سقاہ بماء خراجی صرفا علی القولین ومثلہ مسئلۃ الدار فی المسلم والذمی جمیعا وقد تکون لاعشریۃ ولا خراجیۃ کما فتحناہ وابقیناہ لنا الی یوم القیامۃ او مات ملاکہا وآلت لبیت المال علی نزاع فی ھذا قال فی رد المحتار عن الدر المنتقی شرح الملتقی ھذا نوع ثالث یعنی لاعشریۃ ولا خراجیۃ من الاراضی تسمی ارض المملکۃ واراضی الحوز وھو ما مات اربابہ بلا وارث وآل لبیت المال او فتح عنوۃ وابقی للمسلمین الی یوم القیامۃ وحکمہ علی ما فی التاتارخانیۃ انہ یجوز للامام دفعہ للزراع باحد طریقین اما باقامتہم مقام الملاک فی الزراعۃ واعطاء الخراج واما باجارتہا لہم بقدر الخراج فیکون الماخوذ فی حق الامام خراجا وفی حق الاکرۃ اجرۃ لاغیر لاعشر ولا خراج اھ باختصار وقال فی الدر المختار المشتراۃ من بیت المال اذا وقفہا مشتریہا فلا عشر ولا خراج شرنبلالیۃ معزیا للبحر وکذا لو لم یوقفہا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی اھ قال الشامی لم یذکر فی البحر العشر وانما قال بعد ما حقق ان الخراج ارتفع عن اراضی مصر لعودہا الی بیت المال بموت ملاکہا فاذا اشتراہا انسان من الامام ملک ولا خراج لان الامام قد اخذ بدلہا للمسلمین وتمامہ فی التحفۃ المرضیۃ اھ نعم ذکر العشر فی تلک الرسالۃ فقال انہ لا یجب ایضا لانہ لم یر فیہ نقلا قلت ولا یخفی ما فیہ لانہم قد صرحوا بان فرضیۃ العشر ثابتۃ بالکتاب والسنۃ والاجماع والمعقول وبانہ یجب فیما لیس بعشری ولا خراجی کالمفاوز والجبال وبان الملک غیر شرط فیہ بل الشرط ملک الخارج ولان العشر یجب فی الخارج لا فی الارض فکان ملک الارض وعدمہ سواء کما فی البدائع ولا یلزم من سقوط الخراج سقوط العشر علی انہ قد ینازع فی سقوط الخراج حیث کانت من ارض الخراج او سقیت بمائہ الخ ملتقطا وبواقی المسائل معروفۃ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وارض الہند علی سعتہا لایبعد ان یوجد فیہا تلک الصور کلہا او جلہا فالمصیر الی التبین فای ارض

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ثبتت فیھا صورۃ اجری علیھا حکمھا من کونھا خراجیۃ او عشریۃ اولا ولا سبیل الی الجزم بحکم واحد من دون تحقیق وما یتوھم من ان القاسم بن محمد الثقفی افتتحھا عنوۃ سنۃ ثلث وتسعین کما فی الفتح والبنایۃ ولم یعلم قسمتھا بین المسلمین فوجب کونھا خراجیۃ فلیس بمغن ولا مجد کیف وان قاسما لم یفتتح منھا الا شیئا نزرا یسیرا من احدی نواصیھا مما یلی ملتان والافتتاح عنوۃ لایستلزم الخراجیۃ کما علمت وکما لم یعلم قسمتھا بیننا کذلک لم یثبت المن بھا علی اھلھا فکیف یحکم بایجاب الخراج علی المسلمین مع عدم ثبوت موجبہ الایمکن ان تکون الارض مما ابقی للمسلمین بل لعلہ الظاھر من صنیع السلاطین فاذن لاتکون فی اصل الوضع عشریۃ ولا خراجیۃ وما کان منھا بایدی الناس یتملکونھا ویتوارثونھا یحکم بانھا مملوکۃ لھم ویحمل علی ان منھا ما کان مواتا فاحییت ومنھا ما انتقل الیھم بوجہ صحیح من بیت المال وبعد ھذا لاتکون خراجیۃ قطعا لانھا لم تکن فی بدء امرھا منھا ولا یوضع الخراج علی مسلم بدأ وتکون عشریۃ علی ما حققہ فی رد المحتار وفارغۃ الوظیفتین فی الصورۃ الثانیۃ علی ما فی التحفۃ المرضیۃ وغنیۃ ذوی الاحکام والدر المختار قال ابن عابدین عدم ملک الزراع غیر معلوم لنا الا فی القری والمزارع الموقوفۃ او المعلوم کونھا لبیت المال اما غیرھا فرواھم یتوارثونھا ویبیعونھا جیلا بعد جیل فی الخیریۃ اذا ادعی واضع الید الذی تلقاھا شراء او ارثا او غیرھا من اسباب الملک انھا ملکہ فالقول لہ وعلی من یخاصمہ فی الملک البرھان اھ وقد قالوا ان وضع الید والتصرف من اقوی ما یستدل بہ علی الملک ولذا تصح الشھادۃ بانہ ملکہ وفی رسالۃ الخراج لابی یوسف لیس للامام ان یخرج شیئا من ید احد الا بحق ثابت معروف اھ والائمۃ اذا قالوا فی الکنائس المبنیۃ للکفر انھا کانت فی بریۃ فاتصلت بھا عمارۃ المصر فاولی ان یقولوا ببقاء تلک الاراضی بید من ھی تحت ایدیھم باحتمال انھا کانت مواتا فاحییت او انھا انتقلت الیھم بوجہ صحیح اھ ملتقطا الی اٰخرما اطال واطاب واوضح الصواب اما ما قال فی اٰخرہ والحاصل فی الاراضی الشامیۃ والمصریۃ ونحوھا ان ما علم منھا کونہ لبیت المال بوجہ شرعی فحکمہ ما ذکرہ الشارح عن الفتح (ای سقط الخراج والماخوذ اجرۃ) وما لم یعلم فھو ملک لاربابہ والماخوذ منہ خراج لا اجرۃ لانہ خراجی فی اصل الوضع اھ فقد ابان ان الوجہ کونھا خراجیۃ فی بدء الامر لما قدم فی ھذا البیان مستندا للامام الثانی ان ارض العراق والشام ومصر عنویۃ خراجیۃ ترکت لاھلھا الذین قھروا علیھا اھ وقال قبلہ قال ابویوسف فی کتاب الخراج ان ترکھا الامام فی ایدی اھلھا الذین قھروا علیھا فھو حسن فان المسلمین افتتحوا ارض العراق والشام ومصر ولم یقسموا شیئا من ذلک بل وضع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علیھا الخراج ولیس فیھا خمس اھ فھذا ما قال انہ خراجی فی اصل الوضع اما ما نحن فیہ اذ لم یثبت

for more books click on the link

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذلك لایمکن جعلها خراجیة بالاحتمال وایجابه علی المسلمین الذین لیسوا من اهله بتصریح ذوی الکمال هذا ما ظهرلی والله تعالٰی اعلم بحقیقة الحال ثم رأیت فی الفتاوی العزیزیة نقل عن رسالة مولٰنا الشیخ الجلیل جلال التھانیسری قدس سرہ السری ما نصتہ بالعجمیة زمین ہندوستان در ابتدائے فتح مانند سواد عراق کہ در عہد حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ مفتوح شدہ بود موقوف بر ملک بیت المال است زمینداران را بیش از تولیت وزراعت وحفظ دخلے نیست چنانچہ لفظ زمیندار نیز اشارے بآں می کند وتغیر وتبدل زمینداری وعزل ونصب زمینداران واخراج بعضے از آنہا واقرار بعضے وعطائے بعض اراضی با فغانان وبلوچان وسادات وقدوائیان بصیغۂ زمینداری دلالت صریحہ بریں می کند پس دریں صورت جمیع اراضی ہندوستان ملوک بیت المال گشت وبعقد مزارعت علی النصف او اقل منہ در دست زمینداران ۱ھ فھذا اصریح فیما استظہرناہ من ان الفاتحین لم یقسموها ولم یمنوا بها بل ابقوها ملکا للمسلمین والحکم فیه ما بیناہ وما ذکرہ رحمه الله تعالٰی فی سواد العراق فمختار الائمة الشافعیة کما بینه فی ردالمحتار اما عندنا فممنون بها علی اهلها ولا یضرنا الکلام فی التمثیل فعلی ھذا اما بایدی المسلمین من الاراضی لاتجعل الاعشریة ما لم یثبت فی شیئ منها کونها خراجیة بوجه شرعی والله سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۹۶: از بہار شریف مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب طالب علم ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ وہ سب زمین ہندوستان کی جس کی مال گزاری زمیندار نقد دیتے ہیں آیا عشری ہے یا خراجی، اگر عشری ہے تو بعد منہائی مال گزاری کے واجب ہے یا بلا منہائی اور بھی یہ کہ اس صورت میں کہ زمیندار سب بھی رعایا کے ساتھ زمین کو بندوبست کرتے ہیں اس صورت میں عشر کس پر واجب ہے زمیندار پر یا رعایا پر اور بصورت خراجی ہونے کے وہ مال گزاری جو نقد دیتے ہیں وہی خراج تصور کیا جائے گا یا اور کوئی دوسرا اور جب دوسرا ہوگا تو مال گزاری منہائے کر خراج شرعی دینا ہوگا یا بغیر منہا اور کس قدر اور کس حساب سے دینا ہوگا اور بصورت عدم عشری وعدم خراجی ہونے کے ہم زمینداروں کو کیا کرنا چاہئے جو مواخذہ سے بری ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں نہ خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا بما لا یتجاوز الحق عنہ بلکہ وہ عشری ہیں یا نہ عشری نہ خراجی اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے اما علی الاول فظاہر واما علی الثانی فکما حققه فی ردالمحتار خلافا لما فی التحفة المرضیة ثم الشرنبلالیة ثم الدرالمختار وما حققه وانه نفیس والدر انما عزاہ للشرنبلالی والشرنبلالی لصاحب التحفة عن العلامة صاحب البحر فالیه دار فیه الامر وهو رحمه الله تعالٰی وما فی التحفة لم یستند فیه النقل انما اعتمد عدم رؤیته نقلا بلزوم العشر فیه وانت تعلم ان عدم الرؤیة لیست رؤیة العدم ولا عدم النقل نقل العدم والنصوص مطلقة

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

والعشر یجب فیما لیس بعشر ولاخراجی کالمفاوز والجبال **اقول** ومعنی کون ما فتحناہ وابقیناہ لنا الی یوم القیامۃ من دون ان یعطیھا ملاکھا اوکفار اخرین اونقسمھا بین الغانمین وکذا اماماتت ملاکھا فالت لبیت المال ان العشر والخراج انما یوجب حقا للسلمین وھذہ قدکانت اوصارت لھم فلاوجہ لان یوجب شیئ لھم علیھم فراغ الوظیفۃ لعدم من یوظف علیہ کارض خربۃ لم تزرع اصلا اما اذا وجدنا من نوجب علیہ فلامعنی للفراغ و قد نص المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر اواخر باب زکوۃ الزروع فی تعلیل قول الامام رضی اللہ تعالی عنہ ان الذمی اذا اشتری عشریۃ من مسلم تصیر خراجیۃ مانصہ وجہ قول ابی حنیفۃ انہ تعذر العشر لان فیہ من معنی العبادۃ والارض لاتخلواعن وظیفۃ مقررۃ فیھا شرعا اھ مختصرا فھذا بحمد اللہ نص فیما عولنا علیہ و للہ الحمد وبالجملۃ مالبیت المال فارغۃ مادامت لھا فاذا انتقلت لملک احد بوجہ صحیح کما ھو المحل فی الاراضی التی بایدی الناس یتوارثونھا ویتصرفون فیھا تصرف الملاک کما حققہ فی ردالمحتار وبینا فی فتاونا فلامحید عن التوظیف الاتری ان الموات تکون لبیت المال وھو فارغ فاذا ھی تحیی باذن الامام فتصیر ذات وظیفۃ کذا ھذا اور عشر پوری پیداوار کالیا جائے گا نہ صرف منافع خالص کا فی تنویر الابصار یجب العشر بلارفع مؤن الزرع فی الدرالمختار لتصریحھم بالعشر فی کل الخارج اھ **قلت** ومن یظلم لایظلم زمین اگر بٹائی پر دی جائے یعنی مزارع سے پیداوار کا حصہ مثلاً نصف یا ثلث غلہ قرار دیا جائے تو مالک زمین پر صرف بقدر حصہ کا عشر آئے گا مثلاً مزارعت بالمناصفہ کی صورت میں سَو من غلہ پیدا ہوا تو زمیندار پانچ من عشر میں دے اور اگر اجارہ میں دی گئی جسے لوگ نقشی کہتے ہیں مثلاً سو روپیہ بیگہ پر اٹھائی تو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک کل عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک کل مزارع پر ہے زمیندار سے کچھ مطالبہ نہیں امام قاضی خاں نے قول اول کے اظہر ہونے کا اشارہ کیا وعلیہ اقتصر الامام الخصاف وبہ جزم فی منظومۃ النسفی والاسعاف واعتمدہ المتاخرون کالخیر الرملی و اسمعیل الحائک وحامد آفندی وغیرھم رحمھم اللہ تعالٰی مگر حاوی قدسی میں قول دوم پر فتوی دیا اور وہ بھی بلفظ ناخذ کہ آکد الفاظ فتوی سے ہے وہ بھی تصحیح التزامی تھی اور یہ صریح ہے فالدرالمختار العشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولھما ناخذ وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیھا بالحصۃ فی ردالمحتار تحت قولہ وفی المزارعۃ الخ ما ذکرہ الشارح ھو قولھما اقتصر علیہ لما علمت ان الفتوی علی قولھما بصحۃ المزارعۃ لکن ماذکرمن التفصیل یخالفہ ما فی النھر والمجتبی والمعراج والسراج والحقائق والظھیریۃ وغیرھا من ان العشر علی رب الارض عندہ وعلیھما عندھما من غیر ذکر ھذا التفصیل وھو الظاھر لما فی البدائع من ان المزارعۃ جائزۃ عندھما والعشر یجب فی الخارج و الخارج بینھما فیجب العشر علیھما الخ بالجملہ قول دوم بھی ضعیف نہیں اور ہمارے بلاد میں وہی ارفق بالناس ہے یہاں اجرتیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بلحاظ عشر ہرگز مقرر نہیں ہوتیں اگر پیداوار کا عشر اجرت سے دلائیں تو غالباً کچھ نہ بچے بلکہ بہت جگہ عشر ہی اپنے گھر سے دینا پڑے باقی مصارف دیہی و مالگزاری انگریزی جدا رہے اور اگر اس پر مجبور کیجئے کہ اب وہ اجرتیں مقرر کرلیجئے کہ عشر و مالگزاری وجملہ مصارف دے کر تمھارے لیے بقدر کفالت بچے تو یہ ہرگز میسر نہیں مزارعین اس پر کیوں راضی ہونے لگے وفی منع الناس عن عاداتهم حرج والحرج مدفوع بالنص لا يكلف الله نفسا الا ما اتاها سيجعل الله بعد عسر يسرا وهذا كما ذكر العلامة الشامی رحمه الله تعالٰی فی اوقاف بلاده انه لا تفی الاجرة ولا اضعافها بالعشر قال فلا ينبغی العدول عن الافتاء بقولهما فی ذلك لانهم فی زماننا يقدرون اجرة المثل بناء على ان الاجرة مسلمة لجهة الوقف ولا شیء عليه من عشر وغيره والواقع برفع العشور من جهة الوقف وان المستاجر ليس عليه سوى الاجرة فان اجرة المثل تزيد اضعافا كثيرة كما لا يخفى فان امكن اخذ الاجرة كاملة يفتى بقول الامام والا فبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذی لا يقول به احد والله تعالٰی اعلم۔ رہی وہ زمین جس کی نسبت خراجی ہونا ثابت ہوجائے مثلاً تحقیق ہو کہ ابتدائے زمانۂ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالٰی عہدہا میں ابتداءً یہ زمین کسی کافر ذمی کی تھی کہ اس نے باذن سلطان احیا کی۔ سلطان نے اُسے عطا کی اُس سے مسلمان نے خریدی یا مسلمان نے خراجی زمین کے قرب میں احیا کی اس کا وظیفہ ضرور خراج ہے اور بلاشبہہ خراج شرعی سے مالگزاری انگریزی کو کوئی تعلق نہیں نہ حساب ادا میں وہ مجرا دی جائے وهذا ظاهر جلی لا خفاء به امر تحقیق طلب یہ ہے کہ جب یہاں نہ سلطنت اسلام نہ لشکر اسلام تو خراج شرعی بھی واجب رہا یا نہیں اور رہا تو کسے اور کیا اور کتنا دیا جائے۔ **اقول** وباللہ التوفیق یہ تو کتب میں مصرح ہے کہ مطالبۂ خراج مشروط بہ تسلط ہے جن بلاد پر جتنے دنوں سلطنت شرعیہ کا تسلط نہ رہے بعد تسلط بھی اُن ایام کے خراج کا مطالبہ نہیں خواہ اُنھوں نے اتنے دنوں کسی اور قوم کو خراج دیا یا اُسے بھی نہ دیا ہو کہ خراج لینا حمایت فرمانے کے ساتھ ہے جب اُتنے دنوں سلطنت وغیرہ اُن کی حمایت سے جدا رہی اُس مدت کا خراج نہیں لے سکتی کنز میں ہے لو اخذ العشر والخراج والزكاة بغاة لم تؤخذ اخرى ہدایہ بحر وغیرہا میں ہے لان الامام لم يحمهم والجباية بالحماية تبیین وبحر وغنیہ ذوی الاحکام میں ہے اشتراط اخذهم الخراج ونحوه وقع اتفاقا حتى لو لم ياخذوا سنين وهو عندهم لم يؤخذ منه شیء ايضا لما ذكرنا ردالمحتار میں ہے ويظهر لی ان اهل العرب لو غلبوا على بلدة من بلادنا كذلك لتعليلهم اصل المسألة بان الامام لم يحمهم والجباية بالحماية وفی البحر وغيره لو اسلم الحربی فی دار الحرب واقام فيها سنين ثم خرج الينا لم ياخذ منه الامام الزكاة لعدم الحماية الخ اور یہ بھی تصریح ہے کہ مصرف خراج لشکر اسلام ہے فقراء کا اُس میں کچھ حق نہیں فی الهندية تحت مسألة شراء ذمی عشرية من مسلم فی توجيه رواية عن محمد حق الفقراء تعلق به فهو كتعلق حق المقاتلة بالاراضی الخراجية ثم قال فی توجيه اخرى ما يصرف الى الفقراء هو ما كان لله تعالٰی بطريق العبادة ومال الكافر ليس كذلك فيصرف فی مصارف الخراج وفی الدر المختار عن ابن الشحنة فی نظم بيوت المال وثالثها خراج مع عشور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الی ان قال فمصرف الاولین ای بنص الأیۃ وثالثها جوابا مقاتلوھا اھ وفی الفتح والعنایۃ وغیرھما قبیل باب الجزیۃ مصرف العشر الفقراء ومصرف الخراج المقاتلۃ اھ وقد اعترض فی الفتح فی المسألۃ الدائرۃ علی جعل العشریۃ بشرا ء الذمی خراجیۃ بان التغییر ابطال لحق الفقراء بعد تعلقہ فلا یجوز الخ اور شک نہیں کہ جب مصرف نہ باقی ہو مطالبہ کس کے لیے ہو ولہٰذا ہمارے امام کے نزدیک عاشر تاجر سے خربوزے کھیرے ککڑی وغیرہا جلد بگڑ جانے والی پیداوار کا عشر نہ لے گا جبکہ فقراء موجود نہیں کہ مصرف ہی نہیں اور وہ اشیاء رکھنے سے بگڑ جائیں گی تو مطالبہ عبث ہے فی الفتح قبیل باب المعادن من مر بطاب اشتراھا للتجارۃ کالبطیخ والقثاء ونحوہ لم یعشرہ عند ابی حنیفۃ فانھا تفسد بالاستبقاء ولیس عند العامل فقراء فی البریۃ فیدفع لھم فاذا بقیت لیجدھم فسدت فیفوت المقصود اھ مختصرا بلکہ علماء نے تصریح فرمائی کہ کل خراج کا وجوب ہی لشکر اسلام کے حق کے لیے اور ان کی حمایت کا معاوضہ ہے فی فتح القدیر کتاب السیر باب العشر میں ہے الخراج جزاء المقاتلۃ علی حمایتھم فما سقی بماء حموہ وجب فیہ اھ عنایہ میں اسی جگہ ہے الخراج یجب جبرا للمقاتلۃ فیختص وجوب الخراج بما یسقی بماء حمتہ المقاتلۃ (الی قولہ) الی ھذا اشار شمس الائمۃ اھ اسی کے آواخر باب زکاۃ الزروع میں ہے الخراج یجب حقا للمقاتلۃ فیختص وجوبہ بما حوتہ المقاتلۃ یہ کلمات بظاہر سقوط خراج کی طرف ناظر مگر نظر دقیق حاکم کہ نفس وجوب ثابت وقائم، مطالبہ سلطنت و وجوب دیانت میں فرق بعید ہے بہت چیزیں ہیں کہ سلطان کو ان کا مطالبہ نہیں پہنچتا اور شرعًا واجب ہے کزکاۃ الاموال الباطنۃ کما فی الدر وغیرہ عامۃ الاسفار وقد قال الشامی عن البحر وغیرہ فی مسئلۃ اسلام الحربی فی دار الحرب بعد العبارۃ المذکورۃ ولفیتہ بادائھا ان کان عالما بوجوبھا والا فلا زکوۃ علیہ لان الخطاب لم یبلغہ وھو شرط الوجوب اھ ولہٰذا صورت مذکورہ عدم تسلط میں تصریح فرمائی کہ متغلبین اگر زکوٰۃ وعشر لے کر اُن کے مصارف میں صرف نہ کریں تو ارباب اموال پر اُن کا دوبارہ دینا واجب ہے اور خراج میں جو اعادے کی حاجت نہیں اُس کا سبب یہ کہ وہ متغلبین خود بھی ایک اسلامی لشکر کی حیثیت سے اُس کے مصرف ہیں تو خراج اپنے محل کو پہنچ گیا فی الدر المختار اخذ البغاۃ والسلاطین الجائرۃ زکوۃ الاموال الظاھرۃ کالسوائم والعشر والخراج لا اعادۃ علی اربابھا ان صرف الماخوذ فی محلہ الأتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیھم فیما بینھم وبین اللہ تعالٰی اعادۃ غیر الخراج لانھم مصارفہ درمنتقی پھر طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے اما الخراج فلا یفتون باعادتہ لانھم مصارفہ اذا اھل البغی یقاتلون اھل الحرب والخراج حق المقاتلۃ ہدایہ وبحر وغیرہما میں ہے افتوا بان یعیدوھا دون الخراج لانھم مصارف الخراج لکونھم مقاتلۃ والزکاۃ مصرفھا الفقراء ولا یصرفونھا الیھم تو ثابت ہوا کہ تسلّط وحمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ شرط نفس وجوب اور اس تعلیل نے کہ اعادہ خراج اس وجہ سے نہیں کہ وہ خود بھی مصرف ہیں واضح کردیا کہ اگر وہ مصرف نہ ہوں جیسے نامسلم قومیں تو خراج کا اعادہ بھی ضرور ہے مصرف خراج صرف لشکر اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مساجد وخرچ مساجد ووظیفہ امام ومؤذن وبنائے پل وسرا وتنخواہ مدرسین علم دین وخبرگیری طلبۂ علوم دینیہ وخدمت علمائے اہلِ حق حامیانِ دین مشغولین درس ووعظ وافتاء وغیرہا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور دین سب داخل ہیں۔ فی ردالمحتار تحت قول ابن الشحنۃ المار الذی فی الھدایۃ وعامۃ الکتب المعتبرۃ انہ یصرف فی مصالحنا کسد الثغور وبناء القناطیر والجسور وکفایۃ العلماء والقضاۃ والعمال ورزق المقاتلۃ وذراریھم اھ ای ذراری الجمیع۔ درمختار میں ہے مصرف الجزیۃ والخراج مصالحنا کسد ثغور وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ وشھود وقسمۃ ورقباء سواحل ورزق المقاتلۃ وذراریھم ای ذراری من ذکر۔ مسکین ہدایہ میں ہے الخراج یصرف فی مصالح المسلمین ویعطی قضاۃ المسلمین وعمالھم وعلماؤھم منہ مایکفیھم لانہ مال بیت المال وھو معد لمصالح المسلمین وھؤلاء عملتھم۔ فتح میں ہے زاد فی تجنیس المعلمین والمتعلمین وبھذا تدخل طلبۃ العلم اھ الکل مختصرا۔ خود امام مذہب سیدنا امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الخراج میں خلیفہ ہارون رشید سے ارشاد فرماتے ہیں: وسألت من ای وجہ تجری علی القضاۃ والعمال الارزاق فاجعل اعزاللہ امیرالمؤمنین بطاعتہ مایجری علی القضاۃ والولاۃ من بیت مال المسلمین من جبایۃ الارض او من خراج الارض والجزیۃ لانھم فی عمل المسلمین فیجری علیھم من بیت مالھم ویجری علی والی کل مدینۃ وقاضیھا بقدر مایحتمل وکل رجل تصیرہ فی عمل المسلمین فاجر علیہ من بیت مالھم ولاتجر علی الولاۃ والقضاۃ من مال الصدقۃ شیئا الا والی الصدقۃ فانہ یجری علیہ منھا کما قال اللہ تبارک وتعالٰی والعاملین علیھا۔ اور اگر بالفرض خاص لشکر اسلام ہی اس کا مصرف ہوتا تو بحمد اللہ تعالٰی وہ بھی جا بجا موجود اور اوپر معلوم ہوچکا کہ خاص یہاں ہونا ان بلاد کی حمایت کرنا شرط مطالبہ ہے نہ شرط وجوب اور اشیائے سرایۃ الغادر پر خراج کا قیاس نہیں ہوسکتا پھر وہاں بھی صرف مطالبہ منتفی ہے نہ وجوب خود اسی مسئلہ میں تصریح ہے کہ عاشر اگرچہ اُس سے عشر نہ لے گا مگر تاجر کو اُس کے ادا کا حکم کرے گا۔ فی ردالمحتار عن الشرنبلالیۃ صورۃ المسألۃ ان یشتری بنصاب قرب مضی الحول علیہ شیئا من ھذا لاحضر اوات للتجارۃ فیتم علیہ الحول فعندہ لایاخذ الزکوۃ لکن یامر المالک باداءھا بنفسہ الٰی ایجاب خراج میں لشکر اسلام کا حق اور اُس کی حمایت پر تقرر معاوضہ ضرور منظور نظر شرع ہے مگر اس سے وجود حمایت کا شرط وجوب ہونا لازم نہیں تصریحات ائمہ سے واضح ہولیا کہ خراج صرف انہیں کے لیے مقرر نہ ہوا بلکہ جمیع مصالح عامۂ اہل اسلام اُس میں متساویۃ الاقدام ہاں جہاں حمایت ہو ان کا بھی حق ضرور ہے اور جہاں ان کا حق ہو وہی معاوضہ منظور ہے بالجملہ ادھر سے کلیہ یعنی حیثما وجدت الحمایۃ وجبت الجبایۃ اُدھر سے نہیں کہ حیث ماوجبت الجبایۃ وجدت الحمایۃ تاکہ اس کا عکس نقیض کیجیے کہ مالم توجد الحمایۃ لم توجب الجبایۃ۔ فتح القدیر کی عبارت مذکورہ کا منشا اسی قدر ہے البتہ عبارت عنایہ میں لفظ یختص موہم واقع ہوا ہے اور وہ قطعًا زائد بے حاجت محض بلکہ خلاف مقصود ہے وذلک لان محمدا رحمہ اللہ صرح فی الزیادات ان المسلم لایبتدأ بتوظیف الخراج ثم وقع بینھم الخلاف فیما اذا احیا مسلم مواتا فقال ابویوسف تعتبر حیزھا ای بایقرب منھما فان کانت من حیز ارض الخراج فخراجیۃ او ارض العشر فعشریۃ لان القرب من اسباب الترجیح وقال محمد ان کان یصل الیھا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ماء الانہار فخراجیۃ او ماء عین ونحوہ فعشریۃ کل ذلک فی الفتح وقد لزم من ھذا توظیف الخراج علی المسلم ابتداءً اذا سقاھا بماء الخراج علی ما قلنا وھو خلاف نقل الزیادات فاجبنا بتقیید ما فی الزیادات بما اذا لم یکن منہ صنیع یدل علی ذلک وھو السقی بماء الخراج اما اذا وجد ذلک فھو دلالۃ التزامہ الخراج رضاہ بہ لان الخراج جزاء المقاتلۃ علی حمایتھم فاسقی بما حموہ وجب فیہ ھذا انما فی الھدایۃ والفتح ولا حاجۃ فیہ الی تخصیص الخراج بما حموہ اصلا بحیث لم یوجد لم یجب انما الحاجۃ الی استتباع ما یتھم ایجاب الخراج بحیث اذا وجدت وجب لان المقصود اثبات الوجوب لاجل ثبوت الحمایۃ لتکون الحمایۃ ملزومۃ والخراج لازما لانا نستدل بوضع المقدم علی وضع التالی واللازم لایجب تساویہ اما اذا قلنا بان الخراج یختص بالحمایۃ کان المعنی ھو انتفاءہ بانتفاءھا فیکون اللازم ھو الحمایۃ فلا یصح الاستدلال بوجودہ علی وجوب الخراج لان وضع التالی لاینتج وضع المقدم فظھر ان حدیث التخصیص لایوافق المقصود فاذن التقریر الصحیح ما اشار الیہ فی الھدایۃ وبینہ فی الفتح وانعم ایضاحہ فی زکوۃ الزروع کما نقلنا نصہ فنفاہ المتنبیۃ پھر اس اختصاص کو اپنے ظاہر اطلاق پر رکھئے تو قطعًا غلط و باطل ہے جو زمینیں ہم نے قہرًا خواہ صلحًا فتح کیں اور ان کے اہل کو اُن پر برقرار رکھا یا قہرًا فتح کرکے اور جگہ کے کافروں کو دے دیں اُن پر یقینًا خراج ہے اگرچہ انھیں آب عشری مثل باراں وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو محققین تصریح فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارے ائمہ کا اجماعیہ ہے محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا نحن نقطع ان الارض التی اقر اھلھا علیھا لو کانت تسقی بعین او بماء السماء لم تکن الا خراجیۃ لان اھلھا کفار والکفار لو انتقلت الیھم ارض عشریۃ ومعلوم ان العشریۃ قد تسقی بعین او بماء السماء لا تبقی علی العشریۃ بل تصیر خراجیۃ فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف خلافا لمحمد فکیف یبتدأ الکافر بتوظیف العشر ثم کونھا عشریۃ عند محمد اذا انتقلت الیہ کذلک اما فی الابتداء فھو ایضا یمنعہ بحرالرائق میں ہے وقد اطال المحقق فی فتح القدیر فی تقریرہ ثم قال والحاصل ان التی فتحت عنوۃ ان اقر الکفار علیھا لا یوظف علیھم الا الخراج ولو سقیت بماء المطر .... وان قسمت بین المسلمین لا یوظف الا العشر وان سقیت بماء الانہار امام محقق زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا ان التفصیل فی حق المسلم اما الکافر فیجب علیہ الخراج من ای ماء سقی لان الکافر لا یبتدأ بالعشر فلا یاتی فیہ التفصیل فی حالۃ الابتداء اھ اجماعا اسی طرح بحرالرائق و مجمع الانہر میں اس سے نقل کیا اور مقرر رکھا ولہٰذا علامہ حلبی نے متن متین ملتقی الابحر میں ان زمینوں کو خراجی ہونے کا مسئلہ مطلق رکھا ارض السواد خراجیۃ کے بعد فرمایا وکذا کل ما فتح عنوۃ واقر اھلھا علیہ او صولحوا سوی مکۃ اور اصلا خلاف کا ذکر نہ کیا حالانکہ انھیں التزام ہے کہ جس مسئلہ میں ائمہ ثلٰثہ مذہب سے کسی کا خلاف ہو ضرور نقل کریں گے قال فی خطبتہ وصرحت بذکر الخلاف بین ائمتنا اھ اسی طرح متن جلیل کنز میں مطلق فرمایا ما فتح عنوۃ واقر اھلہ علیہ او فتح صلحا خراجیۃ اور خلاف کی طرف اصلًا رمز نہ کیا یونہی جو زمین ذمی نے احیا کی بالاتفاق خراجی ہے اگرچہ پانی عشری دیا ہو فتح القدیر و تبیین الحقائق و بحرالرائق وغیرہا میں ہے لو احیاھا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ذمی کانت خراجیۃ سواء سقیت عند محمد بماء السماء ونحوہ او لا وسواء کانت عند ابی یوسف من حیز ارض الخراج او العشر اھ فظہر ضعف ما انتحلہ فی العنایۃ تبعا للنھایۃ رکونا الی ظاھر نقل فی الھدایۃ علی خلاف نقل الروایۃ کما بینہ المحقق فی الفتح وﷲ ولی الھدایۃ والفتح لاجرم خود عنایہ میں تصریح فرمائی کہ مسئلہ اعتبار آب مطلق نہیں ہدایہ میں فرمایا تھا اذا کانت لمسلم دار خطۃ فجعلہا بستانا فعلیہ العشر معناہ اذا سقاھا بماء العشر واما اذا کانت تسقی بماء الخراج ففیہا الخراج لان المؤنۃ فی مثل ھذا تدور مع الماء اس پر عنایہ میں کہا یہ معنی قولہ فی مثل ھذا الارض التی لم یتقرر امرہا علی عشر او خراج وھو احتراز عما اذا کان لمسلم ارض تسقی بماء العشر وقد اشتراھا ذمی فان ماءھا عشری وفیہ الخراج دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ خراج آب خراجی کے ساتھ خاص نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ اب بھی اطلاق صحیح نہیں مسئلہ احیائے ذمی وغیرہا کے متعلق تصریحات ابھی گزریں ہاں امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اعتبار آب صرف اُس صورت میں ہے جہاں مسلمان پر ابتداءً وظیفہ مقرر کرنا ہو جیسے اُس نے اپنے گھر کو باغچہ بنالیا یا مردہ زمین احیا کی محقق علی الاطلاق نے یوں شرح فرمائی قولہ الوظیفۃ فی مثلہ ای فیما ھو ابتداء توظیف علی المسلم من ھذا ومن الارض التی احیاھا لا کل مالم یتقرر امرہ فی وظیفۃ کما فی النھایۃ فان الذمی لو جعل دارہ خطۃ بستانا او احیا ارضا او رضخت لہ لشھودہ القتال کان فیہا الخراج وان سقاھا بماء العشر عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی خود ہدایہ میں فرمایا ان جعلہا ای المجوسی دارہ بستانا فعلیہ الخراج وان سقاھا بماء العشر لتعذر ایجاب العشر اذ فیہ معنی القربۃ فیتعین الخراج وھو عقوبۃ تلیق بحالہ اھ **اقول** وبہ ظہر سقوط مافی العنایۃ علی ھذا القول من الھدایۃ مانصہ لقائل ان یقول اما ان یکون الاعتبار للماء او لحال من توضع علیہ الوظیفۃ فان کان الاول وجب علیہ العشر وان کان الثانی ناقض ھذا قولہ لان المؤنۃ فی مثل ھذا تدور مع الماء ووجب علی المسلم العشر اذا سقی ارضہ بماء الخراج اھ وجہ السقوط ان الکلام ھھنا فی الذمی وما مر من دوران المؤنۃ مع الماء انما کان فیما فیہ ابتداء التوظیف علی المسلم فلا مساغ للتناقض اصلا ولا حاجۃ الی تجشم الجواب بما قال ان الاعتبار للماء ولکن قبول المحل شرط لوجوب الحکم والکافر لیس بمحل لایجاب العشر علیہ لکونہ عبادۃ الخ وکیف ما کان فمقصودنا حاصل وھو بطلان تخصیص الخراج بالماء الخراجی اما مطلقا واما فیما لم یتقرر امرھا علی وظیفۃ نعم ھو صحیح عند صاحب المذہب فیما فیہ بدء التوظیف علی مسلم فقط مگر مفتی بہ یہ ہے کہ یہاں بھی پانی کا اعتبار نہیں بلکہ قرب دیکھیں گے اگر زمین خراجی سے نزدیک ہے خراج ہوگا اگرچہ آب عشری دیا ہو اور عشری سے تو عشر اگرچہ پانی خراج کا ہو تنویر میں ہے لو احیاہ مسلم اعتبر قربہ ردالمحتار میں ہے ھذا عند ابی یوسف واعتبر محمد الماء فان احیاھا بماء الخراج فخراجیۃ والا فعشریۃ بحر وبالاول یفتی در منتقی اس میں ہے وھو ما مشی علیہ المصنف اولا کالکنز وغیرہ وقدمہ فی متن المنتقی فافاد بترجیحہ علی قول محمد وقال ح وھو المختار کما فی الحموی علی الکنز عن متوح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فی ردالمحتار وعلیہ المتون معتمدا اگر تخصیص مان بھی لیجیے تو لشکر اسلام کا یہ قبضہ پانی پر وارد ہونا ابتداءً اُس کی خراجیت کا مفید ہوچکا بقاءً بھی خراجیت بقاء ید پر موقوف رہنے کی کیا دلیل ہے اور پُر ظاہر کہ ہمارا کلام بقاء میں ہے الاتری ان الخراج یجب عقوبۃ علی الکفر ثم لایحتاج فی بقائہ حتی لواسلموا لم یسقط الخراج عن اراضیھم کما نصوا علیہ قاطبۃ بالجملہ اگر نظر کی جاتی ہے یہاں کی اُن زمینوں سے جن کا خراجی ہونا بہ ثبوت شرعی ثابت ہولیا بلاوجہ شرعی وجوب خراج کا اُٹھ جانا ثابت نہیں ہوتا اور کیونکر ثابت ہو حالانکہ خراج کے لیے سبب وجوب یہ زمین نامیہ ہے اور وہ حاصل تو وجوب بھی حاصل ہدایہ مسئلہ عدم اجتماع عشر و خراج میں فرمایا سبب الحقین واحد وھو الارض النامیۃ الا انہ یعتبر فی العشر تحقیقا وفی الخراج تقدیرا ولھذا یضافان الی الارض فتح القدیر میں ہے قال الشافعی یجمع بینھما لان سبب العشر الارض النامیۃ بالخارج تحقیقا وسبب الخراج الارض النامیۃ بہ تقدیرا وقد تحقق سبب کل منھما ولا منافاۃ بین الحقین فیجبان ولنا ان تعدد الحکم واتحادہ بتعدد السبب واتحادہ وسبب کل من الخراج والعشر الارض النامیۃ ولھذا یضافان الیھا فیقال خراج الارض وعشر الارض، والاضافۃ دلیل السببیۃ وکون الارض مع النماء التقدیری غیر الارض مع التحقیقی مخالفۃ اعتباریۃ لاحقیقیۃ فالارض النامیۃ ھی السبب واذا اتحد السبب اتحد الحکم ملتقطا ہنوز بعض وجوہ اور ذہن فقیر میں ہیں کہ بخوف اطالت ترک کیں وفیما ذکرنا کفایۃ واللہ ولی الھدایۃ کسے دیں اس کا جواب بیان سابق سے واضح ہولیا کہ اُس کے بہت مصارف مثل مساجد و مدارس وطلبہ وعلما یہاں موجود ہیں ان پر صرف کریں اور اگر بالفرض لشکر ہی اُس کا مصرف ہوتا اور عساکر اسلامیہ سے کسی تک پہنچانے پر قدرت نہ ملتی جب بھی سقوط کے کوئی معنی نہ تھے خراج ذمہ مکلّف پر واجب ہوتا ہے عنایہ میں ہے الخراج فی ذمۃ المالک والعشر فی الخارج فتح میں ہے العشر فی الخارج والخراج فی الذمۃ اور وہ ایک حق ثابت معروف مثل ملک و دین ہے حتی لایحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتھا قبل اداء خراجھا کما فی التنویر ای فی خراج المقاسمۃ فکانہ کان ملا مشترکا وللامام حبس الخارج للخراج کما فی الدر ای فی الخراج الموظف وقد قال فی الھدایۃ الرھن والکفالۃ جائزان فی الخراج لانہ دین مطالب بہ ممکن الاستیفاء فیمکن ترتیب موجب العقد علیہ فیھما اور ذمہ دین سے مشغول ہو تو بے ادا یا ابرا صرف اس بناپر کہ مستحق نہ رہا ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کے ورثہ کو دیں گے وہ بھی نہ رہیں تو فقراء کو کہ برائت ذمہ کریں گے خراج میں اصالۃ حق فقرا نہ ہونا ضرورۃً انھیں دیے جانے کے منافی نہیں کما فی سائر الدیون کیا دیں خراج دو قسم ہے خراج مقاسمہ یعنی بٹائی کہ پیداوار کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس مقرر ہو اور خراج موظف کہ ایک مقدار معین ذمے پر لازم کردی جائے خواہ روپیہ مثلاً سالانہ دو روپے بیگھ یا اور کچھ جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے غلے کی ہر جریب پر ایک صاع غلہ اور ایک درہم مقرر فرمایا ظاہر ہے کہ ان بلاد کا خراج موظف ہی تھا بیت المال میں روپیہ ہی لیا جاتا نہ کہ غلہ میوہ ترکاری وغیرہ بلکہ مدتوں سے عامہ بلاد میں سلاطین کا یہی داب معلوم ہوتا ہے ہدایہ میں فرمایا وفی دیارنا وظفوا الدراھم فی الاراضی کلھا وترک کذلک لان التقدیر یجب ان یکون بقدر الطاقۃ من ای شیئ کان تو ظاہرا یہاں کا خراج موظف ہی سمجھنا چاہیے مگر جس زمین کی نسبت ثابت ہو کہ زمانِ سلطنت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اسلام سقی اللہ تعالٰی عہدہا میں اُس پر خراج مقاسمہ تھا خراج موظف بالاتفاق مالک زمین پر ہے اور خراج مقاسمہ صاحبین کے نزدیک مزارع پر امام کے نزدیک زمیندار پر کما فی الدرالمختار والشامیۃ **کتنا دیں** اگر مقدار معلوم ہو کہ زمانۂ سلطنت اسلام میں سقی اللہ تعالٰی عہدہا کیا مقرر تھا جب تو ظاہر ہے کہ اُسی قدر دیں دو شرط سے اولاً خراج موظف میں جہاں جہاں مقدار مقرر فرمودۂ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ منقول ہے وہاں اُس پر زیادت نہ ہو کہ مذہب صحیح میں اُس پر اضافہ کسی سلطان کو نہیں پہونچتا زائد ہو تو زیادت نہ دیں اور جہاں کوئی مقدار امیر المومنین سے منقول نہیں وہاں اور خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو کہ خلاف انصاف ہے زائد ہو تو نصف ہی دیں ثانیاً اُتنے کی ادا اس زمین سے اب بھی ممکن ہو ورنہ بلحاظ طاقت دیں فی التنویر التنصیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ اھ وفی ردالمحتار لا یزاد علیہ فیما لم یوظف ولا فی خراج المقاسمۃ اھ وفی الدرالمختار ولا فی الموظف علی مقدار ما وظفہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اھ وفی التنویر وینقص مما وظف ان لم تطق اھ وفی ردالمحتار قال فی النھر لا یزید علی النصف وینبغی ان لا ینقص عن الخمس قالہ الحدادی اھ وکان عدم التنقیص عن الخمس غیر منقول فذکرہ الحدادی بحثا لکن قال الخیر الرملی یجب ان یحمل علی ما اذا کانت تطیق فلو کانت قلیلۃ الریع کثیرۃ المؤن ینقص اذ یجب ان یتفاوت الواجب لتفاوت المؤنۃ کما فی ارض العشر اھ مختصرا اور اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا معین تھا تو ظاہرا خراج مقاسمہ و خراج موظف غیر مقرر امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں نصف دیں اور مقررات امیر المومنین میں اُسی کا لحاظ رکھیں غرض ہر جگہ پوری مقدار دیں جس سے زیادت جائز نہ تھی لان التنقیص انما کان یثبت بنقص الامام ولم یثبت فکان الاستقصار فیہ فراغ الذمۃ یقینا وکان الاحوط ھذا کلہ من اول الکلام الی ھنا مما اخذہ الفقیر تفقھا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی فان اصبت فمن اللہ وحدہ وانا احمد اللہ علیہ وان اخطأت فمنی ومن الشیطان وانا بریئ الی اللہ منہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وظیفۂ مقررۂ فاروقیہ فی جریب سالانہ یہ ہے ہر قسم غلے پر اُسی سے ایک صاع اور ایک درہم اور رطاب یعنی خربوزے تربوز کی پالیزوں کھیرے ککڑی بیگن وامثالہا کی باڑیوں پر پانچ درہم انگور و خرما کے گھنے باغوں پر جن کے اندر زراعت نہ ہو سکے دس درہم ان کے ماورا میں وہی تقدیر طاقت ہے جس کی انتہا نصف تک پھر ان اقسام میں حیثیت زمین و قدرت کا اعتبار ہے جو زمین جس چیز کے بونے کی لیاقت رکھتی ہو اور یہ شخص اُس پر قادر ہو اُس کے اعتبار سے خراج ادا کرے مثلاً انگور بو سکتا ہے تو انھیں کا خراج دے اگرچہ گیہوں بوئے ہوں اور گیہوں کے قابل ہے تو اُس کا خراج دے اگرچہ جو بوئے ہوں بہر حال میں خراج سال بھر میں ایک ہی بار لیا جائے گا اگرچہ سال میں چار بار زراعت کرے یا باوصف قدرت بالکل معطل رکھ چھوڑے اور یہ جریب انگریزی گز سے کہ ان بلاد میں رائج ہے جس کی مقدار سولہ گرہ ہے ہر گرہ تین انگل پینتیس گز کا ہے یعنی ۳۵ گز طول ۳۵ گز عرض اور صاع دو سو ستر تولے ہے یعنی انگریزی روپیہ سے دو سو اٹھاسی روپیہ بھر کہ رامپور کے سیر سے پورے تین سیر ہوئے اور دس درہم کے ۲ روپے ۱۲ آنے و ۳/۵ پائی یعنی دو روپے پونے تیرہ آنے اور پانچواں حصہ پیسے کا پانچ درم کے ۱ روپیہ ۶ آنے ۲/۵ پائی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ایک درم کے بہرہ ۱۹/۲۵ پائی یعنی ۱۹/۲۵ پائی کم ساڑھے چار آنے۔ فی الدرالمختار وضع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ لکل جریب ھو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسرٰی سبع قبضات صاعا من بر او شعیر (والصحیح انہ مما یزرع فی تلک الارض کما فی الکافی شرنبلالیہ ومثلہ فی البحر) ودرھما من اجود النقود (وزن سبعۃ کما فی الزکاۃ بحر) ولجریب الرطبۃ (وھی القثاء والخیار والبطیخ والباذنجان وما جری مجراہ) خمسۃ دراھم ولجریب الکرم او النخل متصلۃ قید فیھما ضعفھا ولما لیس فیہ توظیف عمر کزعفران وبستان فیھا اشجار متفرقۃ یمکن الزرع تحتھا طاقتہ وغایۃ الطاقۃ نصف الخارج لان التنصیف عین الانصاف اھ مختصرا مزیدا ما بین الاھلۃ من ردالمحتار وفی الدر لو زرع الاخس قادرا علی الاعلٰی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی وھذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یتجری الظلمۃ فی ردالمحتار عن العنایۃ رد بانہ کیف یجوز الکتمان وانھم لو اخذوا کان فی موضعہ لکونہ واجبا واجیب بانا لو افتینا بذلک لادعی کل ظالم فی ارض لیس شانہ ذلک انھا قبل ھذا کانت تزرع الزعفران فیاخذ خراج ذلک وھو ظلم وعدوان اھ واللفظ للفتح قالوا لا یفتی بھذا لما فیہ من تسلط الظلمۃ علی اموال المسلمین فیدعی کل ظالم ان ارضہ تصلح لزراعۃ الزعفران ونحوہ وعلاجہ صعب اھ قلت والذی یؤدی بنفسہ ولا جابی کما فی بلادنا فلا یخشی ذلک فلذا عولت علی ما ھنالک وفی الھدایۃ ان غلب علی ارض الخراج الماء او انقطع الماء عنھا او اصطلم الزرع آفۃ فلا خراج علیہ وان عطلھا صاحبھا فعلیہ الخراج ولا یتکرر الخارج فی سنۃ اھ بالالتقاط واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵

از موضع سریاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۲۱ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ آم کی بہار میں کس صورت سے دسواں حصہ نکال کے فروخت کرسکتا ہے جس سے فروخت خبیث نہ ہو

الجواب

بہار اُس وقت بیچنی چاہئے جب پھل ظاہر ہوجائیں اور کسی کام کے قابل ہوں اس سے پہلے بیع جائز نہیں اور اس وقت اُس میں عشر واجب ہوتا ہے جب پھل اس حد کو پہنچ جائیں کہ اب کچے اور ناتمام ہونے کے باعث اُن کے بگڑ جانے سوکھ جانے مارے جانے کا اندیشہ نہ رہے اگرچہ ابھی توڑنے کے قابل نہ ہوئے ہوں یہ حالت جس کی ملک میں پیدا ہوگی اُسی پر عشر ہے بائع کے پاس پھل ایسے ہوگئے تھے اُس کے بعد بیچے تو عشر بائع پر ہے اور جو اس حالت تک پہنچنے سے پہلے کچے بیچ ڈالے اور اس حالت پر مشتری کے پاس پہنچے تو عشر مشتری پر ہے بعینہ یہی حکم کھیتی کا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶

۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانوران حسب تفصیل ذیل پر جو کہ بغرض کاشتکاری ہیں اور تجارت کی غرض سے نہیں ہیں اور سال میں زیادہ حصہ جنگل میں چرتے ہیں اُن پر زکوٰۃ دینی چاہئے یا نہیں بینوا توجروا۔ تفصیل ابل ما گائے ۲۱

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بچہ گائے دو سال کے ۱۳۔ بچہ اندر ایک سال ۳۔ بھینس ۲۔ بھینس زائد از دو سال ۲۔ بچہ بھینس کم از ایک سال ۲۔ بھینسے ۶۔ کل ۶۷ راس۔

الجواب

اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ نر خواہ مادہ خواہ دونوں مخلوط جبکہ قدر نصاب ہوں (کہ اونٹ میں پانچ گائے بھینس میں تیس بھیڑ بکری میں چالیس ہے) اور یونہی جوتنے لادنے کھانے کے لیے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ تمام حاجات اصلیہ سے فارغ صرف دودھ یا نسل یا قیمت بڑھنے کے لیے پالے جاتے یا شوقیہ پرورش و فربہی کے واسطے ہوں اور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چھوٹے ہوئے چرنے پر اکتفا کرتے ہوں اور اُن پر سال پورا گزرے اور تمامی سال کے وقت وہ سب جانور ایک نوع کے یعنی سب اونٹ یا سب گائے بھینس یا سب بھیڑ بکری ایک سال سے کم کے نہ ہوں بلکہ اُن میں کوئی ایک سال کامل کا بھی ہو اگرچہ ایک ہی ہو تو اِن پانچوں باتوں کے اجتماع سے اُن کی زکوۃ دینی فرض ہوگی ورنہ نہیں۔ زکاۃ میں گائے بھینس ایک ہی نوع ہیں اور ان کا حساب زکوۃ یہ ہے کہ تیس سے کم پر کچھ نہیں تیس پر ایک بچہ یکسالہ، چالیس پر ایک بچہ دو سالہ کامل کا پھر انسٹھ تک یہی واجب رہے گا ساٹھ پر کہ دو تیس کا مجموعہ ہے اُنہتر تک دو بچے یکسالہ، ستر پر کہ ایک تیس اور ایک چالیس کا مجموعہ ہے اُناسی تک ایک بچہ یکسالہ اور ایک دو سالہ، اسی پر کہ دو چالیس ہیں نواسی تک دو بچے دو سالہ، نوے پر کہ تین تیس ہیں ننانوے تک تین بچے یکسالہ، سو پر کہ دو تیس اور ایک چالیس ہے ایک سو نو تک دو بچے یکسالہ ایک دو سالہ، ایک سو دس پر کہ ایک تیس دو چالیس ہے ایک سو انیس تک ایک بچہ یکسالہ دو دو سالہ، ایک سو بیس پر کہ چاہے چار تیس سمجھ لو چاہے تین چالیس ایک سو انتیس تک چاہے چار بچے یکسالہ دے چاہے تین بچے دو سالہ اسی قیاس پر ہر تیس پر ایک بچہ یکسالہ اور ہر چالیس پر ایک بچہ دو سالہ لازم آتا جائے گا اور دہائیوں کے بیچ میں جو اکائیاں نو تک آئی جائیں گی سب معاف ہوں گی اور گائے بھینس مخلوط ہوں تو جو گنتی میں زیادہ ہو اسی کا بچہ یکسالہ یا دو سالہ لیں گے اور برابر ہوں تو اُن میں جو قسم اعلیٰ ہے اُس کا ادنیٰ لیا جائے گا یا ادنیٰ کا اعلیٰ یونہی بھیڑ بکری مخلوط ہونے میں مثلاً ایک شخص کے پاس پندرہ پندرہ گائے بھینس ہیں جن میں ایک ایک سال کے متعدد بچے دونوں قسم کے ہیں کوئی زیادہ فربہ کوئی ہلکا کوئی متوسط تو جہاں گائے کا بچہ زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہو تو اُن یکسالہ بچوں میں سب سے ہلکا یا بھینس کے یکسالہ بچوں میں سب سے فربہ لیا جائے گا اور جہاں بھینس کا بچہ بیش قیمت ہو تو اُس کے یکسالہ بچوں میں سب سے ہلکا یا گائے کے یکسالہ بچوں میں سب سے فربہ دیا جائے گا تنویر الابصار و درمختار میں ہے (السائمۃ ھی المکتفیۃ بالرعی اکثر العام لقصد الدر والنسل) والسمن فی البدائع لو اسامہا للحم فلا زکوۃ کما لو اسامہا للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیہا زکوۃ التجارۃ (فلو علفہا نصفہ لا تکون سائمۃ) فلا زکوۃ للشک فی الموجب (نصاب البقر) والجاموس (ثلثون سائمۃ وفیہا تبیع ذو سنۃ) کاملۃ (او تبیعۃ) انثاہ (وفی اربعین مسن ذو سنتین او مسنۃ) ولا شیئ فیما زاد (الی ستین ففیہا ضعف ما فی ثلثین) وعلیہ الفتوی (ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فیخیر بین اربع اتبعۃ وثلاث مسنات وھکذا (ولا شیئ فی عوامل وحمل) بفتحتین ولد الشاۃ (وفصیل) ولد الناقۃ (وعجول) بوزن سنور ولد البقرۃ وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولاد الصغار (الا تبعا لکبیر ولو واحدا) و(لا فی عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال) اھ ملخصا ملتقطا ردالمحتار میں ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجاموس نوع من البقر کما فی المغرب فھو مثل البقرۃ فی الزکوۃ والاضحیۃ والربا ویکمل بہ نصاب البقر وتوخذ الزکوۃ من اغلبھا وعند الاستواء یوخذ اعلی الادنی وادنی الاعلی وعلی ھذا الحکم البخت والعراب والضان والمعز ابن ملک اس میں ہے النصاب اذا کان ضأنا یوخذ الواجب من الضان ولومعزا فمن المعز ولومختلطا فمن الغالب ولو سواء فمن ایھما شاء جوھرۃ ای فیعطی ادنی الاعلی او اعلی الادنی کما قدمنا عالمگیریہ میں ہے ادنی السن الذی یتعلق بہ وجوب الزکوۃ فی الابل بنت مخاض وفی البقر تبیع وفی الغنم ثنی کذا فی شرح الطحاوی اھ ملتقطا درمختار میں ہے بنت مخاض ھی التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وتبیع ذو سنۃ کاملۃ والثنی من الضان والمعز ھو ما تمت لہ سنۃ اھ بالالتقاط ہندیہ میں ہے السوائم تجب الزکوۃ فی ذکورھا واناثھا ومختلطھما وھی التی تسام فی البراری لقصد الدر والنسل والزیادۃ فی الثمن والسمن کذا فی محیط السرخسی جب یہ قواعد معلوم ہولیے حکم مسئلہ مسؤلہ واضح ہوگیا۔ اٹھارہ بیل اور دو بھینسے کہ کاشت کاری کے لیے ہیں اُن پر کچھ نہیں اور ایک سال سے کم کے بچے اگرچہ خود محل وجوب نہیں مگر یکسالہ کے ساتھ مل کر ان پر بھی وجوب ہوتا ہے تو سب جانور سینتالیس ہوئے جن پر ایک بچہ دو سال کامل کی عمر کا واجب ہے اور از آنجا کہ ان میں زیادہ گائے ہیں تو یہ دو سالہ گائے کا ہی بچہ دیا جائے گا بچھڑا ہو خواہ بچھیا اور از آں جا کہ ان میں زیادہ مادہ ہیں سینتالیس میں اکیس گائے ہیں اور دو بھینسیں پوری دو بچھیاں تو افضل یہ ہے کہ دو برس کامل کی بچھیا زکوۃ میں دے فی الھندیۃ عن التتارخانیۃ عن العتابیۃ الافضل فی البقر ان یؤدی من الذکر التبیع ومن الانثی التبیعۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاونی مکان مولوی اشرف علی صاحب مرسلہ سید حسین صاحب مہتمم برکاتہم ۱۳ جمادی الاولی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں لطف اللہ بہم اجمعین۔ زکوۃ کن کن مصارف میں دینا جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مصرف زکوۃ ہر مسلمان حاجتمند جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنا شوہر نہ اپنی عورت اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے نہ وہ جو اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی نہ وہ جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی اگرچہ یہ اصلی وفرعی رشتے عیاذًا باللہ بذریعہ زنا ہوں نہ اپنا یا ان پانچوں قسم میں کسی کا مملوک اگرچہ مکاتب ہو نہ کسی غنی کا غلام غیر مکاتب نہ مرد غنی کا نابالغ بچہ نہ ہاشمی کا آزاد بندہ اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر وغنی پہلے ہی خارج ہوچکے یہ سولہ شخص ہیں جنھیں زکوۃ دینی جائز نہیں ان کے سوا سب کو روا مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے بعض جہلہ مہوسین کہ ماں کے سید انی ہونے سے سید بن بیٹھتے اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی وقد اوضحنا ذلک فی فتاوینا اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ ہاشمی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہو یا اپنے اور اپنے اصول و فروع و زوج و زوجہ و ہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زنِ غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن بھائی چچا پھوپھی خالہ ماموں بلکہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے، زکوٰۃ و صلہ رحم یا اپنی بہو یا داماد یا ماں کا شوہر یا باپ کی عورت یا اپنے زوج یا زوجہ کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا روا جبکہ یہ سولہ اول سولہ سے نہ ہوں ذرانجا کہ انھیں ان سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدم جواز کا وہم ہو، لہذا فقیر نے انھیں بالتخصیص شمار کر دیا اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل، ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں، دوم مال ہو مگر نصاب سے کم یہ فقیر ہے، سوم نصاب بھی ہو مگر حوائج اصلیہ میں مستغرق جیسے مدیون، چہارم حوائج سے فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا تو بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اسے لینا روا نہیں یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین مؤجل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں، بالجملہ مدار کار حاجتمندی بمعنی مذکور پر ہے تو جو نصاب مذکور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پا سکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب العلم یا مفتی مگر عامل زکوٰۃ جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنی بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو، پھر دینے میں تملیک شرط ہے جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دستر خوان پر بٹھلا کر کھلا دینا یا میت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد کنواں خانقاہ مدرسہ پل سرائے وغیرہ بنوانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اس کے وہی حیلے ہیں جو ہمارے فتاوی میں مسطور ہیں، ھذا کلہ ملخص ما استقر علیہ الامر فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار وغیرھا من معتبرات الاسفار وقد لخصنا بتوفیق اللہ تعالٰی احسن تلخیص لعلہ لا یوجد من غیرنا وللہ الحمد فمن شاء فی شیئ من ھذا فلیراجع الاصول التی سمینا ولم نسم نعم لا باس ان نورد نصوص بعض ما یکاد یخفی او یستغرب ففی رد المحتار شمل الاولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولدہ من الزنا الخ وفیہ تحت قولہ او بینھما زوجیۃ ولو مبانۃ ای فی العدۃ ولو بثلاث نھر عن معراج الدرایۃ اھ وفیہ تحت قولہ ولا الی مملوک المزکی ولو مکاتبا وکذا مملوک من بینہ وبینہ قرابۃ ولاد او زوجیۃ لما قال فی البحر والفتح الخ وفیہ تحت قولہ بخلاف طفل الغنیۃ فیجوز ای ولم یکن لہ اب بحر عن القنیۃ اھ وفیہ وقید بالولد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوۃ والاعمام والاخوال الفقراء بل ھم اولٰی لانہ صلۃ وصدقۃ ویجوز دفعھا لزوجۃ ابیہ وابنہ وزوج ابنتہ تاترخانیۃ اھ ملخصا وفیہ من کتاب الوصایا تحت قولہ الشرف من الام فقط غیر معتبر یؤیدہ قول الھندیۃ عن البدائع فثبت ان الحسب والنسب یختص بالاب دون الام فلا تحرم علیہ الزکوٰۃ ولا یکون کفؤ الھاشمیۃ ولا یدخل فی الوقف علی الاشراف ط اھ وفیہ وقال فی الفتح ایضا ولا یحل لہ ای لابن السبیل ان یاخذ اکثر من حاجتہ قلت وھذا بخلاف الفقیر فانہ یحل لہ ان یاخذ اکثر من حاجتہ وبھذا فارق ابن السبیل کما افادہ فی الذخیرۃ اھ وفیہ تحت قولہ ومنہ ما لو کان مالہ مؤجلا ای اذا احتاج الی النفقۃ یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ قدر کفایتہ الی حلول الاجل نھر عن الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ او علی غائب ای ولو کان حالا لعدم تمکنہ من اخذہ ط اھ وفیہ تحت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قولہ او معسرا وجاھدا ولولہ بینۃ فی الاصح فیجوز لہ الاخذ فی اصح الاقاویل لانہ بمنزلۃ ابن السبیل ولو موسرا معترفا لایجوز کما فی الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ وفی سبیل اللّٰہ وھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب قال فی النھر والخلاف لفظی للاتفاق علی ان الاصناف کلھم سوی العامل یعطون بشرط الفقر اھ وفیہ تحت قولہ وبھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ ھذا الفرع مخالف لاطلاق لھم الحرمۃ فی الغنی ولم یعتمدہ احد اھ قلت وھو کذلک والاوجہ تقییدہ بالفقیر الی اخر ما افادہ علیہ رحمۃ الجواد واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴ ازشہر بہرائچ محلہ ناظر پورہ مسئولہ حکیم محمد عبدالوکیل صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے مسجد یا کنواں مسجد سے متعلق طاہر پانی کے لیے تیار کیا اور بوجہ کمی سرمایہ کے بالآخر قرضدار ہوگیا لہذا اس صورت میں مال زکوٰۃ دینا جائز ہے کیونکہ قرضدار کو اس کے قرضہ کے ادا کرنے کے لیے مال زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ منجملہ مصارف مال زکوٰۃ کے قرضہ بھی ایک مصرف ہے بینوا توجروا۔

الجواب

جس پر اتنا دین ہو کہ اُسے ادا کرنے کے بعد اپنی حاجات اصلیہ کے علاوہ چھپن روپے کے مال کا مالک نہ رہے گا اور وہ ہاشمی نہ ہو نہ یہ زکوٰۃ دینے والا اُس کی اولاد میں ہو نہ باہم زوج وزوجہ ہوں اُسے زکوٰۃ دینا بیشک جائز بلکہ فقیر کو دینے سے افضل ہے فقیر کو چھپن روپے دفعۃً نہ دینا چاہئے اور مدیون پر چھپن ہزار دین ہو تو زکوٰۃ کے چھپن ہزار ایک ساتھ دے سکتے ہیں قال اللّٰہ تعالٰی والغارمین درمختار میں ہے ومدیون لایملک نصابا فاضلا عن دینہ فی الظھیریۃ الدفع للمدیون اولی منہ للفقیر ردالمحتار میں ہے ونقل ط عن الحموی انہ یشترط ان لایکون ھاشمیا واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵ مسئولہ رشید احمد متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۷ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ کسی شخص نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالی وہ روپیہ ان شخصوں کو دینا چاہئے یا نہیں ۱ یہ کہ اگر چچا چچی وچچازاد بھائی وبہنوں کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ۲ یہ کہ ماموں ومامی ونانا ونانی اور ماموں زاد بھائی اور بہنوں کو دینا جائز ہے یا نہیں ۳ یہ کہ پھوپھا وپھوپھی اور ان کی اولاد کو دینا جائز ہے یا نہیں ۴ یہ کہ اگر اپنی ہمشیرہ ہے اور اُس کی شادی کردی اور اس کا خاوند کم توجہ کرتا ہے تو اس کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں ۵ یہ کہ بھانجی بھانجے کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ۶ یہ کہ اگر زکوٰۃ کے روپے سے لحاف میں روئی ڈلوا کر غریبوں کو تقسیم کردیں تو جائز ہے یا نہیں ۷ یہ کہ اگر طالب علم کو کچھ دیدیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ۸ یہ کہ اگر بہنوئی کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ۹ یہ کہ اگر یہ معلوم ہو کہ یہ شخص غریب معلوم ہوتا ہے اور پوشیدہ اس کے پاس چاہے کچھ ہو اس کو دینا جائز ہے یا نہیں ۱۰ یہ کہ ان روپیوں میں سے فقیروں کو تھوڑا تھوڑا پیسہ دینا جائز ہے یا نہیں ۱۱ علاوہ اس کے وہ بات کہ جس میں روپیہ کو صرف کیا جائے وہ براہ مہربانی تحریر کردیجئے گا ۱۲ یہ کہ اگر مولود شریف یا نیاز دعا میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

(۱) ہاں جائز ہے جبکہ مصرف ہو (۲) نانا نانی کو ناجائز باقی چاروں کو جائز (۳) ان سب کو دے سکتے ہیں جبکہ نہ غنی ہوں نہ غنی باپ کے بچے نہ ہاشمی (۴) جائز ہے جبکہ محتاج ہو (۵) ان کو بھی بشرائط مذکورہ جائز ہے (۶) ہاں روٹی کی قیمت زکوٰۃ میں لگا سکتا ہے جبکہ بہ نیت زکوٰۃ دے مگر مزدوری کی اجرت زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگی (۷) جائز ہے جبکہ غنی و ہاشمی نہ ہو (۸) بشرائط مذکورہ جائز ہے (۹) جبکہ اسے اس کا اندرونی حال معلوم نہیں تو ظاہر محتاجی پر عمل کرکے زکوٰۃ دے سکتا ہے (۱۰) جائز نہیں مگر جوان تندرست جو بھیک مانگنے کا پیشہ کرلیتے ہیں جیسے جوگی سادھو بچہ ان کو دینا جائز نہیں (۱۱) محتاج فقیر ہو نہ ہاشمی ہو نہ غنی باپ کا نابالغ بچہ نہ اپنی اولاد جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی نہ یہ اس کی اولاد جیسے ماں باپ۔ دادا دادی نانا نانی نہ اپنی زوجہ نہ عورت کا اپنا شوہر ایسے محتاج کو جو ان سب کے سوا ہو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے وبس (۱۲) مجلس میلاد پاک میں حصہ عام تقسیم ہوتا ہے غنی فقیر مصرف غیر مصرف کی تخصیص نہیں ہوتی یوہیں نیاز کی تقسیم تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی ہاں جو حصے خاص فقرا مصرف زکوٰۃ کو دے اس کا شمار ان کو دینے میں زکوٰۃ کی نیت کرے تو وہ زکوٰۃ میں محسوب ہوسکتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۵)

از مراد آباد مسئولہ امیر حسن صاحب رضوی ۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صدقہ فطر کس قدر دینا چاہئے اور کس کو دینا چاہئے اور کس وقت ادا کرے اور کس کی طرف سے۔ بینوا توجروا

الجواب

صدقہ فطر سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر دیا جائے اور اس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں اور اس کے دینے کا وقت واسع ہے عید الفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد بھی مگر بعد کو تاخیر نہ چاہئے بلکہ اولٰی یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے صاحب نصاب کے روزے معلق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا اپنی طرف اور اپنے بچوں کی طرف سے دینا واجب ہے اور باندی غلام کی طرف سے بھی جو اس کی ملک میں ہیں بی بی یا نابالغ بچوں کی طرف سے دینا واجب نہیں اگر وہ صاحب نصاب ہیں آپ دیں یا اُن کی اجازت سے یہ دے بلا اجازت ان کی طرف سے ادا نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۶)

میرے عزیزوں میں ایک شخص نابینا اور قرضدار ہیں جائداد اُن کے ہے لیکن قرضداری سے کم ہے اور قبضہ دوسرے شخص کا ہے اُن کو آمدنی بھی پورے طور سے نہیں ملتی زکوٰۃ اُن کو دینی چاہئے یا نہیں فقط۔

الجواب

ہاں بلکہ عزیزوں کو دینے میں دونا ثواب ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۷)

از حاجی عبدالکریم نور محمد جنرل مرچنٹ چوک ناگپور ۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

زکوٰۃ کا پیسہ طلبہ کو دے سکتے ہیں امداد کے لیے یا نہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

طلبہ کہ صاحبِ نصاب نہ ہوں انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بلکہ انہیں دینا افضل ہے جبکہ وہ طلبہ مسلم دین بطورِ دین پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۸

از شہر بریلی دفتر انجمن خادم المسلمین ۲۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیشہ ور گداگروں کو زکاۃ و خیرات کا مال دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں اور مذہبی و تمدنی نقطۂ نظر سے کہاں تک یہ گروہ زکاۃ کا مستحق ہے اور پیشہ ور گداگروں کی ہمت افزائی نہ کرنا کہاں تک جائز ہے۔

الجواب

گدائی پیشہ تین قسم ہے ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچے انہیں سوال کرنا حرام اور انہیں دینا حرام اور اُن کے دیے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی۔ فرض سر پر باقی رہے گا۔ دوسرے وہ کہ واقع میں فقیر ہیں قدرِ نصاب کے مالک نہیں مگر قوی تندرست کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جو ان کے کسب سے باہر ہو کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں انہیں سوال کرنا حرام اور جو کچھ انہیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث کہ حدیث شریف میں لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی توانا و تندرست کے لیے انہیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان مگر ان کے دیے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں قال اللہ تعالٰی انما الصدقٰت للفقراء اور تیسرے وہ عاجز ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں انہیں بقدرِ حاجت سوال حلال اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیب اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں اور انہیں دینا باعثِ اجرِ عظیم یہی ہیں جنہیں جھڑکنا حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۹

از ناگور مارواڑ از دوکان قادربخش مرسلہ محمد بخش پریزیڈنٹ انجمن مدرسہ حمیدیہ اسلامیہ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مال زکوٰۃ مدرسہ اسلامیہ میں لینا دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مدرسہ اسلامیہ اگر صحیح اسلامیہ خاص اہلسنت کا ہو نیچریوں وہابیوں قادیانیوں رافضیوں دیوبندیوں وغیرہم مرتدین کا نہ ہو تو اُس میں مال زکوٰۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم مدرسہ اُس مال کو جدا رکھے اور خاص تملیکِ فقیر کے مصارف میں صرف کرے مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ اس سے نہیں دی جاسکتی نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے نہ یہی ہوسکتا ہے کہ جن طلبہ کو مدرسہ سے کھانا دیا جاتا ہے اس مد سے کھانا پکاکر ان کو کھلایا جائے کہ اس صورت میں اباحت ہوئی اور زکوٰۃ میں تملیک لازم ہاں یوں کرسکتے ہیں کہ جن طلبہ کو کھانا دیا جاتا ہے ان کو نقد روپیہ بہ نیتِ زکوٰۃ دے کر مالک کردیں پھر وہ اپنے کھانے کے لیے واپس دیں، یا جن طلبہ کا وظیفہ نقد بطور اجرت بلکہ محض بطورِ امداد ہے اُن کے وظیفے میں دیں یا کتابیں خرید کر طلبہ کو اُن کا مالک کردیں۔ ہاں اگر روپیہ بہ نیتِ زکوٰۃ کسی مصرفِ زکوٰۃ کو دے کر مالک کردیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے تو تنخواہ مدرسین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۰: از حافظ محمد یار صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پورہ ۲۴ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زکوٰۃ کے روپے سے دو چار کتب دینی مثل فتاوٰی عالمگیری ومشکوٰۃ شریف وغیرہ خرید کرکے دوسرے شخص کے پاس بطور وقف رکھ دی جائیں تاکہ عام کو اس سے فیض پہنچا کرے اس وجہ سے کہ ایسی کتاب بوجہ بیش قیمت ہونے کے یہاں میسر نہیں ہے تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہئے کہ زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے اور کتابوں کی کارروائی بھی ہوجائے۔

الجواب

مالِ زکوٰۃ سے وقف ناممکن ہے کہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا اور زکوٰۃ میں فقیر کی تملیک شرط ہے اس کی تدبیر یوں ہوسکتی ہے کہ کسی نیک بندہ کو جو زکوٰۃ کا مصرف ہے روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردیا جائے اور وہ اپنی طرف سے کتابیں خرید کر وقف کردے ایک اور حیلہ بھی ممکن ہے مثلاً سو روپے کی کتابیں وقف کرنے کے لیے خریدنی ہیں اور اس پر سو روپے زکوٰۃ کے آتے ہیں تو من دو من گیہوں مثلاً کسی فقیر کے ہاتھ سو روپے کو بیع کرے اور اسے سمجھادے کہ یہ قیمت تمہیں ہم ہی دیں گے جب وہ خرید لے تو اب اسے سو روپے بہ نیت زکوٰۃ دیئے جائیں جب وہ قبضہ کرلے اب اس سے اس آتی ہوئی قیمت میں روپے لے لیے جائیں اگر نہ دے تو جبراً لے سکتا ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے اب اُن روپے سے کتابیں خرید کر وقف کردیں المسئلۃ منصوص علیہا فی الدر المختار ورد المحتار اتنا لا اسفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۱: حاجی عیسٰی صاحب کاٹھیاوار ۲۲ رمضان شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں بلحاظ مصلیان بہت کم گنجائش ہے بایں وجہ کہ ہر وقت کی نماز میں کش مکش کا سامنا ہوتا ہے لہذا ایسی حالت میں اگر کوئی صاحب زکوٰۃ یعنی زرِ زکوٰۃ کو کسی غریب مسلمان شخص کی ملکیت قائم کرکے اس مکان کو جو مسجد سے ملا ہوا ہے خرید کرکے شامل مسجد کردے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں بحالیکہ مسجد مذکور کے قرب وجوار کے مسلمانوں میں اس قدر استطاعت نہیں کہ بوجہ چندہ فراہم کرکے مکان مذکور کو خرید سکیں (۲) ایسی کتاب دینی جو اگر طبع کی جائے تمام مسلمان عالم میں مفید ثابت ہوسکتی ہے اگر کوئی شخص زرِ زکوٰۃ سے چندہ فراہم کرکے کتاب مذکور بغرض رفاہ عام چھپوائے تو ان چندہ دہندگان اصحاب کا زرِ زکوٰۃ ادا ہوگا یا نہیں۔

الجواب

جبکہ اس نے فقیر مصرف زکوٰۃ کو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردیا زکوٰۃ ادا ہوگئی اب وہ فقیر مسجد میں لگادے دونوں کے لیے اجرِ عظیم ہوگا درمختار میں ہے وحیلۃ التکفین بھا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما وکذا فی تعمیر المسجد بحرالرائق میں زیرِ قول متن لا الی بناء مسجد وتکفین میت وقضاء دینہ وثمن رقبۃ تعتق فرمایا والحیلۃ فی الجواز فی ھذہ الاربعۃ ان یتصدق بمقدار زکوٰتہ علی فقیر ثم یامرہ بعد ذلک بالصرف فی ھذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الزکوٰۃ وللفقیر ثواب ھذہ القرب کذا فی المحیط (۲) جائز ہے اور اس میں چندہ دہندوں کے لیے اجرِ عظیم اور ثواب جاری ہے جب تک وہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کتاب باقی رہے گی اور نسلاً بعد نسل جن جن مسلمانوں کو فائدہ دے گی ہمیشہ اُن سب کا اجر ایک چندہ دہندہ کو اُس کی حیات میں اور اُس کی قبر میں پہونچتا رہے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ رواہ البخاری فی ادب المفرد ومسلم فی الصحیح وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مگر اولا فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردینا ضرور ہے پھر وہ فقیر طبع کتاب میں خود دیدے یا اُس سے دلوادے جیسا کہ درمختار و بحرالرائق کی عبارت سے گزرا اور طریقہ ائمہ نے کتب فقہ میں لکھے ہیں بجالائے درمختار میں ہے حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوٰتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اھ سب سے آسان یہ ہے کہ ایک شخص زکوٰۃ دہندہ اپنا چندہ جمع کریں اور اُس سے کہہ دیں کہ ذرِ زکوٰۃ ہے طریقہ شرعیہ پر بعد تملیک فقیر طبع میں ہمارے ثواب کے لیے صرف کرو وہ ایسا ہی کرے سب کو تیں بھی ادا ہوجائیں گی اور وہ دینی ضروری تالیف کا کام بھی ہوجائے گا اور یہ اموال کا ملانا کہ باذن مالکان ہے کہ چندہ کا یہی طریقہ معروفہ معہودہ ہے کچھ مانع نہ ہوگا درمختار میں ہے لو خلط زکوٰۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء ردالمحتار میں ہے قال فی التاترخانیۃ الا اذا وجد الاذن او اجاز المالکان اھ اسی میں ہے ثم قال فی التاترخانیۃ او وجدت دلالۃ الاذن بالخلط کما جرت العادۃ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۱: مسئولہ امام الدین صاحب پیلی بھیتی از آگرہ محلہ نئی بستی گلی بدھو بیگ مکان حافظ سعید الدین سوداگر ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنگ اٹلی و شہنشاہ روم کے واسطے اہل اسلام نے اکثر چندہ جمع کیا ہے اگر زیور کی زکاۃ کا روپیہ جنگ مذکور کے واسطے شہنشاہ روم کو بھیجا جائے تو یہ روپیہ دینا جائز ہوگا یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ جہاد کے اُن مصارف میں جن میں فقیر کو تملیک نہ ہو جیسے گولے بارود کی خریداری یا فوج کی باربرداری یا فوجی افسروں کی تنخواہ یا فوجی دواخانہ کی دواؤں میں دینا جائز نہیں نہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو عالمگیری میں ہے لا یجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذا الحج والجہاد وکل مالا تملیک فیہ کذا فی التبیین۔ ہاں فقیر مجاہدوں کو دی جائے یا شہیدوں کے فقیر پس ماندوں کو یا اُن مجاہدوں کو جو سفر کرکے آئے گھر پر اموال رکھتے ہیں یہاں مصارف کے لیے کچھ پاس نہیں ان کو دینا جائز ہے اول فی سبیل اللہ ہے ثانی فقراء اور ثالث ابن السبیل اور یہ سب مصارف زکوٰۃ ہیں درمختار میں ہے۔ مصرف الزکوٰۃ فقیر وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ وابن السبیل وھو کل من لہ مال لا معہ یا یہ ہو کہ یہاں کسی معتمد فقیر کو دے کر مالک کرکے قبضہ دے دیں وہ اپنی طرف سے اس چندہ میں دیدے اب کوئی شرط نہیں ہر مصرف میں صرف ہوسکتی ہے اور زکوٰۃ دہندہ اور فقیر دونوں کو ثواب ملے گا درمختار میں ہے حیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد پھر صورت اولٰی میں کہ خود زکوٰۃ ہی ان جائز مصارف کے لیے وہاں بھیجے اگر ابھی اس کی زکوٰۃ کا سال تمام نہ ہوا تھا پیشگی دیتا ہے جب تو دوسرے شہر کو بھیجنا مطلقاً جائز ہے اور اگر سال تمام کے بعد بھیجے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جب بھی اس صورت میں حکم جواز ہے کہ مجاہدوں کی اعانت میں اسلام کا زیادہ نفع ہے درمختار میں ہے کرہ نقلہا الا الی قرابۃ او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمین او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ خلاصہ مگر اطمینان ضروری کہ ٹھکانے سے پہنچے بیچ میں خورد برد نہ ہوجائے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲: از دہرہ دون محلہ دھامان مسئولہ مختار حسین قادری ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ حالت زار جو مظلومین میں ترک کی ہے مثلاً سمرنا، اناطولیہ وغیرہ میں جو یونانیوں کے دست درازیوں کے شکار ہو رہے ہیں ان کی امداد زکوٰۃ کے مال سے کی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں، اگر ہوگی تو روپیہ بھیجنے اور دینے کی کیا صورت ہونی چاہیے موجودہ طریق جو سیٹھ چھوٹانی بمبئی والا کر رہا ہے کہ امداد مظلومین ترکوں کی جس میں وہ زکوٰۃ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہے اپنے اختیار سے زکاۃ اور دیگر چندہ لے کر جتنی جہاں ضرورت ہوتی ہے مثلاً بیماروں کی مدد لٹے ہوئے گھروں کی امداد وغیرہ اپنی رائے کے موافق صرف کرتا ہے تو جو لوگ اُس میں زکاۃ دیتے ہیں ادا ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اس طریقہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی یہ لوگ بطور خود چندہ کرتے ہیں اور زکاۃ وغیر زکاۃ بلکہ مسلم وغیر مسلم سب کے چندے خلط کرلیتے وہ روپیہ فوراً ہلاک ہوجاتا ہے اور قابل ادائے زکوٰۃ نہیں رہتا فان الخلط استھلاک فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے رجلان دفع کل منھما زکوٰۃ مالہ الی رجل لیؤدی عنہ فخلط مالھما ضمن الوکیل مال الدافعین وکانت الصدقۃ عنہ کذا فی فتاوٰی قاضی خان درمختار میں ہے لو خلط زکوٰۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے خالص مسلمان اپنی اپنی زکوٰۃ ایک معتمد متدین کے پاس جمع کریں اور وہ روپیہ ملالینے کی اجازت دیں اور اُس میں کوئی پیسہ غیر زکوٰۃ کا خلط نہ کیا جائے نہ کسی وہابی یا رافضی یا نیچری یا قادیانی یا حد کفر تک پہونچے ہوئے گاندھوی کی زکوٰۃ اس میں شامل ہو کہ ان لوگوں کی زکاۃ شرعاً زکاۃ نہیں یہ خالص زکاۃ شرعی کا جمع کیا ہوا مال کہ مالکوں کے اذن سے خلط کیا گیا اُن فقرائے مظلومین کو پہونچایا جائے ردالمحتار میں زیر عبارت مذکورہ درمختار ہے **قولہ ضمن** وکان متبرعا لانہ ملکہ بالخلط وصار مؤدیا مال نفسہ قال فی التتارخانیۃ الا اذا وجد الاذن او اجاز المالکان اھ وینبغی بھذا العالم اذا سأل للفقراء شیئا وخلط یضمن **قلت** ومقتضاہ لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الاذن حینئذ دلالۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳: مسئولہ امیر حسین بنگالی طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

مالدار کے لیے صدقہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور دینا حرام اور اس کے دیے ادا نہ ہوگا اور نافلہ مانگ کر مالدار کو لینا حرام اور بے مانگے مناسب نہیں جبکہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر وہ محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام اور اگر لینے کے لیے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوہرا حرام ہاں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وہ صدقات نافلہ کہ عام خلائق کے لیے ہوتے ہیں اور اُن کے لینے میں کوئی ذلت نہیں وہ غنی کو بھی جائز ہیں جیسے حوض کا پانی سقایہ کا پانی نیاز کی شیرینی سرائے کا مکان پل پر سے گذرنا واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۸۴ از بریلی محلہ کانکر ٹولہ متصل مسجد خورد مرسلہ الطاف علیخاں صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدرسہ دینیہ میں زکوۃ و صدقہ مدرسین کو دینا جائز ہے یا نہیں تنخواہ میں دینا و طلبا کو جو کہ یتیم ہیں ان کی تعلیم کے اخراجات کے واسطے دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

تنخواہ مدرسین میں نہیں دے سکتے ہاں طلبہ کو تملیک کرسکتے ہیں اگرچہ یتیم نہ ہوں واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۸۵ از بھیرہ ستی ضلع چودہ پور مسئولہ فخرالدین شاہ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یتیموں کو زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں بچہ اپنی قرابت کا ہے اُس کا وارث کوئی نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

یتیم بچہ کو خصوصاً جبکہ اپنا قرابت دار ہو زکوۃ دینا بہت افضل ہے جبکہ وہ نہ مالدار نہ سیدہ وغیرہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد ہو ہاں بھائی بھتیجا بھانجا ہو تو وہ بشرائط مذکورہ سب سے زیادہ مستحق ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۸۶ از شہر محلہ ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فریدپور ۳ رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ

زرِ زکوۃ میں سے اگر یتیموں مساکین کو کھانا کھلایا جائے یا کپڑا بنا یا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

کپڑا بنا کر اُن کو دے کر مالک کر دینا کھانا پکا کر اُن کے گھر کو بھیج کر قبضہ میں دے کر مالک کر دینا تو حالت موجودہ پر یہ سلا ہوا کپڑا اور پکا ہوا کھانا بازار کے بھاؤ سے جتنے کا ہے اُس قدر زکاۃ میں مجرا ہوگا سلائی پکوائی وغیرہ مجرا نہ ملے گی اور اگر اپنے یہاں پکا کر دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دیا جس طرح دعوتوں میں ہوتا ہے تو وہ زکوۃ نہیں ہوسکتا لانہا تملیک وھذا اباحۃ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۸۷ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو مکان واسطے یتیموں کے خریدا جائے اُس کی بیع میں زکوۃ کا روپیہ دینا درست ہے یا نہیں اور وہ مکان نام یتیم خانہ کے ہوئے کہ معمورہ جو واقعہ جبولی میں کلکٹر والوں سے ہوا ہے اس کے صرف میں زکوۃ کا روپیہ دیا جائے یا نہیں کیونکہ وہ مذہبی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔

الجواب

یتیم خانہ کی خریداری میں روپیہ لگا دینے سے زکوۃ ہرگز ادا نہ ہوگی لانہ ان کان وقفا والزکوۃ تملیک فلا یجتمعان نہ کسی غنی کو صرف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مقدمہ کے لیے دینے سے ادا ہوسکے اگرچہ وہ مقدمہ مذہبی دینی ہو فان الغنی لیس بمصرف نہ کسی فقیر کے مسکین کے دینی خواہ دنیوی مقدمہ میں وکیلوں مختاروں کو دینے یا اور خرچوں میں اٹھانے سے ادا ممکن جب تک فقیر کو دے کر اُس کے قبضہ کے بعد اُس سے لے کر صرف نہ کیا جائے فان الصدقۃ لاتحصل الا بتملیک مصرفھا ولاتتم الا بقبضہ پس اگر اس قسم کے معاملات میں اٹھانا چاہیں تو اُس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوٰۃ ہے اُسے بہ نیت زکوٰۃ دے کر اُس کا قبضہ کرادیں پھر وہ اپنی طرف سے اپنے آپ خواہ اُسے دے کر خریداری یتیم خانہ خواہ کسی دینی مقدمہ وغیرہ امور خیر میں لگادے عالمگیریہ وغیرہا میں ہے فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکوتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقۃ وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹: ۲۲ شوال ۱۳۱۰ھ

سوال اول بعد سلام کے عرض ہے میرے پاس سوا اُس کے جو شوہر کے پاس سے صرف کے لیے آتا ہے اور کوئی آمد نہیں اور وہ اتنی ہے کہ گزر بھی بمشکل ہوتی ہے عرض ہے کہ ایسی صورت بتائیے کہ جس میں زکوٰۃ بھی ادا ہو اور خرچ کی بھی دقت نہ ہو بیبیاں کہتی ہیں کہ آپ کے یہاں مجھ کو کچھ روپیہ دے لے اور پھر وہ دو آنے میں مول لے یا جو خرچ مجھ کو شوہر کے پاس سے ملتا ہے اُس میں سے زکوٰۃ ادا کرکے بچوں کے صرف کی جائے تو کچھ بُرائی تو نہیں یا جو روپیہ والد کے ترکہ کا ملا تھا وہ میرا بچوں کے صرف میں ہوگیا وہ ہوسکتا ہے کہ میں زکوٰۃ میں مجرا کرلوں اس واسطے کہ آپ فرماتے ہیں بچوں کا صرف باپ کے ذمّہ ہے۔

الجواب

زیور خود مال ہے اس میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے شوہر سے جو کچھ خرچ بچوں کے لیے ملتا ہے اس میں سے زکوٰۃ دینے کا ہرگز اختیار نہیں تمھارے خرچ کو جو کچھ تمھیں دیتے ہیں اُس میں سے زکوٰۃ دے سکتی ہو اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے بچوں کے صرف میں نہیں کی جاسکتی اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مال کا جو کچھ بچوں کے صرف میں اُٹھ گیا زکوٰۃ میں مجرا نہیں ہوسکتا اگرچہ بچوں کا خرچ باپ پر ہے ماں پر نہیں وہ طریقہ کہ زکوٰۃ کا مال بہ نیت زکوٰۃ کسی محتاج کو دے کر مالک کر دیا جائے پھر اس کی رضامندی سے تھوڑے داموں کو اس سے خرید لیں یہ حیلہ بضرورت صرف ایسی جگہ ہو کہ مثلاً کسی سیّد صاحب کو حاجت ہے مال زکوٰۃ انھیں دے نہیں سکتے اور اپنے پاس زر زکوٰۃ سے زیادہ دینے کی وسعت نہیں تو اس طرح زکوٰۃ ادا کرکے برضامندی مول لے کر سید صاحب کے نذر کر دیا جائے یا مسجد کی تعمیر یا میت کے کفن میں لگادیا جائے کہ یہ سب نیتیں اللہ ہی کے لیے ہیں خرید کر اپنے یا اپنے بچوں کے صرف میں لانے کی غرض سے یہ حیلہ نہیں کہ اس میں راہ خدا میں مال خرچ کرکے پھرجانا پایا جائے گا والعیاذ باللہ تعالٰی آسان طریقہ جو یہاں ہوسکے یہ ہے کہ آدمی جن کی اولاد میں خود ہے یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی یا جو اپنی اولاد میں ہیں یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور شوہر زوجہ ان رشتوں کے سوا اپنے جو عزیز قریب حاجت مند مصرف زکوٰۃ ہیں اپنے مال کی زکوٰۃ انھیں دے جیسے بہن بھائی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بھتیجا بھتیجی بھانجا بھانجی ماموں خالہ چچا پھوپھی کہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے اور نفس پر بار بھی کم ہوگا کہ اپنے سگے بہن بھائی یا بھتیجے بھانجے کا دیا ہوا آدمی اپنے ہی کام میں اٹھتا جانتا ہے پھر یہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ انھیں زکوۃ جتا ہی کر دے بلکہ دل میں زکوۃ کی نیت ہو انھیں عیدی وغیرہا یا شادیوں کی رسوم خواہ کسی بات کا نام کرکے مالک کر دے زکوۃ ادا ہو جائے گی پھر اگر مثلاً اپنے بہن بھائی کو دیا اور انھوں نے اس کے بچوں پر خرچ کی تنگی دیکھ کر اپنی خوشی سے اس کے بچوں کو ہبہ کر دیا تو زکوۃ میں کچھ خلل نہ آئے گا نہ مقصود شریعت کے خلاف ہوگا اور دونوں مطلب یعنی ادائے زکوۃ اور بچوں کے خرچ کی وسعت حاصل ہو جائیں گے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲

۱۴ جمادی الآخر ۱۳۲۰ھ از موضع کہجی ڈاک خانہ تلاقہ چانگل علاقہ پرمیوڈا کی ضلع کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی محمد شیر صاحب

اپنی دختر یا حقیقی ہمشیرہ کو زکوۃ یا زمین کا عشر دینا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بہن کو جائز ہے جبکہ مصرف زکوۃ ہو اور بیٹی کو جائز نہیں فی الدرالمختار مصرف الزکاۃ والعشر فقیر الخ وفیہ لایصرف الی من بینھما ولاد الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳

مرسلہ محمود حسن صاحب شاگرد رشید احمد گنگوہی صاحب ۲۰ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارہ میں کہ میری زکاۃ کا روپیہ اپنے والد کو کسی حیلہ سے دے سکتی ہوں یا نہیں کیونکہ والد ایسی غربت میں ہیں کہ باہر نکلنے بیٹھنے میں شرم آتی ہے اور وہ ایک آبرودار آدمی ہیں ورنہ کوئی ایسا آدمی ہو کہ میں اس آدمی کو دے دوں وہ اپنی طرف سے بھی والد کو دیدے اس صورت میں کسی حیلہ سے اپنے والد کو زکوۃ کا روپیہ دے سکتی ہوں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

باپ کو زکوۃ دینا کسی طرح جائز نہیں نہ اس کی دی زکوۃ ادا ہو سکے یہ بات اگر واقعی ہے کہ باپ ایسا ہی حاجتمند ہے اور سائلہ میں یہ طاقت نہیں کہ زکوۃ بھی دے اور باپ کی بھی خدمت کرے اور ایسا اطمینان کا شخص کوئی نہیں پاتی کہ اسے زکوۃ دے اور وہ اپنی طرف سے اس کے باپ کو دیں تو اس کا یہ طریقہ ممکن ہے کہ مثلاً دس روپیہ زکوۃ کے دینے ہیں اور چاہتی ہے کہ یہ روپیہ اس کے باپ کو پہنچے تو کسی فقیر مصرف زکوۃ کے ہاتھ مثلاً دس سیر یا پانسیر گیہوں دس روپیہ کو بیچے اور اسے سمجھا دے کہ زر ثمن ادا کرنے کی تمھیں دقت نہ ہوگی ہم زکوۃ دیں گے اسی سے ادا کر دینا جب وہ بیع قبول کرے گیہوں اس کو دیدے اب اس کے دس روپیہ بابت ثمن گندم اس پر قرض ہو گئے اس کے بعد اسے دس روپیہ زکوۃ میں دے کر قبضہ کرا دے زکوۃ ادا ہو گئی پھر گیہوں کی قیمت میں روپے واپس لے وہ یوں نہ دے تو جبراً لے سکتی ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے اب یہ روپیہ اپنے باپ کو دے دے درمختار میں ہے حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حقہ فان مانعہ منعہ للقاضی مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ محتاج باپ کا نفقہ اس کے سب غنی اولاد پر لازم ہے بیٹا بیٹی سب پر برابر تو اگر تنہا یہی اس کی اولاد ہے تو اس پر اس کا کل خرچ کھانے پہنے رہنے کے مکان کا لازم ہے اور اگر اور بھی ہیں تو حصہ رسد اور زکوۃ بھی اللہ عزوجل کا غنی پر فرض ہے حیلہ کرکے دو واجبوں میں ایک کو ساقط نہ کرے اللہ عزوجل دلوں کی نیت جانتا ہے ہاں حقیقۃً قدرت نہ ہو تو حیلہ مذکورہ عمدہ وسیلہ ہے جس سے دونوں واجب ادا ہوسکیں واللہ یعلم المفسد من المصلح واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴: ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ مرسلہ مولوی نیاز محمد خاں بدایونی وارد حال مانکاپور ملکہ پیر ایک

فطرہ کا پیسہ کون کون کام میں صرف ہوسکتا ہے اور کس کس شخص کو دیا جاسکتا ہے

الجواب

فطرہ کے مصارف بعینہ مصارف زکوۃ ہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵: از بریلی محلہ کانکر ٹولہ متصل مسجد نور مرسلہ جناب الطاف علی صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو باوجود بیوہ اور یتیم ہونے کے کچھ نہ دے اور وہ تکالیف اٹھاتی ہوں اس حالت میں اگر زید صاحب نصاب ہو اور زکوۃ وصدقہ ادا کرے تو وہ قبول ہوگا یا نہیں اور زید کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

زید کی ماں اگر کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی تو اس کا نفقہ زید پر فرض ہے یونہی یتیم بہن کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو نہ اس کے پاس کچھ مال ہو ان کو نہ دینے سے اس پر گناہ عظیم ہے حدیث میں فرمایا کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت رہی زکوۃ وہ ماں کو نہیں دے سکتا بہن کو دے اور ماں کی خدمت اپنے پاس سے کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶: از کاٹھیاواڑ مولوی سیف اللہ صاحب پیش امام جیت پور ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام وفضلائے عظام دامت علینا برکاتہم اس مسئلہ میں کہ بضرورت زکوۃ کا روپیہ کوئی مسلمان قبضہ کرکے جو خود بھی مستحق زکوۃ ہو توسیع مسجد میں صرف کرے تو جائز ہے یا کس صورت سے۔ بینوا توجروا

الجواب

زکوۃ دہندہ نے اگر زرزکوۃ کو دے کر اس کی تملیک کردی تو اب اُسے اختیار ہے جہاں چاہے صرف کرے کہ زکوۃ اس کی تملیک سے ادا ہوگئی یونہی اگر مزکی نے زرزکوۃ اسے دیا اور اذن مطلق کیا کہ اس سے جس طور پر چاہو میری زکوۃ ادا کرو اس نے خود بہ نیت زکوۃ لے لیا اس کے بعد مسجد میں لگا دیا تو یہ بھی صحیح وجائز ہے یونہی اگر مزکی نے زرزکوۃ نکال کر رکھا تھا فقیر نے بلا اس کی اجازت کے لے لیا اور مالک نے بعد اطلاع اس کا لینا جائز کردیا اور اس کے بعد فقیر نے مسجد میں صرف کیا تو یہ بھی صحیح ہے اور اگر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فقیر نے بطور خود قبضہ کر لیا اور مالک نے اُسے جائز نہ کیا یا بعد اس کے کہ یہ مسجد میں لگا چکا جائز کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی یونہی اگر مالک نے اسے روپیہ دیا اور وکیل کیا کہ میری طرف سے کسی فقیر کو دے دو یہ بھی فقیر ہے خود لے لیا اور مسجد میں لگا دیا تو اب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کہ اس نے دینے کا وکیل کیا تھا نہ لے لینے کا یونہی اگر اس نے خود لینے کی نیت نہ کی اور روپیہ ہی مسجد میں لگا دیا تو اب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اگرچہ اسے ماذون مطلق کیا ہو کہ تملیک نہ پائی گئی اور اس پر روپے کا تاوان آئے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۷ از مقام ترسائی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داؤد صاحب یکم جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

فی زمانہ سیدوں کا کوئی پرسان حال نہیں فاقوں تک بعض کی نوبت پہنچتی ہے ایسی صورت میں زکوٰۃ لینا یا بغیر اس عذر کے بھی زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سید کو زکوٰۃ لینا دینا حرام ہے اور اُسے دیے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ اور فاقوں پر نوبت اگر اس بنا پر ہو کہ نوکری یا مزدوری پر قدرت ہے اور نہیں کرنا چاہتا تو یہ فاقہ بھی عذر نہیں، ہو سکتا کہ یہ اپنے ہاتھ کا ہے کیوں نہ کسب حلال کرتا اور اگر واقعی کسب پر قادر نہیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کی اعانت کریں اور اگر لوگ بے پرواہی کریں اور اُسے کوئی ذریعہ رزق کا سوا زکوٰۃ لینے کے نہ ہو تو بقدر ضرورت لے اور حضور میں صرف کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۸ از مرزاپور سول لائن بنگلہ مولوی محب اللہ صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ محمد عبدالقادر صاحب بدایونی ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کو صدقہ دیا بکر کو علم ہے کہ صدقہ ہے ایسی صورت میں بکر اُس مال کو سیّد کو دے سکتا ہے یا نہیں اور وہ مال بکر کی ملکیت ہے یا زید کی جبکہ زید بکر کو دے چکا۔

الجواب

جب زید نے بکر کو مال صدقہ میں دیا اور بکر قابض ہوگیا اور وہ محل صدقہ تھا یا نہ تھا اور زید جانتا تھا کہ بکر محل صدقہ نہیں غنی جان کر صدقہ دیا تو دونوں صورتوں میں بکر مالک ہوگیا فقد نص العلماء کما فی ردالمحتار وغیرہ ان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ اجر وان کان دون اجر الصدقۃ علی الفقیر اور جب وہ مالک ہوگیا اور وہ اپنی طرف سے سید کو نذر کرے نہ بطور صدقہ و زکوٰۃ بلکہ بطور ہدیہ و تحفہ تو سیّد کو اس کا لینا جائز ہے اگرچہ بکر کو زکوٰۃ ہی دی گئی ہو قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لک صدقۃ ولنا ہدیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹ مسئولہ محمد عمر جوان المعروف بہ قاری ساکن موضع باسنی پرگنہ ناگور ملک مارواڑ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع مارواڑ تحت حکومت ناگور میں ایک قصبہ ہے معروف بہ باسنی بہلول جہاں

http://ataunnabi.blogspot.in

نو صد گھر مسلمانوں کے ہیں اور بفضلہ سب صغیر و کبیر برنا و پیر صوم و صلوۃ کے اس حد تک پابند ہیں کہ سفر و حضر صحت و سقم رنج و راحت غرضکہ ہر حالت میں نماز گزار اور پابند صلوۃ ہیں قصبہ بھر میں شاذ و نادر کوئی ایسا بدبخت ہوگا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بوجہ نہ ہونے علم کے احکام شرعیہ و مسائل ضروریہ سے محض نابلد ہیں جہالت کی اس قدر گرم بازاری ہے کہ آبا و اجداد کی رسوم کو کافی و وافی سمجھ کر مسائل شرعیہ سے (نہ بوجہ تعصب کے بلکہ بباعث نہ ہونے علم کے) یک لخت گریز ہے حق و باطل میں امتیاز ہو نہیں سکتا لیکن باوجود اس بات کے بھی اگر حسن اتفاق سے کوئی عالم آجائے تو اس کے وعظ میں بیٹھ کر تحصیل فیضان کرتے ہیں افعال بد پر متنبہ ہونے کے بعد توبہ و استغفار بھی کرتے ہیں اور کسی مسائل گو کی بات پر چنداں چون و چرا بھی نہیں کرتے مگر چونکہ قصبہ نرا کا نرا ہی علم سے معرا ہے کوئی وجود ایسا نہیں جو اس کی اصلاح و درستی کرسکے آخر قصبہ کے چند سر برآوردہ و دُور اندیش اصحاب نے سوچا اگر قصبہ میں ایک اسلامی مدرسہ کھول دیا جائے جس کے ذریعہ ایسے وجود و نفوس علمائے اسلام کے قصبہ میں آرہیں جو علاوہ وعظ گوئی کے مدرسہ میں علم تجوید و تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و معانی کا طلبہ کو درس بھی دیتے رہیں تو البتہ قصبہ کی اصلاح حسب دلخواہ ممکن ہے آخرًا نہیں حضرات مذکور الصدر کی سعی بلیغ سے مدرسہ کی عمارت تیار ہو کر سلسلہ تعلیم بھی شروع کردیا گیا اور گاؤں کی اصلاح بھی روبترقی ہے اور اُمید ہے کہ مدرسہ اگر قائم رہ گیا پوری درستی ہوجائے گی مگر چونکہ اتنے بڑے قصبہ کے طلبا صغار و کبار جو تخمیناً پانسو ہیں ان کی تعلیم کے لیے کم از کم دس مدرسین درکار ہیں اور یہ انتظام بھی کرلیا گیا کہ جمیع طلبہ داخل مدرسہ کرکے مدرسین بھی مقرر کرلیے گئے مگر مصارف مدرسہ رقوم زکوۃ سے متعلق ہیں اب ہمیں تشویش ہے کہ زکوۃ کس حیلہ سے مصارف مدرسہ میں مثل مشاہرات مدرسین فرش و فروش و تیل و چراغ و نیز مثل اس کے ضروریات مدرسہ میں خرچ ہوسکتے ہیں آیا اس پر کوئی مفلس آدمی امین مقرر ہو کہ جس کے پاس سے حساب وغیرہ نہ لیا جائے دیا اور حیلہ ہوسکتا ہے دیا امین کے مزید شرائط ہوں غرضکہ مذہب حنفیہ میں کوئی ایسا پہلو نکل آئے کہ جس سے مصارف مدرسہ میں رقوم زکوۃ جائز ہوسکتی ہوں ضمیر آگاہا مسلمین پناہا اگر رقوم زکوۃ مصارف مدرسہ میں جائز ہونے کا کوئی حیلہ نکل آیا جب تو مدرسہ کی بقا کی امید قصبہ کی اصلاح کی صورت ہے ورنہ بدون ان رقوم کے اہل قصبہ میں اتنی وسعت نہیں کہ سوا زکوۃ کے اخراجات مدرسہ کو اٹھا سکیں کیونکہ صاحب نصاب تو چند ہی ہوں گے باقی سب مسکین اور اپنا نان و نفقہ و قوت ضروری پیدا کرکے کھانے والے ہیں لیکن مسکین و متمول سب بالاتفاق مدرسہ میں امداد دہی کے لیے حاضر ہیں کسی کو اختلاف نہیں جواب مدلل بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ مطابق مذہب حنفیہ مع صفحات کتب ارقام ہو بیّنوا توجروا۔

الجواب

زکوۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میّت یا تنخواہ مدرسان علم دین اس سے زکوۃ نہیں ادا ہوسکتی مدرسہ علم دین میں دینا چاہیں تو اس کے تین حیلے ہیں ایک یہ کہ متولی مدرسہ کو مال زکوۃ دے اور اُسے مطلع کردے کہ یہ مال زکوۃ کا ہے اسے خاص مصارف زکوۃ میں صرف کرنا متولی اس مال کو جدا رکھے اور مال میں نہ ملائے اور اس سے غریب طلبہ کے کپڑے بنائے کتابیں خرید کردے یا اُن کے وظیفہ میں دے جو محض بنظر امداد ہو نہ کسی کام کی اُجرت دوسرے یہ کہ زکوۃ دینے والا کسی فقیر مصرف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زکوۃ کو بہ نیت زکوۃ دے، اور وہ فقیر اپنی طرف سے کل یا بعض مدرسہ کی نذر کردے، تیسرے یہ کہ مثلاً سو روپے زکوۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ مدرسہ علم دین کی ان سے مدد کرے تو مثلاً دس سیر گیہوں کسی محتاج مصرف زکوۃ کے ہاتھ سو روپے کو بیچے اور اُسے مطلع کردے کہ یہ قیمت ادا کرنے کو تمہیں ہم ہی دیں گے تم پر اس کا بار نہ پڑے گا وہ قبول کرلے اس کے بعد سو روپیہ بہ نیت زکوۃ اُس کو دے کر قابض کردے اس کے بعد اپنے گیہوں کی قیمت میں وہ روپے اُس سے لے لے اگر وہ نہ دینا چاہے تو یہ خود اس سے لے سکتا ہے کہ یہ اس کا عین حق ہے اب یہ روپے مدرسہ میں دے، ان پچھلی دونوں صورتوں میں یہ روپیہ تنخواہ مدرسین وغیرہ ہر کار مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے والمسئلۃ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب مدرس اول عربیہ اکبریہ یکم جمادی الاولی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بنی ہاشم کو زکوۃ وصدقہ واجبہ دینا بجہت سقوط خمس الخمس جائز ہے یا نہیں کفایہ میں ہے **قولہ ولاتدفع الی بنی ہاشم** وفی شرح الاثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی لاباس بالصدقات کلہا علی بنی ہاشم والحرمۃ فی عہد النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام للعوض وھو خمس الخمس فلما سقط ذلک بموتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حلت لھم الصدقۃ وفی النتف یجوز الصرف الی بنی ہاشم فی قولہ خلافا لہما وفی شرح الاثار الصدقۃ المفروضۃ والتطوع محرمۃ علی بنی ہاشم فی قولہما وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی روایتان فیما قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی وبالجواز ناخذ انتہی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم لک الحمد اللھم الصواب۔ بنی ہاشم کو زکوۃ وصدقات واجبات دینا زنہار جائز نہیں نہ انہیں لینا حلال، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس کی تحریم میں آئیں، اور علت تحریم اُن کی عزت وکرامت ہے کہ زکوۃ مال کا میل ہے اور مثل سائر صدقات واجبہ غاسل ذنوب، تو ان کا حال مثل ماء مستعمل کے ہے جو گناہوں کی نجاسات اور حدث کے قاذورات دھو کر لایا اُن پاک لطیف ستھرے لطیف اہلبیت طیب طہارت کی شان اس سے بس ارفع واعلٰی ہے کہ ایسی چیزوں سے آلودگی کریں خود احادیث صحیحہ میں اس علت کی تصریح فرمائی احمد ومسلم عن المطلب بن ربیعۃ بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الصدقۃ لاتنبغی لمحمد ولا لاٰل محمد انما ھی اوساخ الناس الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ لایحل لکم اہل البیت من الصدقات شیئ انما ھی غسالۃ الایدی۔ مختصر الطحاوی عن علی کرم اللہ تعالٰی عنہ قال قلت للعباس سل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یستعملک علی الصدقات فسألہ فقال ماکنت لاستعملک علی غسالۃ ذنوب الناس اسی طرح کلمات علماء میں اس تعلیل کی بکثرت تصریحیں ہیں، رہا خمس الخمس اقول وباللہ التوفیق اس کا تقرر تحریم صدقات سے ناشی تھا نہ کہ تحریم صدقات اس کی تقریر پر مبنی ہو فان اللہ تعالٰی لما حرم علیہم الصدقات رزقہم خمس الخمس لاان اللہ تعالٰی لما رزقہم ذلک

رسالہ الزہر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ہاشم ۱۳۰۷ھ

http://ataunnabi.blogspot.in
for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.com

حرم علیہم الصدقات حتی لو لم یعطہم لھم ذلک لم یحرم علیہم غسالۃ الناس۲؎ ت وھذا من دلیل علی ذلک بل الدلیل ناطق بخلافہ وبعد تحریری ھذا المحل وجدت بحمد اللہ نصا عن الامام المجتہد التابعی مجاھد رحمہ اللہ تعالٰی ان تقریر خمس الخمس مبتن علی تحریم الصدقۃ فقد روی ابن ابی شیبۃ والطبرانی عن خصیف عن مجاھد قال کان اٰل محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحل لھم الصدقۃ فجعل لھم خمس الخمس اھ اور عود عوض کیلئے رجوع معوض وہیں ہے جہاں زوال معوض حصول عوض پر موقوف ہو کما فی البیع اذا سلم المشتری الثمن وھلک المبیع فی ید البائع رجع بالثمن لان زوال الحق عن الثمن کان موقوفا علی حصول المبیع فاذا لم یسلم المبیع عاد الحق فی الثمن بخلاف اس کے کہ زوال معوض کسی اور علت سے معلل ہو تو جب تک وہ علت باقی رہے گی زوال معوض بیشک رہے گا اگرچہ حصول عوض ہو یا عوض ہی ساقط ہوجائے ورنہ لازم تخلف المعلول عن علتہ وذلک کالمریض سقطت عنہ فرضیۃ الوضوء لعلۃ الضرر وعوض عنھا بفرض التیمم فان سقط التیمم ایضا لعدم وجدان الصعید الطیب مثلا لا تعود فرضیۃ الوضوء قطعا لبقاء الضرر المقتضی لسقوطھا فاذن یسقطان جمیعا کذا ھذا ثم اقول یہ جواب بھی اس وقت ہے جبکہ ہمیں خمس الخمس کا اس معنی پر عوض صدقات ہونا مسلم ہو کہ اگر تحریم صدقات نہ ہوتی تقرر خمس الخمس عمل میں نہ آتی اور یہ بے شک محل کلام ہے نہ اس پر کوئی دلیل قائم ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریم صدقہ وتقرر سہم دونوں مستقل کرامتیں ہیں کہ حق عزمجدہ نے اہلبیت کرام کو عطا فرمائیں اور لفظ تعویض اول تو کسی حدیث ثابت سے اس وقت فقیر کے خیال میں نہیں وما فی کتب الفقہ عوضکم منھا بخمس الخمس فغیر معروف کما صرح المخرجون اور ہو بھی تو کھلا ہوا محاورہ دائرہ سائرہ ہے کہ ایک شیئ جاکر جو دوسری ملتی ہے اسے اس کا عوض کہتے ہیں اگرچہ ان میں ایک کا حصول دوسرے کے زوال پر موقوف ہو نہ ایک کا زوال دوسرے کے حصول کو مستلزم کما ان من مات لہ ولد فولد اٰخر احسن منہ یقال لہ نعم البدل وکما ان من طلق امرأۃ یدعو ربہ ان ابدلنی خیرا منھا مع ان الولدین والمرأتین کان یمکن ان یجتمعا والعوض والمعوض لایجتمعان تو ہمیں ہرگز مسلم نہیں کہ یہاں معاوضت عرفیہ کے سوا معاوضت مصطلحہ مراد ہو جس کی بنا پر ایک کے سقوط سے دوسرے کا عود چاہیں[علہ] لاجرم ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ بالاجماع بنی ہاشم پر تحریم صدقات فرماتے ہیں کافہ متون علی الاطلاق اسی پر ماشی اور اجلہ محققین اہل شروح وفتاوی وارباب تصحیح وفتوی مثل امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ وامام فقیہ النفس قاضیخان وامام طاہر صاحب خلاصہ وامام نسفی صاحب کافی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم بے اعتبار خلاف اس پر جازم کہ مسئلہ میں کوئی روایت ضعیفہ مرجوحہ مخالف آنے کی بو بھی نہیں دیتے قابل التفات سمجھنا تو درکنار اور جن بعض نے اس کا ذکر کیا ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ مذہب کے خلاف اور ظاہر الروایۃ سے جدا ہے جس کے حاکی فقط نوح جامع ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں لاتدفع الی بنی ھاشم ھذا ظاھر الروایۃ وروی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ھذا الزمان مجمع الانہر میں ہے لاتدفع الی ھاشمی وھو ظاھر الروایۃ وروی ابوعصمۃ عن الامام انہ یجوز فی زمانہ اھ ملخصا شیخ محقق دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں "عدم جواز دفع زکوٰۃ بہ بنی ہاشم ظاہر روایت

[علہ] حاصل یہ کہ اولا معاوضت مصطلحہ مراد ہونا محل کلام ہے اور اثبات ذمہ مستدل لیکن ثانیا عوضین میں مانعۃ الجمع ہونا ضرور ہے نہ منفصلہ حقیقیہ کہ شق خلو بھی لازم ہو اور تمام استدلال اسی پر موقوف واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ست و در روایتے از امام ابی حنیفہ جائز ست۔ درمختار میں ہے ظاھر المذھب اطلاق المنع ردالمحتار و طحطاوی حاشیہ
درمختار و حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے وروی ابو عصمۃ عن الامام انہ یجوز۔ ذخیرۃ العقبٰی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے روی عن
الامام الاعظم جواز دفع الزکوۃ الی الھاشمی فی زمانہ۔ شرح نقایہ برجندی میں فتاوٰی عتابی سے ہے عن ابی حنیفۃ انہ یجوز
اقول فلا علیک مما فی قول المنتقی المنقول فی السؤال من الایھام۔ اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ
کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا قول نہیں بلکہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ پر عمل ناجائز۔ امام خیر الدین رملی عالم فلسطین اپنے فتاوٰی
میں فرماتے ہیں ھذا ھو المذھب الذی لا یعدل عنہ الی غیرہ وما سواہ روایات خارجۃ عن ظاھر الروایۃ
وما خرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ لما قررہ فی الاصول من عدم امکان صدور قولین مختلفین
متساویین من مجتھد المرجوع عنہ لم یبق قولا لہ کما ذکروہ وحیث علمنا ان القول ھو الذی تواردت علیہ
المتون فھو المعتمد المعمول بہ الخ اسی طرح بحرالرائق کی کتاب القضا میں ہے درمختار میں ہے المجتھد اذا رجع عن قول
لا یجوز الاخذ بہ یونہی بحر کی کتاب الطہارۃ میں لکھ کر فرمایا صرح بہ فی التوشیح اب نہ رہا مگر امام اجل سیدی ابوجعفر
طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بہ ناخذ فرمانا **اقول** وباللہ التوفیق اگر مان بھی لیا جائے کہ امام طحاوی اسی روایت نادرہ کو
اختیار فرماتے ہیں تاہم معلوم ہے کہ ان کے لیے بعض اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب ان پر عمل کے کوئی معنی نہیں ان کی جلالت
شان بیشک مسلم مگر عظمت قاہرۂ اصل مذہب چیزے دیگر ست پھر اطباق احادیث پھر اتفاق متون پھر احقاق جماہیر ائمہ ترجیح و
فتیا ایسی شئی نہیں جس کا پلہ اختیار مفرد امام طحاوی کے باعث گرسکے آخر ائمہ کرام نے ان کا بہ ناخذ فرمانا دیکھا پھر کیا باعث کہ
اُدھر التفات نہ فرمایا غرض خادم فقہ جانتا ہے کہ ایسی روایت مرجوحہ مجروحہ جو نہ روایۃً معتمد نہ درایۃً مؤید صرف ایک اختیار کی بنا پر جسے
جمیع متون و سائر مرجحین نے مقبول نہ رکھا ہرگز صالح تعویل نہیں ہوسکتی یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ امام طحاوی کا روایت جواز کو اختیار
فرمانا تسلیم کرلیں ورنہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اگر کلام امام طحاوی کی طرف بنظر غائر عطف عنان ہو تو ان شاء اللہ تعالٰی سپیدہ صبح
کی طرح ظاہر و عیاں ہو کہ وہ قطعاً ظاہر الروایۃ ہی کو بہ ناخذ فرما رہے ہیں اگرچہ یہ وہ نئی بات ہے جسے سن کر بہت علمائے انہ
سخت تعجب فرمائیں گے کہ کفایہ و شرح نقایہ قہستانی و مراقی الفلاح و غمز العیون و درمنتقی و مجمع الانہر و حاشیہ طحطاوی و عقود
دریہ وغیرہا متعدد کتابوں میں امام طحاوی کی طرف اختیار جواز کی نسبت مصرح مگر کیا کیجئے کہ اتباع نظر خواہی نخواہی فقیر کو ایضاح حقیقۃ
الامر پر مجبور کرتا ہے فاستمع لما یتلی علیک امام اجل طحاوی نے اپنی کتاب مستطاب شرح معانی الآثار کی کتاب الزکوۃ میں پہلا
باب باب الصدقۃ علی بنی ہاشم وضع فرمایا اور اس میں ایک حدیث نقل کرکے ارشاد کیا کچھ لوگ اس کی بنا پر بنی ہاشم کے لیے صدقہ
جائز رکھتے ہیں پھر ان کے تمسک کا جواب شافی دیا پھر حدیث فدک سے ان کا استناد ذکر کرکے اس کا بھی جواب کافی تحریر
کیا پھر فرمایا قد جاءت بعد ھذہ الآثار عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواترۃ بتحریم الصدقۃ
علی بنی ھاشم پھر احادیث امام حسن مجتبٰی و عبداللہ بن عباس و عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث و سلمان فارسی و ابورافع و ہرمز

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یا کیسان و رشید بن مالک و ابی لیلٰی و بریدہ اسلمی و انس بن مالک و دو حدیث ابی ہریرہ و دو حدیث معویہ بن حیدہ قشیری رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین چودہ حدیثیں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باسانید کثیرہ روایت کرکے فرمایا فھذہ الاٰثار کلھا قد جاءت بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم لانعلم شیئا نسخھا ولا عارضھا والاما قد ذکرناہ فی ھذا الباب مالیس فیہ دلیل علی خلافھا پھر حدیثاً و فقہاً اس مذہب کو مدلل کیا کہ زکوٰۃ تو زکوٰۃ صدقہ نافلہ بھی بنی ہاشم پر حرام ہے اُن کے فقر العینہ حکم اغنیاء رکھتے ہیں جو غنی کے لیے جائز ہے انھیں بھی مباح ہے اور جو غنی کو حلال نہیں اُنھیں بھی روا نہیں پھر فرمایا ھذا ھو النظر فی ھذا الباب وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالٰی اس کے بعد اس روایت کا یوں ذکر فرمایا کہ قد اختلف عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی ذلک فروی انہ قال لاباس بالصدقات کلھا علی بنی ھاشم وذھب فی ذلک عندنا الی ان الصدقات انما کانت حرمت علیھم من اجل ماجعل لھم فی الخمس من سھم ذوی القربٰی فلما انقطع ذلک عنھم ورجع الی غیرھم بموت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حل لھم بذلک ما قد کان محرما علیھم من اجل ما قد کان احل لھم وقد حدثنی سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ فی ذلک مثل قول ابی یوسف فبھذا ناخذ پھر فرمایا فان قال قائل افتکرھھا علی موالیھم قلت نعم لحدیث ابی رافع الذی قد ذکرناہ فی ھذا الباب وقد قال ذلک ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاملاء وما علمت احدا من اصحابنا خالفہ فی ذلک پھر فرمایا فان قال قائل افتکرہ للھاشمی ان یعمل علی الصدقۃ قلت لا وقد کان ابو یوسف یکرہ ذلک لھم منھا وخالفہ ابا یوسف اٰخرون فقالوا لا باس ان یجتعل منھا الھاشمی لانہ انما یجتعل علی عملہ وذلک قد یحل للاغنیاء فلا یحرم علی بنی ھاشم الذین یحرم علیھم الصدقۃ وقد روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما تصدق علی بریرۃ انہ اکل منھا ثم اسند الطحاوی فی ذلک احادیث عن امھات المؤمنین عائشۃ وجویریۃ وام سلمۃ وعن ابن عباس وام عطیۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم قال فلما کان ما تصدق بہ علی بریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا جائزا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکلہ لانہ انما ملکہ بالھدیۃ جاز ایضا للھاشمی ان یجتعل من الصدقۃ لانہ انما یملکہ بعملہ لا بالصدقۃ فھذا ھو النظر وھو اصح ماذھب الیہ ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی ذلک اھ ملخصا اب اس کلام امام کے محاوی ظاہرہ و مطاوی باہرہ پر نظر کیجئے اول شروع سخن سے دلائل تحلیل کا رد دوم دلائل تحریم کی تکثیریں کہ سوم اُن کا آغاز یوں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحریم میں متواتر حدیثیں آئیں چہارم ختم یوں کہ ہمارے علم میں ان حدیثوں کا کوئی ناسخ یا معارض نہیں سوا اُن چیزوں کے جو اہل تحلیل نے ذکر کیں اور وہ اصلاً اُن کی مؤید نہیں پنجم حدیثاً و فقہاً ثابت فرمانا کہ نہ صرف زکوٰۃ یا دیگر واجبات بلکہ مطلقاً تمام صدقات بنی ہاشم پر حرام ہیں یہاں تک کہ نافلہ بھی اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے ششم صاف صاف حصر فرمادیا کہ اسباب تین ہیں یہی مقتضائے نظر فقہی ہے اب روایت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

خلاف کے لیے کہاں گنجائش رکھی حدیثیں بے ناسخ و معارض متواتر نظر فقہی اسی میں منحصر پھر اختیار خلاف کس دلیل سے صادر ہے؟ چھ قرینے تو سباق میں تھے اب سیاق کی طرف چلئے کہ دلائل دیکھئے **ہفتم** روایت کے اختلاف اور اپنے اختیار کو ذکر کر کے بارادۂ تعقیب سوال قائم فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی مجھ سے پوچھے بھلا بنی ہاشم کے غلامان آزاد شدہ کے لیے اخذ زکوۃ ممنوع جانتے ہو، سبحان اللہ اگر اس بہ ناخذ کے معنی یہی تھے کہ امام طحاوی نے خود بنی ہاشم کو زکوۃ حلال مانی تو اب اس سوال کا کون سا موقع اور کیا محل تھا موالی تو اس فرعیت کی بنا پر داخل ہوئے تھے کہ مولی القوم منہم جب اصول کے لیے جواز ٹھہرا تو فروع کی نسبت کیا پوچھنا رہا **ہشتم** اس سوال کا جواب سنئے کہ میں فرماؤں گا ہاں یعنی میرے نزدیک موالی بنی ہاشم کو اخذ زکوۃ ممنوع ہے کہ حدیث ابو رافع اسی پر ناطق اور ارشاد امام ابی یوسف موافق اور بقیہ ائمہ سے خلاف نامعلوم سبحان اللہ کہاں بنی ہاشم کے لیے زکوۃ جائز ماننا اور کہاں ان کے غلاموں پر حرام جاننا **نہم** پھر حدیث ابو رافع تو یوہیں تھی کہ ان ال محمد لاتحل لھم الصدقۃ وان مولی القوم من انفسھم کیا معنی کہ حدیث کا فرعی حکم اس وجہ سے کہ حدیث میں وارد ہے اخذ فرمائیں اور اسی حدیث کا اصلی حکم جس پر اس کی بنا ہے اور احادیث متواترہ بھی ناطق ترک کر جائیں فافہم ولا تعجل **دہم** جو بنی ہاشم کے لیے جواز مانے اور موالی پر حرام جانے حدیث ابو رافع ہرگز اس کے لیے حجت نہیں بلکہ صاف اس پر منقلب ہے کہ اس میں موالی قوم کو حکم قوم میں فرماتے ہیں جب حکم قوم جواز ہے حکم موالی بھی لاجرم جواز ہوگا ورنہ موالی بالذات مستحق تحریم نہیں تو بر تقدیر اختیار جواز امام طحاوی کا یہ استدلال بالمخالف ٹھہرتا ہے **یازدہم** طرفہ یہ کہ فرماتے ہیں امام ابو یوسف نے موالی پر زکوۃ ناروا مانی اور ہمیں اپنے باقی ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں خلاف تو بنا بنایا پیش نظر ہے کہ جس روایت میں خود بنی ہاشم کو زکوۃ روا ہوئی موالی کے لیے بدرجۂ اولی ہوئی تو لاجرم وہ اس روایت کو نظر سے ساقط اور نا قابل اعتداد جانتے ہیں جب تو علم خلاف کی نفی فرماتے ہیں **دوازدہم** اس کے بعد دوسرا سوال قائم کرتے ہیں کہ بھلا تمھارے نزدیک بنی ہاشم کو تحصیل زکوۃ پر متعین ہو کر اس کی اجرت لینا بھی جائز ہے یا نہیں۔ سبحان اللہ جب حقیقت زکوۃ انھیں جائز کر چکے تو شبہ زکوۃ میں کلام کا کیا موقع رہا اگر امام طحاوی کی وہی مراد ہوتی تو ان دونوں سوالوں کی مثال اس سے بہتر نہیں جانتا کہ عالم شافعی المذہب کہے میرے نزدیک بنت المفجور سے نکاح حلال ہے زید پوچھے بھلا اس کی دخت رضاعی بھی حلال جانتے ہو یا نہیں یا وہ کہے میرے نزدیک زنا موجب حرمت مصاہرت نہیں زید پوچھے بھلا بے نکاح مس میں کیا کہتے ہو یہ چھ دلائل جلائل سیاق میں تھے اب نفس عبارت پر نظر کیجئے کہ اس کی شہادت سب سے اتم واکمل وقاطع جدل ہے امام طحاوی نے بنی ہاشم پر مطلق صدقات کی حرمت ثابت کر کے فرمایا یہ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب یعنی ان سے ظاہر الروایۃ ہے کہ قول نہیں کہتے مگر ظاہر الروایۃ کو پھر امام سے اختلاف روایات ذکر کیا اور اول بلفظ روی عنہ کہ صریح ضعف روایت پر دلیل ہے وہ روایت شاذہ بلا سند ذکر کی پھر بسند متصل نقل کیا کہ امام کا قول مثل قول امام ابو یوسف ہے اور اس پر فرمایا فبھذا ناخذ اب دیکھ لیجیے کہ امام طحاوی نے امام ابو یوسف کا کیا مذہب بیان فرمایا تھا جس پر حوالہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس سند کے ساتھ امام سے اسی مذہب ابو یوسف کے مطابق پہنچا آخر وہ نہ تھا مگر اطلاق تحریم تو قطعاً اسی کو بھذا ناخذ فرما رہے ہیں یہ تو یقیناً معلوم کہ ادھر امام ابو یوسف کا کوئی قول نہ گزرا مگر تحریم اور یہ بھی نہایت واضح وجلی کہ حالہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نہیں کرتے مگر امر مذکور پر لاجرم ماننا ہوگا کہ اختلاف روایت بتا کر پہلے لفظ روی عنہ روایت ابوعصمہ ذکر کی پھر وقد حدثنی سے مذہب تحریم کہ اصول میں اسی طریق محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ سے مروی ہے رنگ اسناد دیا اور اسی کو بھذا ناخذ سے مذیل کیا اب سارا بیان اول سے آخر تک منتظم وملتئم ہوگیا اور تمام اعتراضات واستغرابات دفعۃً دفع ہوگئے واخذ الکلام بعضہ بحجز بعض تأمل کیجئے تو کلام امام کا یہ وہ یقینی محمل ہے جس کے سوا دوسرا محتمل نہیں اور ہنوز اُس کے مؤیدات نفس کلام و دیگر وجوہ سے بکثرت باقی ہیں مثلاً **سیزدہم** آشنائے کلام محدثین جانتا ہے کہ وہ جس قول کو سنداً لاتے ہیں یا تو سند لکھ کر اُسے بیان فرماتے ہیں وھو الاکثر یا قول بیان کرکے سند یوں ذکر کرتے ہیں کہ حدثنی بذلك فلان عن فلان یا حدثنی فلان عن فلان مثلہ تاکہ اسناد سند سے مرتبط ہوجائے نہ یوں کہ بالکل تغایر وانقطاع رہے کہ روی عن ابی حنیفۃ کذا وحدثنی فلان عن ابی حنیفۃ بمثل قول فلان **چہاردہم** اگر ایسا ہی مانئے تو ضرور ہے کہ قول ابی یوسف بھی جواز ہو حالانکہ قول ابی یوسف قطعاً تحریم ہے بلکہ قول درکنار شاید اُن سے کوئی روایت شاذہ بھی مثل روایت نوح نہیں **پانزدہم** خود امام طحاوی چند سطر کے بعد فرماتے ہیں کہ قول ابی یوسف موالی پر بھی تحریم ہے نہ کہ خود اصول کے لیے جواز **شانزدہم** اور چند سطر بعد فرمایا قول ابی یوسف میں ہاشمی کو شبہ زکوۃ بھی روا نہیں یعنی اپنے عمل کی اجرت مال زکوۃ سے لینا پھر اجازت حقیقت یعنی پہ تو لاجرم قول ابی یوسف وہی تحریم ہے اور اس سند کا متن اُسی پر محمول اور وہی بھذا ناخذ سے مذیل **ہفدہم** اوپر سُن چکے کہ روایت جواز روایت نوح ابن ابی مریم ابوعصمہ مروزی تلمیذ امام ابوحنیفہ وامام ابی لیلٰی وکلبی ہے اور امام طحاوی اپنی روایت مختارہ کو بطریق سلسلۃ الذہب محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ روایت فرماتے ہیں اگر وہی روایت اس طریق سے مروی ہوتی تو راوی ابویوسف عن ابی حنیفۃ کہا جاتا نہ روی ابوعصمۃ کہ مہر عالم افروز کو چھوڑ کر چراغ کی طرف نہیں جاتے نہ ہرگز فقہا کا داب کہ امام کی وہ روایتیں جو بطریق صاحبین مروی ہیں کسی اور کے نام سے منسوب کیا کریں خصوصاً وہ صاحب بھی ایسے کہ جن کی نسبت کلام ائمہ معلوم ہے نہیں نہیں بلکہ بے شک یہ روایت جسے بھذا ناخذ فرمایا انھیں روایات اصول سے ہے جو اس طریقہ انیقہ صاحبین سے آتی ہیں یہ مجموع اٹھارہ باتیں تو اس نفس عبارت میں ہیں جن کے بعد ان شاء اللہ تعالٰی وضوح حقیقۃ الامر میں اصلاً مجال کلام نہیں ان کے سوا بعض دلائل قاہرہ باہرہ اسی شرح معانی الآثار کے دوسرے مقام سے سنیے جس سے یہ بھی ثابت ہو کہ امام طحاوی اُس روایت مردودہ کے اصل مبنی یعنی بنی ہاشم کے لیے خمس الخمس عوض صدقات ہونے ہی کا بہ نہایت شد ومد انکار بلیغ فرماتے ہیں کتاب وجوہ الفئ وخمس المغانم میں ایک قول نقل فرمایا کہ بعض کے نزدیک آیہ کریمہ میں ذوی القربٰی سے صرف بنی ہاشم مراد ہیں کہ اللہ تعالٰی نے جبکہ ان پر صدقہ حرام کیا یہ خمس کا حصّہ اس کا عوض دیا پھر اُس کا رد فرماتے ہیں کہ ان قولھم ھذا عندنا فاسد لان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما حرمت الصدقۃ علی بنی ھاشم قد حرمھا علی موالیھم کتحریمہ ایاھا علیھم وتواترت عنہ الآثار بذلك پھر احادیث ابن عباس وابورافع وہرمز یا کیسان رضی اللہ تعالٰی عنہم ذکر کرکے فرمایا فلما کانت الصدقۃ المحرمۃ علی بنی ھاشم قد دخل فیھم موالیھم ولم یدخل موالیھم معھم فی سھم ذوی القربٰی باتفاق المسلمین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ثبت بذلك فساد قول من قال انما جعلت لذوی القربٰی فی اٰیة الفیئ وفی اٰیة خمس الغنیمة بدلا عما حرم علیھم الصدقة پھر دوسری دلیل نظری سے اس عوض ہونے کا فساد ثابت کرکے فرمایا فدل ذلك ان سھم ذوی القربٰی لم یجعل لمن یجعل له خلفا من الصدقة التی حرمت علیه پھر تصریح کی کہ بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے اور اُسے احادیث متعددہ سے ثابت فرماکر ارشاد کیا افلا یری ان الصدقة التی تحل لسائر الفقراء من غیر بنی ھاشم من جھة الفقر لاتحل لبنی ھاشم من حیث تحل لغیرھم فکذلك الفیئ والغنیمة لوکان ما یعطون منھما علی جھة الفقراء اذا لما حل لھم اب بھی کچھ وضوح حق میں باقی رہا وللہ الحمد ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانه ولی التوفیق رہا یہ کہ امام طحاوی نے ضمن کلام میں اُس روایت کی ایک توجیہ ذکر فرمادی کہ ہمارے خیال میں اس روایت کی بنا پر امام کی نظر اس طرف گئی حاشا یہ اصلا اس کے اختیار سے علاقہ نہیں رکھتا علماء کا داب ہے کہ اقوال مختلفہ میں ہر ایک کی دلیل ذکر فرماتے ہیں ہدایہ وکافی وغیرہما اس رنگ کی کتابیں اسی انداز پر ہیں پھر مختار وہی ہے جو مختار رہے اور قول کو صرف ابو یوسف کی طرف نسبت کرنا کچھ مستغرب نہیں کہ امام سے تو اختلاف روایت کا بیان ہی ہے اور صاحبین میں اعظم واقدم ابو یوسف ہیں معہذا مذہب تو مرکب اوپر لکھ ہی چکے یہاں فقط بتا دینا تھا بالجملہ کلام امام طحاوی بہ اعلٰی ندا منادی کہ وہ ہرگز اُس روایت ضعیفہ کی ترجیح وتصحیح کے پاس بھی نہیں بلکہ قطعاً تحریم پر جازم اور اس میں بھی یہاں تک جازم کہ تحریم نافلہ پر بھی حاکم کما ھو الراجح عند المحقق علی الاطلاق وبعض اٰخرین من الحذاق غالباً ابتداء میں بمقتضائے یابی اللہ العصمة الا لکلامه وکلام رسوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بعض علمائے ناقلین کی نظر نے لغزش فرمائی اور بھذا ناخذ کی مشارالیہ وہ روایت ضعیفہ خیال میں آئی پھر علمائے مابعد نقل درنقل فرماتے چلے آئے تعقب یا مراجعت کا اتفاق نہ ہوا ورنہ حاش للہ اُن کی جلیل شانیں اس سے بس ارفع ہیں کہ بامعان وتدبر شرح آثار پر نظر فرماتے اور اس کی عبارت کے یہ معنی ٹھہراتے علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں قد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فی کتابه فیأتی من بعده من المشائخ فینقلون تلك العبارة من غیر تغییر فیکثر الناقلون لھا واصلھا لواحد مخطئ الخ مستقل علم اگرچہ میری اس طویل تقریر کو بالکل گوش ناآشنا پائے گا مگر امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی اس مقام کی تنقیح جمیل وتنقید جلیل برکات علماء سے اس بے بضاعت کا حصہ تھا ع و للارض من کاس الکرام نصیب؛ فتبصر وتشکر والحمد للہ الاکبر؛ وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لما بلغنا عن بعض علماء العصر من اجلة رامفور من اباحة الزکوة لحضرات الاشراف اغتراراً بتلك الروایة ونکب الاختیار وباللہ العصمة الا باللہ العزیز الغفار غرض میں جزم کرتا ہوں کہ بےشک بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے اور بیشک یہی افتا واجب اور بیشک اس سے عدول ناجائز اور بیشک وہ روایت روایۃً مرجوح اور درایۃً مجروح اور بیشک امام طحاوی اس کے خلاف پر قاطع اور بیشک اُن کی تصحیح جانب ظاہر الروایۃ راجع والی اللہ المرجع والیه المآب واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم بالصواب۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۱۰۱: مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب دوم جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ احوج کو دینا اولیٰ ہے خصوصاً جو احوج اپنا قریب ہو یہ حکم مطلق ہے مثلاً بنی ہاشم اپنے اقارب محتاجین کو زکوٰۃ دیں یا یہ مخصوص ہیں بوجہ حدیث یا بنی ھاشم ان اللہ تعالیٰ کرہ لکم غسالۃ الناس واوساخھم الحدیث کے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیشک زکوٰۃ اور سب صدقات اپنے عزیزوں قریبوں کو دینا افضل اور دوچند اجر کا باعث ہے زینب ثقفیہ زوجہ عبداللہ بن مسعود اور ایک بی بی انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دراقدس پر حاضر ہوئیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی عرض کرا بھیجا کہ ہم اپنے صدقات اپنے اقارب کو دیں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لھما اجران اجر القرابۃ واجر الصدقۃ اُن کے لیے دو ثواب ہوں گے ایک ثواب قرابت دوسرا تصدق کا۔ رواہ احمد والشیخان عن زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وعلی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ مسکین کو دینا اکہرا صدقہ ہے اور رشتہ دار کو دینا دوہرا ایک تصدق اور ایک صلہ رحم اخرجہ النسائی والترمذی وحسنہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیھما والحاکم وقال صحیح الاسناد بلکہ حدیث میں ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لایقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفھا الی غیرھم والذی نفسی بیدہ لاینظر اللہ الیہ یوم القیٰمۃ اے امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قسم اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالیٰ اس کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کی حاجت رکھیں اور وہ اُنھیں چھوڑ کر اوروں پر تصدق کرے قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس پر نظر نہ فرمائے گا اخرجہ الطبرانی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر یہ اُسی صورت میں ہے کہ وہ صدقہ اس کے قریبوں کو جائز ہو زکوٰۃ کے لیے شریعت مطہرہ نے مصارف معین فرما دیے ہیں اور جن جن کو دینا جائز ہے صاف بتا دیے اس کے رشتہ داروں میں وہ لوگ جنھیں دینے سے مانعت ہے ہرگز استحقاق نہیں رکھتے نہ اُن کے دیے زکوٰۃ ادا ہو جیسے اپنے غنی بھائی یا فقیر بیٹے کو دینا یوہیں اپنا قریب ہاشمی کہ شریعت مطہرہ نے بنی ہاشم کو صراحۃً مستثنیٰ فرمالیا ہے اور بیشک نصوص مطلق ہیں الشیخان واللفظ لمسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لاتحل لنا الصدقۃ احمد وابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی والحاکم وقال علی شرط الشیخین واقروہ وابنا خزیمۃ وحبان والطحاوی عن ابی رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الصدقۃ لاتحل لنا احمد وابن حبان بسند صحیح عن الحسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا ال محمد لاتحل لنا الصدقۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

احمد عن ام کلثوم صلی اللہ تعالٰی علی ابیہما وعلیہما وسلم عن مہران مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ وھو عند الطحاوی عن ام کلثوم ان مولی لنا یقال لہ ھرمز اوکیسان الحدیث الطبرانی عن ابن عباس یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ لایحل لکم اھل البیت من الصدقات شیئ احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم وصححہ والطحاوی عن بھز بن حکیم عن جدہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحل لاٰل محمد منہا شیئ الی غیر ذٰلک من العمومات الاطلاقات التی لاتکاد تحصی لکثرتھا تو بے شک حکم احادیث ہاشمیوں پر مطلق زکوٰۃ کی تحریم ہے خواہ ہاشمی کی ہو یا غیر ہاشمی کی اور یہی مذہب امام کا ہے اور یہی اُن سے ظاہر الروایۃ اور اسی پر متون تو یہی معتمد ہے فی الدر المختار ظاہر المذھب اطلاق المنع وقول العینی والھاشمی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لایجوز نھر اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲

از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاؤنی مکان مولوی شرف علی صاحب مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب دامت برکاتہم ۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں لطف اللہ بہم اجمعین۔ سادات محتاجین کو زرزکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں بہت سادات محتاج ایسے ملتے ہیں کہ خود مانگتے ہیں اور میں نے سُنا کہ علمائے رام پور نے جواز کا فتوی دیا مگر میں نے اب تک یہ جرأت نہ کی اس بارہ میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب زکوٰۃ سادات کرام وسائر بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلٰثہ بلکہ ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع قائم امام شعرانی رحمہ اللہ تعالٰی میزان میں فرماتے ہیں اتفق الائمۃ الاربعۃ علی تحریم الصدقۃ المفروضۃ علی بنی ہاشم وبنی عبدالمطلب وھم خمس بطون اٰل علی واٰل العباس واٰل جعفر واٰل عقیل واٰل الحارث بن عبدالمطلب ھذا من مسائل الاجماع والاتفاق اھ ملخصا اول تا آخر تمام متون مذہب قاطبۃً بے فرق شاذ وعامہ شروح معتمدہ وفتاوٰی مستندہ اس حکم پر ناطق اور خود حضور پُر نور سید السادات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس باب میں وارد اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیں حضرت سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد والبخاری ومسلم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد وابن حبان برجال ثقات حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روی عنہ الامام الطحاوی والحاکم وابونعیم وابن سعد فی الطبقات وابوعبید القاسم بن سلام فی کتاب الاموال وروی عنہ الطحاوی حدیثا اٰخر والطبرانی حدیثا ثالثا حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد ومسلم والنسائی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ابن حبان والطحاوی والحاکم وابونعیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الشیخان ولہ عند الطحاوی حدیثان اخران حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ البخاری ومسلم ولہ عند الطحاوی حدیث اٰخر حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الترمذی والنسائی ولہ عند الطحاوی حدیث اٰخر حضرت ابورافع مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی والطحاوی وابن حبان وابن خزیمۃ والحاکم حضرت ہرمز یاکیسان مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد والطحاوی حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ اسحٰق بن راھویہ وابویعلی الموصلی والطحاوی والبزار والطبرانی والحاکم حضرت ابویعلٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت ابوعمیرہ رشید بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہما الطحاوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقال صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ علق عن الثلثۃ الترمذی حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا الستۃ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا الطحاوی حضرت ام المومنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا احمد ومسلم حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور بے شک اس تحریم کی علت اُن حضرات عالیہ کی عزت کرامت ونظافت وطہارت کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور گناہوں کا دھووَن اس ستھری نسل والوں کے قابل نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس تعلیل کی تصریح فرمائی کما فی حدیث المطلب عند مسلم وابن عباس عند الطبرانی وعلی المرتضی عند الطحاوی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اسی طرح عامہ علماء مثل امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار وامام شمس الائمہ سرخسی محیط وامام صدر شہید شرح جامع صغیر وامام برہان الدین فرغانی ہدایہ وامام حافظ الدین نسفی کافی اور امام فخر الدین زیلعی تبیین اور امام سغناقی خزانۃ المفتین اور علامہ یوسف چلپی ذخیرۃ العقبٰی اور محقق غزی منح الغفار اور مدقق علائی درمختار اور فاضل رومی مجمع الانہر اور سید حموی غمز العیون اور اُن کے غیر اور اُن کے غیر میں اس حکم کی یہی علت بیان فرماتے ہیں اور شک نہیں کہ یہ علت تغیر زمانہ سے متغیر نہیں ہوسکتی تو دائماً ابداً القائے حکم میں کوئی شبہہ نہیں یہاں تک جمہور علمائے کرام مثل امام ابوالحسن کرخی وامام ابوبکر جصاص وامام حسام الدین عمر صدر شہید وامام علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ وامام طاہر بخاری صاحب خلاصہ وامام سغناقی صاحب نہایہ وامام نسفی صاحب کافی وامام زیلعی شارح کنز وامام حسین بن محمد صاحب خزانہ وامام ہمام محمد بن الہمام صاحب فتح وعلامہ اتقانی صاحب غایۃ البیان وعلامہ برجندی شارح نقایہ وعلامہ ابن نجیم صاحب اشباہ وبحر وعلامہ عمر بن نجیم صاحب نہر وعلامہ ابراہیم حلبی صاحب ملتقی وعلامہ محمد حصکفی صاحب درمختار ومصنفان اختیار شرح مختار وفتاوٰی ہندیہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی علیہم بنی ہاشم کو مال زکوٰۃ سے عمل صدقات کی اجرت لینا ناجائز ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ اغنیا کے لیے بھی روا کہ من کل الوجوہ زکوٰۃ نہیں مگر آخر شبہہ زکوٰۃ ہے اور بنی ہاشم کی جلالت شان شبہہ لوث سے بھی براءت کی شایاں تبیین الحقائق میں ہے استحقہ عمالۃ الا ان فیہ شبھۃ بدلیل سقوط الزکوۃ عن ارباب الاموال فلا یحل للعامل الھاشمی تنزیھا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لقرابۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن شبھۃ الوسخ وتحل للغنی لانہ لایوازی الھاشمی فی استحقاق الکرامۃ فلا تعتبر الشبھۃ فی حقھم اھ ملخصا محیط وبحر ودرر وغیرہا میں ہے زکوٰۃ ہاشمی کے غلام مکاتب کو بھی جائز نہیں حالانکہ مکاتب اغنیا کے لیے حلال اور وجہ وہی کہ ملک مکاتب من وجہ ملک مولٰی ہے اور یہاں شبہہ مثل حقیقت ردالمحتار میں ہے فی البحر عن المحیط وقد قالوا انہ لایجوز لمکاتب الھاشمی لان الملک یقع للمولی من وجہ والشبھۃ ملحقۃ بالحقیقۃ فی حقھم اھ ای ان المکاتب وان صار حرا یدا احق بملک مایدفع الیہ لکنہ مملوک رقبۃ ففیہ شبھۃ وقوع الملک لمولاہ الھاشمی والشبھۃ معتبرۃ لکرامتہ بخلاف الغنی کمامر فی العامل فلذا اقید بقولہ فی حق بنی ھاشم اھ بالجملہ جب حدیث وہ اور فقہ یہ پھر خلاف کی طرف راہ کہاں اب جو صاحب جواز پر فتوٰی دیں اُن کا منشا غلط ایک مقدوح ومجروح مجروح ومطروح روایت ہے جو ابو عصمہ نوح ابن ابی مریم جامع نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حکایت کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہے کہ بسبب احرمت مال غنیمت سے خمس خمس تاتعا اب کہ وہ نہیں ملتا زکوٰۃ نے عود کیا **اقول** یہ حکایت نہ روایۃً ترجیح نہ درایۃً تنجیح ہم ابھی بیان کرآئے کہ علت حرمت بنص صریح صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتصریحات متظافرہ حاملان شرع رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کثافت صدقات ونظافت سادات یعنی بنی ہاشم ہے اور وہ تبدل زمانہ سے متبدل نہیں ہوسکتی اور جو دلیل اس ضعیف قیل پر بیان میں آئی فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اُس کی کامل ناتمامی اپنے رسالہ الزھر الباسم فی حرمۃ الزکوۃ علی بنی ہاشم میں بحمد اللہ تعالٰی روشن بیانوں سے واضح کردی اور اس میں اٹھارہ دلائل ساطعہ قائم کیے کہ امام اجل ابو جعفر طحاوی قدس سرہ کی طرف اس روایت مرجوحہ کے اخذ واختیار کی نسبت میں بڑا دھوکا واقع ہوا جس میں بشہادت کلام امام ممدوح کی شہادت سے ہیں بلکہ وہ بلاشبہہ اُسی مذہب حق وظاہر الروایۃ کو بھذا ناخذ فرماتے اور معتمد ومفتی بہ ٹھہراتے ہیں ایک سہل بین عام فہم بات یہ ہے کہ وہی امام ممدوح اپنی اُسی کتاب شرح معانی الآثار کی اُسی کتاب اُسی باب اُسی بحث میں جہاں اُن سے اس ترجیح معکوس کا وقوع بتایا جاتا ہے خاص اسی بھذا ناخذ سے متصل صاف صریح تصریح فرماتے ہیں جب اُن کے نزدیک خود بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ حلال تھی تو اُن کے غلاموں پر حرام ماننا کیونکر معقول تھا طرفہ یہ کہ یہیں امام طحاوی نے اُس مذہب کو اختیار فرمایا ہے کہ بنی ہاشم پر نہ صرف زکوٰۃ وصدقات واجبہ بلکہ صدقہ نافلہ بھی حرام ہے اور فرماتے ہیں ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی قول ہے پھر انھیں قائل جواز ماننا کیسا سخت قول بالمحال ہے جسے اس مطلب جلیل کی تنقیح جمیل پر اطلاع منظور ہو فتاوائے فقیر کی طرف رجوع کرے۔ اور جب یقیناً معلوم کہ وہ روایت شاذہ مذہب اجماعی ائمہ ثلٰثہ کے خلاف واقع اور تمام متون کا اُس کے خلاف پر اجماع قاطع۔ اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث متواترہ اُس کی دافع۔ اور دلیل و درایت میں بھی اُس کا حصہ محض ذاہب ضائع اور فتاوی امام طحاوی یقیناً جانب ظاہر الروایۃ راجع۔ تو اس پر فتوٰی دینا قطعاً مردود جس سے شرع مطہر جزماً مانع۔ کون نہیں جانتا کہ اطباق متون کی کیسی شان جلیل ہے جس کے سبب بارہا محققین نے جانب خلاف کی صریح تصحیحوں کو قبول نہ کیا نہ کہ اُس طرف تصحیح و ترجیح کا نام بھی نہ ہو نہ کہ صراحۃً امام مجتہد نے اسی جانب پر فتوٰی دیا ہو بااینہمہ اسے چھوڑ کر اُدھر جانا کس قدر موجب عجب شدید ہے درمختار میں ہے قال فی الفتح وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہ المعول کون نہیں جانتا کہ ہنگام اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرجح ہے اگرچہ دونوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مذہب ہے متوں ہوں بحرالرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا علما فرماتے ہیں جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ردالمحتار کی کتاب احیاء الموات میں ہے ماخالف ظاہر الروایۃ لیس مذہباً لاصحابنا پھر جبکہ خاص اسی طرف فتوی ہو اور اس جانب کچھ نہیں تو اودھر میلان روش مفتی سے کتنا بعید ہے کون نہیں جانتا کہ قوت دلیل کس قدر موجب تحویل ہے یہاں تک علماء فرماتے ہیں لایعدل عن درایۃ ماوافقتہا روایۃ کما فی الغنیۃ و ردالمحتار وغیرہما اس تنکیر روایت پر نظر کیجئے اور مانحن فیہ کی حالت دیکھیے جب روایۃ کی موافقت مانع عدول تو باہی الدرایۃ کا خلاف کیونکر مقبول پھر اس طرف احادیث متواترہ ان سب کے علاوہ جن کی صحت پر ایسا یقین کہ گویا بگوش خویش کلام اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن رہے ہیں پس میں نہیں کہہ سکتا کہ ان وجوہ کے بعد بھی وہ روایت قبول تو قبول التفات ہی کے قابل ٹھہرے لاجرم ملاحظہ کیجئے کہ بکثرت علماء اصحاب متون وشروح وفتاوی اپنی تصانیف عظیمہ جلیلہ معتمدہ مثل قدوری[۱] ومدایہ[۲] ووافی[۳] وکنز[۴] ووقایہ[۵] ونقایہ[۶] واصلاح[۷] وملتقی[۸] وتنویر[۹] وہدایہ[۱۰] وکافی[۱۱] وشرح وقایہ[۱۲] والیضاح[۱۳] واشباہ[۱۴] ودرمختار[۱۵] وطریقہ محمدیہ[۱۶] وحدیقہ ندیہ[۱۷] وخانیہ[۱۸] وخلاصہ[۱۹] وخزانۃ المفتین[۲۰] وجوہرہ[۲۱] وعالمگیری[۲۲] وغیرہا میں اس روایت کا نام تک زبان پر نہ لائے اور مطلقاً فلطبعۃ منع وتحریم کی روشن تصریحیں کرتے آئے کیا وہ اس روایت شاذہ سے آگاہ نہ تھے یقیناً تھے مگر اُسے قابل التفات نہ سمجھے اور بے شک وہ اسی قابل تھی یہ اوّل عبارتیں اور ستائیس حدیثیں جن کی طرف فقیر نے اس تحریر میں اشارہ کیا بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں سب کی نقل سے بخوف تطویل دست کشی کی بالجملہ اصلاً محل شک وارتیاب نہیں کہ سادات کرام وبنی ہاشم پر زکوٰۃ یقیناً حرام نہ اُنھیں لینا جائز نہ دینا جائز نہ اُنھیں کے دیے زکوٰۃ ادا ہو تو اس میں گناہ کے سوا کچھ حاصل نہیں اور اس کے جواز پر فتوی دینا محض غلط وباطل اور حلیہ صحت بلکہ قابلیت اغماض سے عاری وعاطل کیا معلوم نہیں کہ علمائے کرام نے ایسے فتوے کی نسبت کیسے سخت الفاظ ارشاد کیے ہیں درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اھ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم رہا یہ کہ پھر اس زمانہ پُرآشوب میں حضرات سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو **اقول** بڑے مال والے اگر اپنے خاص مالوں سے بطور نذر وہدیہ ان حضرات علیہ کی خدمت نہ کریں تو ان کی بے سعادتی ہے وہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جد اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا وماوٰی نظر نہ آئے گا کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انھیں کے صدقہ میں اُنھیں کی سرکار سے عطا ہوا جسے عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیر زمین جانے والے ہیں اُن کی خوشنودی کے لیے اُن کے پاک مبارک بیٹوں پر اس کا ایک حصہ صرف کیا کریں کہ اس سخت حاجت کے دن اُس جواد کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے بھاری انعاموں عظیم اکراموں سے مشرف ہوں ابن عساکر امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع الی اھل بیتی یدا کافأتہ علیہا یوم القیامۃ جو میرے اہلبیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روز قیامت اُس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا خطیب بغدادی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع صنیعۃ الی احد من خلف عبدالمطلب فی الدنیا فعلی مکافاتہ اذا لقینی جو شخص اولاد عبدالمطلب میں کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روز قیامت مجھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے ملے گا اللہ اکبر قیامت کا دن وہ قیامت کا دن وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا دن اور ہم جیسے محتاج اور صلہ عطا فرمانے کو مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سا صاحب التاج خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیا کچھ نہال فرمادیں۔ ایک نگاہ لطف اُن کی جملہ مہمات دوجہاں کو بس ہے بلکہ خود یہی صلہ کروروں سے اعلٰی وانفس ہے جس کی طرف کلمہ کریمہ اذًا لقینی اشارہ فرماتا ہے بلفظ اذا تعبیر فرمانا بحمد اللہ روز قیامت وعدہ وصال و دیدار محبوب ذوالجلال کا مژدہ سناتا ہے مسلمانو اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت وسعادت کو لو وباللہ التوفیق۔ اور متوسط حال والے اگر مصارف مستحبہ کی وسعت نہیں دیکھتے تو بحمد اللہ وہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو اور خدمت سادات بھی بجا ہو یعنی کسی مسلمان مصرف زکوٰۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے مال زکوٰۃ سے کچھ روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردے پھر اس سے کہے تم اپنی طرف سے فلاں سید کی نذر کردو اس میں دونوں مقصود حاصل ہوجائیں گے کہ زکوٰۃ تو اس فقیر کو گئی اور یہ جو سید نے پایا نذرانہ تھا اس کا فرض ادا ہوگیا اور خدمت سید کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا۔ ذخیرہ وہندیہ میں ہے اذا اراد ان یکفن میتا من زکوٰۃ مالہ لایجوز والحیلۃ ان یتصدق بہا علی فقیر من اہل المیت ثم ہو یکفن بہ فیکون لہ ثواب الصدقۃ ولاہل المیت ثواب التکفین وکذلک فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکوتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ہذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقۃ وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ اھ ملخصا۔ **اقول** ویظہر لی ان ثواب تلک القرب لہما جمیعا لان من دل علی خیر کان کفاعلہ وقد تواتر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی نظائرہ لکامل الثواب لکل شریک فی الخیر لاتنقص الشرکۃ من اجورہم شیئا فہذا الذی حدانی علی الجزم بما سمعت ثم رأیت فی الدر المختار حیلۃ التکفین بہا التصدق علی الفقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب لہما اھ قال الشامی ای ثواب الزکوٰۃ للمزکی وثواب التکفین للفقیر وقد یقال ان ثواب التکفین یثبت للمزکی ایضا لان الدال علی الخیر کفاعلہ وان اختلف الثواب کما وکیفا اھ قلت واخرج السیوطی فی الجامع الصغیر لو مرت الصدقۃ علی یدی مائۃ لکان لہم من الاجر مثل اجر المبتدی من غیر ان ینقص من اجرہ شیئ اھ ہذا عین ما بحثت وللہ الحمد مگر اس میں وقت اتنی ہے کہ اگر اس نے نہ مانا تو اسے کوئی راہ جبر کی نہیں کہ آخر وہ مالک مستقل ہوچکا اُسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔ درمختار میں ہے الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء وہل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاہر نعم ردالمحتار میں ہے البحث لصاحب النہر وقال لانہ مقتضی صحۃ التملیک قال الرحمتی والظاہر انہ لاشبہۃ فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوٰۃ مالہ وشرط علیہ شرطا فاسدا والہبۃ والصدقۃ لاتفسد بالشرط الفاسد لہذا فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اس کا بے خلش طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مال زکوٰۃ سے بیس روپیہ سید کی نذر یا مسجد میں صرف کیا چاہتا ہے کسی فقیر عاقل بالغ مصرف زکوٰۃ کو کوئی کپڑا مثلاً ٹوپی یا سیر سوا سیر غلہ دکھائے کہ یہ ہم تمہیں دیتے ہیں مگر مفت نہ دیں گے بیس روپیہ کو بیچیں گے یہ روپیہ تمہیں اپنے پاس سے دیں گے کہ ہمارے مطالبہ میں واپس کردو وہ خواہی نخواہی راضی ہوجائے گا کہ مجھے تو یہ چیز یعنی کپڑا یا غلہ مفت ہی ہاتھ آئے گا اب بیع شرعی کرکے بیس روپیہ بہ نیت زکوٰۃ اسے دے جب وہ قابض ہوجائے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اپنے مطالبہ ثمن میں لے لے اول تو وہ خود ہی اُسے دے گا کہ شرع سے اُسے ان روپوں کے اپنے پاس رہنے کی امید ہی نہ تھی کہ گرہ سے جاتے سمجھے اسے تو صرف اُس کپڑے یا غلہ کی امید تھی وہ حاصل ہے تو انکار نہ کرے گا اور کرے بھی تو یہ جبراً چھین لے کہ وہ اس قدر میں اُس کا مدیون ہے اور دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو بالاتفاق بے اُس کی رضامندی کے لے سکتا ہے اب یہ روپیہ لے کر بطور خود ختم سید یا بنائے مسجد میں صرف کردے کہ دونوں مرادیں حاصل ہیں۔ در مختار میں ہے یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا من دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ[۱] اھ اور فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اُس مصرف زکوۃ کے عاقل بالغ ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ اُس کے ساتھ یہ غبن فاحش کی مبایعت بلا تکلف روا ہو اور کپڑے غلہ کی تخصیص اس لیے کہ اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچنا چاہے گا تو ظاہر مفاد جامع صغیر پر تقابض البدلین شرط ہوگا وہ یہاں حاصل نہیں اگرچہ روایت اصل پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی اور اکثر علماء اسی طرف ہیں اور یہی قول منقح کما بیناہ فی البیوع من فتاوٰنا بل حققنا فیہا ان لا دلالۃ لکلام الجامع الصغیر ایضا علی اشتراط التقابض وان ظن العلامۃ الشامی ما ظن بہرحال حتی الوسع محل خلاف سے بچنا احسن اور زر زکوۃ پر اُس کا قبضہ کرا کر اپنے مطالبہ میں لینے کی قید اس لیے کہ کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا کما نص علیہ العلماء اور تو پہلے بیان میں آچکا کہ اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں متوسط الحال بھی ایسی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کے لیے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کے ذریعہ سے ادائے زکوۃ کا نام کرکے روپیہ اپنے خورد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے تو گویا اس کا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے والعیاذ باللہ رب العلمین واللہ یعلم المفسد من المصلح نسأل اللہ تعالٰی ان یصلح اعمالنا ویحصل اٰمالنا والحمد للہ رب العلمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۲: از شہر بریلی مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی شب ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوۃ کا روپیہ کافر مشرک وہابی رافضی قادیانی وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ان کو دینا حرام ہے اور ان کو دیے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ شدہ ولوجہ اللہ جو چیز دی جائے اُس کا کھانا امیر وغنی کو کیسا ہے۔

الجواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ وصدقہ فطر غنی پر حرام ہے اور صدقہ نافلہ جیسے حوض یا سقایہ کا پانی یا مسافر خانے کا مکان غنی کو بھی جائز ہے مگر میت کی طرف سے جو صدقہ ہوتا ہے غنی نہ لے نہ غنی کو دیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از راندیر ضلع سورت ڈاکخانہ خاص مسئولہ جناب ملا مولوی فقیر غلام محی الدین صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل سمرنا فنڈ میں صاحب زکوٰۃ سے زکوٰۃ اور جن پر قربانی واجب ہے ان سے قربانی کی قیمت طلب کر رہے ہیں اور اس کے لیے گجراتی بڑے لمبے چوڑے اشتہار چھپے ہیں کیا صاحب زکوٰۃ کی زکاۃ ادا اور جن پر قربانی واجب ہے ان کی قربانی سمرنا فنڈ میں دینے سے ہوجائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جن پر قربانی واجب ہے انہیں حرام ہے کہ قربانی نہ کریں اور اس کی قیمت کسی فنڈ میں دے دے اس سے ہرگز قربانی ادا نہ ہوگی واجب کا تارک ہوگا اور عذاب کا مستحق اور ایسے چندوں میں دینے سے کہ لوگ بطور خود کرتے ہیں اور سب کے چندے زکاۃ وغیر زکاۃ کے بلکہ مرتدین نا اہل زکاۃ مثل وہابیہ وغیرہم کے سب خلط کرلیتے ہیں زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی ہاں اعانت مسلمین کی نیت پر ثواب پائے گا مگر فرض زکاۃ سر پر باقی رہے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵: از نینی تال مرسلہ شیخ عنایت حسین صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ واقعہ کانپور میں مسلمانوں سے دربارہ مسجد پولیس سے فساد ہوگیا پولیس نے انہیں نشانہ بندوق بنایا اب ان کے غریب بچے یتیم ہوگئے اور نادار مسلمان زخمی ہوکر گرفتار کرلیے گئے اب ان کی رہائی اور پرورش حفاظت جان و پیروی کے لیے روپے کی ضرورت ہے مسلمان چاہتے ہیں کہ صدقہ فطر رمضان المبارک اس کار خیر کے متعلق دے دیا جائے عند الشرع دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

صدقہ فطر میں مسلمان فقیر کو دے کر مالک کردینا شرط ہے تو اگر غربا کو دے کر مالک کردیں تو جائز ہے یا فقیر کو دیں اور وہ اپنی طرف سے مقدمہ میں لگانے کو دیدیں تو جائز ہے ——— ورنہ مقدمے میں اٹھانے یا وکیلوں کو دینے سے صدقہ ادا نہ ہوگا درمختار میں ہے صدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف وفی کل حال ردالمحتار میں ہے من اشتراط النیۃ واشتراط التملیک فلا تکفی الاباحۃ کما فی البدائع اھ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۶: از راولپنڈی لال کرتی مرسلہ دین محمد صاحب میوہ فروش ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں صدقہ فطر لینا امام مسجد کو جائز ہے یا نہیں۔ مردوں کے مال یعنی صدقہ وغیرہ لینا بالائمہ کو کیسا ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے یا نہیں۔ حالانکہ امام مسجد صاحب زکوٰۃ و صاحب مال ہو۔ دیگر امام مسجد کو ہر جمعرات کو برائے فیل کے نقد و تیل منگانا اور اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں۔ قربانیوں کی کھالیں وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صاحب نصاب کو اگرچہ امام مسجد ہو کوئی صدقہ واجبہ مثل زکوٰۃ یا صدقات عید الفطر یا کفارات جائز نہیں حرام ہے اور اس کے دیئے وہ زکوٰۃ و صدقہ ادا نہ ہوں گے قربانی کی کھال اگر لوگ اپنی خوشی سے دیں لے سکتا ہے مانگ کر اصرار کرکے اپنا حق قرار دے کر لینا جائز نہیں اموات کی طرف سے جو نفل صدقہ دیا جاتا ہے اگر دینے والے نے اسے فقیر سمجھ کر دیا اور اس نے اپنا صاحب نصاب ہونا چھپایا تو یہ بھی حرام ہے ورنہ مکروہ و ناپسند تیل وغیرہ کے لیے نقد منگا کر جو بچے اپنے صرف میں کرنا بھی حرام ہے مگر اس صورت میں کہ دینے والے اس بات سے آگاہ اور اس پر راضی ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں بقولہ تعالٰی عن تراض منکم واللہ تعالٰی۔

مسئلہ ۱۰۷: از دیوبند ضلع سہارنپور مسجد جامع مرسلہ مولوی ظہیر الدین بنگالی ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس ملک میں چاول کثرت سے پیدا ہوں اور وہاں کے باشندوں کی غذا چاول ہی ہو اور گندم مطلقًا پیدا نہ ہو مگر دوسرے ملکوں سے کچھ آتا ہے لیکن وہ بھی ہر جگہ نہیں ملتا ہے بلکہ شہر و قصبہ میں ملتا ہے اور اس کو کوئی غذا کھاتا بھی نہیں بلکہ دوائی اتفاقًا استعمال میں لاتے ہیں اور جو بھی بہت قلت طور پر پیدا ہو مثلًا چار پانسو یا ہزار دو ہزار بیگہ میں سے کسی نے ایک آدھ بیگہ میں بو لیا اور اس کو ستو بنا کر برس بھر میں کبھی ناشتہ کے طور پر کھا لیتے ہیں اور خرما نہ پیدا ہے اور نہ کہیں ملتا ہے بس ایسے ملک کے باشندوں پر صدقۂ فطر نصف صاع چاول مثل گندم کے واجب ہوگا یا نصف صاع گندم کی قیمت میں جس قدر چاول آئے وہ واجب ہوگا یا ایک صاع چاول واجب ہوگا بینوا بالدلیل جزاکم اللہ الجلیل۔

الجواب

شرع مطہر نے یہ صدقہ صرف چار چیزوں سے مقرر فرمایا ہے گیہوں جو خرما زبیب ان کے سوا پانچویں کوئی چیز چاول ہو یا دھان یا کپڑا وہ انھیں میں ایک کی قیمت کے اعتبار سے جائز ہے ورنہ نہیں گیہوں سے نیم صاع واجب ہے یعنی ایک سو پینتیس تولے کہ انگریزی روپیہ سے ایک سو چوالیس روپیہ بھر ہوا۔ اور اسی روپیہ کے سیر سے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور میواں حصہ چھٹانک کا اور جو سے اس کا دونا گیہوں یا جو کا وہاں کم پیدا ہونا یا غذا میں مستعمل نہ ہونا یا دیہات میں نہ ملنا چاول کو بے لحاظ قیمت صرف صاع یا نیم صاع دینے کے قابل نہیں کرسکتا بلکہ واجب ہے کہ اپنے ضلع میں گیہوں نیم صاع یا جو ایک صاع کی جو قیمت ہو اس قدر دام یا اتنے دام کے چاول یا اور چیز ادا کریں فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے انما یجب من اربعۃ اشیاء من الحنطۃ والشعیر والتمر والزبیب وما سواہ من الحبوب لایجوز الا بالقیمۃ اھ بالالتقاط منک متوسط میں ہے ھذہ اربعۃ انواع لاخامس لھا وما غیرھا من انواع الحبوب فلایجوز الا باعتبار القیمۃ کالارز والذرۃ والماش والعدس والحمص وغیر ذلک

http://ataunnabi.blogspot.in

درمختار میں ہے مالم یتعین علیہ کنذرۃ وخبزیۃ ترفیہ القیمۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸ ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ اگر در خانہ کسے مثلاً دہ کس موجود باشند بعض ازاں غلام و پسر صغیر و بعض زوجہ خود و پسر کبیر پس صدقہ فطر ہفت کس یا ہشت کس ادا کردہ شود و صدقہ دو آدمی یا سہ آدمی از غلام و پسر صغیر باشد یا غیر آں دادہ نشود پس صدقہ کسانے کہ ادا کردہ شد شرعاً صحیح و درست خواہد شد یا نہ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

ہرچہ مؤدی بازاء اطفال صغار خود ادا کرد ادا شد کہ وجوب ہم بر دست نہ بر اطفال و آنچہ از زوجہ و اولاد کبار عاقلین داد اگر باذن ایشاں بود یا بعد ازاں ایشاں اجازت کردند ادا شد ورنہ نے فی ردالمحتار عن البحر لوادی زکوٰۃ غیرہ بغیر امرہ فبلغہ فاجاز لم یجز لانھا وجدت نفاذا علی المتصدق لانھا ملکہ ولم یصر نائبا عن غیرہ فنفذت علیہ ولو تصدق عنہ بامرہ جاز واللہ تعالٰی سبحٰنہ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۹ ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر کا نصاب برابر ہے یا کچھ فرق ہے بینوا توجروا

الجواب

مقدار نصاب سب کے لیے ایک ہے کچھ فرق نہیں ہاں زکوٰۃ میں مال نامی ہونا شرط ہے کہ سونا چاندی چرائی پر چھوٹے جانور تجارت کا مال ہے وبس اور سال گزرنا شرط ہے صدقہ فطر و قربانی میں یہ کچھ درکار نہیں کما فی جمیع الکتب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰ از شہر بریلی محلہ نوکپور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

صدقہ فطر کی مقدار فی کس کیا ہے۔

الجواب

تین سو اکاون ۳۵۱ روپے بھر جو یا اس کے آدھے گیہوں کہ بریلی کی تول سے پونے دو سیر اور ایک اٹھنی بھر ہوئی واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۱۱۱ از کریلی ردلی گودام چھاؤنی لکھنؤ مرسلہ مولوی سید باسط احمد ۲ شوال المکرم ۱۳۳۲ھ

وزن فطرہ بحساب سیر لکھنؤ کتنا دینا چاہئے نصف صاع بوزن سیر لکھنؤ کتنا ہوتا ہے۔ ۲ گز شرعی بحساب گز نمبری مروجہ لکھنؤ کس قدر ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الجواب

گیہوں کا صاع دو سو ستر تولے ہے کہ انگریزی روپے سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہوئے نصف صاع کے ایک سو چوالیس روپے بھر گیہوں لکھنؤ کا سیر اسی روپے بھر کا ہے تو اس سے دو سیر ہوئے سیر کا ۱/۴ کم یعنی پونے دو سیر سے چار روپے بھر زیادہ لیکن زیادہ احتیاط یہ ہے کہ جو کے صاع سے گیہوں دیے جائیں جو کے صاع میں گیہوں تین سو اکاون روپے بھر آتے ہیں تو نصف صاع ایک سو پچھتر روپے اٹھ آنے بھر ہوا لکھنؤ کا سوا دو سیر اٹھنی بھر کم۔ ۱۲ انبری گز کہ تین فٹ کا ہے ہر فٹ بارہ انچ گز شرعی جسے ذراع کرباس کہتے ہیں اس کا نصف یعنی آٹھ گرہ کے برابر ہے کہ وہ چوبیس انگل ہے اور ہر گرہ تین انگل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱۲ از موضع خورد مئو ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ سید صفدر علی صاحب

۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین امور ذیل میں (۱) زید کی بیوی ہندہ جو مالک نصاب نہیں ہے معہ اپنے ایک خوردسال بچے کے اپنے باپ بکر کے یہاں یعنی میکے میں عید الفطر کو قیام رکھتی ہے تو اُس کا اور اس کے لڑکے کا صدقہ کس کو دینا چاہئے آیا زید کو جو ہندہ کا شوہر ہے یا بکر کو جو ہندہ کا باپ ہے (۲) اگر کوئی مہمان یہاں ۲۷ یا ۲۸ رمضان شریف سے مقیم ہے یا قبل طلوع فجر عید الفطر آیا تو کیا ان مہمانوں کا صدقہ شرعاً میزبان کو ادا کرنا چاہیے یا مہمان اپنا صدقہ خود ادا کریں۔

الجواب

(۱) خوردسال بچے کا صدقہ فطر اُس کے باپ پر ہے اور عورت کا نہ باپ پر نہ شوہر پر۔ صاحب نصاب ہوتی ہے تو اس کا صدقہ اسی پر ہوتا ہے (۲) مہمان کا صدقہ میزبان پر نہیں وہ اگر صاحب نصاب ہیں اپنا صدقہ آپ دیں وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱۳ ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

فطرہ رمضان کے نصف صاع آٹے کے عوض میں اگر نصف صاع چاول دے دے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

چاول کی قیمت کے اعتبار سے دیے جائیں گے خواہ وزن میں نصف صاع ہوں یا زیادہ یا کم یعنی نصف صاع گندم کی قیمت میں جتنے چاول آئیں اُتنے دیے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱۴ جلد میں سوال نہیں

الجواب

صاع چار مد ہے اور مد دو رطل اور رطل بیس استار اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور تولہ بارہ ماشے اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے تو صاع دو سو ستر تولے اور روپیوں سے دو سو اٹھاسی روپے بھر تو اسی روپے کے سیر سے تین سیر نو چھٹانک اور ۳/۵ چھٹانک یا یوں کہیے کہ ساڑھے تین سیر ڈیڑھ چھٹانک اور ۱/۱۰ چھٹانک اس حساب میں کوئی شک نہیں اسی تول کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

گیہوں دیے جاتے تھے لما فی الفتح یعتبر نصف صاع من بر من حیث الوزن عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی بلکہ
سنہ ۲۷ سے علامہ شامی کی یہ احتیاط زیادہ پسند آئی کہ صاع لیا جائے جو کا اور اس کے وزن کے گیہوں دیے جائیں ظاہر ہے کہ جو ہلکا
ہوتا ہے جتنے برتن میں ۲۷۰ تولے جو آئیں گے جب وہ گیہوں سے بھرا جائے گا تول میں زیادہ چڑھیں گے اس میں فقیروں کا نفع زیادہ
ہے ردالمحتار میں ہے علی ھذا الاحوط تقدیرہ بالشعیر وقد نقل بعض المحشین عن حاشیۃ الزیلعی للسید محمد امین
میرغنی ان الذی علیہ مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلھم من مشائخھم وبہ کانوا یفتون تقدیرہ
بثمانیۃ ارطال من الشعیر ولعل ذلک لیحتاطوا فی الخروج عن الواجب بیقین ولما فی مبسوط السرخسی من ان
الاخذ بالاحتیاط فی باب العبادات واجب اھ فاذا قدر بذلک یسع ثمانیۃ ارطال من العدس ومن الماش و
یزید علیھا البتۃ بخلاف العکس فلذا کان تقدیر الصاع بالشعیر احوط اھ اسی بنا پر بنظر احتیاط و زیادت نفع فقرا میں نے
۲۷ ماہ مبارک سنہ ۱۳۲۶ھ کو ایک سو چوالیس روپیہ بھر جو وزن کیے کہ نصف صاع ہوئے اور انھیں ایک پیالے میں بھرا حسن اتفاق کہ تام
چینی کا ایک کاسہ گویا اسی پیمانہ کا ناپ کر بنایا گیا تھا وہ جو اس میں پوری سطح مستوی تک آگئے من دون تکویم ولا تقعیر تو وہ
کاسہ نصف صاع شعیری کا ہوا پھر میں نے اسی کاسہ میں گیہوں بھر کر تولے تو بریلی کے سیر سے ایک سیر اور ایک اٹھنی بھر ہوئے یعنی ایک سو پچھتر روپیہ
اٹھ آنہ بھر تو یہ وزن گندم ہوا اور اس کا دو چند ۳۵۱ روپیہ بھر وزن ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵ از ریاست کشمیر ضلع میرپور ڈاک خانہ وشہرہ موضع پنڈہ مرسلہ مولوی محمد
عبداللہ صاحب ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درمختار میں صاع ۱۰۴۰ درم کا لکھا ہے اور اکثر کتب میں من ۱۸۰ مثقال کا ہے و
بقول معروف کل عشرۃ دراھم سبعۃ مثاقیل ایک من ۲۶۰ مثقال آتا ہے تو صاع میں آٹھ مثقال زیادہ آتے ہیں اور ایسے
ہی جو شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادۃ و شرح مشکوۃ میں وزن صاع لکھا ہے قاعدہ مذکورہ سے پورا موافق نہیں آتا ہے یہ تحقیق و تصحیح
فرما کر جلد عنایت کیجئے۔

الجواب

صاع چار من ہے اور من چالیس استار اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور ماشہ آٹھ رتی اور رتی آٹھ چاول
اور بارہ ماشہ کا ایک تولہ تو صاع دو سو ستر تولے ہے اور انگریزی روپیہ رائج سے کہ روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے صاع دو سو اٹھاسی
روپیہ بھر اور من ایک سو اسی مثقال یعنی سارھے سٹرسٹھ تولے چھ ماشے یعنی بہتر روپیہ بھر یہ وزن محقق ہے جس میں اصلا شبہ نہیں غررالافکار
شرح دررالبحار میں ہے الصاع اربعۃ امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالاستار اربعون وبالاستار
بالمثاقیل اربعۃ ونصف اھ مختصرا کشف الغطا میں ہے بدانکہ معتبر رطل عراقی است و آں بیست استار واستار
چار و نیم مثقال و مثقال بست قیراط ایک حبہ و چہار خمس حبہ و حبہ کہ آنرا بفارسی سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار و نیم ماشہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی کا بیان اصلاً اس سے مخالف نہیں مثقالوں کا یہی حساب رکھا ہے کہ ساڑھے سو بیس مثقال کا صاع اکبری و جہانگیری سیروں سے اُس کا اندازہ بتایا ہے ــــ اکبری سیر تیس[۳] استار کا تھا اور صاع ایک سو ساٹھ استار تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۰ = ۵ ۱/۳ سیر اکبری ہوا اور سیر جہانگیری چھتیس استار تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۶ = ۴ ۴/۹ سیر جہانگیری ہوا شرح صراط مستقیم فصل زکوۃ فطر میں فرماتے ہیں صاع عراقی ہشت رطل و صاع حجازی پنج رطل و ثلث رطل و واجب نزد شافعی صاع حجازی ست و نزد ما نصف صاع عراقی و آن دو من ست و من چہار استار و استار چہار و نیم مثقال پس من صد و ہشتاد مثقال بود کذا قال شارح الوقایۃ و از کتب دیگر نیز ہمچنیں معلوم می گردد و چوں ایں حساب را بوزن دیار خود کار فرمائیم نصف صاع بوزن اکبر شاہی کہ سیرے سی سیر شاہی بود دو و نیم سیر می شود و پنج سیر شاہی و بوزن حال جہانگیر شاہی ابداللہ ملکہ و سلطنتہ کہ سیرے سی و شش سیر شاہی بود دو سیر و یک پاؤ می شود بیک سیر شاہی کم بایں حساب کہ صاع ہفصد و بست مثقال ست از آنکہ صاع چہار من ست و من چہل استار و استار چہار و نیم مثقال پس ہر من صد و ہشتاد مثقال بود و چوں سیر شاہی ہم چہار و نیم مثقال ست لازم آید کہ نصف صاع ہشتاد سیر شاہی باشد و ہشتاد سیر شاہی دو و نیم سیر و پنج سیر شاہی شود بوزن قدیم و دو سیر و یک پاؤ یک سیر شاہی کم بوزن حال واللہ تعالٰی اعلم اھ سیر شاہی اور پیسہ اور استار ایک ہی وزن ہے یعنی ساڑھے چار مثقال کہ سوا چھ ماشے ہوئے اور وزن قدیم سے مراد اکبری اور حال سے جہانگیری۔ صدر باب طہارت میں بھی یہی حساب افادہ فرمایا ہے فرق اتنا ہے کہ وہاں مد عراقی و مد حجازی دونوں کا ان سیروں سے اندازہ کیا اور بعض جگہ تہائی پیسہ کی کسر کو کہ ڈیڑھ ماشہ ہوئی مسامحۃً ترک فرما دیا ہے حیث قال صاع چہار مد ست و مد بقولے دو رطل ست (یہ قول ہمارے ائمہ کا ہے کہ صاع کو آٹھ رطل لیتے ہیں) و دلالت ظاہر احادیث ہم برین است چہ در بعض احادیث وضو بمد واقع شدہ و در بعضے بدو رطل و تطبیق دراں است کہ مصدوق ہر دو یکے باشد و بقولے مد رطل و ثلث رطل عراقی ست (یہ قول شافعیہ ہے کہ صاع ۵ ۱/۳ رطل ÷ ۴ = ۱ ۱/۳ رطل) و رطل بست استار ست و استار چہار و نیم مثقال کہ وزن یک پیسہ است و ایں حساب اہل دارد ما آنرا بوزن ایں دیار فرود آریم او اضح گردد بدانکہ مد بقول اول (حنفی) یک من شرعی ست و من شرعی چہل استار و آن بوزن اکبری کہ سیر سی پیسہ است یک سیر و ثلث سیر بوزن جہانگیر شاہی ابداللہ فی مراضیہ ملکہ و سلطنتہ کہ سیرے سی و شش پیسہ است یک سیر و چہار پیسہ پس صاع (یعنی عراقی) کہ چہار مد ست پنج سیر و ثلث سیر اکبری باشد و بوزن جہانگیری چہار سیر و نیم سیر دو پیسہ کم و مد بقول ثانی (شافعی) ایک سیر اکبری سہ پیسہ و چیزے کم (یعنی ۱/۳ ۲ پیسہ کم ۲۶ ۲/۳ پیسہ ہوا) و سہ ربع سیر جہانگیری چیزے کم (یعنی ثلث پیسہ کم کہ جہانگیری تین پاؤ ۲۷ پیسہ ہے) و صاع (یعنی حجازی) بوزن اکبری سہ و نیم سیر و دو پیسہ (یعنی تہائی پیسہ کم کہ ساڑھے تین سیر اکبری اور دو پیسے کے ۱۰۷ پیسے ہوئے اور صاع حجازی ۱۰۶ ۲/۳ پیسہ) و بوزن جہانگیری سہ سیر یک پیسہ کم (یہاں ۱/۳ پیسہ کم کرتین سیر جہانگیری ۱۰۸ پیسہ ہے) انتہی مزید اما بین الھلالین البتہ اشعۃ اللمعات مطبع مصطفائی محمد حسین خاں باب الغسل میں سیر جہانگیری سے صاع عراقی کا حساب ظاہراً خطائے کاتب سے غلط ہوگیا ہے حیث قال صاع بوزن اکبر شاہی کہ سیرے سی سیر شاہی بود پنج سیر و دہ سیر شاہی می شود (یہ صحیح ہے اور حساب اول کے مطابق

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ دس سیر شاہی ثلث اکبری ہے کما لایخفی) بوزن حال جہانگیری ابد اللہ ملکہ وسلطنتہ کہ سیرے سی و شش سیر شاہی است چہار سیر و یکپاؤ می شود یک سیر شاہی کم (یہ غلط ہے کہ صاع ۱۶۰ پیسہ ہے اور سوا چار سیر جہانگیری ایک پیسہ کم کے ۱۵۲ پیسے ہوئے آٹھ پیسے کا فرق ہے صحیح وہی ہے جو اوپر گزرا کہ ساڑھے چار سیر جہانگیری ہے دو پیسے کم۔

مسئلہ ۱۱۶

از سارزمیاں پورہ کھراسٹیٹ مسئولہ مرتضٰی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عید الفطر کے خطبہ میں فطرہ فی کس ایک سیر ساڑھے گیارہ آنے بھر مبلغ ایک سو پانچ روپیہ بھر کے حساب سے دیا بتایا گیا یہ ٹھیک ہے (۲) صاع کتنی سیر کا سیر کتنے روپیہ بھر روپیہ کتنے ماشے کا اور کون روپیہ شرعا ہے اس میں کیا حکم ہے (۳) خطبہ علمی میں نصف صاع یعنی دو سیر جس کا وزن بریلی کے سیر سے ایک سیر نو چھٹانک سے کچھ بتایا کیا یہ صحیح ہے۔ رائج الوقت سیر سے فطرہ فی کس کتنا دینا چاہئے بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) خالد کا یہ قول محض غلط ہے گیہوں صدقۃ الفطر ایک سو چوالیس روپیہ بھر ہے اور زیادہ احتیاطا اٹھنی اوپر ایک سو چھتر روپے بھر کما بیناہ فی فتاوٰنا ایک سو پانچ روپے ساڑھے گیارہ آنے بھر سے کسی طرح صدقہ ادا نہیں ہوسکتا (۲) سیر مختلف ہوتے ہیں عمل کا حساب ہر جگہ کے سیر سے بدلے گا۔ صاع اس انگریزی روپیہ رائج الوقت سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہے اور تولوں سے دو سو ستر تولے یہ روپیہ سوا گیارہ ماشہ بھر ہے (۳) گیہوں کا فطرہ انگریزی روپے سے ایک سو چوالیس روپے بھر ہے جو بریلی کے سیر سے کہ سو روپیہ بھر کا ہے چھٹانک کم ڈیڑھ سیر ہوا سیر کا پانچواں حصہ کم حساب صحیح دیکھو یہ ہے زیادہ احتیاط وہ ہے جو اوپر گزری کہ گیہوں بریلی کے سیر سے پونے دو سیر دیں اٹھنی بھر اوپر اور اسی کے سیر سے تین چھٹانک دو سیر دیں اٹھنی بھر اوپر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷

از مولوی محمد اسمٰعیل محمود آبادی ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ

اس ملک میں رواج ہے کہ بعد نماز قبل فاتحہ اخیرہ کے ایک شخص اٹھ کر مسافروں مسکینوں کے واسطے مسجد کے اندر مقتدیوں میں چندہ کرتا ہے بعد ہوجانے کے فاتحہ پڑھی جاتی ہے بعدہ جو کچھ رقم بذریعہ چندہ جمع ہوتی ہے اس کو مسافروں اور مسکینوں میں تقسیم کردیتے ہیں آیا یہ امر اس طرح مسجد کے اندر جائز ہے

الجواب

جائز ہے جبکہ وہ چندہ کرنے والا خود اس میں سے نہ لیتا ہو بلکہ مسجد میں مساکین کے لیے اس طرح چندہ کرنا خود سنت سے ثابت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جو صحیح وسالم جوان تندرست ہیں مگر بوجہ آرام طلبی کے طلب معاش کی محنت سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جی چرا کر سوال کو کہ بظاہر آسان ہے پیشہ اپنا مقرر کیا ہے چنانچہ بعض نے تو چند کتابیں فارسی اردو وغیرہ کی دیکھ کر وعظ گوئی اختیار کی ہے اور دوسرے وطنوں میں جاکر اسی کے ذریعہ سے سوال کرتے ہیں، اور بعض مشائخین کی شکل بنا کر کماتے ہیں اور بعضے مسافرین کر مسجدوں میں ٹھہرتے ہیں اور اقسام اقسام کی حاجتیں ظاہر کرکے سوال کرتے ہیں اور بسبب کثرت اور رواج اس قسم کے لوگوں کی جو کوئی محتاج سچی حالت والا مسکین اور مسافر مصیبت زدہ ہوتا ہے اس کی تصدیق اور شناخت بھی کم ہوتی ہے۔ علاوہ سوال کرنے کے یہ بھی ہوتا ہے کہ جس شہر یا محلہ میں پہنچے ہیں وہاں کے باشندوں سے وہاں کے لوگوں کا حال معلوم کرکے جس کسی کو اہل شہر یا محلہ سے ذی وجاہت معلوم کرتے ہیں اس کو جاکر گھیرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے واسطے تم اپنے محلہ یا شہر سے اتنا ہمکو دلادو بعض لوگ ان کی باتوں میں آکر ان کی طرف سے لوگوں سے مانگ کر ان کے واسطے کچھ فراہم کرا دیتے ہیں، ایسا شخص جو ایسے لوگوں کے واسطے کوشش کرکے کچھ دلا دیوے تو بمقتضائے اس حدیث شریف کے الدال علی الخیر کفاعلہ کے ثواب پائے گا اور یہ فعل اس کا موجب اجر ہوگا یا بحکم ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کے سوال حرام کے معاونت کا مرتکب ہوگا اور ایسے لوگوں کو دینے والا بھی ثواب پائے گا یا نہیں یا گنہگار ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلاضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ کرلیا وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک وخبیث ہے اور ان کا یہ حال جان کر ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز وگناہ اور گناہ میں مدد کرنا ہے اور جب انھیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے اس مسئلہ کی تفصیل فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی لہ نے اپنے مجموعہ فتاوٰی میں ذکر کی لیکن اگر بے سوال کوئی کچھ دے جیسے لوگ علماء ومشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لے لینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نیت نیک ہو تو دینے اور لینے والے دونوں داخل ثواب ہیں خصوصاً جبکہ لینے والا حاجت رکھتا ہو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کچھ عطا بھیجا انہوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے فرمایا یہ بحالت سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رزق ہے کہ مولٰی تعالٰی نے تجھے بھیجا امیر المومنین نے عرض کی واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لوں گا رواہ مالك فی المؤطا واصل الحدیث عند الشیخین من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وفی الباب عن ام المومنین الصدیقۃ عند احمد والبیھقی وعن عمر بن الخطاب عند ابی یعلی وعن خالد بن عدی الجھنی عند احمد وابی یعلی والطبرانی وابن حبان والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند الامام احمد وعن عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہم عند احمد والطبرانی والبیھقی وھذہ کلھا احادیث قویۃ باسانید جیاد حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما المعطی من سعۃ افضل من الاخذ اذا کان محتاجا تونگری سے دینے والا کچھ لینے والے سے افضل نہیں جبکہ وہ حاجت رکھتا ہو رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وشاھدہ عندہ فی الاوسط کابن حبان فی الضعفاء من حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ اعلم۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۱۱۹۱ از پھریرا محلہ نوا حکیم شاہ شریف آباد رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ غریب الرحمٰن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۹ھ

زید مالدار ہے چھ سات ہزار روپے یا کچھ کم و بیش کی زمین رکھتا ہے اور اُس کو پانچ چھ سو روپیہ قرض ہے آیا وہ زمین بیچ کر ادا کرے یا بھیک مانگ کر شرعًا اُس کو اس غرض سے بھیک مانگنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اُس کا ذریعہ رزق اس زمین کے سوا اور نہیں نہ وہ کسی کسب پر قادر ہے نہ اس زمین کا کوئی حصہ جُدا کرکے باقی لائق کفایت بچے یا کوئی ایک حصہ لینے پر راضی نہ ہو غرض یہ کہ سوائے سوال جمیع اسباب بند ہوں تو بحکم ضرورت بقدر ضرورت سوال حلال ورنہ حرام فان الضرورۃ تبیح المحظورات وما کان لضرورۃ تقدر بقدرھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۹۲ از سرکار مارہرہ مطہرہ از درگاہ مسکین پناہ مسودہ حضرت سید شاہ حامد حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم ۱۰ شعبان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب بغرض ثواب اپنے جائز روپے سے ماہواری یا سالانہ کھانا پکوا کر فاتحہ حضور پُر نور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا کرتے ہیں اور کھانا مساکین وغیر مساکین کو کھلا دیتے ہیں یا تقسیم کر دیتے ہیں ایک طالب علم حنفی قادری سنی سید کہ جس کی تعلیم دینی بوجہ نہ استطاعت ہونے کے اُسکے ولی کے غیر مکمل رہی جاتی ہووے اور علوم دینی حاصل نہ کرنے کی وجہ سے اُس طالب علم آل مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدعقیدہ ہو جانے کا اندیشہ ہووے اس صورت میں اگر وہ روپیہ کہ جو فاتحہ میں صرف کیا جاتا ہے اگر اس طالب علم کی تعلیم دینی میں بہ نیت ثواب فاتحہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف کر دیا جائے تو بدل اُس فاتحہ سالانہ یا ماہواری کا ہو کر باعث خوشنودی سردار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوگا یا نہیں اور ثواب میں کمی تو نہ ہوگی۔

الجواب

یہ اُس کا نعم البدل ہوگا اور ثواب میں کمی کیا معنی اُس سے ستر گونہ ثواب کی زیادہ اُمید ہے بطور مذکور کھانا پکا کر کھلانے یا بانٹنے میں ایک کے دس ہیں قال اللہ تعالٰی من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا اور طالب علم دین کی اعانت میں کم سے کم ایک کے سات سو قال اللہ تعالٰی مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضٰعف لمن یشاء واللہ واسع علیم درمختار میں ہے فی سبیل اللہ ھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم خصوصًا جبکہ اس میں حفظ ہدایت ہو صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک مما طلعت علیہ الشمس واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۲۱۱ از رامپور چاہ شور مرسلہ مولوی عبدالصمد صاحب ۱۸ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ جو لوگ تندرست و توانا کھاتے پیتے ہیں انہوں نے اپنا پیشہ گدائی اور فقیری اور محتاجگی کا مقرر کیا ہے اور در بدر شہر بشہر بھیک مانگتے سوال کرتے پھرتے ہیں اور ہرگز محنت مزدوری نہیں کرتے اگرچہ مالدار آسودہ حال ہیں لہذا ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا اور سوال کرنا حلال ہے یا حرام اور اگر حرام ہے تو دینا بھی بوجہ اعانت علی الحرمۃ حرام اور ممنوع ہے یا نہیں جبکہ مسجد میں سوال اور اس عطا کو کتب فقہ میں حرام ومکروہ فرمایا گیا ہے چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء بینوا بالکتاب وتوجروا بیوم الحساب۔

الجواب

جو اپنی ضروریات شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہے یا اس کے کسب پر قادر ہے اُسے سوال حرام ہے اور جو اس حال سے آگاہ ہو اُسے دینا حرام اور لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار و مبتلائے آثام صحاح میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتحل الصدقۃ لغنی ولذی مرۃ سوی صدقہ حلال نہیں ہے کسی غنی کے لیے نہ کسی قوی تندرست کے لیے رواہ الائمۃ احمد والدارمی والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز صحاح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من سأل الناس ولہ ما یغنیہ جاء یوم القیامۃ ومسئلتہ فی وجہہ خموش جو لوگوں سے سوال کرے اور اس کے پاس وہ شے ہو جو اسے بے نیاز کرتی ہو روز قیامت اس حال پر آئے گا کہ اس کا وہ سوال اس کے چہرہ پر خراش وزخم ہو رواہ الدارمی والاربعۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل الناس اموالھم تکثرا فانما یسأل جمر جھنم فلیستقل منہ او یستکثر جو اپنا مال بڑھانے کو لوگوں سے اُن کے مال کا سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے اب چاہے تھوڑی لے یا بہت رواہ احمد ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فانما یاکل الجمر جو بے حاجت وضرورت شرعیہ سوال کرے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے رواہ احمد وابن خزیمۃ وایضا فی المختارۃ عن حبشی بن جنادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح تنویر الابصار و درمختار میں ہے لایحل ان یسأل شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویأثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اھ

وتمام الکلام فی ھذا المقام مع دفع الاوھام فی فتاوٰنا وقد ذکرنا شیئا منہ فیما علقنا علی ردالمحتار واللہ تعالٰی یقول جل مجدہ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲ مرسلہ سید مظفر علی ساکن قصبہ شاہ آباد ضلع ہردوئی محلہ سید باڑہ ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

میلاد شریف اور گیارھویں شریف اور فاتحہ اولیاء اللہ کی شیرینی کھانا اور شربت محرم کا پینا درست ہے یا نہیں اور ان کا حرام جاننے والا اور مثل زکوۃ کے مال کے بجز مساکین اور سب کے واسطے حرام قطعی بتانے والا حنفی مقلد ہے یا نہیں اور ایسا شخص حنفی مقلد اشخاص میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قابلِ امامت ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

اشیاءِ مذکورہ سے کوئی چیز نہ زکوٰۃ ہے نہ صدقہ واجبہ اُس کا کھانا غنی فقیر سید وغیرہ سب کو بالاتفاق حلال ہے اُسے سوائے مساکین اوروں پر حرام بتانے والا اللہ عزوجل پر افترا کرتا ہے اور سخت عذاب شدید کا مستحق ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم اور نہ کہو اپنی زبانی جھوٹ بناوٹوں سے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا کھا پہن لیں پھر آخرت میں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے فتاوی عتابیہ پھر نہایہ شرح ہدایہ پھر سعدی آفندی علی العنایہ میں ہے یجوز النفل للھاشمی مطلقا بالاجماع وکذا یجوز النفل للغنی درمختار میں ہے جازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لھم ذخیرہ پھر ردالمحتار میں ہے ان فی التصدق علی الغنی نوع قربۃ دون قربۃ الفقیر معہٰذا ان اشیاء میں تصدق کی نیت نہیں ہوتی بلکہ عام حاضرین پر ہدیہ تقسیم اور ہدیہ یقیناً مطلقاً سب کے لیے جائز اور زمانۂ رسالت سے علی العموم بلا تخصیص مساکین رائج ہے ایسا شخص کہ صراحۃً اللہ و رسول پر افترا کرتا ہے اور حلال خدا کو حرام بتاتا ہے اگر جاہل بے علم ہے اور اپنے قول باطل پر مصر ہے تو دو وجہ سے فاسق ہے اولاً حلال کو حرام کرنا دوسرے بے علم فتوی دینا حلال و حرام میں زبان کھولنا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا بے علم کہ شرعی حکم لگا بیٹھے تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا رواہ البخاری واحمد و مسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض جو بغیر علم کے کوئی حکم شرعی بتلائے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کریں رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے کما فی الحجۃ والغنیۃ والتبیین والطحطاوی علی المراقی وغیرہا وقد حققنا فی النھی الاکید اور اگر ذی علم ہے تو اُس کا حکم بدتر ہے کہ وہ دانستہ اللہ عزوجل پر افترا کرتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون جھوٹے افترا وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور اُس کے غیر مقلد ہونے میں شک نہیں وہ نہ حنفی ہے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی کہ کسی مذہب میں ہدیہ تقسیم اغنیاء پر حرام نہیں ہاں وہ شیطان کا مقلد ہے جس نے صحابہ کرام کے زمانہ سے اس وقت تک تمام مسلمانوں کو مرتکب حرام و اکل حرام بنانے کا ناپاک وسوسہ اُس کے بے باک دل میں ڈالا اور غیر مقلد کے پیچھے نماز حرام بلکہ محض باطل ہے کما حققنا فی کتابنا المذکور فتح القدیر میں ہے الصلوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳: از کلکتہ کولوٹولہ اسٹریٹ نمبر ۱۰ مرسلہ حاجی محمد لعل خاں صاحب ۲ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

داخل ہے نظم عبارت یہ ہے وہلال الاضحٰی وبقیۃ الاشھر التسعۃ کالفطر علی المذھب ورؤیتہ بالنھار للیلۃ الاٰتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی واختلاف المطالع ورؤیتہ نھارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوٰی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اھل المشرق الخ وہ یہاں احکام عامہ کے بیان میں ہیں علی الخصوص اس تصریح کے بعد ذی الحجہ وغیرہ کہ سب مہینوں کے ہلال کا وہی حکم ہے جو رمضان وفطر کے تو عند التحقیق اگر دوسری جگہ کی رؤیت بطریق شرعی ثابت ہوجائے تو اسی پر عمل واجب ہوگا والعبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف یرید ان یاتی بھذا التحقیق الجلیل النبیہ ان شاء اللہ تعالٰی فی تحریر منفصل نفیس ورنہ بے تحقیق باتوں پر اس نظر وبحث کی اصلا گنجائش نہیں شرعا نہ ہرگز خط پر عمل نہ پرچہ اخبار کوئی چیز نہ ایسے مہمل دو ایک تحریروں سے استفاضہ شرعی حاصل ہوسکے ایسے طریق کو موجب سمجھ لینا محض خطا وناواقفی اور ایسے بیہودہ ثبوتوں پر عید کرلینا مسلمانوں کی نماز وقربانی خراب کردینا روزِ عرفہ کے روزے تڑوانا سخت جرأت وبیباکی ہے درمختار میں ہے یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولٰئک بطریق موجب کما مر ایسی حالت میں ہم پر باتفاق علما اپنی رؤیت پر عمل واجب ہے اور ان بے اصل شوشوں کی طرف التفات ہی باطل ونادرست۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۴: از شاہجہان پور محمد خلیل غربی ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

اولا مرسلہ محمد اعزاز حسین بعبارت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہان پور کے رہنے والے دو شخص ثقہ عادل بمبئی سے آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خود ۲۹ ذی قعدہ کو بمبئی میں چاند دیکھا تو بمبئی کے آئے ہوئے لوگوں کی شہادت شاہجہان پور پر عید الضحٰی ۲۹ کے حساب سے ہوگی یا نہیں مع حوالہ کتب فقہیہ حنفیہ معتبرہ جواب تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

ثانیا مرسلہ مولوی محمد ریاست علی خاں صاحب بعبارت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص کسی دوسرے شہر سے ۲۹ تاریخ کا چاند دیکھ کر آئیں گو مسافت اس شہر کی ایک ماہ سے زائد ہو تو گواہی اُن کی درباب رؤیت ہلال عید الضحٰی معتبر ہوگی یا نہیں اور اگر معتبر ہوگی تو قول شامی کا کہ یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لو ظھر انہ رئی فی بلدۃ اخرٰی قبلھم بیوم الخ کیا مطلب ہے اور یہ قول شامی کا معارض قول مفتی بہ اور ظاہر الروایۃ کے ہے اور اگر ہے تو ترجیح قول شامی کو دی جائے گی یا مفتی بہ قول کو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقا اعتبار نہیں گو عید الضحٰی کا ہو اور نیز فتوی مولوی عبدالحی صاحب کا کہ جو مؤید بحدیث ہے اعتبار کیا جائے گا یا ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قول کا کیونکہ مولوی عبدالحی اپنے مجموعہ فتاوٰی میں یہ لکھتے ہیں کہ ایک ماہ یا زائد کی مسافت کی گواہی درباب رؤیت ہلال معتبر اور مقبول نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

جوابِ اول: ان لوگوں کی شہادت عادلہ جامعہ شرائط شرعیہ واجب الاعتبار ہے اور اُس کا خلاف ناجائز اور شاہجہانپور میں اس کی بنا پر ضرور ماہ ذیقعدہ ۲۹ کا ثابت ہو کر اُس کے حساب سے چہارشنبہ کو عیدِ اضحی کرنی لازم ہوئی اور اسی حساب سے جو بارہویں تھی یعنی روز جمعہ اُسی تک میعادِ قربانی رہی جس نے اُس کے بعد شنبہ کو قربانی کی وہ قربانی نہ ہوئی کہ مذہب حنفی میں اختلافِ مطالع کا اصلاً اعتبار نہیں یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوی ہے اور علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ اصلاً مذہب ائمہ حنفیہ نہیں خصوصاً جب وہی مذیل بالفتوی ہو کما تو کسی طرح اُس سے عدول روا نہیں خلاصہ وبحرالرائق وتنویر الابصار و درمختار میں ہے واللفظ لھذین ملتقطا ھلال الاضحٰی وبقیۃ الاشھر التسعۃ کالفطر علی المذھب، واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب علیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی فتاوی خیریہ میں ہے صرحوا بان ما خرج عن ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لابی حنیفۃ ولا قولا لہ بحرالرائق میں ہے ما خرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ ردالمحتار میں ہے ما خالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع ردالمحتار میں ہے کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجھہ واولی من ھذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاھر الروایۃ اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنہ اھ واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جوابِ دوم: صورتِ مستفسرہ میں جب وہ شہادت شرعیہ عادلہ ہو تو ضرور معتبر ہوگی اگرچہ ہلال عید اضحی ہو اگرچہ اُن میں مسافت ایک ماہ سے زیادہ ہو یہی ہمارے ائمہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتوی اور اس سے عدول باطل و نارو ا علامہ شامی نور قبرہ السامی نے یہاں ظاہر الروایہ و قول مفتی بہ کا معارضہ نہ چاہا بلکہ براہ بشریت ایک خطائے فکری سے اُسے مختص بہ ہلال صوم و فطر سمجھا فقط ہلال اضحی کو اُن نصوص سے مخصوص جانا اور یہ لغزش نظر تھی کہ اطلاقات بلکہ تنصیصات کتب معتمدہ مذہب کے مقابل اُس کی طرف التفات بھی ناممکن چہ جائے اعتماد علامہ ممدوح کا یفھم من کلامھم فرمانا اُسی لغزش فکر کے باعث ہے ورنہ وہ ہرگز ہمارے علماء کے کلام سے مفہوم بلکہ موہوم بھی نہیں وہ اُن کے کلمات عالیات صاف اُس مزعوم سے ابا فرمارہے ہیں۔ مولوی لکھنوی صاحب نے نہ صرف اضحی بلکہ صوم و فطر سب میں اختلاف مطالع معتبر ٹھہرایا اور ضرور ظاہر الروایہ اور مفتی بہ کا بالقصد معارضہ کیا اور خود اپنی تصریحات کی رُو سے بوجوہ کثیرہ فاحش خطاؤں اور باطل بناؤں سے کام لیا علامہ شامی کی بحث سے جسے وہ فتوی نہیں بتاتے اور مولوی لکھنوی صاحب کا فتوی جس پر وہ جزم و اعتماد کر رہے ہیں علم فقہ و علم حدیث و علم ہیئت تینوں علوم کی رُو سے صریح باطل و محض ناقابل اور خود ان دونوں حضرات کی دوسری تصریحات کے معارض و مناقض و مقابل ہیں احادیث کی مخالفت تو دونوں صاحبوں نے یکساں کی ہے اگرچہ اس کا الزام بھی مولوی لکھنوی صاحب پر زائد و قوی ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی کی ایک متفقہ مقلد سے زیادہ نہیں بنتے اور فاضل لکھنوی ایک محقق محدث اہل نظر و اعتبار نقاد ارشادات ائمہ کبار بننا چاہتے ہیں حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

معجزۂ عظیمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام الائمہ نائل العلم والایمان من الثریا سیدنا امام اعظم ہمام اقدم رضی اللہ تعالٰی کے ارشادات عالیہ کو محکِ نقد و نقض پر رکھتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے یہ کہا اور حق یوں ہے ابوحنیفہ کے دلائل یہ ہیں اور یہ سب باطل ہیں ایسے جلیل الشان رفیع المکان محدث احادیث و آثار کے محیط و حاوی فخر بخاری و رشک طحاوی احادیث واضحہ مشہورہ معروفہ صحیحہ صریحہ سے مخالف پڑنا ضرور محل عجب ہے فتوائے مولوی صاحب ہرگز مؤید بحدیث نہیں بلکہ صریح مخالف احادیث ہے اور اس کی خرابیاں بھی کچھ نہیں بڑے بڑوں پر بھی گذرا کی ہے کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے کسی مذہب کو اپنے زعم ناقص میں مخالف حدیث سمجھے اور بعد تنقیح آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ یہ معترضین خود ہی حدیث نہ سمجھے تھے وقد قال من قال ؎ وکم من عائب قولا صحیحا وآفتہ من الفہم السقیم ؎ اور مبارک فقہ کی مخالفت کا زیادہ حصہ تو انھیں فاضل محقق نے لیا۔ علامہ شامی پر اگر یہاں ایک اعتراض ہے تو ان پر چار پھر جیسا کہ ہم اشارہ کر آئے ہیں اتنی مخالفات باوصف کثرت قصدیہ ہیں اور علامہ شامی سے ایک مسئلہ کے فہم میں لغزش ہوئی جس پر انھوں نے بنائے کلام فرمائی تو وہ قاصد موافقت ہیں نہ مرتکب مخالفت طرفہ یہ کہ خود اپنی تصریحات سے تعارض و تناقض میں بھی انھیں ہمارے محقق مدقق معاصر کا پلہ بھاری ہے اور علم ہیئت سے بیگانگی کا الزام تو صرف انھیں پر ہے کہ علامہ شامی کو ان فنون کی جانب التفات نہ تھا اور ہمارے محقق معاصر تو بہرہ داں ہیں یہ سب اجمالی بیان ہے بعونہ تعالٰی درباره اہلہ فقیر کی متفرق تحریرات سے واضح ہیں اور احباب کی خواہش ہوئی تو فقیر بعونہ تعالٰی تفصیل کے لیے [illegible]

مسئلہ ۱۵۵: از گیا محلہ بارہ قریب مسجد غلام مصطفٰی صاحب

مظہر انوار شریعت حضرت مولنا دامت برکاتکم و فیوضاتکم بعد سلام باکرام آنکہ ایک مسئلہ جو رمضان کی تیس تاریخ پیش آیا تھا وہ دریافت طلب ہے امید کہ جواب باصواب و دستار سال فرما کر سرفراز و ممتاز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں بصورت فرصت و مہلت حدیث ماخذ و حوالہ کتاب بھی ارشاد فرما دیجئے گا فقط زیادہ آفتاب ہدایت تاباں و درخشاں باد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جس روز رمضان شریف کی تیس تاریخ تھی اسی روز ایک شہر کے مختار کچہری کے آئے اور انھوں نے کہا کہ آج ہم جس شہر سے آئے ہیں وہاں آج عید کی نماز ہوگی سامان نماز کا ہو رہا تھا آپ لوگ بھی پڑھیے مختار صاحب کو کسی عالم کے فرستادہ میں سے نہ تھے اور نہ کسی عالم صاحب کا خط لائے تھے اب قطع نظر امور خارجہ کے اور اس بات کے کہ آئندہ کیا تحقیق ہوگا صرف یہ ارشاد ہو کہ اس قصبہ میں از روئے شریعت کے اس روز مختار صاحب موصوف کی خبر معتبر تھی یا نہیں اور مختار صاحب کی خبر کو اعتبار کرکے نماز عید کے واسطے فتوی دینا صحیح ہوتا یا نہیں ارشاد فرما کر عنداللہ ماجور و داخل حسنات ہوں اور اس قصبہ کا ہندو تار بابو خبر دیتا تھا کہ تار آیا ہے آج عید فلاں شہر میں ہوگی اب تار بابو کا خبر دینا معتبر تھا یا نہیں۔

الجواب

دربارۂ ہلال **خط و تار محض بے اعتبار** اشباہ والنظائر میں ہے لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ مخبر واحد اور کچہری کے مختار اور وہ بھی محض حکایت و اخبار کہ دو شاہد عدل بھی ایسی حکایت کرتے تو اصلا معتبر نہ تھی درمختار میں ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاھدان برؤیة الھلال وقضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی القاضی بشہادتہما لان قضاء القاضی حجة وقد شہدوا بہ لالو شہدوا برویة غیرھم لانہ حکایة

صورت مذکورہ میں اہل قصبہ کو عید کرنی حرام تھی اگرچہ بعد کو عید ثابت ہی ہوجائے کہ انہوں نے قبل ثبوت کی اور ارشاد حدیث صحیح صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ کے مخالف ہوئے جس نے بربنائے مذکور **ہذیان تار وحکایت نا مختار** عید کا فتوی دیا سخت حرام ہوا فتوے پر کبھی عمل نہ کریں حدیث میں ہے اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعة واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۹۱: از مقام سوجت مارواڑ بازار کے اندر مسئولہ شیخ نے میاں کلاہ فروش دارن منڈی ۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ سوجت مارواڑ میں ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہیں آیا اور شعبان کے تیس روز پورے کرکے رمضان شریف کے روزے رکھنے شروع کیے بعد میں کسی وجہ سے دو تین آدمی دہلی گئے وہاں کے لوگ ۲۹ شعبان کو چاند دیکھنے کے حساب سے روزے رکھے تھے اب وہ شخص اخیر رمضان مبارک میں سوجت واپس آگئے اور کہنے لگے کہ دہلی میں ۲۹ کے حساب سے روزہ رکھنا شروع ہوا ہے ہم بھی وہاں کے حساب سے عید کریں گے سوجت کے چاند دیکھنے کا خیال نہیں کریں گے اب سوجت کی ۲۹ اور دوسری جگہ ۳۰ کو کہا کہ کل عید کریں گے تو انہوں نے ضد اور نفسانیت کرکے روزہ نہیں رکھا اور جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا بہکا بہکا کر افطار کرادیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ بغیر چاند نظر آئے ہم روزہ افطار نہ کریں گے اور ۳۰ دن پورے کرکے عید کریں گے کیونکہ ہم کو شرع شریف کا یہی حکم ہے اور ایک فتوی جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیکھا گیا تھا جس میں تحریر تھا کہ خطوط اور تار وغیرہ کی خبر سے روزہ افطار نہیں کرنا چاہئے اور پھر اسی قسم کی ایک حدیث بھی نظر آئی جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت کریب رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس گئے اور رمضان المبارک کا چاند ان کو نظر آگیا تھا پھر اخیر رمضان شریف کو مدینہ منورہ میں آئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے وہاں کے حالات دریافت کیے اور یہ بھی دریافت کیا کہ تم نے چاند کو دیکھا تھا انہوں نے کہا کہ جمعہ کی رات کو دیکھا تھا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ تم نے خود دیکھا تھا

انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا تھا اور دوسرے آدمیوں نے بھی دیکھا اور سب نے روزہ رکھا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ ہم نے تو ہفتے کی رات کو چاند دیکھا سو اسی حساب روزہ رکھیں گے پھر حضرت کریب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ اور ان کے روزہ رکھنے پر عمل نہیں کریں گے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اسی طرح حکم کیا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ اپنے اپنے ملک کی رویت لازم آتی ہے دوسرے ملک یا علاقہ والوں پر لازم نہیں ہوتی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور دوسروں کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

روزے قریب آٹھ بجے کے تڑوا دیے بغیر چاند دیکھے تو اب ۲۹ روزے رکھنے والے کو توبہ کرنا اور روزہ کی قضا رکھنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین روزہ اور افطار دونوں کی بنا حضور نے رویت پر رکھی تو خود رویت ہو یا دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت شرعی اگرچہ دونوں جگہ میں فاصلہ مشرق و مغرب کا ہو یہی ظاہر الروایہ ہے اور یہی صحیح و معتمد ہے درمختار وغیرہ میں ہے یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت ذلک عندھم بموجب شرعی اس کے ثبوت کے سات طریقے ہیں جو ہم نے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کیے یہ بات کہ ایک دو آدمی گئے اور دوسرے شہر سے خبر لائے کہ وہاں ۲۹ کا چاند ہوا نہ رویت ہے نہ شہادت ہے نہ شہادۃ علی الشہادۃ نہ شہادت علی الحکم غرض کوئی طریقہ شرعیہ نہیں محض حکایت ہے اور وہ دربارہ ہلال اصلا معتبر نہیں کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار اوروں کے روزے تڑوانے میں یہ مرتکب کبیرہ ہوئے اور وہ روزہ توڑنے والے اور سخت کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور اُن پر قضا لازم اور اُن کو دہلی میں اگر کوئی ثبوت شرعی بہم نہ پہنچا تھا تو اُن کا جرم اور اشد ہے اور ان پر بھی قضا لازم یہ ایسی صورت کا مطلق حکم ہے مگر اس سال کی نسبت کافی شرعی ثبوتوں سے ۲۹ دن کا ثابت ہو گیا لہذا قضا کی حاجت نہیں البتہ بلا ثبوت شرعی جو حکم شرع پر جرأت کی اس سے توبہ کی حاجت ہے مگر جنہوں نے شعبان ۳۰ کا سمجھ کر روزے رکھے تو یکم رمضان کے روزے کی قضا لازم ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸

از بروڈہ گجرات باڑہ نواب صاحب مرسلہ نواب سید معین الدین حسن خاں بہادر ۲۵ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رویت ہلال شریعت میں کس طرح ثابت ہوتی ہے بحوالہ کتب مع ترجمہ اردو جواب عطا ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا والصلوۃ والسلام علی من صار الدین بطلوع ھلالہ بدرا منیرا وعلی الہ وصحبہ الکاملین نورا والمکملین تنویرا۔ ثبوت رویت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں **طریق اول** خود شہادت رویت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل بالغ غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اگرچہ کنیز ہو اگرچہ مستور الحال ہو جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں ظاہر حال پابند شرع ہے اگرچہ اُس کا یہ بیان مجلس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فضا میں نہ ہو اگرچہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا کدھر کو تھا کتنا اونچا تھا وغیرہ ذلک یہ اس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو اور بحالِ صفائی مطلع اگر ویسا ایک شخص جنگل سے آیا یا بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں دیکھنے کی پرواہ نہیں بے پرواہی کی صورت میں کم سے کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں ورنہ ایک جماعت عظیم چاہیئے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں اور اگر کثرت حد تواتر کو پہنچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے **باقی گیارہ ہلالوں** کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں عادل آزاد جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابند شرع ہیں قاضی شرع کے حضور بلفظ اشہد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اس کا قائمقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشہد بھی کافی سمجھا جائے گا ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رویت ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ دو گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعت عظیم درکار ہے اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً **ہلال محرم** کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالت صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں ظاہراً جماعت عظیم ہی چاہیئے کہ جس وجہ سے اس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے درمختار میں ہے قبل[1] بلا دعوی وبلا لفظ اشھد وحکم ومجلس قضاء للصوم مع علة کغیم وغبار خبر عدل او مستور لا فاسق اتفاقا ولو قنا او انثی بین کیفیة الرویة اولا علی المذھب وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب

---

[1] ترجمہ: ابر و غبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے اگرچہ غلام یا عورت ہو رویت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے دعوی یا لفظ اشہد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید کے لیے بحال ناصافی مطلع عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد دو عورت کی گواہی بلفظ اشہد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابر و غبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کرلیں اور جب ابر و غبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظن غالب حاصل ہو جائے اور امام سے مروی ہوا کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا اور کتاب الاقضیہ میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلال عید الفطر کا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

الشہادۃ ولفظ اشہد ولو کانوا ببلدۃ لاحاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ وقبل بلاعلۃ جمع عظیم یقع غلبۃ الظن بخبرہم وعن الامام یکتفی بشاہدین اختارہ فی البحر وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد اوکان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین وہلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب اھ مختصرا۔ ردالمحتار میں ہے شرط[1] القبول عند عدم علۃ فی السماء لہلال الصوم اوالفطر اخبار جمع عظیم لان التفرد من بین الجم الغفیر بالرؤیۃ مع توجہہم طالبین لما توجہ ہو الیہ مع فرض عدم المانع ظاہر فی غلطہ بحر ولایشترط فیہم العدالۃ امدادولا الحریۃ قہستانی **قولہ** واختارہ فی البحر حیث قال ینبغی العمل علی ہذہ الروایۃ فی زماننا لان الناس تکاسلت عن ترائی الاہلۃ فانتفی قولہم مع توجہہم طالبین وظاہر الولوالجیۃ والظہیریۃ یدل علی ان ظاہر الروایۃ ہو اشتراط العدد والعدد یصدق باثنین اھ وفی زماننا نشاہد تکاسل الناس فلیس فی شہادۃ الاثنین تفرد من بین الجم الغفیر حتی یظہر غلط الشاہد فانتفت علۃ ظاہر الروایۃ فتعین الافتاء بالروایۃ الاخری وفی الکافی الحاکم الذی ہو جمع کلام محمد فی کتبہ ظاہر الروایۃ تقبل شہادۃ المسلم والمسلمۃ عدلا کان اوغیر عدل بعد ان یشہد انہ راٰی خارج المصر اوانہ راٰہ فی المصر مع علۃ تمنع العامۃ من التساوی فی رؤیتہ اھ ولامنافاۃ بینہما لان اشتراط الجمع العظیم اذا کان الشاہد من المصر فی غیر مکان مرتفع فالثانیۃ مقیدۃ لاطلاق الاولی بدلیل ان الاولی علل فیہا رد الشہادۃ بان التفرد ظاہر فی الغلط وعلی ما فی الثانیۃ لم توجد علۃ الرد وہذا قال فی المحیط فلایکون تفردہ بالرؤیۃ خلاف الظاہر **قولہ** وبقیۃ الاشہر

---

[1] ترجمہ: جب آسمان صاف ہو تو ہلال روزہ وعید کے قبول کو جماعت عظیم کی خبر ضرور ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اُس میں صرف دو ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے ایسا ہی بحرالرائق میں ہے اور جماعت عظیم میں عدالت شرط نہیں ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے نہ آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے اور بحرالرائق میں فرمایا کہ جب لوگ چاند دیکھنے میں کاہلی کریں تو اُس روایت پر عمل چاہئے کہ دو گواہ کافی ہیں کہ اب وہ وجہ نہ رہی کہ سب چاند دیکھنے میں مصروف تھے اور مطلع صاف تھا تو فقط انھیں دو کو نظر آنا بعید از قیاس ہے اور ولوالجیہ وظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں صرف تعدد گواہان کی شرط ہے اور تعدد دو سے بھی ہو گیا انتہی اور ہمارے زمانہ میں لوگوں کا کسل آنکھوں دیکھا ہے تو دو کی گواہی کو یہ نہ کہیں گے کہ جمہور کے خلاف انھیں کو کیسے نظر آ گیا جس سے گواہ کی غلطی ظاہر ہو تو ظاہر الروایۃ کی وجہ نہ رہی تو اس دوسری روایت پر فتوی دینا لازم ہوا اور کافی حاکم میں جس میں امام محمد کا تمام کلام کتب ظاہر الروایۃ کا جمع فرما دیا ہے یوں ہے کہ رمضان میں ایک مسلمان مرد یا عورت عادل یا مستور الحال کی گواہی مقبول ہے جبکہ یہ گواہی دے کہ اس نے جنگل میں دیکھا یا شہر میں دیکھا اور کوئی سبب ایسا تھا جس کے باعث اوروں کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

لا یقبل فیھا الا شھادة رجلین او رجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام بحر عن شرح مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی والظاھر انه فی الاھلة التسعة لافرق بین الغیم والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلة الموجبة لاشتراط الجمع الکثیر وھی توجه الکل طالبین ویؤیده قوله کما فی سائر الاحکام اھ ملتقطا حدیقہ ندیہ میں ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیھم ویصیرون ولاة فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم۔ **طریق دوم** شہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انھیں گواہ کیا انھوں نے اس گواہی کی گواہی دی یہ وہاں ہے کہ گواہانِ اصل حاضری سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہوجا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا۔ گواہانِ فرع یہاں آکر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہوجا۔ پھر اصل شہادت رویت میں اختلافِ احوال کے ساتھ جو احکام گزرے ان کا لحاظ ضرور ہے مثلاً اگر رمضان میں مطلع صاف تھا تو صرف ایک کی گواہی مسموع نہ ہونی چاہیے جب تک جنگل میں یا بلند مکان پر دیکھنا نہ بیان کرے یونہی ایک کی شہادت اور اس کی شہادت پر بھی صرف ایک ہی شاہد اگرچہ کنیز مستورۃ الحال ہو بس ہے اور باقی مہینوں میں یہ تو ہمیشہ ضرور ہے کہ ہر گواہ کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورت عادل گواہ ہوں اگرچہ یہی دو مرد ان دو اصل میں ہر ایک کے شاہد ہوں مثلاً جہاں عیدین میں صرف دو عادلوں کی گواہی مقبول ہے زید و عمرو دو عادلوں نے چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی شہادت پر بکر و خالد دو مرد عادل کو گواہ کردیا کہ یہاں اگر بکر اور خالد ہر ایک نے زید و عمرو دونوں کی گواہی پر گواہی دی کافی ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ کے جدا جدا دو گواہ ہوں یونہی یہ بھی جائز ہے اصل خود آکر گواہی دے اور دوسرا گواہ اپنی گواہی پر دو گواہ جداگانہ کر بھیجے ہاں یہ جائز نہیں کہ ایک گواہ اصل کے دو گواہ ہوں اور انھیں دونوں میں سے ایک خود اپنی شہادت ذاتی بھی دے۔ درمختار میں ہے الشھادة علی الشھادة مقبولة وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود بشرط تعذر حضور الاصل بمرض او سفر واکتفی الثانی بغیبته بحیث یتعذر ان

نظر نہ آیا انتہی اور ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں اس لیے کہ جماعت عظیم کی شرط وہاں ہے کہ گواہ شہر میں غیر مکان بلند پر ہو تو پچھلی روایت اس پہلی کے اطلاق کی قید بتاتی ہے اور اس پر دلیل یہ کہ پہلی میں ایک کی گواہی نہ ماننے کی وجہ یہ فرمائی تھی کہ تنہا اس کا دیکھنا غلطی میں ظاہر ہے اور اس پچھلی صورت یعنی جبکہ وہ جنگل میں یا بلند مکان پر تھا وہ رد کی وجہ نہ پائی گئی تو اسی محیط میں فرمایا کہ اس حالت میں تنہا اس کا دیکھنا خلاف ظاہر نہ ہوگا اور باقی نو مہینوں میں مقبول نہ ہوگی مگر گواہی دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں عادل آزاد کی جن پر حد قذف نہ لگ چکی ہو جیسے باقی تمام معاملات میں۔ اسی طرح بحر الرائق میں امام اسبیجابی کی شرح مختصر طحاوی سے ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان نو چاندوں میں صفا و عدم صفائی مطلع کا کچھ فرق نہیں ہر حال میں دو کی گواہی قبول ہوگی کہ وہ وجہ جو وہاں شرط جماعت عظیم کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یبیت باھلہ واستحسنہ غیر واحد وفی القھستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف او کون المرأۃ مخدرۃ لاتخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ عند الشھادۃ عند القاضی قید للکل وشرط لشھادۃ من دنصاب ولو رجلا وامرأتین عن کل اصل ولو امرأۃ لاتغایر فرعی ھذا وذاک وکیفیتھا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنہ بحر اشھد علی شھادتی انی اشھد بکذا ویقول الفرع اشھد ان فلانا اشھدنی علی شھادتہ بکذا وقال لی اشھد علی شھادتی بذلک اھ مختصرا۔ اُسی کے بیان ہلال رمضان میں ہے وتقبل[۲] شھادۃ واحد علی اٰخر کعبد وانثی ولو علی مثلہ۔ ردالمحتار میں ہے لو شھد[۳] اعلی شھادۃ رجل واحد ھما یشھد بنفسہ ایضا لم یجز کذا فی محیط السرخسی فتاوی الھندیۃ ولو شھد واحد علی شھادۃ نفسہ واٰخران علی شھادۃ غیرہ لم یصح صرح بہ فی البزازیۃ اھ مختصرا۔ فتاوی عالمگیریہ میں ذخیرہ سے ہے ینبغی ان یذکر الفرع اسم الشاھد الاصل واسم ابیہ وجدہ حتی لو ترک ذلک فالقاضی لایقبل شھادتھا۔ شہادۃ علی الشہادۃ میں یہ بھی ضرور ہے کہ اُس کے مطابق حکم ہونے تک گواہانِ اصل بھی اہلیتِ شہادت پر باقی رہیں اور شہادت کی تکذیب نہ کریں مثلاً گواہانِ فرع نے ابھی گواہی نہ دی یا دی اور اُس پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ گواہانِ اصل سے کوئی گواہ اندھا یا گونگا یا مجنون یا معاذ اللہ مرتد ہوگیا یا کہا کہ میں نے تو ان گواہوں کو اپنی شہادت کا گواہ نہ کیا تھا یا غلطی سے گواہ کردیا تھا تو یہ شہادت باطل ہوجائے گی درمختار میں ہے تبطل شھادۃ الفروع بخروج اصلہ عن اھلیتھا کخرس وعمی وبانکار اصلہ الشھادۃ کقولھم مالنا شھادۃ اولم نشھدھم او اشھد ناھم وغلطنا اھ

باعث تھی کہ سب ہلال کو تلاش کرتے ہیں یہاں موجود نہیں کہ ان نو مہینوں کا چاند عام لوگ تلاش نہیں کرتے ہیں

——— اور اس کی تائید کرتا ہے امام اسبیجابی کا وہ فرمانا کہ ان میں وہ درکار ہے جو باقی تمام معاملات میں[۳]

ترجمہ: جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو معاملاتِ شرعیہ میں کفایت کرسکے تو شرعی سب کام علماء کو سپرد ہوں گے اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملہ شرعیہ میں اُن کی طرف رجوع کریں وہ علماء ہی قاضی وحاکم سمجھے جائیں گے پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کا اتباع کریں اگر ضلع میں عالم کثیر ہوں تو جو سب میں زیادہ احکامِ شریعت کا علم رکھتا ہے اُس کی پیروی ہوگی اور اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈال لیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ ؎۲ ترجمہ: گواہی پر گواہی مقبول ہے اگرچہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی درجے تک پہنچے مثلاً گواہانِ اصل نے زید وعمرو کو گواہ بنایا اُنہوں نے اپنی اس شہادت علی الشہادۃ پر بکر وخالد کو گواہ کردیا خالد نے اپنی اس شہادۃ علی الشہادت پر سعید وحمید کو شاہد بنالیا وعلی ہذا القیاس اور مذہب صحیح پر یہ امر حدود وقصاص کے سوا ہر حق میں جائز ہے اس شرط سے کہ جس وقت قاضی کے حضور ادائے شہادت ہوئی اُس وقت وہاں اصل گواہ کا آنا مرض یا سفر یا زن پردہ نشین ہونے کے باعث متعذر ہو اور امام ابی یوسف کے نزدیک تین منزل دُور ہونا ضرور نہیں بلکہ اتنی دوری کافی ہے کہ گواہی دے کر رات کو اپنے گھر نہ پہنچ سکے بکثرت مشائخ نے اسی قول کو پسند کیا اور قہستانی وسراجیہ میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے مصنف نے اسے مسلّم رکھا اور عورت کی پردہ نشینی یہ کہ مردوں کے مجمع سے بچتی ہو اگرچہ اپنی کسی ضرورت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مختصراً **طریق سوم** شہادۃ علی القضاء یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شرع کے حضور رویت ہلال پر شہادتیں گزریں اور اُس نے ثبوت ہلال کا حکم دیا دو شاہدان عادل اس گواہی و حکم کے وقت حاضر دار القضاء تھے انھوں نے یہاں حاکم اسلام قاضی شرع یا وہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو ہونے کی گواہیاں گذریں اور حاکم موصوف نے اُن گواہیوں پر ثبوت ہلال مذکور شام فلاں روز کا حکم دیا فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے لوشھدوا ان قاضی بلدۃ کذا شھد عندہ اثنان برؤیۃ الھلال فی لیلۃ کذا و قضی بشھادتھما جاز لھذا القاضی ان یحکم بشھادتھما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شھدوا بہ اسی طرح فتاوی قاضیخاں وفتاوی خلاصہ وغیرہما میں ہے (**قلت** وقیدہ فی التنویر تبعًا للذخیرۃ عن مجموع النوازل باستجماع شرائط الدعوی ووجھہ العلامۃ الشامی بتوجیھین لنا فی کل منھما کلام حققناہ فیما علیہ علقناہ فراجعہ ثم فانہ من الفوائد المھمۃ) **طریق چہارم** کتاب القاضی الی القاضی یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لیے مقرر کیا ہو اُس کے سامنے شرعی گواہی گزری اُس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اُس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کرسکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کاتب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنادے یا اس کا مضمون بتادے اور خط بند کرکے اُن کے سامنے سربمہر کردے اور اولی یہ کہ اُس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچے پر الگ لکھ کر بھی ان

کے لیے باہر نکلے یا حمام جائے ایسا ہی قنیہ میں ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ اصل گواہ اگرچہ عورت کی گواہی پر پورا نصاب شہادت یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہی دیں ہاں یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو جداگانہ گواہوں اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ فرع سے اگرچہ وہ اس کا بیٹا ہو خطاب کرکے کہے تو میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں اور گواہ فرع یوں ادائے شہادت کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا۔ ۲؎ ترجمہ:۔ ایک کی گواہی دوسرے پر مثلاً غلام یا عورت کی شہادت اگرچہ ایسی ہی جیسے پر ہلال رمضان میں مقبول ہے جبکہ ایک کی گواہی وہاں مسموع ہونے کے قابل ہو جیسے بحالت ناصافی مطلع ۳؎ ترجمہ:۔ اگر دو گواہوں نے ایک مرد کی شہادت پر شہادت کی اور اُن میں ایک خود بذاتہ گواہ ہے تو یہ جائز نہیں ایسا ہی فتاوی عالمگیری میں محیط امام سرخسی سے ہے اور اگر ایک نے خود گواہی دی اور دوسرے دو نے اور شخص کی شہادت پر شہادت ادا کی تو یہ درست ہے بزازیہ میں اس کی تصریح ہے ۱۲ ۴؎ گواہ فرع کو چاہیے کہ گواہ اصل اور اس کے باپ اور دادا کا نام ذکر کرے یہاں تک کہ اگر اسے چھوڑ دے گا تو حاکم اس کی گواہی قبول نہ کرے گا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شہود کو دے کہ اُسے یاد کرتے رہیں یہ آکر مضمون پر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے اور سربمہر خط اس قاضی کے حوالہ کریں یہ زیادہ احتیاط کے لیے ہے ورنہ خیر اسی قدر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتیں عادل کو خط سپرد کرکے گواہ کرے اور وہ با احتیاط یہاں لاکر شہادت دیں) بغیر اس کے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اُس پر اُس کی اور اُس کے محکمۂ قضا کی مہر بھی لگی ہو (اور یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک یہ خط قاضی مکتوب الیہ کو پہنچے اور وہ اُسے پڑھ لے اُس وقت تک کاتب زندہ رہے اور معزول نہ ہو ورنہ اگر خط پڑھے جانے سے پہلے مرگیا یا برخاست ہوگیا تو اس پر عمل نہ ہوگا اور بعد زندگی یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک مکتوب الیہ اس خط کے مطابق حکم نہ کرلے اس وقت تک کاتب عہدۂ قضا کا اہل رہے ورنہ اگر حکم سے پہلے کاتب مثلاً مجنون یا مرتد یا اندھا ہوگیا تو بھی خط بیکار ہوجائے گا۔ درمختار میں ہے: القاضی یکتب الی القاضی بحکمہ ان لم یعلم بالاستشہاد لیحکم المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وقرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بما فیہ وختم عندہم وسلم الیہم بعد کتابۃ عنوانہ وھو ان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی (ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل القراءۃ وبجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ لخروجہ عن الاھلیۃ وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ من الاھلیۃ الا اذا عمم) ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام۔ درر وغرر میں ہے: لا یقبلہ ایضا الا بشہادۃ رجلین او رجل وامرأتین لان الکتاب قد یزور اذ الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ۔ **طریق پنجم** استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اُسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور وہ خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم و ملازم ہے یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ و عیدین اُس کے فتوے سے نفاذ پاتے ہیں عوام کالانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھہرالیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بربنائے رؤیت روزہ ہوا یا عید کی گئی مجرد بازاری افواہ کہ خبر اُڑ گئی اور قائل کا پتا نہیں۔ پوچھئے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ منتہائے سند دو ایک شخصوں کے محض حکایت کہ اُنہوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہوگئی ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رؤیت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی یا شہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبۂ ظن ملتحق بالیقین وہاں رؤیت و صوم و عید کا ہونا ثابت ہوگا اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام و حکام کی وہاں پابندی دائمی ہے تو ضرور مظنون ہوگا کہ امر بحکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہوجائے گی اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر ایک شہر جہاں نہ کوئی قاضی شرع نہ مفتی اسلام یا مفتی ہے مگر نااہل جسے خود احکام شرع کی تمیز نہیں جیسے آج کل کے بہت مدعیان خام بیمار خصوصاً وہابیہ خصوصاً نامقلدین وغیرہم فجار یا بعض سلیم الطبع سنی ناقص العلم ناتجربہ کار یا مفتی محقق معتمد عالم مستند ہے مگر عوام خود سر اُس کے منتظر احکام نہیں بلکہ خویش اپنے قیاسات فاسدہ پر جب چاہیں عید و رمضان قرار دے

http://ataunnabi.blogspot.in

لیتے ہیں ایسے شہروں کی شہرت بلکہ تواتر بھی اصلاً قابلِ قبول نہیں کہ اُس سے کسی حجتِ شرعیہ کا ثبوت نہ ہوا۔ درمختار میں ہے: شھدوا انہ
شھد عند قاضی مصر کذا شاھدان برؤیۃ الھلال وقضی بہ القاضی بشھادتھما لان قضاء القاضی حجۃ
وشھدوا بہ لا لو شھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمھم علی الصحیح
من المذھب مجتبی وغیرہ۔ ردالمحتار میں ہے: ھذہ الاستفاضۃ لیس فیھا شھادۃ علی قضاء قاض ولا علی شھادۃ
لکن لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بھا لان
البلدۃ لاتخلو عن حاکم شرعی عادۃ فلابد من ان یکون صومھم مبنیا علی حکم حاکمھم الشرعی فکانت تلک
الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور الخ۔ اُسی میں ہے: قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک بلدۃ
جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم
بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد ان فی اٰخر
الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ ویتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لا ندری من قالھا فمثل
ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ قلت وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ
اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع۔ تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان میں ہے: لما کانت
الاستفاضۃ بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلک البلدۃ صاموا لزم العمل بھا لان المراد بھا بلدۃ
فیھا حاکم شرعی الخ۔ دربارۂ استفاضہ یہ تحقیق علامہ شامی کی ہے اور اس تقدیر پر وہ شرائط ضرور ہیں کہ صوم وعید بربنائے
حکم حاکم شرع عالم متبع احکام ہوا کرتا ہو، اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان
کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا ظاہراً اس تقدیر
پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضرور نہیں کہ رؤیت فی نفسہا حجت شرعیہ ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ
وافطروا لرؤیتہ جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے اُن کی رؤیت کی ناقل ہے تو رؤیت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی
حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اُس سے اقوٰی ہے کہ شہادت برخلاف تواتر کے رد کردی جائے
اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔ عالمگیریہ میں محیط سے ہے: ان وجد کلھم غیر ثقات یعتمد علی ذلک بتواتر
الاخبار۔ درمختار میں ہے: شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ۔ ردالمحتار میں ہے: فی النوادر عن الثانی شھد علیہ بقول او فعل یلزم علیہ بذلک اجارۃ او بیع
او کتابۃ او طلاق او عتاق او قتل او قصاص فی مکان او زمان او صفات فبرھن المشھود علیہ انہ
لم یکن ثمہ یومئذ لاتقبل لکن قال المحیط فی الحادی والخمسین ان تواتر عند الناس وعلم الکل عدم
کونہ فی ذلک المکان والزمان لاتسمع الدعوی ویقضی بفراغ الذمۃ لانہ یلزم تکذیب الثابت بالضرورۃ
عقود الدریہ میں فتاوٰی صغرٰی سے ہے: البینۃ اذا قامت علی خلاف المشھور المتواتر لاتقبل وھو ان یشتھر ویسمع

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

من قوم کثیر لایتصور اجتماعھم علی الکذب کلام علما مثلاً قول مذکور درمختار کے لواستفاض الخبر فی البلدۃ الاخری اور قول ذخیرہ قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اھل البلدۃ الاخری یلزمھم حکم ھذہ البلدۃ وغیر ذلک بلاشبہہ اس صورت کو بھی شامل واللہ تعالٰی اعلم باحکامہ **طریق ششم** اکمال عدت یعنی جب ایک مہینہ کے تیس۳۰ دن کامل ہوجائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہوجائے گا اگرچہ اس کے لیے رویت شہادت حکم استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو کہ مہینہ تیس۳۰ سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین اگر انتیس کو مطلع صاف نہ ہو تو تیس کی گنتی پوری کرلو رواہ الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یہ طریقہ صفائی مطلع کی حالت میں کافی ہے اگرچہ ہلال نظر نہ آئے جبکہ گزشتہ ہلال رویت واضحہ یا دو گواہان عادل کی شہادت سے ثابت ہولیا ہو ہاں اگر ایک گواہ کی شہادت پر ہلال رمضان مان لیا اور اس حساب سے تیس دن آج پورے ہوگئے اور اب مطلع روشن ہے اور عید کا چاند نظر نہیں آتا تو یہ اکمال عدت کافی نہ ہوگا بلکہ صبح ایک روزہ اور رکھیں کہ اگلے ہلال کا ثبوت حجت تامہ سے نہ تھا اور باوصف صفائی مطلع تیس۳۰ کے بعد بھی چاند نظر نہ آنا صاف گواہ ہے کہ اس گواہ نے غلطی کی اور جبکہ وہ ہلال حجت تامہ دو گواہان عادل سے ثابت تھا تو آج باوصف مطلع نظر نہ آنا اس پر محمول ہوگا کہ ہلال بہت باریک ہے اور کوئی بخار قلیل المقدار خاص اُسی کے سامنے حاجب ہے جسے صفائی عامہ افق کے سبب نظر صفائی مطلع گمان کرتی ہے یا اُس کے سوا کوئی اور مانع خفی خلاف معتاد ہے ہاں اگر آج ابر و غبار ہے تو مطلقاً تیس۳۰ پورے کرکے عید کرلیں گے اگرچہ ہلال رمضان ایک ہی شاہد کی شہادت سے مانا ہو کہ اب اُس کی غلطی ظاہر نہ ہوئی تنویر میں ہے بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر وبقول عدل لا درمختار میں ہے نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا الخ وتمام تحقیقہ فی ردالمحتار وما علقنا علیہ **طریق ہفتم** علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا ظاہر ہے کہ یہاں بھی وہی شرائط مشروط ہوں گے کہ اسلامی شہر میں حاکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فیر صرف بحالت ثبوت شرعی رویت ہلال ہوا کرتے ہوں کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا احتمال نہ ہو ورنہ شہر اگرچہ اسلامی ہو مگر وہاں احکام شرعیہ کی قدر نہیں احکام جہال بے خرد یا نیچری رافضی وغیرہم بدمذہبوں کے حوالے ہیں جنہیں نہ قواعد شرعیہ معلوم نہ اُن کے اتباع کی پرواہ اپنی رائے ناقص میں جو آیا اُس پر حکم لگا دیا توپیں چل گئیں تو ایسی بے سروپا باتیں کیا قابل لحاظ ہوسکتی ہیں کما لایخفی پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابل اعتماد ہوں اُن پر عمل اہل دیہات ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عند التحقیق خاص اُس شہر والوں کو بھی اُن پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اُس کا اُن پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فیر یا ڈھنڈورا وغیرہ **اقول** یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتی کہ اُس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ بے حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہوسکتا عالمگیریہ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فاسقاکذا فی جواہر الاخلاطی۔ ردالمحتار میں ہے: قلت والظاہر انہ یلزم اہل القری الصوم بسماع المدافع او رؤیۃ القنادیل من المصر لانہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید اذلا یفعل مثل ذلک عادۃ فی لیلۃ الشک الا لثبوت رمضان۔ منحۃ الخالق میں ہے: ینبغی کون عندنا العمل بالامارات الظاہرۃ الدالۃ علی ثبوت الشہر کضرب المدافع فی زماننا والظاہر وجوب العمل بہا علی من سمعہا ممن کان غائبا عن المصر کاہل القری ونحوہا کما یجب العمل بہا علی اہل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شہادۃ الشہود وقد ذکر ہذا الفرع الشافعیۃ فصرح ابن حجر فی التحفۃ انہ یثبت بالامارۃ الظاہرۃ الدالۃ التی لا تتخلف عادۃ کرؤیۃ القنادیل المعلقۃ بالمنابر قال ومخالفۃ جمع فی ذلک غیر صحیحۃ اھ **تنبیہ دربارہ ہلال غیر رمضان وشوال** جہاں دوسرے شہر کی رؤیت سے یہاں حکم ثابت کیا جائے جیسے دوم سے پنجم تک چار طریقوں میں اُن کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ دوسرا شہر اس شہر سے اس قدر مغرب کو نہ ہٹا ہو جس کے باعث رؤیت ہلال میں اختلاف پڑسکے جب تو وہ طریقے ہر ہلال میں کام دیں گے ورنہ غیر رمضان وشوال میں معتبر نہ ہوں گے یعنی اگر وہ شہر اس شہر سے اتنا غربی ہے جس کی مقدار بعض علماء نے یہ رکھی ہے کہ بہتّر میل یا زیادہ اُس کا طول شرقی اُس کے طول شرقی سے کم ہو اور وہاں کی رؤیت ہلال ذی الحجہ پر مثلاً شہادت یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضا گزری یا کتاب القاضی یا خبر متواتر آئی تو یہاں اس پر عمل نہ ہوگا بلکہ اپنے ہی شہر یا اس کے قریب مواضع یا شرقی بلاد سے اگرچہ کتنے ہی فاصلے پر ہوں ثبوت آنے پر مدار رکھیں گے اور نہ ملا تو تیس کی گنتی پوری کریں گے، ردالمحتار میں فرمایا: یفہم من کلامہم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمہم شیئ لوظہر انہ رؤی فی بلدۃ اخری قبلہم بیوم وہل یقال کذلک فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ والظاہر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وہذا بخلاف الاضحیۃ فالظاہر انہا کاوقات الصلٰوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندہم فتجزئ الاضحیۃ فی الیوم الثالث عشر وان کان علی رؤیا غیرہم ہو الرابع عشر۔ **اقول** مگر صحیح اس کے خلاف ہے، کلام علماء صاف مطلق وعام اور اس تخصیص میں بوجوہ کلام فان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علل اسقاط اعتبار الحساب بانا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب کما رواہ الشیخان وابوداؤد والنسائی وغیرہم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وہذہ العلۃ تعم الاہلۃ وہذا وان کان خلاف القیاس فلا یمتنع الالحاق بہ دلالۃ وان امتنع قیاسا کما قد نص علیہ العلماء ومنہم العلامۃ الشامی فی نفس ہذا الکتاب ولا شک ان ذا الحجۃ کالفطر سواء بسواء وقد قال رسول اللہ وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفطر یوم یفطر الناس والاضحی یوم یضحی الناس۔ اخرجہ الترمذی بسند صحیح عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فطرکم یوم تفطرون واضحاکم یوم تضحون رواہ ابوداؤد والبیہقی بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم **اقول** ہذا کلہ کلام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

محصر علی تسلیم ان النوط بالرؤیۃ انما ورد فی الصوم والفطر ولیس کذلک بل قد ثبت کذلک فی الاضحیۃ فقد اخرج ابوداؤد والدارقطنی عن امیر مکۃ الحارث بن حاطب رضی اﷲ تعالٰی عنہ قال عھد الینا رسول اﷲ صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم ان ننسک للرؤیۃ فان لم نرہ وشھد شاھدا عدل نسکنا بشھادتھما قال الدارقطنی ھذا اسناد متصل صحیح فانقطع مبنی البحث من راسہ واستبان الحق وﷲ الحمد اما المتمسک بہ من مسئلۃ الحج **فاقول** لاتجدی فیما نحن فیہ اذ انما فیہا اری لدفع الحرج العظیم ولنظیرہ ما فی التنویر والدر تبیین ان الامام صلی بغیر طھارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من قال لایعید الصلاۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتھاد فیہ مساغ زیلعی کما لو شھدوا انہ یوم العید فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزأتھم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ لایمکن التحرز عن مثل ھذا الخطاء فیحکم بالجواز صیانۃ لجمع المسلمین زیلعی اھ ملخصا مصححا ثم رأیت بحمد اﷲ التصریح بہ فی اللباب وشرحہ بل فی نفس الشرح المتعلق بہ رد المحتار حیث قال شھدوا بعد الوقوف بوقوفہم بعد وقتہ لاتقبل شھادتھم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشھود للحرج الشدید الخ فقد ظھر الحق والحمد ﷲ رب العالمین **غرض ثبوت ہلال کے شرعی طریقے یہ** ہیں ان کے سوا جس قدر طرق لوگوں نے ایجاد کیے محض باطل ومخذول وناقابل قبول ہیں خیالات عوام کا حصر کیا ہو مگر آجکل جہال میں غلط طریقے جو زیادہ رائج ہیں وہ بھی سات ہیں **یکم** حکایت رویت یعنی کچھ لوگ کہیں سے آئے اور خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند دیکھا گیا وہاں سے حساب سے آج تاریخ یہ ہے ظاہر ہے کہ یہ نہ شہادت رؤیت ہے کہ انہوں نے خود نہ دیکھا نہ شہادت علی الشہادۃ کہ دیکھنے والے ان کے سامنے گواہی دیتے اور انھیں اپنی گواہیوں کا حامل بناتے اور یہ حسب قواعد شرعیہ یہاں شہادت دیتے بلکہ مجرد حکایت جس کا شرع میں اصلا اعتبار نہیں اگرچہ یہ لوگ بھی ثقہ معتمد ہوں اور جن کا دیکھنا بیان کریں وہ بھی ثقہ مستند ہوں نہ کہ جہال میں تو یہ رائج ہے کہ کوئی آئے کیسا ہی آئے کسی کے دیکھنے کی خبر لائے اگرچہ خود اس کا نام بھی نہ بتائے بلکہ سب سے اُس سے واقف ہی نہ ہو ایسی مہمل خبروں پر اعتماد کرلیتے ہیں فتح القدیر وبحرالرائق وعلمگیریہ وغیرہا میں ہے لو شھد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یر ھؤلاء الھلال لایباح فطر غد ولا ترک التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم **دوم** افواہ۔ شہر میں خبر اُڑجاتی ہے کہ فلاں جگہ چاند ہوا جاہل اسے تواتر واستفاضہ سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جس سے پوچھئے سُنی ہوئی کہتا ہے ٹھیک پتہ کوئی نہیں دیتا یا منتہائے سند صرف دو ایک شخص ہوتے ہیں اسے استفاضہ سمجھ لینا محض جہالت ہے اس کی صورتیں وہ ہیں جو ہم نے طریق پنجم میں ذکر کیں منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے اعلم ان المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت الی بلدۃ التی لم یثبت بھا لامجرد الاستفاضۃ لانھا قد تکون مبنیۃ علی اخبار رجل واحد مثلا فیشیع الخبر عنہ ولاشک ان ھذا لایکفی بدلیل قولھم اذا استفاض الخبر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وتحقق فان التحقق لایکون الا بما ذکرنا۔ فقیر کو بارہا تجربہ ہوا کہ ایسی شہرتیں محض بے سروپا نکلتی ہیں، اسی ذی الحجہ میں خبر شائع ہوئی کہ آنولے میں چاند ہوا ہے وہاں عام لوگوں نے دیکھا اور فقیر کے ایک دوست کا خاص نام بھی لیا گیا وہ آئے اور خود اپنی رؤیت اور وہاں سب کا دیکھنا بیان کرتے تھے فقیر نے اُن کے پاس ایک معتمد کو بھیجا وہاں سے جواب ملا کہ یہاں برغلبہ گمان میں نے دیکھا نہ کسی اور نے دیکھا، پھر خبر اڑی کہ شاہجہانپور میں تو ایک ایک شخص نے دیکھا فقیر نے وہاں بھی ایک معتمد ثقہ کو اپنے ایک دوست عالم کے پاس بھیجا انھوں نے فرمایا اس کا حال میں آپ کو مشاہدہ کرائے دیتا ہوں اُن کا ہاتھ پکڑ کر شہر میں گشت کیا دروازہ دروازہ دریافت کرتے پھرے عید کب ہے؟ کہا جمعہ کی۔ کہا کیا چاند دیکھا؟ کہا کہ دیکھا تو نہیں، کہا پھر کیوں؟ اس کا جواب کچھ نہ تھا، شہر بھر سے یہی جواب ملا صرف ایک شخص نے کہا میں نے منگل کو چاند دیکھا تھا اور میرے ساتھ فلاں فلاں صاحب نے بھی۔ اب یہ عالم مع اُن معتمد کے دوسرے صاحب کے پاس گئے اُن سے دریافت کیا کہا وہ غلط کہتا تھا اور خود ان دونوں صاحبوں کے ساتھ اُن گواہ صاحب کے پاس آئے اب یہ بھی پلٹ گئے کہ ہاں کچھ یاد نہیں، پھر خبر گرم ہوئی کہ رامپور میں چاند دیکھا گیا اور جمعہ کی عید قرار پائی، فقیر نے دو ثقہ شخصوں کو وہاں کے دو علمائے کرام اپنے احباب کے پاس بھیجا معلوم ہوا وہاں بھی ابر تھا کسی نے بھی نہ دیکھا بارے اتنا معلوم ہوا کہ وہاں دو شخص دہلی سے دیکھ کر آئے ہیں ان علماء نے ان دو شاہدوں کو بلا کر ان دو ثقات کے سامنے شہادت دلوائی اور جو الفاظ فقیر نے انھیں لکھوا دیے تھے وہ ان سے کہلوا کر ان کو تحمیل شہادت کرائی اور دونوں عالم صاحبوں نے خود ان دو ثقوں شہود اصل کا تزکیہ کیا اب ان دونوں فرع نے یہاں آکر شہادت علی الشہادت حسب قاعدہ شرعیہ دی اُس وقت فقیر نے عید جمعہ کا فتوٰی دیا، دیکھئے افواہ اخبار کی یہ حالت ہوتی ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوم خطوط و اخبار۔ بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ فلاں جگہ سے خط آیا فلاں اخبار میں یہ لکھا پایا حالانکہ ہم طریق چہارم میں بیان کر چکے کہ حاکم شرع کا خاص مہری دستخطی خط جس پر خود اس کی اور محکمہ دار القضا کی مہر لگی اور اُس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہو اور یہاں بھی حاکم شرع کے نام آئے ہرگز بغیر دو شاہدان عادل کے جنھیں لکھ کر اپنی کتاب کا گواہ بنا کر خط سپرد کیا اور یہاں انھوں نے حاکم شرع کو دے کر شہادت ادا کی ہو مقبول نہیں پھر یہ ڈاک کے پرچے کیا قابل التفات ہوسکتے ہیں اور اخباری گپیں تو اصلاً نام لینے کی بھی قابل نہیں۔ درمختار میں ہے لایعمل بالخط۔ ہدایہ میں ہے الخط یشبه الخط فلا یعتبر۔ **چہارم تار** یہ خط سے بھی زیادہ بے اعتبار، خط میں کاتب کے ہاتھ کی علامت تو ہوتی ہے یہاں اس قدر بھی نہیں تو اس پر عمل کو کون کہے گا مگر اجہل سا اجہل جسے علم کے نام سے بھی مس نہیں، فقیر نے اس کے رد میں ایک مفصل فتوٰی لکھا اور بحمد اللہ تعالٰی اُس پر ہندوستان کے بکثرت علما نے مہریں کیں کلکتے میں چھپ کر شائع ہوا تھا، گنگوہی ملا نے اپنے ایک فتوٰی میں تار کی خبر اس باب میں معتبر ٹھہرائی اور اُسے تحریر خط پر قیاس کیا تھا کہ "تار کی خبر مثل تحریر خط کے خبر کے ہے کیونکہ تحریر میں حروف اصطلاحی ہیں جس سے مطلب معلوم ہوجاتا ہے خواہ بحرکت قلم پیدا ہوویں خواہ کسی لاٹھی یا بانس طویل کی حرکت سے (الی قولہ) بہرحال خبر تار کی مثل خط ہے اور معتبر ہے" یعنی خط میں قلم سے لکھتے ہیں تار دینا ایسا ہے کہ کسی بڑے بانس سے جو ہزاروں کوس تک لمبا ہے لکھ دیا تو جیسے وہ معتبر ہے ویسے ہی یہ بلکہ یہ تو زیادہ معتبر ہونا چاہئے کہ وہاں چھوٹا سا قلم ہے اور یہاں اتنا بڑا بانس تو اعتبار بھی اسی نسبت پر بڑھنا چاہئے شملہ بمقدار قلم قیاس تو اچھا دوڑا تھا مگر افسوس کہ شرعاً محض مردود وناکا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رہا اولاً خط و تار میں جو فرق ہے ہم نے اپنے فتوٰی مفصلہ میں ذکر کیے جو اس قیاس کو از بیخ برکندہ کرتے ہیں اور ان سے قطع نظر بھی کیجئے تو بحکم شرع خط ہی پر عمل حرام پھر اس بانس کے قیاس کا کیا کام حکم مقیس علیہ میں باطل ہے تو مقیس آپ ہی عاری و عاطل ہے مولوی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوی میں خط و تار کو بے اعتبار ہی ٹھہرایا اور اس حکم میں حق کی موافقت کی مگر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہوسکتا ہے اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط استفاضہ کے معنی جو علما نے بیان فرمائے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے متعدد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہئے یہاں اگر متعدد جگہ سے خط یا تار آئے بھی تو اولاً وہ ان وجوہ ناجوازی سے جنھیں ہم نے اس فتوٰی میں مفصلاً ذکر کیا ہرگز بیان مقبول کے سلسلے میں نہیں آسکتے ڈاک کے منشی تار کے بابو چٹھی رساں اکثر کفار یا عموماً جاہل یا فساق فجار ہوتے ہیں اور بالفرض باطل آئیں بھی تو یہ تعدد مخبر عنہ میں ہوا نہ مخبرین میں کہ یہاں تار لینے والے بابو اگر مسلمان ثقہ ہوں بھی تو ہرگز اتنی جماعات متعددہ نہ ہوں گی جن کی اخبار پر یقین شرعی حاصل ہو بلکہ عامہ بلاد میں صرف دو ایک ہی تار گھر ہوتے اور صدر ڈاک خانہ تو ایک ہی ہوتا ہے اگرچہ بڑے شہر میں تقسیم کے لیے دو چار برانچ اور بھی ہوں بہر حال یہ خط یا تار ہم کو تو معدودے چند ہی ذریعے سے ملیں گے پھر استفاضے سے کیا علاقہ ہوا کیا اگر زید آکر کہہ دے کہ فلاں جگہ لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا تو یہ خبر مستفیض کہلائے گی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم **پنجم جنتریوں کا بیان** کہ فلاں دن پہلی ہے۔ اول بعض علمائے شافعیہ وبعض معتزلہ وغیرہم کا خیال اس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل منجموں کا قول اس بارے میں معتبر ہوسکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب اُن کی ایک جماعت کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں مہینے کی یکم فلاں روز ہے تو مقبول ہونے کے قابل ہے اگرچہ واجب العمل کسی کے نزدیک نہیں مگر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور محققین اعلام اسے اصلاً تسلیم نہیں فرماتے اور اس پر عمل جائز ہی نہیں رکھتے اور یہی حق ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث میں یہاں قول منجمین سے قطع نظر وعدم لحاظ کی تصریح فرماچکے پھر اب اُس پر عمل کا کیا محل درمختار میں ہے لاعبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب ردالمحتار میں ہے بل فی المعراج لایعتبر قولھم بالاجماع ولایجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ جب منجمین مسلمین ثقات عدول کے بیان کا یہ حال تو آجکل کی جنتریاں جو عموماً ہنود وغیرہم کفار شائع کرتے ہیں یا بعض نیچری نام کے مسلمان یا بعض مسلمان بھی تو وہ بھی انھیں ہندوانی جنتریوں کی پیروی سے کیا قابل التفات ہوسکتی ہیں؟ فقیر نے بیس۲۰ برس سے بڑی بڑی نامی جنتریاں دیکھیں اول مصرانی ہیئت ہی ناقص ومختل ہے پھر ان جنتری سازوں کو اس کی بھی پوری تمیز نہیں تقویمات کواکب میں وہ وہ سخت فاحش غلطیاں دیکھنے میں آئیں جنھیں کوئی سمجھ وال بچہ بھی نہ پڑتا پھر یہ کیا اور ان کی جنتری کیا اور ان کی دوج اور پڑوا کی کیسے پروا **ششم قیاسات وقرائن** مثلاً چاند بڑا تھا روشن تھا دیر تک رہا تو ضرور کل کا تھا آج بیٹھ کر نکلا تو ضرور پندرہویں ہے اٹھائیسویں کو نظر آیا تھا مہینہ تیس کا ہوگا اٹھائیسویں کو بہت دیکھا نظر نہ آیا مہینہ انتیس کا ہوگا یہ قیاسات تو حسابات کی وقعت بھی نہیں رکھتے پھر ان پر عمل محض جہل وزلل حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ قرب قیامت کی علامات سے ہے کہ ہلال پھولے ہوئے نکلیں گے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یعنی دیکھنے میں بڑے معلوم ہوں گے، رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا ویقال ھو لیلتین علامات قیامت سے ہے کہ چاند بے تکلف نظر آئے گا کہا جائے گا کہ دو رات کا ہے رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ صحیح مسلم شریف میں ابوالبختری سعید بن فیروز سے ہے قال خرجنا للعمرۃ فلما نزلنا ببطن نخلۃ قال ترا اینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین ——— قال فلقینا ابن عباس فقلنا انا رأینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین فقال ای لیلۃ رأیتموہ قال قلنا لیلۃ کذا وکذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدہ للرؤیۃ فھو للیلۃ رأیتموہ ہم عمرے کو چلے جب بطن نخلہ میں اُترے ہلال دیکھا کوئی بولا تین رات کا ہے کسی نے کہا دو رات کا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ملے اُن سے عرض کی کہ ہم نے ہلال دیکھا کوئی کہتا ہے تین شب کا ہے کوئی دو شب کا فرمایا تم نے کس رات دیکھا ہم نے کہا فلاں شب۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس کا مدار رویت پر رکھا ہے تو وہ اُسی رات کا ہے جس رات نظر آیا ہفتم کچھ استقرائی کچھ

اختراعی قاعدے مثلاً رجب کی چوتھی رمضان کی پہلی ہوگی رمضان کی پہلی ذی الحجہ کی دسویں

ہوگی اگلے رمضان کی پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوگی چار مہینے برابر تیس تیس کے ہوچکے ہیں یہ ضرور اونتیس کا ہوگا تین پے در پے اونتیس کے ہوئے ہیں یہ ضرور تیس کا ہوگا ان کا جواب اسی قدر میں ہے ما انزل اللہ بھا من سلطان حق سبحانہ نے ان باتوں پر کوئی دلیل نہ اتاری وجیز امام کردری میں ہے شھر رمضان جاء یوم الخمیس لایضحی ایضا فی یوم الخمیس مالم یتحقق انہ یوم النحر وما نقل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان یوم اول الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاق فی ھذہ السنۃ وکذا ما ھو الرابع من رجب لایلزم ان یکون غرۃ رمضان بل قد یتفق خزانۃ المفتین میں فتاوی کبری سے ہے ما یروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذلک العام بعینہ دون الابدلان من اول یوم رمضان الی غرۃ ذی الحجۃ ثلاثۃ اشھر فلا یوافق یوم النحر یوم الصوم الا ان یتم شھران من الثلثۃ وینقص الواحد فاذا تمت الشھور الثلثۃ تتاخر عنہ واذا انقصت الشھور الثلثۃ او شھران تقدم علیہ فلم یصح الاعتماد علی ھذا یہ کلام اجمالی بقدر کفایت ہے اور ان احکام کی تفصیل تام رسائل ومسائل فقیر میں ہے وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹: از پیلی بھیت مسئولہ عبدالجلیل سوداگر ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

جناب مولانا صاحب مکرم دام اکرامکم بعد ہدیہ سلام سنت الاسلام کے گزارش یہ ہے کہ اس مرتبہ رمضان المبارک کے چاند میں اختلاف ہوکر عید الفطر میں اکثر جگہ اتفاق ہوگیا ہے چنانچہ بریلی میں بھی جمعہ کی عید ہوئی سُنا گیا ہے کہ آپ نے پنجشنبہ کی شام کو بعد مغرب ارشاد فرمایا تھا کہ ہم کو بھی آج ۳۰ رمضان المبارک کا ہے اس وجہ سے ہم تراویح نہیں پڑھیں گے اور کل سے بروز جمعہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

روزہ نہیں رکھیں گے لیکن دوسروں کو حکم نہیں دیتے ہیں بعد کو شہادتوں سے چاند رمضان کا منگل کے دن ثابت ہو کر پنجشنبہ کو ۳۰ رمضان قرار پائی اور جمعہ کو عید ہوئی کارڈ ثانی پر جلد تحریر فرمائیے کہ آپ کا یقین مردوں کی باتوں پر تھا یا ذریعۂ الیمان کوئی اور تھا اور شہادتیں باہر سے آئے ہوئے لوگوں کی ہیں یا ہندوستان سے کسی مقام سے تحقیق ہوا اس لیے تصدیق کیا جاتا ہے کہ آئندہ کو کام آئے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہاں نہ منگل کو ہلال رمضان دکھائی دیا نہ پنجشنبہ کو ہلال عید ابر تھا اور بہت گہرا شب جمعہ میں میں نے تراویح پڑھیں اور صبح روزہ کی نیت تھی کہ دفعۃً میرٹھ سے کچھ لوگوں کے آنے کی خبر سنی جنہوں نے وہاں ہلال رمضان منگل کی شام کو دیکھا تھا وہ بلائے گئے اور انہوں نے شہادتیں دیں اور پوری تنقیح کی گئی اور رات کے ایک بجے صبح عید کا حکم دیا گیا اور اسی وقت سے شہر و شہر کہنہ و اطراف شہر میں اعلان کیا گیا یوں یہاں جمعہ کی عید ہوئی ورنہ افواہیں تو پہلے سے سنی جاتی تھیں جن پر حکم نہیں ہوسکتا تھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۱

از منڈی افریقہ مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

منڈی شہر میں سب آدمی مذہب شافعی ہیں اور حنفی مذہب والے ہم چند آدمی ہیں اب یہاں پر روزے ۲۹ ہوئے ۳۰ کی رات کو ابر بہت ہونے کے سبب سے چاند دیکھنے میں نہیں آیا لیکن بعد نماز مغرب کے تین شہر سے ٹیلی گراف آئے کہ ہم نے چاند دیکھا ہے شوال کا اور کل عید ہے لیکن یہاں کے قاضی صاحب نے ٹیلیگراف کی خبر کو قبول نہ کیا اور تراویح کی نماز پڑھی اور پڑھائی اور روزہ بھی سب نے رکھا لیکن جب سورج طلوع ہوا بعد دو ساعت کے منڈی شہر کے آس پاس کے گنبچوں سے آدمی آئے انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا تب قاضی صاحب نے شاہدوں سے گواہی لے کر روزہ کھولنے کا حکم دیا تب تمام آدمیوں نے روزہ توڑ دیا اور خود بھی قاضی صاحب نے روزہ توڑ دیا اس دن بہت دیر ہونے کے سبب عید کی نماز نہیں پڑھی گئی دوسرے دن عید کی نماز ہوئی اب ہم کو دوسرے آدمی کہتے ہیں کہ ہم کو ایک روزہ قضا کرنا چاہئے اب ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا ہم کو قضا کرنا پڑے گا۔

الجواب

تار برقیوں پر کہ قاضی نے اعتبار نہ کیا بہت صواب کیا ایسا ہی چاہیے تھا دربارہ ہلال خط یا تار کا کچھ اعتبار نہیں صبح کو جو چند شہادتیں گزریں وہ لوگ اگر ثقہ اور ہلال عید میں قابل قبول شہادت تھے اور اتنے فاصلہ پر تھے کہ رات کو آکر گواہی نہ دے سکتے تھے تو ان کی گواہی مان کر روزہ کھولنے کا حکم دینا بھی صحیح ہے اور اس روزہ کی قضا نہیں کہ ثبوت شرعی سے ثابت ہوگیا کہ وہ روز عید تھا نہ روزہ رمضان کا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہرت و استفاضہ جو دربارۂ ہلال شرعاً معتبر ہے اس کے کیا معنی ہیں اور مجرد شیوع و اشتہار خبر کافی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اصل یہ ہے کہ مدارِ کار حقیقۃً ثبوتِ رویت پر ہے ولہٰذا قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ، اخرجہ الشیخان وغیرھما والحدیث مشہور مستفیض اور رویت کا ثبوت شہادت سے منوط فان البینۃ کاسمہا مبینۃ اور شہادت کی حلت رویت سے مربوط اذ لاشہادۃ الا عن شہود شہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ علی القضاء قبول ہیں ان کی وجہ قبول یہی ہے کہ وہ مثبت شہادت معائنہ ہیں اما الاولٰی فظاھر واما الاخرٰی فلانہ لاحکم الا عن شہادۃ بینۃ المثبت مثبت تو ہر وہ گواہی کہ ان امور سے خالی ہو زنہار قابل قبول نہیں مثلاً ایک جماعت ثقات عدول یوں گواہی دے کہ فلاں جگہ چاند ہوا یا فلاں دن اُس شہر والوں نے روزہ رکھا یا آج اُن کے حساب سے فلاں تاریخ ہے ہرگز نہ مانیں گے یہاں تک کہ جو اس پر عمل کرے گا گنہگار ہوگا کہ یہ نہ شہادت رویت ہے نہ شہادت علی الشہادۃ نہ شہادت علی القضاء بلکہ مجرد حکایت ہے جو کسی طرح حجت نہیں فتح القدیر و فتاوٰی عالمگیری میں ہے انما یلزم الصوم متأخری الرؤیۃ اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب حتی لو شھد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یر ھؤلاء الھلال لایباح فطر غد ولا ترک التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم ہاں اگر رویت شہر دیگر کی خبر اُس حد شہرت واستفاضہ کو پہونچے جو باعث ثبوت رویت یقینی و محقق ہوجائے تو صحیح یہ ہے کہ اعتبار کریں گے ردالمحتار میں ہے فی الذخیرۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اھل البلدۃ الاخرٰی یلزمھم حکم ھذہ البلدۃ اھ ومثلہ فی الشرنبلالیۃ عن المغنی مگر حاشا مجرد شیوع و شہرت کافی نہیں کہ صدہا خبریں خصوصاً آج کل ایسی اڑتی ہیں جن کا تمام شہر میں چرچا ہوتا ہے پھر تجربہ گواہ ہے کہ بعد تنقیح محض بے اصل نکلتی ہیں انہیں افواہ کہتے ہیں نہ استفاضہ شرعیہ ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایسا چرچا محض نامعتبر جب تک ثبوت شرعی نہ ہو اختیار شرح مختار میں یوم الشک کی نسبت لکھا ھو ان یتحدث الناس بالرؤیۃ ولا تثبت واقعی ایسی خبروں کی ظاہری شوکت عام لوگوں کو دھوکا دیتی ہے مگر تفتیش کے بعد کھلتا ہے کہ حقیقت امر کیا ہے یا اُن کی ٹھیک سند منتہی تک ملتی ہی نہیں جس سے پوچھیے سنا کہے گا بعض اپنے مخبر کا نام بھی بتائیں اُن مخبر سے پوچھیے وہ سنا کہہ کر چپ رہیں گے یا بہزار کاوش و عرقریزی اصل نکلی تو اتنی کہ فلاں کا خط آیا فلاں نے تار دیا چند مسافر معقول صورت ملے کہتے تھے فلاں شہر میں لوگوں نے دیکھا ہمارا فلاں قریب اُس شہر بعید سے آیا بیان کیا وہاں ہزاروں نے دیکھا ہزاروں کا لفظ تو بے شک ہے مگر یہ نہ دیکھا کہ منقول عنہم میں ہے یا ناقل میں غرض ایسی افواہ و حکایات شرعاً قابلِ التفات بھی نہیں نہ ان کی بنا پر کوئی حکم ثابت ہو ولہٰذا امام شمس الائمہ و ذخیرہ و مغنی و امداد کا ارشاد سن چکے کہ ہمارے ائمہ نے صرف استفاضہ واشتہار کافی نہ جانا بلکہ اُس کے ساتھ تحقیق ہوجانے کی قید زیادہ فرمائی علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں اما خبر التواتر من الناس بعضھم لبعض بذلک فھو ممنوع لاسناد الکل فیہ الی الظن والوھم والتخمین واستفادۃ الخبر من بعضھم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منھم عن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

روایۃ ذٰلک ومعاینتہ نقال لما عائنہ وانما سمعت ومن قال عاینتہ تستکشف عن حالہ فتراہ مستندا الی ظنون وامارات وھمیۃ وعلامات ظنیۃ وربما اذا تاملت وتصفحت وجدت خبر ذٰلک التواتر الذی تزعمہ کلہ مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین الی اخرما افادو اجاد رحمہ اللہ تعالٰی اور یہ زعم کہ ہم کو تو یقین ہوگیا صحیح نہیں یقین وہ ہے جو حجت شرعیہ سے ناشی ہو یوں تو ایک جماعت ثقات عدول کی وقعت ان چند مجہولوں یا ساقطوں یا تار وخطوط کی اوہام دضبوط سے کیا کم حتی الصاف کیجیے تو بدرجہا زائد تھے پھر کیوں علمائے دین نے اس کی بے اعتباری کی تصریح فرمائی کما مر نقلہ عن الھندیۃ والفتح ونحوہ فی البحر الرائق والدر المختار ومجمع الانھر وغیرھا من الاسفار بلکہ وہ استفاضہ جو شرعًا معتبر اُس کے معنی یہ ہیں کہ اُس شہر سے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں وہ سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ اُن کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو، ردالمحتار میں ہے قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رویۃ لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد ان فی اخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ فیتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لاندری من قالھا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ (قلت) وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع اُسی میں ہے الشھادۃ بان اھل تلک البلدۃ راوا الھلال وصاموا لاتفید الیقین فلذا لم تقبل الا اذا کانت علی الحکم او علی شھادۃ غیرھم لتکون شھادۃ معتبرۃ والا فھی مجرد اخبار بخلاف الاستفاضۃ فانھا تفید الیقین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۲: از بہرائچ چوک بازار مرسلہ حافظ محمد شفیع صاحب ۲۹ رماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

رمضان شریف کا چاند غبار یا ابر ہونے کی حالت میں صرف ایک شخص نے دیکھا اور قاضی نے اُس پر فتوی چاند ثابت ہونے کا دے دیا اب کیا غرہ شوال اُس سے تیس دن پورے ہوجانے پر ثابت ہوجائے گا گو چاند بوجہ غبار یا ابر کے اُس رات کو نظر نہ آئے یا ایسا ایک سے زائد عادل گواہ ہونے پر کیا جاسکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ ہلال ماہ مبارک بوجہ غبار ایک کی شہادت سے مان کر ۳۰ روزے پورے کیے اور ہلال شوال بوجہ ابر نظر نہ آیا تو صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق اس صورت میں عید کرلی جائے ہاں اگر ۳۰ روزوں کے بعد مطلع صاف ہوا اور عید کا چاند نظر نہ آئے اور رمضان کا چاند شاہد واحد کے قول پر مانا تھا تو راجح یہ ہے کہ عید نہ کریں گے اور دو عادلوں کی گواہی سے روزے رکھے تھے تو قول ارجح پر ۳۰ کے بعد عید کرلیں گے اگرچہ مطلع صاف ہو اور ہلال نظر نہ آئے درمختار میں ہے بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی والثلثین متغیمۃ وکذا لوکان مصحیۃ علی ما صححہ فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وفی الفیض الفتوی علی حل الفطر اھ شامی) ولو صاموا بقول عدل لایصح کذا ذکرہ المصنف لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا وفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا اھ وتنقیحہ فی ردالمحتار وما علقنا علیہ واﷲ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۳: از افضل گڑھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ چاند شعبان کا اکثر جگہ دیکھا اور بہت سے آدمیوں نے نہیں دیکھا مثلاً قصبہ افضل گڑھ میں تخمیناً پندرہ بیس آدمی اقراری چاند دیکھنے یکشنبہ کے ہیں باقی تمام قصبہ خلاف ہے یعنی باقی نے نہیں دیکھا۔ اب رمضان شریف میں ابر محیط رہا اُسی بناء پر ۳۰ یوم پورے کرکے روزہ ہر دو فریق نے رکھا تھوڑے فریق نے ایک یوم پیشتر اور زیادہ فریق نے ایک روز بعد رکھا اب عید قریب آگئی اگر ابر محیط ہوا تو عید فریق اول و دوم کو ایک ساتھ کرنا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ پورے روزے کرکے کرنا چاہیے حالانکہ ہر فریق اپنے روزے پورے ۳۰ کرے گا اگر دونوں اتفاق سے عید کرتے ہیں تو ایک فریق کے روزے ۳۰ ہوتے ہیں دوسرے کے ۳۱ ہوتے ہیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر اُس کم فریق میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہیں جو نہ کسی کبیرہ کے مرتکب ہیں نہ صغیرہ پر مصر نہ خفیف الحرکات اور انھوں نے ہلال شعبان شام یکشنبہ کو دیکھ کر وہاں اگر کوئی عالم فقیہ سُنّی المذہب دین دار ہے اُس کے حضور بلفظ اشہد یعنی گواہی دیتاہوں کہہ کر گواہی دی یا وہاں ایسا کوئی عالم نہ تھا تو مسلمانوں کو اپنی رویت کی خبر دی اور وہاں شام یکشنبہ یا تو مطلع صاف نہ تھا یا اور لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش نہ کی یا کی تو بے وقت کی یا ان دیکھنے والوں نے جہاں سے دیکھا وہ جگہ بلندی پر یا آبادی سے باہر تھی تو ان صورتوں میں ان شرطوں سے یکم شعبان روز دوشنبہ کی ثابت ہوگئی اور اُس کی بناء پر بضرورت چہارشنبہ کا پہلا روزہ ہوا جنھوں نے نہ رکھا اُس کی قضا رکھیں پھر پنجشنبہ آئندہ کو رمضان مبارک کے ۳۰ ہوکر بضرورت جمعہ کی عید ہوگی دونوں فریق بالاتفاق جمعہ کی عید کریں گے ایک کے ۳۰ روزے ایک کے ۲۹ ہوں گے ۲۹ والے ایک قضا رکھیں گے اور اگر اُس فریق میں دو گواہ بھی عادل نہیں یا اُنھوں نے اُس صفت والے عالم کے سامنے لفظ اشہد بمعنی مذکور شہادت نہ دی یا مطلع صاف تھا اور عام لوگوں نے وقت پر چاند دیکھنے کی کافی کوشش کی اور نظر نہ آیا اور ان لوگوں میں کوئی خصوصیت مثل بلندی مقام یا بیرون آبادی کی نہ تھی تو ان صورتوں میں دوشنبہ کی یکم شعبان ثابت نہ ہوئی اور یہ بعض کہ دیکھنا بیان کرتے ہیں غلط کہتے ہیں ان کو دھوکا ہوا اور نظر واقع بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اُس دن حال ہلال عادۃً قابل رویت نہ تھا) لہذا شعبان کی ۳۰ چہارشنبہ کو ہوئی اور یکم ماہ مبارک پنجشنبہ سے ہوکر پنجشنبہ ۲۹ کو اگر ابر رہے جمعہ کی ۳۰ ہوگی اور اس کم فریق کو بھی جائز نہ ہوگا کہ اپنے زعم کی بناء پر جمعہ کی عید کرلے بلکہ ان پر بھی روزہ رکھنا واجب ہوگا عام کے ۳۰ ہوں گے اور ان کے بھی ۳۰ ہی ہوں گے پہلا روزہ چہارشنبہ کا رمضان میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

محسوب نہ ہوگا اگرچہ ان پر اپنی رویتِ عین کے سبب اُس دن بھی روزہ کا حکم تھا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ غرہ رمضان چہارشنبہ کا کسی اور ثبوتِ شرعی سے ثابت نہ ہوجائے ورنہ آپ ہی جمعہ کی عید ہے ردالمحتار میں ہے بقیۃ الاشھر التسعۃ ای ماعدا رمضان والعیدین) لایقبل فیہا الاشھادۃ رجلین اورجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام بحر عن شرح الامام الاسبیجابی درمختار میں ہے شرط للفطر مع العدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشھد ولو کانوا ببلدۃ لاحاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین للضرورۃ ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ ہے وذکر فی الامداد انہا فی الصحو کرمضان والفطر ای فلابد من الجمع العظیم وامیعزہ لاحد لکن قال الخیر الرملی الظاہر انہ فی الاھلۃ التسعۃ لافرق بین الغیم والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلۃ الموجبۃ لاشتراط الجمع الکثیر وھی توجہ الکل طالبین فلو شھدا فی الصحو بہلال شعبان وثبت بشروط الثبوت الشرعی ثبت رمضان بعد ثلثین یومًا من شعبان وان کان رمضان فی الصحو لایثبت بخبرھما لان ثبوتہ حینئذٍ ضمنی اھ مافی الشامی **اقول** فاذا ثبت توجہ الکل طالبین تحقق المانع فلایقبل تفرد البعض المتفردون بمایقرب الرؤیۃ لھم دون عامۃ الناس فکانت شہادتھم مردودۃ فلا یعملوا بہا حتی فی انفسھم کما فی الدر رأی مکلف ھلال رمضان اوالفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مکلفا وجوبا وفی ردالمحتار وافاد الخیر الرملی انہ لوکانوا جماعۃ وردت شہادتھم لعدم تکامل الجمع العظیم فالحکم فیھم کذلک تنبیہ لوصام رائی ھلال واکمل العدۃ لم یفطر الامع الامام لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون رواہ الترمذی وغیرہ والناس لم یفطروا فی ھذا الیوم فوجب ان لایفطر ھو اھ ھذا ما اخذتہ تفقہا من کلامھم والنزاع واضح کما تری بتوفیق اللہ والعلم بالحق عند ربی وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۴: از شہسرام عربیہ مرسلہ مولوی ظفرالدین صاحب مدرس اول ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

عید یہاں پنجشنبہ کو ہوئی مگر پھلواری میں سات آدمیوں کی رویت کے مطابق حسب الحکم شاہ بدرالدین صاحب چہارشنبہ کی عید ہوئی اس کے بارے میں انھوں نے مجھے خط لکھا پھر جب میں بانکی پور گیا تو بطریق استفاضہ خبر مجھے پھلواری میں سات آدمیوں کا چاند دیکھنا اور شاہ صاحب کا حکم دینا معلوم ہوا تو جب عید چہارشنبہ کی ہوئی تو ذی قعدہ و ذی الحجہ دونوں مہینوں کے چاند تیس ہی کے مانے جائیں جب بھی سہ شنبہ کو ذی الحجہ ہوتی ہے مگر اس طریقہ پر ثبوت یہاں سوائے میرے کسی کو نہیں تو آیا میرے فتوٰی دینے سے یہاں کے لوگوں کو نماز پڑھنا جائز ہوگا یا خود اسی شہر میں وہ خبر بطریق استفاضہ آنے کی ضرورت ہے۔ یوم صومکم یوم نحرکم یہ کیسی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے اور کس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا تھا۔ یہاں بالاتفاق روز سہ شنبہ کو عید ہوئی مگر یہاں کے کسی شخص نے نہ عید کا چاند دیکھا نہ ذی قعدہ کا صرف میرے فتوٰی و حکم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کے مطابق ایسا ہوا۔ میں نے اپنی تسلی کے لیے یہ سوالات کیے ہیں شامی قاضی خاں سراجیہ بحرالرائق عالمگیری فتح القدیر کافی میں ثبوت نہیں ملا اس لیے حضور کو تکلیف دی ہے (۳) آج کل کے علما قاضی کے حکم میں ہوں گے یا نہیں اور اس کے لیے کیا کیا شرط ہے یا تمام عالم جس نے درسی کتابیں پڑھ لی ہوں اور درس یا وعظ میں مشغول ہو (۴) نماز عید الضحیٰ کے لیے لوگوں کا چاند دیکھنا یا دوسری جگہ کی رویت بطریق موجب ثابت ہونا بایں معنی ضرور ہے کہ جب تک نہ ہوگا ان لوگوں پر نماز واجب نہ ہوگی یا باوجود رویت عامہ بلاد اگر کسی جگہ کے لوگ بوجہ ابر خود نہ دیکھ سکے نہ دس دن کے اندر کہیں سے کچھ معلومات یقینی بہم پہنچا سکے حالانکہ جس وقت لوگ اس غفلت سے بیدار ہوئے تو اس کا موقع تھا کہ طریق موجب کے ذریعہ ثبوت حاصل کرسکتے تھے مگر ایسا نہ کیا اور باوجود ان سب باتوں کے پھر نماز عید الضحیٰ اس دن جو ہر جگہ ۱۰ ذی الحجہ تھی اور ان کے حساب سے ۹ تھی یہ نماز ہوگی یا نہیں اور قربانی جو کی گئی وہ ٹھیک ہوئی یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

یہ گواہی کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا مقبول نہیں اگرچہ شاہد ایک جماعت ہو کہ یہ نہ شہادۃ علی الرؤیۃ نہ شہادۃ علی الشہادۃ فتح القدیر و بحرالرائق و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے لو شہد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یرھؤلاء الھلال لایباح فطر غد ولا ترک التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم (۱) استفاضہ کے بعد تحقیق معتبر ہے خاص اس شہر کا جہاں حاکم شرعی ہو کہ اب یہ شہادۃ علی الحکم ہوگی تنبیہ الغافل والوسنان میں ہے لما کانت الاستفاضۃ بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلک البلدۃ صاموا لزم العمل بھا لان المراد بھا بلدۃ فیھا حاکم شرعی۔ ردالمحتار میں ہے فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور۔ حاکم شرعی سلطان اسلام یا قاضی ہوتا ہے من قبلہ ہے یا امور فقہ میں فقیہ بصیر افقہ بلد۔ آج کل کے عام مولوی یہی جواب سوال (۳) ہے آجکل درسی کتابیں پڑھنے سے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا نہ کہ واعظ جیسے سوائے طلاقت لسان کوئی لیاقت درکار نہیں خصوصاً جبکہ خاص مسائل رویت ہلال میں جمیع ائمہ سے تفرد ہو والمسئلۃ فی الحدیقۃ الندیۃ عن فتاوی الامام العتابی

(۲) مولٰی علی سے نہ فرمایا بلکہ مولٰی علی نے فرمایا کرم اللہ وجہہ یہ اثر کسی کتاب حدیث سے نظر میں نہیں فقہا نے ذکر کیا اور ساتھ ہی فرمادیا کہ یہ اسی عام کو تھا نہ عام کو یعنی اسی سال کے لیے تھا اور سالوں کے لیے نہیں فتاوی کبرٰی و خزانۃ المفتین میں ہے مایروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذلک العام بعینہ دون الابد۔ وجیز کردری میں ہے ما نقل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان یوم اول الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاق فی ھذہ السنۃ۔

(۴) تحقیق میں تقصیر سے الزام نہ ہوا مگر بے تحقیق محض افواہ پر عید و قربانی صحیح نہ ہوئی اگرچہ واقع میں دہم ہی ہو کہ جس طرح صحت نماز کے لیے دخول وقت شرط ہے یونہی اعتقاد دخول بھی۔ اگر اسے شک ہے کہ ثبوت نہیں اور جزافاً نماز پڑھ لی نماز فاسد ہوئی اگرچہ وقت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حقیقۃً ہوگیا ہو یوہیں نماز عید بھی کہ ہر مفسد خمس مفسد عیدین بھی ہے امداد الفتاح و مراقی الفلاح و ردالمحتار میں ہے یشترط اعتقاد دخولہ لتکون عبادتہ بنیۃ جازمۃ لان الشاك لیس بجازم حتی لو صلی وعندہ ان الوقت لم یدخل فظھر انہ کان قد دخل لاتجزئہ۔ ردالمحتار میں امداد کے لفظ یہ ہیں وکذا یشترط اعتقاد دخولہ فلو شك لم تصح صلاتہ وان ظھر انہ قد دخل۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے کل ما یفسد سائر الصلوات وما یفسد الجمعۃ یفسد صلاۃ العیدین۔ اور جب نماز نہ ہوئی قربانی بھی نہ ہوئی کہ شہر میں تقدم صلاۃ شرط صحت اضحیہ ہے ولا ھو لحم قدمہ لاھلہ کما نص علیہ حدیثا وفقھا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶۱ از بریلی مسئولہ ابن سید صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں شام پنجشنبہ کو ابر محیط تھا رویت نہ ہوئی مگر دوسرے دن چاند کو قدرے بڑا دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید کل کا ہو جنتری میں اگرچہ عید اتوار کی لکھی مگر ساتھ ہی رویت کو مشکوک لکھ دیا ہے ایسی صورت میں شرعاً عید دوشنبہ کی ہونا چاہیے یا اتوار کی اگر عید وقربانی اتوار کو کرلیں تو درست ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

شرع مطہر میں رویت کا اعتبار ہے (کہ خود ہمیں دیکھا جائے یا دوسرے شہر کی رویت پر شرعی شہادتیں گزریں) حدیث میں فرمایا ان اللہ امدہ للرؤیۃ خط یا تار یا عقلی قیاسوں یا دوسرے شہر کی حکایتوں کا شرع میں اصلاً اعتبار نہیں مثلاً کچھ لوگ آئے اور بیان کیا کہ وہاں فلاں دن کی عید ہے یا وہاں رویت ہوئی اس پر اصلاً لحاظ نہیں جب تک گواہان عادل شرعی خود اپنا دیکھنا نہ بیان کریں درمختار میں ہے لا لو شھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ جنتریوں کا مشکوک لکھنا تو آپ ہی مشکوک ومہمل ہے اگر وہ یقینی بھی لکھیں تو بھی شرع میں اس پر اعتبار نہیں درمختار میں ہے لا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب چاند کے بڑے ہونے پر بھی لحاظ ناجائز ہے حدیث میں فرمایا من اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسری حدیث میں ہے من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ دونوں حدیثوں کا حاصل یہ کہ قرب قیامت کی یہ بھی ایک علامت ہے کہ ہلال پھولا ہوا نکلے لوگ کہیں کل کا ہے پس ایسی صورت میں اتوار کی عید اور قربانی بالکل باطل اور خلاف شرع ہے عید کوئی دنیوی تقریب نہیں حکم الٰہی ہے جب مطابق شرع نہ ہو محض بیکار بلکہ گناہ ہے بالفرض اگر چاند پنجشنبہ ہی کو ہوگیا ہے جب بھی دوشنبہ کو نماز وقربانی بلاشبہ صحیح ہے اور جمعہ کو ہوا تو یکشنبہ کو نماز وقربانی محض باطل تو ایسے امر میں پڑنا شرع اور عقل دونوں کے خلاف ہے مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ شرع کے کام شرع کے طور پر کریں اپنے خیالات کو دخل نہ دیں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ ۱۶۶: مسئولہ محمد امین خاں تاجر سبزمنڈی شاہجہانپور ۲ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہلال رمضان مبارک یا عیدین اگر دس یا پانچ آدمیوں مسلمانوں نے مشاہدہ کیا اور کل ناقصان شرعی ہیں کوئی تحلیق لحیہ ہے کوئی قصر لحیہ کوئی سترکشادہ رہتا ہے کسی کی عورت بلاحجاب پیش اجانب جاتی ہے کوئی سود لیتا ہے کوئی کذب و غیبت میں مبتلا رہتا ہے کوئی اور منہیات میں لیکن وہ سب معاملات میں ایسے ثقہ ہیں کہ مفتی کو ان کی شہادت پر یقین تام ہوتا ہے کہ اس امر خاص یعنی شہادت مسلمان میں یہ لوگ کاذب نہیں اور کوئی مفتی اہل شہادت میں ان کا شریک نہیں اور متقی پرہیزگار شہر میں بہت کمیاب ہیں یا دیہات میں ایسا اتفاق ہو کہ وہاں ایسے لوگ زیادہ ہوتے ہیں اور متقی پرہیزگار شاذ و نادر اس صورت میں روزہ رمضان شریف کا فرض ہوگا یا نہیں اور نماز عید درست ہوگی یا نہیں اور مفتی کو ایسے لوگوں کی شہادت باوجود یقین اہل شہر پر فرضیت صوم کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں اگر روزہ نہ رکھے تو اثم ہے یا نہیں اور اگر رکھ کر توڑ ڈالے تو اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مسلمان اگرچہ فاسق ہو اہل شہادت ہے مگر اس کی شہادت قبول کرنی ناجائز ہے سوا اس حالت کے کہ اس کے بارے میں حاکم کو تحری صدق ہو کہ یہ بھی تبیین میں داخل ہے کما قال تعالی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین جب مفتی اہل فتوی کو ان کے بارہ میں تحری صدق ہو تو اس کا حکم حجت شرعیہ ہے رمضان و فطر واجب ہوجائیں گے اور اس کے حکم کے بعد عوام میں کسی کو خلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷: مسئولہ منشی سید محمد علی فورمین از ریاست فریدکوٹ ضلع فیروزپور ۲۱ رمضان مبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں حضور فیض گنجور اعلیحضرت تاج العلوم الشرعیہ اس معاملہ میں کہ اخبار دبدبۂ سکندری سے معلوم ہوا کہ ملک آسام میں رویت ہلال سہ شنبہ کو ہوکر چہارشنبہ کو پہلا روزہ ہوا یہاں پنجاب و دیگر عموما اکثر حصہ ملک ہندوستان و مارواڑ میں چہارشنبہ کو رویت جمعرات کا پہلا روزہ ہوا اب اس صورت میں ہمارے واسطے کیا حکم ہے کیا ہم پر اس روزہ کی قضا لازم آئے گی اور کس قدر فاصلہ تک رویت ہلال کا ایک حکم مانا جاسکتا ہے اگر ۲۹ رمضان المبارک کو جو رویت ملک آسام کے حساب سے ۳۰ ہوجائے گی چاند نہ دیکھے یا گرد و غبار کی وجہ سے نہ دیکھا جاسکے تو یہاں پورے تیس روزے کیے جائیں یا ملک آسام کی تحقیق تصدیق پر عید کرلی جائے یہ بھی واضح خیال انور رہے کہ یہاں رویت رمضان پر کوئی غبار یا ابر نہیں تھا مطلع کھلا ہوا تھا چاند کوشش سے بھی نظر نہیں آیا۔ اس حکم سے جلد اطلاع فرمائیے کہ رمضان المبارک کا وقفہ کم رہ چکا ہے۔

الجواب

ہمارے ائمہ کے مذہب صحیح معتمد میں دربارۂ ہلال رمضان و عید فاصلہ بلاد کا اصلا اعتبار نہیں مشرق کی رویت مغرب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

والوں پر حجت ہے وبالعکس ہاں دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت بروجہ صحیح شرعی ہونا چاہیے خط یا تار یا تحریر یا اخبار یا افواہ بازاریا حکایات امصار محض بے اعتبار بلکہ شہادت شرعیہ یا استفاضہ شرعیہ درکار۔ درمختار میں ہے اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذہب وعلیہ الفتوی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر۔ ردالمحتار میں ہے قولہ بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشہادۃ او یشہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اہل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ ح ای مرّ قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعدد دون کل منہم یخبر عن اہل تلک البلدۃ انہم صاموا عن رؤیۃ الخ پس صورت مستفسرہ میں ہم کو نہ خبر آسام پر عمل جائز نہ خبر حیدرآباد پر بلکہ جب تک ثبوت شہادت شرعی نہ ہو پنجشنبہ ہی کی پہلی ہے اور اگر آئندہ پنجشنبہ کو خدانخواستہ ابر یا غبار ہوا اور رویت نہ ہوئی تو حرام ہے کہ اس پنجشنبہ کو ۳۰ مان کر جمعہ کی عید کرلیں بلکہ اس صورت میں ہم پر جمعہ کا روزہ بھی فرض ہوگا اگرچہ قواعد علم ہیأت سے جمعہ آئندہ یکم شوال ہے اور جبکہ ہمیں سہ شنبہ کی رویت ثابت ہی نہ ہوئی تو جس نے چہارشنبہ کو بہ نیت نفل بھی روزہ نہ رکھا اُس پر بھی اُس روزہ کی قضا نہیں کہ ہمارے حق میں یکم پنجشنبہ کو تھی واللہ تعالٰی اعلم

اَلْبُدُوْرُ الْاَجِلَّۃِ فِیْ اُمُوْرِ الْاَہِلَّۃِ

مع شرح

نُوْرُ الْاَدِلَّۃِ لِلْبُدُوْرِ الْاَجِلَّۃِ

مع حاشیہ

رَفْعُ الْعِلَّۃِ عَنْ نُوْرِ الْاَدِلَّۃِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلم

فصل اول:- رویت ہلال کے حکم اور اُس کے متعلق مسائل وفوائد میں پندرہ ہلال پر مشتمل۔

ہلال ۱ - ۲۹ شعبان کو غروب آفتاب کے بعد ہلال رمضان کی تلاش فرضِ کفایہ ہے۔

نُوْرُ الْاَدِلَّۃِ لِلْبُدُوْرِ الْاَجِلَّۃِ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ت۲ - یوں ہی ۲۹ رمضان کو ہلال عید کی۔
ت۳ - ۲۹ ذی قعدہ کو ہلال ذی الحجہ کی تلاش بھی ضروری ہے۔
ت۴ - ۲۹ رجب کو ہلال شعبان۔ ۲۹ شوال کو ہلال ذی قعدہ کی بھی تلاش کریں۔

ت۱ فرض کفایہ یعنی سب ترک کریں تو سب گناہگار اور بعض بقدر کفایت کریں تو سب پر سے اتر جائے اور وجہ اس کی ظاہر ہے۔ کہ شاید شعبان ۲۹ کا ہو جائے۔ تو کل سے رمضان ہے۔ اگر چاند کا خیال نہ کیا۔ تو عجب نہیں کہ ہو جائے اور یہ بے خبر رہیں۔ تو کل شعبان سمجھ کر ناحق رمضان کا روزہ جائے یجب کفایۃ التماس الھلال لیلۃ الثلثین من شعبان لانہ قد یکون ناقصا (مراقی الفلاح)۔ الظاھر منہ الافتراض لانہ یتوصل بہ الی الفرض (ط ط) (حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علیہا)

ت۵ ہلال دیکھنے والے پر مطلقاً اور مستور پر رمضان میں۔ اور فاسق پر جب سمجھے کہ حاکم میری گواہی مان لے گا۔ واجب ہے کہ رمضان وعید الفطر میں اسی شب۔ اور ذی الحجہ میں آٹھویں تک حاکم شرع کے پاس حاضر ہو کر رویت پر گواہی دے؛

ہلال ت۶ - یہاں تک کہ زن پردہ نشین نکلے۔ اگرچہ شوہر اذن نہ دے۔ اگرچہ کنیز اجازت مولیٰ نہ پائے۔ اگر سمجھیں کہ ثبوت رویت ہم پر موقوف ہے۔ ورنہ یہ نکلنا ناجائز ہوگا۔

---

۲ ت۲ - اگر چاند ہو گیا۔ اور نہ دیکھا۔ تو نادانستہ عید کے دن روزہ حرام میں مبتلا ہوں گے۔ کذا یجب التماس ھلال شوال۔

(۳) فی غیوب التاسع والعشرین من رمضان (طم)

ت۳ اقول۔ یہ یوں ضروری ہوا۔ کہ حج ونماز عید وقربانی وتکبیرات تشریق کے وقت جاننے اسی پر موقوف ہیں۔ تو

لہ حاشیہ مانع العلۃ عن نور الادلّہ قلتُ بقدر کفایت۔ فقیر نے یہ لفظ اس لیے زاید کر دیا۔ کہ اگر التماس ہلال ایسے شخص نے کیا جس کا بیان عند الشرع مقبول نہ ہو۔ تو اُس کا التماس کرنا نہ کرنا یکساں ہوا۔ اور مقصود شرع کہ اُس کے ایجاب سے تھا۔ یعنی ثبوت ہلال۔ وہ حاصل نہ ہوا۔ مثلاً صفائے مطلع کی حالت میں صرف ایک آدمی نے خیال کیا یا ہلال عیدین میں فقط عورتوں یا غلاموں نے تلاش کی وعلی ہذا القیاس انّما زدتہ تفقھاً فلیحرر۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس کی تلاش عام لوگوں پر واجب کفایہ ہونی چاہیئے۔ اور اہل موسم پر فرضِ کفایہ۔ کہ وہاں بے خیالی میں چاند ۲۹ کا ہوگیا اور رکھا ۳۰ کا تو وقوفِ عرفہ کہ حج کا فرضِ اعظم و رُکنِ اکبر ہے۔ اپنے وقت سے باہر یوم النحر واقع ہوگا۔ اور عام لوگوں کو کسی فرض میں خلل کا اندیشہ نہیں۔ پر واجبات میں وقت آئے گی مثلاً کسی ضرورت سے نمازِ عید کی تاخیر بارہویں تک چاہی تو جسے بارہویں سمجھے ہیں۔ وہ تیرہویں ہے۔ اور ایامِ نماز کہ ایامِ نحر تھے گذر چکے۔ نماز بے وقت ہوئی۔ بہت لوگ بارہویں کو قربانی کرتے ہیں۔ اُن کی قربان بے محل ہوں گی عرفہ کی صبح سے ہر نماز کے بعد تکبیر واجب ہو جاتی ہے واقع میں جو عرفہ ہے۔ یہ اُسے آٹھویں جان کر تکبیریں نہ کہیں گے۔ وکما اَنَّ مَا یَتَوَصَّلُ بِہٖ اِلَی الفرض فرض فکذا انما یتوصل بہ الی الواجب واجب فسعی الافتراض علی اھل الموسم والوجوب علی غیرھم ھذا کلہ ما ذکرتہ تفقھًا وارجان یکون صوابًا اِنْ شَاءَ اللّٰہ تعالٰی۔

۴۳ ہلالِ شعبان کی تلاش کا حکم خود حدیث[1] میں ہے حکمت اِس میں یہ ہے۔ کہ جب رمضان کا چاند بوجہ ابر

۴۷ جہاں ریاستِ اسلامی ہیں۔ اُن بلاد میں جو عالم دین سنی المذہب سب سے زیادہ علمِ فقہ رکھتا ہو۔ وہ بحکمِ شرع سردارِ مسلمانان ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنی دینی باتوں میں اُسی کی طرف رجوع کریں۔ اور اُس کے فتووں پر عمل کریں۔ تو چاند دیکھنے والے پر بھی واجب ہے۔ کہ اُس شب اُس کے حضور حاضر ہو کر ادائے شہادت کرے ۔

نظر نہیں آتا۔ تو حکم ہے۔ کہ شعبان کی گنتی تیس پوری کرلیں جب شعبان کا چاند بتحقیق نہ معلوم ہوگا۔ تو اس کی گنتی پر کیا یقین ہوسکے گا یوں ہی اگر ذی الحجہ کا چاند نظر نہ آئے۔ تو ذی قعدہ کی گنتی تیس رکھیں گے۔ اور وہی بات یہاں پیش آئے گی کذا ینبغی ان یلتمسوا ھلال شعبان ایضا فی حق اتمام العدد (فتاوی عالمگیریہ) عن السراج الوھاج۔ قلت وزدت[2] علیہ ھلال ذی قعدۃ تفقھا

تنبیہ ۔ لوگ تین قسم ہیں۔ (۱) عادل (۲) مستور (۳) فاسق عادل وہ جو مرتکب کبیرہ[3]۔ یا خفیف[4] الحرکات نہ ہو۔ اور مستور پوشیدہ حال جس کی کوئی بات مسقطِ شہادت معلوم نہیں اور فاسق جو ظاہر بد افعال ہے۔ عادل کی گواہی ہر جگہ مقبول ہے۔ اور مستور کی ہلالِ رمضان میں۔ اور فاسق کی کہیں نہیں۔ پر بعض روایات کے بعض الفاظ بظاہر اس طرف جاتے ہیں۔ کہ رمضان میں

[1] قلت خود حدیث میں ہے۔ اخرج الترمذی فی الجامع والحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احصوا ھلال شعبان لرمضان ۱۲ [2] قلت وزدت علیہ ھلال ذی القعدۃ تفقھا ھذا والذی قبلہ فی ھلال ذی الحجۃ لیس ما یتفکر فان امثال ذلک تلتحق علی وجہ دلالۃ النص وھو مما یشترک فیہ الفقھاء والعوام کما نص علیہ العلامۃ ط وغیرہ ۱۲ [3] قلت مرتکب کبیرہ نہ ہو۔ (بقیہ حاشیہ ص۵۷۱ پر)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فاسق کی شہادت بھی سُن لیں۔ ممکن ہے۔ کہ اُس شہر کا حاکم شرع یہی خیال رکھتا ہو۔ اگرچہ محققین نے اسے رَد کر دیا۔ تو جس فاسق کو معلوم ہو۔ کہ یہاں کے حاکم کا یہ مسلک ہے۔ اُس پہ بے شک گواہی دینی واجب ہوگی۔ ورنہ نہیں۔ اور رمضان میں جبکہ عادل و مستور کا ایک حکم ہے۔ تو اِس وجوب میں بھی یکساں رہیں گے۔ رہا عادل جب وہ دائم القبول ہے۔ تو اُس پر وجوب بھی مطلقاً ہے۔ یعنی رمضان ہو۔ خواہ عید الفطر۔ خواہ عید اضحٰی یلزم العدل ان یشھد عند الحاکم فی لیلۃ رؤیتہ کیلا یصبحوا مفطرین وھی من فروض العین واما الفاسق ان علم ان الحاکم یمیل الی قول الطحاوی ویقبل قولہ یجب علیہ۔ واما المستور ففیہ شبہ الروایتین (ش عن الحلوانی) اقول واذ قد تقرر قبول المستور کما سیأتی فارتفع النزاع وقد افاد بمفھوم الشرح ان الفاسق لایجب علیہ ان لم یعلم ذٰلک وھوالذی (فاد (در) عن البزازی نبہ علیہ (ش) پھر وجوب کا سبب یہ ہے۔ کہ اگر دیکھنے والے نے اسی شب گواہی نہ دی تو ہلال رمضان میں صبح کو لوگ بے روزہ اُٹھیں گے۔ اور ہلال فطر میں روزہ دار اور یہ دونوں ناروا جس کا الزام گواہی نہ دینے والے پر ہوگا۔ فان تاخیر الحسبۃ عن وقت الحاجۃ اثم۔ وقد قال تعالٰی وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔ اقول۔ مگر ہلال ذی الحجہ میں آٹھویں تک کوئی حاجت ایسی نہیں جو بوجہ تاخیر خلل پذیر ہو۔ بس یوں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ فجر عرفہ سے لوگ تکبیر میں مشغول ہوں اور حجاج سامان وقوف کریں۔ فان اخر الی ھذا فلا

ہلال ش۔ جہاں کوئی عالم بھی نہ ہو مجمع مسلمین مثل مسجد جامع وغیرہ میں گواہی دیں۔
ہلال سف جو بلا عذر گواہی دینے میں تاخیر کرے گا۔ پھر کہے گا میں نے دیکھا تھا۔ اُس کی گواہی مردُود ہوگی۔

یؤخر عن وقت الحاجۃ ط انما کان الاثم بہ فلیکن انتا خیرالی ھنا سائغا ھذا ماقلتہ تفقھا فلیحرر

ل یجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتھا

(د) (درمختار) ای لیلۃ الرؤیۃ (ش) (شامی) بلا اذن مولاھا وتشھد کما فی الحافظیۃ (رد) وکذا یجب علی الحرۃ ان تخرج بلا اذن زوجھا وکذا غیرالمخدرۃ والمزوجۃ بالاولی محلہ اذا تعینت للشھادۃ والا حرم علیھا (طھ) یہ حکم اُس صورت میں ہے جب خاص اِنھیں لوگوں پر گواہی متعین ہو۔ ورنہ پردہ نشین کو جانا یا عورت کو بے اذن شوہر یا غلام و کنیز کو بے اجازتِ مولیٰ نکلنا روا نہیں۔ قال ط (الطحاوی) والظاھر ان محل ذٰلک عند توقف اثبات الرؤیۃ والا فلا (ش) ت علامہ عبد الغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں وفی القابی

اقول ارتکاب کبیرہ میں اصرار صغیرہ بھی آگیا کہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اما قول العطار ہو ترک الکبائر والاصرار علی الصغائر کما فاداہ والایضاح لاالتمیم کمالایخفی۔ ۱۲ قلت خفیف الحرکات نہ ہو جیسے بازار میں کھاتے پھرنا یا شارع عام چلنے پر راہ میں پیشاب کو بیٹھنا ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم۔ اسی میں ہے (المتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم۔

تنبیہ:۔ آجکل اسلامی ریاستوں میں بھی قضاۃ وحکام اکثر بے علم ہوتے ہیں۔ تو عالم دین اُن پر بھی مقدم۔ اور وقت اختلاف فتوائے عالم پر ہی عمل واجب۔ حکایت: امام الحرمین ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بادشاہ وقت کے یہاں ۲۹ رکے ہلال پر گواہیاں گزریں۔ بحکم سلطان اعلان ہوا۔ کہ کل عید ہے۔ یہ خبر امام الحرمین کو پہنچی۔ گواہیاں قابل قبول نہ تھیں امام کے حکم سے معًا دوسرا اعلان ہوا۔ کہ بحکم امام ابو المعالی کل روزہ ہے۔ صبح کو تمام شہر روزہ دار اٹھا۔ حاسدوں نے یہ خبر خوب رنگ کر بادشاہ تک پہنچائی۔ کہ اگر امام چاہیں۔ تو سلطنت چھین لیں۔ ملاحظہ ہو۔ کہ انھیں کا حکم مانا گیا۔ اور حکم سلطان کی کچھ پروانہ ہوئی۔ بادشاہ نے برافروختہ ہوکر چوبدار بھیجے کہ جیسے بیٹھے ہیں تشریف لائیں۔ امام ایک جبّہ پہنے تھے۔ ویسے ہی دربار میں رونق افروز ہوئے۔ اشتعال شاہی دوبالا ہوا۔ کہ لباس دربار کا نہ تھا۔ سوال کیا۔ فرمایا اطاعت اولو الامر واجب ہے۔ حکم تھا جیسے بیٹھے ہیں آئیں میں یوں ہی بیٹھا تھا۔ چلا آیا۔ کہا اعلان خلاف پر کیا باعث تھا؟ فرمایا۔ انتظام دنیا تمھارے سپرد ہے۔ اور انتظام دین ہمارے متعلق۔ بادشاہ پر ہیبت حق طاری ہوئی۔ باعزاز تمام رخصت کیا اور بدگویوں کو سزا دی۔

تنبیہ: علم دین فقہ وحدیث ہے۔ منطق وفلسفہ کے جاننے والے عالم نہیں۔ یہ امور متعلق بہ فقہ ہیں۔ تو جو فقہ میں زیادہ ہے وہی بڑا عالم دین ہے۔ اگرچہ دوسرا حدیث وتفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو۔ پھر بھی عالم دین نہ ہوگا مگر سنی المذہب کہ فاسد العقیدہ جہل مرکب میں گرفتار جو جہل بسیط سے ہزار درجہ بدتر خصوصًا غیر مقلدین کہ فقہ وفتوی میں اُن پر اعتماد تو ایسا ہے جیسے چور کو پاسبان بنانا۔ ش عذر کی صورت یہ کہ مثلًا شہر میں نہ تھا۔ دیہات میں دیکھا۔ وہاں سے اب آیا ہے۔ تو اس کی گواہی سُن لیں گے۔ اور تاخیر سے وہی مراد کہ وقت حاجت کے بعد پھر نہ اٹھا رکھے۔ کہ ہلال رمضان وعید الفطر میں پہلی ہی شب ہے شھدوا فی اٰخر[1] رمضان برؤیۃ ھلالہ قبل صومھم بیوم ان کانوا فی المصر ردّت لترکھم الحسبۃ وان جاءوا من خارج قبلت من الفتح (ش)

ف:۔ جب چاند پر نظر پڑے۔ اور دیکھنے والوں کی گواہی کفایت نہ کرتی ہو۔ فورًا جہاں تک بن پڑے۔ ایسے مسلمانوں کو دکھا دیں۔ جن کی گواہی کافی ہو۔ اور ویسے بھی دکھا دینا چاہئے۔ کہ کثرت بہرحال بہتر ہے۔

ف وان لم یوجد حاکم یشھد فی المسجد (ج ا) جامع الرموز قلت انما خص المسجد لہ محل الاجتماع

[1] قولہ فی اٰخر رمضان اقول من احاط بالدلیل علم ان الاٰخر۔۔ لیس بقید بل لو شھدوا من غد بعد ما اصبح الناس مفطرین انا رأینا الھلال البارحۃ وکانوا فی المصر ولا عذر فسقوا وردت شھادتھم لترکھم الحسبۃ وقد علمت ذالک من نص العلماء ان الشھادۃ من فروض نعین فیما تجب فی لیلۃ الرؤیۃ حتی تخرج المخدرۃ والمملوکۃ بدون اذن زوجھا ومولاھا ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وانما المقصود الاعلان لیحصل حیثما وجد والمجتمعین کما لایخفی ۔ اقول اگر مطلع صاف نہیں ۔ دفعتاً ابر ہٹا۔ اور اُسے چاند نظر پڑا۔ اب یہ اس قابل نہیں۔ کہ اس کی گواہی مسموع ہو۔ خواہ فاسق ہے یا مستور یا اکیلا یا صرف عورتیں یا غلام ہیں۔ اور ہلال ہلال عیدین تو ان لوگوں کا دیکھنا کافی نہ ہوگا۔ اور عجب نہیں۔ کہ ابر پھر آجائے۔ لہٰذا نہایت تعجیل کرکے ایسے معتمد مسلمانوں کو دکھاوے جن کی گواہیاں کفایت کرجائیں۔ قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البرّ والتقویٰ۔ اس صورت میں تو بشرطِ قدرت معتمدین کو دکھانا لازم ہونا چاہیے۔ اور اگر ایسا نہیں۔ بلکہ خود ان کی گواہی بس ہے۔ تاہم اوروں کا دکھانا اچھا ہی ہے۔ کہ کثرتِ شہود بہر حال بہتر ہے عجب کیا۔ کہ یہ اپنے نزدیک اپنی گواہی کافی سمجھیں۔ اور حاکم شرع کو کسی وجہ سے اعتبار نہ آئے تو اور شہود کی حاجت پڑے۔ ھذا کلہ ما ذکرتہ تفقھا وارجو ان یکون حسنًا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سلہ اصطلاح یوں ٹھیری ہوئی ہے۔ کہ جہاں اسلامی ریاست ہے۔ بعد تحقیق ہلال توپ کے فیر ہوتے ہیں۔ اور شہروں میں بندوقیں یا ہوائیاں وغیرہ چھوڑتے ہیں۔ اب اگر ثبوتِ شرعی ہوگیا۔ اور حاکم شرع نے بھی حکم دے دیا۔ جب تو یہ فعل مستحسن ہے۔ کہ ایک نیتِ صالحہ سے کیا جاتا ہے۔ اور آتشبازی کا ناجائز ہونا بوجہ اضاعت مال تھا۔ یہاں جاری نہیں۔ کہ بعد غرض محمود کے اضاعت کہاں۔ ورنہ دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اعلان ہلال کے سوا اور کسی وجہ سے یہ فعل کریں۔ مثلاً دوست کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔ بندوقیں سرکیں۔ یا خالی بیٹھے مال ضائع کرنا چاہا۔ ہوائیاں۔ ناٹریاں۔ تومڑیاں چھوڑیں۔ یہ ممنوع ہے۔ کہ اس میں مسلمانوں کو دھوکا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جاہلوں نے جو اپنے جاہلانہ مسئلوں سے بے حکم حاکم و فتوائے عالم اپنے نزدیک رویت کی خبر ٹھیک جان کر پٹاخہ بازی شروع کردی۔ یہ اور بھی زیادہ ناجائز و حرام ہے۔ کہ منصبِ تشریع شرع پر جرأت ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ وعنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار۔ ھذا کلہ ایضا تفقہ ولا اظن احدا یخالف فیہ واللہ الھادی للصواب۔

سلہ کہ افعالِ جاہلیت سے ہے تکرہ الاشارۃ الی الھلال عند رویتہ لانہ فعل اھل الجاھلیۃ (فتح القدیر)

سلہ اقول حدیث میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رأی الھلال صرف وجھہ عنہ حضور سید عالم جب نیا چاند دیکھتے۔ اپنا منہ (مبارک) اُس کی طرف سے پھیر لیتے۔ رواہ ابوداؤد عن قتادۃ مرسلا ولا شواھد وسندہ ثقات شاید اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ شرکی چیز ہے افادہ المناوی فی التیسیر اقول۔ یا یہ کہ کفار نے اُس کی عبادت کی۔ اور شرع میں اُسے دیکھ کر اللہ جل جلالہ سے دعا کرنی آئی۔ تو پسندیدہ ہوا۔ کہ منھ پھیر کر کی جائے تاکہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے واللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلہ حدیث میں رویتِ ہلال کی بہت دعائیں آئیں۔ بعض حسن جیسی ہیں

سلہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ جہاں تک اس وقت تک اپنی نظر میں ہیں۔ تمام ادعیہ حدیث کو مع اشارہ رموز مخرجین جمع کرتا ہے و باللہ التوفیق (رمی) اللہ اکبر اللہ اکبر۔ الحمد للہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللھم انی اسئلک من خیر ھذا الشھر واعوذ بک من شر القدر ومن شر یوم المحشر (طب) عن عبادۃ بن الصامت ھلال

خیر ورشد امنت بالذی خلقک (د) عن قتادۃ بلاغا اللّٰھم انی اسئلک من خیر ھذا (ر) اللّٰھم انی اسئلک من خیر ھذا الشھر وخیر القدر واعوذ بک من شرہ (ر طب) عن رافع بن خدیج باسناد حسن اللّٰھم اھلّہ علینا بالیمن والایمان والسلامۃ والاسلام (ر ا ق ت ک حب) عن طلحۃ بن عبید اللہ باسناد حسن والتوفیق لما تحب وترضی حب عن طلحۃ طب عن ابن عمر والسکینۃ والعافیۃ والرزق الحسن سن عن حدیر السلمی مرسلا ربی وربک اللہ (امی ت ک حب عن طلحۃ طب عن ابن عمر) الحمد للہ الذی ذھب بشھر کذا وعن قتادۃ بلاغا سن عن عبد اللہ بن مطرف اسئلک من خیر ھذا الشھر ونورہ وبرکتہ وھداہ وطھورہ ومعافاتہ سن مثلہ اللّٰھم ارزقنا خیرہ ونصرہ وبرکتہ وفتحہ ونورہ ونعوذ بک من شرہ وشر مابعدہ مومص عن علی موقوفا	رفع العلة عن نور الادلة
مذکورہیں ۱۵ ترمذی نسائی حاکم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چاند کو دیکھ کر فرمایا۔ یا عائشۃ استعیذی باللہ من شرہ	نور الادلة
ہلال ۱۱۔ جس شام احتمال ہلال ہو جب تک حکم حاکم شرعی یا فتوائے عالم دین نہ ہو۔ ہرگز ہرگز کسی وجہ سے بندوقیں یا آگ کی آتشبازی اپنے دنیوی کاموں کے لیے بھر سر نہ کریں۔ ہلال ۱۲۔ ہلال دیکھ کر اُس کی طرف اشارہ نہ کریں۔ ہلال ۱۳۔ ہلال دیکھ کر منہ نہ پھیرے۔ ہلال ۱۴۔ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے۔ کہ فلاں چاند تلوار پر دیکھے۔ فلاں آئینے پر یہ سب جہالت وحماقت ہے۔ بلکہ حدیث میں جو دُعائیں فرمائیں۔ وہ پڑھنی کافی ہیں۔ ہلال ۱۵۔ چاند پر جب کبھی نظر پڑے۔ تو اُس کے شر سے پناہ مانگے۔	بدور الاجلة
ھذا فانّ ھذا ھوَ الغاسقُ اِذا وَقَبَ۔ اے عائشہ! اللہ تعالٰی کی پناہ مانگ اس شر سے کہ یہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے۔ یا گہنائے۔ یعنی قرآن عظیم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا۔ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ۔ اور اُس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم آیا۔ اُس سے یہی چاند مراد ہے۔ ۱۶ اہل ہیئت وہ لوگ جو آسمانوں کے حال اور ستاروں کی چال سے بحث کرتے ہیں۔ وہ اپنے حساب[۱] سے بتاتے ہیں۔ کہ فلاں دن رویت ہلال ہوگی فلاں مہینہ انتیس ۲۹ کا ہوگا۔ فلاں تیس ۳۰ کا۔ پھر اُن کی بات کہ ایک حساب ہے	نور الادلة للبدور الاجلة
[۱] اہل تنجیم میں قرار پایا ہے۔ کہ جب تک چاند آٹھ درجے آفتاب سے دُور نہیں ہوتا۔ ہرگز نظر نہیں آتا۔ صرح بہ الفاضل البرجندی اور جب ۱۲ درجے جُدا ہوتا ہے ضرور نظر آتا ہے۔ نص علیہ علامۃ الشریف۔ پھر وہ ۲۹ تاریخ وقت مغرب کی تقویم	حاشیہ رفع العلة

http://ataunnabi.blogspot.in

ٹھیک بھی پڑتی ہے۔ پر صحیح مذہب میں اُس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگرچہ وہ ثقہ عادل ہوں۔ اگرچہ اُن کی جماعت کثیر یک زبان ایک ہی بات پر اتفاق کرے۔ مثلاً وہ ۲۹ شعبان کو کہیں آج ضرور رویت ہوگی۔ کل یکم رمضان ہے۔ شام کو ابر ہوگیا۔ رویت کی خبر معتبر نہ آئی۔ ہم ہرگز رمضان قرار نہ دیں گے۔ بلکہ وہی یوم الشک ٹھیرے گا۔ یا وہ کہیں۔ آج رویت نہیں ہوسکتی۔ کل یقیناً ۳۰ شعبان ہے۔ پھر آج ہی رویت پر معتبر گواہی گزری۔ فوراً قبول کرلیں گے۔ اور کچھ خیال نہ کریں گے۔ کہ بربنائے ہیئت تو آج رویت ناممکن تھی۔ گواہ نے دیکھنے میں غلطی کی۔ یا غلط کہا۔ دلیل اس مسئلے اور اکثر مسائل آئندہ کی جو قمرہ تک آئیں گے۔ یہ ہے۔ کہ شارع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم و فطر کا حکم رویت پر معلق فرمایا صحیحین وغیرہما میں بطرق کثیرہ بہت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مروی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان اغمی علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔ چاند دیکھ کر ختم کرو۔ اور اگر مطلع صاف نہ ہو۔ تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔ پس ہمیں اسی پر عمل فرض ہے۔ باقی رہا حساب اسے خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یک لخت ساقط کردیا صاف ارشاد فرماتے ہیں انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا والشھر ھکذا وھکذا۔ ہم اُمّی اُمّت ہیں۔ نہ لکھیں نہ حساب کریں۔ دونوں انگلیاں تین بار اُٹھاکر فرمایا مہینہ یوں اور یوں اور یوں ہوتا ہے تیسری دفعہ میں انگوٹھا بند فرمالیا۔ یعنی انتیس۔ اور مہینہ یوں اور یوں ہوتا ہے۔ ہر بار سب اُنگلیاں کھلی رکھیں یعنی تیس۔ رواہ الشیخان وابوداؤد و نسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہم بحمد اللہ ولہ المنۃ اپنے نبی اُمّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمّی اُمّت ہیں ہمیں کسی کے حساب کتاب سے کیا کام جب تک رویت ثابت نہ ہوگی۔ نہ کسی کا حساب سنیں۔ نہ تحریر مانیں نہ قرائن دیکھیں سنا اندم

یعنی اُس وقت فلک بروج سے شمس و قمر کے مواضع نکال کر فصل دیکھتے ہیں اگر آٹھ درجے سے کم پایا۔ حکم لگادیا۔ کہ آج رویت ہرگز نہ ہوگی اور بارہ یا بارہ سے زائد دیکھا۔ تو جزم کردیا۔ کہ ضرور ہوگی اور اس کے مابین معلوم ہوا۔ تو رویت ہلال مشکوک رکھتے ہیں مگر منجمان ہند کی ادا کچھ نرالی ہے۔ فقیر نے بارہا دیکھا کہ انتیس کی مغرب کو قمر ۱۲ درجے سے بہت زیادہ دُور ہے۔ پھر بھی اُنھوں نے کل کی رویت رکھی ذخیریاں یہ کہنا ہے۔ کہ حکمائے یونان اُن کے قواعد وضع کرچکے۔ خود بھی اُن پر مطمئن نہیں تصریح کرتے ہیں کہ احوال قمر کا آج تک انضباط نہ ہوا۔ پھر ایسے شاک و شاک فی انہ شاک کی بات کا کیا اعتبار سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ۵ اقول وبھذا یرد ما اعتمدہ الامام السبکی من الشافعیۃ وصوبہ الزرکشی منھم وجنح الیہ بعض منا من جواز الاعتماد علی قولھم بناءً علی ان الحساب قطعی والشھادۃ ظنی قلنا ھذا الحساب ایضا لیس من القطع فی شیئ کما علمت واحتمال الغلط لیس باقل من احتمالہ فی خبر العدل والشارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد الغی الحساب ونزل الشھادۃ بمنزلۃ الیقین وبالجملۃ فالمذھب عدم جواز الاعتماد علیھم اصلا ۱۲ منہ قدس سرہ البخاری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جائز نہیں۔ لاعبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب وبل فی المعراج لایعتبر قولھم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ وفی النھر فلا یلزم بقول الموقتین انہ ای الھلال یکون فی السماء لیلۃ کذا وان کانوا عدولا فی الصحیح کما فی الایضاح اھ وفی القنیۃ عن ابن مقاتل انہ کان یسألھم ویعتمد علی قولھم اذا اتفق علیہ جماعۃ منھم ثم نقل عن شرح السرخسی انہ بعید وعن مجد الائمۃ انہ اتفق اصحاب ابی حنیفۃ الا النادر والشافعی انہ لااعتماد علی قولھم ش ملخصًا

تنبیہ۔ اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو بات وہ بطور ہیأت کہیں مقبول نہیں۔ ورنہ اگر شہادت رویت ادا کریں۔ تو مثل اور لوگوں کے ہیں۔ جن شرائط سے اوروں کی گواہی سنی جاتی ہے۔ اُن کی بھی گواہی قبول ہوگی۔ پھر ان کا قابل شہادت ہونا بھی ہے کہ ہیأت و نجوم کے خلافِ شرع باتوں پر اعتقاد نہ کرتے ہوں صرف صناعی طور پر آسمان کی گردشوں ستاروں کی چالوں طلوع و غروب رجوع و استقامت بطوء و سرعت قران تسدیس تربیع تثلیث مقابلہ اجتماع وغیرہ سے بحث کرتے ہوں۔ ورنہ مثلاً امور غیب پر احکام لگانا سعد و نحس کے خوشنے اُٹھانا زائچہ کے راہ پر چلنا چلانا اوتاد اربعہ طالع رابع عاشر سابع پر نظر رکھنا مالہ ماعلیہ کو جانچنا پرکھنا شرعاً سخت ہجر ہے۔ اور اعتقاد کے ساتھ ہو۔ تو قطعاً کفر والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اسی قبیل سے ہے ان کا کہنا کہ فلاں دن رویت واجب ہے۔ فلاں دن محال۔ اگر وجوب و استحالہ عادی مراد لیتے ہیں تو خیر کہ سنۃ

نور الادلہ للبدور الاجلہ

فصل دوم۔ اُن امور میں جن کا دربارۂ تحقیق ہلال کچھ اعتبار نہیں۔ بیس قمر پر مشتمل۔

قمر ۱ ۱۶ اہل ہیأت کی بات کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگرچہ عادل ہوں اگرچہ کثیر ہوں۔ نہیں خود اُن کو اس پر عمل جائز۔

قمر ۲ ۱۷ ہر مہینے میں دو ایک رات ضرور چھپتا ہے۔ پر شریعت میں اس پر مدارِ حکم نہیں۔

قمر ۳ ۱۸ انتیس ۲۹ رات کی صبح کو چاند نظر نہیں آتا۔ شرع اسے بھی نہیں سنتی۔

قمر ۴ ۱۹ دن کو دوپہر سے پہلے چاند جب ہی نظر آتا ہے۔ کہ شب گذشتہ ہلال ہوچکا ہو۔ پر صحیح مذہب میں اس کا بھی لحاظ نہیں۔

بدور الاجلہ

اللہ کے لیے تبدیل نہیں۔ ورنہ حقیقی و عقلی کا قصد معاذ اللہ کھلا ہوا کلمہ کفر ہے۔ اعاذنا باللہ بمنۃ العظیم آمین

۱۷ مہینہ انتیس کا ہوتا ہے۔ تو ایک رات چھپتا ہے۔ تیس کا تو دو رات۔ پھر آج صبح کو طلوع شمس سے پہلے چاند جانب شرق نظر آیا تھا۔ اور آج شام کی نسبت شہادت شرعی رویت پر گذری۔ بلاشبہ قبول کی جائے گی۔ اور یہ لحاظ نہ ہوگا۔ کہ آج صبح

نور الادلہ

فی کتاب الصوم وعقد لہ باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانکتب ولانحسب فقصر الفاضل المرحوم عبدالحی اللکنوی فی القول المنشور عزوہ علی مسلم تقصیر ۱۲ ؎ اقول الاولی تاخیر الاستثناء بعد الشافعی لان من اصحابہ ایضًا من اعتمد علیھم کما سمعت ۱۲

حاشیہ رفع العلۃ عن نور الادلہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تک تو چاند موجود تھا۔ بن ڈوبے کیونکر ہلال[۱۸] ہوگیا۔ رؤی یوم التاسع والعشرین قبل الشمس ثم رؤی لیلۃ الثلاثین بعد الغروب وشھدت بینۃ شرعیۃ بذلک فان الحاکم یحکم برویتہ لیلا کما ھو نص الحدیث ولا یلتفت الی قول المنجمین انہ لاتمکن رویتہ صباحا ثم مساء فی یوم واحد کیف وقد صرحت ائمۃ المذاھب الاربعۃ بان الصحیح انہ لاعبرۃ بقول المنجمین ش ملخصا۔ [۱۸] یہ دعوٰی دعوٰی اول سے اخص ہے۔ وہاں دو ایک رات بیچ میں تھا۔ عام ازیں کہ ۲۹ کو ڈوبے یا ۳۰ کو۔ یہاں خاص دعوٰی ہے کہ ۲۹ کو ضرور ڈوبتا ہے۔ شرع میں اس پر بھی لحاظ نہیں۔ مثلاً ۲۹ شعبان روز یکشنبہ کو شام کے وقت ابر تھا۔ گواہان شرعی نے رویت بیان کی صبح کو رمضان ٹھہرا۔ اب جو گنتی ہوتی آئی تو ۲۹ رمضان روز دوشنبہ کو طلوع شمس سے پیشتر چاند موجود تھا۔ اس پر کوئی خیال کرے کہ دوشنبہ کی پہلی ہوئی تو آج ۲۹ کو چاند صبح کے وقت کیونکر نظر آنا ضرور ہے۔ کہ گواہوں نے غلطی کی شعبان ۳۰ کا ہوا۔ آج ۲۸ ہے۔ ابر ہوا۔ تو اسی حساب پر رمضان کے ۳۰ پورے ہونگے تو یہ خیال محض غلط ہوگا۔ بلکہ وہی دوشنبہ کی ۲۹ ٹھہرے گی۔ اور اسی پر بنائے احکام رہے گی والدلیل علی ذلک مع السند قد انطوی فیما فی منا۔ [۱۹] یعنی مثلاً پنجشنبہ ۲۹ شعبان یا ۲۹ رمضان کو ابر تھا رویت نہ ہوئی جمعہ کے دوپہر سے پہلے چاند نظر آیا تو اگرچہ قیاس یہی چاہتا کہ شب

گذشتہ ہلال ہے [۲۰] کے شب گذشتہ کا چاند خیال کیا جائے۔ قمر [۶] بند اس رات کے اونچے ہونے پر نظر قمر [۷] نہ اس کے دیر تک ٹھہرنے پر التفات۔ قمر [۸] آج کا ہلال رات [۲۲] شفق سے پہلے ڈوبتا ہے کل کا بعد۔ یہ بھی معتبر نہیں۔ قمر [۹] تیسری رات [۲۳] عشاء سے پہلے چاند نہیں ڈوبتا پر یہ بھی قابل لحاظ نہیں قمر [۱۰] چودھویں کا چاند سورج ڈوبنے سے پہلے نکلتا ہے قمر [۱۱] پندرھویں کا بیٹھ کر یہ دونوں بھی نامعتبر ہیں قمر [۱۲] غلط ہے کہ ہمیشہ رجب [۲۵] کی چوتھی رمضان کی پہلی ہو قمر [۱۳] رمضان کی پہلی [۲۶] ذی الحجہ کی دسویں ہونا بھی

[۱] چاند سورج دونوں کی اپنی چال مغرب سے مشرق کو ہے۔ اور حرکت یومیہ جس کے سبب طلوع و غروب روزانہ ہوتا ہے مشرق سے مغرب کو۔ تو چاند صبح کے وقت جب ہی نظر آئے گا۔ کہ سورج کے پیچھے ہو یعنی جانب مغرب ہٹا ہوا ہو کہ اگر جانب مشرق بڑھا ہو۔ تو آفتاب اس سے پہلے طلوع کرے گا صبح کے وقت چاند آفتاب سے بھی زیادہ زیر زمین اترا ہوگا۔ نظر کیونکر آئے۔ اور جب پیچھے ہے۔ تو افق شرقی پر سورج سے پہلے چمک آئے گا آفتاب ہنوز زیر زمین ہوگا۔ تو نظر آسکتا ہے بشرطیکہ آٹھ درجے سے کم نہ ہو۔ ورنہ اتنے قرب میں سورج کی شعاعیں اسے چھپالیں گی۔ نظر کام نہ کرسکے گی۔ اسی طرح شام کو مغرب میں جب ہی نظر آتا ہے کہ سورج کے آگے ہو۔ یعنی جانب شرق بڑھا ہو کہ اگر جانب مغرب ہٹا ہوگا تو سورج سے پہلے ڈوب جائے گا۔ اور جب آگے ہے تو افق غربی پر بعد غروب آفتاب باقی رہے گا تو نظر آنا ممکن بشرطیکہ آٹھ درجے سے کم فصل نہ ہو۔ جب یہ بات سمجھ لیے تو اگر آج صبح کو نظر بھی آئے۔ پھر شام کو ہلال بھی ہو۔ تو لازم ہے کہ صبح کو آٹھ درجے پیچھے تھا۔ شام کو لااقل آٹھ درجے آگے ہوگیا۔ چار پہر میں سولہ درجے طے کرگیا۔ حالانکہ وہ کبھی آٹھ پہر کامل میں بھی اتنا نہیں چلتا۔ اس وجہ سے ہیات والے اجتماع رؤیت صبح و شام کو ناممکن کہتے ہیں۔ مگر جب ثبوت شرعی ہو تو انکار کا کیا یارا۔ اِنَّ اللہَ علٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

نور الادلۃ للبدور الاجلۃ

البدور الاجلۃ

بیان اللہ عن نور الادلۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ضروری نہیں ــــــــــــ

جمعہ میں ہلال ہوگیا۔ ورنہ دوپہر سے پہلے نظر نہ آتا۔ تو آج پہلی ہونی چاہئے۔ مگر صحیح مذہب میں اس کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔ اور آج تیس ہی ٹھہرے گی۔ رؤیتہ بالنہار للیلۃ الاٰتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی (ای سواء رؤی قبل الزوال او بعدہ علی المذھب الذی ھو قول ابی حنیفۃ ومحمد) (ش) اوجب الحدیث ای قولہ علیہ الصلوۃ والسلام صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ۔ فوجب سبق الرؤیۃ علی الصوم والفطر والمفہوم المتبادر منہ الرؤیۃ عند اٰخر کل شہر عند الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم بخلاف ما قبل الزوال من الثلثین والمختار قولہما (فت) (فتح القدیر) وکذا صحح باختیارہ فی ع وخز (خزانۃ المفتین) و ص (خلاصۃ) وق (قاضی خان) و م وب (بزازیہ) وجو (جواہر الاخلاطی) و مج (مجمع الانھر) وب (بحر الرائق) والاختیار وجامع المضمرات والغیاثیۃ والغیاثیۃ والتتارخانیۃ والتجنیس وغیرہا

نمبر۲ بہت لوگ چاند کو بڑا دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کل کا ہے۔ یا آج ۲۹ نہ تھی۔ ۳۰ کی تھی کہ ۲۹ کا چاند اتنا بڑا نہیں ہوتا۔ یہ اُن کی خام خیالی ہے۔ شرعی معاملے تو اوپر ہوچکے کہ وہاں قیاسی باتوں کا دخل نہیں۔ اور بطور علم ہیأت ہی چلیے تو ان شاء اللہ تعالٰی فقیر ثابت کرسکتا ہے کہ ۲۹ کا چاند بعض ۳۰ کے چاندوں سے بڑا ہونا ممکن۔ اقول اور سب سے بڑھ کر دافع اوہام یہ ہے کہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ قرب قیامت کا ایک اثر یہ ہے کہ ہلال بڑے نظر آئیں گے۔ اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس نے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مِنْ اِقْتِرَابِ السَّاعۃ ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین الحدیث قرب قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ ہلال سامنے ہی نظر پڑے گا۔ دیکھنے والا کہے۔ کہ دو رات کا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ابو البختری سے

؂ دوپہر سے پہلے کی قید اس لیے لگائی کہ اگر بعد زوال نظر آیا۔ تو عامہ کتب پر کسی کے نزدیک گذشتہ رات کا نہ ٹھہرے گا کہ تیس کا چاند بھی اکثر دن سے نظر آجاتا ہے۔ مگر دوپہر ڈھلنے کے بعد ھکذا فی عامۃ الکتب کالسراج والایضاح والمنظومۃ والخانیۃ وطم وش والبزازیۃ والعتابیۃ والذخیرۃ والتتارخانیۃ وجامع الرموز وجواہر الاخلاطی والاختیار والبحر والتبیین والمجتبٰی والقنیۃ ومجمع البحرین وشرحہ لابن ملک وشرح الکنز لملا مسکین وغیرہا ووقع فی المجمع الانھر تبعا لما فی الفتح من التحفۃ انہ عند ابی یوسف اذا رؤی قبل الزوال او بعدہ الی وقت العصر فللماضیۃ وبعدہ للمستقبلۃ ۱۲

http://ataunnabi.blogspot.in

مروی ہے کہ ہم عمرے کو نکلے۔ بطن نخلہ میں ہلال دیکھا۔ کسی نے کہا تین رات کا ہے۔ کسی نے کہا دو رات کا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حال عرض کیا۔ فرمایا تم نے کس رات دیکھا۔ ہم نے کہا۔ فلاں رات کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللّٰہ تعالٰی مدّہ للرؤیۃ۔ فھو للیلۃ رأیتموہ[1] اللہ تعالٰی نے اُسے رویت پر موقوف فرمایا ہے۔ تو جس رات تم نے دیکھا۔ اُسی رات کا ہے۔

[21] بہت لوگ چاند[2] اونچا دیکھ کر بھی ایسی ہی انگلیں دوڑاتے ہیں بعض کہتے ہیں۔ اگر ۲۹ کا ہوتا تو اتنا نہ ٹھہرتا۔ یہ سب بھی ویسے ہی اوہام ہیں جن پر شرع میں التفات نہیں خصوصًا یہ باتیں تو از روئے ہیأت بھی کلیہ نہیں ہوسکتیں، میں ان شاء اللہ تعالٰی ثابت کرسکتا ہوں کہ کبھی ۲۹ کا ۳۰ کے بعض ہلالوں سے اونچا اور دیر پا ہوتا ہے[3]

[22] شفق سے مراد شفق احمر ہے یعنی وہ سرخی جو غروب آفتاب کے بعد جانب مغرب رہتی ہے۔ عادت یوں ہے کہ جو ہلال اسی شب ہوا۔ وہ اس سرخی کے غائب ہونے سے پہلے ڈوب جاتا ہے اور جو کل ظاہر ہوا تھا۔ اُس کے بعد غروب کرتا ہے۔ پھر یہ بھی تجربہ کی بات ہے۔ صحیح مذہب میں اس پر اعتماد نہیں۔ فی مختارات النوازل وقیل ان غاب بعد الشفق فھو للماضیۃ وان غاب قبل الشفق فھو للمستقبلۃ اھ وھکذا ذکرہ مضعفا مقابلا للمذھب الصحیح المختار اعنی کونہ للمستقبلۃ مطلقا فی مج وفت وق وبز وغیرھا من اسفار کثیرۃ۔

[23] عادت اکثری یوں ہے کہ تیسری شب کا چاند غروب نہیں کرتا۔ جب تک عشاء کا وقت نہ آجائے۔ حدیث شریف میں نمازِ عشاء کی نسبت ہے۔ کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلّیھا سقوط القمر لثالثۃ۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ نماز اس وقت پڑھا کرتے جس وقت تیسری رات کا چاند ڈوبتا ہے۔ رواہ ابوداؤد عن النعمان بن بشیر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما پر معاملہ ہلال میں شرعًا اس پر بھی التفات نہیں مثلًا گواہی گذری کہ آج چاند ہوا۔ کل جمعہ کی یکم رمضان ہے اب شنبہ کے بعد جو شب یکشنبہ آئی کہ اس شہادت کی رُو سے تیسری شب تھی۔ اس میں دیکھا۔ تو چاند مغرب ہی کے وقت عشاء کا وقت آنے سے پہلے ڈوب گیا۔ جس کے سبب گمان ہوتا ہے کہ آج شب دوم ہے اس کا کچھ خیال نہ کریں گے۔ اور تیسری ہی رات قرار دیں گے۔

تنبیہ۔ اقول وباللّٰہ التوفیق۔ بے شک اس شہادت پر عمل میں معاذ اللہ حدیث کی کچھ مخالفت نہیں۔ بلکہ عین حکم حدیث پر چلنا ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقت عشاء دیکھ کر نماز شروع فرماتے۔ وہ اس اکثری امر کے سبب غالبًا اس وقت سے موافق پڑتی۔ یا یوں سہی کہ زمانہ اقدس میں ہمیشہ ہی مطابق آئی۔ اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ حضور نے ایک وقت بھی اس غروب قمر پر وقت نماز کی

---

[1] ای جعل وقت الصوم ممتدا الی زمان رؤیۃ الهلال ۱۲

[2] وقع ھھنا فی القول المنثور للفاضل اللکھنوی لرؤیۃ رأیتموہ وھو تصحیف ۱۲

[3] اونچا ہونا اور دیر تک رہنا غالبًا زیادت فصل سے ہوتا ہے اور یہ ہم اوپر واضح کرچکے کہ کبھی ۲۹ کا بہ نسبت ۳۰ والے کے سورج سے دور تر ہوتا ہے تو غالبًا اتنا ہی اونچا بھی ہوگا اور اتنا ہی دیر میں ڈوبے گا۔ علاوہ ازیں دقائق ہیأت پر نظر کیجیے تو باوجود استوائے فصل ایک حالت میں بلند تر و دیرپا تر ہونا ممکن وذلک یبتنی علی مقدمات طویلۃ لو تکلمنا علیھا لخرجنا عما نحن بصددہ ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بدور الاجلہ

قرینہ ۱۴ اکثری سہی کہ اگلے رمضان کی ۲۷ پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوتی ہے۔ پر شرع میں اس پر اعتماد نہیں۔
قرینہ ۱۵۔ برابر چار مہینے سے زیادہ ۲۹ کے نہیں ہوتے پر اس پر بھی مدار نہیں۔
قرینہ ۱۶۔ ان امور میں خط کا اعتبار جس طرح عوام میں رائج محض مردود ہے۔ اگرچہ مہر شدہ ہو اور کاتب ثقہ اور خط معروف
قرینہ ۱۷۔ تار محض ۳۰ مہمل اور ناقابل التفات اگرچہ متعدد شہروں سے وارد ہو۔ قرینہ ۱۸۔ ۳۱ بازاری افواہ اصلاً کوئی چیز نہیں۔ قرینہ ۱۹ ۳۲۔ مجرد حکایت محض نامسموع۔ قرینہ ۲۰ ۳۳ یقین عرفی کچھ بکار آمد نہیں۔ وفقنی اللہ

بنا رکھی ہو کہ اُسے ابدی غیر ممکن الخلعۃ جانتے نہ کہ اس کے سبب امر مذموم میں شہادت شرعیہ جسے شرع نے مثل رویت عین قرار دیا رد کی جائے۔ سئل فیما اذا ثبت الہلال بالبینۃ الثالثۃ قبل دخول وقت العشاء ہل یعمل بالشہادۃ ام لا؟ اجاب المعمول بہ ما شہدت البینۃ لان الشہادۃ نزلہا الشارع منزلۃ الیقین ولیس فی العمل بالبینۃ مخالفۃ لصلوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ملخصاً عن فتاوی العلامۃ الشہاب الرملی الکبیر الشافعی ملخصا۔ وھذا واضح جدا وللہ الحمد ۱۲

۳۴ حاکم شرع یا عالم دین نے شہادت شرعیہ لے کر شعبان کا مہینہ ۲۹ کا ٹھہرایا اور کل بروز جمعہ رمضان کا حکم دیا۔ اب اس حساب سے شب جمعہ ۵ اگر چاند غروب سے پہلے ڈوبا۔ تو بہت جاہل اعتراض کریں گے کہ وہ حکم غلط تھا۔ بلکہ ۳۰ کا چاند ہوا۔ اور ہفتہ کی پہلی جب تو آج چاند بیٹھ کر نہ نکلتا۔ یا حاکم و عالم نے گواہی نا کافی سمجھ کر شعبان کی گنتی ۳۰ پوری کی یکشنبہ سے یکم رمضان رکھی۔ شب جمعہ میں چاند بیٹھ کر نکلا جاہل کہیں گے۔ کیوں صاحب ہفتہ کی پہلی ہے تو آج شب بدر ہوتی ہے۔ یہ چاند بیٹھ کر کیوں کر نکلا۔ ضرور جمعہ کی پہلی تھی اور آج پندرھواں۔ یہ اور اس قسم کے سب خیالات محض مہمل و بیہودہ ہیں جن پر اصلاً مدار احکام نہیں۔ نہ حاکم و عالم پر شرع یہ لازم فرماتی ہے۔ کہ عنداللہ جو بات نفس الامر میں ہے اس پر مطلع ہو جائیں کہ یہ تکلیف مالایطاق ہے۔ بلکہ شرع ان پر یہی فرض کرتی ہے کہ دلیل شرعی سے جو ثابت ہوا اس پر عمل کرو۔ عام ازیں کہ عنداللہ کچھ ہو خود حضور اقدس عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی بنحو ما اسمع فمن قضیت لہ من حق اخیہ شیئا فلا یاخذہ فانما اقطع لہ قطعۃ من نار۔ تم میرے حضور اپنے مقدمات پیش کرتے ہو۔ اور شاید تم پر ایک دوسرے سے زیادہ

فتاوی الرملی

لہ اقول وبتقریرنا ھذا ظھر بحمد اللہ انہ لاحاجۃ الی ما تجشمہ الفاضل عبدالحی اللکنوی فی القول المنشور مجیبا عن ھذا الاشکال انہ لیس فی الحدیث ما یدل علی الدوام فقد یکون ھکذا ولا تغتر بقولہ کان فانہ لا یدل علی الاستمرار کما بسطہ النووی فی شرح صحیح مسلم فی ابواب النوافل فتشکر انتھی فقد علمت ان لا اشکال بالحدیث اصلا ولو کان للدوام دواماً علی ان ھذہ المسئلۃ کثیرۃ الخلاف وقد عقدنا لبیانہا رسالتنا التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل فبناء التفصی علی امر مختلف فیہ مع عدم الحاجۃ الیہ مما لا معول علیہ ۱۲ (حاشیہ رفع العلۃ عن نور الادلۃ)

http://ataunnabi.blogspot.in

اپنی حجت بیان کرنے میں تیز زبان ہو۔ تو میں جو سنوں اُس پر حکم فرمادوں پس جس کے لیے میں اُس کے بھائی کے حق سے کچھ حکم کروں وہ اسے نہ لے کہ یہ تو ایک آگ کا ٹکڑا ہے اس کے لیے قطع کرتا ہوں رواہ احمد والستۃ عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا علاوہ بریں چاند کا چودھویں کو غروبِ شمس سے پہلے نکلنا اگرچہ اکثری ہے۔ اور اسی لیے اُسے بدر کہتے ہیں مگر بحساب ہیأت بھی اس کا خلاف ممکن کما لا یخفی علی من یعلمہ واللہ تعالٰی اعلم ۲۵ عوام میں مشہور ہے کہ سال میں جس دن رجب کی چوتھی اسی دن آکر رمضان کی پہلی پڑے گی۔ یہ بات محض بے اصل ہے۔ اس کا شرعی نہ ہونا تو خود ظاہر تجربہ بھی خلاف پر شاہد بعض دفعہ رجب کی تیسری اور رمضان کی پہلی مطابق ہوئی ہے ما ھو الرابع من رجب لا یلزم ان یکون غرۃ رمضان بل قد یسبق (ت) اقول فرض کیجئے مثلاً رجب کی چوتھی پنجشنبہ کو ہوئی۔ اور مہینہ ۲۹ کا۔ تو شعبان کی پہلی سہ شنبہ کی ہوگی اب یہ بھی ۲۹ کا ہوا۔ تو رمضان کی پہلی چارشنبہ کو ہوگی۔ یا دونوں تیس کے ہوئے تو یکم رمضان جمعہ کی۔ ہاں ایک ۲۹ کا اور ایک ۳۰ کا ہو تو مطابقت لے گی۔ پر اس پر نہ شرع حاکم نہ بحکم ہیأت لازم نہ تجربہ سے دائم۔ ۲۶ کہیں مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعض آثار میں آگیا کہ تمھارے روزہ کا دن وہی تمھاری قربانی کا دن ہے۔ یہ اُس سال کا ایک واقعی بیان تھا۔ نہ کہ ہمیشہ کے لیے حکم شرعی ہو۔ بارہا یکم رمضان و دہم ذی الحجہ مختلف پڑتی ہیں مثلاً یکم رمضان جمعہ کی ہو اور رمضان شوال ذی قعدہ تینوں مہینے ۲۹ کے تو عید اضحٰی چہارشنبہ کی ہوگی اور دو ۲۹ کے۔ تو پنجشنبہ کی۔ اور تینوں ۳۰ کے۔ تو شنبہ کی۔ ہاں دو تیس کے اور ایک ۲۹ کا۔ تو بے شک جمعہ کی پڑے گی۔ پھر یونہی ہونا کیا ضرور ہے۔ شھر رمضان اذا جاء یوم الخمیس ویوم عرفۃ جاء یوم الخمیس ایضا کان ذالک یوم عرفۃ لا یوم الاضحٰی حتی لا یجوز التضحیۃ فی ھذا الیوم وما یروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذلک العام بعینہ دون الابدان من اول یوم رمضان الی غرۃ ذی الحجۃ ثلثۃ اشھر ولا یوافق یوم النحر یوم الصوم الا ان یتم شھران من ثلاثۃ وینقص الواحد فاذا تمت الشھور الثلثۃ تأخر عنہ واذا نقصت الشھور الثلثۃ او شھران تقدم علیہ فلا یصح الاعتماد علی ھذا اخذ عن الفتاوی الکبری ۲۷ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ خامس رمضان الماضی اول رمضان الاتی گزشتہ رمضان کی پانچویں آئندہ رمضان کی پہلی ہے۔ بعض علماء نے کہا اس کا پچاس برس تک تجربہ ہوا۔ ٹھیک اُترا۔ بعض معاصرین نے لکھا۔ ۱۲ برس سے میں بھی تجربہ کرتا۔ اور درست پاتا ہوں اقول مگر فقیر نے ۱۲۹۵ھ سے اب تک کے ۹ رمضانوں میں خیال کیا۔ چند ہی سال میں صاف فرق پڑگیا۔ پانچ برس تک تو حساب ٹھیک تھا۔ اور اس قاعدے کے مطابق رمضان سنہ ۱۳۰۱ھ کی پنجم روز یکشنبہ آئی۔ مگر سنہ ۱۳۰۲ھ میں بحساب تقویم یکم اسی دن مظنون تھی۔ مگر فقیر ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ کو دیہات میں تھا کشادہ جنگل۔ صاف مطلع۔ ابر۔ غبار۔ دخان کسی علت کا نام نہ نشان۔ میں اور میرے ساتھ اور مسلمان ہر چند غور کرتے رہے رؤیت نہ ہوئی۔ شب جمعہ کی خبر بھی نہ آئی۔ شنبہ کی عید قرار پائی اب ۱۳۰۱ھ کا حساب تقویم اگر غلط بھی مانئے کہ مطلع صاف نہ تھا۔ اور بحکم ہیأت یکم یکشنبہ بھی ممکن تھی۔ تو تصحیح قاعدہ کو اسی دن یکم رکھئے۔ تو پنجم پنجشنبہ کی ٹھہرے گی۔ سنہ ۱۳۰۲ھ میں یکم بھی جمعرات کی ہونی چاہئے۔ حالانکہ وہ بشہادت عین بھی اور بحکم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

رمیات بھی نا ممکن ۔لاجرم ماننا پڑے گا کہ سنہ ۱۳۲۰ھ میں ٹوٹ گیا۔ بالیں ہمہ اگر دائمہ بھی ہو تو صرف ایک تجربہ ہے۔ نہ حکم شرعی جس پر احکام شرعیہ کی بناء ہوسکے ۲۸ ۔ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قد یقع النقص متوالیا فی شہرین او ثلثۃ ولا یقع اکثر من اربعۃ اشھر ۔ اسی طرح شرح صحیح مسلم میں ہے۔ لکن مصدرا بلفظۃ قالوا پھر بھی یہ اسی قبیل سے تجربہ ہے۔ یا حساب جس پر شرع میں اعتماد نہیں۔ مثلاً ربیع الآخر سے رجب تک چار مہینے ۲۹ کے ہوتے آئے۔ اب شعبان کی ۲۹ کو شہادت رویت گذری۔ بلاشبہ مقبول ہوگی۔ اور یہ خیال نہ کریں گے کہ وہ برابر ۲۹ کے ہوتے جاتے ہیں۔ ۲۹ جاہل لوگوں بلکہ بعض اعیان علم میں بھی جو بزعم خود فقیہ العصر وحید الدہر ہوں۔ اعتماد خط کا عجیب جوش ہے ... اپنے کسی معتمد کا خط آگیا۔ اور شہادت شرعی میں کچھ باقی نہ رہا گویا خط کا ہے کو ہے۔ خاص فلک قمر سے ان پر تفسیر الیقین نازل ہوئی۔ پھر کورے جہال کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ وہاں خط سے گذر کر تاریخ خط سے استناد ہوتا ہے۔ حالانکہ علماء فرماتے ہیں خط پر اعتماد نہیں۔ نہ اس پر عمل ہو کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مہر مہر کے مثل ہوسکتی ہے۔ المقرر عند علماء الحنفیۃ انہ لا اعتبار بمجرد الخط ولا التفات الیہ خ رخیریہ ۔ الخط لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ خ۔ لیس الموجود فیہ سوی خط فی ورق لیس من حجج الشرع فی شیئ خ[۱] مجرد الخط علامۃ لا تبنی علیہا الاحکام خ۔ صرح علماؤنا بعدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل بہ خ۔ ملخصا العبرۃ لما تقوم البینۃ الشرعیۃ علیہ لا لما یوجد من الخطوط والکواغذ خ۔ انما ھو کاغذ بہ وھو لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا خ۔ مجرد خط لا یعتمد علیہ ولا یعمل لہ شرعا خ[۲]۔ لیس الورق والخط من حجج الشرع خ۔ من کتاب البیوع لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ولا شک ان الخط اعم من ان یکون بالقلم او بالطابع الذی ھو الختم خ ملخصا۔ ان کے سوا بے اعتباری خط میں پندرہ کتابوں کی عبارتیں فقیر نے فتوی تار مندرجہ رسالہ ازکی الاہلال میں ذکر کیں وباللہ التوفیق۔ تنبیہ۔ خط بعض صورتوں میں مقبول ہوتا ہے۔ کتاب القاضی الی القاضی۔ یعنی حاکم شرع کا حاکم شرع کو خط لکھے وبشرائطہ کثیرۃ حجت ملزمہ ہے۔

۳۰ ۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس بارے میں ایک مفصل فتوی لکھا اور علماء بدایوں ورامپور وحیدرآباد ودہلی نے اس پر مہریں کیں۔ وہ فتوی آخر رسالہ ازکی الاہلال میں مذکور ہوا۔ اور ہم ان شاء اللہ بحث استفاضہ میں یہ بھی ظاہر کریں گے کہ تار جیسا ایک جگہ کا۔ ویسا ہی دس بیس مقام کا سب نامعتبر ہیں یعنی اگر کسی شہر میں متعدد تار مختلف امصار سے آئیں تو ان کی بھی کچھ وقعت نہ ہوگی کہ کثرت تار کو شرعی تواتر واشتہار سے اصلاً علاقہ نہیں۔

۳۱ ۔ اکثر دیکھا ہے کہ خبر رویت کا شہر میں شہرہ اور عام عوام کی زبان پر چاند چاند کا چرچا ہوگیا۔ پھر تحقیق کیجئے تو کچھ اصل نہ تھی۔ اسے افواہ کہتے ہیں۔ شرع جس تواتر وشہرت کو قبول فرماتی ہے۔ وہ اور چیز ہے۔

---

[۱] الثلثۃ من کتاب الدعوی کالاخیرۃ ۱۲ [۲] الی ھہنا من الوقف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؛

۳۲۔ گواہوں کا مجرد یہ بیان کہ فلاں شہر میں چاند ہوا۔ یا فلاں فلاں نے چاند دیکھا۔ یا فلاں روز سے روزہ رکھا۔ مجرد حکایت ہے جس پر اصلاً التفات نہیں۔ بلکہ یا تو اپنے معائنہ کی شہادت ہو۔ یا شہادت پر شہادت۔ یا قضا پر شہادت یا شرعی شہرت یہ مسئلہ بہت ضروری الحفظ ہے۔ یہ صرف عوام بلکہ آج کل کے بہت مدعیان علم۔ بلکہ بعض ذی علم بھی ناواقف پائے واللہ الہادی ھذا الجماعۃ لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم فلا یلتفت الی قولھم خزوقد نص علی المسئلۃ فی د ط ط م ش فت ع ب وغیرھا کما ذکرنا بعض نصوصھا فی ازکی الاھلال ؛

۳۳ اقول۔ یہ ایک نفیس مسئلہ ہے جس پر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے تنبیہ کی یقین دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک شرعی کہ طریقہ شرعاً سے حاصل ہو۔ دوسرا عرفی کہ باوجود عدم طریقہ شرعی صرف اپنے مقبولات ومسلمات یا تجربیات ومشہورات اور قرائن خارجیہ کے لحاظ سے اطمینان حاصل ہو جائے۔ ناواقف لوگ مدرک عرفی وشرعی میں تفرقہ نہ جان کر اسے کافی ووافی ودلیل شرعی گمان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صریح خطا ہے۔ مثلاً جہاں شرع مطہر شہادت میں عدد شرط کیا دو مرد۔ یا ایک مرد دو عورتیں ہوں۔ وہاں ہمارے اعظم کسی معتمد اجل مستند نے جسے افضل اولیا رعالم جانیں۔ اور وہ واقع میں بھی غوث زمانہ ہی ہو۔ شہادت دی کہ میرے سامنے ایسا ہوا۔ اور میں نے بچشم خود دیکھا۔ ہمیں جو اعتبار اُس کے فرمانے پر آئے گا۔ ہرگز دو چار دس بیس کی بات پر بھی اس سے زیادہ نہ ہوگا مگر شرع دوسرا گواہ اور مانگے گی۔ اور معاملہ زنا میں تین۔ تو اگر ایسے ہی تین گواہی دیں جب بھی نامسموع کہ قرآن کریم نے باَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فرمایا اگرچہ اس میں شک نہیں کہ سامع مطلع کو ان کے ارشاد میں اصلاً محل شک نہ ہوگا۔ اسی طرح ہزاروں نظیریں اس مسئلہ کی ہوں گی اور پھر قرائن بے چارے کس گنتی شمار میں ہیں۔ ذی علم کو بارہا واقع ہوتا ہے کہ بہت امور خارجہ کے لحاظ سے چاند ہونے پر اطمینان کامل رکھتا ہے۔ مگر جب تک ثبوت شرعی نہ ہو۔ ہرگز حکم رویت نہیں کرتا۔ یوں ہی جب ثبوت میزان شرع پر ٹھیک اُترے گا۔ مجبوراً حکم رویت کرے گا۔ اگرچہ بنظر امور دیگر کسی طرح ہلال کا ہونا دل پر نہ جمے۔ ایسی ہی جگہ عالم وجاہل کا فرق کھلتا ہے جب قرائن اس کے خلاف ظاہر ہوتے ہیں۔ جہاں حکم عالم پر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جو میں نے کیا۔ وہی رائے صائب تھی۔ اور جو پر بہرحال مدرک شرعی کی پابندی واجب اس امر کی طرف کچھ اشارہ وزیر یاز دہم بھی گذرا اور ان یقینوں کی زیادہ توضیح رسالہ ازکی الاھلال میں مذکور ہوئی وباللہ التوفیق وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔

(فائدہ) صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ شھران لاینقصان شھرا عید رمضان وذوالحجۃ۔ دو مہینے ناقص نہیں ہوتے۔ دونوں عید کے یعنی رمضان اور ذی الحجہ۔ رواہ الامام احمد والستۃ عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بعض علماء نے اس کے یہ معنی لیے ہیں کہ یہ دونوں مہینے ایک سال میں ۲۹ کے نہیں ہوتے۔ صحیح بخاری میں ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قال محمد لا یجتمعان کلاھما ناقص، امام سراج نے فرمایا لا ینقصان جمیعا فی سنۃ واحدۃ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ان نقص رمضان تم ذوالحجۃ وان نقص ذوالحجۃ تم رمضان، رمضان ۲۹ کا ہوگا تو ذوالحجہ ۳۰ کا اور ذوالحجہ انتیس کا ہوگا تو رمضان تیس کا۔ اور اس معنی کی مؤید وہ حدیث ہے جو بطریق زید بن عقبہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ شہرا عید لا یکونان ثمانیۃ وخمسین یوما، عید کے دونوں مہینے ۵۸ دن کے نہیں ہوتے۔

بایں ہمہ محققین کے نزدیک اس سے اکثری نہ کلی حکم مراد ہے نہ دائمی ابدی۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں قد وجدنا ھما ینقصان معا فی اعوام، ہم نے برسوں دیکھا کہ یہ دونوں مہینے سال میں ۲۹ کے ہوئے۔ اقول معہذا حدیث اول کے اور معنی علماء نے بیان فرمائے اور تحقیق روشن یہی ہے کہ اس کا ثواب نہیں گھٹتا اگرچہ گنتی میں پورے نہ ہوں۔ اور حدیث دوم کی صحت معلوم نہیں۔ اگر صحیح ہو تو بعض رواۃ سے اپنی فہم کی بناء پر نقل بالمعنی محتمل، واللہ تعالٰی اعلم۔ بالجملہ غرض یہ ہے کہ ایسے تجربیات کا دائمی ہونا ضرور نہیں۔ اور دائمی ہوں بھی تو احکام شرعیہ کا ان پر مدار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم، واللہ الھادی وصلی اللہ تعالٰی علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

مفسدات صوم

مسئلہ ۱۹۸: از علی گڑھ بوساطت رحیم اللہ خاں ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) رمضان میں عورت کوئی دوا خشک اپنے جسم میں رکھے تو روزے میں کچھ فساد آئے گا یا نہیں۔ (۲) عورت ہی کسی دوا کی یا انگلی سے دوا اپنے جسم میں داخل کرے یا مرد انگلی کرے تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں (۳) عورت کو بیٹھا یا یا خیال باندھا کچھ دیر کے بعد جس وقت کہ خواہش بالکل نہ رہی بوندیں خارج ہوچکی ہیں پیشاب کو جاتے وقت بعد پیشاب کے کچھ گاڑھا پانی سفید نکلے جس کی شکل منی کی سی ہو تو اس کو منی کہا جائے گا یا نہیں اور روزہ اس سے ٹوٹے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر روزے کی حالت میں یعنی طلوع صبح صادق سے غروب شمس تک رمضان خواہ غیر رمضان میں دوا خشک یا تر خواہ کوئی چیز فرج میں اس طرح رکھی گئی کہ فرج داخل کے اندر بالکل غائب کردی تو روزہ جاتا رہا اور اگر مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے کا سرا فرج داخل سے باہر رہا اگرچہ فرج خارج میں غائب ہوجائے تو روزہ نہ جائے گا جب تک دوا کا کوئی ... حصہ کپڑے سے چھن کر فرج داخل کے اندر نہ گئے یا دوا ایسی تر ہو کہ کپڑے میں ٹپک کر فرج داخل میں لگے یا حرکت کے سبب کپڑا چڑھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جائے کہ بالکل فرج داخل کے اندر غائب ہوجائے ان تینوں صورتوں میں روزہ جاتا رہے گا تنویر الابصار وفی الدر المختار (ادخل عودا) ونحوہ (فی مقعدتہ وطرفہ خارج) وان غیبہ فسد وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ مربوطۃ الا ان ینفصل منہا شیئ ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا (لم یفطر) اھ ملتقطا وفی ردالمحتار مادخل فی الجوف ان غاب فیہ فسد وھو المراد بالاستقرار وان لم یغب بل بقی طرف منہ فی الخارج او کان متصلا بشیئ خارج لایفسد لعدم استقرارہ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) بتی اور دوا کا حکم مسئلہ سابقہ میں مفصلا گزرا اور انگلی فرج میں داخل کرنے سے عورت کا روزہ صرف چار صورت میں فاسد ہوگا ایک یہ کہ انگلی کرنے سے اسی حالت میں کہ انگلی فرج کو مس کررہی ہے عورت کو انزال ہوجائے لوجود معنی الفطر وھو الامناء عن مباشرۃ کما فی الھدایۃ وغیرہا دوسرے یہ کہ انگلی پانی یا روغن کے مانند کسی شے سے ایسی تر ہو کہ اس کی تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگے تیسرے یہ کہ خشک انگلی داخل کی وہ فرج کی رطوبت سے ایسی تر ہوگئی کہ اب اس کی چھوٹ کر دوسری چیز میں لگے بعدہ انگلی باہر کرکے ایسی ہی تری کی حالت میں پھر اندر کی کہ تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگی چوتھے یہ کہ انگلی کٹی ہوئی جسم سے جدا تھی وہ فرج داخل کے اندر غائب کردی گئی کہ سرا باہر نہ رہا یہ احکام بھی اسی مسئلہ سے ظاہر ہیں ان میں برابر ہے خواہ انگلی مرد کی ہو یا عورت خود اپنی انگلی داخل کرے اگرچہ بدن صاف کرنے کو۔ درمختار میں ہے ادخل اصبعہ الیابسۃ فی دبرہ او فرجہا لم یفطر ولو مبتلۃ فسد اھ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے **قولہ** ولو مبتلۃ فسد لبقاء شیئ من البلۃ فی الداخل حاشیہ طحطاوی میں ہے ظاہر کلامہ یقتضی ان الذی ادخل فی فرجہا الرجل والحکم واحد فتح القدیر میں ہے لو ادخل اخرا صبع فی دبرہ او فرجہا الداخل لا یفسد الصوم الا ان تکون مبلولۃ بماء او دھن علی المختار وقیل یجب علیہا القضاء والغسل **تنبیہ** فتح القدیر ومراقی الفلاح وفتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا عامہ کتب میں جو انگلی کی تری میں آب و روغن کا ذکر ہے محض تمثیل و تصویر ہے نہ تخصیص و تقیید کہ اگر دودھ یا گھی یا لعاب دہن میں تر ہو جب بھی بداہۃ حکم یہی ہے کہ مدار صرف کسی تری کا خارج سے جوف میں جاکر رہ جانا ہے کما افادہ فی ردالمحتار ولہذا درمختار میں مطلق مبتلۃ فرمایا اور شک نہیں کہ فرج کی رطوبت جب انگلی میں لگ کر باہر آئی اب وہ بھی رطوبت خارجہ ہوگئی اب دوبارہ جو باہر سے جاکر فرج داخل کے اندر رہ جائے گی ضرور فساد صوم لائے گی جس طرح لعاب دہن کہ اگر قبل خروج اسے نگل جائے روزے میں خلل نہیں اور اگر دہن سے جدا کر دینے کے بعد کھائے گا روزہ جائے گا کما فی ردالمحتار عن البدائع ومثلہ فی کثیر من الکتب۔ علما کا فرمانا کہ اگر کان سے میل نکالا اور میل لگی ہوئی سلائی دوبارہ سہ بارہ کان میں کی تو بالاجماع روزہ نہ جائے گا بزازیہ و نور الایضاح و درمختار وغیرہا میں ہے واللفظ للوجیز اجمعوا انہ لو حک اذنہ بعود فاخرج العود وعلی راسہ درن ثم ادخل ثانیا وثالثا کذالک انہ لا یفسد۔ وہ اس مسئلے

http://ataunnabi.blogspot.in

جدا ہے وہاں روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ کان کریدنے میں سلائی دماغ تک نہیں کی جاتی تو میل جوف میں داخل نہ ہوا بخلاف یہاں کے کہ فرج داخل خود جوف ہے مراقی الفلاح میں ہے حاش اذنہ بعود فخرج علیہ درن ما فی الصماخ ثم ادخلہ مرارا الی اذنہ لا یفسد صومہ بالاجماع کما فی البزازیۃ لعدم وصول المفطر الی الدماغ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۳) منی اپنی رنگت اور بو اور قوام وغیرہا کے باعث اور پانیوں سے ممتاز ہو جاتی ہے بہرحال صورت مستفسرہ میں جو کچھ نکلا اگرچہ منی ہی ہو جبکہ بالکل شہوت ساکن ہو جانے کے بعد بلا شہوت بعد پیشاب کے نکلا تو اس سے نہ غسل واجب ہو نہ روزے میں کچھ خلل آیا اور مجرد خیال باندھنے سے تو روزہ اصلاً نہیں جاتا اگرچہ اُسی حالت تصور ہی میں شہوت کے ساتھ انزال ہو جائے ہاں لپٹانے یا بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے کی حالت میں اگر انزال ہو تو روزہ فاسد ہو کر قضا لازم آئے گی اور اگر ان افعال کے ختم کے بعد شہوت ہنوز باقی رہی اور اس حالت میں کہ یہ عورت کے جسم سے جدا ہے منی اُتری اور بشہوت نکل گئی تو اگرچہ غسل واجب ہوگا مگر روزہ نہ جائے گا کہ یہ انزال اُن افعال سے نہ ہوا بلکہ مجرد تصور سے ہوا فی الدر المختار انزل بفکر وان طال او نزع المجامع حال کونہ ناسیا فی الحال عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام لم یفطر اھ ملتقطا وبہ یعلم ما ذکرنا بالاولی کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱: ۲۶ صفر ۱۳۱۷ھ

(۱) ایک شخص پان کھاکے اول شب میں سویا صبح کو اُٹھ کر نیت رُوزہ کی کرتا ہے روزہ درست ہوگا یا نہیں (۲) حالت روزہ میں اگر کوئی پانی سے استنجا کرے اور پانی اخراج ہوا اور بدستور استنجا کرنے میں مشغول ہے تو روزہ رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر پان کھالیا تھا مونھ میں صرف چند دانے چھالیا کے دانتوں میں لگے رہ گئے تو روزہ صحیح ہو جائے گا اور اگر صبح کے بعد بھی ایسا ازگال کثیر مونھ میں تھا جس کا جرم خواہ عرق لعاب کے ساتھ حلق میں جانا مظنون ہے تو روزہ نہ ہوگا (۲) اس سے روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا لعدم المفطر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۲: مسئولہ عبدالرحمٰن صاحب جج پوری از گولڑہ ضلع راولپنڈی ۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ پان یا تمباکو یا نسوار کے عادی ہیں وہ اگر رُوزہ کی حالت میں پان تمباکو نسوار مونھ میں رکھ لیں اور اُس کا جرم حلق کے اندر نہ جانے دیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں اور بصورت ٹوٹ جانے کے قضا لازم آئے گی یا کفارہ۔ مدلل بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

پان جب مونھ میں رکھا جائے گا اُس کا عرق ضرور حلق میں جائے گا اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے وہ اگر مونھ میں ڈالی جائے گی تو یقیناً اُس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور ناس تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سونگھی جائے گی ضرور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دماغ کو پہنچے گی اور ان طلب طولوں کے مقاصد بھی یوہیں برآئیں گے اور فقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے یہ سب شیطانی وسوسے ہیں ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اُس کی قضا قطعاً نہیں بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا کہ ان میں صلاح بدن وقضائے شہوت ہے اور اگر بالفرض ان میں احتیاط یقینی کی صورت تصور بھی ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا جیسے مباشرت فاحشہ کہ بے انزال ناقض نہیں مگر ممنوع ضرور ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من وقع فی الشبھات وقع فی الحرام کالراعی یرعٰی حول الحمٰی یوشک ان یقع فیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۳: از کلکتہ چیت پور روڈ، ڈیک اسپتال ای۔ بی۔ ایس۔ آر کریم ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ کس کس حالت میں نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص پچھلے کو اتنا زیادہ کھالے کہ صبح کو اُسے کھٹی ڈکاریں آئیں تو روزہ ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کیا خرابی واقع ہوئی دوسری یہ بات کہ روزہ کس کس حالت میں درست نہیں رہتا۔

الجواب

کھٹی ڈکار سے روزہ نہیں جاتا یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا روزہ تین باتوں سے جاتا ہے جماع اگرچہ انزال نہ ہو اور مس جبکہ انزال ہو اور باہر سے کوئی چیز جوف میں اس طرح داخل ہو کہ باہر اُس کا علاقہ نہ رہے مثلاً ڈورے میں بوٹی باندھ کر نگل لی اور ڈور باہر ہے تو اگر اُسے نکال لے گا روزہ نہ جائے گا اور اگر ڈور باہر نہ رہی یا نکالنے میں بوٹی یا اُس کا کچھ حصہ جوف میں رہ گیا تو روزہ جاتا رہا کل ذٰلک منصوص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۴: مرسلہ قاری عبدالنبی طالب علم ۲ رجب المرجب ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روزہ دار کو فصد کھلوانا اور سوزاک میں پچکاری لگوانا جائز ہے یا نہیں اور اگر فصد یا پچکاری لگوایا تو روزہ باطل ہو جائے گا یا نہیں۔

الجواب

فصد سے روزہ نہ جائے گا ہاں ضعف کے خیال سے بچے تو مناسب اور پچکاری سے مرد کا روزہ نہ جائے گا عورت کا جاتا رہے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

الاعلام بحال البخور فی الصیام

۱۳۱۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۱۷۵: از جوناگڑھ کاٹھیاوار سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کامل عارف باللہ کے مقبرہ میں بارہ ماہ چند حضرات بل کو بعد چار بجے دن کے فاتحہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور بوقت فاتحہ ہمیشہ مزار شریف سے کچھ فاصلہ پر لوبان بھی جلایا جاتا ہے اور حاضرین مزار شریف کے قریب کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھتے ہیں مگر حضار میں سے کسی شخص کا ارادہ خوشبو یا دھواں لینے کا ہرگز نہیں ہوتا اگر بغیر قصد و ارادے کے دھواں ناک وحلق وغیرہ میں چلا جائے تو کیا روزہ فاسد ہوجائے گا ماہ رمضان المبارک میں ایک شخص نے بیان کیا کہ اس خفیف دھوئیں سے روزہ جاتا رہا اور کفارہ لازم آیا۔ اور جہاں لوبان جلتا ہے روزہ دار وہاں سے علیحدہ کھڑے ہوتے ہیں اگرچہ مکان ایک ہے بینوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ الذی فرض علینا الصیام طھرا وجعل ھذا الدین یسرا والصلاۃ والسلام علی اطیب ریحان الرحمان طیبا ونشرا وعلی الہ وصحبہ الذین من اتقاھم لایصل الیہ دخان الضلال ورادا ولا صدرا۔ متون وشروح وفتاوی عامہ کتب مذہب میں جن پر مدار مذہب ہے علی الاطلاق تصریحات روشن ہیں کہ دھواں یا غبار حلق یا دماغ میں آپ چلا جائے کہ روزہ دار نے بالقصد اسے داخل نہ کیا ہو تو روزہ نہ جائے گا اگرچہ اس وقت روزہ ہونا یاد تھا۔ وقایہ[1] ونقایہ[2] واصلاح[3] وملتقی[4] وتنویر[5] وغیرہا میں ہے واللفظ للاصلاح دخل غبار اودخان او ذباب حلقہ لم یفطر۔ غرر متن[6] درر میں ہے دخل حلقہ غبار اودخان او ذباب ولو ذاکرا لم یفسد۔ بدایہ[7] وہدایہ[8] ووافی[9] وکافی میں ہے واللفظ للکافی لو دخل حلقہ ذباب وھو ذاکر لصومہ یفسد قیاسا لوصول المفطر الی جوفہ وکونہ مما لایتغذی لاینافی الفساد کالتراب وفی الاستحسان لایفسد لانہ لایمکن التحرز عنہ فان الصائم لایجد بدا من ان یفتح فمہ لیتکلم فصار کالغبار والدخان۔ فتح القدیر میں ہے قولہ فاشبہ الدخان والغبار اذا دخلا فی الحلق فانہ لایستطاع الاحتراز عن دخولھما للدخولھما من الانف اذا طبق الفم وصار ایضا کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ۔ نور الایضاح[12] متن مراقی الفلاح میں ہے لایفسد الصوم لو دخل حلقہ دخان بلا صنعہ او غبار ولو غبار الطاحون او ذباب او اثر طعم الادویۃ فیہ وھو ذاکر لصومہ۔ خانیہ[13] وخلاصہ[14] وخزانۃ المفتین[15] میں ہے واللفظ للخانیۃ اذا دخل الدخان او الغبار او ریح العطر او الذباب حلقہ لایفسد صومہ۔ سراج الوہاج[16] وہندیہ[17] میں ہے لو دخل حلقہ غبار الطاحونۃ او طعم الادویۃ او غبار الھرس واشباھہ او الدخان او ما سطع من غبار التراب بالریح او بحوافر الدواب واشباہ ذلک لم یفطرہ۔ وجیز[18] والقروی[19] وواقعات المفتین[20] میں ہے دخل الذباب او الدخان او الغبار حلقہ او بقی بلل بعد المضمضۃ فابتلعہ مع البزاق لم یفطرہ۔ ہاں اگر صائم اپنے قصد و ارادہ سے

http://ataunnabi.blogspot.in

اگر یالوبان خواہ کسی شے کا دھواں یا غبار اپنے حلق یا دماغ میں عمدًا بے حالت نسیان صوم داخل کرے مثلاً بخور سلگائے اور اسے اپنے جسم سے متصل کرکے دھواں سونگھے کہ دماغ یا حلق میں چلاجائے تو اس صورت میں روزہ فاسد ہوگا۔ درمختار میں ہے مفادہ انہ لوادخل حلقہ الدخان افطرای دخان کان ولوعودا اوعنبرا لوذاکرا لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام[21] و امداد الفتاح[22] و مراقی الفلاح[23] تینوں کتابوں میں فرمایا وھذا لفظ المراقی وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ من ادخل بصنعہ دخانا حلقہ بای صورۃ کان الادخال فسد صومہ سواء کان دخان عنبر اوعودا وغیرھما حتی من تبخر ببخور فاٰواہ الی نفسہ واشتم دخانہ ذاکرا لصومہ افطر لامکان التحرز عن ادخال المفطر جوفہ ودماغہ وھذا مما یغفل عنہ کثیر من الناس فلیتنبہ لہ ولا یتوھم انہ کشم الورد والمسک لوضوح الفرق بین ھواء تطیب بریح المسک وشبھہ وبین جوھر دخان وصل الی جوفہ بفعلہ اسی طرح ردالمحتار[24] میں امداد الفتاح اور طحطاویہ[25] میں غنیہ سے نقل فرماکر مقرر رکھا مجمع الانہر[26] شرح ملتقی الابحر میں ہے علی ھذا لوادخل حلقہ فسد صومہ حتی ان من تبخر ببخور فاستشم دخانہ فادخلہ حلقہ ذاکرا لصومہ افطر لانھم فرقوا بین الدخول والادخال فی مواضع عدیدۃ لان الادخال عملہ والتحرز ممکن ویؤیدہ قول صاحب النھایۃ اذا دخل الذباب جوفہ لایفسد صومہ لانہ لم یوجد ماھو ضد الصوم وھو ادخال الشیئ من الخارج والی الباطن وھذا مما یغفل عنہ کثیر من الناس فلیتنبہ لہ۔ حاشیۃ الکنز[27] للعلامۃ السید ابی السعود الازھری پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے واللفظ للاصل قولہ اودخل حلقہ غبار التقیید بالدخول للاحتراز عن الادخال ولھذا صرحوا بان الاحتواء علی المجمرۃ مفسد بجملہ مسئلہ غبار ودخان میں دخول بلاقصد وادخال بالقصد پر مدار کار ہے اوّل اصلا مفسد صوم نہیں اور ثانی ضرور مفطر اور بداہۃً واضح کہ صورت مذکورہ سوال صورت دخول ہے نہ شکل ادخال تو اس میں انتقاض صوم کا حکم محض بے سند وبے اصل خیال اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق تحقیق مقام وتنقیح مرام بتوفیق الملک العلام یہ ہے کہ حقیقت صوم امساک عن المفطرات الشرعیہ میں محصور اور تکالیف شرعیہ قدر وسع پر مقصور اور انتفائے حقیقت کو انتفائے شیئ قطعًا لازم وضرور جس میں ضرورت وعدم ضرورت کا تفرقہ عقلاً ونقلاً باطل ومہجور مثلاً حقیقت نکاح ایجاب وقبول ہے اگرچہ جانبین کی سے اب اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں نہ کوئی ولی نہ حاکم اسلام اور بوجہ شدّت احتیاج زن حالت تابجنون حقیقی پہنچے کہ اہلیت تصرف سے خارج ہوجائے تو اس ضرورت شدیدہ کے لحاظ سے ہرگز روانہ ہوگا کہ کوئی عورت بمجرد ایجاب بے قبول اُس کی زوجہ بن جائے یا حقیقت زکوٰۃ کہ تملیک فقیر ہے اگر کہیں ایسا ہو کہ مصرف کوئی نہ ملے جیسا کہ زبان برکت نشان سیّدنا مسیح کلمۃ اللہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ میں ہونے والا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ براہ ضرورت زکوٰۃ اپنی حقیقت سے منسلخ ہوکر کسی غنی کو دینا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

زکوٰۃ قرار پائے ارکان ساقطہ بضرورت حقیقۃً ارکان سعت ہوتے ہیں نہ ارکان اصل حقیقت ورنہ تحقق شے بے حقیقت شے محال عقلی ہے تو منافیات سنخ ذات میں ضرورت وبے ضرورت سے تفرقہ نہیں کرسکتے اب ہم ان اشیاء کو جو خارج سے جوف صائم میں داخل ہوں نظر کریں تو انحائے مختلفہ کے پاتے ہیں ان میں بعض وہ ہیں جن سے کسی وقت صائم کو احتراز ممکن نہیں جیسے ہوا بعض وہ جن سے احیاناً تلبس ہر شخص کو ضرور اور ان سے تحرز کلی ناممکن ور جیسے دخول غبار و دخان کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو ان سے قرب کی حاجت ضروری ہے اور وہ اپنی حدذات میں ممکن الاحتراز نہیں آدمی کو کلام سے چارہ نہیں اور کلام نہ بھی کرے تو بے تنفس کیونکر گزرے اور ہوا کا ان کی حامل ہوتی ہے تمام فضا میں بھری اور متحرک رہتی۔ جابجا لیے پھرتی ہے آدمی منہ بند بھی رکھے تو یہ ناک کی راہ سے داخل ہوسکتے ہیں اور بعض وہ جن سے ہمیشہ تحرز کرسکتا ہے اگرچہ نادراً بعض اشخاص کو بعض حالات ایسے پیش آئیں کہ تلبس پر مجبور کریں جیسے طعام وشراب اور انھیں دخان وغبار کا بالقصد ادخال کہ یہ تو اپنا فعل ہے انسان اس میں مجبور محض نہیں شرع مطہر نے کہ حکیم وقدیم ہے جس طرح قسم اول کو مفطرات سے خارج فرمایا کہ اگر اُسے ملحوظ رکھیں تو صوم ممتنع اور تکلیف روزہ تکلیف بالمحال ٹھہرے اسی طرح قسم ثانی کو مطلقاً شمار مفطرات میں نہ رکھا کہ اگر مفطر مانیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو حکم فطر ہمیشہ ثابت رکھیں تو وہی تکلیف مالایطاق ہوتی ہے یا وقت ضرورت باوصف حصول مفطر روزہ باقی جانیں تو بقائے شے مع انتفائے حقیقت یا اجتماع ذات ومنافی ذات لازم آئے اور یہ باطل ہے ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ دربارۂ حقائق ضرورت کارگر نہیں ہوتی ولہذا شرع مطہر سے ہرگز معہود نہیں کہ کسی شے کو بخصوصہ مفطر قرار دے کر بعض جگہ بنظر ضرورت حکم افطار ساقط فرمایا ہو مثلاً کتب فقہیہ پر نظر ڈالیے **اولاً** بیمار قریب مرگ ہوگیا مجبوراً دوا پی ضرورت کیسی شدید تھی جس نے روزہ توڑنا جائز کردیا۔ مگر روزہ ٹوٹنے کا حکم مرتفع نہ ہوا **ثانیاً** ظالم تلوار سر پر لیے کھڑا ہے کہ نہیں کھاتا تو قتل کردے گا کیسی سخت ضرورت ہے حکم ہوگا کھالے مگر یہ نہ ہوگا کہ روزہ نہ جائے **ثالثاً** مخمصہ والے مضطر کی ضرورت سے زیادہ کس کی ضرورت ہے جس کے لیے مردار سے مردار حرام سے حرام میں اثم زائل اور بقدر حفظ رمق تناول فرض ہوا مگر یہ نہیں کہ یہ حالت بصورت صوم واقع ہو تو ضرورت کے لحاظ سے روزہ نہ ٹوٹے۔ **رابعاً** سوتا مرا برابر ہوتا ہے النوم اخو الموت سوتے کے پاس بچنے کا کیا حیلہ احتراز کا کیا چارہ مگر یہ ناممکن الاحترازی بقائے صوم کا حکم نہ لائی سوتے میں حلق میں کچھ چلا جائے گا تو روزے پر وہی فساد کا حکم آئے گا غرض خادم فقہ کے نزدیک بدیہیات سے ہے کہ شرع مطہر کبھی کسی چیز کو مفطر مان کر ضرورت وعدم ضرورت کا فرق نہیں فرماتی لحاظ ضرورت صرف اس قدر ہوتا ہے کہ افطار جائز بلکہ کبھی فرض ہوجائے مگر مفطر مفطر نہ رہے یہ ناممکن تو ثابت ہوا کہ اس اصل اجماعی عقل ونقل وقاعدہ شرعیہ آیۂ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا نے واجب کیا کہ قسم ثانی بھی راساً عداد مفطرات سے مہجور اور مفطر شرعی صرف قسم ثالث میں محصور ہو بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر منیر سے روشن ہوا کہ مفطر نہ ہونے کے لیے جس طرح قسم سوم کی ضرورت نادرہ کہ اتفاقاً بعض صائمین کو بعض احوال میں لاحق ہو جیسے مضطر ومکرہ ونائم ومریض کی مجبوری کافی نہیں ہوسکتی یونہی قسم اول کے ضرورت دائمہ لازمہ غیر منفکہ کبھی درکار نہیں بلکہ صرف قسم دوم کی ضرورت عامہ فعلیہ بس ہے اور جب اس کی بنا پر وہ شے شمار مفطر سے خارج رہی تو اب تفصیل وتفریق اوقات وحالات ضرورت نہیں کرسکتے ورنہ وہی استحالہ لازم آئے گا جسے ہم ابھی عقلاً ونقلاً باطل کرچکے بس خول

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دخان وغبار بے قصد واختیار کبھی کہیں کسی طرح پایا جائے اصلا مفسد صوم نہیں ہوسکتا۔ نہ اس کہنے کی گنجائش کہ فلاں جگہ اتفاق دخول وہاں جانے سے ہوا نہ جاتا نہ ہوتا اور جانا قصدًا تھا تو ممکن الاحتراز ہوا امام کردری وجیز میں فرماتے ہیں اذا بقی بعد المضمضۃ ماء فابتلعہ بالبزاق لم یفطر لتعذر الاحتراز فتح سے اسی مسئلہ میں گزرا اصار کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ تبیین میں امام زیلعی سے ہے اذا دخل حلقہ غبار او ذباب وھو ذاکر لصومہ لا یفطر لانہ لا یقدر علی الامتناع عنہ فصار کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ شرح الملتقی للعلامۃ عبد الرحمٰن الرومی میں ہے انہ لا یقدر علی الامتناع عنہ فانہ اذا اطبق الفم لا یستطاع الاحتراز عن الدخول من الانف فصار کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ دیکھو کلی کے بعد جو تری منہ میں باقی رہتی ہے اُسے بھی شرع نے اسی تعذر تحرز کی بنا پر مفطر نہ ٹھہرایا۔ ہاں یہ لحاظ ہر گز نہیں کہ یہ کلی خود بھی ممکن الاحتراز تھی یا نہیں اگر محض بے ضرورت کلی کی جب بھی وہ تری ناقض صوم نہ ہوگی حالانکہ ضرور کہہ سکتے تھے کہ یہ اُس کا دخول اس کلی کرنے سے ہوا نہ کرتا نہ ہوتا اور کلی بے ضرورت تھی تو ممکن الاحتراز ہوا۔ بزازیہ[۳۱] میں ہے یکرہ ادخال الماء فی الفم بلاضرورۃ وفی ظاہر الروایۃ لاباس لان المقصود التطہیر فکان کالمضمضۃ حد یہ کہ بے ضرورت کلی کرنی ظاہر الروایۃ میں مکروہ بھی نہیں حالانکہ عنقریب آتا ہے کہ بے ضرورت نمک دیکھنے کے لیے شوربا چکھنا مکروہ وناجائز ہے تو وجہ وہی کہ شرع مطہر اسے شمار مفطرات سے خارج فرما چکی تو اب ضرورت وعدم ضرورت پر نظر نہ ہوگی نہ اس میں کسی مفطر کا احتمال پیدا ہوگا کہ کراہت آئے **ثم اقول** وباللہ التوفیق اس پر تو عرش تحقیق مستقر ہوا کہ دخول بلاصنعہ کفیہا کان اصلا صالح افطار نہیں ولہذا علمائے کرام نے مدار فرق صرف دخول و ادخال رکھا دخول کا کوئی فرد مفطر میں داخل نہ کیا کما سمعت من نصوصھم مگر یہاں ایک نکتہ دقیقہ اور ہے سبب شیئ مفضی الی الشیئ دو قسم ہے ایک مفضی کلیۃً یا غالبًا جس کے بعد وقوع مسبب عادۃً متیقن یا مظنون بظن غالب ہو کہ فقہیات میں وہ بھی ملتحق بالیقین دوسرا مفضی نادرًا جس کے بعد مسبب کبھی واقع ہو جاتا ہے قسم اول کے قصد کو قصد مسبب کہنا مستبعد نہیں کہ جب صاحب قصد کو معلوم کہ اس کے بعد مسبب ضرور یا اکثر واقع ہی ہوتا ہے اور اس نے سبب کا ارتکاب بالقصد کیا تو گویا وقوع سبب کا التزام کر چکا اس معنی خیال کر سکتے ہیں کہ ایسا دخول داخل شق ادخال ہوگا مگر قسم دوم ہر گز اس قابل نہیں پُر ظاہر کہ یہ سبب سبب کافی نہ ہوگا۔ اور اس کے بعد وقوع مسبب حالت شک و احتمال ہی میں آئے گا تو اس کے قصد کو مجازًا بھی قصد مسبب نہیں کہہ سکتے وھذا لا یذھب عن عقل عاقل نبیہ فضلا عن فضل فاضل فقیہ تحت سائغہ لیجیے کان میں بالقصد پانی کا ادخال اصح الاقوال پر مفسد صوم ہے مگر یہی ائمہ کرام جو بحالت قصد ادخال افساد وابطال کی تصحیح فرماتے ہیں نہانے یا دریا کے اندر جانے میں اگر پانی کان میں چلا جائے تو روزہ نہ جانے کی تصریح فرماتے ہیں ائمہ نے اصلا اس کا اعتبار نہ فرمایا کہ اس دخول آب کا سبب نہانا یا غوطہ لگانا ہوا اور یہ افعال اس نے بالقصد کیے تو گویا بالقصد پانی کان میں پہنچایا وجہ وہی ہے کہ یہ افعال غالبًا دخولِ آب کے موجب نہیں ہوتے اگرچہ کبھی واقع ہوتا بھی ہے تو ان کا قصد اُس کا قصد نہیں ہو سکتا۔ خانیہ[۳۲] میں ہے لو خاض الماء فدخل الماء فی اذنہ لا یفسد صومہ وان صب الماء فی اذنہ اختلفوا فیہ والصحیح ھو الفساد لانہ وصل الی الجوف بفعلہ فلا یعتبر فیہ صلاح البدن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فتاوی امام بزازی میں ہے خاض الماء فدخل اذنہ لا یفسد بخلاف دخول الدھن وان صب الماء فی اذنہ افسدہ فی الصحیح لوجود الفعل فلا یعتبر صلاح البدن جواہر الاخلاطی میں ہے لو اغتسل او خاض فی الماء فدخل الماء اذنہ لا یفسد صومہ بلا خلاف ولو ادخل الماء فی اذنہ ففیہ الاختلاف والاصح ھو الفساد لوصولہ الی الرأس ووصول ما فیہ صلاح البدن غیر معتبر کما لو ادخل خشبۃ فی دبرہ وغیبھا فتح القدیر میں ہے الفساد اذا ادخل الماء اذنہ لا اذا دخل بغیر صنعہ کما اذا خاض نھرا دیکھو کیسی صریح تصریحیں ہیں کہ ایسے سبب کا قصد قصد سبب نہیں یہانتک کہ اس صورت میں باوصف فعل سبب وقوع مسبب کو بغیر صنعہ فرماتے ہیں۔ اب ہم اپنے مسئلہ دائرہ کو دیکھیں تو کسی مکان میں جہاں بخور سلگتا ہو موضع بخور سے جدا و دور جا کھڑا ہونا کہ دھواں لینے کا قصد درکنار دھوئیں کے پاس تک نہ ہو ہرگز کسی عاقل کے نزدیک دخول دخان کا سبب غالب نہیں ہوسکتا ورنہ واجب تھا کہ رمضان مبارک میں دن کو آگ روشن ہونا شام کے لیے کچھ کھانا پکنا حرام و باعث افطار صیام ہوتا اس میں تو شاید خود یہ معترضین بھی شامل ہوں اور امکان احتراز ہی کی ہوس ہو اگرچہ عند التحقیق مفطرات میں اس کو دخل نہیں کما بیناہ بابین وجہ لا یحوم حوم حماہ شبھۃ تو وہ بھی بداہۃً حاصل کیا ممکن نہ تھا کہ جو کچھ پکانا ہو سحری تک پکا رکھیں یا شام کے وقت بازاری اشیاء پر قناعت کریں خصوصًا اہل عرب کہ ویسے بھی کھجوروں پر قناعت کے عادی تھے ہاں سحر کا پکا سرد ہو جاتا یا بازاری اشیاء میں مزہ نہ آتا یہ عدم امکان احتراز نہ ہوا زبان کا مزا ٹھہرا کیا اس کے لیے روز روزے رکھ کر باطل کردینا حلال ہوجاتا جس گھر میں دھواں ہو وہاں موجود ہونا درکنار نصوص علماء شاہد عدل کہ خود کھانا پکانا صبح سے شام تک روٹی لگانا بھی دخول دخان کا سبب غالب نہیں اولًا قنیہ وتاتارخانیہ وبحرالرائق ودرمختار وردالمحتار وغیرہا میں ہے والنظم للدر لا یجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء دیکھو نان پز کو فرماتے ہیں اگر گرمی کے دنوں میں سارے دن روٹی لگانے سے وہ ضعف پیدا ہو کہ ادائے صیام میں خلل انداز ہو تو آدھے دن پکائے کہ چھوٹے دنوں میں دن بھر پکاتا تھا نمازوں وغیرہا کے وقت نکال کر گرمیوں کا نصف دن اسی کے قریب قریب ہوجائے گا یہ نہیں فرماتے کہ ضعف تو جب آئے گا آئے گا آدھا اور چوتھائی دن درکنار روٹی پکانے سے دھواں جو حلق و دماغ میں جاکر روزہ ہی کھودے گا ثانیًا سراجیہ وغیرہا میں ہے امۃ افطرت فی رمضان متعمدۃ لضعف اصابھا من عمل السید من طبخ وغیرہ کان واسعا وقضت وللمولی ان یمنع عما یعجزہ عن اداء الفرائض یہ فرمایا کہ کنیز کو پکانے وغیرہ کی محنت سے ضعف ایسا لاحق ہوا کہ مجبورانہ روزہ توڑنا پڑا جائز ہے اور قضا رکھے یہ کیوں نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی سبب افطار ہے اور کنیز کو جائز نہیں کہ اس میں مولٰی کی اطاعت کرے ظہیریہ وولوالجیہ وبحرالرائق وغیرہا میں ہے للامۃ ان تمتنع من امتثال امر المولٰی اذا کان ذلک یعجزھا عن اقامۃ الفرائض لانھا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی حق الفرائض ثالثًا نور الایضاح ومراقی الفلاح میں ہے کرہ للصائم ذوق شیئ لما فیہ من تعریض الصوم للفساد وکرہ مضغہ بلا عذر کالمرأۃ اذا وجدت من یمضغ الطعام لصبیھا کمفطرۃ لحیض اما اذا لم تجد بدا منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

فلا باس بمضغها لصيانة الولد وللمرأة ذوق الطعام اذا كان زوجها سيئ الخلق لتعلم ملوحته وان كان حسن الخلق فلا يحل لها وكذا الامة قلت كذا الاجير حاشیہ طحطاویہ میں ہے قوله كذا الاجير اى بطعم كنز وبحر ونہر وہندیہ وغیرہا میں ہے واللفظ للاولین كره ذوق شيئ ومضغه بلا عذر لما فيه من تعريض الصوم للفساد ولا يفسد صومه لعدم الفطر صورة ومعنى قيد بقوله بلا عذر لان الذوق بعذر لا يكره كما قال فى الخانية فيمن كان زوجها سيئ الخلق اوسيدها لا باس بان تذوق بلسانها والمضغ بعذر بان لم تجد المرأة من يمضغ لصبيها الطعام من حائض اونفساء اوغيرهما ممن لا يصوم ولم تجد طبيخا ولا لبنا حليبا لا باس به للضرورة الا ترى انه يجوز لها الافطار اذا خافت على الولد فالمضغ اولى فتح القدیر میں ہے الذوق ليس بافطار بل يحتمل ان يصير اياه اذ قد يسبق شيئ منه الى الحلق فان من حام حول الحمى يوشك ان يقع فيه انتهت مختصرات دیکھو کنیز مولٰی یا عورت شوہر کے لیے یا نان پز مزدوری پر روزے میں کھانا پکائے تو اسے نمک چکھنا جائز نہیں بتاتے جبکہ مولٰی وشوہر ومستاجر خوش خلق وحلیم ہوں کہ نمک کی کمی بیشی پر سختی نہ کریں گے اور کج خلق وبدمزاج ہوں تو روا رکھتے ہیں اور بچے کو کوئی چیز چبا کر دینے میں شرط لگاتے ہیں کہ جب کوئی حیض یا نفاس والی عورت خواہ کوئی بے روزہ دار ایسا نہ ملے جو چبا سکے۔ نہ بچہ کو دودھ وغیرہ اشیا جن میں چبانے کی حاجت نہ ہو دے سکے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ چکھنے چبانے سے روزہ جاتا نہیں بلکہ احتمال ہے کہ شاید حلق میں چلا جائے لہذا بے ضرورت ناجائز ہوا مگر یہ نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی حلال نہیں۔ ابھی گزر چکا کہ غلام وکنیز ایسے احکام میں اطاعت مولٰی نہ کریں پھر زن واجیر تو دوسرے درجے میں ہیں اور پُر ظاہر کہ نمک ہرگز حلق میں چلے جانے کا سبب کلی یا اغلبی کیا سبب مساوی بھی نہیں ہاں احتمال قریب ہے ولہذا محقق علی الاطلاق نے بلفظ احتمال ہی تعبیر فرمایا اب پکانے کی۔ ان اجازتوں کا منشا دو حال سے خالی نہیں یا تو امر وہی ہے کہ دخول دخان جبکہ شرعاً دائرۂ مفطرات سے خارج ہو چکا مدار کار حقیقۃً قصد ادخال پر رہا بغیر اس کے جب افطار ہی نہیں تو اس کے قرب تعریض میں کراہت کیوں ہو یا اگر قصد سبب بغلبہ قصد سبب ٹھہراؤ تو واجب کہ دخول دخان کے لیے طبخ وغیرہ کی سببیت اس سے بھی اضعف ونادرتر ہو۔ جو دخول شوربا کے لیے ذوق کی اور فی الواقع تجربہ بھی اس کی ندرت کا گواہ دھواں جب حلق میں جاتا ہے۔ اس کی تلخی محسوس ہوتی اور طبیعت کی دافعہ فوراً دفع کرتی ہے اور جب دماغ میں جاتا اس کی سوزش معلوم ہوتی اور دماغ کو اذیت دیتی ہے یہ حالت کھانا پکانے والوں کو شاذ ونادر واقع ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت یا ہر روز تو دھوئیں سے دور وجلا کھڑا ہونا اور بھی زیادہ سبب شاذتر ہوگا اس کے قصد کو قصد سبب کہنا کیونکر ممکن لاجرم یہاں اگر ہوگا تو وہی محض دخول جسے تمام کتب میں تصریحاً فرمایا کہ ہرگز مفسد صوم نہیں بالجملہ اصول وفروع شرعیہ پر نظر ظاہرا اسی طرف منجر کہ اب علی الاطلاق ساقط النظر ولہذا جس طرح رمضان مبارک میں نہانا۔ دریا میں جانا حرام نہ ہوا حالانکہ اس کے سبب کان میں پانی بھی چلا جاتا ہے۔ دن کو کھانا پکانا اور کاموں کے لیے آگ جلانا حرام نہ ہوا۔ مسلمان نانبائیوں۔ حلوائیوں۔ لوہاروں۔ سناروں وغیرہم کی دکانیں قطعاً معطل کر دینا واجب نہ ہوا حالانکہ ان میں دھوئیں سے ملابست ہے جراروں قصابوں، شکر سازوں، حلوافروشوں کا بازار ہڑتال کر دینا لازم نہ ہوا کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کثرتِ مگس کا موجب ہے دن کو چکی پیسنا [۱] ۔ غلّہ پھٹکنا ۔ باہر جنگلوں [۲] گلیوں میں چلنا حرام نہ ہوا ۔ حالانکہ وہ غالباً غبار سے خالی نہیں ہوتیں یونہیں دن [۳] کو مساجد بلکہ گھروں میں بھی جھاڑو دینا خصوصاً صدرِ اول میں کہ فرش کچے ہوتے تھے ۔ عطاروں [۴] کا دوائیں کوٹنا ۔ بزازوں [۵] کا غلہ ہوا پر اڑا کر صاف کرنا ۔ معماروں [۶] کا مٹی کی دیوار گرانا ۔ مسافروں [۷] کا خوب چلتی ہوئی راہ ریگستان میں سفر کرنا ۔ فوج [۸] صائمین کا گھوڑوں پر سوار نرم زمینوں سے گزرنا کہ غالباً دخولِ غبار کے اسباب ہیں ان کی حرمت بھی کہیں مذکور نہیں بلکہ فوجی مجاہدوں کا روزہ احادیث سے ثابت اور بے ضرورت کلی کا جواز تو صراحۃً منصوص بہرحال اس قدر تو قطعی یقینی کہ اسباب غیر غالبہ کلیۃً نامحفوظ و لہٰذا علمائے کرام نے بخور کے سبب فسادِ صوم ہونے کی یہی تصویر فرمائی کہ اگردان پر محتوی ہو جائے یعنی ایسا جھک جائے کہ گویا وہ اس کے جسم کے اندر اور اس کا بدن اُس پر مشتمل ہے اور شرنبلالیہ و امداد و مراقی و طحطاوی و شامی و مجمع الانہر میں تو اس پر بھی قناعت نہ فرمائی کہ ادناہ الی نفسہ بخوردان کو اپنے بدن سے متصل کرلیا بلکہ صراحۃً اُس پر زیادت کی و اشتم دخانہ قریب کرکے اس کا دھواں اوپر کو سونگھا یہ خاص قصدِ ادخال اور اس کا مفطر ہونا بے مقال اور صورتِ سوال پر حکمِ افطار باطل خیال ہٰکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد للّٰہ رب العالمین اور اس پر ایجابِ کفارہ تو صریح بہتان ۔ کفارہ کے لیے جنایت کاملہ چاہئے اور بے قصد و ارادہ کون سی جنایت کاملہ ہوسکتی ہے اگر بفرض غلط اس صورت میں روزہ جاتا بھی ٹھہرا لیتے تو کیا شرع سے کوئی اس کی نظیر بتا سکتا ہے کہ بلا قصد جو افطار واقع ہوا اس میں حکمِ کفارہ دیا گیا ہو بھلا یہ تو بلا ارادہ حلق یا دماغ میں دھواں جاتا ہے بالقصد جماع بھی تو موجبِ کفارہ نہیں جو اکبر و اشنع مفطرات ہے تنویر الابصار میں ہے ان جامع او اکل او شرب فی رمضان اداءً عمدًا قضی وکفر درمختار میں ہے عمدًا راجع للکل ردالمحتار میں ہے المراد تعمد الافطار والناسی وان تعمد استعمال المفطر لم یتعمد الافطار یہ مسئلہ بدیہیاتِ فقہیہ سے ہے حاجتِ ایضاح سے غنی **قلت** وانما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام حرصا علی احکام الاحکام وارغام الاوھام احترازا ان لایحترزا ثرحین یعثر علی بحث للعلامۃ الشرنبلالی فی ھذا المرام حیث **قال** رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی غنیۃ ذوی الاحکام **قولہ** او دخل حلقہ غبار او اثر طعم الادویۃ فیہ لانہ لایمکن الاحتراز عنھا اھ یدخونہ من الانف اذا طبق الفم کما فی الفتح **قلت** فھذا یفید انہ اذا وجد بدا من تعاطی مایدخل غبارہ فی حلقہ افسد لوفعل اھ وقال السید الطحطاوی فی حاشیۃ علی المراقی وعلی الدر واللفظ للاول **قولہ** او دخل حلقہ غبار الخ بہ عرف حکم من صناعۃ الغربلۃ او الاشیاء التی یلزمھا الغبار وھو عدم الصوم وفی سکب الانھر عن المؤلف ولو وجد بدا من تعاطی مایدخل الخ ویدل علیہ التعلیل بعدم امکان التحرز اھ وقال السید الشامی فی ردالمحتار **قولہ** لعدم امکان التحرز عنہ ھذا یفید انہ اذا وجد بدا من تعاطی الخ شرنبلالیہ اھ فیظن ان مانحن فیہ من باب تعاطی سبب ممکن التحرز عنہ وحقیقۃ الامر ان العلامۃ الباحث رحمہ اللّٰہ تعالٰی لاینکر ان مدار الاحکام ھھنا علی التفرقۃ بین الدخول والادخال فحسب اماسمعت الی ما

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

من قوله فی متنه لایفسد الصوم ولو دخل حلقه دخان بلا صنعه وفی شرحیه له وحاشیته علی الدرر من قوله فیما ذکرنا اشارة الی انه من ادخل بصنعه فسد صومه وقوله لامکان التحرز عن ادخال المفطر ولذا لما اتی العلامة المدقق العلائی فی الدر علی تلخیص کلام الشرنبلالی لم یلخص الا حرفا واحدا وهو التفرقة بالدخول والادخال کما اسمعناك نصه وانما مطمح نظر العلامة المحشی رحمه الله تعالی ما القینا علیك ان السبب اذا کان مفضیا ولابد کان قصده قصد المسبب فکان من باب الادخال بصنعه وانما یستقیم ان استقام فیما یفضی قطعا او ظنا غالبا ومن الدلیل علیه نوط فی الکتب الثلثة حکم الفساد بمجرد تعاطی تلك الاسباب حیث قال افسد لو فعل ولم یقل لو فعل ودخل فانما ینظر الی ان فعله یوجب الدخول فاجتزأ بذکره عنه والا فلا یتوهم عاقل فضلا عن فاضل فضلا عن مثل هذا الفاضل ان مجرد تعاطی تلك الافعال یفسد الصوم وان لم یدخل شیئ ثم هو رحمه الله تعالی دار یقینا ان الکینونة فی بیت فیه بخور لیس سببا غالبا لدخول الدخان ولذا علق الفساد فی کتبه الثلثة بایوائه الی نفسه بل ولم یقنع به حتی زاد واشتم دخانه فقد وضح وضوح الشمس فی رابعة النهار ان لامساس بمسألتنا لما بحث العلامة الفاضل هنا ثم **اقول** وبه ظهر ولله الحمد انه لایرد علی بحثه ما قدمنا من مسائل الطبخ والذوق والاغتسال وخوض الماء والطحن والسف ودخول الطرقات وامثالها فهذا غایة ما وصل الیه ذهنی القاصر فی تصحیح بحثه لکن یرد علیه من المنصوصات مسألة المضمضة ورودا لامرد له فانها سبب غلبی بل کلی لدخول البلل ولم یکن تعاطیها ولو بلا ضرورة بل بلا حاجة لیفسد الصوم بالاجماع وان قیل فی النوادر بکراهتها ولعل مجیبا یجیب بان لیس الحامل فیه علی الحکم بعدم الفطر مجرد امتناع التحرز بل وشیئ اخر وهو کونه قلیلا تابعا للریق کما قالوا فی لحم بین اسنانه قال فی الهدایة لو اکل لحما بین اسنانه فان کان قلیلا لم یفطر لان القلیل تابع لاسنانه بمنزلة ریقه بخلاف الکثیر لانه لایبقی فیما بین الاسنان والفاصل مقدار الحمصة وما دونها قلیل اھ **اقول** ولایجدی فان عدم الافطار ههنا ایضا انما هو معلل بعدم امکان التحرز فرجع الامر الی ما وقع قال فی الفتح وانما اعتبر تابعا لانه لایمکن الامتناع عن بقاء اثر ما من الماکل حوالی الاسنان وان قل ثم یجری مع الریق التابع من محله الی الحلق فامتنع تعلیق الافطار بعینه فتعلق بالکثیر وهو ما یفسد الصلوة لانه اعتبر کثیرا فی فصل الصلاة ومن المشائخ من جعل الفاصل کون ذلك مما یحتاج فی ابتلاعه الی الاستعانة بالریق اولا الاول قلیل والثانی کثیر وهو حسن لان المانع من الحکم بالافطار بعد تحقق الوصول کونه لایسهل الاحتراز عنه وذلك فیما یجری بنفسه مع الریق الی الجوف لافیما یتعمد فی ادخاله لانه غیر مضطر فیه اھ وقد نقل کلامه العلامة الشرنبلالی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نفسہ فی المراقی تصریحا فی الغنیۃ تلویحا مقرا علیہ وھذا ایضا بحمد اللّٰہ تعالٰی مشیدا رکان ما نحونا الیہ من ان المناط ھو الفرق بالدخول والادخال لاغیر وان لا نظر فی الدخول الی کون سببہ مما یسھل التحرز عنہ الا تری ان الانسان غیر مضطر الی اکل ما یبقی شیئ منہ فی اسنانہ کاللحم وامثالہ بل یمکن الاجتزاء بمثل اللبن ثم ان سلم لہ ان تعاطی الاسباب الغالبۃ من باب الادخال المفطر لوجب ان یکون مفطرا مطلقا وان احتاج الیھا کما قدمنا بحقیقتہ فلیس من لم یکن عندہ ما یغنیہ یومہ ولم یقدر علی الاکتساب الابحرفۃ غربلۃ وھرس وخبز وطبخ ونحوھا مما یدخل فیہ الغبار والدخان باجل ضرورۃ واقل حیلۃ من مریض اونائم اومکرہ اوذی مخمصۃ فاذا لم یستحق اولئک اسقاط حکم الفطر فانی یستحقہ من ھو دونھم وقد جری ھو بنفسہ فی متن علی تعمیم الغبار غبار الطاحونۃ فالاوفق الارفق الالصق بالاصول الاحق بالقبول عندی ھو الاطلاق الذی جرت علیہ المتون والشروح والفتاوی قاطبۃ الی اواسط القرن الحادی عشر حتی جاء العلامۃ الشرنبلالی فنظر ما نظر ولقد احسن واجاد فی کتبہ الثلثۃ اذ علق الفساد بالبخور علی اشتمام الدخان والعلم بالحق عند الملک المنان الحمد للہ یہ جواب عجاب کاشف صواب ورافع حجاب اوائل ذی القعدۃ الحرام کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ الاعلام بحال البخور فی الصیام نام ہوا وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ

مسئولہ امانت علی شاہ ساکن قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱ رمضان ۱۳۳۱ھ

اس سے پہلے میں نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ روزہ دار کو غوطہ لگانا چاہئے یا نہیں اور سرمہ لگانا چاہئے یا نہیں تو ایک شخص کہتا ہے کہ غوطہ لگانا کیا بلکہ ناف کے اوپر پانی پہنچ جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور سرمہ بعد عصر کے لگانا چاہئے اور ایک شخص نے یہ بھی کہا کہ سرمہ لگا کر سونا نہ چاہئے اور روزہ دار کو خوشبو سونگھنا چاہئے یا نہیں اور سر میں تیل ڈالنا چاہئے یا نہیں اور بدن پر روغن ملنا چاہئے یا نہیں اور گلاس سونگھنا چاہئے یا نہیں اور مسواک کرنا چاہئے یا نہیں اور مسواک کی لکڑی چبانا چاہئے یا نہیں اور دانتوں میں خلال کرنا چاہئے یا نہیں اور منجن ملنا چاہئے یا نہیں۔

الجواب

وہ شخص غلط کہتا ہے پانی بدن کے اوپر ہونے سے روزہ جائے تو نہانے سے بھی جائے وضو سے بھی جائے ہاں جوف کے اندر مسام کے سوا منافذ سے پہنچے تو روزہ جاسے گا مگر غوطے میں ایسا نہیں غوطہ لگا کر کھلے ہوئے منفذ نتھنوں کو دیکھئے کہ ان میں بھی پانی نہیں پہنچتا اور سرمہ ہر وقت لگانے کی اجازت ہے اور لگا کر سو بھی سکتا ہے اور سونے سے کھکھار میں سرمہ کی رنگت آجائے تو کچھ حرج نہیں کہ یہ مسام سے پہنچا اور آنکھوں میں معاذ اللہ کان یا ناک کے سے سوراخ نہیں کہ ان میں داخل ہو نا روزہ کو مضر ہو۔ روزہ دار خوشبو سونگھ سکتا ہے سونگھنے سے جس کے اجزا دماغ میں نہ چڑھیں بخلاف اگر یا لوبان کے دھوئیں کہ اسے سونگھ کر دماغ کو چڑھ جائے گا تو روزہ جاتا رہے گا۔ روزہ دار سر میں روغن ڈال سکتا ہے کہ یہ بھی مسام میں کوئی منفذ نہیں۔ بدن پر بھی روغن مل سکتا ہے مل کر خوب جذب کر سکتا ہے ہاں مثلاً کان میں نہیں ڈال سکتا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اگر نگلے گا روزہ جاتا رہے گا۔ روزہ دار کو ناس لینا حرام ہے اس کا کوئی ذرہ دماغ کو پہنچا تو روزہ جاتا رہے گا۔ مسواک کرنا سنت ہے ہر وقت کرسکتا ہے اگرچہ تیسرے پہر یا عصر کو۔ چبانے سے لکڑی کے ریزے چھوٹیں یا مزہ محسوس ہو تو نہ چاہیے۔ خلال کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر رات کا دانتوں میں کچھ بچا رکھنا نہ چاہیے جسے دن کو خلال سے نکالے ہاں سحری کھا کر فارغ ہوا تھا کہ صبح ہوگئی تو اب آپ ہی خلال کرے گا اس کا حرج نہیں۔ روزہ میں منجن ملنا نہ چاہیے۔

باب القضاء والکفارۃ

مسئلہ ۱۷۶: از بنگالہ ضلع کملا پرگنہ سرائل ڈاک خانہ ہرن بیڑ موضع بھوپن مرسلہ عاصم علی صاحب ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے نماز و روزہ وغیرہ کے کفارے کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں مع دلائل قویہ وحوالہ کتب معتبرہ ارشاد فرمایا جاوے کیونکہ اس ملک بنگالہ میں اکثر علما حیلہ مذکورہ کو جائز رکھتے ہیں اور جو ناجائز کہتا ہے اس کے ساتھ جھگڑنے پر آمادہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دلیل بیان کرو اس لیے حضور پرنور کو تکلیف دیا جاتا ہے بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

الجواب

یہ حیلہ دو طور پر ہے اول یہ کہ نماز روزے وغیرہ جس قدر ذمہ میت ہوں سب کے کفارے میں خود قرآن مجید ہی مسکین کو دے دیا جائے یعنی مصحف مبارک ہی کو ان فرائض کا معاوضہ وکفارہ بنایا جائے یہاں جہال اسی طرح کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ قرآن عظیم بے بہا چیز ہے اس کی قیمت کا کون اندازہ کرسکتا ہے تو اگر لاکھوں کفارے ہوں ایک مصحف میں سب ادا ہوجائیں گے ولہذا وہ نہیں میت کی عمر اور اس کی قضا نماز ولے روزوں کا حساب کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوتی کہ حساب تو جب کیجئے کہ کچھ کمی کا احتمال ہو اور جہاں ہر طرح یقیناً زیادہ ہی چیز دی جارہی ہے وہاں حساب کس لیے۔ یہ طریقہ یقیناً قطعاً باطل ومہمل ہے شرع مطہر نے کفارے میں مال معین فرمایا ہے کہ ہر نماز ہر روزے کے عوض نیم صاع گندم یا ایک صاع جو یا ان کی قیمت۔ اور اس سے مقصود شرع ادھر نفع رسانی مساکین ہے ادھر اپنی رحمت کاملہ سے ترک فرائض پر مال جرمانہ لے کر ان شاء اللہ بندہ تارک کو مطالبہ سے سبکدوش فرمانا ولہذا ہر نماز وروزہ پر ایک مقدار مال معین فرمائی کہ جرم کم وزائد میں اقتیاز رہے جس نے تھوڑے چھوڑے ہیں تھوڑا مال دے کر پاک ہوجائے جس نے زیادہ چھوڑے اس پر اسی حساب سے جرمانہ بڑھتا جائے مصحف شریف میں دو لحاظ ہیں ایک کاغذ وسیاہی وجلد کا اعتبار اس لحاظ سے وہ ایک مال ہے اور اسی لحاظ سے اس کی بیع وشرا ہوتی ہے بایں معنی اس کی قیمت وہی ہے جتنے پر بازار میں ہدیہ ہو روپیہ دو روپے یا دس پندرہ جو حیثیت ہو اسی لحاظ سے وہ کفارے میں دیا جاسکتا ہے تو بازار کے بھاؤ سے جتنے داموں پر ہدیہ ہو اسی قدر مال دینا ٹھہرے گا اور کفارہ ادا ہوا تو صرف اتنے ہی نماز روزوں کا ادا ہوگا جو ان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

داموں کے مقابل ہوں مثلاً روپے کے پانچ صاع گیہوں آتے ہیں اور یہ مصحف شریف کہ دیا گیا دو روپے ہدیہ کا تھا تو گویا دس صاع گیہوں دیئے گئے کہ صرف بیس۲۰ نمازوں یا بیس۲۰ روزوں کا عوض ہوئے دو چار روپے مالیت کی چیز سے عمر بھر کی نماز روزوں کا کفارہ کیونکر ادا ہوسکتا ہے دوسرا لحاظ اُس کلام کریم کا اعتبار ہے جو اُس میں لکھا ہے وہ اصلاً مال نہیں بلکہ وہ اس احد صمد جل وعلا کی صفت قدیمہ کریمہ اُس کی ذات پاک سے قائم اور اُس کے کرم سے ہمارے ورقوں ہمارے سینوں ہماری زبانوں ہماری آنکھوں ہمارے کانوں ہمارے دلوں پر کتابت وحفظ وتلاوت ونظر وسماعت وفہم میں متجلی ہے فلوجہہ الکریم الحمد کما ینبغی لجلالہ وعظم جودہ وافضالہ عوام نے سچ کہا کہ وہ بے بہا ہے اور غلط سمجھا کہ اُس کی قیمت حد سے سوا ہے بلکہ وہ بے بہا بایں معنی ہے کہ تقویم ومالیت سے پاک ووراء ہے بایں معنی وہ کفارہ نہیں ہوسکتا کہ کفارہ مال سے ہوتا ہے اور وہ مال نہیں ہدایہ میں ہے لاقطع فی سرقۃ المصحف لانہ لامالیۃ لہ علی اعتبار المکتوب واحرازہ لاجلہ لاللجلد والاوراق فتح القدیر میں ہے لافی سرقۃ المصحف وقال الشافعی یقطع وھو روایۃ عن ابی یوسف لانہ مال محرز یباع ویشتری ولان سرقۃ مال وبما کتب فیہ ازداد بہ ولم ینتقص وجہ الظاھر ان المالیۃ للتبع وھی الاوراق لاللمتبوع وھو المکتوب اسی طرح کافی شرح وافی وتبیین الحقائق وبحرالرائق ورد المحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے بالجملہ مصحف میں جو چیز بے بہا ہے یعنی قرآن وہ مال نہیں کہ کفارہ بن سکے اور جو مال ہے یعنی کاغذ وجلد وہ بے بہا نہیں کہ عمر بھر کی نماز روزوں کا بدلہ ہوسکے کاغذ کے اعتبار سے مال ٹھہرانا اور مکتوب کے لحاظ سے بے حد قیمت سمجھ کر میت کی تمام عمر بلکہ ہفت پشت کا کفارہ کرنا ایسا ہے جیسے زید پر کسی کے لاکھ روپے آتے ہوں وہ اُس کے بدلے ایک روپے کا مصحف شریف بلکہ ایک آنے کا کوئی پارہ دے کر ادا ہوجانا چاہے کہ یہ لاکھوں کروروں روپے کا ہے بے بہا ہے یوں تو ایک آیت بلکہ ناخن برابر کاغذ پر ایک اسم اللہ لکھ کر دے دیجئے اور کروروں روپے کا قرضہ اُتار دیجئے کہ دنیا ومافیہا ایک اسم جلالت کی قیمت نہیں ہوسکتی جیسے بندوں کے دَین میں یہ حیلہ پیش نہیں جاتا ویسے ہی رب العزت عز جلالہ کے دَین میں۔ حدیث میں ارشاد ہوا فدین اللہ احق ان یقضی دوسرا طریقہ یہ کہ میت پر جس قدر نماز روزے وغیرہا قضا ہوں سب کا حساب لگائیں اور اُس کا کفارہ معین کریں کہ مثلاً ہزار من گندم ہوئے مصحف شریف اُتنے گیہوں یا اُن کی قیمت کے عوض مسکین کے ہاتھ بیع کریں وہ قبول کرلے مصحف تو اُس نے پایا اور اس پر ہزار من گندم یا مثلاً تین ہزار روپے ثمن مصحف کے دین ہوگئے اب اُس سے کہیں کہ اتنے گیہوں یا روپے جو ہمارے تجھ پر واجب الادا ہیں وہ ہم نے فلاں میت کے کفارے میں تجھے دیئے فقیر کہے میں نے قبول کیے یہ حیلہ قرآن عظیم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر کتاب یا کپڑے یا برتن وامثالہا سے ہوسکتا ہے دہلی کے بعض متاخرین علماء نے یہ حیلہ لکھا اگر نظر فقہی میں یہ بھی صحیح نہیں آتا فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس کی تحقیق منیر اپنے فتاوی میں ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ کفارے میں مال دینا چاہیے اور دَین کہ ساقط کردیا مال نہیں تبیین الحقائق میں ہے لوکان لہ دین علی فقیر فابرأہ عنہ سقط عنہ زکوتہ لانہ کالھلاک ولو ابرأہ عن البعض سقط زکوۃ ذلک البعض لما قلنا وزکوۃ الباقی ولو نوی بہ الاداء عن الباقی لان الساقط لیس بمال والباقی یجوز ان یکون مالا فکان الباقی خیرا منہ فلا یجوز الساقط عنہ بلکہ ضرور ہے کہ وہ دین اُس سے وصول کرکے قبضہ میں لاکر پھر کفارے میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دین درمختار میں ہے اوصی لصلواتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکھا الوصی لھم عن الفدیۃ لم یجز ولابد من القبض ثم التصدق علیھم اھ و تمام الکلام علی اثر الاؤھام فی فتاوٰنا فلیراجعھا من یتخالج فی صدرہ شیئ ولا یعجل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷: از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

شب سہ شنبہ ۱۲ رمضان المبارک کو ہم لوگوں کی آنکھ قریب ساڑھے چار بجے کھلی جلد جلد ہم لوگوں نے کھانا یعنی سحری کھا کر حقہ پی رہے تھے کہ یکایک اذان ہوگئی فوراً کلی کرکے اور کاموں میں مصروف ہوگئے صبح کو ایک بزرگ سے سب حال کہا گیا انھوں نے اس قسم سے کلمات کہے جس سے ابطال صیام معلوم ہوا نہایت تشویش ہوئی جب ہم لوگوں نے جان لیا کہ روزہ یقیناً نہیں ہے تب ہم چند آدمیوں نے دن کو یعنی ۱۲ بجے اسی ماہ کھانا کھالیا اور یہ امر تخمیناً دس گیارہ آدمیوں سے واقع ہوا یعنی روزہ کھول لیا بعد کو اور لوگوں سے ذکر ہوا تو ان لوگوں نے تنبیہ کی اور کہا کہ کھانا کھانا مناسب نہ تھا استطاعت کفارہ نہیں حتی کہ دو ماہ متواتر روزے رکھنے کی بھی بظاہر قدرت نہیں اب جیسی رائے ہو مطلع فرمایا جائے بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل کہ آفتاب اوائل برج حمل میں ہے بریلی بلگرام کے قریب عرض کے شہروں میں سحری چار بجے تک کھانی چاہئے ساڑھے چار بجے کب کی صبح ہوچکتی ہے اس وقت کچھ کھانے پینے کے معنی ہی نہ تھے وہ روزہ یقیناً نہ ہوا اس کی قضا فرض ہے مگر غیر مریض و مسافر کو روزہ جاتے رہنے کی بھی حالت میں بوجہ ادب حرمت ماہ مبارک دن بھر مثل روزہ رہنا واجب تھا دن کو پھر جو قصداً کھانا کھایا حرام تھا گناہ ہوا توبہ کی جائے مگر روزہ تو تھا ہی نہیں جسے اس کھانے نے توڑا ہو لہذا کفارے سے کچھ علاقہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸: از خورجہ ضلع بلند شہر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید رمضان شریف میں روزہ سے تھے اخیر رمضان المبارک میں جبکہ وہ روزہ سے تھے ان کے درد صدر میں ہوا اور دست آئے اور استفراغ کئی بار ہوا درد کی بہت سخت تکلیف تھی بالآخر ۱ بجے بخوف ترقی مرض بعد ظہر ڈاکٹری دوا حالت صوم میں پلادی گئی روزہ تڑوادیا گیا ایسی حالت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ روزہ توڑنے کی وجہ سے آیا ساٹھ روزے رکھے جائیں یا ساٹھ مسکین کھلائے جائیں یا کچھ نہ کیا جائے درد سے آرام ہونے کے بعد جو آٹھ سات روزے باقی تھے وہ بوجہ ضعف و ناطاقتی کے نہیں رکھے گئے تا عید الفطر۔ اب ایسی صورت میں شارع کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں نہ ساٹھ روزے ہیں نہ ساٹھ مسکین غرض کفارہ نہیں صرف اس روزہ کی جو توڑا اور ان روزوں کی جو نہ رکھے قضا ہے ہر روزہ کے بدلے ایک روزہ و بس فی الدرالمختار من مبیحات الفطر خوف ھلاک او نقصان عقل ولو بعطش اوجوع شدید ولسعۃ حیۃ شامی میں ہے فلہ شرب دواء ینفعہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹: از بہرائچ چوک بازار مرسلہ حافظ محمد شفیع صاحب ۲۲ ماہ مبارک ۱۳۲۳ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اگر رمضان شریف کا چاند مکہ معظمہ یا ہندوستان سے دُور دراز ملکوں میں ۲۹ شعبان کو ہوا اور مثلاً بہرائچ میں اُس تاریخ کو چاند نہیں نظر آیا بلکہ ۳۰ شعبان کو چاند ہوا کیا اس صورت میں بہرائچ کے باشندوں کو ایک روزہ کی قضا علم و واقفیت قطعی ہونے پر لازم آتی ہے یا نہیں زید کہتا ہے صورت مذکورہ میں قضا ایک روزہ کی لازم نہیں اس لیے کہ جب قریب ملک میں چاند نظر آئے تو اُس کا اعتبار ہے دور ملک کا اس بارے میں اعتبار نہیں عمرو کا قول اُس کے برخلاف ہے یعنی وہ قضا لازم ہونے کا التزام کرتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عمرو کا قول صحیح ہے ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح و معتمد یہی ہے کہ دربارہ ہلال رمضان و عید اختلاف مطالع کا کچھ اعتبار نہیں اگر مشرق میں رویت ہو مغرب پر حجت ہے اور مغرب میں تو مشرق پر مگر ثبوت بروجہ شرعی چاہئے خط یا تار یا تحریر یا اخبار یا افواہ بازاریا حکایات امصار محض بے اعتبار کما فصلناہ فی فتاوینا بما لامزید علیہ درمختار میں ہے اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی فیلزم اھل المشرق برویۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رویۃ اولئک بطریق موجب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰: از موضع درو ضلع نینی تال مسئولہ عبد الجلیل خاں ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے طعام سحری ساڑھے چار بجے سے پانچ بجے تک کھایا باہر صحن مکان میں نکلنے سے کچھ سفیدی شرق میں آسمان پر معلوم ہوئی اور اذان صبح بھی ہو گئی ہو لکہ تین رُوزے ہو چکے تھے رُوزہ رکھ لیا گیا دن میں کچھ اشخاص نے کہا یہ روزہ نہیں ہوا اس واسطے ایک بجے دن کو توڑ ڈالا پس اندریں صورت ایک روزہ قضا واجب ہوا یا ساٹھ دیگر یہ کہ ماہ صیام میں جو روزے قضا ہو گئے ہوں اور وہ قضا بھی ادا نہ ہوئے تو بقول بعض بالعوض ایک قضا کے کیا ساٹھ کا حکم ہے یا ہر وقت میں ایک ہی رکھنا ہو گا بینوا توجروا۔

الجواب

اس رمضان شریف میں پانچ بجے تک کسی طرح وقت نہ تھا جبکہ پانچ بجے تک سحری کھائی تو روزہ بلا شبہ ہوا ہی نہیں کہ توڑنا صادق آئے قضا لازم ہے اور کفارہ نہیں ہاں رمضان مبارک میں اگر کسی وجہ روزہ نہ ہو تو غیر معذور شرعی کو دن بھر رُوزہ کی طرح رہنا واجب اور کھانا پینا حرام ایک بجے کھانا کھا لیا یہ دوسرا گناہ ہوا تو یہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم ایک روزہ کی قضا ایک ہی ہے صرف کا حکم کفارہ میں ہے کہ کسی نے بلا عذر شرعی رمضان مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی تھی بالقصد کسی غذا یا دوا یا نفع رساں شے سے توڑ ڈالا اور شام تک کوئی ایسا عارضہ لاحق نہ ہوا جس کے باعث شرعاً آج روزہ رکھنا ضرور نہ ہوتا تو اُس جرم کے جرمانہ میں ساٹھ روزے پے در پے رکھنے ہوتے ہیں ویسے جو روزہ نہ رکھا ہو اُس کی قضا صرف ایک رُوزہ ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱: از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مسئولہ عبد الستار بن محمد اسمٰعیل ۲۸ رجب ۱۳۳۶ھ

ماہ رمضان المبارک میں ایک شخص قبل صبح صادق سحری کا کھانا کھا کر روزے کی نیت کرکے کھانا پینا بند کیا بعد اس کے اپنی منکوحہ سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

خوش طبعی کرتے ہوئے بلا جماع منزل ہوا اور یہ اِنزال قبل صبح صادق یا بعد صبح صادق واقع ہوا اب اُس کا روزہ رہا یا قضا کرے یا کفارہ دے اور عورت کے لیے کیا حکم ہے۔

الجواب

عورت کے لیے کچھ حکم نہیں اور مرد پر بھی کفارہ نہیں اور اگر انزال قبل صبح صادق ہوا تو قضا بھی نہیں اور بعد صبح صادق ہوا اور فوراً اس وقت مس وغیرہ نہیں کررہا تھا اس کے بعد بحرد بقائے تصور سے واقع ہوا جب بھی قضا نہیں ورنہ اس روزہ کو پُورا کرے اور ایک روزہ اُس کے عوض رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر دو صاحب کسی شخص کا روزہ زبردستی توڑوادیں اُن کے لیے کیا حکم ہے اور جو صاحب روزہ توڑیں وہ کیا کریں اور اُن کے لیے کیا حکم ہے دوسرے کسی صاحب کے بار ڈالنے سے روزہ توڑا جائے تو ہر دو صاحبان کے لیے کیا حکم ہوگا۔

الجواب

بلا ضرورت ومجبوری شرعی فرض روزہ زبردستی تڑوانے والا شیطان مجسم مستحق نارِ جہنم ہے اور بغیر سچی مجبوری کے فقط کسی کے بار ڈالنے یا ضد کرنے سے فرض روزہ توڑ دینے والے پر عذاب ہے اور روزہ ادائے رمضان تھا تو حسب شرائط اس پر کفارہ واجب جس میں ساٹھ روزے لگاتار رکھنے ہوتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳ از لاہور مسئولہ گلاب خلیفہ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

بخدمت شریف جناب عالی خاندان دام اقبالکم بعد ادائے آداب کے عرض کمترین کی یہ ہے کہ جو شخص اس ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں پُورا روزہ رکھے جس طرح حکم رسول ہو ...... تحریر فرمائیں کیونکہ اس ماہ میں طاقت نہیں ہے رکھنے کی کمزوری ناطاقتی بدن میں ہے جناب کو اس وجہ کر تکلیف دیتا ہوں صاحب تحریر فرمائیں۔ اور ایک شخص روزہ نہیں رکھتا ہے اپنے عوض ایک عورت کو روزہ رکھاتا ہے آپ فرمائیں مرد کا مرد کو لازم ہے یا عورت کا عورت کو غیر عورت مکھن کو روزہ رکھاتا ہے فقط

الجواب

جو ایسا مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا روزہ سے اُسے ضرر ہو کا مرض بڑھے گا یا دن کھینچیں گے اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسلم طبیب حاذق کے بیان سے جو فاسق نہ ہو تو جتنے دنوں یہ حالت ہے اگرچہ پورا مہینہ وہ روزہ ناغہ کرسکتا ہے اور بعد صحت اس کی قضا رکھے جتنے روزے چھوٹے ہوں ایک سے تیس تک۔ اپنے بدلے دوسرے کو روزہ رکھوانا محض باطل وبے معنی ہے بدنی عبادت ایک کے کیے دوسرے پر سے نہیں اُتر سکتی نہ مرد کے بدلے مرد کے رکھے سے نہ عورت کے۔ واللہ تعالٰی اعلم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بَابُ الفِدیَة

مسئلہ ۱۸۳: مسئولہ قاضی عبد الحمید صاحب پیش امام از قصبہ کیکڑی ۸ ۲ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام اگر عذر سے روزہ نہیں رکھتا ہے بہ ارادہ روزہ کا یقینی ایک مسکین کو ہمیشہ کھانا کھلا دیتا ہو مگر نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور تراویح کے پڑھانے میں حرج تو نہیں ہے جواب دو۔

الجواب

بعض جاہلوں نے یہ خیال کرلیا ہے کہ روزہ کا فدیہ ہر شخص کے لیے جائز ہے جبکہ روزے میں اُسے کچھ تکلیف ہو ایسا ہرگز نہیں فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے رکھا گیا ہے جو بسبب پیرانہ سالی حقیقۃً روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو نہ آئندہ طاقت کی امید کہ عمر جتنی بڑھے گی ضعف بڑھے گا اُس کے لیے فدیہ کا حکم ہے اور جو شخص روزہ خود رکھ سکتا ہو اور ایسا مریض نہیں جس کے مرض کو روزہ مضر ہو اُس پر خود روزہ رکھنا فرض ہے اگرچہ تکلیف ہو بھوک پیاس گرمی خشکی کی تکلیف تو گویا لازم روزہ ہے اور اسی حکمت کے لیے روزہ کا حکم فرمایا گیا ہے اس کے ڈر سے اگر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو تو معاذ اللہ روزے کا حکم ہی بے کار و معطل ہو جائے امام مذکور اگر واقعی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہے جسے روزہ سے ضرر پہنچتا ہے تو تا حصول صحت اُسے روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے اُس کے بدلے اگر مسکین کو کھانا دے تو مستحب ہے ثواب ہے جبکہ اُسے روزہ کا بدلہ نہ سمجھے اور سچے دل سے نیت رکھے کہ جب صحت پائے گا جتنے روزے قضا ہوئے ہیں ادا کرے گا اس صورت میں وہ امامت کر سکتا ہے اور اگر ویسا مریض نہیں اور کم ہمتی کے سبب روزے قضا کرتا ہے تو سخت فاسق ہے اور اسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واللہ تعالٰی اعلم۔

تفاسیرُ الاحکام لفدیۃ الصّلاۃ والصّیام

۱۳۱۶ھ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

اللہ ربّ محمّد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۱۸۴: از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ قاضی محمد عبد الوحید صاحب فردوسی ۱ صفر ۱۳۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں نمبر (۱) موتٰی کے روزہ کا فدیہ جو کتابوں میں فقہ کی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو لکھا ہے اُس وزن کی تطبیق اس ہندوستان کے کس وزن کی برابر کی گئی ہے کتب فقہ میں جو فی روزہ دو سیر گیہوں یا چار سیر جَو لکھا ہے وہ بیس گنڈے کے حساب سے ہے یا انیس۱۹ گنڈے کے۔ غرض پٹنہ ضلع میں اگر کوئی شخص فدیہ دینا چاہے تو وہ کس وزن سے فی روزہ دے گا۔ نمبر (۲) چاول کا حساب کس چیز میں ہوگا گیہوں یا جَو میں یعنی فی روزہ چاول مثل گیہوں کے ۲ ثار یا مثل جَو کے ۴ ثار دیا جاوے گا اور اگر چاول دیا جا سکتا ہے تو کل اقسام کے چاول ایک ہی حساب میں

for more books click on the link

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہیں یا باسمتی۔ سیلہا۔ جو شاندہ مثل گیہوں کے اور موٹا چاول مثل جو کے ہے۔ نمبر(۳) دھان مثل جو کے فی روزہ ۴ ثار دے سکتے ہیں یا نہیں۔ نمبر(۴) فدیہ روزہ کا اگر کسی کے ذمہ بہت سا باقی ہے تو وہ کل بیکدفعہ بیک وقت ادا کرے یا بدفعات جز و جز و کرکے دے سکتا ہے مثلاً زید متوفی کے ذمہ ۳۰ روزہ کا فدیہ باقی ہے تو یہ ۶۰ ثار گیہوں بیکدفعہ بیک وقت دینا چاہئے یا ایک ایک ڈو ڈو کرکے ادا کردینے کا مجاز ہے کہ نہیں۔ اس میں ایک صورت یہ بھی نکلتی ہے کہ اگر زید کے ذمہ ایک ہی روزہ کا فدیہ باقی ہے تو وہ اس دو سیر گیہوں کو پاؤ پاؤ کرکے ۸ دفعہ یا آدھا آدھ سیر کرکے ۴ دفعہ دے سکتا ہے یا نہیں۔ نمبر(۵) متعدد روزہ کا فدیہ کل ایک ہی دن ایک شخص کو دے سکتے ہیں یا روز روز دوسرے دوسرے کو دینا چاہئے مثلاً زید متوفی کے ذمہ دس روزہ کا فدیہ چاہئے تھا اگر یہ ادا کیا جائے تو کل ایک ہی شخص کو ایک دن بیک وقت بیکدفعہ دیا ایک ہی آدمی کو دس روز پیہم دے یا ایک ہی دن میں دس آدمی کو دیدے یا دس روزے کے دو دو سیر دو دو سیر کرکے دے اس کی صورت۔ یہ شکلیں ہوں گی شکل اول ایک ہی دن ایک شخص کو کل دس روزوں کا بیکدفعہ بیک وقت دیا جائے شکل دوم۔ ایک ہی آدمی کو دس روزوں تک برابر دیا جائے شکل سوم ایک ہی دن میں دس آدمیوں کو دیا جائے شکل چہارم دس روز کرکے دس آدمیوں کو دیا جائے۔ یہ چاروں شکلیں جائز ہیں یا نہیں۔ نمبر(۶) اس کے مستحق کون کون اشخاص ہیں یہ کن کو دے سکتے ہیں یا نہیں اقربا میں جو لوگ غریب ہیں ان کو دینے کا حکم ہے یا نہیں گھر کے نوکر چاکر کو اگر دیا اور مشاہرہ کھاتے میں وضع نہ کریں تو جائز ہے یا نہیں نمبر(۷) غلہ دینا بہتر ہے یا اس کی قیمت باندھ کر جو اس زمانہ میں نرخ بازار ہو۔ کون زیادہ مناسب ہے اور نقد روپیہ کا بھی کل وہی حکم ہے جو غلہ کا ہے یا فرق ہے۔ نمبر(۸) اگر کسی غریب کے ذمہ روپیہ قرض کا باقی ہے اور فدیہ پانے کا مستحق ہے تو روپیہ فدیہ میں روزے کے دے سکتا ہے یا نہیں۔ نمبر(۹) فدیہ ادا کرتے وقت یہ لفظ کہنا چاہئے کہ یہ غلہ یا نقد فلاں کے روزہ کا فدیہ ہے یا انما الاعمال بالنیات کافی ہے۔ نمبر(۱۰) شیخ فانی اور موتے کے فدیہ کے احکام میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے اور اگر فرق ہے تو وہ کون سا فرق ہے۔ نمبر(۱۱) اگر اپنی زندگی ہی میں روزہ قضا شدہ کا فدیہ کوئی شخص دیدے حالانکہ وہ شیخ فانی نہیں ہے تو وہ روزہ اس سے ساقط ہوگا یا نہیں۔ نمبر(۱۲) اگر زید نے انتقال کیا اور اس کے ذمہ روزہ فرض باقی رہ گیا ہے تو اس کے وارث یا اقربا اس روزہ کے بدلے میں روزہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(ج ملی) وزن بلاد میں مختلف ہوتے ہیں لہذا ہم تولوں اور انگریزی روپوں کا حساب بتاتے ہیں کہ ہر شخص اپنے یہاں کے وزن رائج کو بآسانی اس سے تطبیق دے سکے ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ یا کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک یا ایک شخص کا صدقہ فطر یہ سب گیہوں سے نیم صاع اور جو سے ایک صاع ہے صاع دو سو ستر تولے ہے نیم صاع ایک سو پینتیس[۱۳۵] تولے۔ تولہ بارہ ماشہ، ماشہ آٹھ رتی، رتی آٹھ چاول۔ انگریزی روپیہ سکہ رائجہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ ردالمحتار میں ہے اعلم ان الصاع اربعۃ امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالدراھم مائتان وستون درھما وبالاستار اربعون والاستار بکسر الھمزۃ بالمثاقیل اربعۃ ونصف کذا فی شرح درر البحار اھ ملخصا جب صاع چار من ہے اور ہر من چالیس استار اور ہر استار ساڑھے چار مثقال تو ہر من ایک سو اسّی مثقال ہوا اور مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے ولہذا درہم شرعی کہ مثقال کا ۷/۱۰ سات عشر ہے فی الدرالمختار کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا یعنی ۳ ماشہ ۱/۵ ۱ سرخ۔ جواہر الاخلاطی میں ہے الدرھم الشرعی خمس وعشرون حبۃ وخمس حبۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کشف الغطاء میں ہے "بدانکہ معتبر نزد ما صاع عراقی ست وآں ہشت رطل ست و رطل بیست استار
واستار چہار ونیم مثقال و مثقال بیست قیراط و قیراط یک حبہ و چہار خمس حبہ وحبہ کہ آنرا بفارسی
سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار ونیم ماشہ باشد" اسی حساب سے دوسو درم نصاب فضہ کے
ساڑھے باون تولہ اور بیس مثقال نصاب ذہب کے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں پس چہارم صاع کی مقدار آٹھ سو دس ماشے یعنی ساڑھے سڑسٹھ
تولے ہوئے اور نیم صاع ۱۳۵ تولے اور اس انگریزی روپیہ سے ایک سو چالیس روپیہ بھر جہاں سیر سو روپے بھر یعنی ترانوے تولے نو ماشے کا ہو
جیسے بریلی وہاں نیم صاع کے کچھ کم ڈیڑھ سیر یعنی ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی ہوئے اور ایک صاع کے آدھ پاؤ کم تین سیر اور پانچ ماشے
پانچ رتی اور انگریزی سیر کہ اسی سکے سے اسی روپے بھر یعنی پورے پچھتر تولے کا ہے اور دہلی ولکھنؤ میں ہی رائج ہے ساڑھے تین سیر اور ڈیڑھ چھٹانک اور دسواں حصہ چھٹانک کا ریاست
رامپور کا سیر چھیانوے روپے یعنی پورے نوے تولے کا ہے وہاں تین سیر کامل کا ایک صاع وعلٰی ہذا القیاس فی سائر البقاع (ج س ۲ و ۳) گندم و جَو
کے سوا چاول دھان وغیرہ کوئی غلہ کسی قسم کا دیا جائے اُس میں وزن کا کچھ لحاظ نہ ہوگا بلکہ اُسی ایک صاع جَو یا نیم صاع گندم کی قیمت ملحوظ
رہے گی اگر اُس کی قیمت کے قدر ہے تو کافی ہے ورنہ ناکافی مثلاً نیم صاع گیہوں کی قیمت دو آنے ہے تو روپے کے چار سیر والے چاول سے صرف
آدھ سیر کافی ہوں گے۔ اور چالیس سیر والے دھان سے پانسیر دینے ہوں گے۔ درمختار میں ہے ماالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ
القیمۃ ہندیہ میں ہے انما تجب من اربعۃ اشیاء من الحنطۃ والشعیر والتمر والزبیب وما سواہ من الحبوب
لایجوز الا بالقیمۃ اھ ملتقط لباب میں ہے ہذہ الاربعۃ انواع لاخامس لھا واما غیرھا من انواع الحبوب فلا
یجوز الا باعتبار القیمۃ کالارز والذرۃ والماش والعدس والحمص وغیر ذلک (ج س ۴ و ۵) فدیہ نماز وروزہ
میں سوال پنجم کی چاروں صورتیں تو بلاشبہ جائز ہیں اور سوال چہارم کی بھی سب صورتیں روا مگر جس میں فقیر کو نصف صاع سے کم دیا ہو اس
میں قول راجح عدم جواز ہے سراجیہ ودرمختار وہندیہ وغیرہا میں اسی پر جزم کیا اور یہی مختار امام ابو اللیث ہے فی السراجیۃ لایجوز ان
یؤدی عن صلاۃ لفقیرین اھ وفی الدر لوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل جاز اھ و
فی الھندیۃ عن التتارخانیۃ عن الولوالجیۃ لودفع عن خمس صلوات تسع امناء لفقیر واحد ومنا لفقیر
واحد اختار الفقیہ انہ یجوز عن اربع صلوات ولایجوز عن الصلاۃ الخامسۃ اھ وفی البحر قال ابوبکر
الاسکاف یجوز ذلک کلہ وقال ابو القاسم وھو اختیار الفقیہ ابی اللیث یجوز عن اربع صلوات دون الخامسۃ
لانہ متفرق ولایجوز ان یعطی کل مسکین اقل من نصف صاع فی کفارۃ الیمین فکذلک ھذا فالحاصل
ان کفارۃ الصلاۃ تفارق کفارۃ الیمین فی حق انہ لایشترط فیھا العدد وتوافقھا من حیث انہ لوادی
اقل من نصف صاع الی فقیر واحد لایجوز اھ وفی ظہار التنویر جاز لو اطعم واحدا ستین یوما اھ قلت
فاذا جاز ھذا فیما یشترط فیہ التعدد فما لایشترط فیہ اولی بالجواز (ج س ۶) مصرف اس کا مثل مصرف صدقہ فطر
وکفارہ یمین وسائر کفارات وصدقات واجبہ ہے سید بلکہ کسی ہاشمی مثلاً شیخ علوی یا عباسی کو بھی نہیں دے سکتے۔ غنی یا غنی مرد کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

نابالغ فقیر بچے کو نہیں دے سکتے کافر کو نہیں دے سکتے جو صاحب فدیہ کی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی یا صاحب فدیہ جس کی اولاد میں ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی انھیں نہیں دے سکتے اور اقربا مثلاً بہن بھائی چچا۔ ماموں۔ خالہ پھوپھی بھتیجا بھتیجی۔ بھانجا۔ بھانجی ان کو دے سکتے ہیں جبکہ اور موانع نہ ہوں یونہی نوکروں کو جبکہ اُجرت میں محسوب نہ کریں فی ردالمحتار مصرف الزکوۃ ھو مصرف ایضا لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذٰلک من الصدقات الواجبۃ کما فی القہستانی اقول وھو متمش علی تصحیح ما عن ابی یوسف من عدم جواز شیئ من الصدقات الواجبۃ لکافر ذمی قال فی الدر لاتدفع (ای الزکوۃ) الی ذمی وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج الیہ ای الذمی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافاً للثانی وبقولہ یفتی حاوی القدسی اھ وفیہ لو دفعھا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ ولو لم یعطہ صح والالا اھ وفی معراج الدرایۃ ثم الھندیۃ وکذا ما یدفعہ الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرھا بنیۃ الزکوۃ صدقات واجبہ زوجین کو بھی نہیں دے سکتے اقول فدیۂ نماز و روزہ جب بعد مرگ دیا جائے تو مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ زوجہ کا فدیہ شوہر فقیر کو فوراً اور شوہر کا زوجۂ فقیرہ کو بعد عدت گزرنے کے دینا جائز ہو کہ اب زوجیت نہ رہی اور شوہر زوجہ کے مرتے ہی اجنبی ہوجاتا ہے ولہذا اسے مس جائز نہیں فی درالمختار لاتصرف الی من بینھما زوجیۃ ولو مبانۃ قال الشامی ای فی العدۃ ولو بثلاث نہر عن معراج الدرایۃ اھ وفی ردالمحتار عن بدائع الامام ملک العلماء المرأۃ تغسل زوجھا لان اباحۃ الغسل مستفادۃ بالنکاح فتبقی ما بقی النکاح والنکاح بعد الموت باق الی ان تنقضی العدۃ بخلاف ما اذا ماتت فلا یغسلھا لانتھاء ملک النکاح لعدم المحل فصار اجنبیا واللہ تعالٰی اعلم (ج س) قیمت افضل ہے مگر قحط میں کھانا دینا بہتر فی الدر المختار دفع القیمۃ ای الدراھم افضل من دفع العین علی المذھب المفتی بہ جوھرۃ وبحر عن الظھیریۃ وھذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل باقی احکام نقد و غلہ یکساں ہیں مگر وہ تفاوت جو خاص گندم و جَو میں بسبب اعتبار وزن معتبر شرعی اسقاط لحاظ مالیت کا ہے مثلاً فرض کیجئے کہ نیم صاع گندم کی قیمت دو آنہ ہے اور ایک صاع جَو کی ایک آنہ تو ایک آنہ یا ایک آنہ کی قیمت کی کوئی چیز کپڑا کتاب چاول۔ باجرا وغیرہا المنا قیمت جو دے سکتے ہیں اگرچہ گندم کی قیمت نہ ہوئی مگر چہارم صاع گندم کافی نہیں اگرچہ قیمت اُن کی بھی ایک صاع جَو کے برابر ہوگئی کہ چار چیزیں جن پر نص شرعی وارد ہو چکا ہے یعنی گندم، جَو، خرما، کشمش ان میں قیمت کا اعتبار نہیں جتنا وزن شرعاً واجب ہے اُسی قدر دینا ہوگا فی محیط الامام السرخسی ثم الھندیۃ لو ادی ربع صاع من حنطۃ جیدۃ تبلغ قیمتہ قیمۃ نصف صاع من شعیر لایجوز عن الکل بل یقع عن نفسہ وعلیہ تکمیل الباقی وکذا لایجوز ربع صاع من حنطۃ من صاع من شعیر اھ فی البدائع لان القیمۃ انما تعتبر فی غیر المنصوص علیہ قیمت میں نرخ بازار آج کا معتبر نہ ہوگا جس دن ادا کررہے ہیں بلکہ روز وجوب کا مثلاً اُس دن نیم صاع گندم کی قیمت دو آنے تھی آج ایک آنہ ہے تو ایک آنہ کافی نہ ہوگا۔ دو آنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

دینا لازم اور ایک آنہ تھی اب دو آنے ہوگئی تو دو آنے ضرور دیں ایک آنہ کافی فی الدر المختار جاز دفع القیمۃ فی زکاۃ و عشر وخراج وفطر ونذر وکفارۃ غیر العتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء اھ (درمختار)

یہاں صورتیں متعدد ہیں فدیہ والا اپنی حیات میں فدیہ ادا کرتا ہے جیسے شیخ فانی روزے کا یا اس کے بعد وارث بلا وصیت بطور خود دیتا ہے یا بحکم وصیت ادا کیا جاتا ہے اور درصورت وصیت مدیون پر یہ دین بعد موت مورث حادث ہوا ہے جیسے کسی نے ترکہ سے کوئی چیز غصب کرکے صرف کرڈالی کہ اس کے تاوان کا اس پر دین لازم آیا یا دین حیات مورث کا ہے تو یہ چار صورتیں ہیں صورت اخیرہ میں عدم صحت کا حکم درمختار وغیرہ میں مصرح ہے یعنی زید پر نماز روزے وغیرہما کا فدیہ تھا اس نے وصیت کی کہ یہ میرے مال سے ادا کرنا عمرو فقیر حیات زید سے زید کا مدیون تھا وصی نے وہ دین فدیہ میں عمرو کو چھوڑ دیا فدیہ ادا نہ ہوا قال قبیل باب الوصی اوصی لصلواتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکھا الوصی لھم عن الفدیۃ لم تجزہ ولا بد من القبض ثم التصدق علیھم ولو امران یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثھا مثلا واستھلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وھو معسر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اھ فی ردالمحتار قولہ اوصی لصلواتہ اوصیا ماتہ منح قولہ لم تجزہ وقیل تجزیہ قال فی القنیۃ قال استاذنا والاول احب الی حتی توجد الروایۃ قولہ بخلاف الدین ای فی المسألۃ السابقۃ فانہ مقبوض قبل الموت بقی لو اوصی بکفارۃ صلواتہ والمسألۃ بحالھا ھل یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت اولا یراجع اھ اراد بقولہ والمسألۃ بحالھا مسألۃ الغصب ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ اقول وباللّٰہ التوفیق وللّٰہ الحمد ثبتتی عندی مسألتا الفدیۃ والغصب علی ان الوصیۃ بالمال لا تتناول الدین ماکان دینا فاذا صار عینا بالقبض تناولتہ کما صرح بہ فی الظھیریۃ حیث قال اذا کان ثلثہ دراھم عین وثلثہ دراھم علی اجنبی دین فاوصی لرجل بثلث مالہ فانہ یاخذ ثلث العین دون الدین الاتری ان حلف ان لا مال لہ ولہ دیون علی الناس لم یحنث ثم ماخرج من الدین اخذ منہ ثلثہ حتی یخرج الدین کلہ لانہ لما تعین الخارج التحق بما کان عینًا فی الابتداء ولا یقال لما لم یثبت حقہ فی الدین قبل ان یتعین کیف یثبت حقہ فیہ اذا تعین لانا نقول مثل ھذا غیر ممتنع الاتری ان الموصی لہ بثلث المال لا یثبت حقہ فی القصاص ومتی انقلب مالا یثبت حقہ فیہ اھ وبہ یحصل التوفیق بین قولی الخانیۃ لا تدخل الدیون ای فی الوصیۃ بالمال والوھبانیۃ ان الدخول اجدر کما جنح الیہ فی منحۃ الخالق فراجعھا من شتی القضاء ففی مسألۃ الفدیۃ لما کان الدین سابقا علی الموت وقد اراد الوصی اسقاطہ قبل القبض فیکون نفاذ الوصیۃ فیما لم تتناولہ فلا یجوز مالم یقبض فیتصدق وفی مسألۃ الغصب لما کان المال عینا عند الوفاۃ وانما حصل قبض الغاصب واستھلاکہ وصیرورتہ دینا بعد الموت فقد تناولتہ الوصیۃ فجاز ھذا ماظھرلی وبہ یظھر الجواب عما توقف فیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

العلامۃ المحشی بقولہ یراجع فانہ لاغبار علیہ من ھذہ الجھۃ الا ان یثبت ان اداء الکفارات بترک الدین لایجوز اصلا وفیہ وقفۃ فلیراجع ولیحرر اھ ما کتبت علیہ۔ باقی صورت کا حکم قابل تفتیش و مراجعت ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق امر محتمل ہے اور قائل کہہ سکتا ہے کہ قاعدہ شرعیہ ادائے کامل بہ کامل ہے نہ کامل بناقص ولہذا اوقات ثلثہ میں کوئی نماز ادا و قضا جائز نہیں مگر آج کی عصر یا اس جنازے کی نماز جو انھیں اوقات میں لایا گیا لتادیھا حیث وجبت کما وجبت والمسائل بتعلیلاتھا مذکورۃ متونا وشروحا، روزوں میں کوئی ناقص نہیں اور قضا نمازیں عموماً کامل ہیں لہذا کل کی عصر آج آفتاب ڈوبتے قضا نہیں کی جاسکتی اور جو مال کسی پر دین ہو جب تک وصول نہ ہو مال کامل نہیں بالفعل خصوصاً جبکہ کسی مفلس پر ہو کہ وہ تو گویا مُردہ مال ہے ولہذا حاصل ملک مال کہ تمول عزنہیں ہوتا زکوٰۃ کے لاکھ روپے کسی مفلس پر قرض آتے ہوں جب تک پاس نصاب نہ ہو فقیر ہے خود زکوٰۃ لے سکتا ہے فی الاشباہ من لہ دین علی مفلس مقر فقیر علی المختار بلکہ عرفاً دین کو اپنی ملک نہیں سمجھتے اگر لاکھوں قرض میں پھیلے ہوں اور پاس کچھ نہیں تو قسم کھا سکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں کما تقدم عن الظھیریۃ ومثلہ فی البحر والتنویر وغیرھما ولہذا کسی عین یعنی نصاب موجود کی زکوٰۃ دین بہ نیت زکوٰۃ معاف کردینے سے ادا نہیں ہوسکتی کہ نصاب موجود مال کامل ہے تو مال ناقص اس کی زکوٰۃ نہیں ہوسکتا بلکہ جو دین آئندہ ملنے کا ہے اُس کی زکوٰۃ بھی معافی دین سے ادا نہ ہوگی کہ دین باقی دین ساقط سے بہتر ہے دین ساقط اب کبھی مال نہیں ہوسکتا اور دین باقی میں احتمال ہے شاید وصول ہوکر مال ہوجائے ہاں جو نصاب کسی فقیر پر دین تھی وہ کل یا بعض اسے معاف کردے تو قدر معاف شدہ کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی کہ ناقص ناقص سے ادا ہوسکتا ہے فی الدر المختار ولو ابرأ الفقیر عن النصاب صح وسقط عنہ واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لایجوز اھ فی تبیین الحقائق لو کان لہ دین علی فقیر فابرأہ عنہ سقط عنہ زکوتہ نوی بہ عن الزکوۃ اولا لانہ کالھلاک ولو ابرأہ عن البعض سقط زکوۃ ذلک البعض لما قلنا وزکوۃ الباقی لاتسقط ولو نوی بہ الاداء عن الباقی لان الساقط لیس بمال والباقی یجوز ان یکون مالا فکان الباقی خیرا منہ فلایجوز الساقط عنہ اھ یہ تقریر منیر بتوفیق القدیر اقتضا کرتی ہے کہ دَین معاف کرنے سے فدیہ مطلقاً ادا نہ ہو جب تک وصول کرکے فدیہ میں نہ دیں اس تقدیر پر وہ حیلہ کہ ہندیوں میں متعارف ہے اور بعض متاخرین فضلائے ہند نے اسے کشف الغطا میں ذکر کیا کہ متعارف چناں ست کہ حساب کنند سالہائے میت را وادنی مدت بلوغ کہ در مرد دوازدہ سال و در زن نہ سال ست وضع کنند باقی را مقابل ہر شش نماز واجب شبانہ روز سہ صاع کامل گیرند وماہہا کامل سی روز اعتبار کنند تا فدیہ نمازہائے یک سال کہ سی صد وشصت روز ست یکہزار و ہشتاد صاع حاصل آید و پانزدہ صاع فدیہ رمضان افزایند ہمگی فدیہ تمام سال یکہزار و نود و پنج صاع شود بہمیں طریق سالہائے تمام عمر را حساب کنند وحاصل آنرا موافق قیمت مبلغ مشخص نمایند وبنا بر ضرورت عسرت مصحفے را بمثل آں قدر زر بدست فقیرے فروشند وتسلیم نمایند تا آں قدر زر بذمہ اش دین شود پس بگویند کہ ایں قدر زر کہ بر ذمہ تو دین ست عوض فدیہ نماز و روزہ ہائے فلاں میت کہ بایں قدر می رسد ترا دادیم وبگوید فقیر کہ قبول کردیم واگر مبلغ حساب نکنند وقرآن را بمثل آں قدر جنس ہدیہ کنند تا ہمیں جنس بر ذمہ اش دین شود آنرا عوض فدیہ بوے بخشد داد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

قبول نماید نیز کفایت می کند ظاہر ا محض ناتمام و ناکافی ہے اور اس پر ایک قرینہ واضحہ یہ بھی ہے کہ عامۂ کتب معتمدہ مذہب میں ضرور تمند کے لیے جو حیلہ اس کا ارشاد فرمایا سخت دقت طلب و بہت طول عمل ہے جس کا خود ان فاضل کو اعتراف ہے یہ متعارف طریقہ ذکر کرکے لکھا و مشہور و منقول در اکثر کتب چنانست کہ قدرے گندم کہ میسر شود بجملۂ فدیہ بایں نام بفقیر دہند و او قبول کند پس از وے طلب نماید و بستانند باز بوئے بہماں نام دہند و ہمچنیں مکرر کنند تا آنکہ فدیہ نماز و روزہ در فدیہ با تمام ادا شود و ایں حیلہ خالی از تکلف نیست

۲ قول اسی حیلۂ جمیلہ کی تصریح فرمائی در مختار و بزازیہ و خلاصہ و عالمگیریہ و بحرالرائق و غنیہ و صغیری شروح منیہ و فتح اللہ المعین حاشیہ کنز و منحۃ الخالق و طحطاوی علی الدر المختار و ردالمحتار میں نا شدین علٰی ما فی الشرح کلھم فی باب قضاء الفوائت و جامع الرموز و برجندی شروح نقایہ و طحطاوی علی مراقی الفلاح میں کلھم فی الصوم اسی کو علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی نے شرح ہدایہ ابن العماد میں اپنے والد ماجد علامہ اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی محشی درر و غرر انھوں نے احکام الجنائز سے نقل فرمایا کما فی منحۃ الخالق اسی پر امام اجل ناصر الدین ابوالقاسم محمد بن یوسف حسینی سمرقندی نے ملتقط میں نص فرمایا کما فی شرح مختصر الوقایہ لعبد العلی اسی طرح علامہ مدقق علائی نے در منتقی شرح ملتقی اور علامہ شریف ابوالسعود ازہری نے شرح نورالایضاح میں تصریح فرمائی کما فی شرحہ للسید احمد المصری یہی تبیین المحارم علامہ سنان الدین یوسف مکی میں مذکور کما فی شفاء العلیل بل العلیل للعلامۃ الشامی یہ سب عبارات اور ان سے زائد اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں بلکہ شفاء العلیل سے ہمارے ائمہ کی کتب فروع و اصول کی طرف اس کی نسبت ظاہر حیث قال اعلم ان المذکور فیما رأیتہ من کتب ائمتنا فروعا و اصولا انہ اذا لم یوص بفدیۃ الصوم یجوز ان یتبرع عنہ ولیہ وھو من لہ التصرف فی مالہ بوراثۃ او وصایۃ قالوا ولو لم یملک شیئا یستقرض الولی شیئا فیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ منہ ثم یدفعہ لاٰخر وھکذا حتی یتم اور فاضل سید علاء الدین شامی نے منۃ الجلیل میں اُسے متون و شروح و حواشی کی طرف نسبت کیا حیث قال والمنصوص فی کلامھم متونا و شروحا و حواشی ان الذی یتولی ذلک انما ھو الولی وان المراد بالولی من لہ ولایۃ التصرف فی مالہ بوصایتہ او وراثتہ وان المیت لو لم یملک شیئا یفعل لہ ذلک الوارث من مالہ ان شاء فان لم یکن للوارث مال یستوھب من الغیر او یستقرض لیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ من الفقیر وھکذا الی ان یتم المقصود یہ ائمہ متقدمین سے لے کر ہمارے زمانے تک کے علمائے متاخرین کے نصوص ہیں جن میں سوا اُسی طریقۂ دور کے طریقۂ دین کا اصلاً پتہ نہ دیا اور طریقۂ دور میں جو سخت تکلیف ہے مخفی نہیں وجیز امام کردری میں ہے ان لم یکن لہ مال یستقرض نصف صاع و یعطیہ المسکین ثم یتصدق بہ المسکین علی الوارث ثم الوارث الی المسکین ثم و ثم حتی یتم لکل صلاۃ نصف صاع کما ذکرنا بعینہ اسی طرح نیم صاع بحر الرائق و خلاصہ و ہندیہ و طحطاوی علی نورالایضاح و ابی السعود علی مسکین و ملتقط و برجندی و در مختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے اب فرض کیجیے کہ زید نے بہتر۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی بارہ برس نکال کر ساٹھ۶۰ رہے۔ ہر سال کے دن تین سو ساٹھ۳۶۰ نہ رکھئے جس طرح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کشف الغطاء میں اختیار کیا ہر سال قمری کبھی تین سو چھپن دن سے زائد نہیں ہوتا ھذا العرفی الماخوذ بالاھلۃ اما الحقیقی فیکون اقل منھا بساعات کما فصل فی محلہ اقول وکذا الاحاجۃ بنا الی اخذ السنۃ شمسیۃ ثلثمائۃ وخمسۃ وستین یوما کما فعل فی احکام الجنائز قائلا ینبغی ان تحسب فدیۃ الصلٰوۃ بالسنۃ الشمسیۃ اخذا باحتیاط من غیر اعتبار ربع الیوم اھ فان سنی العمر اذا حسبت بالقمریات علمنا قطعا ان الایام لاتزید علی ماتحسب والمقطوع بہ لایحتاج الی الاحتیاط فان قیل لعلھم اخذوا الزائد لیقع عما لم یؤد عنہ من الصلوات التی عسی ان یکون المیت فرط فیھا قلت قالوا بعد ذلک ثم یحسب سن المیت فیطرح منہ اثنا عشرۃ سنۃ لمدۃ بلوغہ ان کان المیت ذکرا وتسع سنین ان کانت انثی الخ کما فی احکام الجنائز ایضا فاذا القوا علی جمیع العمر فماذا عسی ان یکون شاذا یحتاط لہ تو یہی تین سو چپن کافی ہیں پس ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس فدیے ہوئے۔ اور تیس فدیے رمضان مبارک کے ملاکر دو ہزار ایک سو ساٹھ انھیں ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ اونتیس ہزار چھ سو ہوتے ہیں اتنی بار وارث وفقیر میں تصدق وہبہ کی اُلٹ پھیر ہونی چاہئے تو فدیہ ادا ہو یہ صرف صوم وصلاۃ کا فدیہ ہوا اور ہنوز اور بہت فدیے وکفارے باقی ہیں مثلاً (۳) زکوٰۃ فرض کیجئے ہزار روپے زکوٰۃ کے اُس پر مجتمع ہوگئے تھے اور نیم صاع کی قیمت دو آنے ہے تو آٹھ ہزار دور بہ نیت زکوٰۃ دینے لینے کو درکار ہیں۔ (۴) قربانیاں اگر فی قربانی ایک ہی روپیہ قیمت رکھئے تو ساٹھ قربانیوں کے لیے چار سو اسّی دور ہوں (۵) قسموں کے کفارے ہر قسم کے لیے دس مسکین جدا جدا درکار ہیں ایک کو دس بار دینا کافی نہ ہوگا (۶) ہر سجدۂ تلاوت کے لیے بھی احتیاطاً ایک فدیہ مثل ایک نماز کے ادا کرنا چاہئے وان لم یجب علی التصحیح کما فی التاتارخانیۃ (۷) صدقات فطر اپنے اور اپنے عیال کے جس قدر ادا نہ ہوئے ہوں (۸) جتنے نوافل فاسد ہوئے اور ان کی قضا نہ کی (۹) جو جو منتیں مانیں اور ادا نہ کیں (۱۰) زمین کا عشر یا خراج جو ادا سے رہ گیا وغیرہ وغیرہ اشیائے کثیرہ علی ما ذکر بعضھا فی ردالمحتار ونّ ادکثیرا فی شفاء العلیل و فصل جلھا فی منۃ الجلیل فراجعھا ان اردت التفصیل وافاد فی الدرالمختار ضابطۃ کلیۃ ان کل ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطر والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال المیت بحر اھ قلت وکلام البحر اجمع وانفع حیث قال الصلٰوۃ کالصوم ویؤدی عن کل وتر نصف صاع وسائر حقوقہ تعالٰی کذلک مالیا کان اوبدنیا عبادۃ محضۃ اوفیہ معنی المؤنۃ کصدقۃ الفطر اوعکسہ کالعشر اومؤنۃ محضۃ کالنفقات اوفیہ معنی العقوبۃ کالکفارات اھ ان کے لیے کوئی حد معین نہیں کرسکتے اُس قدر ہونا چاہئے کہ برائت ذمہ پر ظن حاصل ہو واللہ تعالٰی یقبل الحسنات ویقیل السیئات ان ہزاروں لاکھوں بار کے ہیر پھیر کی دقت دیکھئے اور اُس ہندی طریقہ کی سہولت کہ ایک ہی دفعہ میں اُس کے اور اُس کی سات پشت کے تمام انواع واقسام کے فدیے کفارے مطالبے مواخذے دو حرف کہنے میں معاً ادا ہوسکتے ہیں تو اول تا آخر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تمام علمائے مذہب کا اس کلفت کے اختیار اور اس سہولت کے ترک پر اتفاق قرینہ واضحہ ہے کہ ان کے نزدیک اس آسانی کی طرف راہ نہ تھی ورنہ اسے چھوڑ کر اس مشقت پر اطباق نہ ہوتا بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک وہ کہ درمختار کتاب الوصایا عبارت مذکورہ سابقاً میں ذکر فرمائی کہ مدیون سے دین وصول کرکے بعد قبضہ پھر اُسے فدیہ میں دیدے دوسری وہ کہ درمختار کتاب الزکوٰۃ میں گزری کہ مال فدیہ میں دے کر اُسے دین میں واپس کرلے اگر مدیون نہ دینا چاہے ہاتھ بڑھا کر لے لے کہ اپنا عین حق لیتا ہے حیث قال وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکاتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اسی طرح ذخیرہ وہندیہ واشباہ وغیرہا میں ہے باقی یہ صورت کہ جو دَین فقیر پر آتا تھا اب اُس کے ہاتھ کچھ بیچ کر مدیون کرلیا یہ فدیہ میں چھوڑ دیا جائے اس کے جواز کا پتہ کلمات علماء سے اصلاً نہیں چلتا بلکہ بظاہر عدم جواز مفہوم ہوتا ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ جب تک مشائخ مذہب سے اُس کے جواز کی تصریح نہ ملے ایسے امر پر اقدام نہ کیا جائے ھذا ماظہر لی والعلم بالحق عند ربی **فائدہ** علماء نے حتی الامکان تقلیل دور پر نظر فرمائی ہے علامہ شمس قہستانی نے تین صاع سے دور فرض کیا کہ ہر بار میں ایک شخص کامل کی نماز ادا ہو۔ احکام الجنائز میں چار ہزار بہتر درہم سے دور رکھا کہ اُن اعصار وامصار کے حساب سے ہر دور میں ایک سال کی نماز کا فدیہ ہو ردالمحتار میں دور یک سالہ ذکر کرکے کہا اس سے زیادہ قرض لے تو ہر بار میں زیادہ ساقط ہو ویشمل کل ذلک واسوأہ مافی منۃ الجلیل ومما تعارفہ الناس ونص علیہ اہل المذہب ان الواجب اذا کثر ادار صرۃ متتملۃ نقودا وغیرہا کجواہر او حلی او ساعۃ و بنوا الامر علی اعتبار القیمۃ اھ یہ سب اصحاب ہیں اور ہر فہیم بعد ادراک حساب حتی القدور تخفیف دور کرسکتا ہے یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ جس قدر اموال تمام فدیوں کفاروں مطالبوں کی بابت محسوب ہوئے سب دفعۃً تھوڑی دیر کے لیے کسی سے قرض مل سکیں تو دور کی حاجت ہی نہ رہے گی کوئی شے اُتنے اموال کے عوض فقیر کے ہاتھ بیچے اور اگر کفارہ قسم بھی شامل ہے تو دس کے ہاتھ پھر وہ اموال قرض گرفتہ فدیہ میں دے کر بخشی مبیع کی ثمن میں لے لے اور حسب مقدرت فقراء کو کچھ دے کر اُن کا دل خوش کردے ہنوز اس مسئلہ میں بہت تفاصیل باقی ہیں کہ بخیال طول اُن کے ذکر سے عنان کشی ہوئی واللہ تعالٰی اعلم۔ (ج ص) دینے والے کی نیت کافی ہے لفظ کی حاجت نہیں کما صرحوا بہ فی الزکوٰۃ وقال العلامۃ السید الحموی فی شرح الاشباہ والنظائر العبرۃ لنیۃ الدافع لالعلم المدفوع الیہ اھ وفی ردالمحتار لا اعتبار للتسمیۃ الخ وقد فصلناہ فی زکوٰۃ فتاوٰنا مگر زبان سے بھی کہہ دینے کو علماء مناسب بتلاتے ہیں یہاں تک کہ طریقہ ادا میں میت کے باپ دادا تک کا نام لینا فرماتے ہیں کہ مسکین سے کہا جائے یہ مال تجھے فلاں بن فلاں بن فلاں کے اتنے روزوں یا اتنی نمازوں کے فدیہ میں دیا وہ کہے میں نے قبول کیا شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے ینبغی ان یقول الدافع للمسکین فی کل مرۃ انی ادفعک بالی کذا لفدیۃ صوم کذا لفلان بن فلان بن فلان المتوفی ویقول المسکین قبلتہ منحۃ الخالق شرح ہدیہ واحکام الجنائز میں ہے یقول لواحد من الفقراء ھکذا فلان بن فلان ویذکر اسمہ واسم ابیہ فاتتہ صلوات سنۃ ھذہ فدیتہا من مالہ نملکک ایاھا ویعلم ان المال المدفوع الیہ صار ملکا لہ ثم یقول الفقیر ھکذا وانا قبلتہا وتملکتہا منک الخ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ظاہر کہ یہ سب دلوتیں ہیں جن پر توقف ادا نہیں کما علمت فلا نظر الی توھمہ کلام الفاضل المعاصر فی منۃ الجلیل حیث قال ویدفع عن الجنایۃ علی الحرم والاحرام مما یوجب دما او صدقۃ نصف صاع او دون ذلک فلابد من التعرض لاخراجہا بان یقال خذ ھذا عن جنایۃ علی حرم او احرام اھ وانا الواجب التعرض فی النیۃ فالقول یعم (النفسی فالھم واللہ تعالٰی اعلم (ج ۱۲) متعدد فرق ہیں (۱) شیخ فانی اپنی حیات میں روزہ کا فدیہ دے گا اور وہ کافی ہوگا۔ اگر زندگی میں عجز زائل ہو کر قوت نہ آجائے مگر نماز کا فدیہ نہیں دے سکتا کہ اس سے عجز مستمر متحقق نہیں ہوتا مگر دم واپسیں کھڑے ہو کر نہ ہوسکے بیٹھ کر پڑھے بیٹھ کر نہ ہوسکے لیٹ کر اشارہ سے پڑھے (۲) شیخ فانی پر روزہ کا فدیہ حیات میں دینا واجب ہے اگر قادر ہو بعد مرگ وجوب نہیں جب تک اپنے مال میں وصیت نہ کرے (۳) شیخ فانی کہ زندگی میں روزہ کا فدیہ دے اس کے کافی ہونے پر یقین کیا جائے گا کہ اس میں صراحۃً نص وارد ہو ہیں اگر فدیہ روزہ کی وصیت کرے اور فدیہ روزہ بے وصیت اور فدیہ نماز بوصیت میں شبہ ہے اور فدیہ نماز بے وصیت میں شبہ اقوی وحسبنا اللہ ونعم الوکیل (۴) زندگی میں فدیہ صوم شیخ فانی پر اس کے کل مال میں ہے اور بعد مرگ بے وصیت بے اجازت ورثہ ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہوگی فی تنویر الابصار والدر المختار لومات وعلیہ صلوات فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلٰوۃ کالفطرۃ وکذا الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولو فدی عن صلاتہ فی مرضہ لایصح بخلاف الصوم وفی ردالمحتار اذا اوصی بفدیۃ الصوم یحکم بالجواز قطعا واذا لم یوص وتطوع الوارث فقال محمد فی الزیادات یجزیہ ان شاء اللہ تعالٰی وکذا علقہ بالمشیئۃ فیما اذا اوصی بفدیۃ الصلاۃ فاذا لم یوص فالشبہۃ اقوی وفی التنویر والدر فدی لزوما عن المیت ولیہ بوصیتہ وان تبرع ولیہ جاز ان شاء اللہ تعالٰی والشیخ الفانی یفدی وجوبا لو موسرا ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اھ الکل بالالتقاط وفی صوم البحر الرائق وقید بالوصیۃ لانہ لو لم یوص لم یلزم الورثۃ شیئ کالزکاۃ ان کے سوا اور فرق ہیں کہ مطالعہ بحر الرائق وغیرہ سے ظاہر مگر مقدار فدیہ وغیرہ جس قدر احکام تو مسائل سابقہ میں مذکور ہوئے ان میں فدیہ حیات و ممات یکساں ہے واللہ تعالٰی اعلم (ج ۱۲) نہ کنز میں ہے الشیخ الفانی ہو یفدی فقط غیر فانی پر قضا فرض ہے پیش از قضا قضا آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب کما ردالمحتار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالٰی اعلم (ج ۱۲) نہ۔ فی البحر الرائق الولی لایصوم عنہ ولا یصلی لحدیث النسائی[1] لایصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵: از شہر کہنہ بریلی مسئولہ محمد شفیع علی خاں مرحوم ۲۴ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی عمر ۷۰ سال کی ہے اور بوجہ کمزوری کے برداشت اور طاقت روزہ رکھنے کی نہ ہو ایسی صورت میں اس کو کیا کرنا چاہئے اور کفارہ روزوں کا کس طرح ہو اور کفارہ ہر روز دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

[1] ای فی سنن الکبرٰی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الجواب

طاقت نہ ہونا ایک تو واقعی ہوتا ہے اور ایک کم ہمتی سے ہوتا ہے کم ہمتی کا کچھ اعتبار نہیں اکثر اوقات شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ ہم سے یہ کام ہرگز نہ ہوسکے گا اور کریں گے تو مر جائیں گے بیمار پڑجائیں گے پھر جب خدا پر بھروسہ کرکے کیا جاتا ہے تو اللہ تعالٰی ادا کرادیتا ہے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا دھوکا تھا، ۷۵ برس عمر میں بہت لوگ روزے رکھتے ہیں ہاں ایسے کمزور بھی ہوسکتے ہیں کہ ستّر ہی برس کی عمر میں نہ رکھ سکیں تو شیطان کے وسوسوں سے بچ کر خوب صحیح طور پر جانچ چاہئے ایک بات تو یہ ہوئی دوسری یہ کہ ان میں بعض کو گرمیوں میں روزہ کی طاقت واقعی نہیں ہوتی مگر جاڑوں میں رکھ سکتے ہیں یہ بھی کفارہ نہیں دے سکتے بلکہ گرمیوں میں قضا کرکے جاڑوں میں روزے رکھنا اُن پر فرض ہے تیسری بات یہ ہے کہ اُن میں بعض لگا تار مہینہ بھر کے روزے نہیں رکھ سکتے مگر ایک دو دن بیچ کرکے رکھ سکتے ہیں تو جتنے رکھ سکیں اُتنے رکھنا فرض ہے جتنے قضا ہوجائیں جاڑوں میں رکھ لیں چوتھی بات یہ ہے کہ جس جوان یا بوڑھے کو کسی بیماری کے سبب ایسا ضعف ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتے اُنہیں بھی کفارہ دینے کی اجازت نہیں بلکہ بیماری جانے کا انتظار کریں اگر قبل شفا موت آجائے تو اُس وقت کفارہ کی وصیت کردیں غرض یہ ہے کہ کفارہ اُس وقت ہے کہ روزہ نہ گرمی میں رکھ سکیں نہ جاڑے میں نہ لگا تار نہ متفرق اور جس عذر کے سبب طاقت نہ ہو اُس عذر کے جانے کی امید نہ ہو جیسے وہ بوڑھا کہ بڑھاپے نے اُسے ایسا ضعیف کردیا کہ گنڈے دار روزے متفرق کرکے جاڑے میں بھی نہیں رکھ سکتا تو بڑھاپا تو جانے کی چیز نہیں ایسے شخص کو کفارہ کا حکم ہے ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اٹھنی بھر اوپر بریلی کی تول سے یا ساڑھے تین سیر جَو ایک روپیہ بھر اوپر، اسے کفارہ کا اختیار ہے کہ روز کا روز دے دے یا مہینہ بھر کا پہلے ہی ادا کردے یا ختم ماہ کے بعد کئی فقیروں کو دے یا سب ایک ہی فقیر کو دے سب جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶ از مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی مسئولہ مولوی اشرف علی صاحب طالب العلم ۹ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ

ایک شخص نے انتقال کیا اور اُس کے ذمہ کچھ روزہ فرض اور کچھ وقتوں کی نماز رہ گئی اب اُس کی نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا چاہئے ہیں تو اس فدیہ کا کون مستحق ہے کس قسم کے لوگوں کو دیا جائے۔ بیّنوا باللہ لائق تؤجروا۔

الجواب

اُس کے وہی مستحق ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہیں فقیر محتاج مسلمان کہ نہ ہاشمی ہوں نہ اُس کی اولاد نہ یہ اُن کی اولاد۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۷ از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۱۲ شعبان ۱۳۳۱ھ

فدیہ صوم جو شخص فانی کے لیے ہو اُس کی مقدار بحساب انگریزی اسّی تولہ کے سیر سے کیا ہے اُس سے مطلع فرمایا جاؤں فتوٰی رضویہ میں فتوی بارق النور میں ایک صاع کی مقدار آٹھ رطل اور ہر رطل کی مقدار ۳۹ روپے بھر ہے اس حساب سے ایک صاع دو سو اٹھاسی روپیہ بھر ہوا مگر اس میں ایک سو اٹھاسی بھر لکھا ہے شاید غلطی سے لگ گیا ہو مجھے خیال پڑتا ہے کہ سال گذشتہ کے اشتہار افطار وسحر میں صدقہ فطر کی مقدار سوا دو سیر اور ایک اٹھنی انگریزی بھر لکھی ہوئی تھی یہ اس فتاوی کے مقدار صاع سے جو دو سو اٹھاسی ہو یا ایک سو اٹھاسی ہو بہرحال مختلف رہتی ہے میں

http://ataunnabi.blogspot.in

صرف بحساب اسی تولہ سیر کے مقدار صدقہ فطر و فدیہ دریافت کرنا چاہتا ہوں فقط

الجواب

صاع ہی دو سو ستر تولے ہے جس کا سکہ رائجہ ہند سے دو سو اٹھاسی روپے بھر وزن ہوا کہ یہ روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے مگر احسن و احوط یہ ہے کہ گیہوں کا صدقہ جو کی صاع سے ادا کیا جائے یعنی جس پیمانہ ایک سو چوالیس روپے بھر جو آئیں اس بھر گیہوں دیے جائیں ظاہر ہے کہ گیہوں وزن میں زیادہ آئیں گے جو سے بھاری ہیں فقیر نے صاع شعیری حاصل کیا اور اس میں گیہوں بلا تکویم و تقعیر بھر کر تولے تو پورے تین سو اکا دن روپے بھر ہوئے تو صدقہ فطر فدیہ صوم وغیرہا میں نیم صاع گندم کے اٹھنی اوپر پونے دو سو روپے بھر گیہوں دینا احوط ہے جس کے بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے اور اسّی روپے بھر کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر تین چھٹانک دو سیر ہوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸: از گونڈہ محلہ بنی گنج مکان مولوی نوازش احمد مسئولہ حافظ محمد اسحٰق ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ
شیخ فانی کی تعریف کیا ہے اور اس کی عمر کی کچھ تعداد بھی معین ہے یا نہیں احکام شرعیہ مثل نماز روزہ وضو و غسل کے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شیخ فانی کی عمر اسّی یا نوے سال لکھی ہے اور حقیقۃً بنائے حکم اس کی حالت پر ہے اگر سو برس کا بوڑھا روزہ پر قادر ہے شیخ فانی نہیں اور اگر وہ ستر برس میں بوجہ ضعف بنیہ بڑھاپے سے ایسا زار و نزار ہو جائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کردیا ہو اور جب اس ضعف کی علت بڑھاپا ہوگا تو اس کے زوال کی امید نہیں اُسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے باقی نماز و طہارت کے بارہ میں پیر و جوان سب کا ایک حکم ہے جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہوگا بقدر ضرورت تا وقت ضرورت اُسے تخفیف دی جائے گی قال تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مکروہاتِ صوم

مسئلہ ۱۸۹: از بلگرام شریف محلہ میدانپورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزے میں منجن جو بادام و کوئلہ و سپاری و گل وغیرہ کا بنتا ہے اُس کا استعمال کرنا کیسا ہے اور دربارہ مسواک کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مسواک مطلقاً جائز ہے اگرچہ بعد زوال، اور منجن ناجائز و حرام نہیں جبکہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے درمختار میں ہے کرہ ذوق شیئ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱: از علی گڑھ بوساطت رحیم اللہ خاں ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ بینوا توجروا۔ (۱) روزے میں اپنی عورت کو لپٹانا یا پاس لیٹنا جبکہ خواہش غالب ہو اور مذی نکلے تو روزہ مکروہ ہوگا یا جاتا رہے گا۔ (۲) عورت کی شرمگاہ دیکھنا روزے کو توڑے گا یا نہیں۔

الجواب

(۱) ان افعال سے روزہ جانے کی تو کوئی صورت ہی نہیں جب تک انزال نہ ہو اور نرا پاس لیٹنا جس میں بدن چھونا یا بوسہ لینا کچھ نہ ہو مکروہ بھی نہیں، رہا لپٹانا یا بوسہ لینا یا بدن چھونا ان میں اگر بسبب غلبہ شہوت فساد صوم کا اندیشہ ہو یعنی خوف ہے کہ صبر نہ کرسکے گا اور معاذ اللہ جماع میں مبتلا ہوجائے گا یا بلا جماع ہی ان افعال کی حالت میں انزال ہوجائے گا تو یہ سب فعل مکروہ و ممنوع ہیں اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو کچھ حرج نہیں مگر مباشرت فاحشہ یعنی ننگے بدن لپٹانا کہ ذکر فرج کو مس کرے روزے میں مطلقاً مکروہ ہے اسی طرح سراج وہاج میں بوسہ فاحشہ کو بھی مطلقاً مکروہ فرمایا یعنی بوسہ فاحشہ عورت کے لب اپنے لبوں میں لے کر چبانا اور زبان چوسنا بدرجہ اولٰی مکروہ جبکہ عورت کا لعاب دہن جو اس کی زبان چوسنے سے اس کے مونھ میں آئے تھوک دے اور اگر حلق میں اتر گیا تو کراہت درکنار روزہ ہی جاتا رہے گا اور اگر قصداً بحالت لذت پی لیا تو کفارہ بھی لازم آئے گا فی الدرالمختار کرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ان لم یامن المفسد وان امن لا باس وفی ردالمحتار جزم فی السراج بان القبلۃ الفاحشۃ بان یمضغ شفتیھا تکرہ علی الاطلاق ای سواء امن اولا قال فی النھر والمعانقۃ علی التفصیل فی المشھور وکذا المباشرۃ الفاحشۃ وکرھھما مطلقا وھو روایۃ الحسن قیل وھو الصحیح اھ واختار الکراھۃ فی الفتح وجزم بھا فی الولوالجیۃ بلا ذکر خلاف وھی ان یعانقھا وھما متجردان ویمس فرجہ فرجھا بل قال فی الذخیرۃ ان ھذا مکروہ بلا خلاف لانہ یفضی الی الجماع غالبا اھ وبہ علم ان روایۃ محمد بیان لما فی ظاھر الروایۃ وما مر عن النھر لیس مما ینبغی ثم رأیت فی التتارخانیۃ عن المحیط التصریح بما ذکرتہ من التوفیق بین الروایتین وانہ لافرق بینھما وللہ الحمد اھ باختصار وفی الدر الظاھر البطلان بوصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیہ درایۃ وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم (۲) نہ اگرچہ بار بار بتکرار دیکھے یہاں تک کہ دیکھنے ہی کی حالت میں بے چھوئے انزال ہوجائے ہاں اس صورت میں کراہت ضرور ہے فی الدرالمختار انزل بنظر ولو الی فرجھا مرارا لم یفطر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: از فریدپور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص ہے اس کو حاجت غسل کی ہے مگر روزہ اس نے رکھا مگر قصداً بوقت ظہر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اُس نے غسل نہ کیا وقت نماز ظہر کے غسل کیا کیا رُوزہ اُس کا رہا یا گیا۔

الجواب

روزہ ہوجائے گا اگرچہ شام تک نہ نہائے ہاں ترک نماز کے سبب سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۳

از بانکی پور پٹنہ محلہ مراد پور مرسلہ علی حسن صاحب تاجر ۲۳ محرم شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رمضان شریف کا روزہ جنابت کی حالت میں رکھا اور قصداً دن بھر افطار کے وقت تک غسل نہیں کیا تو کیا یہ رُوزہ اُس کا بغیر کسی نقص کے درست ہوگا یا نہیں اور رُوزے کے لیے طہارت شرط ہے یا نہیں اور کیا کوئی ایسی عبادت بدنی بھی ہے جو بے طہارت صحیح ہو۔

الجواب

وہ شخص نمازیں عمداً کھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذاب جہنم کا مستوجب ہوا مگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل نہ آیا طہارت باجماع ائمہ اربعہ شرط صوم نہیں رب عزوجل فرماتا ہے احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم آیہ کریمہ نے ہر جزو شب میں جماع وتلبس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغہ امر ارشادی ارشاد ہوا فالئٰن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم اور ظاہر ہے کہ جزو اخیر شب کو بھی لیلۃ الصیام شامل اور وہ بھی اس احل لکم اور باشروھن کے امر میں داخل اور اُسے بحال جنابت صبح کرنا اور تا تمامی غسل روزے میں جنب رہنا بداہۃً لازم تو قرآن عظیم اس کی حلت و دخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے رُوزے میں کوئی نقص وخلل آتا ضرور اتنے حصے کا استثنا فرما دیتا پھر صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عملاً اُس کا بے نقص و بے خلل ہونا فرما دیا۔ صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ و ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یدرکہ الفجر وھو جنب من اھلہ ثم یغتسل ویصوم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہوجاتی جب تک نہ نہاتے اُس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔ صحیح مسلم و مؤطا مالک وسنن ابی داؤد ونسائی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو واقف علی الباب وانا اسمع یارسول اللہ انی اصبح جنبا وانا ارید الصیام فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام فاغتسل واصوم فقال الرجل یارسول اللہ انک لست مثلنا قد غفر اللہ لک ما تقدم وما تاخر فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال انی ارجو ان اکون اخشاکم للہ واعلمکم بما اتقی یعنی حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے دروازہ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سُن رہی تھی کہ یارسول اللہ میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت رُوزے کی ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہوں اُس نے عرض کی حضور کی ہماری کیا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

برابر ہی حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پوری معافی عطا فرمادی ہے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے اور فرمایا بے شک میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا خوف ہے اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہیے۔ اس حدیث صحیح نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے روزہ میں کوئی نقص نہیں آتا ورنہ وہ صاحب سائل تھے محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا سکوت کیا اخیر کے ارشاد نے اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں نہ یہ اس میں داخل جس سے بچنا چاہیے اور پر ظاہر کہ روزہ غیر متجزی سا ہے جو چیز اس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے دن میں ہوئی تو موجب نقص ہوگی اور اس کے اول یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی ولہذا ہمارے علمائے کرام نے انھیں آیات و احادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی روزہ کو کچھ مضر نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے او اصبح جنبا ولو استمر علی حالتہ یوما او ایاما لقولہ تعالٰی فالئٰن باشروھن لاستلزام جواز المباشرۃ الی قبیل الفجر الغسل بعدہ ضرورۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام واغتسل واصوم۔ بحرالرائق میں ہے لو اصبح جنبا لا یضرہ کذا فی المحیط۔ عالمگیریہ میں ہے ومن اصبح جنبا او احتلم فی النھار لم یضرہ کذا فی محیط السرخسی ہاں بوجہ ارتکاب کبیرہ اس کی نورانیت بالصوم میں فرق آئے گا نہ اس لیے کہ جنب تھا کہ جنابت سے نورانیت میں تفاوت آتا تو بحال جنابت صبح کرنے سے بھی آتا بلکہ اس لیے کہ نماز فوت کی یہاں تک کہ اگر نماز بحال جنابت ہوسکتی تو دن بھر بلکہ مہینہ بھر جنب رہنے سے بھی حصول نورانیت بصوم میں فرق نہ ہوتا یہ فرق بوجہ فوت نماز ایسا ہوگا جیسے روزہ میں کسی کو ظلماً مارنے سے مگر اس سے کوئی نہ کہے گا کہ نفس صوم میں کوئی نقص آگیا گناہ کے سبب روزے میں خلل آنا ظاہریہ کا مذہب فاسد ہے اس کی نظیر ایسی ہے کہ کوئی ریشمیں کپڑے پہن کر قرآن عظیم کی تلاوت کرے اس سے نہ تلاوت میں کوئی نقص ہوا نہ اس کے ثواب میں کمی ہاں ظلمت گناہ ملنے کے باعث اس کے لیے نورانیت خالصہ نہ رہی یہ ان میں داخل ہوا جن کو فرماتا ہے واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا واٰخر سیئا۔ درمختار میں ہے قرأ القراٰن ولم یعمل بموجبہ یثاب علی قراءتہ کمن یصلی ویعصی۔ طحطاوی اور ردالمحتار میں ہے یثاب علی قراءتہ وان کان یأثم بترک العمل فالثواب من جھۃ والاثم من اخری۔ بہت عبادات بدنیہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں جیسے یاد پر تلاوت اور مسجد میں اعتکاف کہ ان دونوں میں وضو ضرور نہیں اور قرآن عظیم کو بے چھوئے دیکھنا کعبہ معظمہ پر بیرون مسجد سے نظر کرنا عالم کو بنگاہ تعظیم دیکھنا ماں باپ کو بنظر محبت دیکھنا عالم سے مصافحہ کرنا یہ سب عبادات بدنیہ ہیں اور سب بحال جنابت بھی روا ہیں حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں خمس من العبادۃ قلۃ الطعم والقعود فی المساجد والنظر الی الکعبۃ والنظر الی المصحف والنظر الی وجہ العالم پانچ چیزیں عبادت سے ہیں کم کھانا اور مسجد میں بیٹھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارقطنی وغیرہ کی روایت یوں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خمس من العبادۃ النظر الی المصحف والنظر الی الکعبۃ والنظر الی الوالدین والنظر فی زمزم وھی تحط الخطایا والنظر فی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

وجہ العالم پانچ چیزیں عبادت سے ہیں مصحف کو دیکھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور ماں باپ کو دیکھنا اور زمزم کے اندر نظر کرنا اور اس سے گناہ اترتے ہیں اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے لقیني رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا جنب فاخذ بیدی فمشیت معہ حتی قعد فانسللت فاتیت الرحل فاغتسلت ثم جئت وھو قاعد فقال این کنت یا اباھریرۃ فقلت لہ فقال سبحان اللہ یا اباھریرۃ ان المومن لا ینجس اور افضل واعلٰی تمام عبادات بدنیہ ہیں جن کے لیے طہارت صغرٰی نہ کبرٰی کچھ شرط نہیں ذکر الٰہی ہے اور دعا کا ذکر کا عبادت ہونا بدیہی ہے بلکہ ذکر ہی اصل جملہ عبادات ہے قال تعالٰی اقم الصلوۃ لذکری اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے الدعاء مخ العبادۃ دعا مغز عبادت ہے رواہ الترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے لیے طہارت شرط نہ ہونا ظاہر ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے جمیع اوقات میں ذکر الٰہی فرماتے تھے رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ جنب کو بہ نیت دعا وثنا الحمد و آیۃ الکرسی پڑھنے کی اجازت ہے والمسئلۃ مشھورۃ وفی الکتب مزبورۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴ ۲۶ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کا روزہ نفل رکھنا کیسا ہے ایک شخص نے جمعہ کا روزہ رکھا دوسرے نے اس سے کہا جمعہ عید المومنین ہے روزہ رکھنا اس دن میں مکروہ ہے اور باصرار بعد دوپہر کے روزہ تڑوا دیا اور کتاب سرالقلوب میں مکروہ ہونا لکھا ہے دکھلا دیا ایسی صورت میں روزہ توڑنے والے کے ذمہ کفارہ ہے یا نہیں اور تڑوانے والے کو کوئی الزام ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ کا روزہ خاص اس نیت سے کہ آج جمعہ ہے اس کا روزہ بالتخصیص چاہیے مکروہ ہے مگر نہ وہ کراہت کہ توڑنا لازم ہو اور اگر خاص بہ نیت تخصیص نہ تھی تو اصلا کراہت بھی نہیں اس دوسرے شخص کو اگر نیت مکروہہ پر اطلاع نہ تھی جب تو اعتراض ہی اس سے حماقت ہوا اور روزہ تڑوا دینا شرع پر سخت جرأت اور اگر اطلاع بھی ہوتی جب بھی مسئلہ بتا دینا کافی تھا نہ کہ روزہ تڑوانا اور وہ بھی بعد دوپہر کے جس کا اختیار نفل روزے میں والدین کے سوا کسی کو نہیں توڑنے والا اور تڑوانے والا دونوں گنہگار ہوئے توڑنے والے پر قضا لازم ہے کفارہ اصلا نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

سحر و افطار کا بیان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مسئلہ ۱۹۵: از پنڈرا روڈ ضلع بلاسپور ملک متوسط مرسلہ منشی عتیق احمد صاحب ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) الئٰن باشروھن ۔ کلوا واشربوا حتی ۔ ثم اتموا الصیام الی الیل ۔ و لاتباشروھن وانتم ۔ ان چاروں اوامر شرطیہ و نہی ظاہر آیہ آخر سے آیۂ کریمہ تلک حدود اللہ فلاتقربوھا متعلق ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو جمع کا صیغہ کیوں فرمایا گیا اگر صرف نہی آخر سے متعلق ہے تو حدود اللہ کس طرح ایک پر عائد ہو (۲) آیۂ کریمہ حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود میں بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے تاگے حقیقی کو سمجھا تو من الفجر نازل ہوا تلک حدود اللہ کا نزول بھی کیا اسی طرح ہوا ہے جبکہ بعض نے سفیدۂ صبح تک کھایا ہو جس سے اندیشہ روزے میں خلل ہونے کے باعث ان احکام اربعہ کے بعد تلک حدود اللہ نازل ہوئی ہو یا یہ آیت نازل ہونے پر بھی صبح ظاہر ہونے تک کھانے کا معمول برابر جاری رہا عموماً ہر ایک سحری کھاتا رہا (۳) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سحری کھانا بالکل قریب صبح کے دوامی تھا یا اتفاقی جیسا کہ بعض حدیثوں میں مروی ہے اور اگر معمول دوامی تھا تو کیا آخر تک رہا اور اسی طرح عموماً سب کو اجازت تا آخر وقت بالقصد ہے یا اس حالت میں کہ آخر وقت ہی اس کو ملا ہو تب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) سب احکام مذکورہ کی طرف اشارہ ہے معالم میں ہے تلک حدود اللہ یعنی تلک الاحکام التی ذکرھا فی الصیام والاعتکاف بیضاوی میں ہے ای الاحکام التی ذکرت واللہ تعالٰی اعلم (۲) اس آیت کا نزول من الفجر کے طور پر نہیں سحری کی تاخیر مستحب و مسنون ہے احادیث صحیحہ میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعجیل افطار و تاخیر سحور کا حکم فرمایا اور ارشاد ہوا میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحر میں دیر کرے گی مگر تعجیل افطار کے معنی یہ ہیں کہ جب غروب آفتاب پر یقین ہوجائے فوراً افطار کرلے وہم و وسوسہ کو دخل نہ دے نہ بلاوجہ رافضیوں کی طرح شب کا ایک حصہ داخل ہونے کا انتظار کرے نہ ایسی جلدی کہ ہنوز غروب میں شک ہو حرام و مفسد صوم ہے اور تاخیر سحری کے یہ ہیں کہ اس وقت تک کھائے جب تک طلوع فجر کا ظن غالب نہ ہو بخلاف افطار کے کہ وہاں بحالت شک روزہ جاتا رہتا ہے وجہ فرق یہ ہے کہ شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ الیقین لایزول بالشک یعنی شک سے یقین زائل نہیں ہوتا رات میں طلوع فجر کا جب تک شک نہ ہوا تھا بقائے لیل پر یقین تھا وقوع شک سے بھی یہ یقین زائل نہ ہوگا اور رات ہی کا حکم رہے گا جب تک طلوع فجر کا ظن غالب نہ ہو ولہذا ارشاد فرمایا حتی یتبین لکم الخیط الابیض یہاں تک کہ سفید ڈورا تمہارے لیے خوب ظاہر ہوجائے اور افطار میں غروب شمس جب تک مشکوک نہ ہوا تھا دن پر یقین تھا تو حالت شک میں بھی وہی یقین حاصل اور دن باقی سمجھا جائے گا اور اس وقت روزہ کھونا دن میں کھونا ٹھہرے گا زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک انہیں قواعد پر عمل رہا ہے (۳) تاخیر سحور بمعنی مذکور مطلقاً مستحب و مسنون ہے صرف اسی حالت کی خصوصیت نہیں کہ اخیری وقت آنکھ کھلی ہو عادت مستمرہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہی تاخیر تھی ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے برابر کسی کا علم نہیں ہوسکتا حضور صاحب وحی صاحب علمہ علم الاولین والاخرین

http://ataunnabi.blogspot.in

وصاحب علمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما ہیں اوقات حقیقیہ جن میں حد مشترک صرف ایک آن ہوتی ہے اُن کا اختیار حقیقی طاقت بشری سے خارج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس پر مطلع تھے ولہذا احیانًا ایسی تاخیر واقع ہوتی کہ دوسرا اُس پر قادر نہیں ایک شب سحری تناول فرمانے کے بعد صرف اتنے وقفہ پر کہ آدمی پچاس آیت پڑھ لے نمازِ صبح شروع فرمادی ایسے امور میں اتباع کی قدرت نہیں ہمارے لیے وہی حکم ہے جو جواب سوال ثانی میں مذکور ہوا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶: از شہر کہنہ بریلی، ۷ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ رمضان شریف میں رات کے سات حصے کیے جائیں جب ایک حصہ رات کا باقی رہے کھانا پینا ترک کردے آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ قاعدہ ہرگز صحیح نہیں بلکہ کبھی رات کا ہنوز چھٹا حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہوجاتی ہے اور کبھی ساتواں آٹھواں نواں یہاں تک کہ کبھی صرف دسواں حصہ تقریبًا رہتا ہے اُس وقت صبح ہوتی ہے ہم رؤس بروج کے لیے بریلی اور اُس کے موافق العرض شہروں میں ایک تقریبی نقشہ دیتے ہیں جس سے اس اجمال کی تفصیل ظاہر ہوگی۔ افق حقیقی پر انطباق مرکز شمس جانب مغرب سے اُسی کے انطباق مرکز جانب شرق تک شب نجومی ہے اور افق حسی بالمعنی الثانی سے تجاوز کنارہ آخرین شمس جانب غرب سے اُسی افق سے ارتفاع کنارہ اولین شمس جانب شرق تک شب عرفی ہے اس کی تحصیل میں دونوں جانب کے دقائق انکسار بھی شب نجومی سے ساقط کیے جاتے ہیں اور افق حسی مذکور سے تجاوز کنارہ آخریں شمس سے طلوع فجر صادق تک شب شرعی ہے تحصیل فجر میں بھی جانب طلوع شمس کہ دقائق انکسار وقت باقی سے مستثنٰی ہیں۔ یہ نقشہ خود فقیر کا ایجاد ہے جس کا اجمالی بیان یہ ہوا اور جو شخص اس فن میں کچھ ادراک رکھتا ہو اُسے تفصیل بھی بتائی جاسکتی ہے وباللہ التوفیق وللہ الحمد والمنۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

تاریخ شمسی	برج شمس	نصف شب نجومی		نصف شب عرفی		حصہ صبح		نصف شب شرعی		شب عرفی ثانیے	صبح ثانیے	نسبت صبح شب عرفی	تخمینی نسبت
		گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ				
۲۰ مارچ	حمل	۱۲	۰	۱۱	۵۴	۱	۲۰	۱۰	۳۴	۷۱۴	۸۰	۴۰/۳۵۷	نواں حصہ
۲۲ اپریل	ثور	۱۱	۱۰	۱۱	۵۴	۱	۲۴	۹	۴۰	۶۶۴	۸۴	۲۱/۱۶۶	آٹھواں حصہ
۲۲ مئی	جوزا	۱۰	۲۸	۱۰	۲۲	۱	۳۱	۸	۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ جون	سرطان	۱۰	۱۲	۱۰	۶	۱	۳۶	۸	۳۰	۶۰۶	۹۶	۱۶/۱۰۱	چھٹا حصہ قدرے کم
۲۲ جولائی	اسد	۱۰	۲۸	۱۰	۲۲	۱	۳۱	۸	۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ اگست	سنبلہ	۱۱	۱۰	۱۱	۵۲	۱	۲۳	۹	۳۹	۶۶۲	۸۳	۸۳/۶۶۲	آٹھواں حصہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

۲۳ ستمبر	میزان	۱۲ ۰	۱۱ ۵۲	۱ ۱۹	۱۰ ۳۳	۷۱۲	۷۹	۷۹/۷۱۲	نواں حصہ
۲۲ اکتوبر	عقرب	۱۲ ۵۰	۱۲ ۴۲	۱ ۱۹	۱۱ ۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس حصوں سے دو حصے
۲۲ نومبر	قوس	۱۳ ۳۲	۱۲ ۲۲	۱ ۲۲	۱۲ ۰	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصہ
۲۲ دسمبر	جدی	۱۳ ۴۸	۱۳ ۴۰	۱ ۲۵	۱۲ ۱۵	۸۲۰	۸۵	۱۷/۱۶۴	دسواں حصہ
۲۲ جنوری	دلو	۱۳ ۳۲	۱۳ ۲۲	۱ ۲۲	۱۲ ۰	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصہ
۲۱ فروری	حوت	۱۲ ۵۰	۱۲ ۴۲	۱ ۱۹	۱۱ ۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس حصوں سے دو حصے

ان بیانوں سے واضح ہوا کہ راس السرطان کی صبح جس طرح تمام سال میں سب صبحوں سے باعتبار نسبت بڑی ہے کہ کوئی صبح اپنی رات کا اتنا بڑا حصہ نہیں ہوتی یونہی وہ مقدار میں بھی جمیع صبحوں سے زائد ہے کہ اتنی مدت کوئی صبح نہیں پاتی مگر اس کے خلاف راس الجدی کی صبح باآنکہ نسبت میں تمام صبحوں سے کم ہے کہ کوئی صبح اپنی رات کا اتنا چھوٹا حصہ نہیں ہوتی لیکن وہ مقدار میں سب سے کم نہیں بلکہ نصف جنوبی میں سب سے زائد مقدار کی فجر ہے سال میں سب سے چھوٹی فجر فجر اعتدالین ہے مگر وہ نسبت میں سب سے کم نہیں بلکہ نصف جنوبی میں سب نسبتوں سے زائد ہے نیز روشن ہوا کہ صبح کا اپنی مقدار چھوٹی بڑی ہونے میں مطلقاً تابع روز ہونا کہ جتنا دن گھٹے صبح چھوٹی ہوتی جائے اور جتنا بڑھے ترقی پائے یا مطلقاً تابع شب ہونا

مختصر جدول یہ ہے۔

تاریخ	برج	نسبت صبح از شب عرفی	برج	تاریخ
۲۲ جون	سرطان	چھٹا حصہ کچھ کم	سرطان	۲۲ جون
۲۳ جولائی	اسد	ساتواں حصہ کچھ زیادہ	جوزا	۲۲ مئی
۲۴ اگست	سنبلہ	آٹھواں حصہ	ثور	۲۱ اپریل
۲۴ ستمبر	میزان	نواں حصہ	حمل	۲۰ مارچ
۲۴ اکتوبر	عقرب	نواں حصہ قدرے کم	حوت	۲۰ فروری
۲۳ نومبر	قوس	دسواں حصہ کچھ زیادہ	دلو	۲۱ جنوری
۲۲ دسمبر	جدی	دسواں حصہ اس سے بھی کچھ کم	جدی	۲۲ دسمبر

کہ ہمیشہ اُس کی کمی فزونی رات کی کاہش و بیشی پر ہے جیسا کہ آجکل کے ناواقف محاسبوں میں کسی نے اُسے نہار کسی نے لیل کا ٹکڑا سمجھ کر گمان کیا ہے محض غلط ہے بلکہ صبح اپنی کمی بیشی میں میل شمسی کی تابع ہے اعتدالین پر کہ میل منتفی ہوتا ہے صبح سب سے چھوٹی مقدار پر ہوتی ہے پھر جتنا میل بڑھتا جاتا ہے صبح کی مقدار زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ انقلابین پر اپنی اعظم مقادیر پر آتی ہے پھر جس قدر میل گھٹتا ہے صبح چھوٹی ہوتی جاتی ہے حتی کہ اعتدالین پر پھر اپنی انقص مقادیر پر آتی ہے اور انقلاب قطب ظاہر کے اعظم مقادیر انقلاب قطب خفی کے اعظم مقادیر سے بھی اعظم ہوتی ہے یا عام فہمی کے لیے یوں کہیے کہ صبح ہر دو نصف شمالی و جنوبی میں بڑے کی تابع

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے نصف شمالی میں دن رات سے بڑا ہوتا ہے صبح اُس کی زیادت و قلت کے ساتھ بڑھتی گھٹتی ہے اور نصف جنوبی میں رات دن سے بڑی ہوتی ہے صبح افزائش و کاہش میں اُس کے ساتھ چلتی ہے راس الحمل پر اپنی اقل مقدار تک پہنچ کر دن کے ساتھ بڑھنی شروع ہوئی جب انقلاب صیفی میں دن اپنی نہایت زیادت پر آیا صبح بھی غایت ازدیاد پر پہنچی پھر دن گھٹنا شروع ہوا صبح بھی اُنھیں قدموں برجعت قہقری کرتی ہوئی گھٹتی چلی یہاں تک کہ اعتدال خریفی پر پھر اُسی اقل مقادیر پر آگئی اب رات کے ساتھ فزونی کرنے لگی جب انقلاب شتوی نے شب یلدا دکھائی صبح بھی اس نصف میں اپنی اعظم مقادیر پر آئی آگے رات کم ہوتی چلی صبح بھی بدستور اُلٹے پاؤں کمی پر پلٹی حتی کہ اعتدال ربیعی پر پھر انقص مقدار ہوئی وھکذا الی ماشاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷: از شاہجہانپور محلہ جگدیل نگر متصل اسٹیشن لودے مرسلہ محمد فضل اللہ خاں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد ادائے آداب کے عرض پرداز ہوں کہ ایک اشتہار مولوی اعظم شاہ صاحب نے بابت افطار و سحری رمضان المبارک و نیز چند مسائل روزے کے جواو پر نقشہ اور پشت پر نقشہ لکھے ہیں شائع کرکے تقسیم کرائے ہیں جو کہ شاہجہانپور میں سال گزشتہ میں بابت چاند عید ضحی نزاع ہوچکا ہے اس خیال سے اس نقشہ کی بابت تحقیقات کرنا ضروری ہے۔ آج کے روزے کا نقشہ دیا ہوا بابت افطار و سحری اور نقشہ مولوی اعظم شاہ اور نقشہ مولوی ریاست علی خاں صاحب کا مقابلہ کیا گیا جو اعظم شاہ کے نقشہ سے اور آپ کے نقشہ سے بہت فرق آیا بابت سحری کے اور آپ کا نقشہ اور مولوی ریاست علی خاں کا نقشہ قریب قریب ہے جو کہ اب ایسی حالت میں بڑا نقصان کم علموں کا ہورہا ہے اور ہوگا کیونکہ کل کے روز ایک عورت نے چار بج کر چالیس منٹ پر سحری کھائی اور جب اُس کی حالت مولوی اعظم کو معلوم ہوئی تو اُنھوں نے فرمایا کہ روزہ جاتا رہا اُس پر اُس نے روزہ توڑ ڈالا جب مولوی ریاست علی خاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اُس کا روزہ تھا کیونکہ وہ وقت سحری کھانے کا تھا اور نیز اس اشتہار میں جو مسائل بابت رمضان المبارک کے اور وقت افطار اور وقت سحری اور مسائل تراویح کے لکھے ہیں وہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ صحیح لکھے ہیں یا نہیں بندہ اشتہار مذکور روانہ خدمت عالی کرتا ہوں اور بعد ملاحظہ جملہ اشتہار کے اُس کے صحیح اور غیر صحیح پر توجہ فرمائی جائے اور اگر غلط ہے تو جس جس مسئلہ میں غلطی ہو اُس کا جواب بحوالہ کتاب رقام فرمادیجئے اگر نقشہ غلط ہو تو بالتفصیل تحریر فرمائیے کہ صحیح نقشہ کیا ہے غلطی اور اس اشتہار کے بھیجنے کی بابت جناب مخدوم و مکرم مولوی ریاست علی خاں صاحب نے بھی تاکید فرمائی تھی جب میں نے عرض کیا تھا کہ اس اشتہار کو بریلی روانہ کروں گا تو فرمایا کہ ضرور بھیجو تاکہ وہاں سے جواب آنے کے بعد اُس اشتہار کی صحت اور غلطی کا اعلان کرادیا جائے فقط

الجواب

بعد مراسم سنت ملتمس بعد سوال جواب واجب اور وقت جواب اظہار صواب لازم اوقات صحیح نکالنے کا فن جسے علم توقیت کہتے ہیں ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علما اُس سے غافل ہیں نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہیأت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے اور جو کچھ ساز مولوی مسیح الدین خاں کاکوروی وغیرہ بناگئے وہ فقط ناکافی ہی نہیں بلکہ سخت اغلاط میں ڈالنے والا ہے یوہیں مرزا خیر اللہ منجم کی دو حرفی جدول سے کوئی ناواقف فن نفع نہیں پاسکتا اگر کسی نے بڑی تحقیقات چاہی تو زیج بہادر خانی کی جداول تعدیل

http://ataunnabi.blogspot.in

النہار سے کام لیا سحری کو تو اُن سے کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں بھی ناقص ہے جب تک متعدد ضروری اصلاحیں اُس کے ساتھ شریک نہ ہوں پھر جبکہ وہ اصلاحیں آتی ہیں تو اُسے اُن جداول کی کیا حاجت۔ فقیر نے اس فن میں نہ نری کتابی باتوں پر اعتماد کیا نہ خالی دلائل ہندسیہ پر نہ تنہا تجربہ ومشاہدہ پر بلکہ سب کو جمع کیا اور بتوفیق الٰہی اپنی ذہنی جدتوں سے بہت کچھ کام لیا یہاں تک بفضلہ تعالٰی براہین وعیان کو مطابق کر دیا میرا نقشہ بفضلہ تعالٰی حزاف نہیں ہوتا جو ہیأت وہندسہ جانتا ہو وہ اُسے براہین کے مطابق پائے گا اور جو نگاہ رکھتا ہو صبح صادق وکاذب کو دیکھ کر پہچان سکتا ہو وہ اُسے مشاہدہ سے موافق پائے گا میرے نقشوں میں بریلی کی سحری وافطار میں پانچ پانچ منٹ کی احتیاط ہوتی ہے اور دوسرے شہروں کا تقریبی وقت بھی اُسی صحت کے ساتھ دیا جاتا ہے کہ کما بیش چار پانچ منٹ احتیاطی رہیں۔ جو نقشہ میرے بتائے ہوئے وقت سے جتنا مخالف ہو یقین جانئے کہ وہ اُتنا ہی غلط ہے اگرچہ کسی کا بنایا ہوا ہو دو نقشے اگر صحیح باقاعدہ بنے ہوں تو صرف اس قدر فرق کر سکتے ہیں کہ احتیاطی منٹ کسی نے دو ایک کم رکھے کسی نے زائد یا ایک منٹ کی تحتانی کسروں میں کسی نے زیادہ تعمق کیا کسی نے بے ضرورت سمجھ کر مسامحت سے کام لیا وبس۔ اب آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ ان مولوی صاحب کے نقشے میں کتنا فرق ہے شاہجہانپور بریلی بدایوں پیلی بھیت دہلی رامپور لکھنؤ مراد آباد کے وقت یہاں اور شاہجہاں پور والے دونوں نقشوں میں دیے ہیں ان میں ہر شہر کے لیے سحری کے اوقات میں ۲۰ - ۲۲ منٹ تک کا فرق ہے اور دہلی کے لیے تو ۲۸ منٹ تک ہے کہ دو منٹ کم آدھا گھنٹا ہوا مگر پیلی بھیت کے لیے اللہ اعلم کس وجہ سے اس قدر ترقی واقع ہوئی کہ ابتدا میں وقت ٹھیک آیا اور آخر ماہ میں بڑھتے بڑھتے احتیاطی منٹ کا بھی اصلا نشان نہ رہا کنارے ہی پر آ لگا بلکہ تدقیق کی جائے تو عجب نہیں کہ کچھ حصہ صبح کا آجائے بات یہ ہے کہ مولوی صاحب نے شاہجہانپور کے وقت بطور خود تجویز کر کے باقی شہروں کے لیے صرف اُن کا تفاوت طول جو اُن کے خیال میں تھا گھٹا بڑھا لیا حالانکہ تبدل اوقات میں بڑا حصہ تفاوت عرض کا ہے دو شہروں میں تفاوت طول اصلا نہ ہو صرف اختلاف عرض سے طلوع وغروب صبح وعشا میں گھنٹوں کا فرق پڑ جاتا ہے شاہجہان پور و پیلی بھیت میں اکیس منٹ کا تفاوت کسی طرح نہیں بنتا یہی حال کلکتے کا ہے کہ اخیر کی تاریخوں میں کچھ ہی خفیف نام احتیاط کا رہ گیا ہے دو سال ہوئے کہ خاص کلکتے کے اوقات یہاں سے شائع ہوئے تھے ۱۲ نومبر سے ۲۸ تک تاریخیں اس سال بھی پڑی ہیں اُن سے ملا کر دیکھ سکتے ہیں پرچہ مرسل ہے افطار کے اوقات میں اتنا زیادہ تفاوت نہیں مگر اُس کا تھوڑا بھی بہت ہے مثلاً شاہجہاں پور میں احتیاطی منٹ گھٹتے گھٹتے آخر میں صرف ایک ہی رہ گیا مگر دہلی پر آفت پوری ہے اول سے آخر تک غروب سے پہلے افطار لکھا ہے خصوصاً آخر میں تو پانچ منٹ پیش از غروب افطار ہوئی ہے شاہجہاں پور میں جس نے ۴ بج کر ۴ منٹ تک سحری کھائی اُس کا روزہ یقیناً صحیح ہوا وہ عورت روزہ توڑنے سے سخت گنہ گار ہوئی اُس کا روزہ نہ ہونے کا حکم محض غلط تھا۔ ابوداؤد۔ دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ جسے بے علم فتوٰی دیا گیا اُس کا وبال فتوٰی دینے والے پر اگر گھڑی صحیح تھی تو یقیناً پاؤ گھنٹے سے زیادہ وقت باقی تھا۔ مسلمانو یہ دین ہے جس پر خدا کی دین ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا کیسا مجد پر دین ہے قواعد و براہین ہیأت وہندسہ بالائے طاق سہی وقت پہچاننا تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے افسوس کہ ہزاروں آدمی حتی کہ بہت ذی علم بھی صبح صادق وکاذب کی ٹھیک تمیز دیکھ کر نہیں بتا سکتے اور اس پر کتب ہیئت وغیرہ کی پریشان بیانیوں نے انھیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور دھوکے میں ڈالا ہے پسح فرمایا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے کہ ابتدا میں انسان کو ان دونوں صبح میں امتیاز مشکل ہوتا ہے بکثرت بار بار بغور مشاہدہ کرتا رہے تو بعنایت الٰہی دونوں صبحیں حسب نگاہ میں سج جاتی ہیں کہ بہ نگاہ اولیں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ابھی صبح صادق ہوئی یا نہ ہوئی یہاں متعدد وجوہ سے لوگ اشتباہ میں ہیں اُن کا بیان کردینا ضرور ہے کہ مسلمان سمجھ لیں اور اغلاط سے بچیں **فاقول** وباللہ التوفیق **اوّلاً** صبح کاذب کو حدیث میں مستطیل یعنی لمبی اور صادق کو مستطیر یعنی پھیلی ہوئی فرمایا ہے ناواقف گمان کرتے ہیں کہ صبح کاذب کوئی ڈوورے کی مثل باریک سفیدی ہے اور جہاں ذرا چوڑی سفیدی ہوئی اور صبح صادق ہوگئی یہ محض غلط وہم ہے رات کی چھائی ہوئی اندھیری میں باریک ڈورا کیا نظر آسکتا صبح کاذب بھی ضرور عرض رکھتی ہے اور نگاہ میں دو تین گز بلکہ اس سے زیادہ تک چوڑی ہوتی ہے بلکہ حدیث کی مراد وہ ہے جو خود حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دست اقدس کے اشارے سے تعلیم فرمائی کہ شرقاً غرباً تو سپیدی پھیلی ہوتی ہے وہ صبح کاذب ہے اور دونوں دست مبارک کی کلمے کی انگلیاں ملا کر ہاتھ پھیلائے یعنی جنوباً شمالاً اُفق میں پھیلنے والی سپیدی صبح صادق ہے **ثانیاً** بعض کتب میں صبح کاذب کی وجہ تسمیہ یہ لکھی کہ یعقبہ ظلمۃ فالافق یکذبہ یعنی اس کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے تو یہ سپیدی تو کہہ رہی ہے کہ صبح ہوگئی مگر افق اُس کی تکذیب کرتی ہے لہٰذا اسے صبح کاذب کہتے ہیں اس کے معنی بعض علمائے[1] زمانہ قریب نے یہ سمجھ لیے کہ صبح کاذب کی سپیدی جاکر اُس کے بعد اندھیرا ہوجاتا ہے پھر صبح صادق نکلتی ہے حالانکہ یہ محض باطل ہے صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے ہرگز غروبِ آفتاب تک وہاں تاریکی نہیں آتی بلکہ اُس کے معنی یہ ہیں کہ صبح کاذب کی سپیدی افق سے بہت اونچی ظاہر ہوتی ہے اور اُس کے عقب میں اس کے پیچھے یعنی افق میں اُس کے نیچے بالکل اندھیرا ہوتا ہے جب صبح صادق پھیلتی ہے یہ تاریکی بھی روشنی سے بدل جاتی ہے **ثالثاً** بعض کتب ہیئت اور ان کے اتباع سے بعض کتب فقہ مثل ردالمحتار میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے ۱۵ درجے نیچے رہتا ہے اُس وقت صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے یعنی ۱۸ درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے مگر ہزاروں بار کا مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ بھی محض غلط ہے بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریباً ۱۸ درجے کے رہ جاتا ہے اُس وقت یقیناً صبح صادق ہوجاتی ہے صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہوچکتی ہے میں نے آج ہی رات کہ شب ہشتم ماہ مبارک ہے بچشم خود معائنہ کیا کہ آفتاب ہنوز تینتیس ۳۳ درجے سے زیادہ افق سے نیچا تھا کہ صبح کاذب اپنی جھلک دکھا رہی تھی صبح صادق ہونے کو ایک گھنٹے کامل سے بھی زیادہ وقت باقی تھا **رابعاً** عوام صبح کا طلوع ہونا سنتے ہیں تو اپنے زعم میں یہ گمان کرتے ہیں کہ افق یعنی زمین کے کنارہ سے یہ سپیدی اُٹھتی ہوئی جب بلندی پر آتی ہے تو ہمیں مکانوں میں یا چھت پر دکھائی دیتی ہے جیسے آفتاب وغیرہ ستارے کہ شہر میں اپنے طلوع سے دیر کے بعد نظر آتے ہیں اس بناء پر وہ صبح ہوتی دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ بہت پہلے ہوچکی ہے جب تو اتنی بلندی آگئی ہے حالانکہ یہ بھی اُن کا محض وہم ہے بلکہ یہ سفیدی افق سے بہت دیکھی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے فرض کیجئے کہ آدمی جنگل بلکہ سمندر میں ہو کہ نگاہ کے سامنے درخت غبار ابر وغیرہ کوئی شے اصلا حائل نہ ہو تو وہاں بھی یہ بیاض افق سے بہت اوپر ہی حادث ہوگی اور اس کے نیچے تمام کنارۂ آسمان تاریک ہوگا اسی کو تو یعقبہ ظلمۃ کہا گیا اپنی ہی سمجھ کے قابل یوں کہیں کہ نظر واقع ضرور ہے

[1] یعنی سعد اللہ صاحب رام پوری ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کہ آفتاب کی کرنیں پہلے اُفق حصے میں سپیدی لاتی ہوں گی جو کنارہ زمین کے متصل ہے مگر وہ نہ کبھی محسوس ہوئی نہ ہو افق میں بخارات کا اژدحام اور خطوط نظر کا صدہا میل بخار وغیرہ کثافات کو طے کرکے افق تک جانا آفتاب کی دھوپ جیسی روشن چیز کو کتنا میلا کرکے دکھاتا ہے کہ سپیدی کی جگہ سرخی معلوم ہوتی ہے اور تیزی نام کو نہیں ہوتی پھر خفیف ضعیف سپیدی کیا اس قابل ہے کہ افق میں نظر آسکے جو صاف بھی کم ہے اور نظر سے دور بھی بہت ہے یہ تو ہمیشہ اوپر ہی چمکے گی جہاں نظر سے قرب بھی ہے اور جگہ بہ نسبت افق صاف تر ہے **خامسًا** بعض کتب میں واقع ہوا کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہے اسے لوگ ہر موسم میں و ہر مقام کے لیے عام سمجھ لیتے حالانکہ جن عالم نے ایسا فرمایا وہ اُس موسم اور اُس عرض بلد کے لیے خاص تھا ورنہ یقینًا صبح ہمارے بلاد میں رات کے چھٹے حصے سے دسویں حصے تک ہوتی ہے جس کی مفصل جدول فقیر نے اپنے فتاوی میں لکھی ہے اس ماہ مبارک میں بھی صبح رات کے نویں حصے سے دسویں حصے تک ہے جو لوگ ساتواں حصہ لگائیں گے وہ آپ ہی رات کو دن بنائیں گے اب ہم بتوفیق اللہ تعالٰی صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک جو صورتیں اس سپیدی کی پیش آتی ہیں اُن کا واضح بیان کرتے ہیں جو آج تک کسی کتاب میں نہ لکھا گیا جو ہمارا برسوں کا مشاہدہ ہے اور جسے بغور سمجھ لینے والا ان شاء اللہ تعالٰی بہت جلد صبح کاذب و صادق میں امتیاز کا ملکہ پیدا کر سکتا ہے (۱) افق سے کئی نیزے بلندی پر جانب شرق آج جہاں سے آفتاب نکلنے کو ہو اُس کی سیدھ میں یعنی دائرہ منطقۃ البروج کی سطح میں کُرہ بخار رات کی اندھیری میں ایک خفیف سپیدی کا دھبہ پیدا ہوتا ہے جسے چاروں طرف سے رات کی اندھیری گھیرے ہوئے ہے اس انداز پر یہ صبح کاذب کی بنیاد پڑتی ہے (۲) جوں جوں آفتاب افق کے نزدیک آتا جاتا ہے یہ سپیدی ترقی کرتی ہے مگر ترقی معکوس یعنی اوپر سے نیچے کو بڑھتی جاتی ہے پہلے افق سے بہت اونچی چمکی تھی اور نیچے دور تک اندھیرا تھا اب وہ اونچی سپیدی تو اپنی جگہ رہتی ہے اور اس کے نیچے سپیدی اور اُس میں ملتی جاتی ہے یہاں تک کہ شدہ شدہ افق کے قریب تک آنے کو ہوتی ہے مگر ان سب حالتوں میں وہ ایک طولانی ستون کی حالت میں ہوتی ہے گویا ایک سفید چادر اوپر سے نیچے لٹکائی گئی ہے کہ اُسی کی حد تک سپیدی ہے اور آس پاس بالکل اندھیرا ان شکلوں پر (۳) ان تمام اشکال کے بعد اس عمود کے حصہ زیریں کے دونوں پہلوؤں پر نہایت تھوڑی دور تک ایک خفیف بھورا ین خاکستری رنگ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی تمیز میں آتا ہے اور معًا نگاہ کے نیچے سے نکل جاتا ہے اس طرز پر اب یہ وہ وقت ہے کہ صبح صادق اپنے رخ روشن سے نقاب اٹھایا چاہتی ہے مگر ہنوز صبح نہیں کہ اُس کے لیے تبین شرط ہے اور یہ متبین نہیں قال اللہ تعالٰی حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ان تمام حالتوں تک صبح کاذب ہی ہے اور نماز عشاء اور سحری کھانے کا وقت بالاتفاق باقی ہے (۴) اس کے بعد وہ دونوں پہلو سپید ہو جاتے ہیں اگرچہ اُن کی سپیدی مائل بہ تیرگی ہوتی ہے اور جنوبًا شمالًا اُس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے اس وضع پر یہ ابتدائے صبح ہے اور اس وقت میں ہمارے مشائخ کرام کو اختلاف ہے بعض نے اُسے صبح قرار دیا اور یہی احوط ہے اور بعض نے بلحاظ شرط استطارہ و انتشار اُسے بھی صبح کاذب کے حکم میں رکھا اور یہی اوسع ہے۔ ان جمیع حالتوں میں عمود کے تمام بالائی حصے کے آس پاس نری سیاہی ہوتی ہے (۵) اس کے بعد دونوں پہلوؤں کی یہ سپیدی آنًا فآنًا جنوبًا شمالًا پھیلنا شروع ہوتی ہے اور ایک خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اس طور پر یہ یقینی اجماعی صبح صادق ہے اور ہنوز وہ عمود بدستور باقی اور اس کے تین طرف سیاہی ہوتی ہے مگر یہ سپیدی جیسی جیسی جنوب و شمال میں پھیلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے برعکس سپیدی کاذب کے کہ اوپر سے نیچے بڑھتی آتی تھی یہاں تک کہ اب وہ عمود سپید رفتہ رفتہ منتشر سپیدی میں گم ہوتے ہوتے فنا ہو جاتا ہے یعنی اُس کے اطراف کی ساری سیاہی کو سپیدی گھیر لیتی ہے اور اب وہ اُس عمود کی صورت متمیز نہیں رہتی ان صورتوں پر

(۴) اب یہ سپیدی جس طرح آسمان پر بڑھتی زمین کی جانب بھی متوجہ ہوتی اور صحن و بام کو روشن کر دیتی ہے یہ وقت اسفار ہے کہ نماز صبح کا مستحب وقت ہے اور اس سے پہلے اندھیرے میں پڑھنی خلاف مستحب (۷) اب آفتاب اور زیادہ قریب افق آتا ہے یہ سپیدی سُرخی لاتی ہے پھر سنہراپن پھر چکدار سپیدی اُس کے متصل طلوع آفتاب ہے۔ پانچویں شکل جو اجماعی صبح ہے اُسے جانے دیجئے تو چوتھی شکل بھی اس رمضان مبارک اور اس سے پہلے کے متعدد رمضانوں میں بریلی و شاہجہانپور میں تیسری شب کی صبح اُن گھڑیوں سے بھی جو پارسال تک حال کی گھڑیوں سے نو منٹ کم تھیں کبھی کسی دن ٹھیک پانچ بجے بھی نہ ہوئی اور اخیر تاریخوں میں جو چاہے آزما کر دیکھے سوا پانچ بجے تک بھی ہرگز نہ ہوگی تو چار بج کر ۴۵ منٹ پر روزہ نہ ہونے کا حکم کیونکر صحیح ہو سکتا ہے تمیز کے لیے ایک اور پہچان گزارش کروں آسمان پر چند کواکب سے ایک شکل حرف کاف بنی ہے اس وضع پر ...: یہ کاف آج کل پچھلی رات کو طالع ہوتا ہے اس سے ایک نیزے کے فاصلے پر ان دنوں بڑا روشن ستارہ زہرہ ہے بریلی میں صبح کاذب کا عمود آج کل اس کاف کے الف یعنی حصہ وسطانی کے گرد ہوتا ہے اور زہرہ تک پھیلتا ہے پھر زہرہ کے دونوں پہلوؤں سے جنوب و شمال کو صبح صادق تجلی کرتی ہے اس شکل پر ـــــ

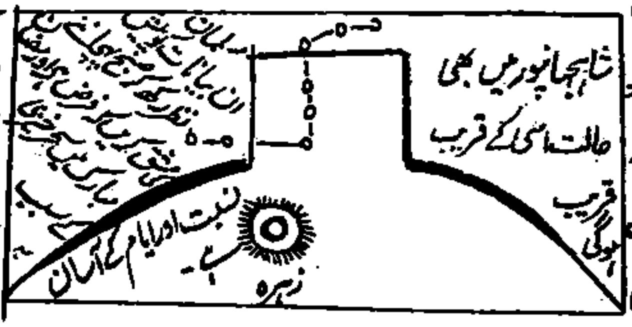

اوقات کے متعلق بیان سے فراغ ہوا۔ رہے مسائل مذکورہ اشتہار اُن میں بھی سخت اغلاط بشدت ہیں مثلاً **اوّل** ہلال رمضان میں بحال ابر و غبار ایک ثقہ کی گواہی شرط کرنی اُس مذہب معتمد و ظاہر الروایۃ مصححہ کے خلاف ہے کہ اجلۂ ائمہ مثل امام شمس الائمہ حلوانی و امام برہان الدین فرغانی وامام بزازی وغیرہم نے جس کی تصحیح فرمائی اور نظر بحال زمانہ اُس پر اعتماد واجب ہے کہ یہاں شہادت مستور بھی مقبول ہے یعنی جس کا فسق معلوم نہیں اور اُس کا ظاہر حال صلاح ہے محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تصریح فرمائی کہ ہلال رمضان میں ثقہ و غیر ثقہ دونوں کی شہادت مقبول ہے غیر ثقہ سے وہی مستور مراد جس کی عدالت باطنی مجہول ہے آج کل ثقہ کی کیا ہی ظاہر ہے تو اس ظاہر الروایۃ مصححہ بالتصریح سے عدول صریح جہل ہے۔ مقبول کافی امام حاکم شہید میں ہے تقبل شھادۃ المسلم والمسلمۃ عدلا کان الشاھد او غیر عدل۔ درمختار میں ہے۔ صححہ البزازی۔ فتح القدیر میں ہے وبہ اخذ الحلوانی۔ ردالمحتار میں ہے وکذا صححہ فی المعراج والتجنیس ومشی علیہ فی نور الایضاح وانہ ظاھر الروایۃ ایضا فالحاکم الشھید فی الکافی جمع کلام محمد فی کتبہ التی ھی ظاھر الروایۃ والمراد بغیر العدل المستور۔ **دوم** قبول شہادت کے لیے مطابقت قواعد شرعیہ کے ساتھ مطابقت قواعد عقلیہ کی قید بڑھانی بھی خلاف مذہب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

معتمد ہے رویتِ ہلال میں حسبِ قدرِ عقلی بات کہ شرع مطہر نے بھی قبول فرمائی ہے مثلاً اٹھائیس کو چاند نہیں ہوسکتا اوتنی تو قواعدِ شرعیہ میں آگئی اُس سے زائد جو قواعد اہلِ ہیئت نے دربارۂ ہلال اپنے ظنون و تخمینات سے گڑھے ہیں شرع نے اصلاً اُن کی طرف التفات نہ فرمایا اور صراحۃً ارشاد فرمادیا انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا و ھکذا و ھکذا (الحدیث) درمختار میں ہے لا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب ردالمحتار میں ہے بل فی المعراج لا یعتبر قولھم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ **اقول** یہ شرعِ مطہر عالم ماکان و ما یکون کے ارشادات ہیں عالم امی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ سیر نیّرین ضرور اُس عزیز علیم کے حساب مقدر پر ہے ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ۰ اور کیوں نہ معلوم ہوتا حالانکہ اُنھیں پر نازل ہوا کہ الشمس والقمر بحسبان ۰ بااینہمہ اُس عالم حقائق عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درباب رویتِ ہلال حساب کو یک لخت ابطال و اہمال فرمایا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ اُن محاسبات قطعیہ سے نہیں جن کا ذکر کریمہ بحسبان میں ہے بلکہ ناقص و نامنضبط متاخرین اہلِ ہیئت کے تخمینات ہیں جن کا تخلف دشوار نہیں ولہذا امام اہلِ ہیئت بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ ثوابت تک کے ظہور و اختفا کے لیے فصل جداگانہ وضع کی رویتِ ہلال کا اصلاً ذکر نہ کیا کہ وہ اصلاً اُس کے انضباط پر قادر نہ ہوا اور متاخرین نے جو کچھ لکھا اُن شدید باہمی اختلافات کے بعد (جو مطالعہ شرح مواقف و شرح زیج سلطانی وغیرہما سے ظاہر ہیں) خود بھی کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتاسکے ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ۰ کے مصداق رہے ولہذا منجمین کے ان حسابات میں اکثر خطا پڑتی ہے ابھی چند سال کا ذکر ہے کہ رمضان مبارک جنتریوں میں بلااشتباہ ۳۰ روز کا لکھا تھا اور یہاں سے نقشہ سحری و افطار میں ۲۹ دن کا ہمیشہ شائع ہوا بفضلہ تعالٰی ایسی صاف عام رویت ۲۹ کی ہوئی جس میں اصلاً اختلاف نہ ہوا مخالفین میں سے ایک صاحب نے بعض خاص احباب سے کہا میں ۲۹ کو نقشہ ہاتھ میں لیے منتظر رہا کہ آج رویت نہ ہو اور فوراً نقشہ لے کر بھیجوں کہ ۲۹ کا مہینہ کب ہوا حالانکہ یہ اُن کی خام خیالی تھی یہاں نقشوں میں تصریح کردی جاتی ہے کہ بربنائے قواعد علم ہیأت ہے شرع مطہر میں رویت پر مدار ہے، اگر رویت اس کے خلاف ہو نقشہ پر لحاظ نہ ہوگا بالجملہ ایسے قواعد عقلیہ کیا قابلِ لحاظ ہوسکتے ہیں جن کے سبب ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ رد کی جائے وبہ ظھر الجواب عما ذکر ھھنا الامام السبکی الشافعی ان الشھادۃ ظنیۃ والحساب قطعی فانہ رحمہ اللہ تعالٰی ظن انہ کسائر حسابات الھیئۃ من الطلوع والغروب والتحویل والتقویم والخسوف و لیس کذلک بل ھو مثل حساب وقت الکسوف بدایۃ ونھایۃ بل ادون کما تبین فانہ یتم بعد تکرار الاعمال الطوال مرۃ بعد اخری بخلاف ھذا ومن جرب تجربتی عرف معرفتی الاجرم رد کل من جاء بعدہ من محققی الشافعیۃ ایضا وحققوا ان العبرۃ بالشھادۃ الشرعیۃ وان خالفت تلک القواعد العقلیۃ کما فصلہ فی رد المحتار سوم رمضان مبارک میں بحال صفائی مطلع ایک ثقہ کی گواہی مطلقاً رد کردینا مذہب منقح کے خلاف ہے بلکہ وہ بتصریح محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اُس حالت سے مقید ہے جبکہ اس اکیلے کا رویت سے تفرد خلافِ ظاہر ہو ورنہ اگر بیرون شہر سے آیا اور اہلِ شہر نے نہ دیکھا یا یہ بلندی پر تھا اور لوگ زمین پر یا لوگوں نے تلاش ہلال میں کوشش نہ کی تو صفائے مطلع میں بھی ایک کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

شہادت ظاہر الروایۃ مصحح معتمدہ منقح پر منقول ہے درمختار میں ہے صحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد اوکان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین ردالمحتار میں ہے واعتمدہ فی الفتاوی الصغری ایضا وھو قول الطحاوی واشار الیہ الامام محمد فی کتاب الاستحسان قال فی النھایۃ اذا جاء من خارج المصر اوکان فی موضع مرتفع فانہ یقبل عندنا اھ فقولہ عندنا یدل علی انہ قول ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقد جزم بہ فی المحیط وعبر عن مقابلہ بقیل وفیہ التصریح بانہ ظاھر الروایۃ وھو کذلک ویظھر لی ان لامنافاۃ بینھما لان روایۃ اشتراط الجمع العظیم محمولۃ علی ما اذا کان الشاھد من المصر فی غیر مکان مرتفع فتکون الروایۃ الثانیۃ مقیدۃ لاطلاق الروایۃ الاولٰی الخ اھ باختصار یہاں تین روایتیں ہیں اور تینوں مصححہ اور تینوں ظاہر الروایۃ ہیں اور فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیہ شامی میں بیان کیا ہے کہ وہ سب اپنے اپنے محامل پر مقبولہ معمولہ ہیں اور فقہ میں بڑا کام یہی قول منقح کا ادراک ہے وباللہ التوفیق **چہارم** جب رمضان دو عادلوں کی شہادت سے ثابت ہوا ہو اور ۳۰ روزوں کے بعد اکتیسویں شب باوصف صفائے مطلع ہلال نظر نہ آئے تو علما کو اختلاف شدید ہے ایسی نادر صورت کے ذکر کی اشتہار میں حاجت نہ تھی اور ذکر ہوا تو مذہب مفتی بہ کا اتباع ضرور تھا اور یہاں مذہب مفتی بہ یہی ہے جس کے ضعف کی طرف اشتہار میں اشارہ کیا یعنی عید کرلی جائے اگرچہ چاند نظر نہ آئے بلکہ علامہ نوح نے فرمایا کہ یہی مذہب ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے اور دوسرا قول کہ ۳۱ روزے رکھے جائیں صرف بعض مشائخ کا ہے تو اس تقدیر پر تو وہ اصلاً قابل لحاظ نہ رہا تنویر الابصار میں ہے بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر ردالمحتار میں ہے ای اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی والثلثین متغیمۃ وکذا لو مصحیۃ علی ما صحح فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ اُسی میں ہے ونقل العلامۃ نوح الاتفاق علی حل الفطر فی الثانیۃ ایضا عن البدائع والسراج والجوھرۃ قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلثۃ وما حکی فیھا من الخلاف انما ھو لبعض المشائخ قلت وفی الفیض الفتوٰی علی حل الفطر مذہب مفتی بہ بلکہ اپنے تمام ائمہ کے مذہب صحیح ومعتمد کو ضعیف بتانا اور اُس کے مقابل بعض مشائخ کے قول پر اعتماد کرنا بحکم درمختار وتصحیح القدوری وغیرہما جہل وخرق اجماع ہے **پنجم** ۳۰ شعبان کو مطلع صاف ہونے کے ساتھ یوم شک کی تخصیص محض باطل ہے بلکہ مطلع صاف نہ ہو تو ۲۹ شعبان کے بعد کا دن بالاتفاق یوم الشک ہے اور بہ نیت رمضان اُس کا روزہ رکھنا ممنوع۔ اختلاف اگر ہے تو اس میں ہے کہ بحال صفائے مطلع بھی ۳۰ شعبان یوم الشک ہے یا نہیں معراج الدرایہ شرح ہدایہ ومجتبٰی شرح قدوری وجامع الرموزی شرح نقایہ میں تصریح کی کہ وہ اصلا یوم الشک نہیں اور درمختار میں بحوالہ شرح مجمع العینی زاہدی سے نقل کیا کہ بربنائے عدم اعتبار اختلاف مطالع وہ بھی یوم الشک ہے کہ شاید کہیں اور رویت ہوئی ہو ردالمحتار میں ہے القھستانی قیدہ بما اذا غم فلو مصحیۃ ولم یرہ احد فلیس بیوم شک اھ ومثلہ فی المعراج عن المجتبٰی درمختار میں ہے ھو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ ای علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری شرح المجمع للعینی عن الزاھدی **اقول** تو کلام زاہدی مضطرب ہوا اور کلام معراج معارض ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سالم رہا اور اسی کے مثل تبیین الحقائق وغیرہ معتمدات میں ہے اور وہی اظہر وازہر ہے کہ شک استوائے طرفین کی حالت میں ہے یہیں بحرالرائق میں ہے ھو استواء طرفی الادراك من النفی والاثبات اور جبکہ مطلع صاف ہو اور چاند اصلاً نظر نہ آئے تو صرف اس احتمال بعید پر کہ شاید کہیں اور سے رویت کا ثبوت آجائے شک متحقق ہونا کس درجہ بعید ہے فان مجرد الرؤیۃ فی بلدۃ اخری لایلزمنا مالم تثبت بطریق شرعی وھو احتمال لاعن دلیل فلا یعارض الظن الحاصل من استقراء الحس الصحیح۔ فی المراقی الصرایح فافھم **ششم** یہ کہنا کہ جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے اُن کے قول پر روزہ شک کا جائز ہونا چاہیے سخت عجیب اور دونوں قول سے مخالف وغیر مصیب ہے ۳۰ شعبان کو جب رویت نہ ہو تو اُس میں ہرگز اختلاف قولین نہیں کہ اُس دن روزہ رمضان رکھنا گناہ ہے اختلاف علت حکم میں ہے جو بحال صفائے مطلع اُسے یوم الشک نہ قرار دیں اُن کے نزدیک اس لیے کہ لاتقدموا رمضان بصوم یوم ولایومین خود اشتہار میں درمختار سے نقل کیا اما علی مقابلہ فلیس بشك ولایصام اصلاً ردالمحتار میں ہے ولایجوز صومہ ابتداء لا فرضا ولا نفلا اُسی میں ہے لانہ لا احتیاط فی صومہ للخواص بخلاف یوم الشك اور جو اس حال میں بھی یوم الشک کہیں اُن کے نزدیک اس لیے کہ من صام یوم الشك فقد عصی اباالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درمختار میں ہے لایصام یوم الشك ھو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ الانفلادیکرہ غیرہ **ہفتم** اس ایجادی اختراعی حکم کی یہ تعلیل کیونکہ بالضرور دنیا میں اس روز چاند ہوا ہوگا اس بالضرور پر کیا دلیل خود ہی اشتہار میں درمختار و شرح مجمع عینی سے اتنا نقل کیا کہ لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری نہ کہ لوجوب وقوع الرؤیۃ فی مکان من الدنیا **ہشتم** اگر ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رویت ہونی ضرور ہو تو عدم اعتبار اختلاف مطالع پر کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا وہی مذہب ہے اور اسی پر فتوی اور اسی پر اعتماد ہے ہمیشہ رمضان ۲۹ ہی دن کا ہونا لازم ہو کہ بالضرور دنیا میں چاند ہوا ہوگا اور اختلاف مطالع معتبر نہیں حالانکہ یہ اجماع ار:: نصوص صریحہ کے خلاف ہے **نہم** جب بالضرورۃ کہیں نہ کہیں رویت ہونی معلوم تو ائمہ کا ارشاد کہ ثبوت شرعی مثل شہادت و استفاضہ شرعیہ سے دوسری جگہ رویت ہونی ثابت ہو تو ہم پر لازم ہوگا ورنہ نہیں کما نص علیہ فی الدرالمختار وسائر الاسفار محض لغو و مہمل بلکہ غلط و باطل ہو کہ جب یقیناً دوسری جگہ وقوع رویت معلوم ہے تو یقین سے زیادہ اور کون سا ثبوت چاہیے کیا ضروریات کے لیے بھی گواہی کی حاجت ہے افسوس کہ علمانے طریق موجب شرعی سے مقید کیا اشتہاری فتوی دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ خود ہی بالضرور ثابت ہے ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم **دہم** اب یہ تعلیل عجب ہوگی کہ خود مدعا کا ابطال محض کرے گی جب بالضرورۃ رویت معلوم تو جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے اُن کے نزدیک یہ دن یوم الشک کدھر سے آیا بلکہ بالیقین یوم الیقین ہے اور روزہ جائز ہونا کیا معنی بلکہ فرض ہونا چاہیے کہ یقیناً رمضان ہے بالجملہ ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رویت ضروری ولازم مان لینا معاذاللہ ائمہ کرام کو مخالف اجماع مسلمین و مخالف نصوص قاطعہ و مجانین قرار دینا ہے جب پر راضی نہ ہوگا مگر بددین یا مجنون ہاں احتمال کہیے پھر اگر ہوا تو یوم الشک ہوا اور یوم الشک کا روزہ جائز نہیں پھر جواز کدھر سے آیا **یازدہم** رمضان و فطر میں اعتبار اختلاف مطالع کو قول محققین حنفیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ومحدثین مذہب مجتہدین روایات فقیہہ قرار دینا محض غلط و تہمت ہے بلکہ اُس کا عدم اعتبار ہی ہمارے ائمہ کرام ومجتہدین عظام
رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب ہے اور اُسی پر فتوٰی ہے اور اُسی پر جمہور اور یہی احوط و اقوٰی من حیث الدلیل تو بوجوہ کثیرہ اسی پر عمل واجب
اور اس سے عدول ہرگز جائز نہیں تنویر الابصار و درمختار و بحرالرائق و فتاوٰی خلاصہ وغیرہ میں ہے اختلاف المطالع غیر معتبر
علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوٰی رد المحتار میں ہے ہو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ والحنابلۃ
فتح القدیر میں ہے الاخذ بظاہر الروایۃ احوط بحرالرائق میں ہے الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین عقود الدریہ میں ہے
العمل بما علیہ الاکثر فتاوٰی خیریہ میں ہے صرحوا بان ماخرج عن ظاہر الروایۃ لیس مذہبا لابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی
عنہ ولا قولا لہ بحر میں ہے ماخرج عن ظاہر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ شامی میں ہے ما خالف ظاہر الروایۃ
لیس مذہبا لاصحابنا اُسی میں ہے العمل بما علیہ الفتوٰی تو ان تمام عظیم قولوں کے خلاف دو ایک متاخرین علماء کا قول خلاف
کو اشبہ کہہ دینا کیا شبہہ ڈال سکتا یا کیا قابل التفات ہوسکتا ہے درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوع جہل وخرق
للاجماع رد المحتار میں ہے کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجھہ واولی من ھذا بالبطلان الافتاء
بخلاف ظاہر الروایۃ اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنہ اھ **دوازدہم اقول** وباللہ التوفیق
ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم جب پر عرش تحقیق مستقر فرمائیں وہ ایسا نہیں ہوتا کہ اُس کے ارکان کسی کے متزلزل کیے متزلزل
ہوجائیں رویت ہلال میں اختلاف مطالع معتبر ماننے والے ذرا سمجھ کر بتائیں کہ اس اعتبار سے کیا مراد اور وہ کتنی مسافت ہے جس میں
اختلاف مطالع معتبر ہوگا **اولاً** اس کے قائلین اس بارے میں خود مختلف ہیں اور مختلف بھی اتنے کہ آٹھ گنے کا فرق جواہر ولباب وغیرہما
میں اُسے ایک مہینہ کی راہ سے مقدر کیا روزانہ بارہ کوس کی منزل معتاد کے لحاظ سے از آنجا کہ میل یہاں کے کوسوں کا ۵/۸ ہے ۱۹۲ میل
مسافت یکروزہ ہوئی اور مہینہ بھر کی راہ ۵۷۶ میل جس کے ۱۹۲ فرسخ ہوئے جواہر میں اس تحدید پر قصہ سیدنا سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام
سے استدلال کیا غدوھا شھر ورواحھا شھر قال فانہ قد انتقل کل غدو ورواح من اقلیم الی اقلیم وبین کل
منھما مسیرۃ شھر یہ دلیل جیسی ہے روشن ہے حالش مپرس وہذا ایقاظ الوسنان میں اسے نقل کرکے کہا فی دلالۃ القصۃ
علی ذلک نظر ردالمحتار میں فرمایا لا یخفی ما فی ھذا الاستدلال تاج تبریزی نے کہا بہتر میل سے کم میں اختلاف مطالع
ممکن نہیں علامہ رملی شافعی نے شرح منہاج میں اسی کو اختیار کیا اور اسی پر اپنے والد کا فتوٰی بتایا ایقاظ الوسنان میں اسی کو اولٰی کہا
حیث قال فالاولی ای ما ذکرہ التاج من ان اختلاف المطالع لا یمکن فی اقل من اربعۃ عشرین فرسخا اولٰی لان
الظاہر من قولہ لایمکن الخ انہ قدرہ بالقواعد الفلکیۃ ولا مانع من اعتبارھا ھھنا کاعتبارھا فی اوقات
الصلٰوۃ تو کہاں چوبیس کہاں ایک سو بانوے پورے آٹھ گنے کا فرق ہے اور ضرور ہونا تھا کہ ائمہ مجتہدین کا نور علم اس کے ساتھ نہیں
ولوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا **ثانیاً** سب حضرات نے مطلق فرمایا کوئی تخصیص سمت و جانب کی
نہ رکھی حالانکہ معظم معمورہ خصوصاً بلاد ہندوستان اور ان کے امثال کثیرہ مثل خطۂ مقدسہ عرب وغیرہ میں جہاں عرض میل کلی کے اندر ہے

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

یا اُس سے بہت متفاوت نہیں یہ اختلاف معتبر ہو تو یوں ہیں کہ غربی شہر کی رویت شرقی پر حجت نہ ہو کہ ممکن کہ شرقی میں وقت غروب شمس فصل نیرین کم تھا قمر کا شعاع شمس سے انفصال قابل رویت ہلال نہ ہوا تھا جب حرکت فلکیہ نیرین کو بلد غربی کی افق مغربی پر لے گئی اتنی دیر میں انفصال بقدر استہلال ہوگیا مگر غربی میں شرقی کی رویت مطلقاً کیوں نامعتبر ہو خصوصاً جبکہ عرض متحد یا متقارب ہو کہ اضطجاع وانتصاب افق یکساں ہو، ظاہر ہے کہ جب شرق میں بعد قابل رویت ہوچکا تھا تو غربی میں تو اور زیادہ فصل وظہور ہوجائے گا اور جنوب و شمال میں ۲۴ فرسخ در کنار ۱۹۲ کا فصل بھی فاصل ہونا ضرور نہیں فرض کیجئے آفتاب شمالی ہے اور قمر وقت استہلال عدیم المیل اور ایک شہر خط استوا سے ۸ درجہ شمال کو ہے کہ ایک مہینہ کی راہ سے کم فاصلہ ہوا اور دوسرا استرہ درجے کہ دو مہینے سے بھی زیادہ فصل ہوا اس لیے کہ غایت تدقیق کے بعد ثابت ہوا ہے کہ زمین کا ایک درجہ ۳۶۵۱۵۵ قدم ہے اور قدم $\frac{1}{3}$ گز اور میل ۱۷۶۰ گز تو ایک درجہ ارضیہ ۶۹،۱۱ میل ہوا ازانجا کہ ایک ماہہ راہ ۵۷۶ کو اس پر تقسیم کیے سے ۸،۳۰۳۰۲۷۷ ہوتے ہیں یعنی ۸° ۱۸′ ۱۰″ ح لح ی ند اور تینوں شہر ایک ہی نصف النہار کے نیچے ہیں اب فرض کیجئے کہ صورت مذکورہ میں خط استوا میں رویت ہلال ہوئی تو شہر ابعد درکنار شہر وسطانی میں بھی رویت ضرور نہیں حالانکہ ایک ماہہ راہ سے کم فاصلہ ہے اس لیے کہ خط استوا میں ادھر تو آفتاب جلد ڈوبے گا تو اندھیرا جلد ہوکر رویت کا معین ہوگا اُدھر افق منتصب ہے تو آفتاب بعد غروب جلد افق سے دُور ہوکر نور شفق کہ عائق رویت ہوتا جلد کم ہوجائے گا اُدھر قمر کا ارتفاع زائد ہے تو دیر تک بالائے افق رہے گا اور یہ بھی موید رویت ہوگا بخلاف بلد شمالی کہ وہاں سب امور بالعکس ہیں، وہی صورت میں فرض کیجئے کہ شہر ابعد میں رویت ہوئی تو شہر وسطانی درکنار خط استوا میں بھی بدرجہ اولٰی رویت ہوگی کہ مویدات رویت وہاں بافراط ہیں حالانکہ دو ماہہ راہ سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو معلوم ہوا کہ جنوباً شمالاً کبھی ایک مہینے سے بھی کم کا فاصلہ اختلاف رویت لاتا ہے اور کبھی دو مہینے سے زیادہ کا بھی فاصلہ اختلاف نہیں لاتا۔ اب یہ تقریر اس طرف لے جائے گی کہ شہروں کا باہم بعد معتبر نہ ہو حالانکہ اختلاف مطالع ماننے والوں کی عبارات اُس میں نص ہیں نہ تفاوت عرض معتبر ہو نہ تفاوت طول شرقی بلکہ صرف تفاوت طول غربی معتبر ہو یعنی جس کا طول غربی اس شہر سے ایک ماہہ راہ یعنی آٹھ درجے اٹھارہ دقیقے ہو وہاں کی رویت یہاں کے لیے معتبر نہ ہوگی اور جس کا طول غربی اس سے کم تفاوت رکھتا ہے وہاں کی رویت معتبر ہو مگر یہ بھی نہیں کہ تفاوت عرض بھی قطعاً اختلاف رویت لاتا ہے جیسا کہ بعض وجوہ کی طرف ابھی اشارہ ہوچکا تو اُس کا نظر سے اسقاط ناممکن تفاوت عرض سے یہاں تک تو ہوگا کہ ایک شہر میں ہلال مرئی ہو اور دوسرے شہر میں چاند اس وقت زیر زمین جاچکا ہو رویت و عدم رویت ہلال تو بالائے طاق رہی غرض یوں بھی ٹھیک نہیں آتی اور حقیقت امر یہ ہے کہ تحدید کرنے والوں نے محض سرسری طور پر ایک حد کہہ دی تنقیح پر آئیے تو قیامت تک وہ خود اس کی حد بست نہ کرسکیں گے **ثالثاً** اس سے قطع نظر کیجئے تو اب ہمارا وہ سوال متوجہ ہے کہ اس اعتبار اختلاف سے کیا مراد آیا دو شہروں کا ایسا فصل کہ چاند جب ایک میں مرئی ہو تو دوسرے میں رویت ہمیشہ ناممکن ہو یہ وہ اختلاف مطالع ہے جسے معتبر مانتے ہیں یا صرف

عہ اقول اور تدقیق ادق ہے ۹.۶۴۳۶۲ قدم اس لیے کہ زمین کا نصف قطر استوائی ۳۹۶۳،۲۹۶ میل ہے اور نیم قطر قطبی ۳۹۴۹،۷۹ پس نیم قطر معدل ۳۹۵۶،۵۴۳ پھر کمال تدقیق ادق یہ ہے کہ قطر: محیط:: ۱:۳،۱۴۱۵۹۲۶۵ لوغارثم ش ۹۹،۳۴۹۷۱۴۹ ولوغارثم معدل ۳،۵۹۷۳۱۵۹ مجموعہ ۴،۰۹۴۷۴۵۸ پھر نسبت القماش نسبتہا فعمائی تو ۱۸۰ کے لوگارثم ۲،۲۵۵۲۷۲۵ کو اس سے تفریق کیا بلکہ ۲۷۵ ۰۰ ۷،۳۴ جمع کیا حاصل بقیہ آیا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ایسا فصل کہ ایک میں رؤیت ہونے کے ساتھ دوسرے میں رؤیت نہ ہونا ممکن ہو یہ معتبر ہے، بالجملہ بنظر فاصلہ بلدین دوسرے شہر میں عدم امکان چاہیے یا امکان عدم، اول تو یقیناً باطل ہے دنیا میں کوئی فاصلہ ایسا نہیں کہ ایک جگہ ۲۹ کی رؤیت کو صرف نظر بفصل مسافت سبب لحاظ خصوص حال ہلال حال، دوسری جگہ محال کرتا ہو، اختلاف معتبر ماننے والوں نے بڑی حد یک یہ راہ بتائی اور انھیں بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ہزار بار یہاں بھی ۲۹ کا چاند ہوا اور یہاں سے مہینوں راہ کے فاصلے پر بھی ہوا بلکہ جب یہاں ۲۹ کا ہو تو اس عرض میں غرب کو جتنا بڑھیے بدرجہ اولٰی ۲۹ ہی کا ہوگا تو بالضرورۃ ثانی ہی مقصود اور اب بالیقین راہ تحدید مسدود مہینے بھر کی راہ تو بہت ہے ۲۴ فرسخ کا فاصلہ جس پر تاج تبریزی نے ادعا کیا کہ اس سے کم میں اختلاف ممکن نہیں اور علامہ شامی نے براہ تحسین ظن فرمایا کہ ان کا یہ دعوٰی قواعد فلکیہ ہی پر مبنی ہوگا **اقول** ہرگز قواعد فلکیہ اس عدم امکان کے ساتھ مساعد نہیں بلکہ صراحۃً اس کا رد کرتے ہیں ایک درجہ زمین یقیناً ۲۴ فرسنگ سے کم ہے کہ یہ ۶۹ میل ہے اور وہ بہتر، تو ایک درجے بلکہ اس سے کم فصل غربی پر بھی اختلاف رؤیت ممکن۔ دربارہ ہلال کہ کب صالح رؤیت ہوتا ہے اگرچہ اختلاف اقوال بکثرت ہے اس میں دس قول تو اس وقت میرے پیش نظر ہیں جن کی وجہ وہی ولو کان من عند غیر اللّٰہ ہے مگر متاخرین اہل ہیئت نے بعد تداول تجارب جس پر استقرار رائے کیا وہ یہ ہے کہ نیرین میں بعد سوا ۱۰ درجے سے زائد ہو اور بعد معدل ۱۰ سے کم نہ ہو زیج سلطانی میں ہے "اگر بعد معدل میان دہ درجہ تا دوازدہ درجہ باشد و بعد سوا از دہ بیش تر باشد ہلال بتواں دید باریک" علامہ عبدالعلی برجندی شرح میں فرماتے ہیں "تا ہر دو شرط وجود نگیرد ہلال مرئی نہ شود و متعارف دریں زمان این است" اب فرض کیجئے کہ یہاں وقت غروب بعد سوا ط نط یعنی دس درجے سے ایک دقیقہ کم تھا تو ہلال قابل رؤیت نہ تھا اور ایک درجہ حرکت وسطی ۴ دقیقہ میں ہے اور اس مدت میں سبق قمر تقریباً دو دقیقے بلکہ کبھی اس سے بھی زائد ہے تو جب قمر اس شہر سے ایک درجہ بلکہ کم فاصلے کے مقام رؤیت پر آیا بعد دس درجے سے زائد ہوگیا اور رؤیت ہوگئی اسی طرح ارتفاع قمر وغیرہ اختلاف منع کے ذرائع سے بھی تقریر مدعا ممکن تو ثابت ہوا کہ ۲۴ بلکہ ۲۳ فرسخ سے کم میں بھی اختلاف ممکن ہے اب کوئی راہ نہ رہی سوا اس کے کہ حد اصلاً نہ باندھیے بلکہ یا تو ہمیشہ ہر جگہ ہر ماہ کے لیے خصوص حال ہلال حال و محال استہلال پر نظر کیجئے یا مطلقاً کہہ دیجئے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے کے لیے اصلاً معتبر نہیں اگرچہ ۲۴ فرسخ سے بھی کم فاصلہ ہو ثانی تو بالاجماع مردود ہے اختلاف معتبر ماننے والے بھی ایسے عموم و اطلاق کے ہرگز قائل نہیں، اور اول کی طرف راہ نہیں مگر انھیں حسابات دقیقہ طویلہ تقویم مرئی و عرض مرئی و انکسار افقی و اختلاف منظر افقی و تعدیل الغروب و بعد معدل وغیرہا کے **ذرائع** سے جن کے بعد بھی بہت اوقات سوا ظن و تخمین کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور یہ وہی محاسبات ہیں جن کو شریعت مطہرہ دربارہ ہلال یک لخت ساقط و باطل فرماچکی تو بحمد اللّٰہ تعالٰی نہ ہلال روشن بلکہ آفتاب پردہ برافگن

(بقیہ حاشیہ ۶۳۰) ۲۳۱۹۳۹۰۱ عدد ش ۶۹٫۰۵۴۷ یہ ایک درجہ محیطیہ کے میل ہوئے اور گز ۱۲۱۵۳۶ تو قدم ۳۶۴۶۰۹ بالرفع اول بھی وہی مطلب ثابت ہے کما لا یخفی اب حاصل قسمت ۸۰۵۱۲ ۱۴۳۲۸ ہوگا یعنی ۸ درجے بیس ۲۰ دقیقے اٹھائیس ثانیے تیئیس ثالثے ۱۲ منہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کی طرح آشکار ہوا کہ اختلاف مطالع معتبر ماننا ہی خلاف تحقیق تھا اور یہ کہ وہ مؤید بحدیث نہیں بلکہ وہی حدیث مجمع علیہ کے ارشاد واجب الانقیاد سے دور و سحیق تھا اور یہ کہ نہ صرف رمضان و شوال بلکہ کسی مہینے میں شرع مطہر اُس کی طرف اصلاً دعوت نہیں فرماتی اور یہ کہ ہمارے ائمہ کا مذہب مہذب اس اعلٰی درجہ تدقیق انیق پر ہوتا ہے کہ مدعیان تحقیق تک اُس کی ہوا بھی نہیں آتی ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق کیا انھیں نہ معلوم تھا اختلاف مطالع ہوتا ہے ضرور معلوم تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی جانتے تھے کہ اس کا فتح باب اسی حساب ناقص النصاب کی طرف کھینچ کرلے جائے گا جسے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رد فرماچکے ہیں لاجرم صاف فرمادیا کہ اختلاف مطالع اصلاً معتبر نہیں ان اللہ امدہ لرؤیتہ حق سبحانہ نے مدار رویت پر رکھا ہے اگر رویت ثبوت شرعی سے ثابت ہے ثابت ہے اگرچہ کتنا ہی فاصلہ ہو اور نہیں تو نہیں اگرچہ کتنا ہی قرب ہو اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ دربارۂ صلوات اختلاف مطالع پر اس کا قیاس محض مع الفارق ہے حساب طلوع وغروب وصبح وشفق دونوں دلائل اول و ثانی واضحات جلیلہ ومنضبطات کلیہ ہیں بخلاف حسابات رویت ہلال کہ قدمائے اہل ہیئت نے اپنے ہوتے کار وگ نہ پاکر سرے سے اس کی طرف التفات ہی نہ کیا اور متاخرین نے ہزار اضطراب واختلاف کے بعد آخر علامہ برجندی کی طرح لکھ دیا کہ بالجملہ ضبط آں بر سبیل تحقیق معسرست بلکہ متعذر اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یک ماہہ راہ پر اختلاف مطالع کو بحسب فہم اعد مبرہنہ علم ہیئت ماننا جیسا کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی سے اپنے فتاوٰی جلد اول طبع اول ص ۳۰۹ پر واقع ہوا محض قلت تدبر سے ناشی تھا نیز ہماری تقریر سے ظاہر ہوا کہ اختلاف مطالع کے یہ معنی قرار دینا کہ ایک شہر میں رویت ہوسکتی ہے دوسرے میں نہیں جیسا کہ انھیں سے اُسی صفحہ پر واقع ہوا محض باطل ہے یہاں ہر گز امکان وامتناع کا اختلاف نہیں بلکہ وقوع وامکان عدم کا کما اوضحنا سابقاً خود مولوی صاحب مذکور نے اُسی فتوے کے آخر میں ص ۳۱۰ پر حق کی طرف رجوع کرکے اختلاف مطالع کے معنی یوں لکھے یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ ہلال دیکھا جائے اور دوسری جگہ نہیں یہ عبارت پھر بھی محتمل ہے جلد دوم ص ۱۴۷ پر صاف تر لکھا اگر دو شہروں میں اس قدر بعد مسافت ہے کہ اختلاف مطالع ہوتا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ ایک جگہ طلوع ہلال ہو اور دوسری جگہ اس روز نہ ہو اور ایک امام زیلعی کے اتنا لکھ دینے پر مولوی صاحب مذکور کا فرمانا کہ یہی مذہب محدثین حنفیہ کا ہے محض دعوے ہے زیلعی صاحب نے سب نہیں نہ محدثین حنفیہ اُن میں منحصر ابوحنیفہ وابویوسف ومحمد رضی اللہ تعالٰی عنہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے جن کا مذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع ہے اور محدثی اگر محدثین ومتاخرین ہی سے خاص ہے تو بالغ مرتبۂ اجتہاد امام ابن الہمام کیا کم محدث ہیں جو فرماچکے کہ ظاہر الروایۃ ہی پر عمل احوط ہے رہی حدیث کریب کہ انھوں نے ملک شام میں رمضان مبارک کا چاند شب جمعہ کو دیکھا پھر مدینہ طیبہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آکر بیان کیا انھوں نے فرمایا ہم نے شب شنبہ میں دیکھا تو ہم اپنے ہی حساب سے ۳۰ پورے کریں گے کریب نے کہا کیا آپ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رویت وحکم پر اکتفا نہ کریں گے فرمایا لا ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس سے امام زیلعی نے استناد کیا اور اس کی بنا پر مولوی صاحب مذکور نے اسے موافق حدیث بتایا

اقول حدیث مذکور واقعۂ عین لاعموم لھا بحال صفائے مطلع بکثرت تا آنکہ ایک کی گواہی نہیں مانتے ممکن کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اسی بنا پر نہ مانی ہو اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حکم تو بے نصاب شہادت ثابت ہو ہی نہ سکتا تھا تو نہ لیا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

ہے شہد وانہ شہد عند قاضی مصر کذا الخ ردالمحتار میں ہے قولہ شہد وامن اطلاق الجمع علی ما فوق الواحد وفی بعض النسخ شہدا بضمیر التثنیۃ وھو اولی درمختار میں ہے یلزم اہل المشرق برویۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر ردالمحتار میں ہے کان یتحمل اثنان الشہادۃ او یشہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کا فرمایا بنگاہ اولیں یہ جواب فقیر کے خیال میں آیا تھا پھر دیکھا کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور جواب دیا اور اس کے بعض کی طرف بھی اشارہ کیا فرماتے ہیں قد یقال ان الاشارۃ فی قولہ ھٰکذا الی نحو ما جری بینہ وبین ام الفضل و حینئذ لادلیل فیہ لان مثل ما وقع من کلامہ لو وقع لنا لم نحکم بہ لانہ لم یشہد علی شہادۃ غیرہ و لا علی حکم الحاکم فان قیل اخبارہ عن صوم معویۃ یتضمنہ لانہ الامام یجاب بانہ لم یات بلفظ الشہادۃ ولو سلم فھو واحد لایثبت بشہادتہ وجوب القضاء علی القاضی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم والاخذ بظاہر الروایۃ احوط اھ **اقول** لکن فی الحدیث قال انت رایتہ قلت نعم والاخبار فی رمضان کاف فما ذکرہ الفقیر اولی معہذا مولوی صاحب مذکور کو حدیث سے استناد اس وقت پہنچتا کہ دمشق ومدینہ طیبہ میں کیا اسے راہ کا فصل ثابت کیا جاتا ورنہ حدیث خود اُن کے بھی مخالف ہوگی کما لایخفی یہاں ایک امر یہ بھی قابل تنبیہ ہے کہ مولوی صاحب مذکور نے اپنے فتاوی میں تین جگہ عبارت تاتارخانیہ اھل بلدۃ اذا رأوا الھلال ھل یلزم فی حق کل بلدۃ اختلف فیہ فبعضھم قالوا لایلزمہ فانما المعتبر فی حق اھل بلدۃ رؤیتھم وفی الخانیۃ لاعبرۃ باختلاف المطالع فی ظاہر الروایۃ وفی القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لاتختلف بہ المطالع یلزمہ وذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ الصحیح من مذہب اصحابنا نقل کی اور ظاہرا خیال کیا کہ تصحیح امام شمس الائمہ اعتبار اختلاف کی طرف ناظر ہے حالانکہ وہ مذہب اصحابنا فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ مذہب اصحابنا نہیں مگر ظاہر الروایۃ کما قدمنا نقولہ فیما سبق اور ظاہر الروایۃ نہیں مگر عدم اعتبار اختلاف جیسا کہ خود مولوی صاحب کو اعتراف صفحہ $\frac{192}{2}$ پر لکھا نزد اکثر مشائخ حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف مطالع را مطلقا اعتبار نیست صفحہ $\frac{147}{2}$ پر کہا جب کسی شہر میں ثابت ہوجائے کہ فلاں شہر میں چاند ہوا تو ان پر بھی موافق اس کے حکم دیا جائے گا گو دونوں شہروں میں بعد مسافت ہو اور یہی ظاہر الروایۃ ہے لاجرم پھر غنیہ ذوی الاحکام میں فرمایا قال الامام الحلوانی الصحیح من مذہب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض فی بلدۃ اخری وتحقق یلزمھم حکم تلک البلدۃ مسلک متقسط شرح منسک متوسط میں فرمایا اذا ثبت فی مصر لزم سائر الناس فی ظاہر الروایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وبہ کان یفتی الفقیہ ابو اللیث وشمس الائمۃ الحلوانی وھو مختار صاحب التجرید والکافی وغیرھم من المشائخ خلاصہ وعالمگیریہ وغیرہما معتمدات میں فرمایا علیہ فتوی الفقیہ ابی اللیث وبہ کان یفتی شمس الائمۃ الحلوانی قال لو رأی اھل مغرب ھلال رمضان یجب الصوم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

علی اھل المشرق دیکھو کیسی صریح تصریحات ہیں کہ امام شمس الائمہ کا فتوی اسی پر ہے کہ اختلاف مطالع اصلاً معتبر نہیں بالجملہ بعد اس جاننے کے کہ اختلاف مطالع کا نامعتبر ہونا ہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وہی معتمد جمہور و قول کثیر ہے اُس سے عدول کی کوئی راہ نہیں مگر الحمد للہ مولوی لکھنوی صاحب نے اپنے فتاوی کی جلد سوم میں حق کی طرف صاف رجوع کی ص۲۲ پر لکھتے ہیں **سوال** رویت یکجا مفید حکم بجائے دیگر می شود یا آنکہ اختلاف مطالع معتبر ست **جواب** اختلاف مطالع معتبر نیست وحکم یکجا مفید حکم بجائے دیگر می شود اگر خبر رویت ہلال مشتہر شود وانتشار پذیرد در درمختار می آرد واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصہ در جامع رموز می آرد الصحیح من مذھب اصحابنا انہ یلزم اذا استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری یہ وہی صحیح من مذھب اصحابنا ہے کہ پہلے قول خلاف کی طرف منسوب سمجھا گیا تھا اور ایک اور سوال کے جواب میں بھی مطلقاً مقام بعید کی شہادت مقبول مانی ص۲۲ و ۲۳ **سوال** گواہان بروز بست و نہم از رمضان گواہی دادند کہ ما ہلال رمضان یک روز قبل دیدہ ایم کہ بداں حساب امروز سیم رمضان ست پس شہادت ایشان مقبول خواہد شد یا نہ **جواب** اگر گواہاں ہمانجا بودند واز اول رمضان ساکت ماندہ بست و نہم رمضان گواہی دادند مقبول نخواہد شد واگر از سفر از مقام بعید می آیند شہادت مقبول خواہد شد کذا فی الخلاصۃ یہ تیسری جلد مولوی صاحب نے آپ ہی سوالات قائم کرکے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلدوں کے اغلاط کی اصلاح کردی ہے اُن کے فتاوی دیکھنے والے کو اس کا لحاظ ضرور ہے مدت سے خیال تھا کہ مسئلہ اختلاف مطالع میں ایک بیان شافی لکھا جائے کہ ابر اختلاف اُٹھ کر مطلع صاف نظر آئے الحمد للہ کہ آج اُس کا وقت آیا وللہ الحمد فی الاولی والاخری وصلی اللہ تعالی علی بدر تجلی من البطحاء وعلی الہ وصحبہ نجوم الھدی۔

سیزدہم نیم صاع کہ گیہوں سے روزے کا فدیہ اور فطر کا صدقہ ہے ایک سو پینتیس ۱۳۵ تولہ ہے انگریزی سیر سے کہ اسی روپے بھر ہے اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے آدھ پاؤ کم دو سیر نہ ہوا بلکہ تین چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا کم دو سیر جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوی جلد ثانی کتاب الصوم میں مشرحاً بیان کیا ہے اور یہ فتوی تحفہ حنفیہ عظیم آباد میں چھپ بھی گیا ہے اور بریلی کے سیر سے کہ پورے سو روپے بھر کا ہے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے کا ہے پونے ڈیڑھ سیر فاحفظ ولا تزل۔

چہاردہم جس نے بعذر شرعی روزہ نہ رکھا اُسے وقت نہ ہو تو حرمت ماہ مبارک کے لحاظ سے حتی الوسع چھپا کر کھانا پینا چاہیے مگر کسی روزہ دار کے سامنے کچھ نہ کھانے کا مطلقاً وجوب محتاج دلیل ہے۔

پانزدہم کاغذ یا کنکر یا خاک وغیرہا اشیا کو کہ نہ دوا ہیں نہ غذا نہ مرغوب طبع اگر تل بھر نہیں پیٹ بھر کھالے گا صرف قضا ہوگی کفارہ نہ آئے گا یوہیں روزہ توڑنا عمداً حقنہ وغیرہا اشیائے مذکورہ مابعد کو بھی شامل مگر اُس میں کفارہ نہیں نیز کفارہ صرف ادا روزہ رمضان کے توڑنے میں ہے جبکہ نہ یہ صاحب عذر تھا نہ اُس دن میں کوئی آسمانی عذر مثل حیض یا مرض پیدا ہوجائے نہ توڑنا کسی کے جبر و اکراہ سے ہو اور روزے کی نیت رات سے کی ہو درمختار میں ہے ثم انما یکفر ان نوی لیلا ولم یکن مکرھا ولم یطرأ مسقط کمرض وحیض ردالمحتار میں ہے قولہ مسقط ای سماوی لاصنع لہ فیہ ولا فی سببہ رحمتی تو یہ احترازی مطلق

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

احکام سب غلط ہیں **شانزدہم** کفارے میں شرعاً ترتیب ہے سب میں پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے اُس کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے یہ بھی نہ ہوسکے تو اخیر درجہ ساٹھ مسکین کما نص اللہ تعالٰی علیہ فی اٰیۃ الظہار غلام آزاد کرنا تو شاید اشتہار میں اس لیے مذکور نہ ہوا کہ یہاں غلام کہاں مگر روزوں اور ساٹھ مسکینوں میں ترتیب رکھنا صحیح نہیں یہ اگر جہل نہ ہو تو سخت تر ہے کہ تجہیل وتضلیل ہے **ہفدہم** حلق سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک اُس سے انزال نہ ہو درمختار میں ہے استمنی بہ ولم ینزل لم یفطر تو یہ اطلاق بھی غلط ہے **ہیجدہم** قصداً قے کرنے سے بھی روزہ نہیں جاتا مگر جبکہ روزہ یاد ہونے کی حالت میں مونھ بھر کر ہو ردالمحتار میں ہے لافطر فی الکل علی الاصح الا فی الاعادۃ والاستقاء بشرط الملاء مع التذکر شرح الملتقی **نوزدہم** مفطرات غیر مکفرات مثل حقنہ وغیرہا کا مطلقاً دوبارہ کرنا موجب کفارہ نہیں جب تک بقصد معصیت نہ ہو درمختار میں ہے کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع ذٰلک منہ مرۃ بعد اخری لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرا لہ اور اس عبارت سے اگرچہ علامہ طحطاوی نے یہ استظہار کیا کہ دو ہی بار کرنے میں کفارہ واجب کردیں گے اور علامہ شامی نے اسے نقل کرکے مقرر رکھا مگر اس معنی پر جزم انھیں بھی نہیں اتنا ہی فرمایا ہے ظاہرہ انہ بالمرۃ الثانیۃ تجب الکفارۃ ولو حصل الفاصل بایام اور فقیر کے نزدیک یہ ہنوز محتاج مراجعت ہے اگر یہ مراد ہوتی تو مرۃ اخری کہنا کافی تھا مرۃ بعد اخری ظاہراً بار بار تکرار کی طرف ناظر ہے فلیراجع ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم **بستم** حاملہ کو بھی مثل مرضعہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت اُسی حالت میں ہے کہ اپنے یا بچے کے ضرر کا صحیح اندیشہ غلبۂ ظن کے ساتھ ہو نہ کہ مطلقاً جیسا کہ اشتہار نے زعم کیا **بست ویکم** جب رکعات تراویح میں اختلاف پڑے کہ بیس پڑھیں یا اٹھارہ تو اس میں نہایت کثرت سے مختلف صورتیں ہیں اُن کی تمام تر تفصیل اور اُن کے اصول کی تاصیل اور ان کے احکام کی تحقیق وتفصیل فقیر نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی یہاں اجمالاً اتنا گزارش کہ نہ مطلقاً اختلاف امام وقوم کی حالت میں مقتدیوں کو دو رکعت پڑھنے کا حکم نہ مطلقاً تنہا تنہا پڑھنے کا حکم نہ یہ حکم مطلقاً امام کو کسی عدد پر یقین نہ ہونے کے ساتھ خاص مثلاً مقتدیوں کو یقین ہے کہ بیس ہوگئیں اور امام کو شک یا اٹھارہ کا یقین ہی ہے تو مقتدی اصلاً دو رکعت نہ پڑھیں گے نہ جماعت سے نہ تنہا کہ جب انھیں تراویح کامل ہوجانے کا یقین ہے تو اب انھیں امام کے شک یا یقین سے زیادت کا کیونکر حکم ہوسکتا ہے اپنے جزم پر غیر کا جزم بھی حاکم نہیں ہوسکتا نہ کہ شک ردالمحتار میں لو تیقن الامام بالنقص لزمہم الاعادۃ الا من تیقن منہم بالتمام فتح القدیر میں ہے لان یقینہ لایبطل بیقین غیرہ اور اگر مقتدیوں کو ۱۸ کا یقین ہے اور امام کو بیس کا شک تو خود امام بھی دو اور پڑھے گا اور یقین مقتدیان کی اقتدا کرے گا اور جماعت سے پڑھی جائیں گی درمختار میں ہے لو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولہم فتح القدیر میں ہے فان اعاد الامام واعادوا معہ مقتدین بہ صح اقتداؤہم **بست ودوم** حافظ کہ ایک بار ختم کرچکا اب دوسری تاریخوں میں یا دوسری جگہ سنانا چاہتا ہے جہاں ابھی لوگوں نے قرآن عظیم نہیں سنا ہے تو مذہب صحیح ومعتمد پر اس کے عدم جواز کی اصلا کوئی وجہ نہیں نہ اس قرآن سننے کا ثواب نہ ہونے کے کوئی معنی ظاہر ہے کہ ان راتوں میں وہ بھی تراویح ہی پڑھے گا نہ کہ نفل محض

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تو ضرور تراویح کا امام ہوسکتا ہے اور جب امام تراویح ہوسکے گا تو دوبارہ قرآن عظیم پڑھنے سے کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے اور جب اس سے ممنوع نہیں تو بلاشبہہ جو کچھ قرآن عظیم اس میں پڑھے گا وہ تراویح صحیحہ مسنونہ ہی میں ہوگا پھر ثواب نہ ملنا یعنی چہ، اور اس کی یہ تعلیل کہ وہ اب نفل سنا تا ہے اور مقتدی کا واجب سننا چاہتے ہیں اُس سے زیادہ فاسد و علیل۔ تراویح میں پہلا ختم بھی واجب نہیں صرف سنت ہی ہے اور دوبارہ ختم کرنا اگرچہ حافظ پر سنت مؤکدہ نہ تھا مگر یہ قبل الایقاع ہے بعد وقوع سنت در کنار جتنا پڑھے گا فرض ادا ہوگا کہ نماز میں فرض ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہے مگر سارا قرآن عظیم اگر ایک رکعت میں پڑھے سب فرض ہی واقع ہوتا ہے لانہ فرد ما تیسر من القرآن ولہذا اگر سورت بھول کر رکوع میں چلا جائے پھر رکوع میں یاد آئے تو حکم ہے کہ رکوع کو چھوڑے اور کھڑا ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے حالانکہ ضم سورت صرف واجب تھا اور واجب کے لیے رفض فرض جائز نہیں جیسے قعدہ اولی بھول کر جو سیدھا کھڑا ہوجائے اب اُسے عود حلال نہیں کہ قعدہ واجب تھا اور قیام فرض ہے مگر سورت جو پڑھے گا یہ بھی فرض واقع ہوگی تو فرض کے لیے رفض فرض ہوا ولہذا اگر کھڑا ہو کر سورت پڑھے اور اس خیال سے کہ رکوع تو پہلے کرچکا ہوں دوبارہ رکوع نہ کرے نماز باطل ہوجائے گی کہ فرض کے لیے جو فرض چھوڑا گیا وہ جاتا رہا تو اس پر فرض تھا کہ دوبارہ رکوع کرتا ردالمحتار میں ہے فی الملتقی لوسہا عن السورۃ فرکع یرفض الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ اھ فی البحر انہ اذا عاد وقرأ السورۃ صارت فرضا فقد عاد من فرض الی فرض لان کل فرض طولہ یقع فرضا اھ ملتقطا ایک بار ختم کرکے دوسری راتوں میں دوسرا ختم نئے لوگوں کو سنانا تو نہایت صاف امر ہے اگر بالفرض کوئی شخص آج اپنی تراویح پڑھ کر آج ہی رات اور لوگوں کی امامت تراویح میں کرے اور قرآن عظیم سنائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس قرآن سننے کا ثواب نہ ہوگا روایت مختارہ امام قاضی خاں پر تو ظاہر ہے کہ وہ متنفل محض کے پیچھے تراویح کی اقتدا بلاکراہت جائز مانتے ہیں صرف امام کے حق میں کراہت کہتے ہیں اگر نیت امامت کرے ورنہ اس پر بھی کراہت نہیں خانیہ میں فرمایا لوصلی العشاء والتراویح والوتر فی منزلہ ثم ام قوما اٰخرین فی التراویح ونوی الامامۃ کرہ ولا یکرہ للقوم ولو لم ینو الامامۃ وشرع فی الرکوع واقتدی بہ الناس فی التراویح لم یکرہ لواحد منہما اور روایت مختارہ امام شمس الائمہ سرخسی پر اگرچہ یہ ناجائز ہے اور ان لوگوں کی تراویح نہ ہوں گی لان التراویح سنۃ مستقلۃ شرعت بوجہ مخصوص فلاتتادی الا بہ اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے عالمگیریہ میں محیط سے ہے الامام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز اُسی میں جامع المضمرات شرح قدوری سے ہے الفتوی علی ذلک جوہرہ نیرہ میں ہے لوصلی امام التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال قال ابوبکر الاسکاف لایجوز وقال ابو نصر یجوز لاھل المسجدین واختار ابو اللیث قول الاسکاف وھو الصحیح نیز ہندیہ میں محیط سے ہے لوصلی التراویح مقتدیا بمن یصلی مکتوبۃ او وترا او نافلۃ الاصح انہ لایصح الاقتداء بہ لانہ مکروہ مخالف لعمل السلف مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ نماز ہی نہ ہوگی تراویح ادا نہ ہوناادا سے اور نماز نہ ہونا اور بات الا تری انہ انما علل بالکراھۃ ومخالفۃ الماثور وھما لاینفیان الاقتداء ولایفسدان الصلاۃ تو وہ نماز اگرچہ تراویح نہیں یقیناً نماز صحیح و نفل محض ہے اور نفل محض میں بھی استماع قرآن فرض ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اور اس ادائے فرض پر ثواب نہ ملنے کی کوئی وجہ نہیں تو قرآن سننے کا ثواب یہاں بھی ہے ہاں روایت مفتی بہا پر اس صورت
خاصہ میں یعنی جبکہ امام اپنی تراویح پڑھ کر اسی رات اوروں کی امامت کرے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تراویح میں ختم قرآن کا انھیں ثواب نہ
ملے گا کہ یہ تراویح نہیں اور صورت اولٰی میں تو اس کی طرف بھی اصلا راہ نہیں کہ وہ نماز بلاشبہہ تراویح اور وہ ختم ختم فی التراویح ہے
بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مولوی صاحب لکھنوی خزانۃ
الروایات سے ناقل ہیں قال السغناقی امام ختم فی التراویح مرۃ وختم ثانیا بغیر ھذا القوم لایخرج ھذا القوم
الثانی عن السنۃ لان الامام خرج من السنیۃ فصار لہ نفلا فیدرکون ثواب صلاۃ النفل لا یدرکون ثواب صلوٰۃ التراویح
ظاہر ہے کہ اس کا مبنی وہ قول ضعیف ہے کہ جب ختم قرآن ہو جائے تو تراویح سنت نہیں رہتیں کما یفصح عنہ قولہ یدرکون
ثواب صلاۃ النفل وقولہ لا یدرکون ثواب صلاۃ التراویح اور یہ قول ضعیف ونامأخوذ ہے اصح ومعتمد ومعمول بہ یہی
ہے کہ ختم اگرچہ ہو جائے تراویح سارے ماہ مبارک میں سنت مؤکدہ ہیں اسی پر جوہرہ میں جزم کیا اور اسی کو سراج وہاج میں اصح
کہا عالمگیریہ میں ہے لوحصل الختم لیلۃ التاسع عشر او الحادی والعشرین لایترک التراویح فی بقیۃ الشھر
لانھا سنۃ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ الاصح انہ یکرہ لہ الترک کذا فی السراج الوھاج تو اس سے عدول کا اختیار
نہ رہا فتاوٰی خیریہ جلد اول میں فرمایا انت علی علم بانہ بعد التنصیص علی الصحیۃ لایعدل عنہ الی غیرہ اسی کی جلد
ثانی میں فرمایا حیث ثبتت الاصح لایعدل عنہ خود مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا مفتی بہ ومختار محققین آنست کہ تراویح
سنت علٰحدہ است وختم سنت علٰحدہ ہیچ ازیں ہر دو تابع دیگر نیست پس بعد ختم سنیت تراویح باقی خواہد ماند چنانکہ بود باوصف اس
جاننے کے پھر مفتی بہ سے عدول ہرگز روا نہ تھا اور اس سے بچنے کے لیے مولوی لکھنوی صاحب کی یہ توجیہ کہ قول مفتی بہ پر اگرچہ تراویح
از ذمہ مقتدیان ساقط خواہد شد چہ در سنت تراویح امام ومقتدی ہر دو برابر اند لیکن در سقوط ختم اشکالیست چہ فقہا در باب اقتدا ضعف
نماز امام را اگرچہ بیک رکن باشد مانع اقتدا می نویسند چنانچہ در درمختار وغیرہ مذکورست اما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت
ویتم لابعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدٰی فی الاولیین او القراءۃ لو اقتدٰی فی
الاخریین انتھٰی دریں صورت باوجودیکہ امام ومقتدی ہر دو تحریمہ فرض بستہ ضعف یک جزو از اجزائے نماز امام حکم بفساد اقتدا
دادہ شد پس بنا بر علیہ در صورت سوال ہم حکم بعد سقوط ختم از مقتدیان دادہ خواہد شد وہمیں امر از عبارت سغناقی مفہوم می شود ہرگاہ
در باب سقوط ختم وعدم سقوط آں اختلافے واقع شد پس امام را لازم کہ ختم ثانی را مع تراویح بر خود نذر کردہ گیرد وگوید ﷲ ان اختم
القرآن فی صلاۃ التراویح تاختم او واجب شود واقتدائے مقتدیان درست شود چنانچہ در خزانۃ الروایہ تفصیل آں مذکورست
واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحی عفا عنہ الصافی شطرنج میں اضافہ بغلہ سے بہتر نہیں اولاً سنن ونوافل میں ضعفیت
مانع صحت بنا نہیں ہو سکتی ورنہ جس طرح عاری کے پیچھے لابس کی نماز نہیں ہو سکتی یونہی کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بندھی کی نماز نہ ہو سکے کہ وہ سنیت میں مقتدیوں سے اضعف ہے ثانیاً
یہاں کر کہ مقتدیوں کے ذمہ سے تراویح ساقط ہو جائیں گی پھر یہ فرمانا کہ امام پر نذر ماننا لازم تا کہ اقتدائے مقتدیان درست ہو صریح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تناقض ہے **ثالثاً** عبارت سغناقی کا ہرگز یہ مفاد نہیں کہ با وصف صحت تراویح صرف اس بنا پر کہ امام ایکبار ختم کرچکا ہے مقتدیوں کے ذمہ سے ختم ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کا مبنی صراحۃً وہی تھا کہ تراویح ختم کے لیے تھیں جب ختم ہوچکا تراویح بھی ختم ہوگئیں تو امام نفل محض پڑھ رہا ہے اور متنفل کے پیچھے تراویح ادا نہیں ہوتیں ولہٰذا تصریح کی کہ ثواب نفل پائیں گے ثواب تراویح نہ پائیں گے یہ مفاد اُس مفاد کے صریح مضاد ہے نہ کہ باہم اتحاد در البعا شرعۃ سے معلوم ہے کہ جماعت نفل بہ تداعی مشروع نہیں اور تراویح باجماعت وارد ہوئیں تو وجہ متوارث ماثور پر مقتصر ہوں گی اور وہ یوہیں ہے کہ امام و مقتدی سب بنیت تراویح کرتے یہاں ضعف اقوی کو دخل نہیں ولہٰذا اوپر تصحیح گذری کہ تراویح جس طرح متنفل کے پیچھے ساقط نہ ہوں گی یوہیں مفترض کے پیچھے بھی ادا نہ ہوں گی حالانکہ مفترض یقیناً اعظم قوت پر ہے تو جب تک دلیل صریح سے ثبوت نہ دیا جائے کہ امام کا ایکبار ختم کیے ہوئے ہونا بھی ماثور و متوارث کے خلاف ہے اس پر اس کا قیاس محض بے معنی ہے بالجملہ متنفل کے پیچھے تراویح نہ ہونا تو ضرور منقول بلکہ اُس پر فتوائے فحول اور ایکبار ختم قرآن پڑھ لینے کے باعث حافظ کا امامت دیگراں سے معزول ہونا کہیں منقول نہیں اور آپ کی اپنی رائے بے نقل صحیح حجت و مقبول نہیں **خامساً** بلکہ امر بالعکس ہے خود اسی خزانۃ الروایات میں کنز الفتاوی سے منقول رجل امر قوما فی التراویح وختم فیہا ثم امر قوما اٰخرین لہ ثواب الفضیلۃ ولہم ثواب الختم صریح جزئیہ ہے اور آپ کے خیال کا صاف رد اور قاضی گجراتی کا ارشاد کہ ھذا الکتاب غیر مشہور بین العلماء فلا وثوق بہ مسلم نہیں صاحب کنز الفتاوی امام احمد بن محمد بن ابی بکر حنفی مصنف مجمع الفتاوی و خزانۃ الفتاوی ہیں کشف الظنون میں انہیں بلفظ شیخ و امام وصف کیا حیث قال کنز الفتاوی للشیخ الامام احمد بن محمد صاحب مجمع الفتاوی الحنفی **سادساً** ہم عنقریب واضح کرتے ہیں کہ نذر سے بھی عقدہ کشائی نہ ہوگی اس پر فاضل لکھنوی کا ہے قال ابو حنیفۃ کذا والحق کذا فرمانے والے ہیں مصنف خزانۃ الروایۃ ایک متاخر ہندی قاضی جگن گجراتی کی ایسی تقلید سخت عجیب و بعید و لکن اللہ یفعل ما یرید والحمد للہ علی اراءۃ السبیل السدید واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم **بست و سوم** اگر وہ مسئلہ و تعلیل قبول کرلیے جائیں تو حافظ مذکور اگر نذر بھی مان لے کہ میں تراویح مع جماعت و ختم قرآن ادا کروں گا تو اب بھی کار برآری مسلم نہیں کہ مقتدیوں پر وجوب اصلی تھا اور نذر کا وجوب عارضی ہے اور وہ وجوب اصل سے اضعف ہے تو اضعف پر اقوی کی بنا صحیح نہیں فتح اللہ المعین پھر طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے بناء القوی علی الضعیف انما یمنع اذا کانت القوۃ ذاتیۃ فلو عرضت بالنذر کما ھنا فلا و من ھنا قال فی شرح المنیۃ النذر کالنفل اور ضعیف نہ بھی مانیے تو سبب وجوب مختلف ہیں جب بھی بنا صحیح نہ ہوئی جیسے ناذر ناذر کی اقتدا نہیں کرسکتا بلکہ ناذر مفترض کی اقتدا نہیں کرسکتا حالانکہ فرض اقوی ہے تو سبب ہی کہ سبب جدا ہے درمختار میں ہے لا یصح اقتداء ناذر بمفترض ولا بناذر لان کلا منہما کمفترض فرضا اٰخر الا اذا نذر احدھما عین منذور الاٰخر للاتحاد اھ مولوی صاحب نے یہاں بھی فاضل لکھنوی کا اتباع کیا اور فاضل لکھنوی نے حسب عادت خود قاضی جگن ہندی کا والحق احق ان یتبع **بست و چہارم** تحقیق یہ ہے کہ جس نے فرض جماعت سے پڑھے اور تراویح تنہا وہ تو جماعت وتر میں شریک ہوسکتا ہے اور جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں اگرچہ تراویح جماعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سے پڑھی ہوں وہ وتر کی جماعت میں داخل نہیں ہوسکتا وقد حققناہ فی فتاوٰنا بما یکفی ویشفی درمختار میں ہے لو لم یصل التراویح بالامام یصلی الوتر معه جامع الرموز میں ہے لکنه اذا لم یصل الفرض معه لایتبعه فی الوتر ردالمحتار میں ہے اما لو صلاها جماعة مع غیرہ ثم صلی الوتر معه لاکراهة مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی فقہائے کرام سے اس کی ممانعت ہی نقل کی اگرچہ صرف اس بنا پر کہ اس کی وجہ اپنی سمجھ میں نہ آئی اپنی خاص رائے مخالف بتائی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں در قنیہ از عین الائمہ و در تاتارخانیہ از علی بن احمد رحمہ اللہ تعالی مرقوم کہ ہر کہ فرض باجماعت ادا نہ کردہ باشد وتر ہم بجماعت ادا نہ سازد فہم چنیں در غنیہ وغیرہا مذکور است لیکن کدامی وجہ قوی معتد بہ عدم جواز معلوم نمی شود حق جواز معلوم می شود انتہی امام عین الائمہ کرابیسی وامام علی بن احمد وقنیہ وغنیہ وجامع الرموز وردالمحتار کے نصوص صریحہ کے مقابل صرف آپ کی معلوم نمی شود پر عمل کی کوئی وجہ نہیں کما لایخفی **بست و پنجم** بارہ برس سے کم عمر کی تخصیص نہیں بلکہ صحیح ومختار یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو امامت بالغین کے لیے بلوغ شرط ہے خواہ بظہور آثار مثل احتلام وانزال خواہ بتمامی پانزدہ سال درمختار میں ہے لایصح اقتداء رجل بصبی مطلقا ولا فی نفل علی الاصح **بست و ششم** آیت سجدہ کہ نماز میں تلاوت کی جائے سجدہ فوراً واجب ہے اگر تین آیت کی تاخیر کی گنہ گار ہوگا پھر اگر عمداً سجدہ نہ کیا نہ معاً رکوع کر دیا کہ سجدۂ تلاوت رکوع سے ادا ہو جاتا تو اس کی اصلاح سجدہ سہو سے نہیں ہوسکتی کہ وہ سجدۂ سہو ہے نہ سجدۂ عمد اور اگر سجدۂ تلاوت کرنا بھول گیا اور حرمت نماز سے باہر نکل گیا تو اب بھی سجدۂ سہو نہیں ہوسکتا کہ حرمت سے خروج جیسا مانع سجدۂ تلاوت ہے یونہیں مانع سجدہ سہو۔ ہاں اگر حرمت نماز میں باقی ہے کلام نہ کیا اُٹھ کر چلا نہ گیا اور یاد آیا تو سجدۂ تلاوت پھر سجدۂ سہو دونوں کرے اور سجدۂ سہو صرف اسی صورت سے خاص نہیں بلکہ اگر سجدۂ تلاوت نماز میں کیا مگر سہواً بتاخیر مثلاً دوسری رکعت میں یاد آیا کہ سجدۂ تلاوت چاہیے تھا اور اب ادا کیا جب بھی سجدہ سہو کا حکم ہے اگرچہ سجدۂ تلاوت نماز میں ادا ہوگیا درمختار میں ہے ھی علی التراخی ان لم تکن صلویة فعلی الفور لصیرورتها جزء منها ویأثم بتاخیرها ویقضیها ما دام فی حرمة الصلاة ولو بعد السلام فتح ردالمحتار میں ہے قوله ولو بعد السلام ای ناسیا ما دام فی المسجد اسی میں ہے لو اخر التلاوية عن موضعها فان علیه سجود السهو کما فی الخلاصة جازما بانه لا اعتماد علی ما یخالفه وصححه فی الولوالجیة ایضا درمختار میں ہے سجود السهو یجب بترک واجب سهوا فلا سجود فی العمد قیل الا فی اربع ردالمحتار میں ہے اشار الی ضعفه تبعا للنهر والایضاح لمخالفة المشهور وقد رده العلامة قاسم بانه لا یعلم له اصل فی الروایة ولا وجه فی الدرایة **بست و ہفتم** در بارۂ ہلال تار کی گواہی شرعاً محض باطل ونامعتبر وحققناہ فی فتاونا بما لا مزید علیه نامعتبر شرعی کا درجۂ اعتبار کو پہنچا کیونکر یہاں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مولوی صاحب لکھنوی نے باآنکہ جابجا خود بے اعتباری تار کی تصریح کی جلد اول ص ۲۳۳ اس باب (یعنی رویت ہلال) میں صرف خبر تار یا تحریر خطی کافی نہیں جب تک کہ بطور کتاب القاضی الی القاضی کی تحریر نہ پہنچے قاعدہ الخط یشبه الخط کا مشہور ہے ایضا ص ۲۴۰ بحسب ضوابط فقہیہ مجرد اخبارات تار وغیرہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بہت دن ہیں یہاں تو نور و ذوق کے لیے جگہ خالی رکھو کہ پھر اتنی دوبارہ کیا بھرے گا

(۱۶) جب دوپہر قریب آئے نہاؤ کہ سنت مؤکدہ ہے اور نہ ہوسکے تو صرف وضو

(۱۷) دوپہر ڈھلتے ہی بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے مسجد نمرہ جاؤ سنتیں پڑھ کر خطبہ سن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھو بیچ میں سلام و کلام تو کیا معنی سنتیں بھی نہ پڑھو اور بعد عصر بھی نفل نہیں۔ یہ ظہر و عصر ملا کر پڑھنا جبھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان خود پڑھائے یا وہ جو حج میں اس کا نائب ہو کر آتا ہے جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اُسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا حلال نہ ہوگا اور جس حکمت کے لیے شرع نے یہاں ظہر کے ساتھ عصر ملانے کا حکم فرمایا ہے یعنی غروب آفتاب تک دُعا کے لیے وقت خالی ملنا وہ جاتی رہے گی۔

(۱۸) خیال کرو جب شرع کو یہ وقت دعا کے لیے فارغ کرنے کا اس قدر اہتمام ہے تو اس وقت اور کام میں مشغولی کس قدر بیہودہ ہے۔ بعض احمقوں کو دیکھا ہے کہ امام تو نماز میں ہے یا نماز پڑھ کر موقف[1] کو گیا اور وہ کھانے پینے حقے چائے اڑانے میں مصروف ہیں خبردار ایسا نہ کرو امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہی فوراً موقف[1] کو روانہ ہو جاؤ اور ممکن ہو تو اونٹ پر کہ سنت بھی ہے اور ہجوم میں دبنے کچلنے سے محافظت بھی

(۱۹) بعض مطوف اس مجمع میں جانے سے منع کرتے ہیں اور طرح طرح سے ڈراتے ہیں ان کی نہ سنو کہ وہ خاص نزولِ رحمت عام کی جگہ ہے۔ ہاں عورات اور کمزور مرد وہیں کھڑے ہوئے دعا میں شامل ہوں کہ بطن[2] عرنہ کے سوا یہ سارا میدان موقف ہے اور یہ لوگ بھی تصور یہی کریں کہ ہم اس مجمع میں حاضر ہیں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ نہ سمجھیں اس مجمع میں یقیناً بکثرت اولیا بلکہ الیاس و خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی اللہ موجود ہیں یہ تصور کریں کہ انوار و برکات جو اس مجمع میں اُن پر اُتر رہے ہیں ان کا صدقہ ہم ابکاریوں کو بھی پہنچتا ہے۔ یوں الگ ہو کر بھی شامل رہیں گے اور جس سے ہوسکے تو وہاں کی حاضری چھوڑنے کی چیز نہیں۔

(۲۰) افضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبلِ رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے روبقبلہ پس پشت امام کھڑا ہو جبکہ ان فضائل کے حصول میں وقت یا کسی کی اذیت نہ ہو ورنہ جہاں اور جس طرح ہوسکے وقوف[3] کرو امام کی دہنی جانب اور بائیں دہرے سے افضل ہے یہ وقوف ہی حج کی جان اور اس کا بڑا رکن ہے۔

(۲۱) بعض جاہل یہ حرکت کرتے ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں کھڑے رومال ہلاتے رہتے ہیں اس سے بچو اور ان کی طرف بھی بُرا خیال نہ کرو یہ وقت اوروں کے عیب دیکھنے کا نہیں اپنے عیبوں پر شرمساری اور گریہ وزاری کا ہے۔

---

[1] وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں کھڑے ہوکر ذکر و دُعا کا حکم ہے۔ [2] بطن عرنہ عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے مسجد نمرہ کے مغرب یعنی مکۂ معظمہ کی طرف وہاں موقف ممنوع ناجائز ہے۔

[3] وہاں ذکر و دُعا کے لیے کھڑا ہونا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۲۲) اب وہ کہ یہاں ہیں اور کہ ڈیروں میں ہیں سب ہمہ تن صدق دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جائیں اور میدان قیامت میں حساب اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصور کرو۔ نہایت خشوع خضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے ڈرتے امید کرتے آنکھیں بند کیے گردن جھکائے دست دعا آسمان کی طرف سر سے اونچے پھیلاؤ، تکبیر، تہلیل، تسبیح، لبیک، حمد، ذکر، دعا، توبہ، استغفار میں ڈوب جاؤ۔ کوشش کرو کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت وسعادت ہے ورنہ رونے کا سا منہ بناؤ کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی۔ اثنائے دعا وذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرو۔ آج کے دن کی دعائیں بہت منقول ہیں اور دعائے جامع کہ اوپر گزری کافی ہے چند بار اسے کہہ لو اور سب سے بہتر یہ کہ سارا وقت درود، ذکر، تلاوت قرآن میں گزارو کہ بوعدہ حدیث دعا والوں سے زیادہ پاؤ گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑو، غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے توسل کرو اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کرکے بید کی طرح لرزو۔ اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اسی کے پاس پناہ ہے اس سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ اس کے در کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں۔ لہذا ان شفیعوں کا دامن لیے اس کے عذاب سے اسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کے غضب کی یاد سے جی کانپا جاتا ہے اور کبھی اس کی رحمت عام کی امید سے مرجھایا دل نہال ہوا جاتا ہے اور یونہی تضرع وزاری میں رہو یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا ایک لطیف جزء آجائے اس سے پہلے کوچ منع ہے۔ بعض جلد باز دن ہی سے چل دیتے ہیں ان کا ساتھ نہ دو غروب تک ٹھہرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو عصر ظہر سے ملاکر پڑھنے کا حکم کیوں ہوتا اور کیا معلوم کہ رحمت الٰہی کس وقت توجہ فرمائے۔ اگر تمہارے چل دینے کے بعد اتری تو معاذ اللہ کیسا خسارہ ہے اور اگر غروب سے پہلے حدود عرفات سے نکل گئے جب تو پورا جرم ہے اور جرمانے میں قربانی دینی آئے گی۔ بعض مطوف یوں ڈراتے ہیں کہ رات میں خطرہ ہے یہ دو ایک کے لیے ٹھیک ہے اور جب قافلہ کا قافلہ ٹھہرے گا تو ان شاء اللہ کچھ اندیشہ نہیں۔

(۲۳) ایک ادب واجب الحفظ اس روز کا یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے سچے وعدوں پر بھروسہ کرکے یقین کرے کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اب کوشش کروں کہ آئندہ گناہ نہ ہوں اور جو داغ اللہ تعالٰی نے محض رحمت میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔

(۲۴) یہاں یہ باتیں مکروہ ہیں۔ غروب آفتاب سے پہلے وقوف چھوڑ کر روانگی جب کہ غروب تک حدود عرفات سے باہر نہ ہو جائے ورنہ حرام ہے۔ نماز ظہر وعصر ملانے کے بعد موقف کو جانے میں دیر۔ اس وقت سے غروب تک کھانے پینے یا توجہ بخدا کے سوا کسی کام میں مشغول ہونا۔ کوئی دنیوی بات کرنا۔ غروب پر یقین ہو جانے کے بعد روانگی میں تاخیر کرنا۔ مغرب یا عشا عرفات میں پڑھنا۔

تنبیہ: موقف میں چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتی المقدور بچو۔ ہاں جو مجبور ہے معذور ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

تنبیہ ضروری ضروری۔ اشد ضروری!

بدنگاہی ہمیشہ حرام ہے۔ نہ کہ احرام میں نہ کہ موقف میں یا مسجد الحرام میں نہ کہ کعبہ کے سامنے نہ کہ طواف بیت الحرام میں یہ تمھارے بہت امتحان کا موقعہ ہے عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں منہ نہ چھپاؤ اور تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہ کرو یقین جانو کہ یہ بڑے عزت والے بادشاہ کی باندیاں ہیں اور اس وقت تم اور وہ سب خاص دربار میں حاضر ہو بلاتشبیہ شیر کا بچہ اس کی بغل میں ہو اس وقت کون اس کی طرف نگاہ اٹھا سکتا ہے تو اللہ واحد قہار کی کنیزیں کہ اس کے خاص دربار میں حاضر ہیں ان پر بدنگاہی کس قدر سخت ہوگی وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ہاں ہاں ہوشیار! ایمان بچائے ہوئے قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے، حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادے پر پکڑا جاتا ہے اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے۔ الٰہی خیر کی توفیق دے۔ آمین۔

فصل پنجم منٰی و مزدلفہ و باقی افعالِ حج

(۱) جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے فوراً مزدلفہ کو چلو اور امام کا ساتھ افضل ہے مگر وہ دیر کرے تو اس کا انتظار نہ کرو۔

(۲) راستے بھر ذکر و درود و دعا و لبیک و زاری و بکا میں مصروف رہو۔

(۳) راستہ میں جہاں گنجائش پاؤ اور اپنی یا دوسرے کی ایذا کا احتمال نہ ہو اتنی دیر اتنی دور تیز چلو پیادہ ہو خواہ سوار

(۴) جب مزدلفہ نظر آئے بشرط قدرت پیادہ ہو لینا بہتر ہے اور نہا کر داخل ہونا افضل ہے۔

(۵) وہاں پہنچ کر حتی الامکان جبل قزح کے پاس راستے سے بچ کر اترو ورنہ جہاں جگہ ملے۔

(۶) غالباً وہاں پہنچتے پہنچتے شفق ڈوب جائے گی مغرب کا وقت نکل جائے گا، اونٹ کھولنے اسباب اتارنے سے پہلے امام کے ساتھ مغرب و عشاء پڑھو اور اگر وقت باقی رہے جب بھی ابھی مغرب ہرگز نہ پڑھو نہ راہ میں کہ اس دن یہاں نماز مغرب وقت مغرب میں پڑھنا گناہ ہے۔ اگر پڑھ لو گے عشاء کے وقت پھر پڑھنی ہوگی غرض یہاں پہنچ کر مغرب وقت عشاء میں بہ نیت ادا نہ بہ نیت قضا حتی الامکان امام کے ساتھ پڑھو اس کا سلام ہوتے ہی معاً عشاء کی جماعت ہوگی عشاء کے فرض پڑھو اس کے بعد مغرب و عشاء کی سنتیں اور وتر پڑھو اگر امام کے ساتھ نماز نہ مل سکے تو اپنی جماعت کر لو اور نہ ہو سکے تو تنہا پڑھو۔

(۷) باقی رات ذکر لبیک درود و دعا میں گزارو کہ یہ بہت افضل جگہ ہے اور بہت افضل رات ہے زندگی ہو تو اور سونے کو بہت سی راتیں ملیں گی اور یہاں یہ رات خدا جانے دوبارہ کسے ملے اور نہ ہو سکے تو خیر با طہارت سو رہو کہ فضول باتوں سے سونا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

بہتر اور اتنے پہلے اُٹھ بیٹھو کہ صبح چمکنے سے پہلے ضروریات وطہارت سے فارغ ہولو۔ آج نماز صبح بہت اندھیرے سے پڑھی جائے گی کوشش کرو کہ جماعت امام بلکہ پہلی تکبیر فوت نہ ہو کہ عشاء وصبح جماعت سے پڑھنے والا پوری شب بیداری کا ثواب پاتا ہے۔

(۸) اب دربار اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا ہاں ہاں کرم کے دروازے کھولے گئے ہیں کل عرفات میں حقوق اللہ معاف ہوئے یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے مشعر الحرام میں یعنی خاص پہاڑی پر اور نہ ملے تو اس کے دامن میں اور نہ ہوسکے تو وادی محسّر کے سوا جہاں گنجائش پاؤ وقوف کرو اور تمام باتیں کہ وقوف عرفات میں مذکور ہوئیں ملحوظ رکھو۔

(۹) جب طلوع آفتاب میں دو رکعت پڑھنے کا وقت رہ جائے امام کے ساتھ منیٰ کو چلو اور یہاں سے سات چھوٹی چھوٹی کنکریاں ازخرما کے برابر پاک جگہ سے اٹھا کر تین بار دھولو کسی پتھر کو توڑ کر کنکریاں نہ بناؤ۔

(۱۰) راستے بھر بدستور ذکر و دعا و درود و بکثرت لبیک میں مشغول رہو۔

(۱۱) جب وادی محسّر[1] پہنچو پانچ سو پینتالیس ہاتھ بہت جلد تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذا ہو اور اس عرصہ میں یہ دعا کرتے جاؤ اَللّٰھُمَّ[2] لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ۔

(۱۲) جب منیٰ نظر آئے وہی دعا پڑھو جو مکہ سے آتے منیٰ کو دیکھ کر پڑھی تھی۔

(۱۳) جب منیٰ پہنچو سب کاموں سے پہلے جمرۃ العقبہ[3] کو جاؤ جو ادھر سے پچھلا جمرہ ہے اور مکہ معظمہ سے پہلے نالے کے وسط میں سواری پر جمرے سے پانچ ہاتھ ہٹے ہوئے یوں کھڑے ہو کہ منیٰ داہنے ہاتھ پر اور کعبہ بائیں کو اور جمرہ کی طرف منہ ہو سات کنکریاں جدا جدا سیدھا ہاتھ خوب اٹھا کر کہ سپیدی بغل ظاہر ہو ایک ایک پر بِسْمِ اللہِ اَللہُ اَکْبَرُ کہہ کر مارو بہتر یہ ہے کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ تین ہاتھ کے فاصلہ پر گریں اس سے زیادہ فاصلہ پر گری تو وہ کنکری شمار میں نہ آئے گی۔ پہلی کنکری سے لبیک موقوف کرو۔

(۱۴) جب سات پوری ہو جائیں وہاں نہ ٹھہرو فوراً ذکر و دعا کرتے پلٹ آؤ۔

(۱۵) اب قربانی میں مشغول ہو یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے۔ اگرچہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے قارن و متمتع پر واجب اگرچہ فقیر ہو اور مفرد کے لیے مستحب اگرچہ غنی ہو جانور کی

[1] یہ منیٰ مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے دونوں کی حدود سے خارج مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہو کر ۵۴۵ ہاتھ تک ہے۔ یہاں اصحاب الفیل آکر ٹھہرے تھے اور ان پر عذاب ابابیل اترا تھا اس سے جلد گزرنا اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگنا چاہیے ۱۲ منہ

[2] ترجمہ الٰہی اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے ۱۲ منہ

[3] منیٰ اور مکہ کے بیچ میں تین ستون بنے ہوئے ہیں ان کو جمرہ کہتے ہیں۔ پہلا جو منیٰ سے قریب ہے جمرۂ اولیٰ کہلاتا ہے اور بیچ کا جمرۂ وسطیٰ اور اخیر کا کہ مکہ معظمہ سے قریب ہے جمرۃ العقبیٰ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

عمرہ واعضا رہیں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی ہیں۔

(۱۶) ذبح کرنا آتا ہو تو آپ ذبح کرو کہ سنت ہے ورنہ وقت ذبح حاضر رہو۔

(۱۷) روبقبلہ لٹا کر خود بھی روبقبلہ ہو اور تکبیر کہتے ہوئے نہایت تیز چھری سے بہت جلد اتنی پھیرو کہ چاروں رگیں کٹ جائیں زیادہ ہاتھ نہ بڑھاؤ کہ بے سبب کی تکلیف ہے۔

(۱۸) بہتر یہ ہے کہ وقت ذبح قربانی والے جانور کے دونوں ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ لو۔ ذبح کرکے کھول دو۔

(۱۹) اونٹ ہو تو اسے کھڑا کرکے سینہ میں گلے کی انتہا پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارو کہ سنت یونہی ہے اور اس کا ذبح کرنا مکروہ مگر حلال ذبح سے بھی ہوجائے گا۔ اور گلے پر ایک ہی جگہ اسے ذبح کرتے جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ اونٹ تین جگہ سے ذبح ہوتا ہے غلط و خلاف سنت اور مفت کی اذیت و مکروہ ہے۔

(۲۰) کسی ذبیحہ کو جب تک سرد نہ ہو کھال نہ کھینچو، اعضا رنہ کاٹو کہ ایذا ہے۔

(۲۱) یہ قربانی کرکے اپنے اور تمام مسلمانوں کے حج و قربانی قبول ہونے کی دعا کرو۔

(۲۲) بعد قربانی روبقبلہ بیٹھ کر مرد حلق کریں یعنی سارا سر منڈائیں کہ افضل ہے یا بال کترائیں کہ رخصت ہے۔ عورتوں کو حلق حرام ہے۔ ایک پور برابر بال کتروا دیں۔

(۲۳) حلق ہو یا تقصیر دہنی طرف سے ابتدا کرو اور اس وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط بعد فراغت بھی کہو سب مسلمانوں کی بخشش مانگو۔

(۲۴) بال دفن کردو اور ہمیشہ بدن سے جو چیز بال، ناخن، کھال جدا ہو دفن کرو

(۲۵) یہاں حلق یا تقصیر سے پہلے ناخن نہ کترواؤ۔ خط نہ بنواؤ۔

(۲۶) اب عورت سے صحبت کرنے، شہوت سے ہاتھ لگانے گلے لگانے۔ بوسہ لینے دیکھنے کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہوگیا۔

(۲۷) افضل یہ ہے کہ آج دسویں ہی تاریخ فرض طواف کے لیے جسے طواف الزیارۃ کہتے ہیں مکہ معظمہ جاؤ بدستور مذکور پیادہ باطہارت وستر عورت طواف کرو مگر اس طواف میں اضطباع نہیں۔

(۲۸) قارن ومفرد طواف قدوم میں اور متمتع بعد احرام حج کسی طواف نفل میں حج کے رمل وسعی دونوں خواہ صرف

(بقیہ از صفحہ ۷۱۰) ملک ہند میں قربانی کے لائق کوئی جانور ہو نہ اتنا نقد یا اسباب کہ اسے بیچ کرلے سکے وہ اگر قران یا تمتع کی نیت کرے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے تین تو حج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے ایک ساتھ خواہ جدا جدا اور بہتر یہ ہے کہ ۷ اور ۸ اور ۹ کو ہوں اور باقی سات تیرہویں کے بعد جب چاہے رکھے اور بہتر یہ ہے کہ گھر پہنچ کر ہوں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

سعی کرچکے ہوں تو اس طواف میں رمل وسعی کچھ نہ کریں اور اگر اس میں رمل وسعی کچھ نہ کیا ہو یا صرف رمل کیا ہو یا جس طواف میں کیے تھے وہ عمرہ کا تھا جیسے قارن و متمتع کا پہلا طواف یا وہ طواف بے طہارت کیا تھا تو ان چاروں صورتوں میں رمل و سعی دونوں اس طواف فرض میں کریں۔

(۲۹) کمزور اور عورتیں اگر بھیڑ کے سبب دسویں کو نہ جائیں تو اس کے بعد گیارہویں کو افضل ہے اور اس دن یہ بڑا نفع ہے کہ مطاف خالی ملتا ہے گنتی کے بیس پچیس آدمی ہوتے ہیں۔ عورتوں کو بھی اطمینان تمام ہر پھیرے میں سنگ اسود کا بوسہ ملتا ہے۔

(۳۰) جو گیارہویں کو نہ جائے بارہویں کو کرلے۔ اس کے بعد بلا عذر تاخیر گناہ ہے۔ جرمانہ میں ایک قربانی کرنی ہوگی ہاں مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آگیا تو وہ ان کے ختم کے بعد کرے۔

(۳۱) بہرحال بعد طواف دو رکعت ضرور پڑھیں اس طواف سے عورتیں بھی حلال ہوجائیں گی۔ حج پورا ہوگیا کہ اس کا دوسرا رکن یہ طواف تھا۔

(۳۲) دسویں، گیارہویں، بارہویں راتیں منیٰ ہی میں بسر کرنا سنّت ہے نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں تو دسویں یا گیارہ کو طواف کے لیے گیا واپس آکر رات منیٰ ہی میں گزاریں۔

(۳۳) گیارہویں تاریخ بعد نماز ظہر امام کا خطبہ سُن کر پھر رمی کو چلو ان ایام میں رمی جمرہ اولیٰ سے شروع کرو جو مسجد خیف سے قریب ہے مزدلفہ کی طرف ہے اس کی رمی کو راہ مکّہ کی طرف سے آکر چڑھائی پر چڑھو کہ یہ جگہ بہ نسبت جمرۃ العقبہ کے بلند ہے۔ یہاں رُو بہ کعبہ سات کنکریاں بطور مذکور مار کر جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جاؤ اور دعا میں ہاتھ یوں اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں قبلہ کو رہیں حضورِ قلب سے حمد و درود و دعا و استغفار میں کم سے کم بیس آیتیں پڑھنے کی قدر مشغول ہو ورنہ پون پارہ یا سورۂ بقر پڑھنے کی مقدار تک۔

(۳۴) پھر جمرۂ وُسطیٰ پر جاکر ایسا ہی کرو۔

(۳۵) پھر جمرۂ عقبیٰ پر مگر یہاں رمی کرکے نہ ٹھہرو معاً پلٹ آؤ پلٹنے میں دعا کرو۔

(۳۶) بعینہٖ اسی طرح بارہویں تاریخ تینوں جمرے بعد زوال رمی کرو۔ بعض لوگ آج دوپہر سے پہلے رمی کرکے مکہ معظمہ کو چل دیتے ہیں۔ یہ ہمارے اصل مذہب کے خلاف اور ایک ضعیف روایت ہے۔

(۳۷) بارہویں کی رمی کرکے غروبِ آفتاب سے پہلے اختیار ہے کہ مکّہ معظمہ روانہ ہوجاؤ۔ مگر بعد غروب چلا جانا معیوب ہے۔ اب ایک دن اور ٹھہرنا اور تیرہویں کو بدستور دوپہر ڈھلے رمی کرکے مکہ جانا ہوگا اور یہی افضل ہے مگر عام لوگ بارہویں کو چلے جاتے ہیں تو ایک رات دن یہاں قیام میں قلیل جماعت کو وقت ہے۔

(۳۸) حلق رمی سے پہلے جائز نہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۳۹) اگیارہویں بارہویں کی رمی دوپہر سے پہلے اصلاً صحیح نہیں۔

(۴۰) رمی میں یہ امور مکروہ ہیں۔ دسویں کی رمی دوپہر بعد کرنا۔ تیرہویں کی رمی دوپہر سے پہلے کرنا۔ رمی میں بڑا پتھر مارنا۔ توڑ کر بڑے پتھر کی کنکریاں مارنا جمرہ کے نیچے جو کنکریاں پڑی ہیں اُٹھا کر مارنا کہ یہ مردود کنکریاں ہیں جو قبول ہوتی ہیں قیامت کے دن نیکیوں کے پلّے میں رکھنے کو اُٹھائی جاتی ہیں ورنہ جمروں کے گرد پہاڑ جمع ہو جاتے۔ ناپاک کنکریاں مارنا۔ سات سے زیادہ مارنا۔ رمی کے لیے جو جہت مذکور ہوئی اس کا خلاف کرنا۔ جمرہ سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا۔ زیادہ کا مضائقہ نہیں۔ جمروں میں خلاف ترتیب کرنا۔ مارنے کے بدلے کنکری جمرے کے پاس ڈال دینا۔

(۴۱) اخیر دن یعنی بارہویں خواہ تیرہویں کو جب منیٰ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ چلو تو وادی محصب[1] میں کہ جنت المعلیٰ کے قریب ہے سواری سے اتر لو یا بے اُترے کچھ دیر ٹھہر کر مشغولِ دعا ہو اور افضل تو یہ ہے کہ عشا تک نمازیں یہیں پڑھو ایک نیند لے کر داخل مکہ معظمہ ہو۔

(۴۲) اب تیرہویں کے بعد جب تک مکہ میں ٹھہرو اپنے پیر استاد ماں باپ خصوصاً حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب وعترت اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے جتنے ہو سکیں عمرے کرتے رہو۔ تنعیم کو مکہ معظمہ سے شمال یعنی مدینہ طیبہ کی طرف تین میل فاصلے پر ہے جاؤ وہاں سے عمرہ کا احرام جس طرح اوپر بیان ہوا باندھ کر آؤ اور طواف وسعی حسبِ دستور کرکے حلق یا تقصیر کرلو عمرہ ہو گیا۔ جو حلق کر چکا اور مثلاً اسی دن دوسرا عمرہ کیا وہ سر پر اُسترا پھروالے کافی ہے۔ یوہیں وہ جس کے سر پر قدرتی بال نہ ہوں۔

(۴۳) مکہ معظمہ میں کم از کم ایک بار ختم قرآن مجید سے محروم نہ رہے۔

(۴۴) جنۃ المعلیٰ حاضر ہو کر ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ ودیگر مدفونین کی زیارت کرے۔

(۴۵) مکانِ ولادتِ اقدس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی زیارت سے مشرف ہو۔

(۴۶) حضرت عبدالمطلب کی زیارت کریں اور ابوطالب کی قبر پر نہ جاؤ یوہیں جدہ میں جو لوگوں نے حضرت حوّا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار کسی سو ہاتھ کا بنا رکھا ہے وہاں بھی نہ جاؤ کہ بے اصل ہے۔

(۴۷) علماء کی خدمت سے مشرف ہو خصوصاً اکابر جیسے آج کل حضرت مولانا عبدالحق صاحب[2] مہاجر الہ آبادی کہ حمیدیہ محل کے قریب تشریف فرما اور مسلمانانِ ہند کے لیے رحمت مجسم ہیں اور حضرت شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور حضرت شیخ الائمہ

---

[1] جنۃ المعلیٰ کہ مکہ کا قبرستان ہے اس کے پاس ایک پہاڑ ہے اور دوسرے پہاڑ کے سامنے مکہ کو جاتے ہوئے دہنے ہاتھ پر نالے پیٹ سے جدا ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کے بیچ کا نالہ وادی محصب ہے۔ جنت المعلیٰ محصب میں داخل نہیں۔

[2] یہ سب حضرات رخصت ہو چکے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

مولانا احمد ابوالخیر مرداد قریب صفا اور حضرت عماد السنۃ مولانا شیخ صالح کمال قریب باب السلام اور حضرت مولانا سید اسمٰعیل آفندی حافظ کتب الحرم حرم شریف کے کتب خانے میں وغیرہم حفظہم اللہ تعالٰی۔

(۴۸) کعبہ معظمہ کی داخلی کمال سعادت ہے اگر جائز طور پر نصیب ہو حرم عام میں داخلی ہوتی ہے مگر سخت کشاکش کمزور مرد کا کام ہی نہیں نہ عورتوں کو ایسے ہجوم میں جراءت کی اجازت زبردست مرد اگر آپ ایذا سے بچ بھی گیا تو اوروں کو دھکے دے کر ایذا دے گا اور یہ جائز نہیں نہ یوں حاضری میں کچھ ذوق ملے اور خاص داخلی بے لین دین میسر نہیں اور اس پر لینا بھی حرام اور دینا بھی حرام کے ذریعہ ایک مستحب ملا بھی تو وہ بھی حرام ہوگیا۔ ان مفاسد سے نجات نہ ملے تو حطیم شریف کی حاضری غنیمت جانے اور ہرگز ہرگز کم نہ سمجھے کہ وہ بھی کعبہ ہی کی زمین ہے اور اگر شاید بن پڑے یوں کہ خدام کعبہ سے ٹھہرجائے کہ داخلی کے عوض میں کچھ نہ دیں گے۔ اس کے بعد یا قبل چاہے ہزاروں روپے دیدو تو کمال آداب ظاہر و باطن کی رعایت سے آنکھیں نیچے کیے گردن جھکائے گناہوں پر شرماتے جلال رب البیت سے لرزتے کانپتے بسم اللہ کہہ کر پہلے سیدھا پاؤں بڑھا کر داخل ہو اور سامنے کی دیوار تک اتنا بڑھو کہ تین ہاتھ کا فاصلہ رہے وہاں دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھو کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مصلٰی ہے پھر دیوار پر رخسار اور منہ رکھ کر حمد و درود اور دعا میں کوشش کرو۔ یوہیں نگاہیں نیچے کیے چاروں گوشوں پر جاؤ اور دعا کرو اور ستونوں سے چمٹو اور پھر اس دولت کا ملنا اور حج و زیارت کا قبول مانگو اور یوہیں آنکھیں نیچے کیے واپس آؤ اوپر یا ادھر ادھر ہرگز نہ دیکھو اور بڑے فضل کی امید کرو کہ وہ فرماتا ہے جو اس گھر میں داخل ہوا وہ امان میں ہے۔ والحمد للہ۔

(۴۹) بچی ہوئی بتی وغیرہ جو یہاں یا مدینہ طیبہ میں خدام دیتے ہرگز نہ لو بلکہ اپنے پاس سے بتی وہاں روشن کرکے باقی اٹھالو۔

(۵۰) جب عزم رخصت ہو طواف وداع بے رمل وسعی و اضطباع بجالاؤ کہ باہر والوں پر واجب ہے ہاں وقت رخصت عورت حیض و نفاس میں ہو اس پر نہیں پھر دو رکعت مقام ابراہیم میں پڑھو۔

(۵۱) پھر زمزم پر آکر اسی طرح پانی پیو بدن پر ڈالو۔

(۵۲) پھر دروازہ کعبہ کے پاس کھڑے ہوکر آستانہ پاک کو بوسہ دو اور قبول و بار بار حاضری کی دعا مانگو اور وہی دعائے جامع پڑھو۔

(۵۳) پھر ملتزم پر آکر غلاف کعبہ تھام کر اسی طرح چمٹو، ذکر کرو درود اور دعا کی کثرت کرو۔

(۵۴) پھر حجر اسود کو بوسہ دو اور جو آنسو رکھتے ہو گراؤ۔

(۵۵) پھر الٹے پاؤں رخ بہ کعبہ یا سیدھے چلنے میں بار بار پھر کر کعبہ کو حسرت سے دیکھتے اس کی جدائی پر روتے یا رونے کا منہ بناتے مسجد کریم کے دروازے سے بایاں پاؤں پہلے بڑھا کر نکلو اور دعائے مذکور پڑھو اور اس کے لیے بہتر باب الحزورہ ہے۔

(۵۶) حیض و نفاس والی دروازے پر کھڑے ہوکر کعبہ کو بہ نگاہ حسرت دیکھے اور دعا کرتی پلٹے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۵۷) پھر بقدر قدرت فقرائے مکہ معظمہ پر تصدق کرکے متوجہ سرکار اعظم مدینہ طیبہ ہو۔ وباللہ التوفیق۔

فصل ششم جرم اور اُن کے کفارے

ان کی تفصیل موجب تطویل اور رسالہ مختصر اور وقت قلیل اور جو طریقے بتا دیئے ان پر عمل کرنا ان شاء اللہ تعالٰی جرمانے سے بچنے کا کفیل، لہذا یہاں صرف اجمالاً معدود مسائل کا بیان ہوتا ہے۔ **تنبیہ** ۱:- اس فصل میں جہاں دم کہیں گے اس سے مراد ایک بھیڑ یا بکری ہوگی۔ اور بدنہ اونٹ یا گائے۔ یہ سب جانور انھیں شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہیں۔ اور صدقہ سے مراد انگریزی روپے سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) روپے آٹھ آنے بھر کہ سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر ہوئے۔ اٹھنی بھر اوپر یا اس کے دونے جو یا کھجور یا ان کی قیمت۔

مسئلہ:- جہاں دم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی، یا زخم یا پھوڑے یا جوؤں کے ایذا کے باعث ہوگا تو اسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں اس میں اختیار ہوگا کہ دم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دیدے یا تین روزے رکھ لے اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور بہ مجبوری کیا تو اختیار ہوگا کہ صدقے کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔ اب احکام سنئے۔
(۱) سلا کپڑا یا خوشبو کا رنگا چار پہر[1] کامل یا لگاتار زیادہ دنوں پہنا تو دم واجب ہے اور چار پہر سے کم اگرچہ ایک لحظہ[2] تو صدقہ (۲) اگر دن کو پہنا اور رات کو گرمی کے باعث اتار ڈالا۔ یا رات کو سردی کے سبب پہنا دن کو اتار دیا اور باز آنے کی نیت سے اتارا دوسرے دن پھر پہنا تو دوسرا جرمانہ ہوگا۔ اسی طرح جتنی بار کرے (۳) بیماری کے سبب پہنا تو جب تک وہ بیماری رہے گی ایک جرم ہے اور اگر بیماری یقیناً جاتی رہی اس کے بعد نہ اتارا تو یہ دوسرا اختیاری جرم ہوگا اور اگر وہ بیماری یقیناً جاتی رہی دوسری بیماری شروع ہوگئی اور اس میں بھی پہننے کی ضرورت ہے جب بھی یہ دوسرا جرم ہوگا مگر غیر اختیاری (۴) بیماری وغیرہ سے اگر سر سے[3] پاؤں تک سب کپڑے پہننے کی ضرورت ہوئی تو ایک ہی جرم غیر اختیاری ہے اور اگر مثلاً ضرورت صرف عمامہ کی تھی اور اس نے کرتا بھی پہنا تو دو جرم ہیں عمامہ کا غیر اختیاری اور کرتہ کا اختیاری (۵) مرد سارا سر یا چہارم یا مرد خواہ عورت منہ کی ٹکلی ساری یا چہارم چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا چار سے کم اگرچہ سارا سر یا منہ تو صدقہ ہے اور چہارم سے کم کو چار پہر سے کم تک چھپائیں تو گناہ ہے کفارہ نہیں (۶) خوشبو اگر بہت سی لگائی جسے دیکھ کر لوگ بہت بتائیں اگرچہ عضو کے تھوڑے ٹکڑے پر یا کوئی بڑا عضو جیسے سر یا منہ یا ران یا پنڈلی پورا سان دیا اگرچہ تھوڑی ہی خوشبو سے جب تو اس پر دم ہے اور اگر تھوڑی سی خوشبو تھوڑے

[1] چار پہر سے مراد ایک دن یا رات کی مقدار ہے مثلاً طلوع سے غروب یا غروب سے طلوع یا دوپہر سے آدھی رات یا آدھی رات سے دوپہر تک ۱۲ منہ

[2] یعنی لمحہ بھر پہنا اور پھر اتار ڈالا جب بھی صدقہ ہے ۱۲ منہ

[3] مسئلہ:- یونہی پوری ہتھیلی یا تلوے پر مہندی لگائے تو دم ہے عورت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

حصہ میں لگائی تو صدقہ ہے۔ مسئلہ سنگِ اسود شریف پر خوشبو ملی جاتی ہے وہ اگر بوسہ لینے میں بحالت احرام منہ کو بہت سی لگ گئی تو دم دینا ہوگا اور تھوڑی سے صدقہ۔ (۷) سر پر پتلی مہندی کا خضاب کیا کہ بال نہ چھپائے تو ایک دم ہے اور اگر گاڑھی تھوپی اور چار پہر گزرے تو مرد پر دو دم ہیں اور چار پہر سے کم تو ایک دم ایک صدقہ اور ایک دم اور عورت پر بہرحال ایک دم۔

(۸) ایک جلسہ میں کتنے ہی بدن پر خوشبو لگائے ایک جرم اور مختلف جلسوں میں ہر بار نیا جرم۔

(۹) تھوڑی سی خوشبو بدن کے متفرق حصوں پر لگائی اگر جمع کرنے سے ایک بڑے عضو کامل کی مقدار ہوجائے تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۰) خوشبودار سرمہ تین یا زیادہ بار لگایا تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۱) اگر خالص خوشبو کی چیز اتنی کھائی کہ اکثر منہ میں لگ گئی تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۲) کھانے میں خوشبو اگر پکنے میں پڑی یا فنا ہوگئی جب تو کچھ نہیں ورنہ اگر خوشبو کے اجزا زیادہ ہوں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے اور اگر کھانے کا حصہ زیادہ ہے تو عام کتابوں میں مطلق حکم دیا کہ اس میں کفارہ کچھ نہیں۔ ہاں خوشبو آئی تو کراہت ہے۔

(۱۳) پینے کی چیز میں خوشبو ملائی اگر خوشبو کا حصہ غالب ہے یا تین بار یا زیادہ پیا تو دم ہے ورنہ صدقہ۔ مسئلہ خمیرہ تمباکو نہ پینا بہتر مگر منع یا کفارہ نہیں۔

(۱۴) اگر چہارم سر یا داڑھی کے بال یا زیادہ کسی طرح دور کئے تو دم ہے اور کم میں صدقہ۔

(۱۵) اگر گنجا ہے یا داڑھی بہت ہلکی چھدری تو یہ دیکھیں گے کہ اتنے بال اس جگہ کی چہارم مقدار تک پہنچتے ہیں یا نہیں۔

(۱۶) یوہیں چند جگہ سے دور کیے تو ملا کر چہارم کی مقدار دیکھیں گے۔

(۱۷) اگر سارے بدن کے بال ایک جلسہ میں دور کیے تو ایک ہی جرم ہے اور مختلف جلسے تو ہر بار نیا جرم۔

(بقیہ از صفحہ ۳۹) جو یا مرد اور چار دن میں ایک ہی جلسہ میں لگائی تو ایک ہی دم ورنہ ہر جلسہ پر ایک دم اور ہاتھ یا پاؤں کے کسی حصہ پر لگائی تو صدقہ ۱۲ منہ

[2] ایک سارے عضو پر خوشبو کا دوسرا چار پہر سر چھپانے کا ۱۲ منہ [3] خوشبو پر دم اور چار پہر سے کم سر چھپانے پر صدقہ ۱۲ منہ [4] صرف خوشبو کا دم ہے اس لیے کہ سر چھپانا تو اسے روا ہے۔ ۱۲ منہ

[5] فیدت بہ لان الطیب الکثیر لایتقید بکمال العضو فتنبہ ۱۲ منہ

[6] اقول لم یقل فیہ الدم کما قال کثیرون لانہ لم یلتزق باکثر فمہ لایلزم الدم بالخالص فکیف بالمخلوط ووقع ھٰھنا فی شرح اللباب فی النقل عن الحلبی تحریف او سقط فاجتنبہ کما بیناہ علی ھامشہ ۱۲ منہ

[7] کما حققناہ فیما علی ردالمحتار ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۱۸) مونچھیں اگرچہ پوری ہوں صرف صدقہ ہے۔

(۱۹) گردن یا ایک بغل پوری ہو تو دم ہے اور کم میں اگرچہ نصف یا زائد ہو صدقہ۔ یوہیں مونے زیر ناف چہارم کو سب کے برابر ٹھہرانا صرف سر اور داڑھی میں ہے۔

(۲۰) دونوں بغلیں پوری مونڈائے جب بھی ایک ہی دم ہے۔

(۲۱) سر اور داڑھی اور زیر ناف اور بغل کے سوا باقی اعضاء کے مونڈنے میں صرف صدقہ ہے۔

(۲۲) مونڈنا، کترنا، موچنے سے لینا۔ نورہ لگانا سب کا ایک حکم ہے۔

(۲۳) عورت اگر سارے یا چہارم سر کے بال ایک پورے برابر کترے تو دم ہے اور کم میں صدقہ۔

(۲۴) وضو کرنے یا کھجانے یا کنگھی کرنے میں جو بال گرے اس پر بھی پورا صدقہ ہے اور بعض نے کہا دو تین بال تک ہر بال کے لیے ایک مٹھی اناج یا ایک روٹی کا ٹکڑا یا ایک چھوارا۔[1]

(۲۵) بال آپ گر جائے بے اس کا ہاتھ لگائے یا بیماری سے تمام بال گر پڑیں تو کچھ نہیں۔

(۲۶) ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دم ہے اور اگر کسی ہاتھ پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ۔ یہاں تک کہ اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کرلے۔

(۲۷) اگر ایک جلسہ میں ایک ہاتھ یا پاؤں کے کترے دوسرے میں دوسرے کے تو دو دم دے یوہیں چار جلسے میں چاروں کے تو چار دم۔

(۲۸) کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ اب اُگنے کے قابل نہ رہا اس کا بقیہ اس نے کاٹ لیا تو کچھ نہیں۔

(۲۹) شہوت کے ساتھ بوس وکنار ومساس میں دم[2] ہے اگرچہ انزال نہ ہو اور بلاشہوت میں کچھ نہیں۔

(۳۰) اندام نہانی پر نگاہ کرنے سے کچھ نہیں اگرچہ انزال ہوجائے مکروہ ضرور ہے۔

(۳۱) جلق سے انزال ہوجائے تو دم ہے ورنہ مکروہ ہے۔

(۳۲) طواف فرض کل یا اکثر جنابت میں یا حیض ونفاس میں کیا تو بدنہ ہے اور بے وضو تو دم ہے اور پہلی صورت میں طہارت کے ساتھ اس کا اعادہ واجب دوسری میں مستحب۔

(۳۳) نصف سے کم پھیرے بے طہارت کے کئے تو ہر پھیرے کے لیے ایک صدقہ۔

---

[1] یہاں بھی جلسہ کا اعتبار چاہیے ایک جلسہ میں ایک بال یا کل ٹوٹیں تو ایک صدقہ اور متعدد جلسوں میں تو متعدد ۱۲ منہ

[2] مسئلہ مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو بھی دم ہے ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۳۴) طواف فرض کل یا اکثر بلا عذر اپنے پاؤں چل کر نہ کیا بلکہ سواری یا گود میں یا بیٹھے بیٹھے۔

(۳۵) یا بے ستر عورت کیا مثلاً عورت کی چہارم کلائی یا چہارم سر کے بال کھلے تھے۔

(۳۶) یا کعبہ کو دہنے ہاتھ پہلے کے الٹا کیا

(۳۷) یا اس میں حطیم کے اندر ہو کر گزرا۔

(۳۸) یا بارہویں کے بعد کیا تو ان پانچوں صورتوں میں دم دے۔

(۳۹) اس کے چار سے کم پھیرے بالکل نہ کیے تو دم دے اور بارہویں کے بعد کیے تو ہر پھیرے پر صدقہ دے۔

(۴۰) طواف فرض کے سوا اور کوئی طواف ناپاکی میں کیا تو دم اور بے وضو تو صدقہ۔

(۴۱) فرض وغیرہ کوئی طواف ہو جسے ناقص طور پر کیا کہ کفارہ لازم ہوا جب کامل اعادہ کر لیا کفارہ اُتر گیا۔ مگر بارہویں کے بعد ہونے سے جو نقصان طواف فرض کے سوا کسی پھیرے میں آیا اس کا اعادہ ناممکن، بارہویں تو گزر گئی۔

(۴۲) نجس کپڑوں سے طواف مکروہ ہے کفارہ نہیں۔

(۴۳) سعی کے چار پھیرے یا زیادہ بلا عذر اصلا نہ کیے۔ یا سواری پر کیے تو دم دے اور حج ہو گیا اور چار سے کم میں ہر پھیرے پر صدقہ دے۔

(۴۴) طواف سے پہلے سعی کر لی پھر کرلے نہ کرے گا تو دم لازم۔

(۴۵) دسویں کی صبح بلا عذر مزدلفہ میں وقوف نہ کیا تو دم دے۔ ہاں کمزور یا عورت بخوفِ زحمت ترک کرے تو جرمانہ نہیں۔

(۴۶) حلق حرم میں نہ کیا حدودِ حرم سے باہر کیا یا بارہویں کے بعد کیا تو دم دے۔

(۴۷) رمی سے پہلے حلق کر لیا دم دے۔

(۴۸) قارن یا متمتع رمی سے پہلے قربانی یا قربانی سے پہلے حلق کریں تو دم دیں۔

(۴۹) اگر رمی کسی دن اصلا نہ کی۔

(۵۰) یا کسی ایک دن کی بالکل یا اکثر ترک کر دی مثلاً دسویں کو تین کنکریوں تک ماریں یا گیارہویں کو دس کنکریوں تک۔

(۵۱) یا کسی ایک دن کی بالکل یا اکثر اس کے بعد دوسرے دن کی تو ان صورتوں میں دم دے اور اگر کسی دن کی رمی اس کے بعد آنے والی رات میں کر لی تو کفارہ نہیں۔

(۵۲) اگر کسی دن کے نصف سے کم رمی مثلاً دسویں کی تین کنکریاں اور دن کی دس بالکل چھوڑ دیں یا دوسرے دن کیں تو ہر کنکری پر ایک صدقہ دے ان صدقوں کی قیمت دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کرلے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۵۳) احرام والے نے کسی دوسرے کے بال مونڈے یا ناخن کترے اگر وہ بھی احرام میں ہے تو یہ صدقہ دے اور وہ حسب تفصیل صدقہ یا دم اسی تفصیل پر کہ اوپر گزری اور اگر وہ احرام میں نہیں تو کچھ خیرات کردے اگرچہ ایک مٹھی اور وہ کچھ نہیں۔

(۵۴) اور اگر اس کو سلے کپڑے پہنائے یا خوشبو اس طرح لگائی کہ اپنے نہ لگی تو اس پر کفارہ نہیں۔ ہاں گناہ ہوگا اگر وہ بھی احرام میں تھا اور وہ حسب تفصیل مذکور دم یا صدقہ دے گا۔

(۵۵) وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج نہ ہوا اسے حج ہی کی طرح پورا کرکے دم دے اور پھر فوراً ہی سال آئندہ اس کی قضا کرلے۔ عورت بھی احرام حج میں تھی تو اس پر بھی یہی لازم ہے اور مناسب ہے کہ حج کے احرام سے ختم تک دونوں اس طرح جدا رہیں کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے اگر خوف ہو کہ پھر اس بلا میں پڑجائیں گے اور وقوف کے بعد صحبت کرنے سے حج تو نہ جائے گا مگر اگر حلق وطواف سے پہلے کیا تو بدنہ دے اور دونوں کے بیچ میں کیا تو دم اور بہتر اب[1] بھی بدنہ ہے اور دونوں کے بعد کچھ نہیں۔

(۵۶) عمرہ میں طواف کے چار پھیرے سے پہلے جماع کیا تو عمرہ جاتا رہا دم دے اور عمرہ پھر کرے اور چار کے بعد تو دم دے عمرہ صحیح ہے۔

(۵۷) اپنی جوں اپنے بدن یا کپڑوں میں ماری یا پھینک دی تو ایک میں روٹی کا ٹکڑا دے اور دو ہوں تو مٹھی بھر اناج اور زیادہ میں صدقہ دے۔

(۵۸) جوئیں مارنے کو سر یا کپڑا دھویا یا دھوپ میں ڈالا جب بھی یہی کفارے ہیں جو خود قتل میں تھے۔

(۵۹) یوہیں دوسرے نے اس کے کہنے یا اشارہ کرنے سے اس کی جوں کو مارا جب بھی اس پر کفارہ ہے اگرچہ وہ دوسرا احرام میں نہ ہو۔

(۶۰) زمین وغیرہ پر گری ہوئی جوں یا دوسرے کے بدن یا کپڑوں کی مارنے میں اس پر کچھ نہیں اگرچہ وہ دوسرا بھی احرام میں ہو۔

مسئلہ: جہاں ایک دم یا صدقہ ہے قارن پر دو ہیں۔

مسئلہ: کفارہ کی قربانی یا قارن ومتمتع کے شکرانہ کی غیر حرم میں نہیں ہوسکتی مگر شکرانہ کی قربانی سے آپ کھائے، غنی کو کھلائے اور کفارہ کی صرف محتاجوں کا حق ہے۔

نصیحت: کفارے اس لیے ہیں کہ بھول چوک سے یا سونے میں یا مجبوری سے جرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہوجائیں نہ اس لیے کہ جان بوجھ کر بلا عذر جرم کرو اور کہو کہ کفارہ دیدیں گے دینا تو جب بھی آئے گا مگر قصداً حکم الٰہی کی مخالفت سخت ہے والعیاذ

---

[1] ذکرتہ خروجاً عن خلاف قوی ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

باللہ تعالیٰ حق سبحانہ توفیق طاعت عطا فرما کر مدینہ کی زیارت کرائے۔ آمین۔

وصل ہفتم حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) زیارت اقدس قریب بواجب ہے بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں۔ راہ میں خطرہ ہے۔ وہاں بیماری ہے۔ خبردار کسی کی نہ سنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن جانی ضرور ہے اس سے کیا بہتر کہ ان کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام لیتا ہے اسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں۔ کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا والحمد للہ۔

(۲) حاضری میں خاص زیارت اقدس کی نیت کرو یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

(۳) راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ (۴) جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر یہ کہ پیادہ ہو لو۔ روتے سر جھکاتے آنکھیں نیچی کیے اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ۔

جائے سرست اینکہ تو پامی نہی ۔ پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

(۵) جب قبہ انور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو معاً وضو اور مسواک کرو اور غسل بہتر سفید و پاکیزہ کپڑے پہنو۔ اور نئے بہتر، سرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل ہے۔

(۸) اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو رونا نہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگ دلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

(۹) جب در مسجد پر حاضر ہو صلاۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو۔ مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ ان کی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صرف وعدۂ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی، ان کا انتقال صرف نظرِ عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد ابن حاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمۂ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذٰلِکَ عِنْدَہٗ جَلِیٌّ لَاخِفَاءَ بِہٖ۔

ترجمہ: حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں ان کے ارادوں ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلا پوشیدگی نہیں۔ امام رحمۃ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُوْرِکَ وَقِیَامِکَ وَسَلَامِکَ) اَیْ بَلْ بِجَمِیْعِ اَحْوَالِکَ وَاَفْعَالِکَ وَارْتِحَالِکَ وَمَقَامِکَ۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال و احوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی ورنہ اگر غلبۂ شوق مہلت دے اور اس وقت کراہت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانۂ حاضری دربار اقدس صرف "قل یا" اور "قل" سے بہت ہلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط مسجد کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدۂ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ الٰہی اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور ان کا اور اپنا قبول نصیب کر۔ آمین۔

(۱۵) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کیے لرزتے

---

[1] دیکھو مدخل جلد اول مطبع مصر ص۲۱۵ ملاحظہ

[2] دیکھو شرح مواہب علامہ زرقانی مطبع میری مصری جلد ۸ ص۳۴۸ ملاحظہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

کانپتے گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو و کرم کی امید رکھتے حضور والا کی پائین یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار انور میں رو بقبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہو۔ کہ حضور کی نگاہ بیکس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لیے دونوں جہان میں کافی ہے والحمد للہ۔

(۱۶) اب کمال ادب و ہیبت و خوف و امید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرۂ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منہ کرکے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔ لباب و شرح لباب و اختیار شرح مختار فتاوائے عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ یقف کما فی الصّلوٰۃ حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے یہ عبارت عالمگیری و اختیار کی ہے اور لباب میں فرمایا واضِعًا یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۷) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی۔ ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ والحمد للہ۔

(۱۸) الحمد للہ اب کہ دل کی طرح تمہارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے نہایت ادب و وقار کے ساتھ بآواز حزیں و صورت درد آگیں و دل شرمناک و جگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند و سخت (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں) نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا)

مجرا و تسلیم بجالاؤ اور عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِیْنَ ط

(۱۹) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو صلوٰۃ و سلام کی کثرت کرو، حضور سے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں، اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو بار بار عرض کرو اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

(۲۰) پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی بجالاؤ۔ شرعًا اس کا حکم ہے اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انہیں حاضری بارگاہ نصیب ہو فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور، یہ الفاظ عرض کرکے اس نالائق ننگ خلائق پر احسان فرمائیں اللہ ان کو دونوں جہان میں جزا بخشے۔ آمین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَذُوِیْكَ فِیْ كُلِّ اٰنٍ وَّلَحْظَةٍ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ مِنْ عُبَیْدِكَ اَحْمَدَ رَضَا ابْنِ نَقِیْ عَلِیٍّ یَسْئَالُكَ الشَّفَاعَةَ فَاشْفَعْ لَہٗ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ۔

(۲۱) پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چہرۂ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللہِ فِی الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَكَاتُہٗ۔

(۲۲) پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے روبرو کھڑے ہو کر عرض کرو: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِیْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَكَاتُہٗ۔

(۲۳) پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو: اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا خَلِیْفَتَیْ رَسُوْلِ اللہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا وَزِیْرَیْ رَسُوْلِ اللہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا ضَجِیْعَیْ رَسُوْلِ اللہِ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَكَاتُہٗ اَسْئَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیْكُمَا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

(۲۴) یہ سب حاضریاں محلِ اجابت ہیں دعا میں کوشش کرو۔ دعائے جامع کرو۔ درود پر قناعت بہتر۔

(۲۵) پھر منبر اطہر کے قریب دعا مانگو۔

(۲۶) پھر روضۂ جنت میں (یعنی جو جگہ منبر و حجرۂ منورہ کے درمیان ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا) آکر دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھ کر دعا کرو۔

(۲۷) یونہی مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ محلِ برکات ہیں خصوصاً بعض میں خاص خصوصیت۔

(۲۸) جب تک مدینۂ طیبہ کی حاضری نصیب ہو ایک سانس بیکار نہ جانے دو ضروریات کے سوا اکثر وقت مسجد شریف میں باطہارت حاضر رہو۔ نماز و تلاوت و درود میں وقت گذارو دنیا کی بات کسی مسجد میں نہیں چاہیے نہ کہ یہاں۔

(۲۹) ہمیشہ ہر مسجد میں جاتے اعتکاف کی نیت کر لو یہاں تمہاری یاددہانی ہی کو دروازے سے بڑھتے ہی یہ کتبہ ملے گا نَوَیْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ۔

(۳۰) مدینۂ طیبہ میں روزہ نصیب ہو خصوصاً گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدۂ شفاعت ہے۔

(۳۱) یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے لہذا عبادت میں زیادہ کوشش کرو۔ کھانے پینے کی کمی ضرور کرو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

http://ataunnabi.blogspot.in

(۳۲) قرآن مجید کا کم سے کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبۂ معظمہ میں کرلو۔

(۳۳) روضۂ انور پر نظر بھی عبادت ہے جیسے کعبۂ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا تو ادب کے ساتھ اس کی کثرت کرو اور درود وسلام عرض کرو۔

(۳۴) پنجگانہ یا کم از کم صبح وشام مواجہہ شریف میں عرض سلام کے لیے حاضر ہو۔

(۳۵) شہر میں یا شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ اُدھر منہ کرکے صلوۃ وسلام عرض کرو۔ بغیر اس کے ہرگز نہ گزرو کہ خلاف ادب ہے۔

(۳۶) ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام وگناہ کبیرہ اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں اس کے لیے دوزخ ونفاق سے آزادیاں لکھی جائیں۔

(۳۷) قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی نہ پڑے۔

(۳۸) روضۂ انور کا نہ طواف کرو نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

(۳۹) بقیع واحد وقبا کی زیارت سنت ہے۔ مسجد قبا کی دو رکعت کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے اور چاہو تو یہیں حاضر رہو۔ سیدی ابن ابی جمرہ قدس سرہ جب حضور ہوتے آٹھوں پہر برابر حضوری میں کھڑے رہتے۔ ایک دن بقیع وغیرہ زیارت کا خیال آیا پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لیے کھلا ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ ع

سراین جا سجدہ این جا بندگی اینجا قرار این جا

(۴۰) وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو اور تمام آداب کہ کعبۂ معظمہ سے رخصت میں گزرے ملحوظ رکھو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی ایمان وسنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔ اللّٰھم ارزقنا اٰمین اٰمین یا ارحم الرّاحمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین والحمد للہ رب العالمین۔

تمت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari